حصہ اوّل و دوم

نطقِ مصطفیٰؐ

بزبانِ

زوجۂ مصطفیٰؐ

حجۃ الاسلام والمسلمین علّامہ اثیر جاڑوی
فاضلِ نجف اشرف

ناشر: ایلیا فاؤنڈیشن ۔ بھارت

نظامِ مصطفیٰ ص

بزبانِ

زوجۂ مصطفیٰ ص

حصہ اول و دوم

تالیف

حجۃ الاسلام والمسلمین

علامہ اثیر جاڑوی شہید

ایلیا فاؤنڈیشن ہندوستان

جملہ حقوق بحق فاؤنڈیشن محفوظ

کتاب	:	نظامِ مصطفیٰؐ بزبانِ زوجۂ مصطفیٰؐ (حصہ اول و دوم)
تالیف	:	حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ اثیر جاڑوی شہید
موضوع	:	صحاح ستہ کی کتب پر تبصرہ و توضیح اور تنقید
ایڈیشن	:	اول و دوم 2008ء
تعداد	:	1000
ہدیہ	:	300 روپے

ملنے کا پتہ:

ایلیا فاؤنڈیشن ہندوستان

نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ

حصہ اول

بسم الله الرحمن الرحيم

ترتیب

حصہ اول

..... پیش لفظ	10
..... "توہین یا تنقید"	12
..... نظریۂ صحابیت	15
..... زیرِ نظر کتاب	17
..... مقصدِ تالیف	18
..... تجرۂ اُم المومنین	20
..... طے شدہ بات	21
..... سرورِ کونینؐ کے گناہ	23
..... حاصلِ مطالعہ	24
..... قابلِ توجہ	25
..... آغازِ نبوت	27
..... ماحاصل	28
..... حاصلِ مطالعہ	31
..... ماحصل	36
..... کفار و مشرکین کی خود ساختہ کہانی	48
..... سرورِ کونینؐ کا نبوت میں شک	50
..... اقدامِ خودکشی	54
..... ایک تضاد اور	55
..... گیارہ عورتیں	57
..... مقامِ مصطفیٰؐ بھی اور نظامِ مصطفیٰؐ بھی	64
..... نبی ﷺ کلام سے تو	64
..... محترم قارئین	70

- تجزیہ 71
- تحفے، سودہ کا ہبہ اور ازواج میں گروہ بندی 77
- تحفے 77
- یومِ بعاث بزمِ موسیقی اور مسجد میں تماشا 89
- یومِ بعاث 89
- یومِ بعاث کیا ہے؟ 91
- تماشا بینی 97
- مغالطہ نمبر ۱ 105
- مغالطہ نمبر ۲ 107
- سرورِ کونینؐ کی فاقہ کشی 110
- ماحصل 116
- اُم المومنین عائشہ کا سنہری فیصلہ 120
- جادو زدہ نبیؐ 123
- حاصلِ مطالعہ 123
- جائزہ 139
- امام بخاری کی بے بسی 140
- مترجمین کی پریشانی 141
- مجموعی جائزہ 143
- قرآن اور اُم المومنین 145
- سلطان الانبیاءؐ قرآن بھول گئے 147
- حاصلِ مطالعہ 149
- قابلِ توجہ 150
- ابو بکر کا عذر 152
- شادی سے پہلے رخصتی 152
- حاصلِ مطالعہ 155
- سرورِ کونینؐ کے ساتھ 162
- حاصلِ مطالعہ 163

○ ... فصاحت و بلاغت میں جذبات	165
○ ... شب قدر کا عبرت انگیز حشر	167
○ ... جائزہ	168
○ ... اہم مسئلہ	170
○ ... آخری سوال	172
○ ... اُم المومنین کا اذن جہاد	174
○ ... جائزہ	175
○ ... کون سا جہاد	176
○ ... عذر لنگ	177
○ ... اُم المومنین خدیجہؑ سے حسد	179
○ ... جائزہ	182
○ ... غیرت کیوں؟	183
○ ... رشک یا حسد	183
○ ... تین برس	185
○ ... نتیجہ	186
○ ... اُم المومنین عائشہ اور حضرت علیؑ	187
○ ... جائزہ	190
○ ... اُم المومنین عائشہ اور فدک	193
○ ... جائزہ	197
○ ... اختلافی نکات	209
○ ... مترجمین کی پریشانی	210
○ ... نیا نکتہ	213
○ ... مسلمہ امور بقول اُم المومنین عائشہ	214
○ ... تکرار احادیث	214
○ ... تکرار کیا ہے؟	215
○ ... اخذ مسائل	215

حصہ دوم

۔۔۔ صرف اور صرف بخاری شریف	230
۔۔۔ عرضِ ناشر	231
علمائے اُمت کا نام	232
۔۔۔ صحیح بخاری کے اور زیادہ فضائل	233
۔۔۔ صحیح بخاری کے اور زیادہ فضائل	234
۔۔۔ رؤیت رب	238
۔۔۔ جائزہ	240
جبریلؑ اور بی بی	245
۔۔۔ جائزہ	246
۔۔۔ افک	248
۔۔۔ جائزہ	264
اندازہ	268
۔۔۔ جائزہ	284
۔۔۔ قذف یا واقعۂ افک	321
مختصر احادیث	322
مشترکہ نکات	322
۔۔۔ نگاہِ فکر	327
مختلفہ نکات	331
فیصلہ	333
۔۔۔ سرورِ کونینؐ اور دخترِ نبیؐ	336
۔۔۔ جائزہ	340
۔۔۔ اُم المومنین کی غیر مبہم شہادت	343
۔۔۔ اعلانِ عام	344
۔۔۔ دارِ فانی سے رخصت	345
۔۔۔ جائزہ	354

✿..... دم	362
✿..... جائزہ	368
✿..... زہر	369
✿..... جائزہ	372
✿..... خدارا سوچیے	374
✿..... خدا کے نام پر	375
✿..... امامت ابوبکر	379
✿..... جائزہ	390
✿..... مشترکہ نکات	390
✿..... مختلفہ نکات	391
✿..... فیصلہ	400
✿..... الوداع	402
✿..... جائزہ	414
✿..... خودکشی	426
✿..... جائزہ	427
✿..... کفن سرورِ کونینؐ	431
✿..... جائزہ	433
✿..... نسائے اُمت پر ناراضگی	437
✿..... جائزہ	439
✿..... نظامِ مصطفیؐ	442
✿..... متفرق	450

☆☆☆☆☆

پیش لفظ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

حمد ہے خالقِ کونین کی اور درود و سلام ہو سرورِ کونینؐ اور ان کی طاہر و طیب آلؑ پر، حمد و صلوٰۃ و سلام کے بعد بندہ حقیر عرض پرداز ہے کہ جیسا کہ میں اپنی گذشتہ تالیف و تصنیفات میں اُمت مسلمہ کے ذمہ دار افراد سے بارہا گزارش کر چکا ہوں کہ یوں تو اسلام سرورِ کونینؐ کی وفات کے لحہ اوّل سے بلکہ آپؐ کے آثار وفات ظاہر ہونے سے ہی خودغرض افراد کی اغراض کا ہدف بن گیا تھا جس کے بعد احکامِ دین اور ارکانِ اسلام آئے دن مصلحت اندیشانہ تبدیلیوں کا نشانہ بنتے رہے اور اسلام کی مسند اقتدار پر بیٹھنے والے ہر گدی نشین نے اسلام کو آبائی میراث سمجھ کر کھلونا بنائے رکھا۔

- ایک وقت تھا جب اسلام کے مخالف فوجی اقتصادی اور معاشی لحاظ سے نہ صرف کمزور تھے بلکہ ملّت مسلمہ کے دست نگر تھے۔ جبکہ آج دشمنانِ اسلام فوجی، اقتصادی اور معاشی اعتبار سے نہ صرف مضبوط ہیں بلکہ اُمت مسلمہ کے اَن داتا بنے ہوئے ہیں۔
- امن تقسیم کرتے ہیں تو اسلام دشمن۔
- اسلحہ تقسیم کرتے ہیں تو اسلام دشمن۔
- عالمی رقابتوں میں فیصلے کرتے ہیں تو اسلام دشمن
- اقتصادی منصوبہ بندی کرتے ہیں تو اسلام دشمن
- اور معاشی پلاننگ کرتے ہیں تو اسلام دشمن۔

ان حالات کے پیشِ نظر ملّت اسلامیہ کے مذہبی پیشواؤں کا فرض تھا کہ وہ

یگانگت، ملّی وحدت، اتحاد اور بھائی چارہ کی فضا پیدا کرتے۔ انتشار، افتراق اور اختلاف کے جراثیم کے خلاف متفقہ جدوجہد کرتے۔ متنازعہ فیہ مسائل جو انگلیوں پر گنے جانے والے ہیں۔ نہ چھیڑتے اور متحدہ مسائل جن کی تعداد بے شمار ہے، کو اُمت مسلمہ کے پیش کرتے، ایک دوسرے کو برداشت کرتا۔

لیکن آج کل حالات ایسے نظر آتے ہیں کہ اُمت مسلمہ کے ارباب بست وکشاد گویا اختلافی خلیج کو وسیع سے وسیع تر کرنے پر ادھار کھائے بیٹھے ہیں۔ اکثریتی فرقہ تعداد میں کم افراد کو شُدھی کرنے یا صفحۂ ہستی سے مٹا دینے کے انداز میں لحہ بہ لحہ جارحیت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ روزانہ لاؤڈ اسپیکروں پہ درسِ قرآن کے نام پر جو کچھ کہا جاتا ہے کاش ملّت کے ذمہ دار افراد سنتے، کاش نت نئے پمفلٹ شائع کر کے بالخصوص شیعوں کے نام پوسٹ کیے جانے والے مواد کا پریس اینڈ پبلیکیشن آرڈی نِنس کی روشنی میں مطالعہ کیا جاتا۔

- کاش حکومتِ عالیہ کے ذمہ دار افراد ایسے افراد کا کھوج لگاتے اور
- حکومت عالیہ کو انتشار پسند عناصر کی فہرست مہیا کرتے۔

اس سال عشرۂ محرم الحرام میں شیعوں کے ساتھ جو کچھ ہوا ہے کاش اس کا ملکی مفادات کے پیشِ نظر جائزہ لیا جاتا۔ راقم الحروف کے پیشِ نظر اس وقت بھی دو پمفلٹ ہیں جن میں دل کھول کر انتشار و افتراق میں اضافہ کی دعوت دی گئی ہے۔

ان حالات میں مجبوراً شیعہ افراد کو بھی نہ چاہتے ہوئے اپنا دفاع کرنا پڑتا ہے جو ان کا قانونی، اخلاقی اور اسلامی حق ہے۔ اسی حق کی بناء پر راقم الحروف نے زیرِ نظر کتاب مرتب کی ہے لیکن منصف قارئین ہمیں اس بات کی داد دیں گے کہ ہم نے جارحیت کا جواب جارحیت سے نہیں بلکہ حقائق سامنے رکھ کر دینے کی کوشش کی ہے۔ امید ہے قارئین کی واضح اکثریت نظامِ مصطفیٰ بزبان زوجۂ باصفا کا مطالعہ تعصب سے ہٹ کر حقیقت پسندی سے کرے گی تا کہ رات اور دن میں امتیاز ہو سکے۔

”توہین یا تنقید“

محترم قارئین! آپ جانتے ہیں کہ توہین اور تنقید میں واضح فرق ہے۔

* توہین میں مؤلف یا مصنف کا مقصد عیوب و نقائص کی نشاندہی جارحانہ اور غیر مناسب انداز میں کر کے متعلقہ افراد کو قارئین کی نظروں سے گرانا ہوتا ہے۔ اور ایسا کرنا نہ صرف قانون اور اسلام کی نگاہ میں جرم ہے بلکہ الحمدللہ مملکتِ پاکستان کی دفعہ نمبر ۲۹۸ الف کے مطابق بھی جرم ہے۔
* جبکہ تنقید میں مؤلف یا مصنف کا مقصد کسی کو قارئین کی نگاہوں میں گرانا نہیں ہوتا بلکہ قارئین کو شائستہ، شستہ اور سنجیدہ انداز میں حقائق سے آگاہ کرنا ہوتا ہے۔
* توہین میں تشدد ہوتا ہے، جارحیت ہوتی ہے، طنز ہوتے ہیں اور اخلاقی خامیاں ہوتی ہیں۔

تنقید میں اصلاح ہوتی ہے، اصلاح میں اخلاقی خوبیاں ہوتی ہیں۔ اخلاقی خوبیوں میں متانت ہوتی ہے۔ متانت کے نتیجہ میں شستگی آتی ہے، شستگی کی کوکھ سے شائستگی جنم لیتی ہے اور شائستگی سے سنجیدگی پیدا ہوتی ہے۔

بنابریں ہماری طرف سے عمومی دعوت ہے کہ شیعانِ حیدرِ کرّار کے خلاف لکھے جانے والے مواد کا مطالعہ کیا جائے اور دیکھا جائے کہ اس میں لہجہ کیسا ہے؟ الفاظ کیسے ہیں، تشدد کتنا ہے اور طنز کتنا ہے۔ پھر بتایا جائے کہ جو لکھا گیا ہے وہ ہری ہوئی ذہنیت کی علامت ہے یا نہیں؟ اور شیعہ مصنف کے قلم سے نکلے ہوئے مواد کا معائنہ کیا جائے اور اندازہ لگایا جائے کہ کیا بازاری لب ولہجہ اور سوقیانہ الفاظ ہیں یا حقائق کے ناقابلِ تسخیر پہاڑ،

گالیاں ہیں یا آیاتِ قرآن، سبّ و شتم ہیں یا احادیث نبویہؐ کے انبار، خودساختہ تہمتیں ہیں یا تاریخی مسلمات کے جواہر پارے۔

توہین کون کرتا ہے؟

کسی مذہبی توہین کا مرتکب وہی ہوگا جس کے ہاتھ میں قرآنی محکمات، مسلم بین الفریقین احادیث کے ناقابلِ تردید ذخیرے نہ ہوں، جس کے دامن میں تاریخی حقائق نہ ہوں اور عقل جس کا ساتھ دینے سے جواب دے دے۔

تنقید کون کرتا ہے؟

جس کے پاس آیاتِ الٰہیہ کا نہ ختم ہونے والا سرمایہ ہو۔ صحیح بخاری کی ناقابلِ تردید احادیث کے انبار ہوں۔ تاریخی مسلمات جس کے دوش بدوش چلنے کو تیار ہوں اور شہبازِ عقل جس کا ساتھ دینے سے انکار نہ کرے۔

ہم توہین کیوں کریں؟

اوّلاً تو کسی کی توہین کرنے کی اجازت ہمیں اپنی عقل ہی نہیں دیتی۔

ثانیاً کسی کی توہین ہماری صدائے ضمیر کے خلاف ہے۔

ثالثاً فقہ جعفریہ کی کڑی پابندیاں ہیں جو توہین کرنے کی اجازت نہیں دیتیں اور رابعاً ملکی قانون اور ملکی حالات کی نزاکت مانع رہتی ہے۔

ہم نے جب بھی کوئی بات کی ہے علم، عقل، قرآن، حدیث، تفسیر اور تاریخ کے حوالہ سے کی ہے کیونکہ ہم سمجھتے ہیں کہ:

* تنقید ذہن کو سنوارتی ہے جبکہ توہین سے نفرت بڑھتی ہے۔
* تنقید سے ذہن بنتے ہیں جبکہ توہین کا نتیجہ تخریب ہوتا ہے۔
* تنقید سے حقائق سامنے آتے ہیں جبکہ توہین عیب جوئی کرتی ہے۔
* تنقید جائز اور توہین ناجائز ہے۔

اگر تنقید اور توہین میں امتیاز نہ کیا جائے اور ہر دو کو ایک لاٹھی سے ہانک دیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم تاریخ اسلاف پر تبصرہ چھوڑ دیں۔ قرآن کریم کی ان ایک سو اختالیس آیات کو قرآن سے نکال دیں جن میں منافقین کا ذکر ہے کیونکہ جیسے بھی تھے، تھے تو بہرحال صحابہ اور بلا جرح ہر حدیث کو درست مان لیں اور کسی حدیث کو ضعیف، نا قابلِ اعتماد اور غیر معتبر نہ کہیں کیونکہ جس حدیث کو بھی ہم نا قابلِ اعتماد کہیں گے، جس حدیث کے راوی پر اعتماد نہیں ہوگا۔ پہلے ہم اس راوی کے نقائص اور عیوب گنوائیں گے۔ پھر اس کی بات کو ماننے سے انکار کریں گے اور اسی کا نام تنقید ہے۔

بنا بریں، عقل، اخلاق اور شریعت ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ تنقید کو تسلیم کر لیں اور تنقید کا جواب مہذب، شائستہ اور شُستہ انداز میں پیش کریں۔

○○○

نظریۂ صحابیت

ہر وہ شخص جس کو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا شرف معیت حاصل ہے، صحابی کہلاتا ہے۔ انہی صحابہ میں سے بعض صحابہ ایسے ہیں جنہیں علم رجال نے ناقابلِ اعتماد اور کذاب کہا ہے اور بعض کو سچا اور قابلِ اعتماد بتایا ہے۔ اور یہی وہ اصولِ حدیث ہے جس کی بنیاد پر احادیث کو جانچا اور پرکھا جاتا ہے۔ بعض احادیث لے لی جاتی ہیں اور بعض کو ٹھکرا دیا جاتا ہے۔

بنابریں، یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ بعض اصحاب نے جو کچھ سرورِ کونینؐ سے سنا وہی کچھ پہنچایا اور بعض اصحاب نے سنا، کچھ اور پہنچایا کچھ۔

چونکہ برادرانِ سوادِ اعظم کو ہمیشہ سریرِ مملکت کی تاجوری حاصل رہی ہے اور یہ سلسلہ سرورِ کونینؐ کی وفات کے لمحۂ اوّل سے شروع ہوا ہے اس لیے سوادِ اعظم کی اپنی مرتب کردہ تاریخ میں سے صحابہ کی تین اقسام حاصل ہوتی ہیں۔

1. وہ اصحاب جو ہیئت حاکمہ میں ہمہ مقتدر تھے۔
2. وہ اصحاب جو ہیئت حاکمہ کے حاشیہ نشین تھے۔
3. وہ اصحاب جو اقتدار اور حاشیہ نشینی دونوں سے محروم ہو کر گوشہ نشین ہو گئے تھے۔

جمہور اسلام کی تاریخ گواہ ہے کہ نگاہ جمہور نے عہدۂ صحابیت کا حق دار یا تو حکامِ وقت کو سمجھا اور یا حکامِ وقت کے حاشیہ نشینوں کو اور اصحاب کی تیسری قسم کو ان حقوق سے محروم رکھا جو اقتدار اور بزمِ اقتدار سے علیحدہ رہے۔

لیکن فقہ جعفریہ نے روزِ اوّل سے اقتدار اور صحابیت کے باہمی تلازم کو تسلیم نہیں

کیا بلکہ تعریف صحابیت کے مطابق ہر ایک کو برابر کا درجہ دیا اور علمِ رجال کی تشریحات کے زیرِ سایہ سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا سمجھا، خواہ اس کے پاس کرسیٔ اقتدار ہو یا نہ ہو۔

ہم کسی بھی شخص کی توہین خواہ وہ صحابی ہو یا نہ ہو، کرنا مذہبی، اخلاقی اور فکری جرم سمجھتے ہیں۔ لہٰذا ہم نے نہ تو کسی کی توہین کی ہے اور نہ کسی صحابی کی توہین کو جائز سمجھتے ہیں۔

OOO

زیرِ نظر کتاب

نظامِ مصطفیؐ بزبانِ زوجہ باصفا میں صحیح بخاری سے صرف وہی احادیث جمع کی گئی ہیں جو اُم المومنین عائشہ نے زبانِ سرورِکونینؐ سے سنی ہیں یا عملِ سرورِکونینؐ نے بتایا ہے یا اپنے اعمال کا تذکرہ فرمایا ہے۔

فرقہ جعفریہ میں کوئی بھی شخص اُم المومنین عائشہ کے قذف کا قائل نہیں۔ جمہور اسلام تو اپنی پالیسی کی بنیاد پر اُم المومنین عائشہ کے قاذفین کو کچھ نہیں کہتے لیکن ہم ازروئے فقہ جعفریہ اُم المومنین عائشہ کے قاذفین کو لعنت کے سوا یاد نہیں کرتے کیونکہ ہمارے اصولِ مذہب کے مطابق ناموسِ انبیاءؑ کا محافظ پروردگارِ عالم ہے۔ ہمارے عقیدہ کے مطابق زوجہ نبی منکرِ نبوت یا نافرمانِ رسول تو ہوسکتی ہے جس طرح حضرت نوح یا حضرت لوط علیہما السلام کی بیویاں تھیں لیکن زوجہ نبی زانیہ نہیں ہوسکتی۔

بنابریں اگر ہمارے بھائی ہمارا ساتھ دیں تو ہم اس بات پر بھی تیار ہیں کہ آئیں صحاح ستہ اور کتب اربعہ کا مطالعہ کر کے معلوم کریں کہ اُم المومنین عائشہ کے قذف میں کون کون شریک تھا۔ آخر کافر تو نہیں تھے وہ تو اتنی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔

جب ہمیں یہ معلوم ہوجائے کہ فلاں فلاں صاحب اُم المومنین کے قذف میں تھا تو پھر حسبِ ذیل امور پر اتحاد کرلیں۔

- ایسے تمام افراد کو صحابہ کی فہرست سے نکال دیں۔
- ایسے تمام افراد کی احادیث اور تاریخ کو اسلام سے خارج کردیں۔
- ایسی تمام احادیث کو جو ان افراد سے نقل کی گئی ہوں اپنی کتب سے قلم زد کریں۔

- ایسے تمام افراد سے تاجِ صحابیت چھین لیں اور انھیں احاطۂ صحابیت سے نکال باہر کریں۔

مقصدِ تالیف

غالبًا جون یا جولائی ۱۹۸۲ء تھا کہ علامہ شبلی نعمانی کی سیرت النبیؐ پڑھ رہا تھا کہ اس میں جلد اوّل، ص ۲۴ پر یہ عبارت پڑھی:

> حدیث میں حضرت عائشہ کی مرویات کی ایک خاص حیثیت ہے یعنی ان سے اکثر وہ حدیثیں مروی ہیں جو عقائد یا فقہ کے مہمات مسائل ہیں اسی لیے عمر بن عبدالعزیز نے ان کی روایات سے زیادہ اعتنا کی۔

علامہ شبلی جیسے محققِ وقت کی یہ بات معمولی نہ تھی چنانچہ اسی وقت یہ تہیہ کر لیا کہ دریا خان سے واپس جامعہ حسینیہ جھنگ جا کر پہلا کام ہی یہی کروں گا کہ بخاری شریف سے اُم المومنین عائشہ کی تمام احادیث کو یکجا کروں گا اور ان سے اخذ ہونے والے مسائل کی ایک فہرست مرتب کروں گا تاکہ اُمت مسلمہ کو ان عقائد اور فقہی مسائل سے آگاہ کیا جاسکے جو اُم المومنین عائشہ کی صحبت رسالت کا قیمتی سرمایۂ حیات ہیں۔

۱۵ اگست ۱۹۸۲ء کو مدرسہ کھلا تو بخاری شریف کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اس وقت سے لے کر آج مورخہ ۲۰ اپریل ۸۳ء تک بہت کم راتیں ایسی ہوں گی جن میں مؤلف رات کے ایک بجے سے پہلے سویا ہو۔

پہلے تو سمجھا تھا کہ کام آسان ہوگا مگر جب ہاتھ لگایا تو معلوم ہوا کہ جتنا آسان سمجھ کر شروع کیا تھا۔ اس سے کئی گنا زیادہ مشکل تھا۔

اوّلاً سات ہزار احادیث میں سے صرف اُم المومنین عائشہ کی احادیث کو علیحدہ کیا۔

ثانیاً علیحدہ کردہ احادیث کو باہم مربوط کیا۔

ثالثاً: انھیں ترتیب دی، ایک موضوع سے متعلق احادیث کو یکجا کیا۔

رابعاً: ان سے اخذ ہونے والے مسائل حسبِ استطاعت معلوم کیے۔

خلاصہ یہ کہ اس وقت آپ کے ہاتھ میں چوتھا لکھا ہوا مسودہ ہے۔ میرے پاس بخاری شریف کا جو نسخہ ہے وہ حکیم فلک شیر صاحب محلّہ یابوالہ جھنگ صدر سے حاصل کردہ ہے جسے دینی کتب خانہ، ۳۸-اُردو بازار لاہور نے ۱۹۷۷ء میں شائع کیا ہے۔

اس کے ترجمہ کے فرائض جناب مولانا قاری محمد عادل خان نقشبندی اور مولانا قاری محمد فاضل قریشی مجددی نے انجام دیئے ہیں۔ کم و بیش ساڑھے چھ صد حدیث اُم المومنین عائشہ سے امام بخاری نے نقل کی ہے۔ جن میں سے صرف ۹۹ احادیث اس وقت مؤلف پیش کرسکا ہے۔ اگر زندگی اور حالات نے مہلت دی تو دیگر احادیث بھی جلد ہی پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔

کُل احادیث یک صد دو ہیں۔ اُم المومنین عائشہ سے ۹۹ حدیث، عبداللہ ابن عمر سے دو احادیث اور عبادہ ابن صامت سے ایک حدیث پیشِ خدمت ہیں۔

○○○

حجرۂ اُم المومنین

(۱) بخاری، جلد دوم، کتاب الجہاد والسیر، ص ۱۶۷، حدیث ۲۴۶

عن عبداللّٰہ رضی اللہ عنہ قال قام النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خطیبا فاشار نحومسکن عائشۃ فقال ھنا الفتنۃ ثلاثًا من حیث یطلع قرن الشیطان

''عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کہ رسالت مآبؐ خطبہ دینے کی خاطر کھڑے ہوئے اور حجرۂ اُم المومنین کی طرف اشارہ کرکے تین بار فرمایا: یہاں فتنہ ہے اور وہیں سے شیطان کا گروہ نکلے گا''۔

(۲) جلد اول، ابواب الاستسقاء، ص ۴۱۷، حدیث ۹۷۶

عن ابن عمر قال اللّٰھم بارک لنا فی شامنا وفی یمننا قال قالوا وفی نجدنا قال قال اللّٰھم بارک لنا فی شامنا وفی یمننا قالوا وفی نجدنا ، قال ھنالک الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان

''ابن عمر نے فرمایا: اے اللہ ہمیں ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت عطا فرما۔ لوگوں نے کہا: اور ہمارے نجد میں۔ تو انہوں نے کہا: اے اللہ! ہمیں ہمارے شام میں اور ہمارے یمن میں برکت عطا فرما۔ لوگوں نے کہا: ہمارے نجد میں بھی۔ تو انہوں نے کہا کہ وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور وہیں سے شیطان کا

گروہ بھی نکلے گا''۔(ترجمہ از قاری محمد عادل و قاری محمد فاضل)

محترم قارئین! یہ دونوں حدیثیں عبداللہ ابن عمر سے منقول ہیں۔ محترم مترجمین نے حدیث اول میں یطلع قرن الشیطان کا معنی طلوع آفتاب کیا ہے اور دوسری حدیث میں اسی فقرہ کا معنی خروج گروہِ شیطان کیا ہے۔ معنی کے اس اختلاف کی وجہ میری سمجھ میں تو نہیں آئی۔ بہرحال یہ تو آپ بھی مانیں گے کہ مترجمین کے ان دو معانی میں سے ایک غلط ہے۔ جہاں تک میں سمجھا ہوں وہ یہ ہے کہ حدیث اوّل میں مترجمین کی نگاہ میں حجرہ اُم المومنین کی جذباتی عقیدت شامل ہے جبکہ دوسری حدیث میں مترجمین نے جذبات سے بالا ہو کر درست ترجمہ کیا ہے۔

کیونکہ سرورِ کونینؐ کے سر پر ختم نبوت کا تاجِ فضیلت ہے اور آفتاب آیات اللہ میں سے ہے۔ آپؐ کی عظمت نبویہ سے یہ بات بعید ہے کہ آپؐ آفتاب جو آیت الٰہیہ ہے کو شیطان کے سینگ سے تشبیہ دیں۔ یہ آپ خود سوچ لیں کہ ایک طرف عظمت سلطان انبیاءؑ ہے اور دوسری طرف حجرۂ اُم المومنین ہے۔

عقیدت کا اظہار ضرور کیا جائے لیکن وہاں جہاں معاملہ نسائے اُمت اور اُم المومنین عائشہ کے درمیان ہو۔ اگر معاملہ سرورِ کونینؐ اور اُم المومنین کی عظمت کا ہو تو میرے خیال میں اُم المومنین کی عظمت پر سرورِ کونینؐ کی عظمت کو قربان نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ سرورِ کونینؐ کا احترام اُمت مسلمہ اُم المومنین کی وجہ سے نہیں کرتی بلکہ اُم المومنین کا احترام سرورِ کونینؐ کی نسبت سے ہوتا ہے۔

طے شدہ بات

سرورِ کونینؐ حجرۂ اُم المومنین سے فتنہ اور خروج گروہِ شیطان کی پیشگوئی فرماتے ہیں اور حضرت عبداللہ ابن حضرت عمر نے سرزمین نجد سے فتنوں اور خروج گروہِ شیطان کی پیشگوئی کر کے پوری اُمت کو سبق دیا ہے کہ اصحابِ نبیؐ میں سے جب میں اتنا علمِ

غیب جانتا ہوں تو سلطان انبیاء علیہم السلام تو مجھ سے بھی زیادہ علمِ غیب جانتے ہوں گے اور سرورِ کونینؐ نے حجرۃ اُم المومنین عائشہ کی طرف انگشت مبارک کے واضح اشارہ سے، تین مرتبہ: ھذا الفتنۃ یہاں فتنہ ہے فرما کر اپنی اُمت کو خبردار کیا ہے کہ اُم المومنین عائشہ میرے رشتۂ زوجیت کے ناطے سے واجب الاحترام ضرور ہے لیکن واجب الاطاعت نہیں۔ کاش سرورِ کونینؐ کی تنبیہہ پر کان دھرے جاتے اور جنگِ جمل پیش نہ آتی؟

تسلی کے لیے المنجد جو عربی لغت کی معتبر ترین کتابوں میں سے ایک ہے، بھی ملاحظہ فرمالیں۔ ۲۳ویں طبع، دارالقرآن الکریم، انتشارات، اسماعیلیان، تہران، ناصر خسرو، ص ۶۲۵۔

قرن الشیطان وقرناه المتبعون لرأيه:

قرن الشیطان کا معنی ..... گروہِ شیطان ہے۔

المنجد اُردو، ناشر دارالاشاعت، مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی نمبر ۱، ص ۷۹۸،

قرن الشیطان، شیطان کے تابع لوگ۔

سرورِ کونینؐ کے گناہ

حدیث میں حضرت عائشہ کی مرویات کی خاص حیثیت ہے یعنی ان سے اکثر وہ حدیثیں مروی ہیں جو عقائد یا فقہ کے مہمات مسائل ہیں۔ (سیرت النبیؐ از شبلی نعمانی، جلد اوّل، ص ۲۴)

(1) بخاری، جلد اول، کتاب الایمان، ص ۹۳، حدیث ۱۹

هشام عن عائشة قالت كان رسول الله اذا امرهم، امرهم من الاعمال بما يطيقون قالوا انا لسنا كهيئتك يارسول الله ان الله قد غفرلك ما تقدم من ذنبك وما تأخر فيغضب حتى يعرف الغضب في وجهه ثم يقول ان اتقاكم واعلمكم بالله انا

"ہشام اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ جب صحابہ کو کسی بات کا حکم دیتے تھے تو اسی حد تک جس کی ان میں طاقت ہوتی تھی تو صحابہ عرض کرتے: یارسولؐ اللہ! ہم آپ کی طرح تو نہیں ہیں۔ اللہ نے آپ کے تو سابقہ اور لاحقہ تمام گناہ معاف فرما دیے ہیں۔ آپؐ اتنے ناراض ہوتے کہ آپؐ کے چہرہ سے ناراضگی ظاہر ہونے لگتی۔ پھر فرماتے یقین رکھو کہ تم تمام کی نسبت میں سب سے زیادہ اللہ کا جاننے والا اور اللہ سے ڈرنے والا ہوں"۔

(۲) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ۹۱۷، حدیث ۱۹۴۷

عروہ عن عائشۃ ان نبی اللّٰہ کان یقوم من اللّیل حتّٰی تتفطر قدماہ ، فقالت عائشۃ لما تصنع ھذا یارسولؐ اللّٰہ وقد غفر اللّٰہ لك ما تقدّم من ذنبك وما تاخر ، قال افلا احب ان اکون عبداً شکوراً

''عروہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرورِ کونینؐ رات کو اتنا کھڑا ہوتے تھے کہ آپ کے پاؤں پھٹ جاتے تھے۔ اُم المومنین عائشہ نے عرض کی کہ یارسولؐ اللہ! آپؐ اس قدر تکلیف اُٹھاتے ہیں حالانکہ اللہ نے آپؐ کے اگلے پچھلے گناہ بخش دیے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا مجھے پسند نہیں کہ میں شکرگزار بنوں''۔

حاصلِ مطالعہ

جلد اول، ص ۱۹ میں سرورِ کونینؐ صحابہ کو ان کی طاقت کے مطابق اعمال بتاتے ہیں۔ صحابہ آپؐ کی کثرتِ اعمال کو دیکھتے ہوئے عرض کرتے ہیں کہ ہمارے اور آپؐ کے درمیان فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے تو آپؐ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردیئے ہیں جبکہ ہمارے ساتھ تو کوئی ایسا وعدہ نہیں کیا گیا۔

سرورِ کونینؐ صحابہ کا یہ جواب سن کر اس قدر ناراض ہوتے ہیں کہ ناراضگی آپؐ کے چہرہ سے ظاہر ہونے لگتی ہے اور جواب میں صرف اتنا کہہ پاتے ہیں کہ تم نہ تو مجھ سے تقویٰ میں زیادہ ہو اور نہ ہی معرفتِ خدا میں۔

جلد دوم، حدیث ۱۹۴۷ میں سرورِ کونینؐ عبادت میں اس قدر کھڑے ہوتے ہیں کہ آپؐ کے قدم پھٹ جاتے ہیں۔

اُم المومنین عائشہ کہتی ہیں کہ آپؐ اتنی مشقت کیوں کرتے ہیں حالانکہ اللہ نے آپؐ کے گذشتہ اور آئندہ تمام گناہ معاف کردیئے ہیں۔ سرورِ کونینؐ فرماتے ہیں کہ میں اللہ کا عبدِ مشکور بننا چاہتا ہوں۔

قابلِ توجہ

دونوں احادیث اُم المومنین عائشہ کی ہیں۔ حدیث اوّل میں صحابہ کا عقیدہ یہ ہے کہ ایک وقت تھا جب آپؐ گناہگار تھے اور آئندہ بھی ایسا وقت آئے گا جب آپؐ گناہگار ہوں گے۔ البتہ صحابہ اور اُم المومنین دونوں اس عقیدہ میں مشترک ہیں کہ سرور کونینؐ کے سابقہ گناہ اللہ نے معاف فرمادیئے ہیں اور آئندہ کے لیے بھی گناہ کرنے کی کھلی چھٹی دے دی ہے کہ جو چاہو کرتے رہو تمہارے تمام گناہ معاف کیے جاتے رہیں گے۔

گویا اُم المومنین عائشہ اور صحابہ کے عقیدہ کے مطابق سرورِ کونین معصوم نہ تھے بلکہ دیگر صحابہ کی طرح گناہوں کے مرتکب ہوتے رہتے تھے۔ کیونکہ معصوم کے معنی یہ نہیں کہ اس کے گناہ معاف کردیئے جائیں بلکہ معصوم کا معنی ہے قوتِ گناہ ہوتے ہوئے ارتکابِ گناہ نہ کرنا۔

ہاں! جلد اول، نمبر ۱۹ میں تو سرورِ کونینؐ نے دبے لفظوں میں یہ فرمایا تو ہے کہ میں معرفت اور تقویٰ میں تم سب سے زیادہ ہوں لیکن نہ تو بی بی نے اس ارشاد سے عصمت سمجھی ہے اور نہ ہی صحابہ نے۔

چند سوالات

صحابہ اور بی بی نے سرورِ کونینؐ کے گذشتہ گناہوں کی تفصیل نہیں بتائی کہ:

* وہ گناہ جو آپؐ سے سرزد ہوئے کون سے تھے؟

* اخلاقی گناہ تھے، شرعی گناہ تھے یا معاشرتی گناہ تھے؟
* آئندہ گناہوں کا تذکرہ بھی کہیں نہیں ملتا کہ آپؐ نے وہ کون سا گناہ کیا تھا جو اللہ نے معاف کردیا ہو؟
* یہ بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ آپؐ کے گناہ نبوت سے پہلے تھے یا نبوت کے بعد؟
* اگر نبوت سے پہلے کے گناہ تھے تو وہ کون سے تھے؟
* اگر نبوت کے بعد گناہ سرزد ہوئے تو وہ کون سے تھے؟
* کیا عصمتِ نبیؐ کا ڈھنڈورا پیٹنا صرف عوام فریبی تو نہیں؟
* کیا اب بھی آپ یہ بات نہیں مانیں گے کہ مقامِ مصطفیٰؐ کو پست سے پست کرنے کی خاطر جو منظم اسکیم تھی اس میں بی بی بھی حصہ دار تھی؟
* اب جو سُنّی بھی نبی کو گناہگار نہیں مانے گا وہ ایک طرف صحابہ کو جھٹلائے گا اور دوسری طرف ماں سے ٹکرائے گا جبکہ یہ دونوں کام توہین کے ضمن میں آتے ہیں۔

میرے دوستو! نبی کو ولادت کے لمحۂ اول سے زندگی کے آخری سانس تک معصوم ماننے والے بہت ہیں اس لیے آپؐ کے معصوم نہ ماننے سے ان کی عصمت میں فرق نہیں آئے گا۔ آپ صحابہ اور بی بی کی طرح نبی کو گناہگار مان لیں کیونکہ صحابیت کی لاج اور ماں سے عقیدت کا تقاضا یہی ہے کہ آپ صحابہ اور ماں کو نہ جھٹلائیں۔ آپؐ کے معصوم نہ ماننے سے نبی اکرمؐ کے گزارا تو ہوجائے گا لیکن اگر آپ نے نبی اکرم کو معصوم مان لیا تو صحابہ اور ماں کے عقیدہ پر پردہ ڈالنے والا، ان کے سوء عقیدہ کا ساتھ دینے والا اور ان کی لاج رکھنے والا آپ کے سوا کوئی نہیں ملے گا۔

البتہ یہ نہ بھولیں کہ شیعہ اثنا عشریہ کے عقیدہ کے مطابق سرورِ کونین گناہوں سے پاک آئے، گناہوں سے پاک رہے اور گناہوں سے پاک رخصت ہوئے۔

آغازِ نبوت

حدیث میں حضرت عائشہ کی مرویات کی ایک خاص حیثیت ہے یعنی ان سے اکثر وہ حدیثیں مروی ہیں جو عقائد یا فقہ کے مہمات مسائل ہیں۔ (سیرت النبیؐ از شبلی نعمانی، جلد اول، ص ۲۴)

۴ بخاری، جلد اول، کتاب الوحی، ص ۸۱، حدیث ۲

هشام ابن عروة عن ابيه عن عائشة ان الحارث ابن هشام قال يارسول الله كيف ياتيك الوحي فقال رسولُ الله احيانا ياتيني مثل صلصلة الجرس وهو اشده فيفصم عني وقد وعيت عنه قال واحيانا تيمثل لي الملك رجلا فيكلمني فاعي ما يقول قالت عائشة ولقد رأيته ينزل عليه الوحي في اليوم الشديد البرد فيفضم عنه وان جبينه ليتفصد عرقًا

''ہشام ابن عروہ اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے، ابن ہشام نے سرورِ کونین کی خدمت میں عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپؐ پر وحی کیسے آتی ہے؟ آپؐ نے فرمایا: کبھی تو گھنٹی کی آواز جیسی ہوتی ہے اور اقسامِ وحی میں سے یہ قسم سخت ترین ہوتی ہے۔ جب سلسلہ وحی ختم ہوتا ہے تو میں سب کچھ حفظ کر چکا ہوتا ہوں اور کبھی فرشتہ انسانی شکل میں میرے سامنے

آ کر مجھ سے ہمکلام ہوتا ہے چنانچہ جو کچھ وہ کہتا ہے میں یاد کر لیتا ہوں۔ اُم المومنین عائشہ کہتی ہے کہ میں نے کڑاکے کی سردی میں سلسلۂ وحی دیکھا ہے جب وہ ختم ہوتی تھی تو آپؐ کی پیشانی سے پسینہ گر رہا ہوتا تھا"۔

ماحاصل

حارث ابن ہشام سرورِ کونینؐ سے کیفیت وحی پوچھتا ہے۔ آپؐ وحی کے دو انداز بتاتے ہیں:

۱-صدائے گھنٹی کی طرح، جو انتہائی سخت ہے۔

۲-فرشتہ بشکل انسان۔

اُم المومنین عائشہ وقت وحی کی شدت کی تصدیق کرتی ہیں کہ کڑاکے کی سردی میں سرورِ کونینؐ کی پیشانی عرق آلود ہو جاتی تھی۔

(۴) جلد اول، کتاب الوحی، ص۸۲، حدیث ۳

عروۃ ابن الزبیر عن عائشۃ انہا قالت اول ما بدیٔ بہ رسول اللّٰہ من الوحی الرویاء الصالحہ فی النوم فکان لا یریٰ رؤیاء الا جاء ت مثل فلق الصبح ثم حبب الیہ الخلاء وکان یخلو بغار حرا فیتحنث فیہ وھو التعبد اللیالی ذوات العد وقبل ان ینزع الٰی اھلہ ویتزود لذالک ثم یرجع الٰی خدیجۃ فیتزود لمثلھا حتٰی جاءہ الحق وھو فی غار حرا فجاءہ الملک فقال اقرء فقال قلت ما انا بقاریٔ

قال فاخذنی فغطنی حتٰی بلغ منی الجھد ثم ارسلنی

فقال اقرء، فقلت ما انا بقاریٔ، قال فاخذنی فغطنی الثانیه حتّٰی بلغ منی الجهد ثم ارسلنی فقال اقراء فقلت ما انا بقاریٔ قال فاخذنی فغطنی الثالثة ثم ارسلنی فقال اقرء وربك الاکرم الذی خلق خلق الانسان من علق

فرجع بها رسول اللّٰه یرجف فؤاده فدخل علیٰ خدیجه بنت خویلد فقال زملونی فزملوه حتّٰی ذهب عنه الروع فقال لخدیجة واخبرها الخبر لقد خشیت علی نفسی فقالت خدیجة کلا واللّٰه ما یخزیك اللّٰه ابدًا انك لتصل الرّحم وتحمل الکل وتکسب للمعدوم وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق

فانطلقت به خدیجة حتّٰی اتت به ورقة ابن نوفل ابن اسد ابن عبدالعزیٰ ابن عم خدیجة وکان امرءً تنصر فی الجاهلیة وکان یکتب الکتاب العبرانی فیکتب من الانجیل باالعبرانی ماشاء اللّٰه ان یکتب وکان شیخًا کبیرًا قد عمی

فقالت له خدیجة یابن عم اسمع من ابن اخیك

فقال ورقة یابن اخی ماذاتریٰ

فاخبره رسول اللّٰه خبر ما رأیٰ

فقال له ورقة هذا الناموس الذی نزل اللّٰه علی موسٰی یالیتنی فیها جذعًا یالیتنی اکون حیا

اذ یخرجك قومك
فقال رسول الله او مخرجی هم؟ فقال نعم لم یأت رجل قط بمثل ما جئت به الاعودی وان یدرکنی یومك انصرك نصرا مؤزرا ثم لم ینشب ان توفی وفترا لوحی

''عروہ ابن زبیر اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ ابتدائے وحی سچے خوابوں سے ہوئی۔ آپؐ جو خواب بھی دیکھتے صبح روزِ روشن کی طرح سچا ہوتا۔ پھر آپؐ تنہائی پسند ہوگئے۔ آپؐ غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور کئی کئی دن گھر پلٹے بغیر وہیں عبادت میں گزار دیتے۔ جب زادِ راہ ختم ہوجاتا واپس اُم المومنین خدیجہؓ کے پاس آتے، سامان خورد ونوش لے کر واپس تشریف لے جاتے حتیٰ کہ حق آگیا جبکہ آپؐ غارِ حرا ہی میں تھے۔

فرشتہ آیا اور کہا پڑھ۔ آپ نے کہا: میں پڑھا ہوا نہیں۔ فرشتہ نے پکڑ کر اتنا دبایا کہ میری سانس اُکھڑنے لگی۔ پھر چھوڑ دیا اور کہا: پڑھ۔ میں نے کہا: میں پڑھا ہوا نہیں۔ فرشتہ نے دوسری بار پکڑ کر پہلے کی طرح سختی سے دبایا، پھر چھوڑ دیا اور کہا: پڑھ۔ میں نے کہا: میں پڑھا ہوا نہیں۔ فرشتہ نے تیسری بار پھر زور سے دبایا اور کہا: پڑھ۔ اپنے اللہ کے نام سے جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو خون بستہ سے پیدا کیا اور پڑھ تیرا رب مکرم ہے۔

آپ دھڑکتے دل کے ساتھ غارِ حرا سے اُم المومنین خدیجہؓ کے پاس واپس تشریف لائے اور کہا: مجھے کھیس اُوڑھا دو، مجھے کمبل

اوڑھا دو، جب آپ کو ذرا سا سکون ہوا تو اُم المومنین خدیجہؓ کو واقعہ سنایا اور کہا: مجھے تو اپنی عقل کی فکر ہے (نعوذباللہ من ذٰلك) خدیجہؓ نے کہا: ہرگز نہیں بخدا اللہ آپؐ کو کبھی ـــــ رسوا نہ کرے گا۔ آپؐ صلہ رحمی کرتے ہیں، ناداروں کے لیے کماتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں، مصائب اٹھاتے ہیں اور راہِ حق میں تکلیفیں جھیلتے ہیں۔

چنانچہ اُم المومنین خدیجہؓ آپ کو ورقہ بن نوفل بن اسد ابن عبدالعزیٰ اپنے چچازاد کے پاس لائی جو زمانہ جاہلیت میں عیسائی ہوگیا تھا اور مشیتِ خدا کے مطابق عبرانی زبان میں انجیل لکھا کرتا تھا (ورقہ) سے کہا: ذرا اپنے برادر زادہ کی تو سنیے:

ورقہ نے کہا: بھتیجے! بھلا بتاؤ تو کیا دیکھا ہے؟

آپؐ نے جو دیکھا تھا سنا دیا۔ ورقہ نے کہا: یہی تو وہ ناموس ہے جسے اللہ نے حضرت موسیٰؑ پر نازل کیا تھا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپؐ کی قوم آپ کو (اپنے گھر سے) نکال دے گی۔ کاش میں جوان ہوتا۔ آپؐ نے پوچھا: کیا میری قوم مجھے نکال دے گی؟

ورقہ نے کہا: ہاں جو چیز تم لائے ہو، جو بھی ایسی چیز لاتا ہے اس سے دشمنی کی گئی ہے۔ کاش مجھے آپؐ کا زمانہ نصیب ہوتا۔ اگر میں زندہ رہا تو آپؐ کی بھرپور مدد کروں گا۔

حاصل مطالعہ

- ابتدائے وحی سچے خوابوں سے ہوئی۔

- سچے خوابوں کا سلسلہ شروع ہونے پر آپؐ خلوت گزین ہوگئے۔
- غارِ حرا میں مسلسل رہنے لگے صرف خورد ونوش حاصل کرنے کی خاطر گھر تشریف لاتے۔
- حق آ گیا۔
- فرشتہ نے تین بار کہا: پڑھ۔ آپ نے کہا: میں پڑھا ہوا نہیں۔
- ہر دفعہ فرشتہ نے پکڑ کر اتنی سختی سے دبایا کہ آپ کی سانس اُکھڑنے لگی۔
- تیسری بار دبانے کے بعد فرشتہ نے آپ کے جواب کا انتظار نہ کیا اور آیات پڑھ ڈالیں۔
- سرورِ کونینؐ کا دل دھڑکنے لگ گیا اور آپؐ اُم المومنین خدیجہؓ کے پاس تشریف لائے۔
- اُم المومنین اور دیگر افرادِ خانہ سے کہا کہ مجھے کمبل اوڑھا دو۔
- جب کچھ سکون ہوا تو اُم المومنین خدیجہؓ کو سارا حال سنا کر فرمایا: مجھے اپنی عقل کی فکر ہے۔

نوٹ: جب آپ بخاری شریف میں زیرِ نظر حدیث کا ترجمہ دیکھیں گے تو آپ کو یہی فقرہ یوں ملے گا: ''مجھے اپنی جان کا ڈر ہے''۔

محترم قارئین! جس جملے کے یہ دو ترجمے ہیں وہ یہ ہے: **خشیت علی نفسی**،
مجھے اپنی عقل کی فکر ہے یعنی مجھے خطرہ ہے کہ کہیں میری عقل میں کوئی فتور نہ ہو گیا ہو۔
مجھے اپنی جان کا ڈر ہے، یعنی کہیں میں مر نہ جاؤں۔

امید ہے آپ کے ذہن میں دونوں ترجموں کا مفہوم آ گیا ہوگا۔ اب ان دونوں ترجموں کا مقابلہ ذرا جناب خدیجۃ الکبریٰ کے جواب سے کیجیے اور خود ہی فیصلہ فرمائیے کہ ترجمہ کون سا درست ہے؟ اگر حدیث میں مذکورہ فقرے کا ترجمہ سابقہ اور لاحقہ کے لحاظ

سے راقم الحروف نے درست کیا ہے تو سمجھ لیجیے کہ جلد دوم، حدیث ۳۴۶ کی طرح اس حدیث میں بھی مترجمین کی دیانت پر اُم المومنین عائشہ سے عقیدت غالب رہی اور اگر حدیث کے سابقہ اور لاحقہ کے اعتبار سے مترجمین کا ترجمہ درست نظر آئے تو آپ کو حق ہے کہ آپ راقم الحروف کو بددیانت کہہ کر میرے کیے ترجمہ کو ٹھکرا دیجیے۔

سابقہ تو آپ نے اُوپر دیکھ لیا ہے کہ سرورِ کونینؐ لرزتے کانپتے دھڑکتے دل کے ساتھ اُم المومنین خدیجہؑ کے پاس آتے ہیں، کمبل اوڑھانے کو کہتے ہیں۔ کچھ دیر زیرِ کمبل لیٹے رہتے ہیں جب سکون آ جاتا ہے تو جنابِ خدیجہؑ سے آمد فرشتہ اور فرشتہ کے دبانے کا واقعہ بیان کرتے ہیں اور آخر میں مذکورہ فقرہ کہتے ہیں۔ اب بی بی کا جواب کَلاَّ وَاللّٰہِ مَا یُخۡزِیۡكَ اللّٰہُ اَبَدًا ''ہرگز نہیں بخدا، اللہ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا''۔

اس کے بعد جنابِ خدیجہؑ آپؐ کے اوصاف گنواتی ہیں۔

اب آپ ہی بتایئے اگر مذکورہ جملہ کا معنی کیا جائے کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے تو اُم المومنین خدیجہؑ کے مذکورہ بالا قسمیہ جملہ کا مطلب کیا ہوگا جس میں آپ فرماتی ہیں کہ بخدا اللہ آپؐ کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔ کیا موت میں رسوائی ہے؟

اب میرے خیال میں آپ کے ذہن میں یہ بات آ گئی ہوگی کہ جناب خدیجۃ الکبریٰ نے بھی مذکورہ جملہ کا وہی معنی سمجھا ہے جو راقم الحروف نے کیا ہے، کیونکہ رسوائی موت میں نہیں بلکہ فتورِ عقل میں ہے۔ اور اُم المومنین عائشہ بھی یہی تاثر دینا چاہتی ہیں جو میں نے عرض کیا ہے لہٰذا اب آپ فیصلہ فرمایئے۔

* جنابِ خدیجۃ الکبریٰ آپ کو اپنے چچازاد ورقہ کے پاس لاتی ہیں اور کہتی ہیں ذرا ان کی بھی سنیے۔
* جنابِ ورقہ نابینا اور بوڑھے تھے، پہلے یہودی تھے۔ پھر انھوں نے یہودیت چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر لی اور عبرانی زبان میں انجیل لکھا کرتے تھے۔

٭ ورقہ نے آپؐ سے کہا: بھلا بتاؤ تو آپؐ نے کیا دیکھا۔

نوٹ: یہ بھی نوٹ کرلیں کہ جب جنابِ خدیجہ آپ کو ورقہ کے پاس لائیں تو آپ نے ورقہ سے کہا کہ ذرا اپنے بھتیجے کی بھی سنیے۔ اِسْمَعْ مِنِ ابْنِ اَخِیْكَ۔ جنابِ خدیجہ نے اس سے زیادہ کچھ نہیں کہا۔ اب ذرا جنابِ ورقہ کا اندازِ سوال دیکھئے پوچھتے ہیں:

٭ ماذا ترٰی آپؐ کیا دیکھتے ہیں؟

گویا جنابِ ورقہ کو پہلے سے کچھ علم تھا۔ اب یہ علم یا تو بصورتِ غیب ہونا چاہیے اور یا ورقہ کو پہلے کسی نے کوئی تفصیل بتائی ہو۔ اُم المومنین عائشہ کی زیرِنظر حدیث آپ کے سامنے ہے۔ اس حدیث میں کہیں ہلکا سا اشارہ بھی نہیں ملتا جس سے معلوم ہوسکے کہ ورقہ کو پہلے کسی نے کچھ بتایا ہو۔ جب دوسری صورت نہ رہے تو پہلی صورت بچ جاتی ہے اور ورقہ کو علمِ غیب سے معلوم تھا۔ جبھی تو ورقہ آپؐ سے مخاطب ہوتے ہی کہتے ہیں کہ بتایئے آپؐ نے کیا دیکھا۔

گویا جنابِ اُم المومنین عائشہ بتانا یہ چاہتی ہیں کہ ورقہ کو علمِ غیب تھا اور یہ علمِ غیب انجیل کی برکت سے تھا اور ورقہ کے مقابلہ میں سرورِ کونینؐ جنھیں سلسلۂ وحی سچے خوابوں کے ذریعے شروع ہوچکا تھا اپنی نبوت و رسالت سے بالکل ناواقف تھے حتیٰ کہ وحی لانے والے فرشتہ کو نہ صرف پہچان نہ سکے بلکہ اس سے اتنا ڈر گئے کہ کپکپی شروع ہوگئی اور دل دھڑکنے لگا۔

٭ سرورِ کونینؐ پر جو کچھ بیتی تھی آپؐ نے ورقہ کو سنادی۔

٭ ورقہ نے کہا کہ یہ تو وہی ناموس ہے جسے اللہ نے حضرت موسیٰؑ پر بھیجا تھا۔

نوٹ: اس بات پر بھی غور کرلیں کہ بقول اُم المومنین عائشہ ورقہ یہودی مذہب چھوڑ چکا ہے۔ عیسائی ہوکر انجیل نویسی میں مصروف ہے لیکن ورقہ کے ذہن پر ابھی تک

یہودیت کی چھاپ لگی ہوئی ہے اور اگرچہ عیسائیت کو ظاہراً قبول کر چکا ہے۔ پھر بھی حضرت عیسیٰؑ کے پاس ناموس آنے کا قائل نہیں۔ حضرت موسیٰؑ ہی کے پاس ناموس آنے کا قائل ہے۔ ورنہ اگر حضرت عیسیٰؑ کے پاس ناموس آنے کا قائل ہوتا تو پھر حضرت موسیٰؑ کا حوالہ نہ دیتا کیونکہ یہودی مذہب چھوڑ چکا تھا اور اسے کہنا چاہیے یہ تو وہی ناموس ہے جو حضرت عیسیٰؑ کے پاس آتا تھا۔

※ ورقہ حسرت سے کہتا ہے کاش میں جوان ہوتا اور جب آپؐ ہجرت کریں گے کاش میں اس وقت زندہ ہوتا۔

نوٹ: آپ نے ورقہ کی حسرت پر غور کر لیا ہے۔ سرورِ کونینؐ کو بتا رہا ہے کہ آپؐ کی ہجرت کے وقت میں زندہ نہیں رہوں گا۔ اب تو امید ہے میری پچھلی بات آپ کی سمجھ میں آ گئی ہوگی کہ اُم المومنین عائشہ یہ بتانا چاہتی ہے کہ ورقہ علمِ غیب جانتا تھا۔

※ سرورِ کونینؐ پوچھتے ہیں: کیا میری قوم مجھے نکالے گی۔

※ ورقہ کہتا ہے جو کچھ آپؐ لائے ہیں اس سے دشمنی کی گئی ہے۔

نوٹ: پھر غور فرما لیں۔ ورقہ یہ نہیں کہتا کہ ہر نبی کو ہجرت پر مجبور کیا گیا بلکہ اس سے دشمنی کی گئی ہے۔ ہجرت کے متعلق وہ پہلے بتا چکا ہے۔

(۵) جلد دوم، کتاب بدءُ الخلق، ص ۲۲۰، حدیث ۴۴۸

هشام ابن عروة عن ابيه عن عائشة ان الحارث ابن هشام سأل النبيؐ كيف ياتيك الوحي قال كل ذاك — ياتي الملك احياْنا في صلصلة الجرس فيفصم عني وقد وعيت وهو اشده علي ويتمثل لي الملك احيانا رجلًا فيكلمني فاعي ما يقول

''ہشام ابن عروہ اپنے والد کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ حارث ابن ہشام نے سرورِ کونینؐ سے پوچھا کہ آپؐ پر وحی کیسے آتی ہے؟
آپؐ نے فرمایا: ہر طریقہ سے آتی ہے، کبھی تو فرشتہ گھنٹی کی سی آواز میں وحی سناتا ہے، جب وہ ختم ہوتی ہے تو میں سب کچھ یاد کر چکا ہوتا ہوں۔ یہ وحی کی سخت ترین قسم ہے اور کبھی فرشتہ انسان کی شکل میں آتا ہے اور مجھ سے باتیں کرتا ہے چنانچہ میں اس کے کہنے کو یاد کر لیتا ہوں''۔

ماحصل

جلد اوّل، حدیث نمبر۲ کی طرح ہے۔ صرف اتنا فرق ہے کہ جلد اول، حدیث نمبر۲ میں بی بی عائشہ نے آخر میں شدتِ وحی پر تبصرہ کیا تھا لیکن اس حدیث میں وہ تبصرہ نہیں۔

(۶) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص۹۷۴، حدیث ۲۰۶۴

عزوۃ ابن الزبیر اخبرہ ان عائشۃ زوج النبیؐ قالت کان اول ما بدی بہ رسول ' ہ الرؤیا والصادقۃ فی النوم فکان لا یریٰ رؤیاءً الاجاءت مثل فلق الصبح ثم حبب الیہ الخلاء فکان یلحق بغار حراء یتحنث فیہ قال والتخنت التعبد اللیالی ذوات العد وقبل ان یرجع الی اھلہ وتیرود کذٰلک ثُمَّ یرجع الی خدیجۃ فیتزود لمثلھا حتٰی فجئہ الحق وھو فی غار حراء فجاءہ الملک فقال اقرء فقال رسول اللّٰہ ما انا بقاری قال فاخذنی فغطنی حتٰی بلغ منی الجھد ثم ارسلنی فقال اقراء قلت ما انا

بقارئ فاخذنی فغطنی الثانیة حتی بلغ منی الجهد ثم
ارسلنی فقال اقرء قلت ما انا بقارئ فاخذنی فغطنی
الثالثة حتی بلغ منی الجهد ثم ارسلنی فقال اقرء باسم
ربك الذی خلق – خلق الانسان من علق – اقراء
وربك الاکرم الذی علم بالقلم الآیات – الی قوله علم
الانسان ما لم یعلم فرجع بها رسول اللّٰه ترجف بوادره
حتی دخل علی خدیجة فقال زملونی زملونی فزملوه
حتی ذهب عنه الروع – قال لخدیجة – ای خدیجة
مالی لقد خشیت علی نفسی فاخبرها الخبر
قالت خدیجة کلا – البشر فواللّٰه لا یخزیك اللّٰه ابدا
فواللّٰه انك لتصل الرحم تصدق الحدیث وتحمل الکل
وتکسب وتقری الضیف وتعین علی نوائب الحق
فانطلقت به خدیجة حتی اتت به ورقة ابن نوفل وهو
ابن عم خدیجة اخی ابیها
وکان امرًا تنصر فی الجاهلیة وکان یکتب الکتاب
العربی ویکتب من الانجیل بالعربی ماشاء اللّٰه ان
یکتب وکان شیخًا کبیرًا قد عمی
فقالت خدیجة یابن عم اسمع من ابن اخیك
قال ورقة یابن اخی ماذا تری
فاخبره النبیؐ خبر ما رأی
فقال ورقة هذا الناموس الذی انزل علی موسٰی لیتنی

فیها جذعًا لیتنی اکون حیًا ثم ذکر حرفًا قال رسول اللّٰه او مخرجی هم قال ورقة نعم لم یأت رجل بما جئت به الاَّ او ذی وان یدرکنی یومك حیًا انصرك نصرًا موذرًا ثم لم ینشب ورقة ان توفی ، وفتر الوحی فترة حتٰی حزن رسول اللّٰه

''عروہ ابن زبیر اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سلسلۂ وحی کا آغاز سچے خوابوں سے ہوا۔ آپ جو بھی خواب دیکھتے، روزِ روشن کی طرح سچا ثابت ہوتا۔ پھر آپ تنہائی پسند ہو گئے۔ چنانچہ آپ غارِ حرا میں تشریف لے جاتے اور تحنث کرتے یعنی کئی کئی راتوں تک مسلسل مصروفِ عبادت رہتے۔ پھر محبت خانہ واپس لے آتی۔ آپ اُم المومنین خدیجہ کے پاس واپس آتے۔ کچھ زاد حاصل کر کے پھر غارِ حرا میں واپس چلے جاتے۔ حتیٰ کہ (ایک دن) غارِ حرا میں اچانک حق آ گیا۔

فرشتہ آیا اور اس نے کہا: پڑھ۔ آپؐ نے کہا: میں تو پڑھا ہوا نہیں۔ فرشتہ نے آپؐ کو پکڑا اور اتنا دبایا کہ آپؐ کی سانس اُکھڑنے لگی۔ اس نے چھوڑا اور کہا: پڑھ۔ آپؐ نے کہا: میں تو پڑھا ہوا نہیں، فرشتہ نے دوسری مرتبہ پھر پکڑا اور پہلے کی طرح دبایا۔ حتیٰ کہ سانس اُکھڑنے لگی۔ پھر چھوڑ کر کہا: پڑھ۔ آپؐ نے کہا: میں تو پڑھا ہوا نہیں۔ فرشتہ نے تیسری مرتبہ پھر دبایا۔ حتیٰ کہ سانس اُکھڑنے لگی اور چھوڑ کر کہا: پڑھ۔

اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا، جس نے انسان کو خون

بستہ سے پیدا کیا۔ پڑھ اور تیرا رب مکرم ہے کہ وہ جس نے قلم کے ذریعہ سکھا مالم یعلم تک پڑھایا۔

سرورِ کونینؐ اُم المومنین خدیجہؓ کے پاس اس حال میں پلٹے کہ آپؐ کے اعضاء کانپ رہے تھے اور کہا: مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو۔ لوگوں نے آپؐ کو کمبل اوڑھا دیا۔ جب آپؐ کا کچھ خوف دُور ہوا تو اُم المومنین خدیجہؓ سے کہا:

اے خدیجہؓ! مجھے کیا ہو گیا ہے، مجھے تو اپنی عقل کی فکر ہے۔

اُم المومنین خدیجہؓ نے کہا: ہرگز نہیں! بخدا اللہ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔ آپؐ کو بشارت ہو، بخدا آپؐ صلۂ رحمی کرتے ہیں، سچ بات کرتے ہیں، درماندوں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں، ناداروں کے لیے کماتے ہیں، مہمان نوازی کرتے ہیں اور راہِ حق میں پیش آنے والی تکالیف میں مدد کرتے ہیں۔

اُم المومنین خدیجہؓ آپ کو لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس آئیں۔ ورقہ بن نوفل جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا۔ مشیتِ خدا کے مطابق عربی میں جتنی چاہتا، انجیل لکھتا، ضعیف اور نابینا تھا۔

اُم المومنین خدیجہؓ نے کہا: اے چچازاد! اپنے بھتیجے کی تو سنیے:

ورقہ نے کہا: بھتیجے بھلا بتاؤ کیا دیکھتے ہو، آپ نے جو دیکھا تھا بتا دیا۔

ورقہ نے کہا: یہ تو وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰؑ پر نازل ہوا تھا۔ کاش میں جوان ہوتا، کاش میں زندہ رہتا۔ پھر کچھ اور کہا۔

آپؐ نے پوچھا کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟
ورقہ نے کہا: ہاں جو کوئی بھی ایسی چیز لایا جو تم لائے ہو۔ اس کو تکلیف پہنچائی گئی۔ اگر میں تمہارے اس وقت تک زندہ رہ گیا تو آپ کی بھرپور مدد کروں گا۔ پھر کچھ ہی دن گزرے تھے کہ ورقہ فوت ہو گیا اور سلسلۂ وحی اتنے طول عرصہ کے لیے رکا کہ سرورِ کونینؐ غمگین ہو گئے۔

حاصلِ مطالعہ

یوں تو یہ حدیث بھی جلد اول حدیث نمبر۳ کی طرح ہے البتہ چند مقامات پر مختلف ہے جن کی نشاندہی کیے دیتا ہوں۔

* جلد اول، حدیث ۳، اُم المومنین عائشہ غارِ حرا میں آمد ملک کو۔ حتّٰی جاء الحق حتیٰ کہ آپ کے پاس حق آ گیا سے تعبیر کیا ہے، جبکہ زیرِ نظر حدیث میں آمدِ ملک کو حتّٰی فجئه الحق حتیٰ کہ حق اچانک آ گیا، سے تعبیر کیا ہے۔
* جلد اول حدیث نمبر۳ میں اُم المومنین خدیجہ کا جواب قسم سے شروع کیا گیا ہے جبکہ زیرِ نظر حدیث میں اُم المومنین خدیجہ قسم نہیں کھاتی بلکہ اِبْشِرْ کہہ کر سرورِ کونین کو بشارت دیتی ہے پھر قسم کھا کر آپؐ کے اوصاف گنواتی ہے۔
* جلد اول، حدیث نمبر۳ میں ورقہ کی چار پشتیں گنی ہیں اور زیرِ نظر حدیث میں صرف باپ کا نام لیا گیا ہے۔
* جلد اول، حدیث نمبر۳ میں ورقہ کو عبرانی زبان میں انجیل لکھنے والا بتایا گیا ہے جبکہ زیرِ نظر حدیث عربی لکھنے والا بتایا گیا ہے۔
* جلد اوّل، حدیث نمبر۳ میں بتایا گیا ہے کہ ورقہ نے وضاحت سے آپ کو بتایا کہ یالیتنی اکون حیا اذ ایخرجك قومك۔ کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب

آپ کو آپ کے گھر سے نکالیں گے لیکن زیرِ نظر حدیث میں اسی مقصد کو ثم ذکر حرفاً پھر کوئی بات کی ـــــ سے ظاہر کیا گیا ہے۔

* جلد اول، حدیث نمبر ۳ میں وفات ورقہ اور رکاوٹ وحی کے بعد سلسلۂ حدیث ختم کردیا گیا جبکہ زیرِ نظر حدیث میں رکاوٹ وحی کے بعد سرورِ کونینؐ کے غمگین ہونے کا ذکر ہے۔

(۷) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ۹۷۶، حدیث ۲۰۶۵

عن عروة ان عائشة قالت اوّل ما بدئ به رسولُ الله الرؤياء الصالحة فجاء ه الملك فقال اقرء باسم ربك الذی خلق ، خلق الانسان من علق اقرء وربُّك الاکرم

''عروہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ آغازِ نبوت سچے خوابوں سے ہوا۔ فرشتہ آیا اور اس نے کہا: اپنے رب خالق کے نام سے پڑھ۔ پڑھ تیرا رب مکرم ہے''۔

حاصلِ مطالعہ

سابقہ احادیث سے قطعی مختلف ہے۔ فرشتہ کے آنے کے بعد نہ تو فرشتے کا دبانا ہے اور نہ ہی آپ نے جواب میں کہا کہ میں پڑھا ہوا نہیں۔

(۸) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ۹۷۷، حدیث ۲۰۶۶

عروة عن عائشة اوّل ما بدئ به رسولُ الله الرؤيا الصادقة جاء ه الملك فقال ، اقرء باسم ربك الذی خلق، خلق الانسان من علق اقرء وربك الاکرم الذی علم بالقلم

''عروہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ آغاز وحی سچے

خوابوں سے ہوا، حتیٰ کہ فرشتہ آیا اور اس نے کہا: پڑھ اپنے ربِ خالق کے نام سے، جس نے انسان کو خون بستہ سے پیدا کیا۔ پڑھ تیرا رب مکرم ہے، جس نے قلم سے لکھنا سکھایا ہے"۔

حاصل مطالعہ

سابقہ حدیث کی طرح ہے صرف زیرِ نظر حدیث میں، ایک آیت علم بالقلم کا اضافہ ہے۔

جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ۹۷۷، حدیث ۲۰۶۷

عروة عن عائشة قالت فرجع النبیؐ الی خدیجة فقال زملونی زملونی فذکر الحدیث کلا لئن لم ینته لنسفعًا بالناصیة ناصیةٍ کاذبة خاطئه

"عروہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ خدیجہؓ کے پاس آئے اور کہا: مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو۔ پھر پوری حدیث بیان کی۔ اللہ کا ارشاد ہے ہرگز ایسا نہ ہوگا اگر وہ باز نہ آئے تو پیشانی کے بال پکڑ کر گھسیٹیں گے۔ ایسی پیشانی جو جھوٹی اور خطا کار ہے"۔

حاصل مطالعہ

یوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ زیرِ نظر حدیث، جلد اول، حدیث نمبر۳ اور جلد دوم، حدیث ۲۰۶۴ کا ٹکڑا ہے لیکن اس حدیث کا اختتام عجیب ہے جو کسی بھی حدیث سے میل نہیں کھاتا۔ زیرِ نظر حدیث میں ایسی آیات پر اختتام کیا گیا ہے۔ جن کا تعلق نہ تو آغازِ وحی سے ہے اور نہ ہی سرورِ کونینؐ سے، بلکہ آیات کا انداز بتاتا ہے ابوجہل یا ابوسفیان

جیسے کسی کافر سے متعلق ہیں۔

* خدا معلوم یہ آیات اُم المومنین عائشہ نے چسپاں کی ہیں یا راویٔ حدیث عروہ ابن زبیر نے۔
* یہ بھی نہیں معلوم کہ ان آیات کا آغازِ وحی سے چسپاں کرنے کا کیا مقصد تھا؟
* ہاں اگر سرورِ کونینؐ کے بار بار کے اس اصرار کو سامنے رکھا جائے جو آپ نے فرشتہ کے جواب میں کہا تھا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ـــــ تو پھر کچھ سمجھ آ جاتی ہے کہ آغازِ وحی کے ساتھ اُم المومنین عائشہ یا عروہ جس نے بھی ان آیات کو چسپاں کیا ہے اس کا مقصد یہ ہو کہ ان آیات کا خطاب کسی کافر کو نہیں بلکہ سرورِ کونینؐ سے ہے اور ذاتِ احدیت سرورِ کونین کو یہ بتانا چاہتی ہو کہ

اگر اپنے اس اصرار سے باز نہ آئے اور اَن پڑھ ہونے کی رَٹ لگائے رکھی تو میں یہ حشر بھی کر سکتا ہوں۔

اس کی وضاحت تو شیعہ کے کفر وارتداد پر علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ شائع کرنے والے علماء ہی کر سکتے ہیں کہ ایسا کس مصلحت یا سیاست کی بنا پر کیا گیا ہے؟

(۱۰) جلد سوم، کتاب الحیل، ص ۷۹۹، حدیث ۱۸۷۰

عروة عن عائشة انها قالت اول ما بدئ به رسول الله من الوحى الرؤياء الصادقة فى النوم فكان لا يرىٰ رؤياءً إلّا جاء ت مثل فلق الصبح فكان ياتى حراء فيتحنث فيه وهو التعبد الليالى ذوات العدد وتيزود لذلك ثم يرجع الى خديجة فتتزوده لمثلها حتّٰى فجئه الحق وهو في غارِ حرا فجاء ه الملك فيه فقال اقرء، فقال له لنبيّ ما انا بقارئ فاخذنى فغطنى حتّٰى بلغ منى الجهد ثم

ارسلنی فقال اقرء فقالت ما انا بقارئ ، فاخذنی فغطنی الثانیة حتٰی بلغ منی الجهد ثم ارسلنی ، فقال اقرء فقالت ما انا بقارئ فغطنی الثالثة حتٰی بلغ منی الجهد ثم ارسلنی فقال اقرأ باسم ربك الذی خلق حتٰی بلغ مالم یعلم

فرجع بها ترجف بوادره حتٰی دخل علی خدیجة فقال زملونی زملونی فزملوه ، حتٰی ذهب عنه الروع فقال یاخدیجة مالی؟ واخبرها الخبر وقال قد خشیت علی نفسی فقالت له کلا ، البشر فواللّٰه لا یخزیك اللّٰه ابدًا انك لتصل الرحم وتصدق الحدیث وتحمل الکل وتقری الضیف وتعین علٰی نوائب الحق ثم انطلقت به خدیجة حتٰی اتت به ورقة ابن نوفل ابن اسد ابن عبدالعزیٰ ابن قصی ابن عم خدیجة اخوابیها

وکان امرءً تنصر فی الجاهلیة وکان یکتب الکتاب العربی فیکتب بالعربیة من الانجیل ماشاء اللّٰه ان یکتب وکان شیخًا کبیرًا قد عمی –

فقالت له خدیجة ای ابن عم اسمع من ابن اخیك –

فقال ورقة ابن اخی ماذا ترٰی؟ فاخبره النبیؐ ما رأی

فقال ورقة هذا لناموس الذی انزل علٰی موسٰی یالیتنی فیها جذعًا اکون حیًا حین اذ یخرجك قومك

فقال رسول اللّٰه او مخرجی هم؟

فقال ورقة نعم ، لم يأت رجل قط بما جئت به الاعودی وان یدرکنی یومك انصرك نصرًا مؤزرا ثم لم ینشب ورقة ان توفی وفتر الوحی فترة حتٰی حزن النبیؐ فیما بلغنا حزنًا غدا منه مرارًا کی یتردیٰ من رؤس شواهق الجبال فکلما او فی بذروة جبل لکی یلقی فیه نفسه بتدیٰ له جبریل فقال یامحمد انك رسول الله حقًا فیسکن لذلك جاشه وتقر نفسه فیرجع فاذا طالت علیه فترة الوحی غد المثل ذٰلك فاذا او فی بذروة جبل بتدیٰ له جبریل فقال له مثل ذٰلك

"عروہ ابن زبیر اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ پر آغاز وحی سچے خوابوں سے ہوا۔ آپؐ رات میں جو بھی خواب دیکھتے، وہ روزِ روشن کی طرح سچا ہوتا۔ آپؐ غارِ حرا میں آتے اور تحنث کرتے یعنی کئی کئی راتیں مسلسل مصروف عبادت رہتے۔ وہاں رہنے کے لیے زاد لے جاتے۔ جب وہ ختم ہو جاتا تو پھر اُم المومنین خدیجہ کے پاس آتے۔ اُم المومنین خدیجہ پھر زاد پیش کرتیں اور آپ غارِ حرا میں تشریف لے جاتے۔ حتیٰ کہ (ایک دن) اچانک حق آ گیا۔ فرشتہ آیا اور اس نے کہا: پڑھ۔

آپؐ نے کہا: میں تو پڑھا ہوا نہیں۔ فرشتہ نے پکڑ کر اتنا دبایا کہ آپؐ کی سانس اُکھڑنے لگی۔ پھر چھوڑ دیا اور کہا: پڑھ۔ آپؐ نے کہا: میں تو پڑھا ہوا نہیں۔ فرشتہ نے دوسری مرتبہ اتنا دبایا کہ سانس اُکھڑنے لگی۔ پھر چھوڑ کر کہا: پڑھ۔ آپؐ نے کہا: میں تو

پڑھا ہوا نہیں۔ فرشتہ نے پھر تیسری مرتبہ پکڑ کر اتنا دبایا کہ آپؐ کی سانس اُکھڑنے لگی اور چھوڑ کر کہا: پڑھ اپنے رب خالق کے نام سے مالم یعلم تک پڑھایا۔

آپ دھڑکتے دل کے ساتھ کانپتے ہوئے اُم المومنین خدیجہؓ کے پاس آئے اور کہا: مجھے کمبل اوڑھا دو، مجھے کمبل اوڑھا دو۔ لوگوں نے آپؐ کو کمبل اوڑھا دیا حتیٰ کہ جب آپؐ سے خوف دُور ہوا، آپؐ نے اُم المومنین خدیجہ سے کہا: اے خدیجہ! مجھے کیا ہو گیا ہے؟ مجھے تو اپنی عقل کی فکر ہے۔

اُم المومنین خدیجہؓ نے کہا: ہرگز نہیں، آپ کو بشارت ہو۔ بخدا اللہ آپ کو کبھی رسوا نہ کرے گا۔ آپؐ صلہ رحمی کرتے ہیں، سچ بات کہتے ہیں، مصائب برداشت کرتے ہیں اور راہِ حق میں آنے والے مصائب پر امداد کرتے ہیں۔

اُم المومنین خدیجہؓ آپ کو ورقہ بن نوفل، ابن اسد، ابن عبدالعزیٰ ابن قصی جو اُم المومنین خدیجہؓ کا چچازاد بھائی تھا، کے پاس لائیں۔

ورقہ زمانۂ جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا۔ عربی میں لکھ سکتا تھا اور مشیت ایزدی کے مطابق عربی میں انجیل لکھتا تھا۔۔۔ اُم المومنین خدیجہؓ نے کہا۔۔۔ ذرا بھتیجے کی تو سنیے:

ورقہ نے کہا: آپؐ کیا دیکھتے ہیں؟ سرورِ کونینؐ نے جو کچھ دیکھا تھا ورقہ کو بتا دیا۔ ورقہ نے کہا: یہ تو وہی ناموس ہے جو حضرت موسیٰؑ پر بھیجا گیا تھا۔ کاش میں اس وقت زندہ ہوتا۔ جب آپؐ کی قوم

آپؐ کو اپنے وطن سے نکالے گی۔ آپؐ نے پوچھا: کیا مجھے نکال دیں گے۔ ورقہ نے کہا: ہاں جو بھی آپ جیسی چیز لایا ہے، اس کو اذیت پہنچائی گئی ہے۔ اگر میں زندہ رہا تو آپؐ کی بھرپور مدد کروں گا۔

پھر کچھ ہی دن بعد ورقہ کا انتقال ہوگیا اور سلسلۂ وحی منقطع ہوگیا۔ ہماری اطلاع کے مطابق سرورِ کونینؐ اتنے غمزدہ ہوئے کہ آپ کئی مرتبہ پہاڑوں کی چوٹی پر اس لیے گئے کہ اپنے کو گرا کر ختم کر دیں۔ جب بھی آپؐ پہاڑ کی چوٹی پر جاتے اور اپنے کو گرانے کا ارادہ کرتے تو جبریلؑ سامنے آجاتا اور کہتا:

اے محمدؐ! آپؐ یقیناً اللہ کے نبی ہیں جس سے آپؐ کی بے چینی میں سکون آتا اور آپؐ کا اضطراب ختم ہوتا، آپؐ واپس گھر آجاتے۔ پھر جب بندش وحی میں طول آتا تو آپؐ اپنے کو گرانے کے لیے پہاڑ کی چوٹی پر جاتے۔ جب آپؐ اپنے کو گرانے کی نیت کرتے تو پھر جبریلؑ آکر آپ کو یقین دلاتا کہ آپؐ یقیناً اللہ کے رسولؐ ہیں"۔

حاصل مطالعہ

جلد اول، حدیث نمبر۳ و جلد دوم، حدیث نمبر۲۰۶۴ سے کچھ مختلف ہے۔ وہ دونوں احادیث وفاتِ ورقہ اور بندشِ وحی پر ختم ہوگئیں۔ لیکن زیرِنظر حدیث میں تین باتوں کا اضافہ کیا گیا ہے۔

- سلسلۂ آغاز وحی سرورِ کونینؐ کا بیان کردہ نہیں بلکہ کفار و مشرکین کی ساختہ پرداختہ گھریلو حکایات ہیں۔

* سرورِ کونینؐ کو اپنی نبوت میں شک تھا۔
* سرورِ کونینؐ نے تعزیراتِ پاکستان کے مطابق دفعہ ۳۰۹ یعنی کئی مرتبہ اقدام خودکشی کا ارتکاب کیا۔

کفار و مشرکین کی خودساختہ کہانی

دیگر تمام احادیث میں تو اُم المومنین عائشہ نے بھی اور آپ کے بھانجے عروہ ابن زبیر نے بھی یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ آغازِ وحی کی حکایات خود سرورِ کونینؐ نے سنائی ہیں لیکن زیرِ نظر حدیث یعنی جلد سوم، نمبر ۱۸۷۰ میں یہ تصور ہرن ہوگیا۔ خدا معلوم انہیں یہ یاد کیوں نہ رہا کہ پہلے ہم نے کیا بیان کیا تھا؟ تاکہ مزید گفتگو بھی اسی کے مطابقت سے کی جائے۔

چونکہ حدیث کا آغاز بی بی عائشہ سے ہوا ہے اس لیے معلوم تو یہی ہوتا ہے کہ اول سے آخر تک حدیث اُم المومنین کی ہی ہے لیکن ممکن ہے بی بی کا سلسلۂ کلام بندشِ وحی اور موت ورقہ پر ختم ہوجاتا ہو اور اگلا حصہ بی بی کے بھانجے عروہ ابن زبیر نے چسپاں کیا ہو۔

ویسے اگر اسی طرح ہوتا تو امام بخاری اس کی وضاحت ضرور کرتے چونکہ امام بخاری نے درمیان میں کوئی ایسی علامت نہیں لگائی جس سے یہ سمجھا جاسکے کہ موت ورقہ اور بندشِ وحی کے بعد کا حصہ اُم المومنین کا نہیں ـــــ اس لیے روایت میں درایت یہی کہتی ہے کہ حدیث اول سے آخر تک اُم المومنین ہی کی ہے۔ اب ذرا زیرِ نظر حدیث میں موت ورقہ اور بندشِ وحی کے بعد کا حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

اُم المومنین کہتی ہے: فِيْمَا بَلَغَنَا جیسا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے یعنی سنی سنائی ہے۔ اب آیئے ذرا دیکھیں کہ کہاں سے سنی ہے؟

* سرورِ کونینؐ بذاتِ خود ـــــ سابقاً بی بی کے اس فقرہ ـــ جیسا کہ ہمیں معلوم ہوا

ہے۔۔۔۔ نے اس خیال کو تو سرے سے غلط کر دیا کہ سرورِ کونینؐ بذاتِ خود تو بیان کرنے والے نہیں۔

* اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ۔۔۔۔ نہ بی بی عائشہ نے اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ کو سیر ہو کر دیکھا ہے، نہ انِ سے روایت بیان کی ہے کیونکہ نبوت کے چھٹے سال اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ کی وفات ہوگئی اور بی بی کی شادی غالباً یکم ہجری مدینہ میں ہوئی جو نبوت کے چودھویں سال میں پڑتی ہے اور بوقت شادی بی بی کی عمر نو سال تھی۔

گویا اُم المومنین خدیجہ کی وفات کے آٹھ سال بعد نو برس کی عمر میں بی بی عائشہ خانۂ رسول میں پدھاریں۔ اس لحاظ سے اُم المومنین خدیجہؓ کی وفات کے وقت بی بی کی عمر ایک برس تھی اور ایک برس کی بچی نہ تو بولتی ہے اور نہ ہی چل پھر سکتی ہے بلکہ آغوشِ مادر میں منمناتی ہے۔

* محسنِ اسلام کفیل رسول جناب ابوطالبؑ بی بی عائشہ نے حدیث میں ابوطالبؑ کا حوالہ بھی نہیں دیا اور نہ ہی ابوطالبؑ سے حدیث سنی ہے کیونکہ اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ اور جناب ابوطالبؑ کی وفات کا سن ایک ہے اسی لیے اس سال کو تاریخِ اسلام ''عام الحزن'' سے یاد کرتی ہے کیونکہ سرورِ کونینؐ کے دو عظیم سہارے، امینۂ نسل رسالت اور والدۂ دختر رسول اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ اور محسنِ اسلام والد گرامی قدر خلیفۂ چہارم سوادِ اعظم کفیل رسولؐ جناب ابوطالبؑ اللہ کو پیارے ہو گئے اور اس وقت بی بی عائشہ گڑیاں کھیلنا تو درکنار اپنی ماں رومان کی جھولی میں کھیلتی تھی۔

* پروردۂ آغوشِ رسالت حضرت علیؑ لیکن آگے آپ اُم المومنین عائشہ اور حضرت علیؑ کے زیرِ عنوان دیکھیں گے کہ اُم المومنین عائشہ عام حالات میں بھی نامِ علیؑ لینا گوارا

نہ کرتی تھی۔ بھلا بتائیں جو بی بی کسی مرد کا نام لینا بھی گوارا نہیں کرتی اس کی بات کیوں سنے گی اور اُسے بیان کیوں کرے گی؟

* ورقہ بن نوفل، وہ تو اس وقت فوت ہوگئے جب کہ ابھی تک بی بی شکم مادر سے کوسوں دُور صلبِ ابوبکر میں تھی۔

اب جبکہ اسلامی ذرائع ختم ہوگئے اور خود سرورِ کونینؐ سے نہ بی بی نے پوچھا اور نہ ہی عروہ نے پوچھا تو ایک ذریعہ بچ جاتا ہے اور وہ ہے ـــــ کفار و مشرکینِ مکہ کا

میں سمجھتا ہوں کہ بی بی کا ذریعۂ خبر یہی لوگ تھے اور انہی نے بی بی عائشہ کو یہ واقعہ بھی سنایا ہوگا۔ اب اس آغازِ نبوت کا تصور بھی خود کرلیں جو بذریعہ کفار و مشرکین ہمارے پاس آیا ہے اور اس ماں کی پرواز بھی دیکھ لیں جس نے ان حالات کی تصدیق یا تردید جن کا تعلق سرورِ کونین کی ذاتِ گرامی سے تھا۔ خود سرورِ کونینؐ سے نہ کی بلکہ کفار و مشرکین کی خانہ ساز روایات کو اُمت مسلمہ کے لیے بطور ورثہ چھوڑ گئی۔

سرورِ کونینؐ کا نبوت میں شک

اگر صلح حدیبیہ میں عمر صاحب نے آپؐ کی نبوت میں شک کیا یا دوسرے لوگوں نے آپ کو نبی ماننے سے انکار کردیا تو کون سا بڑا جرم کیا جبکہ خود سرورِ کونین کو اپنی نبوت میں شک تھا۔

ملاحظہ فرمائیے: ● جلد اول، حدیث نمبر ۳

حتّٰی ذھب عنه الروع فقال لخدیجة واخبرھا الخبر ، لقد خشیت علی نفسی فقالت خدیجة کلا واللّٰه ما یخزیك اللّٰه ابدًا

"یہاں تک کہ آپ کا ڈر جاتا رہا۔ حضرت خدیجہؓ سے سارا واقعہ بیان کرکے فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ حضرت خدیجہؓ نے

کہا کہ ہرگز نہیں خدا کی قسم! اللہ آپ کو کبھی بھی رسوانہ کرے گا''۔

● جلد دوم، حدیث نمبر ۲۰۶۴

حتّٰی ذھب عنه الروع قال لخديجة ، اى خديجة ما لی لقد خشيت علٰی نفسی فاخبرھا الخبر قالت خديجة كلّا البشر فواللّٰه لا يخزيك اللّٰه ابدًا

''جب آپؐ سے خوف دُور ہوگیا تو آپؐ نے خدیجہ سے فرمایا کہ اے خدیجہؓ! کیا ہوگیا ہے کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے اور پوری حالت بیان فرمائی۔ حضرت خدیجہؓ نے عرض کیا کہ ہرگز نہیں۔ آپ خوش ہوں۔ خدا کی قسم! آپ کو اللہ تعالیٰ کبھی رسوانہ کرے گا''۔

● جلد سوم، حدیث نمبر ۱۸۷۰

حتّٰی ذھب عنه الروع فقال ياخديجة ما لی واخبرھا الخبر وقال قد خشيت علٰی نفسی فقالت كلا البشر فواللّٰه ما يخزيك اللّٰه ابدًا

''یہاں تک کہ جب خوف کا اثر دُور ہوگیا تو فرمایا: اے خدیجہ! مجھے کیا ہوگیا ہے اور سارا ماجرا بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ حضرت خدیجہ نے کہا: ہرگز نہیں آپ خوش ہوں، خدا کی قسم! اللہ آپ کو کبھی بھی رسوانہ کرے گا''۔

ان تین احادیث کے مذکورہ فقرات اور مقابل میں ان کے دیئے گئے تراجم آپ نے دیکھ لیے ہیں۔ یہ ترجمے میرے نہیں بلکہ مولانا قاری محمد عادل خان صاحب اور ان کے ساتھی کے ہیں۔

ان ترجموں میں ایک دھوکا جو دیا گیا اور دیانت کی جگہ عقیدت کو لایا گیا ہے اس کی طرف تو راقم الحروف جلد اول، حدیث نمبر ۳ کے ذیل میں عرض کر چکا ہے۔ اب جو بات آپ کے ذہن میں لانا مقصود ہے وہ ہے سرورِ کونینؐ کو اپنی نبوت میں شک۔

دیکھ لیا ناں آپ نے____!!

بقول اُم المومنین عائشہ آغازِ وحی، سچے خوابوں سے ہوا۔ سچے خواب دیکھتے رہے۔ اپنی نبوت پر خود ایمان نہ لائے۔ فرشتہ پڑھانے آیا، نہ تو فرشتے کو پہچان سکے اور نہ ہی فرشتہ کے مقابلہ میں جرأت سے ٹھہر سکے بلکہ گھر آ کر کمبل میں چھپ گئے اور کہتے کیا ہیں؟ مجھے تو اپنی عقل میں گڑبڑ نظر آتی ہے۔ اگر اپنی نبوت کا یقین ہوتا تو پھر عقل کی کیا فکر تھی۔

ایک پہلو اور بھی ملاحظہ فرمایئے:

جب اُم المومنین خدیجہ آپؐ کو ورقہ ابن نوفل کے پاس لاتی ہے تو ورقہ کیا کہتا ہے: ● جلد اوّل، حدیث نمبر ۳

هذا الناموس الذی نزل الله علی موسٰی یالیتنی فیها جذعًا یالیتنی اکون حیا اذ یخرجك قومك ، فقال رسول الله او مخرجی هم قال نعم لم یأت رجل قط بمثل ما جئت به الاعودی وان یدرکنی یومك انصرك نصرًا مؤذرا —

''یہ وہی ناموس ہے جو موسٰی پر بھیجا گیا تھا کاش میں جوان ہوتا۔ کاش میں اس وقت زندہ ہوتا جب آپ کو آپؐ کی قوم نکالے گی۔ آپؐ نے کہا: کیا وہ مجھے نکالیں گے؟ ورقہ نے کہا: ہاں! جو شخص بھی آپؐ کی طرح چیز لایا ہے اس سے عداوت کی گئی ہے۔

اگر مجھے آپ کا دن نصیب ہوا تو آپ کی بھرپور امداد کروں گا۔

● جلد دوم، حدیث نمبر ۲۰۶۴

هذا الناموس الذی انزل علٰی موسٰی لیتنی فیها جذعًا لیتنی اکون حیا ثم ذکر حرفا قال رسول اللّٰه او مخرجی هم قال ورقة نعم لم یات رجل بما جئت به الا اوذی وان یدرکنی یومك حیا انصرك نصرًا مؤذرا

''یہی وہ ناموس ہے جو حضرت موسٰیؑ کے پاس بھیجا گیا۔ کاش میں جوان ہوتا، کاش میں زندہ ہوتا پھر ایک بات کی۔ آپؐ نے کہا: کیا وہ مجھے نکال دیں گے؟ ورقہ نے کہا: ہاں جو شخص بھی آپؐ جیسی چیز لایا ہے اسے اذیت پہنچائی گئی ہے۔ اگر میں آپؐ کے دن تک زندہ رہا تو آپ کی بھرپور امداد کروں گا''۔

● جلد سوم، حدیث نمبر ۱۸۷۰

هذا الناموس الذی انزل علٰی موسٰی یالیتنی فیها جذعًا اکون حیًا حین یخرجك قومك فقال رسول اللّٰه او مخرجی هم فقال ورقة نعم لم یأت رجل قط بما جئت به الاعودی وان یدرکنی یومك انصرك نصرًا مؤذرا

''یہی وہ ناموس ہے جو موسٰیؑ پر بھیجا گیا۔ کاش میں اس وقت جوان ہوتا، کاش میں اس وقت زندہ ہوتا۔ جب آپ کو قوم نکالے گی۔ آپ نے کہا: کیا وہ مجھے نکالیں گے؟ ورقہ نے کہا: ہاں جو شخص بھی آپ جیسی چیز لایا ہے اس سے عداوت کی گئی ہے۔ اگر آپؐ کے دن تک میں زندہ رہا تو آپؐ کی بھرپور مدد

کروں گا''۔

ملاحظہ فرمالیا آپ نے ورقہ اور سرورِ کونینؐ کا مکالمہ۔ ورقہ کتنے یقین سے کہتا ہے کہ آپؐ رسول ہیں، کتنے یقین سے کہتا ہے کہ میں آپؐ کی ہجرت کے وقت اس دنیا میں نہیں رہوں گا اور کتنے یقین سے کہتا ہے کہ اگر ہوا تو بھرپور امداد کروں گا۔

اب اُمتی کے یقین اور نبی کے اطمینان کا اندازہ کیجیے۔ ورقہ کو یقین ہے کہ آپؐ نبی ہیں لیکن اگر آپ کو بھی یقین ہوتا تو زیرِ نظر حدیث، جلد سوم، نمبر ۱۸۷۰ میں بھلا اقدام خودکشی کیوں کرتے؟

اُم المومنین خدیجہؓ کی بشارت اور حوصلہ افزائی اس بات کی غماز ہے کہ انہیں بھی آپ کے نبی ہونے کا یقین تھا۔ ورقہ کی باتیں اشارہ کی حدود سے آگے حقیقت و وضاحت کے الفاظ میں ہیں کہ آپؐ نبی ہیں۔

فرشتہ کا آ کر پڑھانا اس بات کی تصدیق ہے کہ آپؐ نبی ہیں؟

جبریلؑ نے ایک مرتبہ کہا کہ یقیناً آپؐ اللہ کے رسولؐ ہیں، دوسری مرتبہ کہا کہ آپ اللہ کے رسولؐ ہیں بلکہ اُم المومنین عائشہ کی معلومات کے مطابق کئی مرتبہ کہا کہ آپ اللہ کے رسولؐ ہیں۔

اتنے یقینی حالات کے باوجود آپ نہ تو اپنی عقل سے مطمئن ہیں اور نہ ہی اپنی نبوت کا یقین رکھتے ہیں۔

محترم قارئین یہ ہے اُم المومنین عائشہ کا نبی ـــــ مزید غور خود فرمائیے۔

اقدامِ خودکشی

محترم قارئین! بی بی عائشہ نے سرورِ کونینؐ کے اقدامِ خودکشی کو اشارہ کنایہ میں بیان نہیں کیا بلکہ کھلے لفظوں میں بیان کیا ہے اور ایک مرتبہ بھی نہیں بلکہ کئی مرتبہ کے متعلق بتایا ہے۔ بھلا ہو جبریلؑ کا جس نے ہم پر احسان کیا ورنہ آج ہمارا دھرم نشٹ ہو چکا ہوتا۔

کاش! اس وقت پاکستانی پولیس ہوتی تو سرورِ کونین کو اقدامِ خودکشی کی قیمت کا پتہ چل جاتا۔ اب بھلا کوئی عادل خان اور ان کے ساتھی سے پوچھے انھوں نے خشیت علی نفسی ـــــ کا ترجمہ ـــــ مجھے اپنی جان کا ڈر ہے کیا ہے۔ بھلا کوئی دانش مند اور باہوش آدمی بھی اقدامِ خودکشی کرتا ہے؟

بھلا ایسا شخص جو خود اقدامِ خودکش پر تل تل جاتا ہے اس قابل ہے کہ اس کے نام کا کلمہ پڑھا جائے۔ اُم المومنین عائشہ نے تو سب کچھ بتا دیا ـــــ اب آپ کی مرضی؟

تعزیراتِ پاکستان کے مطابق دفعہ ۳۰۹ کا مجرم بھی نبی ہوسکتا ہے؟ اگر ایسا ہو تو میرے خیال میں دنیا تو درکنار ہمیں پاکستان میں بھی بے شمار نبی مل جائیں گے؟

جس شخص کو نہ اپنی نبوت پر یقین ہو اور نہ ہی اپنی عقل پر اعتماد ہو اس سے تو ہمارے سیاست دان ہی بہتر ہیں جو زندگی کے آخری لمحہ تک اپنے کو باہوش اور خردمند سمجھے رہتے ہیں (نعوذ باللہ من ذٰلک کلّھا)

ایک تضاد اور

جلد اول، نمبر ۳، جلد دوم نمبر ۲۰۶۴ اور جلد سوم ۱۸۷۰ میں اختلاف کے باوجود ایک نقطہ اور بھی متحد ہے۔ ذرا ایک بار تینوں حدیثیں پلٹ کر دیکھ لیں۔

ہر حدیث میں فرشتہ کہتا ہے پڑھ۔ آپ کہتے ہیں میں پڑھا ہوا نہیں۔ تیسری بار فرشتہ آپ کا انتظار کیے بغیر پڑھ دیتا ہے: ربک الاکرم ، الذی علم بالقلم ''تیرا رب مکرم ہے، اس نے قلم سے تعلیم دی ہے''۔

فرشتہ کہتا ہے آپ پڑھے پڑھائے ہیں اور نہ صرف پڑھ سکتے ہیں بلکہ اللہ نے آپ کو لکھنا بھی سکھا دیا ہے اور سرورِ کونین کہتے ہیں ـــــ میں تو پڑھا ہوا نہیں۔

اللہ نے پہلی وحی ہی میں یہ وہم دُور کر دیا کہ میرا نبی پڑھا پڑھایا آیا ہے۔ اب آپ ہی بتائیں بی بی عائشہ کی مانیں یا اللہ کی؟

آخر میں آیئے آغازِ نبوت کی مذکورہ نو احادیث کے مطابق حسب ذیل عقائد مرتب کرلیں۔

* اُم المومنین عائشہ نے جو تصورِ نبوت دیا ہے، سو فی صد درست ہے۔
* ہمارے پیارے نبیؐ کی نبوت غارِ حرا میں خلوت نشینی کا نتیجہ تھی۔
* ہمارے پیارے نبیؐ کو نبوت کی بشارت آپ کی زوجہ اُم المومنین خدیجہ نے دی۔
* ہمارے پیارے نبیؐ کو ایک عیسائی عالم ورقہ نے بتایا کہ آپؐ نبی ہیں۔
* عیسائی عالم ورقہ علمِ غیب جانتا تھا۔
* عیسائی عالم ورقہ کا علم ہمارے پیارے نبیؐ سے زیادہ تھا۔
* ہمارے پیارے نبیؐ کو اپنی نبوت میں شک تھا۔
* ہمارے پیارے نبیؐ کو فرشتہ نے نبوت کا پہلا سبق خوب دبا کر پڑھایا۔
* ہمارے پیارے نبیؐ نبوت کا پہلا سبق پڑھ کر فرشتہ سے اتنا ڈر گئے کہ آپؐ کو اپنی عقل میں بھی شک پڑ گیا۔
* ہمارے پیارے نبیؐ نے کئی مرتبہ اقدامِ خودکشی کیا۔

گیارہ عورتیں

حدیث میں حضرت عائشہ کی مرویات کی خاص حیثیت ہے یعنی ان سے اکثر وہ حدیثیں مروی ہیں جو عقائد یا فقہ کے مہمات مسائل ہیں۔ (سیرت النبیؐ از شبلی نعمانی، جلد اوّل، ص ۲۴)

(۱) جلد سوم، کتاب النکاح، ص ۱۰۷، حدیث ۱۷۴

عروۃ عن عائشۃ قالت جلسن احدی عشرۃ امراۃً فتعا عهدن وتعاقدن ان لا یکتمن من اخبار ازواجهن شیئًا

قالت الاولی زوجي لحم جمل غث علٰی رأس جبل لاسهل فیرتقٰی ولاسمین فینتقل

وقالت الثانیة زوجي لا ابث خبرہ انی اخاف لا ازرہ ان اذکرہ اذکر عجرہ وبجرہ وقالت الثالثة زوجي العشنق ان انطق اطلق وان اسکت اعلق

وقالت الرابعة ، زوجي کلیل تهامة لاحر ولاقر ولابخافة ولاسامة

وقالت الخامسة ، زوجي ان دخل فهد ، وان خرج اسد ولا یسأل عما عهد

وقالت السادسة ، زوجي ان اکل لف ان شرب اشتف وان اضطجع التف ولا یولج الکف لیعلم البث —

وقالت السابعة زوجی غیایاء اوعیایاء ، طباقاء ، کل داء
له داء شجك أو فلك أو جمع کلالك
وقالت الثامنة زوجي المس مس ارنب والریح ریح زرنب
وقالت التاسعة زوجی رفیع العماد طویل النجاد، عظیم
الرماد قریب البیت من الناد
وقالت العاشرة زوجی مالك وما مالك مالك خیر من
ذٰلك له ابل کثیرات المبارك قلیلات المسارح واذا
سمعن صوت المزهر ایقن انهن هوالك
وقالت الحادیة عشرة ، زوجی ابوزرع فما ابو زرع
اناس من حلی أذنی وملا من شحم عضدی ، وبحجنی
فبجحت الٰی نفسی وجدنی فی اهل غنیمة بشق
فجعلنی فی اهل صهیل واطیط ودائس ومنق فعنده
اقول فلا اقبح وارقد فاتصبح ، واشرب فاتفتح ام ابی
زرع فما ام ابی زرع عکومها رواح وبیتها فساح ،
ابن ابی زرع فما ابن ابی زرع مضجعه کمثل شطبته
ویشو ابی زرع الجعره بنت ابی زرع فما بنت ابی
زرع طوع ابیها وطوع امها وملء کسائها وغیض
جارتها جاریة ابی زرع فما جاریة ابی زرع لا تبث
حدیثنا تثبیثا ولا تنقث میرتنا تنقیثا ولا تملأ بیتنا
تعشیشا قالت خرج ابوزرع ولا وطاب تمخض فلقی
امرأة معها ولدان لها کالفهدین یلعبان من تحت

خصرها برمانتين فطلقني ونكحها فنكحت بعده رجلا سريا ، ركب شريا واخذ خطيًا واراح على نعما سريا واعطني من كلّ رائحة زوجا قال كل ام ذرع وميرى اهلك قالت فلو جمعت كلشيئ اعطانيه ما بلغ اصغرانية ابى ذرع قالت عائشة قال رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وآله وسلم كنت لك كابى ذرع لام زرع

"عروہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ گیارہ عورتوں نے ایک جگہ بیٹھ کر باہمی عہد و پیمان کیا کہ اپنے اپنے شوہروں کا حال بیان کریں۔

پہلی عورت نے کہا میرا شوہر دبلے پتلے اونٹ کا گوشت ہے جو پہاڑوں کی چوٹی پر رکھا ہے۔ راستہ بڑا کٹھن ہے نہ چوٹی پر چڑھا جاسکتا ہے اور نہ وہ گوشت ہی عمدہ ہے کہ اس کے لانے کی خاطر مصیبت اٹھائی جائے۔

دوسری نے کہا: میں اس کی حالت ظاہر کرتے ہوئے ڈرتی ہوں کہ اس تذکرہ کے بعد کہیں میں اسے چھوڑ ہی نہ بیٹھوں۔ اگر ذکر کروں تو بتانا پڑے گا کہ اس کی خوبیاں کتنی ہیں اور خامیاں کون کون سی ہیں۔ کمزوری کی بدولت اس کے جسم پر جگہ جگہ جھریاں ہیں اور اس جیسی بیسیوں برائیاں ہیں۔

تیسری بولی میرا خاوند لمبا تڑنگا ہے اگر اس کی کیفیت بیان کروں تو طلاق ملتی ہے اور اگر خاموش رہوں تو مجھے معلق چھوڑ رکھا ہے۔

چوتھی نے کہا کہ میرا شوہر شب تہامہ کی طرح متوسط ہے۔ نہ

زیادہ گرم نہ زیادہ ٹھنڈا، وہ ہمیشہ یکساں رہتا ہے نہ زیادہ ڈرتا ہے اور نہ بہت اُکتاتا ہے۔

پانچویں نے کہا: میرا شوہر گھر میں آئے تو چیتا ہے اور باہر جائے تو شیر، گھر میں جو کچھ ہو جائے باز پُرس نہیں کرتا۔

چھٹی نے کہا: میرا شوہر پیٹو ہے۔ کھانے بیٹھے تو سب ہضم کر جائے اور پینے لگے تو سب صاف کر جائے۔ جب سوئے تو اکیلا ہی پڑا رہے اور میری طرف ہاتھ بھی نہیں بڑھاتا تا کہ پوچھ لے۔

ساتویں نے کہا کہ میرا شوہر گم کردہ راہ ہے، عاجز ہے، سینے دبانے والا ہے، عورتوں کا ہر عیب اس کے لیے عیب ہے۔ اس میں سب بیماریاں ہیں اگر بات کرے تو سر پھوڑ دے، زخمی کر دے یا دونوں کام کر ڈالے۔

آٹھویں نے کہا: میرے شوہر کا چھونا خرگوش جیسا ہے اور خوشبو زرنب جیسی ہے۔

نویں نے کہا: میرا شوہر اُونچی تعمیروں والا، لمبے ہاتھ والا اور بہت سخی ہے۔ اس کا گھر مجلس شوریٰ کے قریب ہے۔

دسویں نے کہا: میرے شوہر کا نام مالک ہے بھلا مالک کی کیا تعریف کی جائے جو کچھ ذہن میں آسکے وہی اس کی تعریف ہے۔ مہمانوں کے لیے ہمیشہ اُونٹ ذبح کرتا ہے، چراگاہ سے زیادہ اُونٹ گھر میں رکھتا ہے اور گھنٹیوں کی آواز سن کر ذبح ہونے والے اُونٹوں اور مہمانوں کی تعداد بتاتا ہے۔

گیارہویں نے کہا: میرا شوہر ابوزرعہ واہ وا! اس کے کیا کہنے۔ میرے کانوں کا زیور ہے اتنا کھلایا کہ چربی سے میرے بازو بھر گئے، اتنا خوش رکھا کہ ناچار داد دینا پڑتی ہے۔ میں نادار لڑکی تھی میرے میکے چند بکریوں کے مالک تھے لیکن اس نے مجھے ایسے خوش حال سسرال دیے کہ ہروقت گھوڑوں کی ہنہناہٹ اور کجاووں کی چرچراہٹ سے بہار رہتی ہے۔ ڈائیں چلانے والے بیل اور اناج صاف کرنے والے نوکروں کی کمی نہیں ــــ اگر بات کروں تو عیب جوئی کوئی نہیں کرتا۔ اگر سو جاؤں تو صبح تک جگانے والا کوئی نہیں۔ اگر پینے کی ضرورت ہو تو رکاوٹ نہیں ــــ میری ساس ابوزرعہ کی ماں انتہائی لائق ہے اس کے صندوق بھرے رہتے ہیں۔ ابوزرعہ کے بیٹے کا کیا کہوں ــــ اس کی خواب گاہ عمدہ ہے۔ اتنا کم خور کہ چار ماہا بزغالے کا چوتھا حصہ ہی کافی ہو۔ ابوزرعہ کی بیٹی بھی کتنی اچھی ہے والدین کی فرمانبردار! بھرا ہوا جسم اور سوکن کے لیے قہر ہے۔ ابوزرعہ کی کنیز دیکھو تو سبحان اللہ! ہمارے گھر کی بات باہر نہیں کرتی، نقصانات کا خیال رکھتی ہے اور گھر کو صاف رکھتی ہے۔

ایک دن ابوزرعہ ایسے وقت میں باہر نکلا جب دودھ بلو کر مکھن نکالنے کی تیاری ہو رہی تھی کہ ابوزرعہ کا سامنا ایک ایسی عورت سے ہوا جس کے چیتے جیسے دو بچے تھے اور اس کے انار نما پستانوں سے کھیل رہے تھے۔ اسے دیکھتے ہی ابوزرعہ کی رال ٹپک پڑی۔ مجھے طلاق دے کر اس سے بیاہ رچا لیا۔

پھر میں نے مجبوراً ایک شخص سے شادی کرلی جس کے ہاتھ میں خطی نیزہ تھا۔ تیز رَو گھوڑے پر سوار تھا۔ اس نے مجھے ہر قسم کی سہولت دی۔ ہر قسم کے مویشیوں کا ایک جوڑا دیا اور کہا: اُم ذرعہ خود بھی کھاؤ اور اپنے اقرباء کو بھی کھلاؤ، صدقہ و خیرات بھی دو مگر یہ سب داد و دہش ابوذرعہ کے ایک چھوٹے سے برتن کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

جناب اُم المومنین عائشہ فرماتی ہیں کہ یہ قصہ سن کر سرورِ کونینؐ نے فرمایا: اے عائشہ! میں بھی تیرے لیے ابوذرعہ جیسا ہوں ــــ فرق صرف اتنا ہے کہ اس نے بیوی کو طلاق دے دی اور میں نے طلاق نہیں دی یعنی بیوی کے ساتھ ایسی ہی اچھی زندگی بسر کرنا چاہیے"۔

محترم قارئین! اُم المومنین کی علمی اور فقہی احادیث میں سے ایک حدیث ہے ممکن ہے آپ نے بہت کچھ سمجھ لیا ہو لیکن چند امور ایسے ہیں جو مجھے سمجھ نہیں آئے:

- اُم المومنین نے ہلکا سا اشارہ کرکے بھی نہیں بتایا کہ یہ چوکڑی کہاں لگی تھی؟
- یہ بھی پتہ نہیں چل سکا کہ سرورِ کونینؐ نے خود یہ کہانی سنی یا بعد میں کسی وقت بی بی نے سنائی؟
- یہ بھی معلوم نہیں کہ ان گیارہ عورتوں کا تعلق کس کس خاندان سے ہے؟
- یہ بھی معلوم نہیں کہ واقعہ مدینہ کا ہے یا دورانِ سفر کا؟
- امام بخاری نے بھی نہیں بتایا کہ اقسام حدیث میں یہ حدیث کی کون سی قسم ہے؟
- امام بخاری نے یہ بھی نہیں بتایا کہ اس گیارہ رُکنی اسمبلی کی مفصل رپورٹ درج کرنے کا مقصد کیا ہے؟

* امام بخاری نے یہ بھی نہیں بتایا کہ اس حدیث سے کتنے اور کون کون سے مسائل کا حل ہوتا ہے؟

البتہ مترجمین نے اپنی طرف سے خط کشیدہ الفاظ کا ترجمہ میں اضافہ کر کے یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ

* سرورِ کونینؐ کو اُم المومنین سے اُتنی محبت تھی جتنی ابوذرعہ کو اپنی بیوی سے تھی۔
* ابوذرعہ نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی تھی اور سرورِ کونینؐ نے اُم المومنین کو طلاق نہیں دی۔

گویا ابوذرعہ ایک مثالی شوہر تھا کہ خاتم الانبیاء کو بھی یہ ضرورت پیش آئی کہ وہ اپنے کو ابوذرعہ سے تشبیہ دے کر اُم المومنین کو مطمئن کریں۔

یہ ہے مقامِ مصطفیٰؐ ـــــ اور یہ ہیں علامہ شبلی نعمانی کے عقائد یا فقہ کے مہمات مسائل۔

والسلام علٰی من اتبع الھُدیٰ

مقامِ مصطفیٰ بھی اور نظامِ مصطفیٰ بھی

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بُو

(۱۲) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ۹۵۰، حدیث ۲۰۱۹

عبید ابن عمیر عن عائشة قالت كان رسول الله يشرب عسلًا عند زينب بنت جحش ويمكث عندها فواطيت انا وحفصة عن ايتنا دخل عليها فلتقل له اكلت مغافير انى اجد منك ريح مغافير قال لا ولكنى كنت اشرب عسلًا عند زينب بنت جحش

''عبید ابن عمیر اُمِ المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ زینب بنت جحش کے پاس شہد پیا کرتے تھے اور کچھ دیر کے لیے ٹھہر جایا کرتے تھے۔ چنانچہ حفصہ اور میں نے مشورہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی سرورِ کونینؐ تشریف لائیں تو ان سے کہا جائے کہ آپؐ نے مغافیر کھایا ہے۔ آپؐ سے مغافیر کی بُو آتی ہے (جب آپؐ تشریف لائے تو ہم نے یہی کیا) آپؐ نے جواب دیا کہ میں نے زینب بنت جحش کے ہاں سے شہد پیا ہے''۔

(۱۳) جلد سوم، کتاب الطلاق، ص ۱۳۶، حدیث ۲۲۸

عبید ابن عمیر عن عائشۃ ان النبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم کان یمکث عند زینب بنت جحش ویشرب عندھا عسلًا فتواصیت انا وحفصۃ ان اٰیتنا دخل علیھا النّبی صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم فلتقل انی اجد منک ریح مغافیر فدخل علٰی احدٰئھما فقالت لہ ذٰلک فقال لابل شربت عسلًا عند زینب بنت جحش

"عبید ابن عمیر اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ زینب بنت جحش کے پاس کچھ دیر ٹھہر کر شہد پیا کرتے تھے۔ چنانچہ حفصہ اور میں نے ایک دوسرے سے مشورہ کیا۔ اب جس کے پاس بھی آپؐ تشریف لائیں وہ کہے کہ مجھے آپؐ سے مغافیر کی بُو آتی ہے۔ آپؐ سے حفصہ نے یہی کہا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں نے تو زینب بنت جحش کے ہاں سے شہد پیا ہے"۔

(۴) جلد سوم، کتاب الطلاق، ص ۱۳۶، حدیث ۲۴۹

عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت کان رسول اللّٰہ یحب العسل والحلواء وکان اذا انصرف من العصر دخل علٰی نسائہ فیدنو من احدیھن فدخل علٰی حفصۃ بنت عمر فاحتبس اکثر ما کان یحتبس فغرت فسألت عن ذٰلک فقیل لی اھدت لھا امرأۃ من قومھا عکۃ من عسل فسقت النبیٰ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم منہ شربۃً فقلت اما واللّٰہ لنحتالن لہ فقلت لسودۃ بنت زمعۃ سیدنو منک فاذا ونامنک ، فقولی اکلت مغافیر؟ فانہ

سيقول لك لا ، فقولي ماهذه الريح الذى اجد منك؟ فانه سيقول لك سقتني حفصة شربة عسل ، فقولي جرست نحله العرفط وما تقول ذٰلك وقولي انت ياصفية ذاك ، قال تقول سودة فواللّٰه ما هو الا ان اقام على الباب فاردت ان اباديه بما امرتني فرقا منك فلما دنا منها قالت له سودة ، يارسول اللّٰه اكلت مغافير؟ قال لاقالت فما هذه الريح التي اجد منك؟ قال سقتني حفصة شربة عسل ، فقالت جرست نحلة العرفط ، فلما دار الى صفية قالت له مثل ذٰلك

"عروہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ کا نمازِ عصر سے واپسی کے بعد تمام ازواج کے گھروں میں آنا اور ان کے قریب ہونا معمول تھا۔ ایک دن آپؐ خلافِ معمول حفصہ کے گھر زیادہ دیر ٹھہر گئے۔ مجھے غیرت آئی جس کی بنا پر میں نے وجہ معلوم کی تو معلوم ہوا کہ حفصہ کو اس کی قوم کی کسی عورت نے شہد کا عکہ تحفہ دیا ہے اور حفصہ نے اسی شہد سے آپؐ کو شربت پلایا ہے۔

میں نے کہا: بخدا! ہم حفصہ کے خلاف کوئی حیلہ کریں گے۔ چنانچہ میں نے سودۃ بنتِ زمعہ سے کہا کہ جب سرورِ کونینؐ تیرے پاس آئیں تو کہنا کہ شاید آپؐ نے مغافیر کھایا ہے۔ آپ فرمائیں گے نہیں بلکہ حفصہ نے شہد کا شربت پلایا ہے ـــــ تو کہنا پھر شہد کی مکھی نے عرفط چوسا ہوگا اور صفیہ تجھے بھی یہی کہنا ہے۔

سودہ کہتی ہے کہ جب آپؐ میرے دروازے پر آئے تو بخدا آپؐ کے ڈر سے جب آپؐ دروازے پر کھڑے ہوئے تو کہہ دینا۔

جب آپؐ قریب ہوئے تو سودہ نے کہا:

سودہ: یارسولؐ اللہ! آپؐ نے مغافیر کھایا ہے؟

سرورِ کونینؐ: نہیں تو۔

سودہ: پھر آپؐ سے یہ بُو کیسی آ رہی ہے؟

سرورِ کونینؐ: حفصہ نے مجھے شہد کا شربت پلایا ہے۔

سودہ: تو پھر شہد کی مکھی نے عرفط چوسا ہوگا اور جب صفیہ کے پاس گئے تو اس نے بھی وہی کہا۔

(۱۵) جلد سوم، کتاب الایمان، ص ۵۹۰، حدیث ۱۵۹۵

عبید ابن عمیر یقول سمعت عائشة تزعم ان النبی کان یمکث عند زینب بنت جحش فیشرب عندھا عسلًا فتواصیت انا وحفصہ ان ایتنا دخل علیھا النبی صلّی اللّٰہ علیہ واٰلہٖ وسلم فلتقل انی اجد منك ریح مغافیر فدخل علٰی احدیھما فقالت ذٰلك لہ ، فقال لابل شربت عسلًا عند زینب بنت جحش

"عبید ابن عمیر کہتا ہے کہ میں نے اُم المومنین عائشہ سے سنا، ان کا خیال یہ تھا کہ سرورِ کونینؐ زینب بنت جحش کے ہاں ٹھہر کر شہید پیتے ہیں۔ چنانچہ حفصہ اور میں نے باہمی معاہدہ کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی سرورِ کونینؐ تشریف لائیں۔ وہ آپؐ سے کہے کہ مجھے آپ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ آپؐ ان دو میں سے

ایک کے پاس آئے تو اس نے آپؐ سے کہا۔ آپؐ نے فرمایا:
نہیں بلکہ میں نے زینب بنت جحش کے ہاں سے شہد پیا ہے"۔

(۱۹) جلد سوم، کتاب الحیل، ص۶۹۴، حدیث ۱۸۶۰

هشام عن ابيه عن عائشة قالت كان رسول الله يحب الحلواء ويحب العسل وكان اذا صلى العصر جار على نسائه فيدنو منهن ، فدخل على حفصة فاحتبس عندها اكثر مما كان يحتبس فسألت عن ذٰلك فقال لى اهدت لها امرأة من قومها عكة عسل فسقت منه رسول الله مشربة فقلت اما والله لنحتا لن له ، فذكرت ذٰلك سودة قلت اذا دخل عليك فانه سيد نومنك فقولى له ، ما هذه الريح يارسول الله اكلت مغافير؟ وكان رسول الله يشتهد عليه ان يوجد منه الريح ، فانه سيقول سقتنى حفصة شربة عسل فقولى له جرست النحلة العرفط ؛ وساقول ذٰلك وقوليه انت ياصفية ـــ فلما دخل على سودة قالت تقول سودة والذى لا اله الا هو ، لقد كدت ان ابادره بالذى قلت لى ، وانه لعلى الباب فرقًا منك فلما دنا ـ

قلت يارسول الله ، اكلت مغافير؟ ـــ قال لا ـــ

قلت فماهذه الريح؟ قال سقتنى حفصة عسلًا ـــ

قلت جرست النحلة العرفط ، فلما دخل علىّ قلت له مثل ذٰلك ودخل على صفية

فقالت له مثل ذٰلك فلما دخل علٰی حفصة ، قالت له یارسول اللّٰه الا سقیك منه قال لاحاجة لی ، قال تقول سودة سبحان اللّٰه لقد حرمناه قال قلت لها اسکتی

''ہشام اپنے باپ کے ذریعے اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونین شیرینی اور شہد کو بہت زیادہ پسند فرماتے تھے۔ آپؐ کا معمول تھا کہ نمازِ عصر کے بعد تمام ازواج کے پاس جاتے (ایک دن) آپؐ حفصہ کے ہاں معمول سے زیادہ ٹھہر گئے۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ حفصہ کو اس کی کسی ہم قوم عورت نے شہد کا ایک عکہ بطور تحفہ دیا ہے جس سے حفصہ نے آپؐ کو شربت پلایا ہے۔

میں نے کہا: بخدا! ہم اس کے خلاف کوئی تدبیر کریں گے۔ چنانچہ میں نے سودہ سے کہا کہ جب سرورِ کونینؐ تیرے پاس تشریف لائیں تو کہنا کیا آپؐ نے مغافیر کھایا ہے؟

سرورِ کونین بدبو کو بہت ہی ناپسند کرتے تھے۔ آپ فرمائیں گے نہیں۔ حفصہ نے مجھے شہد پلایا ہے تو کہنا کہ پھر شہد کی مکھی نے عرفط چوسا ہوگا۔ میں بھی یہی کہوں گی اور صفیہ تو بھی یہی کہنا۔ سودہ کہا کرتی تھی کہ بخدا میں تو آپ کے ڈر کے مارے ابھی آپ دروازے پر ہی تھے۔ کہنے لگی تھی ـــــ جب آپؐ میرے قریب تشریف لائے تو میں نے کہا:

سودہ: یارسولؐ اللہ! آپؐ نے مغافیر کھایا ہے؟

سرورِ کونینؐ: نہیں تو۔

سودہ: پھر یہ بُو کیسی ہے؟

سرورِ کونینؐ: حفصہ نے شہد پلایا ہے۔

سودہ: پھر شہد کی مکھی نے عرفط چوسا ہوگا۔

آپؐ جب صفیہ کے پاس گئے۔ اس نے بھی یہی کہا۔ پھر جب حفصہ کے پاس گئے تو اُس نے کہا: یارسولؐ اللہ! کیا آپؐ کو اس سے نہ پلاؤں۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں مجھے ضرورت نہیں۔ سودہ نے کہا: سبحان اللہ! بخدا ہم نے آپ کو محروم کردیا ہے۔ میں نے کہا: چپ رہ۔

(۱۷) جلد سوم، کتاب النکاح، ص ۱۱۹، حدیث ۲۰۰

هشام عن ابيه عن عائشة كان رسول الله اذا انصرف من العصر دخل على نسائه فيدنومن احديهن فدخل على حفصة فاحتبس اكثر ما كان يحتبس

"ہشام اپنے والد کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نمازِ عصر کے وقت گھر تشریف لاتے تو تمام بیبیوں کے پاس جاتے (ایک دن) آپ حفصہ کے گھر معمول سے زیادہ ٹھہر گئے۔

محترم قارئین

یہ چھ احادیث ہیں:

- جلد دوم، حدیث ۲۰۱۹، راوی عبید ابن عمیر، کتاب التفسیر
- جلد سوم، حدیث ۲۴۸، راوی عبید ابن عمیر، کتاب الطلاق، باب لم تحرم ما احل الله لك۔
- جلد سوم، حدیث ۲۴۹، راوی زبیر، کتاب الطلاق، باب لما تحرم ما احل الله لك
- جلد سوم، حدیث ۱۵۹۵، راوی عبید ابن عمیر، کتاب الایمان، اذا حرم طعامه۔

* جلد سوم، حدیث ۱۸۶۰، راوی عروہ ابن زبیر، کتاب الحیل، باب ما یکرہ من احتیال المرأۃ علی الزوج والضرائر۔
* جلد سوم، حدیث ۲۰۰، راوی عروہ ابن زبیر، کتاب النکاح، باب ایک دن میں تمام بیبیوں کے پاس جانا۔

تجزیہ

* عبید ابن عمیر کی تینوں روایات میں شہد پلانے والی اُم المومنین زینب بنت جحش ہے اور مغافیر کا پروگرام بنانے والی اُم المومنین عائشہ اور اُم المومنین حفصہ ہیں۔
* زبیر اور عروہ ابن زبیر کی دو احادیث یعنی جلد سوم، نمبر ۲۴۹ اور ۱۸۶۰ میں شہد پلانے والی اُم المومنین حفصہ ہے۔ مغافیر کا پروگرام بنانے والی اُم المومنین عائشہ ہے اور اس پر عمل کرنے والی اُم المومنین سودہ اور اُم المومنین صفیہ ہے۔
* عروہ ابن زبیر کی ایک حدیث یعنی جلد سوم، نمبر ۲۰۰ میں سرورِ کونینؐ کے خانۂ حفصہ میں معمول سے زیادہ ٹھہرنا مذکور ہے۔
* جلد دوم، نمبر ۲۰۱۹ میں سے معلوم ہوتا ہے کہ اُم المومنین عائشہ اور اُم المومنین حفصہ دونوں نے اپنے پروگرام پر عمل کیا ہے، جبکہ جلد سوم، نمبر ۱۵۹۵ میں یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ کس اُم المومنین نے سرورِ کونینؐ سے مغافیر کی بُو محسوس کی۔ صرف یہی کچھ بتایا گیا ہے کہ دونوں میں سے ایک کے پاس سرورِ کونین تشریف لائے اور اسی نے کہا۔ البتہ جلد سوم، نمبر ۲۴۸ میں اُم المومنین عائشہ نے دبے لفظوں میں یہ بتانے کی کوشش فرمائی ہے کہ آپ اُم المومنین حفصہ کے پاس آئے اور انہی نے آپؐ سے بوئے مغافیر کا ذکر کیا۔
* جلد سوم، نمبر ۲۴۹ مفصل حدیث ہے جس میں آپؐ کی داستان موجود ہے۔ سرورِ کونینؐ اُم المومنین حفصہ کے گھر جاتے ہیں، معمول سے زیادہ ٹھہرتے ہیں۔

اُم المومنین عائشہ غیرت کھاتی ہیں، جاسوسی کرتی ہیں۔ حقیقت حال معلوم ہوجانے کے بعد، کوئی چال چلنے کی قسم کھاتی ہیں۔ پلان بن جاتا ہے۔ اپنے گروپ کی دیگر دو اُمہات المومنین سودہ اور صفیہ کو ساتھ ملا کر انھیں پلان سے مطلع کرتی ہیں اور پھر سرورِ کونینؐ کے ان کے ہاں تشریف لانے پر اُم المومنین سوچی سمجھی اسکیم کے مطابق آپ سے کہتی ہے کہ آج آپؐ سے بدبو کیسی ہے؟ کہیں مغافیر تو نہیں کھایا؟ آپؐ مغافیر کھانے کی نفی کرتے ہیں۔ اُم المومنین عائشہ کی ہدایات کے مطابق سرورِ کونینؐ کو اُم المومنین سودہ اور صفیہ کی طرف سے ایک ہی جواب ملتا ہے کہ اگر مغافیر نہیں تو شہد کی مکھی نے ضرور عرفط چوسا ہوگا جس کی بدولت آپ سے بدبو آتی ہے۔

امام بخاری کی تقسیم در کتب وابواب

● ... جلد دوم، نمبر ۲۰۱۹ کو امام بخاری نے سورۂ تحریم کے ذیل میں نقل کیا ہے۔

● ... جلد سوم، نمبر ۲۰۰ کو امام بخاری نے کتاب النکاح کے باب ''مرد کا ایک دن تمام بیویوں کے پاس جانا'' میں ذکر کیا ہے۔

● ...... جلد سوم، نمبر ۲۴۸ کو کتاب الطلاق، باب ''اللہ نے جو آپؐ کے لیے حلال کیا ہے کیوں حرام کرتے ہو؟'' میں لکھا ہے۔

● ... جلد سوم، نمبر ۲۴۹ کو بھی کتاب الطلاق کے اسی مذکورہ باب میں لکھا ہے۔

● ...... جلد سوم، نمبر ۱۵۹۵ کو کتاب الایمان، باب ''جب کوئی اپنے پر ہر کسی چیز کو حرام کرلے'' میں لکھا ہے۔

● ...... اور جلد سوم، نمبر ۱۸۹۰ کو کتاب الحیل، باب ''سوکن اور شوہر کے خلاف ناپسندیدہ حیلہ گری'' میں لکھا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان چھ احادیث میں سے قرآن اور بخاری کی تائید کسے

حاصل ہے کیونکہ آپ دیکھ چکے ہیں کہ بعض احادیث میں شہد زینب بنت جحش پلاتی ہے اور عائشہ اور حفصہ باہم مشورہ کر کے آنحضورؐ سے بدبُو کے نام پر ناٹک سکیٹرتی ہیں۔ اور بعض احادیث میں شہد حفصہ پلاتی ہے اور آنحضورؐ سے بدبُو کا کہنے والی عائشہ، سودہ اور صفیہ ہیں۔ بنابریں بخاری شریف سے پوچھیں گے کہ اس مسئلہ کا حل کیا ہے؟ تو لیجیے:

(۱۸) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ۹۵۰، حدیث ۲۰۲۱

ابن عباس یقول اردت ان اسأل عمر فقلت یا امیر المومنین من المراء تان اللتان تظاهرتا علی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وآلہٖ وسلم فما اتممت کلامی ، حتّٰی قال عائشۃ وحفصۃ قولہ ان تتوبا الی اللّٰہ فقد صغت قلوبکما وان تظاھرا علیہ فان اللّٰہ مولاہ وجبریل وصالح المؤمنین والملائکۃ بعد ذٰلک ظھیر

"ابن عباس کہتا ہے کہ میں نے عمر سے کچھ پوچھنا چاہا اور کہا: اے امیر المومنین وہ دو عورتیں کون سی تھیں جنھوں نے سرورِ کونینؐ کے خلاف پلان بنا لیا تھا۔ ابھی میری بات ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ (عمر) نے کہا کہ وہ دونوں عورتیں عائشہ اور حفصہ تھیں (جن کے متعلق یہ آیت آئی) یقیناً تم دونوں کے دل ٹیڑھے ہو چکے ہیں۔ بارگاہِ ایزدی میں توبہ کرو اور اگر نبی اکرمؐ کے خلاف تمہاری کارروائیاں جاری رہیں (تو یاد رکھو) اللہ جبریل، صالح المومنین اور ملائکہ نبی کے مددگار ہیں"۔

اس سلسلہ میں بخاری شریف کی احادیث نمبر ۲۰۲۰، ۲۰۲۲ اور ۲۰۲۳ کا مطالعہ انتہائی مفید ہوگا۔ میں تطویل سے بچنے کی خاطر انہیں چھوڑ رہا ہوں۔

نتیجہ:۔۔۔ کتنا حسین اتفاق ہے کہ ہمیں ازخود یہ تعین نہیں کرنا پڑا کہ مذکورہ احادیث میں شہد پلانے والی کون ہے؟ زینب بنت جحش، یا حفصہ بلکہ خود امام بخاری ہی نے جلد دوم کی مذکورہ احادیث میں عمر صاحب کی زبانی خود ہی تعیین کردی کہ:

- ......ٹیڑھے دل والیاں عائشہ اور حفصہ ہیں۔
- ......اللہ نے براہِ راست عائشہ اور حفصہ کو کج قلب کہا ہے۔
- ......اللہ نے براہِ راست انہیں توبہ کی دعوت دی ہے۔
- ......اللہ نے براہِ راست صرف ان دو ہی کو آئندہ تخریبی کارروائیاں نہ کرنے کی ہدایت کی ہے۔

لہٰذا اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ قرآن کریم کی نص، عمر صاحب کی وضاحت اور امام بخاری کی روایت نے ان دو روایات جن میں حفصہ کے شربت پلانے کا تذکرہ ہے، کو سفید جھوٹ کہہ دیا اور انہی روایات کی تصدیق کردی جن میں شہد پلانے والی زینب بنت جحش ہے۔

بنابریں جن روایات میں حفصہ کی طرف شہید کو منسوب کیا گیا ہے وہ صرف واقعہ کو خلط ملط کرنے اور حفصہ کا دامن بچانے کے لیے کیا گیا ہے۔ گویا زینب بنت جحش نے شربت پلایا۔ عائشہ اور حفصہ نے پلان بنایا اور سودہ صفیہ نے اس پلان میں شرکت کی۔

چند سوالات

* نصِ قرآن، وضاحت عمر اور روایت بخاری کے مطابق عائشہ اور حفصہ دونوں کے دل ٹیڑھے ہیں اور انہیں توبہ کا حکم دیا گیا ہے اور بصورت عدم توبہ طلاق کی کھلی دھمکی دی گئی ہے۔ خود ساختہ طہارت کا بھانڈا تو قرآن نے پھوڑ دیا ہے، عمر نے تصدیق کردی ہے۔

* اب ان دونوں نے توبہ کی یا نہیں؟ اگر کی تو کب؟ کیسے؟ اور کہاں؟ اگر نہیں کی تو گویا طلاق پر عمل کر دیا گیا۔ اگر توبہ کی ہے تو کیا اللہ نے قرآن میں اس کا ذکر کیا ہے؟ اگر توبہ کا ذکر ہے تو کہاں؟ اگر توبہ کا ذکر نہیں تو گویا توبہ ہی نہیں۔

ہاں یہ یاد رکھیے کہ اگر قرآن کسی کو نامزد گناہگار کرتا ہے اور اسے توبہ کا حکم دیتا ہے تو متعلقہ فرد کے توبہ کرنے کے بعد اس کا اعلان بھی قرآن ہی کو کرنا ہوگا۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ اس واقعہ میں تمام ازواج ملوث نہیں بلکہ صرف اور صرف دونوں خلیفوں کی صاحبزادیاں ہیں لہٰذا توبہ کی قبولیت کا قرآنی اعلان بھی صرف انہی دو کے لیے چاہیے۔ بصورت دیگر بہت کچھ کہا جاسکتا ہے۔

* اگر عائشہ نے قرآنی سرزنش کے بعد توبہ کر لی تھی تو پھر بعد میں مزے لے لے کر اس واقعہ کا ذکر کیوں کیا؟
* کیا اس واقعہ کا تذکرہ اس بات کی دلیل نہیں کہ عائشہ اپنے فعل پر فخر کرتی ہے۔
* ذات احدیت کی اس واضح سرزنش کے باوجود عائشہ کے توبہ نہ کرنے اور بار بار تذکرہ کرنے سے حکمِ قرآن کا مذاق اڑانا نہیں ہوگا؟
* کیا مغافیر کا جھوٹا پلان عائشہ کی صداقت کا خودساختہ محل مسمار نہیں کر دے گا۔
* عسٰی ربہ ان طلقکن ان یبدله ازواجا خیرًا منکن مسلمات مومنات قانتات تائبات عابدات، سائحات ثیبات وابکارًا

"عنقریب اگر تمہیں یہ طلاق دے دے تو رب نبی تمہاری عوض ایسی بیویاں دے دے جو اسلام، ایمان، انکساری، توبہ، عبادت اور میانہ روی میں تم سے بہتر ہوں اور وہ بیوہ بھی ہوسکتی ہیں اور کنواری بھی ہوسکتی ہیں"۔

یہ حکم قرآن اسی سابقہ آیات جس میں عائشہ اور حفصہ کو حکمِ توبہ دیا گیا ہے کے بعد کی آیت ہے۔ ذات احدیت نے اس آیت میں جعلی تقدس وطہارت کا بھانڈا بیا نگ

وہاں توڑ دیا ہے اور صراحت سے بتا دیا ہے کہ "اس وقت اُمت رسولؐ میں ایسی بیوہ اور کنواری عورتوں کی کمی نہیں، جن کی عبادت تمہاری عبادت سے، جن کا اسلام تمہارے اسلام سے، جن کا ایمان تمہارے ایمان سے، جن کی انکساری تمہاری انکساری سے، جن کی توبہ تمہاری توبہ سے اور جن کی میانہ روی تمہاری میانہ روی سے بدرجہا افضل ہے"۔

میرے دوستو! اب فیصلہ آپ خود فرمائیں کہ قرآن کے اس حتمی فیصلہ کے بعد کے تمہاری نسبت ایمان، اسلام، عبادت، توبہ اور انکساری میں کئی نسائے اُمت بہتر موجود ہیں۔ اب عائشہ یا حفصہ کو 'نسائے اُمت' سے افضل ماننا قرآن کی مخالفت نہیں اور کیا قرآن کی کھلی مخالفت کفر نہیں؟

* کیا سابقہ حکمِ توبہ اور مندرجہ بالا آیت انتباہ کے بعد اگر ازروئے قرآن عائشہ اور حفصہ کی توبہ ثابت نہ ہو تو پھر مذکورہ آیت انتباہ رہے گا یا اس کی عملی شکل بھی ہوگی؟
* اگر یہ انتباہ برائے انتباہ ہے تو کیا یہ جہنم کی دھمکیاں بھی کھوکھلی نہیں ہوں گی؟
* اگر یہ انتباہ نہیں تو ماننا ہوگا کہ اس کی عملی شکل بھی سامنے آئی ہے۔ اگر آئی ہے تو وہ کون سی؟
* باتیں دو ہیں جو قدرت نے بتا دی ہیں کہ یا عائشہ اور حفصہ توبہ کریں۔ اگر توبہ نہ کریں تو تم طلاق دے دو۔ اگر توبہ قرآن سے ثابت نہ ہو تو کیا طلاق ماننا نہیں پڑے گی؟
* توبہ تو یقیناً ثابت نہیں ہے، اگر توبہ ہوتی تو عائشہ اس واقعہ کا تذکرہ نہ کرتی اور اسے چھپانے کی کوشش کرتی۔ اب دوسری بات آپ خود سوچ لیں کہ کیا ہوا؟
* کہیں حضرت علیؑ سے مخالفت اسی جرمِ گواہی کی تو نہیں؟

تحفے، سودہ کا ہبہ اور ازواج میں گروہ بندی

تحفے

(۱۹) جلد اول، کتاب الہبہ، ص ۸۸۷، حدیث ۲۳۹۸

هشام عن ابيه عن عائشة قالت كان النّاس يتحرون بهداياهم يومي ، وقالت اُم سلمة ان صواحبي اجتمعن فذكرت له فاعرض عنها

''ہشام اپنے باپ عروہ کے ذریعے اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ لوگ نبی اکرمؐ کو تحفے دینے میں میری باری کا انتظار کرتے تھے۔ اُم سلمہؓ کہتی ہیں کہ میری ساتھی (ازواج) اکٹھی ہوئیں۔ میں نے سرورِ کونینؐ سے تذکرہ فرمایا تو آپؐ نے منہ پھیر لیا''۔

(۲۰) جلد اول، کتاب الہبہ، ص ۸۸۶، حدیث ۲۳۹۲

هشام عن ابيه عن عائشة ان الناس كانوا يتحرون بهداياهم يوم عائشة يبتغون بها او يبتغون بذٰلك مرضاة رسول الله

''ہشام اپنے باپ کے ذریعہ عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ لوگ سرورِ کونینؐ کو تحفے دینے کے لیے عائشہ کی باری کا انتظار کرتے

تھے جس سے ان کا مقصد عائشہ یا سرورِ کونین کی خوشنودی حاصل
کرنا ہوتا تھا''۔

(۲۱) جلداول، کتاب الھبہ، ص۸۸۶، حدیث ۲۳۹۹

هشام عن ابيه عن عائشة ان نساء النبي صلى الله عليه وآله وسلم كن حزبين فحزب فيه عائشة وحفصة وصفية وسودة ، والحزب الآخر أم سلمة وسائر نساء رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم وكان المسلمون قد علموا احبّ رسول الله عائشة فاذا كان عند احدهم هدية يريد ان يهديها الى رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم اخرها حتى اذ كان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم في بيت عائشة بعث صاحب الهديتم الى رسول الله في بيت عائشة فكلم حزب أم سلمة فقلن لها كلمي رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم يكلّم النّاس فيقول من اراد ان يهدى الى رسول الله صلى الله وآله وسلم هدية فليهده حيث كان من بيوت نسائه فكلمته أم سلمة بما قلن فلم يقل لها شيئًا فسألنها فقالت ما قال لي شيئًا فقلن لها فكلميه حتى يكلمك فدار اليها فكلمته حين دار اليها ايضا فلم يقل لها شيئًا فسالنها فقالت ما قال لي شيئًا فقلن لها كلميه حتى يكلمك فدار اليها فكلمته فقال لها لا تؤذيني في عائشة فان الوحي لم يأتني وانا في ثوب امرأة الا عائشة

، قالت فقالت اتوب الی اللّٰہ من ایذاك یارسول اللّٰہ ثم انھن دعون فاطمة بنت رسول اللّٰہ فارسلن الی رسول اللّٰہ ، تقول ان نساء ك ینشدنك اللّٰہ العدل فی بنت ابی بکر ، فکلمته فقال یابنیة الا تحبین ما احب قالت بلٰی فرجعت الیھن فاخبرتھن فقلن ارجعی الیه فابت ان ترجع فارسلن زینب بنت جحش فاتته فاغلظت وقالت ان نسائك ینشدنك اللّٰہ العدل فی بنت ابن ابی قحافه فرفعت صوتھا حتّٰی تناولت عائشة وھی قاعدة فسبتھا حتّٰی ان رسول اللّٰہ لینظر الی عائشة ھل تکلم قال فتکلمت سلمة بما قلن لھا فلم یقل شیئًا فسالنھا فقالت فنظر النبیؐ الی عائشة فقال انھا بنت ابی بکر

''ہشام اپنے باپ کے ذریعہ عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ ازواجِ نبیؐ کے دو گروہ تھے۔ ایک گروپ میں عائشہ، حفصہ، صفیہ اور سودہ تھیں جبکہ دوسرے گروپ میں اُم سلمہ اور دیگر ازواج تھیں۔ تمام مسلمانوں کو سرورِ کونینؐ کے عائشہ سے پیار کا علم تھا اس لیے جو بھی سرورِ کونین کو کوئی تحفہ پیش کرنا چاہتا تو عائشہ کی باری کا انتظار کرتا تھا۔ چنانچہ جس دن آپؐ خانہ عائشہ میں ہوتے اس دن وہ تحفہ پیش کرتے۔

اُم سلمہؓ کے گروپ نے اُم سلمہؓ سے کہا: آپ سرورِ کونینؐ کی خدمت میں عرض کریں کہ وہ تمام مسلمانوں سے فرما دیں کہ جس کے پاس کوئی تحفہ دینے کو ہو وہ جس بی بی کے گھر بھی آپ ہوں

پیش کر دے۔ اُم سلمہؓ نے آپؐ سے گزارش کی تو آپؐ نے اُم سلمہؓ کو کوئی جواب نہ دیا۔ ازواج نے اُم سلمہؓ سے پوچھا تو اُم سلمہؓ نے کہا کہ میں نے عرض تو کیا ہے لیکن مجھے آپؐ نے کوئی جواب نہیں دیا۔

ازواج نے کہا: آپ پھر کہیں۔ جب پھر اُم سلمہؓ کی باری آئی تو اُم سلمہؓ نے پھر کہا: آپؐ پھر خاموش ہو گئے اور کوئی جواب نہ دیا۔ ازواج نے پوچھا: تو اُم سلمہؓ نے کہا کہ میں نے کہا تو ہے لیکن آپ نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔ ازواج نے کہا: آپ اس وقت تک بات کرتی رہیں جب تک آنحضورؐ کوئی جواب نہ دیں۔

اُم سلمہؓ نے اپنی باری پر پھر کہا تو آنحضورؐ نے فرمایا: مجھے عائشہ کے بارے میں اذیت مت دو۔ عائشہ کے سوا کسی زوجہ کے کپڑے میں مجھ پر وحی نہیں آتی۔

اُم سلمہؓ نے کہا: یارسولؐ اللہ! میں آپ کو اذیت پہنچانے سے اللہ کے حضور توبہ کرتی ہوں۔ ازاں بعد ازواج نے فاطمہ بنت رسول کو بلایا اور کہا کہ آپ آنحضورؐ سے یوں کہیں: ''آپؐ کی بیویاں آپؐ سے اللہ کے نام پر ابوبکر کی بیٹی کے مقابلہ میں انصاف چاہتی ہیں''۔

بنتِ رسولؐ نے جا کر کہا تو آپؐ نے فرمایا: بیٹی! کیا تجھے اس سے محبت نہیں جس سے مجھے ہے؟

بنتِ رسولؐ نے عرض کی: کیوں نہیں؟ بنتِ رسول پلٹ آئی۔ ازواج نے پھر جانے کو کہا تو بنتِ رسولؐ نے دوبارہ جانے سے

انکار کردیا۔ پھر ازواج نے زینب بنت جحش کو بھیجا۔ بنت جحش نے آکر خوب سخت وسُست کہا اور کہا: آپ کی بیویاں اللہ کے نام پر آپؐ سے ابوقحافہ کی بیٹی کے مقابلہ میں انصاف مانگتی ہیں۔ زینب بنت جحش کی آواز بلند ہوگئی اور اس نے عائشہ کو خوب سنائیں اور گالیاں بھی دیں۔ عائشہ بیٹھی ہوئی تھی اور سرورِ کونینؐ عائشہ کی طرف دیکھ رہے تھے کہ کیا وہ بھی بولتی ہے یا نہیں۔ چنانچہ عائشہ نے ازواج کے اعتراضات کا جواب دیا۔ سرورِ کونینؐ نے عائشہ سے کچھ بھی نہ کہا۔ آپ نے عائشہ کی طرف دیکھا اور فرمایا: آخر ابوبکر کی بیٹی ہے۔

(۲۲) جلد اول، کتاب الھبہ، ص ۸۹۲، حدیث ۲۴۱۰

عروة عن عائشة قالت كان رسول الله اذا اراد سفرًا اقرع بين نساءه فايتهن خرج سهمها خرج بها معه وكان يقسم لكل امرأة منها يومها وليلتها غير اِنَّ سودة بنت زمعة وهبت يومها وليلتها لعائشة تبتغى بذٰلك رضا رسول الله

"عروہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ جب کبھی سفر میں تشریف لے جاتے تو ازواج میں قرعہ اندازی کرتے جس کا نام نکلتا اسے ساتھ لے جاتے اور آپ ہر بی بی کو ایک دن اور رات دیتے تھے۔ البتہ سودہ بنت زمعہ نے اپنا شب و روز اُم المومنین عائشہ کو ہبہ کر رکھا تھا جس میں اس کا مقصد سرورِ کونینؐ کی خوشنودی حاصل کرنا تھا"۔

۴۳ جلد اول، کتاب الشہادات، ص ۹۲۹، حدیث ۲۴۹۷

عروة عن عائشة قالت كان رسول الله اذا اراد سفرًا اقرع بين نسائه فايتهن خرج سهمها خرج بها معه وكان يقسم لكل منهن يومها وليلتها غير ان سودة بنت زمعة وهبت يومها وليلتها لعائشة

''عروہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ جب کبھی سفر کا ارادہ کرتے تو ازواج میں قرعہ اندازی کرتے جس کا نام نکلتا اسے ساتھ لے جاتے۔ ویسے ہر بی بی کو ایک دن رات دیتے تھے۔ البتہ سودۃ بنت زمعہ نے اپنی باری اُم المومنین عائشہ کو ہبہ کر رکھی تھی''۔

محترم قارئین! یہ ہیں پانچ احادیث:

جلداول: نمبر ۲۳۹۸، جلد اول: نمبر ۲۳۹۲، جلداول: نمبر ۲۳۹۹، جلداول: نمبر ۲۴۱۰ اور جلد اول: نمبر ۲۴۹۷۔ تمام احادیث کا راوی اُم المومنین عائشہ کا بھانجا، اسماء بنت ابوبکر اور زبیر کا فرزند ہے۔

جلداول: نمبر ۲۳۹۸ اور جلداول: نمبر ۲۳۹۲ میں صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ لوگوں کو سرورِ کونینؐ کی اس محبت کا علم تھا جو اُم المومنین عائشہ سے آپ کو تھی۔ اسی بناء پر تمام لوگ اپنے تحائف دینے میں صرف اُم المومنین عائشہ کی باری کا انتظار کرتے تھے اور جس دن سرورِ کونینؐ بی بی کے گھر ہوتے، اسی دن اپنے تحفے پیش کرتے تھے۔

جلداول: نمبر ۲۳۹۹ میں انہی مذکورہ دو احادیث کے اجمال کی تفصیل ہے جس میں بی بی عائشہ نے خانۂ نبیؐ میں گروہ بندی، ہر گروپ کی لیڈر بی بی، اور اس کی ہمنوا ازواج کا نام بتانے کے بعد بتایا ہے کہ میرے ہاں تحفے آتے تھے جس کی بدولت

اُم سلمہؓ کا گروپ نالاں تھا۔ انہوں نے احتجاج کیا۔ تین مرتبہ اُم سلمہؓ نے اپنے گروپ کے مطالبہ پر سرورِ کونینؐ سے احتجاج کیا۔ دو مرتبہ تو آنحضورؐ نے خاموشی کو جواب بنایا۔ تیسری مرتبہ آپؐ نے اُم سلمہ سے فرمایا کہ خبردار! عائشہ کے معاملہ میں مجھے اذیت مت دو۔ جب جبریلؑ ابھی اسی وقت آتا ہے جب میں عائشہ کے ساتھ ایک کپڑے میں ہوتا ہوں تو پھر تحفہ دینے والے لوگوں کا کیا قصور ہے؟

اُم سلمہؓ اپنی اس اذیت دینے کی توبہ کرتی ہے۔ ملاحظہ فرمالیا آپ نے۔

اُم سلمہؓ نے صرف سرورِ کونینؐ کے ارشادِ گرامی کے فوراً بعد اپنی توبہ کا اعلان کردیا جس کی حکایت بی بی عائشہ نے کردی۔ اب اُم سلمہؓ کی توبہ کو نہ ماننا بی بی عائشہ کو جھٹلانا ہوگا۔ چونکہ بی بی عائشہ کو جھٹلایا نہیں جاسکتا۔ لہٰذا اُم سلمہؓ کی توبہ مسلّم ہے۔ لیکن خود بی بی عائشہ نے بروایت حضرت عمر ذات احدیت کے واضح اور غیر مبہم حکم کے مطابق (سابقاً نبی سے بُو کے زیرِ عنوان گزر چکی ہے) اپنی توبہ کا اعلان نہیں کیا۔ اگر کبھی کیا ہوتا تو نہ اپنے جرم کا بار بار اعلان کرتیں اور نہ ہی اپنی توبہ پر پردہ ڈالتیں۔ جب ازواج کو اس بات کا علم ہوگیا کہ عائشہ کے معاملہ میں سرورِ کونینؐ سے گفتگو آپ کے لیے باعثِ اذیت ہے اس کے باوجود اُم سلمہؓ کا گروپ خاموش نہیں بیٹھا اور بقول بی بی عائشہ کے اُم سلمہ کے گروپ نے بنتِ رسولؐ کو بیچ میں ڈالا اور بات عدالت رسولؐ پر جا پہنچی۔ بنت رسولؐ نے جب آپؐ کی خدمت میں گزارش کی تو آپؐ نے اپنی بیٹی کو یہ فرما کر خاموش کردیا کہ بیٹی! جسے میں چاہتا ہوں کیا تو اسے نہیں چاہتی؟

بنتِ رسولؐ حرف بلٰی کہہ کر واپس ہوگئی اور پھر ازواج کے اصرار کے باوجود اس سلسلہ میں آپؐ سے بات نہ کی۔

اُم سلمہؓ کے جواب اور بنتِ رسولؐ کے انکار کے باوجود ازواج نے ہمت نہیں ہاری اور پھر اُم المومنین زینب بنت جحش جو کہ اُم سلمہ کے گروپ سے تھیں، کو اپنا ترجمان

بنا کر بھیجا۔ چنانچہ اُم المومنین زینب نے خانہ بی بی عائشہ میں آ کر پہلے تو سرورِ کونین کی عدالت پر ماتم کیا۔ پھر اُم المومنین عائشہ کو وہ صلواتیں سنائیں کہ رہے نام اللہ کا! بی بی عائشہ بیٹھی سن رہی ہیں، سرورِ کونینؐ خود تو مہر بلب ہیں۔ زینب کو کوئی جواب نہیں دیتے۔ نہ تو اُم سلمہؓ جیسا جواب دیا کہ مجھے عائشہ کے معاملہ میں اذیت نہ دے اور نہ ہی اپنی بیٹی جیسا جواب دیا کہ جسے میں چاہتا ہوں تو بھی اس سے محبت کر، بلکہ اپنی عدالت کا جنازہ نکلتے ہوئے انتہائی بیچارگی کے ساتھ کنکھیوں سے بی بی عائشہ کی طرف دیکھتے ہیں۔ بی بی عائشہ نے بھی سمجھا کہ ہمارا شوہر تو کچھ نہیں بولتا۔ البتہ مظلومانہ خاموشی کے ساتھ مجھے دیکھے جا رہا ہے۔ گویا مجھے دعوت ہے کہ تجھے جواب دینے کی کھلی چھٹی ہے۔ چنانچہ اب جو میں نے زینب کو ترکی بہ ترکی جواب دینے شروع کیے اور اس سے بڑھ بڑھ کر حملے کیے تو زینب کو خاموشی اختیار کرنا پڑی۔

قربان جاؤں اس بے چارے شوہر پر جس کی دونوں بیویاں اس کی موجودگی میں ایک دوسرے کو کوسنے دے رہی ہیں لیکن وہ کسی کو کچھ نہیں کہتا بلکہ انتہائی اطمینان سے پوری کارروائی سن رہا ہے۔

جب زینب خاموش ہوگئی اور بی بی عائشہ نے اپنے "جوہر" دکھا کر اس کے ہونٹ سی دیئے تو سرورِ کونینؐ کی جان میں جان آئی، سانس سیدھی ہوئی اور بی بی عائشہ کو بہ نگاہِ تحسین دیکھ کر تھپکی دی اور فرمایا: آخر کیوں نہ ہو ابوبکر کی بیٹی ہے، کتنے خوش نصیب ہوں گے وہ اصحابِ باوفا جنہوں نے خانۂ نبوت سے گلشنِ نبوت کی اس بہار کی مہک مسجد میں بیٹھ کر سنی ہوگی۔ جب سرورِ کونینؐ نے بی بی عائشہ کو دادِ تحسین دے دی تو پھر وہ جو تحفے بھیجنے میں بی بی کی باری کا انتظار کرتے تھے کیسے نہ مسکرا اُٹھے ہوں گے اور ان کی زبان داد دیئے بغیر کیسے خاموش رہی ہوگی۔

اب کتاب الہبہ، نمبر ۲۴۱۰ اور کتاب الشہادت نمبر ۲۴۹۷ میں غور فرمایئے۔

اُم المومنین عائشہ کے بقول اُم المومنین سودہ خوشنودیٔ سرورِ کونینؐ حاصل کرنے کی خاطر اپنی باری مجھے ہبہ کردیا کرتی تھی اس لیے میری دو راتیں اور دو دن بن جاتے تھے جبکہ دیگر ازواج کی ایک رات اور ایک دن ہوتا تھا اور اُم المومنین سودہ بغیر سرورِ کونینؐ کے گزارتی تھیں۔

ان دو احادیث میں بی بی عائشہ نے بی بی سودہ کے ایثار کا تذکرہ فرمایا ہے اور ایثار کا سبب حصولِ رضائے رسولؐ بتایا ہے۔ اس ایثار کو سامنے رکھ کر ذرا سابقہ عنوان "نبی سے بُو" میں جلد سوم، حدیث ۲۴۹ اور حدیث ۱۸۶۰ کو ایک بار پھر ملاحظہ فرمائیں جن میں بی بی عائشہ کے پلان بنانے اور سودہ اور صفیہ کو پلان پر عمل کرنے کی ہدایت دیتی ہیں۔ وہاں آپ کو اُم المومنین سودہ کی مجبوری کا اندازہ ہوگا۔ فرماتی ہیں:

فو اللّٰہ ما ھو الا ان قام علی الباب فاردت ان ابادیہ بما امرتنی فرقا منك (سوم، نمبر ۲۴۹)

"(سودہ کہا کرتی تھیں) بخدا ابھی وہ دروازہ ہی پر کھڑے تھے کہ میں نے تیرے ڈر سے تیرے حکم کی تعمیل کرنا چاہی"۔

والذی لا الٰہ الا ھو لقد کدت ان ابادرہ بالذی قلت لی وانہ لعلی الباب فرقًا منك (۱۸۶۰)

"(سودہ کہا کرتی تھیں) اس اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، تیرے ڈر سے قریب تھا کہ میں تیرے کہنے پر عمل اس وقت کر دیتی جبکہ آپؐ ابھی دروازہ پر تھے"۔

محترم دوستو! ان دونوں احادیث کے مذکورہ الفاظ اُم المومنین سودہ کے ہیں جو بی بی عائشہ نے روایت کیے ہیں اور ہبہ کی دونوں احادیث بھی بی بی عائشہ کی نقل کردہ ہیں۔ مغافیر کی احادیث میں بی بی عائشہ بتاتی ہیں کہ اُم المومنین سودہ کو میرا اتنا ڈر رہتا تھا۔

ان احادیث میں بی بی بتاتی ہیں کہ رضائے رسولؐ حاصل کرنے کی سودہ نے اپنے شب و روز مجھے ہبہ کر رکھے تھے۔

اب فیصلہ فرمائیے کہ ان میں سے کیا سچ ہے اور کیا جھوٹ؟ چونکہ "نبی سے بُو" کی احادیث کی تصدیق قرآن کریم، امام بخاری اور عمر صاحب نے کردی ہے، اس لیے لامحالہ ماننا پڑتا ہے کہ ان ہبہ کی روایات میں ہبہ کی داستان خودساختہ ہے اور جناب اُمّ المومنین سودہ نے جس طرح بی بی عائشہ کے حوالہ کردینے میں بھی بی بی عائشہ کا رعب و دبدبہ اور اُمّ المومنین سودہ کی مرعوبیت اور بزدلی شامل ہیں ـــــ یا رضائے رسولؐ کے حصول کا نظریہ غلط ہے بلکہ اُمّ المومنین سودہ نے جس طرح مغافیر پلان میں بی بی عائشہ سے ڈر کر ساتھ دیا تھا۔ ہوسکتا ہے شب و روز کے ہبہ میں بھی بی بی عائشہ کی خوشامد کرنا چاہتی ہوں۔

اب چند سوالات

میری طرح آپ بھی ان احادیث کو پڑھ کر یہی فیصلہ کرنے پر مجبور ہوں گے کہ ان پانچ احادیث میں بی بی عائشہ کا مرکزی نقطہ، سرورِ کونینؐ کا اپنے ساتھ پریم ہے۔

* لوگ اگر ہدیے دیتے تو سرورِ کونینؐ کے پریم کو مدِنظر رکھ کر۔
* ازواج اگر جذبۂ رقابت میں تڑپ تڑپ جاتی ہیں تو بھی سرورِ کونینؐ کا بی بی سے پیار دیکھ کر۔
* اور اُمّ المومنین سودہ اگر اپنے شب و روز بی بی کو ہبہ کرتی ہے تو بھی سرورِ کونینؐ کی محبت کے پیشِ نظر۔

گویا سابقاً "گیارہ عورتیں" کے زیرِعنوان بیان کردہ داستانِ محبت اور ان احادیث خمسہ میں بیان کردہ محبت کا مرکزی نقطہ ـــــ بی بی عائشہ کا یہ تاثر دینا ہے کہ آنحضورؐ کو جتنی محبت مجھ سے تھی اور کسی سے نہ تھی اور میری محبت کے مقابلہ میں آپؐ اپنی

دختر اور دیگر ازواج سب کو ہیچ سمجھتے تھے۔

ان احادیث کا مرکزی کردار معین کر لینے کے بعد اب بتائیے کہ:

* سابقاً احادیث مغافیر میں یہ محبت کس دلدل میں پھنس گئی تھی؟
* یہ تحفے دینے والے صاحبان کون تھے، مسلمان یا کافر؟
* اگر تحفے دینے والے کافر تھے تو ان کے تحفے کس قسم کے ہوتے تھے؟
* اگر تحفے دینے والے مسلمان تھے تو انہیں کیسے پتہ چلا کہ سرورِ کونین کو بی بی عائشہ سے زیادہ محبت ہے؟
* تحفے دینے والوں کو کیسے پتہ چلتا تھا کہ آج بی بی کی باری ہے؟
* کیا سرورِ کونینؐ صحابہ کو اپنی باریوں کی فہرست مہیا کرتے تھے؟
* اگر سرورِ کونینؐ صحابہ کو نہیں بتاتے تھے اور یقیناً نہیں بتاتے ہوں گے تو پھر ازواج کی باریوں کی فہرست کون دیتا تھا، کیا ازواج خود یہ کوشش کرتی تھیں؟
* اگر ازواج کی اپنی کوشش نہیں تھی تو باریاں بتانے والی ایجنسی کا نام کیا ہے؟
* صحابہ کو باریاں بتانے میں کیا فائدہ تھا؟
* جب اصحاب تحفے دیتے ہی بی بی کی باری میں تھے تو مغافیر پلان بنانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟
* کیا بی بی کو تحفہ میں کبھی شہد نہیں ملا تھا؟
* اگر شہد ملتا تھا تو کہاں جاتا تھا؟
* جبکہ بی بی سے رسول اکرمؐ کی محبت بھی اور بی بی کی اپنی روایت کے مطابق سرورِ کونینؐ شہد کو پسند بھی فرماتے تھے تو کیا وجہ تھی کہ بی بی نے آپ کو کبھی شہد نہیں پلایا؟
* خانہ رسولؐ میں گروہ بندی کا مکروہ دھندہ کب سے شروع ہوا؟ کس نے شروع کیا

اور کیوں؟

* صحابہ تحفوں میں کیا پیش کرتے تھے؟
* پوری بخاری سے کوئی ایک حدیث جس میں کسی تحفہ کا نام لیا گیا ہو؟
* اپنی باری ہبہ کرنے والی اُم المومنین سودہ کو آنحضورؐ سے کیا رنجش تھی؟
* کیا سودہ کو آنحضورؐ کا قرب ناپسند تھا؟
* اگر ناپسند تھا تو کیوں؟ اور اگر پسند تھا تو ہمیشہ کے لیے اپنی باری ہبہ کر دینے کا کیا مقصد؟
* کہیں یہ سب کچھ عظمتِ رسولؐ کو پامال کرنے کی منظم سازش تو نہیں؟
* کہیں یہ عیسائی یا یہودی شکست خوردہ ذہنیت کا پرتو تو نہیں؟
* جو زوجہ جذبۂ رقابت سے مغلوب ہو کر مقامِ رسالت، عظمتِ نبوت اور احکامِ الٰہیہ تک کا پاس نہیں کرتی اور مغافیر پلان مرتب کر سکتی ہے اس زوجہ سے کیا کچھ ممکن نہیں؟

زندہ باد عداوت اہلِ بیتؑ اور محبتِ اصحاب و ازواج

عظمتِ نبویہؐ رہے یا نہ رہے!!

عدالتِ نبیؐ پامال ہو جائے

عزت رسولؐ خاک میں مل جائے پرواہ نہیں ـــــــ

لیکن اُم المومنین عائشہ کی داستان پریم مجروح نہ ہو۔

یہ ہے حقیقی اسلام اور یہ ہے ـــــــ خدمتِ مذہب!

یومِ بعاث بزمِ موسیقی اور مسجد میں تماشا

یومِ بعاث

(۲۴) جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ۴۲۳، حدیث ۹۶۳

هشام عن ابيه عن عائشة قالت كان يوم بعاث يومًا قدمه الله لرسوله وقد افترق ملؤهم وقتلت سراتهم وجرحوا فقدمه الله لرسوله في دخولهم الاسلام

"ہشام اپنے باپ عروہ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ ذات احدیت نے یومِ بعاث کو سرورِ کونینؐ کی تمہید قرار دیا۔ ان کی جمعیت ٹوٹ گئی، اُن کے سردار مارے گئے یا زخمی ہو گئے۔ گویا ان کے اسلام میں داخل ہونے کی تمہید بن گئی"۔

(۲۵) جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ۴۴۶، حدیث ۱۰۲۷

هشام عن ابيه عن عائشة قالت كان يوم بعاث يوم قدمه الله لرسوله قدم رسول الله وقد افترق ملؤهم وقتلت سراتهم وجرجوا قدمه الله لرسوله في دخولهم الاسلام

"ہشام اپنے والد کے ذریعہ سے روایت کرتا ہے کہ یومِ بعاث وہ دن تھا جسے اللہ نے سرورِ کونینؐ کی تمہید قرار دیا۔ ان کے سردار مارے گئے یا زخمی ہو گئے اور ان کی جمعیت ٹوٹ گئی"۔

(۴۶) جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ۴۸۸، حدیث ۱۱۰۹

هشام عن ابيه عن عائشة قالت كان يوم بعاث يومًا قدمه الله لرسوله فقدم رسول الله المدينة وقد افترق ملؤهم وقتلت سراتهم في دخولهم الاسلام

''ہشام اپنے والد کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ اللہ نے یومِ بعاث کو سرورِ کونینؐ کے لیے تمہید قرار دیا۔ سرورِ کونینؐ اس وقت داخل مدینہ ہوئے۔ جب ان کی جمعیت ٹوٹ چکی تھی اور ان کے سردار مارے جا چکے تھے''۔

محترم قارئین! یہ تین احادیث ہیں جن میں یومِ بعاث کا ذکر ہے:

* خدا معلوم امام بخاری نے ان تین فرامین کو احادیث کی فہرست میں کیوں لکھا ہے کیونکہ حدیث کی تعریف جو بیان کی جاتی ہے وہ یہ ہے کہ:
* سرورِ کونینؐ کا ارشاد گرامی ہو یا سرورِ کونینؐ کا عمل ہو ـــــ اور یا سرورِ کونینؐ کسی کو کوئی کام کرتا ہوا دیکھیں اور منع نہ فرمائیں اس کام کی حکایت ہو۔ میری طرح آپ بھی دیکھ رہے ہیں کہ یومِ بعاث۔
* نہ تو سرورِ کونینؐ کا ارشاد ہے ـــ نہ سرورِ کونینؐ کا عمل ہے ـــــ اور نہ ہی سرورِ کونینؐ نے کسی کو یومِ بعاث کا عمل کرتے دیکھ کر سکوت اختیار کیا ہے۔ البتہ اُم المومنین نے یومِ بعاث کے سلسلہ میں کہے گئے اشعار کا گانا سنا ہے جو اگلے عنوان بزمِ موسیقی میں ملاحظہ فرمائیں گے۔

علاوہ ازیں کوئی دوسری خصوصیت ان میں نہیں ملتی۔ بہرصورت کچھ بھی ہو یہ ہیں تینوں احادیث۔

یومِ بعاث کیا ہے؟

تاریخِ اسلام میں اس کا کوئی ذکر نہیں، البتہ مولانا شبلی نعمانی نے یومِ بعاث کا تذکرہ سیرت النبیؐ، جلد۱، ص۳۰۱ میں ان الفاظ سے کیا ہے:

"انصار کے جو دو قبیلے تھے یعنی اوس اور خزرج ان میں باہم جو اخیر معرکہ ہوا تھا (جنگِ بعاث) اس نے انصار کا زور بالکل توڑ دیا تھا۔ یہود اس مقصد کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھتے تھے کہ انصار باہم کبھی متحد نہ ہونے پائیں۔ ان اسباب کی بناء پر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو پہلا کام یہ کیا تھا کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے تعلقات واضح اور منضبط ہو جائیں۔ آپ نے انصار اور یہود کو بلا کر حسبِ ذیل شرائط پر ایک معاہدہ لکھوایا جس کو دونوں فریقوں نے منظور کیا"۔

یہ ہے جنگِ بعاث یا یومِ بعاث جس کا تذکرہ مولانا شبلی نے کیا۔ میری سمجھ میں تو نہیں آیا کہ:

* جنگِ بعاث کے وقت اوس اور خزرج مسلمان تھے یا کافر؟
* یہ لڑائی اسلام کی خاطر لڑی گئی یا قبائلی عصبیت کی بناء پر۔
* البتہ مولانا شبلی کے مطابق اس جنگ نے انصار کو کمزور کر دیا تھا؟
* اگر یہ جنگ اسلام کے لیے لڑی گئی تھی تو اسلامی جنگوں میں اس کا نام کیوں نہیں؟
* اگر اس جنگ کا محرک قبائلی عصبیت تھی تو بی بی عائشہ کو کیوں دلچسپی تھی؟
* اگر انصار کو اس جنگ نے کمزور کر دیا تھا؟
* اگر یہودیوں کو فائدہ ہوا تھا تو جنگِ باعث میں کہے گئے اشعار میں کیا خوبی تھی جس کی بناء پر بی بی عائشہ سنتی تھی؟

* اگر انصار کو فائدہ ہوا تھا تو پھر علامہ شبلی انہیں کمزور کس بناء پر کہتے ہیں؟

(۱۷) جلد اول، کتاب صلوٰۃ الخوف، ص۳۹۲، حدیث ۹۰۰

عروة عن عائشة قالت دخل على النبیؐ وعندی جاریتان تغنیان بغناء بعاث فاضطجع على الفراش وحول وجهه ودخل ابوبکر فانتهرنی وقال مزمارة الشیطان عندالنبیؐ فاقبل علیه رسول اللّٰه فقال دعهما فلما غفل غمزتهما فخرجتا - وکان یوم عید یلعب السودان بالدرك والحراب فاما سألت رسول اللّٰه واما قال تشتهین تنظرین فقلت نعم فاقامنی وراءهٗ وخدی على خده وهو یقول دونکم یابنی اوفدة حتّٰی اذا مللت قال لی حسبك قلت نعم قال فاذهبی

''عروہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ (ایک دن) سرورِ کونینؐ میرے ہاں تشریف لائے اور میرے پاس دو لڑکیاں (یوم) بعاث کے گانے گا رہی تھیں۔ آپؐ بستر پر لیٹ گئے اور منہ دوسری طرف پھیر لیا۔ پھر ابوبکر داخل ہوا اور مجھے ڈانٹا (اور کہا) یہ شیطانی باجہ (اور وہ بھی) رسول پاکؐ کے پاس؟ سرورِ کونینؐ اس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: انہیں کچھ نہ کہہ۔ جب (ابوبکر) غافل ہوئے میں نے ان دونوں کو (آنکھ سے) اشارہ کیا۔ وہ چلی گئیں۔

یہ دن عید کا تھا۔ حبشی ڈھالوں اور برچھیوں سے کھیل رہے تھے۔ یا تو میں نے درخواست کی اور یا سرورِ کونینؐ نے پوچھا: کیا دیکھنا

چاہتی ہو؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! آپؐ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کرلیا۔ میرا رخسارہ آپؐ کے رخسارہ پر تھا اور آپؐ فرما رہے تھے: اے بنی ارفدہ کھیلے جاؤ حتیٰ کہ جب میں تھک گئی تو فرمایا: بس کافی ہے؟ میں نے کہا: جی ہاں! تو آپؐ نے فرمایا۔ پھر جاؤ"۔

(۲۸) جلد اول، کتاب صلوٰۃ الخوف، ص ۳۹۳، حدیث ۹۰۲

هشام عن ابيه عن عائشة قالت دخل ابوبكر وعندي جاريتان من جواري الانصار تغنيان بما تقاولت الانصار يوم بعاث قالت وليستا بمغنيتين فقال ابوبكر بمزامير الشيطان في بيت رسول اللّٰه وذٰلك في يوم عيد فقال رسول اللّٰه يا ابابكر لكل قوم عيد وهذا

"ہشام اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ میرے پاس ابوبکر آئے تو پہلے سے انصار کی دو ایسی لڑکیاں جو پیشہ ور گانے بجانے والی نہیں تھیں۔ بیٹھ کر انصار کے جنگِ بعاث میں کہے جانے والے اشعار گا رہی تھیں۔
ابوبکر نے کہا: یہ شیطانی باجے خانۂ رسولؐ میں؟
دن عید کا تھا۔ سرورِ کونینؐ نے فرمایا: اے ابوبکر ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور آج ہماری ہے"۔

(۲۹) جلد اول، کتاب العیدین، ص ۴۰۲، حدیث ۹۳۳

عروة عن عائشة انا ابابكر دخل عليها وعندها جاريتان في ايّام منى تدففان وتضربان والنبيّ متغش ثيوبه فانتهرهما ابوبكر فكشف النبيّ عن وجهه فقال

دعهما يا ابابكر فانها ايام عيد وتلك الايام ايام مِنى وقالت عائشة رأيت النبیؐ يسترنی وانا انظر الى الحبشة وهم يلعبون فی المسجد فزجرهم عمر فقال النبیؐ دعهم امنًا نبی ارفدة

''عروہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ ایامِ منیٰ میں ابوبکر میرے ہاں آئے تو میرے پاس دو لڑکیاں دف (ڈھولک) اور باجا بجا رہی تھیں جبکہ سرورِ کونینؐ منہ پر کپڑا ڈالے ہوئے تھے۔ ابوبکر نے ان دونوں لڑکیوں کو ڈانٹا۔ سرورِ کونینؐ نے منہ سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا: عید کے دن ہیں۔ اے ابوبکر انہیں کچھ نہ کہو۔

اُم المومنین عائشہ کہتی ہے کہ میں دیکھ رہی ہوں کہ سرورِ کونینؐ نے مجھے ڈھانپ رکھا ہے اور میں مسجد میں کھیلنے والے حبشیوں کا تماشا دیکھ رہی ہوں۔ عمر نے ڈانٹ کر حبشیوں کو منع کیا تو سرورِ کونینؐ نے فرمایا: (اے عمر) منع نہ کر (حبشیوں سے مخاطب ہو کر) اے نبی ارفدہ اطمینان سے کھیلو''۔

(۴۰) جلد دوم، کتاب الجہاد والسیر، ص ۹۵، حدیث ۱۲۷

عروه عن عائشة دخل على رسول الله وعندى جاريتان تغنيان بغناء بعاث فاضطجع على الفراش وحول وجهه فدخل ابوبكر فانتهرنی وقال مزمارة الشيطان عند رسول الله فاقبل عليه رسول الله فقال دعهما فلما غفل غمزتهما فخرجتا وكان يوم عيد يلعب السودان بالدرق والحراب فاما سألت رسول الله واما

قال تشتهين ان تنظری فقلت نعم فاقاضی وراء ه خدی علی خده ويقول دونكم نبی ارفدة حتّٰی اذا مللت قال حسبك قلت نعم قال فاذهبنی

''عروہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ میرے گھر آئے اور میرے پاس دو لڑکیاں بعاث کے گانے گا رہی تھیں۔ آپ منہ دوسری طرف کر کے بستر پر لیٹ گئے۔ پھر ابوبکر آئے اور مجھے ڈانٹ کر کہا: یہ شیطانی باجہ اور وہ بھی رسولؐ کے پاس؟

سرورِ کونینؐ نے فرمایا: اے ابوبکر انہیں کچھ نہ کہو۔

جب ابوبکر غافل ہوئے تو میں نے انہیں آنکھ سے اشارہ کیا۔ وہ چلی گئیں۔ یہ عید کا دن تھا اور حبشی چھڑی گتکے سے کھیل رہے تھے (اب مجھے یاد نہیں) کہ سرورِ کونینؐ نے مجھے دعوتِ نظارہ دی اور میں نے کہا: جی ہاں! یا میں نے دیکھنے کی درخواست کی۔ آپؐ نے مجھے پیچھے کھڑا کر لیا۔ میرا رخسارہ آپؐ کے رخسارہ پر تھا اور فرماتے رہے: اے نبی ارفدہ کھیلے جاؤ حتیٰ کہ جب میں تھک گئی تو آپؐ نے فرمایا: بس کافی ہے۔ میں نے کہا: جی ہاں!

(۳۱) جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ۳۳۹، حدیث ۷۴۲

عروة عن عائشة ان ابابكر دخل غليها وعندها جاريتان فی ايّام منٰی قد فقان وتضربان والنبیؐ متغش بثوبه فانتهرهما ابوبكر فكشف النبیؐ عن وجهه فقال دعهما يا ابابكر فانها ايام عيد وتلك الايّام ايام

منی وقالت رأیت النبیؐ یسترنی وانا انظر الی الحبشة وهم یلعبون فی المسجد فزجرهم (عمر) فقال النبیؐ دعهم، امنًا نبی ارفدة

''عروہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ایام منیٰ میں ابوبکر میرے ہاں آیا اور دولڑکیاں بیٹھی دف اور باجا بجا رہی تھیں اور سرورِ کونینؐ منہ پر کپڑا ڈالے ہوئے تھے۔ ابوبکر نے انہیں ڈانٹا۔ سرورِ کونینؐ نے منہ سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا: اے ابوبکر! عید کے دن ہیں انہیں کچھ نہ کہہ۔

اُم المومنین عائشہ کہتی ہے کہ میں (چشمِ تصور سے) دیکھ رہی ہوں کہ سرورِ کونینؐ نے مجھے چھپایا ہوا ہے اور میں مسجد میں کھیلنے والے حبشیوں کو دیکھ رہی ہوں۔ عمر نے انہیں منع کیا تو آپؐ نے فرمایا: انہیں مت روکو، اے نبی ارفدہ اطمینان سے کھیلو''۔

(۳۲) جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ۴۸۹، حدیث ۱۱۱۰

هشام عن ابیه عن عائشة ابابکر دخل علیها والنبیؐ عندها یوم فطر اوضحی وعندها قینستان تغنیان بما تقاذفت الانصار یوم بعاث فقال ابوبکر مزمار الشیطان مرتین فقال دعهما یا ابابکر ان لکل قوم عیدًا وان عیدنا هذا الیوم

''ہشام اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ ابوبکر میرے ہاں آئے۔ سرورِ کونینؐ پہلے موجود تھے (یہ نہیں یاد کہ) دن عید الفطر کا تھا یا عید الاضحیٰ اور میرے پاس دو کنیزیں

انصار کی وہ گالی گلوچ گا رہی تھیں جو انہوں نے جنگِ بعاث میں ایک دوسرے کو دیا تھا۔ ابوبکر نے دو مرتبہ کہا: یہ شیطانی باجہ۔ سرورِ کونینؐ نے فرمایا: ابوبکر انہیں نہ روک۔ ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور آج ہماری عید ہے"۔

جلد سوم، کتاب النکاح، ص ۹۹، حدیث ۱۴۸

عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ انہا زفت امراء ۃ الی رجل من الانصار فقال نبی اللّٰہ یاعائشۃ ما کان معکم لھو فان الانصار یعجبھم اللھو

"عروہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ میں نے ایک لڑکی کی شادی ایک انصاری مرد سے کرائی۔ سرورِ کونینؐ نے پوچھا: اے عائشہ! انصار کو سرود سے بہت محبت ہے تمہارے پاس بھی آلاتِ سرود تھے؟

تماشا بینی

(۴۴) جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۴۰، حدیث ۴۳۸

عن عروۃ عائشۃ قالت لقد رأیت رسول اللّٰہ یومًا علی باب حجرتی والحبشۃ یلعبون فی المسجد ورسول اللّٰہ یسترنی بردائہ انظر الی لعبھم

"عروہ ابن زبیر اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ میں نے ایک دن سرورِ کونینؐ کو اپنے حجرہ کے دروازہ پر دیکھا۔ حبشی مسجد میں کھیل رہے تھے اور سرورِ کونینؐ نے مجھے اپنی چادر سے ڈھانپ رکھا تھا اور میں ان کا تماشا دیکھ رہی تھی"۔

(۴۵) جلد سوم، کتاب النکاح، ص ۱۰۸، حدیث ۱۷۵

عروة عن عائشة قالت كان الحبش يلعبون بحرابهم فسترني رسول الله وانا انظر فما زلت انظر حتى كنت انا انصرف فاقدروا قدر الجارية الحديثة السن تسمع اللهو

''عروہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ حبشی چھڑی گتکا کھیل رہے تھے۔ سرورِ کونینؐ نے مجھے ڈھانپ لیا اور میں دیکھنے لگی۔ میں دیکھتی رہی حتیٰ کہ تھک گئی۔ آپ خود اندازہ لگالیں کہ نوخیز لڑکی کتنی دیر تک سرود سن سکتی ہے''۔

(۴۶) جلد سوم، کتاب النکاح، ص ۱۲۵، حدیث ۲۳۰

عروة عن عائشة قالت رأيت النبيؐ يسترني بردائه انا انظر الى الحبشة يلعبون فى المسجد حتى اكون انا الذى اسأم فاقدروا قدر الجارية الحديثة السن الحريصة على اللهو

''عروہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ میں دیکھ رہی ہوں کہ سرورِ کونینؐ نے مجھے اپنی چادر سے ڈھانپ رکھا ہے اور میں مسجد میں کھیلتے ہوئے حبشیوں کو دیکھ رہی ہوں۔ حتیٰ کہ میں ہی تھک جاتی۔ خود ہی اندازہ کرلو کہ ایک ایسی نوخیز لڑکی جو تماشا دیکھنے کی شوقین ہو کتنی دیر تک دیکھ سکتی ہے؟''

(۴۷) جلد سوم، کتاب الآداب، ص ۴۰۱، حدیث ۱۰۶۲

هشام عن ابيه عن عائشة قالت كنت العب بالنبات

عند النبیؐ وکان لی صواحب یلعبن معی فکان رسول
اللہ اذا دخل یتقمعن منه فیسربهن الی فیلعبن معی
''ہشام اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے
کہ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ گڑیاں کھیلتی تھی۔ جب سرورِ کونینؐ
آتے تو میری سہیلیاں شرما کر دوڑ جاتیں۔ سرورِ کونینؐ انھیں
ڈھونڈ کر لاتے اور پھر وہ میرے ساتھ کھیلتیں''۔

ماحصل:

●● جلد اوّل، حدیث ۹۰۰ کے مطابق اُم المومنین عائشہ کے پاس دو لڑکیاں جنگِ بعاث کا گانا گا رہی ہیں۔

❊ سرورِ کونینؐ تشریف لاتے ہیں۔ گانا سن کر بستر پر لیٹ جاتے ہیں اور منہ دوسری طرف پھیر لیتے ہیں۔

❊ ابوبکر اُم المومنین کو شیطانی باجہ اور رسولؐ کے پاس کہہ کر ڈانٹتا ہے۔

❊ سرورِ کونینؐ ابوبکر کو ڈانٹنے سے روکتے ہیں۔

❊ جب ابوبکر غافل ہوجاتا ہے تو اُم المومنین گانے والیوں کو آنکھ سے نکل جانے کا اشارہ کرتی ہے۔

❊ حبشی گتکا کھیلتے ہیں۔

❊ سرورِ کونینؐ اُم المومنین کو اپنی پشت پر سوار کر کے اُم المومنین کو کھیل بھی دکھاتے ہیں اور حبشیوں کی حوصلہ افزائی بھی کرتے ہیں۔

نوٹ: میں نے پشت پر سوار کرنا لکھا ہے کیوں؟

اُم المومنین کے الفاظ میں غور فرمایئے، فرماتی ہیں:

فاقامنی وراء ہ خدی علی خدہ

''آپؐ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا میرا رخسارہ آپؐ کے رخسارہ پر تھا''۔

ذرا غور کیجیے۔ سرورِ کونینؐ کی عمر اور اُم المومنین کی عمر دیکھتے ہوئے سرورِ کونین کا قد بی بی سے بڑا ہوگا یا برابر ہوگا اور یا چھوٹا ہوگا۔ اگر اُم المومنین کا قد آپؐ کے برابر ہو یا آپ سے چھوٹا ہو تو بی بی کا رخسار آپ کے رخسارہ پر اسی صورت میں آ سکتا ہے جب بی بی سرورِ کونینؐ کی پشت پر سوار ہو۔

جہاں تک سرورِ کونینؐ اور اُم المومنین کی عمر کا تعلق ہے اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ سرورِ کونینؐ سے بی بی کا قد بڑا نہیں تھا کیونکہ مسلمہ تاریخوں کے مطابق سرورِ کونین کا قد درمیانہ تھا اور آپؐ کی عمر ڈھل رہی تھی۔ عمر کے لحاظ سے قد میں اضافے کا وقت ختم ہو چکا تھا جب کہ بی بی نو برس کی عمر میں بیاہی گئی اور بی بی کا قد ابھی اضافہ کی منزل میں تھا جو یقیناً درمیانہ سے کم تھا۔

اب خود اندازہ لگائیے کہ چھوٹے قد کا آدمی بڑے قد والے کے پیچھے کھڑے ہو کر کس طرح رخسارے پر رخسارہ رکھ سکتا ہے۔ اگر رخسارے پر رخسارہ رکھنا ہو تو اس کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ بڑے قد والا چھوٹے قد والے کو اپنی پشت پر سوار کر لے۔

●● جلد اوّل، حدیث ۹۰۲ کے مطابق سرورِ کونینؐ کے متعلق یہ نہیں بتایا گیا کہ آپؐ پہلے سے آرام فرما رہے تھے یا گانا پہلے ہو رہا تھا۔ یہ وضاحت بھی نہیں کہ آپؐ کا رخِ انور گانے والوں کی طرف تھا یا کسی دوسری طرف اور یہ بھی معلوم نہیں کہ آپؐ نے منہ پر کپڑا ڈالا ہوا تھا یا نہیں۔

* گانے والی لڑکیاں انصار کی تھیں اور پیشہ ور نہیں تھیں۔
* گانا یومِ بعاث میں کہے گئے اشعار کا گایا جا رہا تھا۔

* دن عید کا تھا۔
* ابوبکر نے جلد اول، نمبر ۹۰۰ کی طرح نہ تو اُم المومنین کو مخاطب کر کے ڈانٹا اور نہ ہی گانے والیوں کو مخاطب کیا بلکہ یونہی کہا: رسولؐ کے گھر میں شیطانی باجہ۔
* سرورِ کونینؐ نے جلد اول نمبر ۹۰۰ کی طرح ابوبکر کو ڈانٹنے سے یونہی منع نہیں کیا بلکہ ابوبکر کو یاد دلایا کہ ہر قوم کی عید ہوتی ہے اور آج ہماری عید ہے۔
* علاوہ ازیں یہ تو آپ دیکھ ہی رہے ہیں کہ ان دونوں احادیث کو امام بخاری نے ''کتاب صلوٰۃ الخوف'' میں لکھا ہے:
●● جلد اوّل، حدیث ۹۴۳ میں سرورِ کونینؐ منہ پر کپڑا اڈالے ہوئے ہیں۔
* اُم المومنین کے پاس دولڑکیاں بیٹھی گا رہی ہیں۔
* یہ خیال رکھیں کہ سابقہ احادیث میں گائے جانے والے اشعار یومِ بعاث سے متعلق تھے لیکن زیرِنظر حدیث میں گائے جانے والے اشعار کے متعلق اس قسم کی کوئی وضاحت نہیں۔
* سابقہ دونوں احادیث میں صرف گانا تھا جبکہ زیرِنظر حدیث میں ڈھولک اور کوئی دوسرا آلۂ غنا ہے کیونکہ غنا میں ضرب کا استعمال بالعموم سارنگی، رباب اور بینجو وغیرہ کے لیے ہوتا ہے چونکہ اُم المومنین نے ڈھولک کے ساتھ والی چیز کا نام نہیں لیا۔ اس لیے ہم بھی یہ جسارت نہیں کر سکتے کہ وہ دوسری چیز کیا تھی، البتہ تھی ضرور۔
* جلد اول، حدیث ۹۰۰ میں ابوبکر نے اُم المومنین کو ڈانٹا تھا۔ جلد اول، حدیث ۹۰۲ میں ابوبکر کا مخاطب نہ اُم المومنین تھی اور نہ ہی گانے والیاں تھیں جبکہ زیرِنظر حدیث میں ابوبکر کا مخاطب گانے والیاں ہیں۔
* جلد اول، حدیث ۹۰۰ اور جلد اول، حدیث ۹۰۲ میں ابوبکر نے گانے کو شیطانی باجہ سے تعبیر کیا تھا جبکہ زیرِنظر حدیث میں ابوبکر نے شیطانی باجہ سے تعبیر نہیں کیا بلکہ

یونہی ڈانٹ پلائی ہے۔

ممکن ہے ان دونوں احادیث میں چونکہ صرف گانا تھا اس لیے ابوبکر کو وہ شیطانی باجہ نظر آیا ہو اور زیرِ نظر حدیث میں صرف گانا نہیں بلکہ گانے کے ساتھ بجانا بھی ہے۔ اس لیے ابوبکر نے محفلِ سماع کو کامل سمجھ کر شیطانی باجہ نہ کہا ہو۔

* جلد اول، حدیث ۹۰۲ کی طرح زیرِ نظر حدیث میں سرورِ کونین کا تذکرہ ضمناً نہیں کیا گیا بلکہ وضاحت سے بتا دیا گیا ہے کہ آپ پہلے سے منہ پر کپڑا ڈالے سو رہے تھے۔
* حبشی مسجد میں کھیل رہے تھے۔
* سرورِ کونینؐ اُم المومنین کو ڈھانپے ہوئے ہیں اور بی بی محوِ تماشا ہیں۔
* عمر حبشیوں کو مسجد میں کھیلنے سے روکتے ہیں۔
* سرورِ کونینؐ عمر کو روکتے ہیں اور کھیلنے والوں کو اطمینان سے کھیلنے کی تلقین کرتے ہیں۔
* جلد اول، حدیث ۹۰۰ میں حبشیوں کے کھیلنے کی جگہ نہیں بتائی گئی جبکہ زیرِ نظر حدیث میں جگہ بتا دی گئی ہے کہ یہ کوئی معمولی جگہ نہ تھی بلکہ مسجد نبویؐ تھی۔ جلد اول، حدیث ۹۰۰ میں کھیل کا سامان گتکا بتایا تھا جبکہ زیرِ نظر حدیث میں ایسی کوئی وضاحت نہیں۔
* جلد اول، حدیث ۹۰۰ میں اُم المومنین نے بوقت تماشا بینی اپنی کیفیت بتا دی تھی کہ میں کیسے کھڑی تھی لیکن زیرِ نظر حدیث میں ایسی کوئی بات نہیں۔
* زیرِ نظر حدیث میں اُم المومنین نے بتایا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے مجھے ڈھانپ رکھا تھا، البتہ یہ نہیں بتایا کہ کیسے ڈھانپا اور کیوں ڈھانپا؟
* جلد اول، حدیث ۹۰۰ میں حبشیوں کو کھیل سے روکنے والا کوئی نہیں تھا۔

* جبکہ زیرِنظر حدیث میں عمر حبشیوں کو مسجد میں کھیلنے سے روکتا ہے۔
* جلد دوم، حدیث ۱۶۷، جلد اول، حدیث ۹۰۰ کی طرح ہے۔
* جلد دوم، حدیث ۴۴۲، جلد اول، حدیث ۹۰۲ کی طرح ہے۔
* جلد دوم، حدیث ۱۱۱۰ میں عید کا تعین نہیں کہ کون سی تھی جبکہ سابقہ احادیث میں ایامِ منٰی کا ذکر ہے یا صرف عید کا تذکرہ ہے۔ جبکہ زیرِنظر حدیث میں عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ میں اشتباہ ہے۔
* سابقہ احادیث میں صرف اتنا بتایا گیا ہے کہ یومِ بعاث میں انصار کے کہے گئے اشعار گائے جا رہے تھے جبکہ زیرِنظر حدیث میں لفظ تقاذفت سے ہلکی توضیح ہے۔ تقاذف، قذف کا باب تفاعل ہے۔ قذف کا معنی ہے کسی مرد یا عورت کو تہمت زنا دینا اور تقاذف کا معنی ہے: تہمت زنا کا باہمی تبادلہ کرنا، یعنی دو افراد یا دو قبائل میں سے ہر ایک دوسرے پر زنا کی تہمت لگائے۔ بالفاظ دیگر جنگِ بعاث میں انصار اور ان کے ساتھ لڑنے والوں نے ایک دوسرے کی بیویوں، بہنوں اور ماؤں پر اشعار میں جو تہمت زنا لگائی تھی انہی اشعار کو وہ لڑکیاں ڈھولک اور کسی دوسرے آلۂ غنا کی مدد سے گا رہی تھیں۔
* سابقہ احادیث میں ابوبکر نے صرف ایک مرتبہ شیطانی باجہ کہا جبکہ زیرِنظر حدیث میں ابوبکر نے ایک مرتبہ کہنے پر اکتفا نہیں کی بلکہ دو مرتبہ محفلِ سماع کو شیطانی باجہ کہا۔
* جلد اول، حدیث ۴۳۸ میں سرورِ کونین اُم المومنین عائشہ کو اپنی چادر میں چھپائے ہوئے بی بی کے حجرہ کے دروازے پر کھڑے مسجد میں کھیلنے والے حبشیوں کا خود بھی تماشا دیکھ رہے ہیں اور بی بی کو بھی تماشا دکھا رہے ہیں۔
* جلد سوم، حدیث ۱۷۵ میں حبشی کھیل رہے ہیں۔ یہ نہیں بتایا کہ کہاں کھیل رہے ہیں۔

* سرورِ کونینؐ نے اُم المومنین کو چھپالیا۔ یہ نہیں بتایا کہ کیسے چھپایا اور کیوں چھپایا؟
* سرورِ کونینؐ اُم المومنین کو چھپا کر تماشا دیکھتے ہیں۔
* بی بی نوخیز ہے۔
* بی بی نے اپنے سننے والوں کو دعوت دی ہے کہ یہ اندازہ خود لگاؤ کہ میں کتنا وقت کھیل دیکھتی رہی۔ کیونکہ فرماتی ہیں ایک نوخیز لڑکی جب لہوولعب دیکھنے یا سننے لگے تو اندازہ کرلو کہ وہ کتنی دیر تک دیکھتی ـــــ اور سنتی رہے گی۔
* زیرِنظر حدیث میں اُم المومنین ایک طرف تو اپنا وقت بتانا چاہتی ہیں کہ میں کتنی دیر تک دیکھتی رہی اور دوسری طرف سرورِ کونین کا حوصلہ اور قوت برداشت بتانا چاہتی ہیں کہ جب تک تماشا دیکھتے دیکھتے میں نہ تھکی کیا مجال جو سرورِ کائناتؐ نے اپنی تھکاوٹ کا اظہار کیا ہو یا حوصلہ ہارا ہو بلکہ مجھے لیے کھڑے رہے حتیٰ کہ میں خود تھک گئی۔
* جلد سوم، حدیث ۲۲۰، جلد سوم، حدیث ۱۷۵ کی طرح ہے۔ لیکن صرف ایک فرق ہے اور وہ یہ کہ بی بی اپنی نوخیزہ اور نوعمری کے علاوہ یہ بتا رہی ہیں کہ میں بھی ان لڑکیوں میں سے تھی جنہیں تماشا بینی کا شوقِ حرص کی حد تک ہوتا ہے اور تماشا دیکھتے دیکھتے کبھی نہیں تھکتیں۔
* جلد سوم، حدیث ۱۰۶۲ میں نہ بی بی تماشا دیکھتی ہیں اور نہ گانا سنتی ہیں، نہ کوئی روکنے والا ہے اور نہ ہی کوئی ٹوکنے والا ہے۔ بلکہ بی بی اپنی سہیلیوں کے ساتھ گڈی، گڈے کا کھیل کھیلتی ہے۔ سرورِ کونینؐ تشریف لاتے ہیں تو بی بی کی سہیلیاں آپؐ سے شرما کر چھپ جاتی ہیں۔ سرورِ کونینؐ جاتے ہیں۔ بی بی کی چھپی ہوئی سہیلیوں کو ڈھونڈتے ہیں اور ڈھونڈ کر لاتے ہیں۔ لا کر بی بی کے پاس بٹھاتے ہیں۔ پھر بی بی اور اس کی سہیلیوں میں گڈی گڈے کا کھیل شروع ہو جاتا ہے۔

البتہ یہ نہیں بتایا کہ جب آپؐ بی بی کی سہیلیاں ڈھونڈ کر لاتے تھے تو کیا انہیں بی بی کے پاس بٹھا کر پھر باہر تبلیغ رسالتؐ کے لیے چلے جاتے تھے؟ یا پڑ کر سو رہتے تھے؟ اور یا خود بھی گڈی، گڈے کے کھیل میں شریک ہو کر تبلیغ رسالتؐ کی تھکان دُور فرماتے تھے؟

مغالطہ نمبرا

احادیث کا مطالعہ کر لینے کے بعد مناسب ہوگا اگر مترجمین کے دو مغالطّوں پر بھی غور کر لیں۔ پہلا مغالطہ دینے کی جو کوشش کی گئی ہے وہ ہے:

جلد اول، حدیث ۹۰۰، جلد دوم، حدیث ۱۶۷ میں لفظ ورق و حراب اور جلد سوم، حدیث ۱۷۵ میں لفظ حراب موجود ہیں۔ مترجمین نے ترجمہ میں تو ان کا چھڑی گتکا لکھا ہے اور بریکٹس میں جنگی مشقیں کیا ہے۔

اگر حبشی مسجد میں جنگی مشقیں ہی کر رہے تھے تو میری طرح ہر صاحب ہوش چند سوال پوچھے گا ممکن ہے کوئی علامہ جواب دے سکے:

* کیا جنگی مشقوں کے لیے مسجد کا انتخاب صرف حبشیوں نے کیا تھا؟
* حبشیوں کی جنگی مشقوں سے پہلے یا بعد تاریخِ اسلام کوئی ایسا واقعہ بتا سکتی ہے جس میں صحابہ نے مسجد میں جنگی مشقیں کی ہوں؟
* اگر صحابہ نے جنگی مشقوں کے لیے مسجد کو منتخب کیا ہوا تھا تو کس تاریخ میں ہے؟
* مسجد میں جنگی مشقیں کرنے والے مسلمان تھے یا غیر مسلم؟
* اگر غیر مسلم حبشی تھے تو اس وقت دیگر صحابہ بالعموم اور اصحابِ صفہ بالخصوص کہاں تھے؟
* اگر دیگر اصحاب بھی مسجد ہی میں تھے تو وہ بھی ان جنگی مشقوں میں شریک تھے یا نہ؟
* اگر شریک نہ تھے تو کیوں؟ اور اگر شریک تھے تو کس تاریخ میں ہے؟
* اگر یہ جنگی مشقیں ہی تھیں تو عمر صاحب کو ان جنگی مشقوں سے کیا دکھ تھا جس کی

بناء پر انھوں نے حبشیوں کو ڈانٹ پلائی؟

* کیا عمر صاحب کو مسلمانوں کی جنگی مہارت حاصل کرنے پر اعتراض تھا؟
* اگر کوئی اعتراض تھا تو کیوں؟
* اگر کوئی اعتراض نہیں تھا تو منع کیوں کیا؟
* اگر یہ جنگی مشقیں ہی تھیں تو سرورِ کونینؐ نے عمر کو روکنے سے منع کرتے وقت جنگی کرتبوں کا حوالہ کیوں نہ دیا؟
* اگر یہ جنگی مشقیں ہی تھیں تو اُم المومنین عائشہ کے لیے ان میں کیا دلچسپی تھی؟
* کیا سرورِ کونینؐ بی بی کو جنگ کی ٹریننگ دینا چاہتے تھے؟
* اگر آپ بی بی کو جنگ کی ٹریننگ دینا چاہتے تھے تو کیوں؟
* جنگی کرتبوں کے دیکھنے کا حق صرف بی بی کو تھا یا دیگر ازواجِ نبیؐ اور ازواجِ اصحاب بھی یہ کارِ خیر دیکھ سکتی تھیں؟
* اگر بی بی کے سوا دوسرا کسی کو دیکھنے کا حق نہ تھا تو کیوں؟
* اگر دوسری ازواج بھی دیکھ سکتی تھیں تو کسی زوجۂ صحابی کا نام بتایا جائے؟

علاوہ ازیں ایک مرتبہ پھر احادیث میں غور فرمائیے۔ خود بی بی عائشہ نے اپنے مریدوں کی ان بے ہودہ تاویلات کو غلط کر دیا ہے۔

* جلد اول، حدیث ۹۰۰...... یلعب السودان ''حبشی کھیل رہے تھے''۔
* جلد اول، حدیث ۹۳۳...... وھم یلعبون فی المسجد ''جبکہ وہ مسجد میں کھیل رہے تھے''۔
* جلد دوم، حدیث ۱۶۷...... یلعب السودان ''حبشی کھیل رہے تھے''۔
* جلد دوم، حدیث ۷۴۲...... وھم یلعبون فی المسجد ''جبکہ وہ مسجد میں کھیل رہے تھے''۔

* جلداول، حدیث ۴۳۸...... الحبشة يلعبون في المسجد ''حبشی مسجد میں کھیل رہے تھے''۔
* جلدسوم، حدیث ۱۷۵...... كان الحبش يلعبون ''حبشی کھیل رہے تھے''۔
* ......ایضاً...... فاقدروا قد الجارية الحديثة السن تسمع اللهو ''نوخیز نوعمر لڑکی جو لہو سنتی ہے کے وقت کا اندازہ کرلو''۔
* جلدسوم، حدیث ۲۲۰...... كان الحبش يلعبون ''حبشی کھیل رہے تھے''۔
* ......ایضاً...... فاقدروا قد الجارية الحديثة السن الحريصة على اللهو ''نوخیز نوعمر، ایسی لڑکی جو لہو میں حریص ہو، کے (تماشا دیکھنے کے وقت کا اندازہ خود کرلو''۔

سات احادیث میں بی بی بتا رہی ہیں کہ حبشی مسجد میں کھیل رہے تھے یا ویسے کھیل رہے تھے۔ بھلا لعب کا معنی جنگی کرتب یا جنگی مشقیں کہیں اور بھی استعمال ہوا ہے یا صرف اندھی عقیدت نے یہ سب کچھ کرنے پر مجبور کیا ہے؟

جلدسوم، حدیث ۱۷۵ اور ۲۲۰ میں حدیث کا اختتامیہ فقرا جو اُوپر ایضاً سے علیحدہ لکھا گیا ہے کیا اس بات کا واضح ثبوت نہیں کہ حبشی جنگی کرتب نہیں بلکہ مسجد نبوی میں تفریحی کھیل کھیل رہے تھے اور بی بی کھیل دیکھنے کی شوقین تھی۔ جیسا کہ اس نے اپنے پیروکاروں کو بتایا ہے کہ اس وقت کا اندازہ تم خود کرلو جو ایک ایسی نوخیز اور نوعمر لڑکی جو تماشا دیکھنے میں حریص ہو صرف کرتی ہے۔

امید ہے قارئین کرام کے ذہن میں جنگی کرتبوں کی پوری ہیئت آجانے کے ساتھ مقامِ مصطفیؐ بھی آ گیا ہوگا۔

مغالطہ نمبر۲

جلدسوم، حدیث ۱۰۶۲ میں مترجمین نے كنت العب بالبنات عند النبيؐ

میں سرورِ کونینؐ کے ہاں گڑیوں سے کھیلتی تھی کا معنی کیا ہے ___ میں سرورِ کونینؐ کے ہاں لڑکیوں سے کھیلتی تھی۔ حالانکہ دروغ گورا حافظہ نہ باشد والی بات ہے۔ مذکورہ فقرہ میں بنات کا معنی لڑکیاں کیا ہے اور پھر اگلے لفظ کان لی صواحب یلعبن معی ''میری سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلتی تھیں'' کا معنی گول کر گئے۔ اگر معنی ویسے کیا جاتا جیسے بی بی خود فرماتی ہیں۔ بی بی کا بھانجا ہشام کا باپ عروہ روایت کرتا ہے اور امام بخاری لکھتے ہیں تو سیدھا سادا ترجمہ تھا۔ نہ تکلف کی ضرورت تھی اور نہ ہی کسی خیانت کی۔

کنت العب بالبنات ''میں گڑیوں سے کھیلتی تھی''۔

کان لی صواحب یلعبن معی ''میری سہیلیاں تھیں جو میرے ساتھ کھیلتی تھیں''۔

اُم المومنین سودہ کی اپنی باری اُم المومنین عائشہ کو ہبہ کر دینے کے ذیل میں چند سوالات ہیں جو مجھے سمجھ نہیں آتے۔

- ❊ اُم المومنین سودہ نے اپنی باری کے شب و روز اُم المومنین عائشہ کو کیوں ہبہ کیے؟
- ❊ اگر یہ ہبہ اُم المومنین عائشہ کی خوشنودی کے لیے تھا تو اس کی وجہ کیا تھی؟
- ❊ اگر یہ ہبہ سرورِ کونینؐ کی خوشنودی کے لیے تھا تو آپؐ کی خوشنودی کے حصول کا ذریعہ صرف یہی تھا؟
- ❊ اگر سرورِ کونینؐ کی خوشنودی کا ذریعہ صرف یہی تھا تو دیگر ازواج نے اپنی باریاں بی بی عائشہ کو ہبہ کر کے رضائے رسولؐ کیوں نہ حاصل کی؟
- ❊ کیا دیگر ازواج خوشنودی رسولؐ نہیں چاہتی تھیں؟
- ❊ اگر نہیں چاہتی تھیں تو ان کا احترام کیوں؟
- ❊ اگر چاہتی تھیں تو اپنی باری ہبہ کیوں نہ کی؟
- ❊ کیا اُم المومنین سودہ اپنی باری کے روز و شب میں سرورِ کونینؐ کی خدمت کر کے

آپ کو خوش نہیں رکھ سکتی تھی؟

* اگر خوش نہیں رکھ سکتی تھی تو کیوں؟
* اگر خوش رکھ سکتی تھی تو اسے سرورِ کونین کو ایک دن اور رات اپنے گھر رکھنے میں کیا تکلیف تھی؟
* کہیں ایسا تو نہیں کہ اُم المومنین سودہ کسی مجبوری کے تحت خانہ نبویہ میں آ گئی اور وہ سرورِ کونینؐ کو پسند نہ کرتی ہو اور نہ ہی اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کر سکتی ہو؟
* کہیں اُم المومنین سودہ نے اپنے سے سرورِ کونین کو دُور رکھنے کی خاطر یہ صورت تو پیدا نہیں کی تھی۔ شادی والی حدیث میں چند سوال ایسے ہیں جن کی سمجھ نہیں آئی۔ ممکن ہے، آپ سمجھے ہیں۔
* وہ عورت کون تھی جس کی شادی بی بی نے کرائی تھی؟
* کس مصلحت کی بناء پر اس کا نام نہیں لیا گیا؟
* وہ انصاری مرد کون تھا جس کی شادی بی بی نے کرائی تھی؟
* ان دونوں میاں بیوی کے نام صیغۂ راز میں کیوں رکھے گئے؟
* کہیں سُرود کو جائز ثابت کرنے کے لیے یہ فرضی داستان تو نہیں؟

سرورِ کونینؐ کی فاقہ کشی

۳۸ جلد اول، کتاب المساقات، ص ۸۲۳، حدیث ۲۲۲۰

اسود عن عائشة ان النبیؐ اشتری طعامًا من یهودی الی اجل ورهنه درعًا من حدید

''اسود اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے ایک یہودی سے مدت معینہ تک کے لیے زرہ گروی رکھ کر کھانا خریدا''۔

۳۹ جلد اول، کتاب الرہن، ص ۸۶۶، حدیث ۲۳۳۵

اسود عن عائشة قالت اشتریٰ رسول اللّٰه من یهودی طعامًا ورهنه درعه

''اسود اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے ایک یہودی کے پاس اپنی زرہ گروہ رکھ کر کھانا خریدا''۔

۴۰ جلد اول، کتاب المکاتب، ص ۸۸۳، حدیث ۲۳۸۵

عروة عن عائشة انها قالت یابن اختی ان کنا لننظر الی الهلال ثم الهلال ثلاثة اهلة فی شهرین وما او قدت فی ابیات رسول اللّٰه نار فقلت یاخالة ما کان یعیشکم قالت الاسودان التمر والماء الا انه قد کان لرسول اللّٰه جیران من الانصار کانت لهم منائح وکانوا یمنحون رسول اللّٰه من البانهم فیسقینا

عروۃ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے فرمایا: میرے بھانجے! ہم ایک چاند کے بعد دوسرے چاند تک پھر تیسرے چاند تک انتظار کرتے گزار دیتے لیکن سرورِ کونینؐ کے گھروں میں آگ تک نہ جلتی تھی۔ میں نے عرض کی: خالہ جان! پھر آپ کی زندگی کیسے گزرتی تھی؟ فرمانے لگیں: کھجور اور پانی سے۔ البتہ سرورِ کونینؐ کے انصار میں سے پڑوسی تھے اور ان کی دودھ والی ناقائیں تھیں۔ وہ سرورِ کونینؐ کو دودھ دیتے تھے جو آپؐ ہمیں پلاتے تھے"۔

(۴۱) جلد دوم، کتاب الجہاد والسیر، ص ۹۹، حدیث ۱۷۶

اسود عن عائشة قالت توفي رسول الله ودرعه مرهونة عند يهودي بثلاثين صاعًا من شعير

"اسود اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ جب سرورِ کونینؐ کی وفات ہوئی تو آپ کی زرہ تیس صاع جَو کے عوض ایک یہودی کے پاس رہن تھی"۔

(۴۲) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۶۱۸، حدیث ۱۳۹۰

عكرمه عن عائشة قالت لما فتحت خيبر قلنا الآن نشبع من التمر

"عکرمہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو ہم نے کہا کہ اب کھجوریں پیٹ بھر کر کھائیں گے"۔

(۴۳) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۷۰۶، حدیث ۱۵۸۴

اسود عن عائشة قالت توفي النبيؐ ودرعه مرهونة عند

یھودی بثلاثین

''اسود اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ کی وفات ہوئی تو آپؐ کی زرہ تیس کے عوض رہن تھی''۔

(۴۴) جلد سوم، کتاب الاطعمہ، ص ۱۷۷، حدیث ۳۵۰

منصور عن امه عن عائشة (قالت) توفی النبیؐ حین شبعنا من الاسودین – التمر والماء

''منصور اپنی ماں کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ کی وفات اس وقت ہوئی جب ہم پانی اور کھجور سے سیر ہو چکے''۔

(۴۵) جلد سوم، کتاب الاطعمہ، ص ۱۸۶، حدیث ۳۸۱

اسود عن عائشة ما شبع آل محمد منذ قدم المدینة من طعام البر ثلاث لیال تباعًا حتیٰ قبض

''اسود اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ جب سے سرورِ کونینؐ مدینہ تشریف لائے آپؐ کی وفات تک آلِ محمدؐ نے تین راتیں متواتر گندم نہیں کھائی''۔

(۴۶) جلد سوم، کتاب الاطعمہ، ص ۱۹۳، حدیث ۴۰۳

عبدالرحمٰن ابن عابس عن ابیه عن عائشة قالت ما فعله الا فی عام جاع الناس اراد ان یطعم الغنی الفقیر وان کنا لنرفع الکراع بعد خمس عشرة وما شبع آل محمد من خبز مادوم ثلاثا

''عبدالرحمٰن ابن عابس اپنے والد (عابس) کے ذریعے اُم المومنین

عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے ایسا صرف اس سال کیا تھا جس سال قحط تھا۔ آپ کا مقصد فقط یہ تھا کہ دولت مند ناداروں کو کھلائیں ورنہ ہم تو (قربانی کے گوشت سے) پندرہ پندرہ دن بعد تک بھی گوشت کے ٹکڑے رکھ لیتے تھے اور آلِ محمدؐ نے تین دن مسلسل کبھی بھی روٹی اور سالن نہیں کھایا"۔

(۴۷) جلد سوم، کتاب الرقاق، ص ۵۱۴، حدیث ۱۳۷۴

اسود عن عائشة قالت ما شبع آل محمد منذ قدم المدينة من طعام بر ثلاث ليال تباعًا حتّٰى قبض

"اسود اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ کی مدینہ سے وفات تک آلِ محمدؐ نے تین شب مسلسل گندم کا کھانا نہیں کھایا"۔

(۴۸) جلد سوم، کتاب الرقاق، ص ۵۱۴، حدیث ۱۳۷۵

عروه عن عائشة قالت ما اكل آل محمد اكلتين فى يوم الا احدیهما

"عروہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ آلِ محمدؐ نے (ایک وقت) دو چیزیں کبھی نہیں کھائیں (ہمیشہ) ایک چیز میسر آتی ہے"۔

(۴۹) جلد سوم، کتاب الرقاق، ص ۵۱۴، حدیث ۱۳۷۶

هشام عن ابيه عن عائشة قالت كان فراش رسول اللّٰه من ادم وحشوه من ليف

"ہشام اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا

ہے کہ سرورِ کونینؐ کا گدا چمڑے کا تھا جس میں کھجور کے پتے بھرے ہوئے تھے"۔

(۵۰) جلد سوم، کتاب الرقاق، ص ۵۱۴، حدیث ۱۳۷۸

هشام عن ابيه عن عائشة قالت كان يأتي علينا الشهر ماتو قد فيه نارًا انما هو التمر والمآء الا ان نوتى باللحيم

"ہشام اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ہمارے گھر مہینہ گزر جاتا تھا اور چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی، صرف پانی اور کھجور ہوتے تھے حتیٰ کہ کبھی ہمیں (تھوڑا) سا گوشت مل جاتا"۔

(۵۱) جلد سوم، کتاب الرقاق، ص ۵۱۴، حدیث ۱۳۷۹

عروة عن عائشة انها قالت لعروة يابن اختى انا كنّا لننظر الى الهلال ثلاثة اهله فى شهرين وما او قدت فى ابيات رسول الله نار فقلت ما كان يعيشكم قالت الاسودان التمر والماء الا انه قد كان لرسول اللّٰه جيران من الانصار كان لهم منائح وكانوا يمنحون من البانهم رسول اللّٰه فيسقينا

"عروہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے مجھے فرمایا: اے بھانجے! ہم دو دو ماہ تک دیکھتے اور خانہ ہائے نبیؐ میں آگ تک نہیں جلتی تھی۔ میں نے کہا: پھر کیسے گزرتی تھی تو فرمایا بس کھجور اور پانی سے۔ البتہ سرورِ کونینؐ کے انصار پڑوسی تھے جن

کی نا قائیں تھیں اور آپ کو ان کا دودھ دیتے تھے جو آپ ہمیں پلاتے تھے"۔

(۵۲) جلد اول، کتاب الزکوٰۃ، ص ۵۳۲، حدیث ۱۳۲۸

عروة عن عائشة قالت دخلت امرأة معها ابنتان لها تسئل فلم تجد عندى شيئًا غير تمرة فاعطيتها اياها فقسمتها بين ابنيتها ولم تاكل منها ثم قامت فخرجت ودخل النبيؐ علينا فاخبرته فقال النبيؐ من ابتلى من هذه البنات بشيء كن له سترًا من النار

"عروہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ ایک عورت آئی جس کے ساتھ اس کی بیٹیاں تھیں اور وہ کچھ مانگ رہی تھی مگر میرے ہاں ایک دانہ کھجور کے سوا کچھ نہ تھا جو میں نے اسے دے دیا۔ اس نے خود نہ کھایا اور دونوں بیٹیوں میں تقسیم کر دیا۔ وہ چلی گئی اور سرورِ کونینؐ تشریف لائے۔ میں نے آپؐ سے ذکر کیا تو فرمانے لگے کہ جو کوئی ان لڑکیوں میں مبتلا کیا جائے تو اس کے لیے لڑکیاں آتشِ جہنم کی ڈھال ہوں گی"۔

(۵۳) جلد سوم، کتاب الآداب، ص ۳۵۹، حدیث ۹۳۳

عروة ابن الزبير اخبره ان عائشة حدثته قالت جاء تنى امرأة معها ابنتان تسألنى فلم تجد عندى غير تمرة واحدة فاعطيتها فقسمتها بين ابنيتها ثم قامت فخرجت فدخل النبيؐ فحدثته فقال من يلى من هذه البنات شيئًا فاحسن اليهن كن له سترًا من النار

''عروہ ابن زبیر نے بیان کیا کہ مجھے اُم المومنین عائشہ نے روایت سنائی ہے کہ میرے پاس ایک عورت کچھ مانگنے کے لیے آئی جس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں تھیں لیکن میرے گھر سے اسے ایک دانہ کھجور سے زیادہ نہ ملا، میں نے اسے دیا۔ اس نے اپنی دونوں بیٹیوں میں تقسیم کردیا۔ پھر اُٹھ کر چلی گئی۔ بعدازاں سرورِ کونینؐ تشریف لائے، میں نے آپؐ سے ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا: جسے ان لڑکیوں سے کچھ ملے اور وہ ان پر احسان کرے تو یہ لڑکیاں اس کے لیے آتشِ جہنم کی ڈھال ہوں گی''۔

حاصل

ان سولہ احادیث کا حاصلِ مطالعہ یہ ہے:

* جلد اول، حدیث ۲۲۲۰، ۲۲۳۵، جلد دوم، حدیث ۱۷۶ اور حدیث ۱۵۸۴ میں سرورِ کونینؐ کی ناداری کا تذکرہ ہے اور انتہائے ناداری یہ بتائی گئی ہے کہ وقتِ وفات سرورِ کونینؐ کی ذرّہ تک چند کیلو جَو کے عوض رہن تھی۔
* جلد سوم، حدیث ۴۰۳، حدیث ۳۸۱، حدیث ۱۳۷۴ اور حدیث ۱۳۷۵ میں یہ بتایا گیا ہے کہ جب سے آپ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تا وفات آلِ محمدؐ نے سیر ہو کر نہیں کھایا۔
* جلد اول، حدیث ۲۳۸۵، جلد سوم، حدیث ۱۳۷۸ اور حدیث ۱۳۷۹ میں یہ بتایا گیا ہے کہ سرورِ کونینؐ کے گھر ناداری کی یہ حالت تھی کہ دو دو ماہ تک چولہے میں آگ نہیں جلتی تھی۔
* جلد دوم، حدیث ۱۳۹۰ اور جلد سوم ۳۵۰ میں یہ بتایا گیا ہے کہ پیٹ بھر کر کھانا کب نصیب ہوا۔

* جلد سوم، حدیث ۱۳۷۶ میں سرورِ کونینؐ کے گدیلے کی کیفیت بیان کی گئی ہے۔
* جلد اول، حدیث ۱۳۲۸ اور جلد سوم، حدیث ۹۳۳ میں ایک ایسی بھکارن کا واقعہ ہے جو اُم المومنین عائشہ کے گھر کچھ مانگنے آئی۔ مگر ایک دانہ کھجور کے سوا اسے کچھ حاصل نہ ہوا جسے لے کر اس نے خود نہ کھایا بلکہ آدھا آدھا کر کے دونوں بیٹیوں میں تقسیم کر دیا۔

چند سوالات

گذشتہ اوراق میں آپ، تحفے کے زیرِ عنوان ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ صحابہ سرورِ کونین کو کچھ پیش کرنے کی خاطر اُم المومنین عائشہ کی باری کا انتظار کرتے تھے۔ حتیٰ کہ صحابہ اور سرورِ کونینؐ کی اس جانبداری کے خلاف ازواج نے احتجاج بھی کیا۔ اُم المومنین اُم سلمہ، اُم السادات دخترِ رسولؐ جنابِ فاطمہؑ اور اُم المومنین زینب بنت جحش نے ازواج کی ترجمانی بھی کی لیکن سرورِ کونینؐ نے کسی کی نہ مانی اور صحابہ سے صرف اتنا تک نہ فرمایا کہ تحفے دینے کی خاطر جانب داری سے کام نہ لیا کرو۔

اُم المومنین عائشہ کی محبت میں سرورِ کونین نے تمام دیگر ازواج کو ناراض کر دیا۔ گھر کا نظام درہم برہم ہونا گوارا کر لیا لیکن نہ صحابہ سے کچھ کہا اور نہ ہی بی بی عائشہ کو کچھ کہا۔

پھر آپ کو تاریخ میں یہ بھی متعدد مقامات پر ملے گا کہ سرورِ کونینؐ کے سُسر ابوبکر نے مدینہ سے باہر مقام سنخ میں کارخانہ لگا رکھا تھا اور وہ بہت بڑے کاروباری آدمی تھے۔

آپ تاریخ میں یہ بھی دیکھتے ہوں گے کہ عثمان ابن عفان نے راہِ اسلام میں سب کچھ قربان کر دیا اور وقتاً فوقتاً سرورِ کونینؐ کی امداد بھی کیا کرتا تھا۔

بخاری شریف کی مسلمہ احادیث تحفہ جات، ابوبکر کے کارخانہ اور عثمان کی مالی

قربانیوں کے پیش نظر ہر صاحبِ فکر کے ذہن میں چند سوالات سامنے آئیں گے۔ امید ہے سقیفائی گروپ کے وکلاء ان کے جوابات مرحمت فرمائیں گے۔

* جن مسلمانوں کو تحفہ جات پیش کرنے کی خاطر اُم المومنین عائشہ کی باری کا علم ہو جاتا تھا انہیں سرورِ کونینؐ اور آپؐ کی ازواج کی اس فاقہ کشی کا علم کیوں نہ ہوتا تھا؟
* اُم المومنین عائشہ کے باپ ابوبکر جو کارخانہ دار تھے انہیں سرورِ کونینؐ کی فاقہ کشی کا علم کیوں نہ ہوتا تھا۔
* کیا وہ کبھی سرورِ کونینؐ کے دکھ درد پوچھنے نہیں آتا تھا؟
* اگر آتا تھا تو کیا اس فاقہ کشی کا مداوا بھی کرتا تھا؟
* اگر ابوبکر اپنی آمد سے فاقہ کشی کا مداوا کرتا تھا تو کیا اُم المومنین یہ درست کہتی ہے کہ سرورِ کونینؐ زرہ گروی رکھ کر یہودیوں سے کھانے کا سامان خریدتے تھے؟
* اگر درست ہے تو ابوبکر نے کیا مداوا کیا؟
* اگر غلط ہے تو ان احادیث کے راوی، اُم المومنین عائشہ اور امام بخاری کے متعلق کیا فتویٰ ہوگا؟
* کیا ان احادیث نے صحابیٔ رسولؐ اور سُسرِ نبی کی قربانیوں کو پامال نہیں کر دیا؟
* عثمان صاحب نے جو مدینہ کے دولت مندوں میں شمار ہوتے تھے اور بقول سوادِ اعظم سرورِ کونینؐ کے داماد بھی تھے، نے سرورِ کونینؐ کی اس فاقہ کشی میں کیا امداد کی؟
* اگر اسے معلوم نہ ہوسکا تو کیسے؟
* اگر اسے معلوم ہوتا تھا تو پھر اس کی طرف سے کیا ردِ عمل ہوا؟
* اگر کچھ بھی ردِ عمل نہ ہوا جیسا کہ اُم المومنین بتا رہی ہے تو کیوں؟

* کیا اُم المومنین عائشہ کی یہ سولہ احادیث صحیحہ عثمان کی مالی قربانیوں کا ڈھنڈورا پیٹنے والوں کے منہ پر طمانچہ نہیں؟
* سرورِ کونینؐ کے بیان کردہ فاقہ کشی کے سلسلہ میں دیگر ازواجِ نبی کیوں مہر بلب ہیں؟
* اُم المومنین عائشہ نے جس زرہ گروی ہونے کا تذکرہ کیا ہے؟ آپؐ کی وفات کے بعد وہ لی گئی تھی یا نہیں؟
* اگر لی گئی تھی تو کس نے لی تھی اور کسے دی تھی؟
* اگر نہیں لی گئی تو کیوں؟
* یہ بھکارن کون تھی جو اُم المومنین عائشہ کے پاس آئی؟
* مدینہ کی تھی یا بیرونِ مدینہ کی کسی دوسری بیوی سے بھی اس نے کچھ مانگا یا نہیں؟
* کیا فاقہ کشی کے واقعات صرف اس لیے نہیں سنائے گئے کہ لوگوں کے دلوں سے سرورِ کونینؐ کی عظمت کم ہوجائے؟
* اگر ان واقعات سنانے کا مقصد درسِ قناعت دینا تھا تو بطور داستان گوئی کے کیوں بیان کیے گئے؟ کسی فضول خرچی کے موقع پر کیوں نہ سنائے گئے؟
* سائلہ کے سوال اور بی بی کی فیاضانہ عطا کے بعد اس واقعہ کا تذکرہ سرورِ کونینؐ سے کیوں ضروری سمجھا گیا؟ اگر مقصد اذنِ رسولؐ تھا تو وہ آگے چل کر آپ دیکھیں گے کہ وہ جائز ہے اور اس کے علاوہ کوئی دوسرا مقصد تھا؟ تو وہ بتایا جائے کہ کیا تھا؟
* کیا یہ واقعہ صرف اُم المومنین کی داستانِ سخاوت بیان کرنے کی خاطر تو نہیں گھڑا گیا؟
* کیا یہ واقعات فاقہ کشی بھی ــــ سابقہ احادیث ــــ مغافیر ــــ بزمِ موسیقی تماشا بینی ــــ یومِ بعاث ــــ ازواج میں گروہ بندی اور تحفہ جات کی طرح عظمت نبویہ کو کم کرنے کی باقاعدہ اسکیم کا حصہ تو نہیں؟

اُم المومنین عائشہ کا سنہری فیصلہ

(۵۴) جلد اول، کتاب الجنائز، ص ۵۲۲، حدیث ۱۳۰۲

هشام عن ابیه عن عائشة انها اوصت عبدالله ابن الزبیر لا تدفننی معهم وادفننی مع صواحبی بالبقیع لا ازکّی به ابدًا

''ہشام اپنے والد عروہ ابن زبیر کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ بی بی نے عبداللہ ابن زبیر کو وصیت کی کہ مجھے ان لوگوں کے ساتھ دفن نہ کرنا بلکہ میری سوکنوں کے ساتھ بقیع میں دفن کرنا۔ میں آپؐ کے ساتھ دفن کیے جانے کے سبب پاک نہیں کی جاؤں گی''۔

محترم قارئین!۔۔۔۔ دیکھ لیا ہے آپ نے حدیث کو بھی اور حدیث کے ترجمہ کو بھی۔ شیعوں کو کافر کہہ لینا آسان ہے۔ رافضی کہہ لینا کوئی مشکل نہیں۔ مسجد بھی آپ کی اپنی، منبر بھی اپنا، مصلّٰی بھی اپنا، اسپیکر بھی اپنا، گلا بھی اپنا اور سننے والے بھی۔ لم یجھ شیئًا مذکورًا کوئی روکنے والا ہے نہ ٹوکنے والا۔

لیکن یہ یاد رکھیں جب کبھی اماں جی کے سامنے آنے کی کوشش کی تو وہ جوتیاں پڑیں گی کہ چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا۔۔۔۔ بھلا بتایئے ہشام رافضی ہے یا ہشام کا باپ عروہ رافضی ہے یا عروہ کا باپ زبیر رافضی ہے۔ بی بی عائشہ رافضن ہے یا امام بخاری رافضی ہے۔ ترجمہ کرنے والا محمد عادل خان رافضی ہے یا چھاپنے والی مشین رافضی ہے۔

چلو نہ سہی، یہ بتا دو۔ ہشام سبائی ہے، یا ہشام کا باپ عروہ سبائی ہے یا عروہ کا باپ اور بی بی کا بہنوئی زبیر سبائی ہے۔ بی بی عائشہ کا سبائیوں سے رابطہ ہے یا امام بخاری سبائی تھے۔ ترجمہ کرنے والا محمد عادل خان سبائی ہے یا چھاپنے والی مشین سبائی تھی حالانکہ طبری کے مفروضہ عبداللہ ابن سبا کی ایجاد اختراع سے قبل بی بی عائشہ اور عروہ ابن زبیر یہ حدیث نقل کر چکے تھے۔ جبھی تو امام بخاری نے پورے بھروسے اور اعتماد کے ساتھ اپنی صحیح میں لکھا ہے۔

یقین جانئے آپ ان میں سے نہ تو کسی کو سبائی کہہ سکتے ہیں اور نہ ہی رافضی۔ اب جبکہ آپ کو یقین ہو چلا ہے کہ یہ حدیث کسی رافضی کی بیان کردہ نہیں بلکہ سقیفائی گروپ کے انتہائی اہم رکن نے نقل کی ہے تو آئیے اور سوچیے کہ اُم المومنین اس وصیت کے ذیل میں کیا سبق دینا چاہتی ہیں۔

- اُم المومنین اپنے عزیز بھانجے عبداللہ ابن زبیر کو وصیت فرماتی ہیں کہ:
- دیکھو بیٹا! مجھے روضۂ رسولؐ میں دفن نہ کرنا۔
- روضۂ رسولؐ میں دفن ہو جانے سے میرے گناہوں کی تختی نہیں دُھلے گی۔
- روضۂ رسول میں دفن ہونا میری تطہیر کا موجب نہیں بن سکے گا؟
- مجھے جنت البقیع میں میرے ساتھ والیوں کے ساتھ دفنانا۔
- روضۂ رسولؐ میں اتنی طاقت کہاں کہ میری لغزشوں کو دامن عفو مہیا کر سکے۔
- کسی کے گناہوں پر مقامِ دفن پردہ نہیں ڈال سکتا۔
- مقام دفن کی خوبی سے کوئی گناہگار بخشا نہیں جاتا۔
- جب روضۂ رسولؐ میں دفن ہونا اُم المومنین عائشہ کے لیے بقول اُم المومنین سودمند نہیں تو دوسرے دفن ہونے والوں کا کیا فائدہ ہوگا؟
- وہ محبت کیا ہوئی جو سرورِ کونینؐ کو اُم المومنین سے تھی؟

* اس عشقِ رسولؐ کا کیا بنا جس کی داستانیں امام بخاری بیان کرتے ہیں؟
* کیا اُم المومنین نے روضۂ رسولؐ میں دفن نہ کرنے کی وصیت کر کے ابوبکر و عمر کی توہین تو نہیں کی؟
* کیا اب بھی شیخین کے سر پر روضۂ رسول میں دفن ہونے کی دستارِ فضیلت موجود ہے؟
* کیا شیخین اور دیگر اُمت مسلمہ کی نسبت مذکورہ وصیت سے اُم المومنین کا ضعف عقیدہ ثابت نہیں ہوتا؟ جبکہ روضۂ رسولؐ میں دفن ہونے کی خواہش شیخین نے کی اور آج تک اُمت مسلمہ کی واضح اکثریت گلے پھاڑ پھاڑ کر روضۂ رسول میں دفن کو مقامِ افتخار سمجھتی ہے اور عقیدہ یہ ہے کہ جو روضۂ رسول میں دفن ہو گیا اس کے تمام گناہ معاف ہو گئے۔
* کیا اُم المومنین نے اپنے تمام ماننے والوں کی عقیدت کے منہ پر طمانچہ نہیں مارا کہ خبردار یہ مت سمجھو کہ روضۂ رسولؐ میں دفن ہونا، کسی کو اس کے گناہوں سے بچا لے گا بلکہ صرف اعمال ہی گناہ سے بچا سکتے ہیں۔
* کیا بی بی کی اس حدیث نے سرورِ کونینؐ کے مقامِ مصطفیٰؐ کی توہین تو نہیں کی؟
* اگر توہین نہیں تو کیسے؟
* اگر توہین ہے تو کیا اُمت مسلمہ کے پاس اس توہین کا جواز ہے؟
* اگر کوئی جواز ہے تو للہ ہمیں بھی بتا دیا جائے کہ وہ کیا ہے؟
* اگر اس توہین کا کوئی جواز نہیں تو پھر کیا اُمت مسلمہ بھی کچھ غور کرے گی؟

جادوزدہ نبیؑ

۵۵ جلد دوم، کتاب الجہاد، ص ۲۰۳، حدیث ۴۱۲

هشام عن ابيه عن عائشة ان النبيؐ سحر كان يُخيل اليه انّه صنع شيئًا ولم يصنعه

"ہشام اپنے والد کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ پر جادو کیا گیا (جس کا اثر یہ ہوا) آپؐ کسی ایسے کام کو جسے انہوں نے نہ کیا ہوتا خیال کرتے تھے کہ کر چکا ہوں"۔

حاصل مطالعہ: آپؐ نے نماز نہیں پڑھی ہوتی تھی۔ خیال کرتے پڑھ چکا ہوں۔ قرآن نہیں پڑھا ہوتا تھا خیال کرتے پڑھ چکا ہوں۔ لوگوں کو وعظ نہیں کیا ہوتا تھا، خیال کرتے کر چکا ہوں۔ کسی بی بی کی باری نہیں گزاری ہوتی اور خیال کرتے کہ گزار چکا ہوں۔

۵۶ جلد دوم، کتاب بدؤ الخلق، ص ۲۳۵، حدیث ۵۰۰

هشام عن ابيه عن عائشة قالت سحر النبيؐ وقال الليث كتب الى هشام انّه سمعه ووعاه عن ابيه عن عائشة قالت سحر النبيؐ حتّٰى كان يخيل اليه ان يفعل الشيئ وما يفعله حتّٰى كان ذات يوم دعا ودعا ثم قال أشعرت ان اللّٰه افتانى فيما فيه شفائى ، اتانى رجلان فقعد

احدهما عند رأسي والآخر عند رجلي فقال احدهما ما وجع الرجل قال مطبوب قال ومن طبه قال لبيد ابن الاعصم قال فيما ذا قال في مشط ومشاقة وجف طلعه ذكر قال فاين هو قال في ئبر ذروان فخرج اليها النبيؐ ثم رجع فقال لعائشة حين رجع نظها كانها رؤس الشياطين فقلت استخرجته فقال لا، اما انا فقد شفاني الله وخشيت ان يثير ذلك على الناس شرًا ثم دفيت الئبر

"ہشام اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ پر جادو کیا گیا۔ لیث کا کہنا ہے کہ مجھے ہشام نے لکھا کہ میں نے اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے سنا ہے اور اسے یاد کیا ہے کہ سرورِ کونینؐ پر جادو کیا گیا حتیٰ کہ آپ کو خیال آتا تھا کہ میں فلاں کام کر رہا ہوں حالانکہ کر نہیں رہے ہوتے تھے حتیٰ کہ ایک دن آپ نے بہت طویل دعا کی اور پھر (مجھے) فرمایا (اے عائشہ) کیا تجھے معلوم ہوا ہے کہ اللہ نے مجھے ایسی بات بتا دی ہے جس میں میری شفا ہے۔ میرے پاس دو مرد آئے۔ ایک سرہانے اور دوسرا پائنتی بیٹھ گیا۔ ایک نے کہا: اس آدمی کو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: یہ جادو زدہ ہے۔ پہلے نے کہا: جادو کس نے کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: لبید ابن اعصم نے۔ پہلے نے کہا: کس چیز میں کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: کنگھی، روئی کے گالے اور کھجور کی کلی کے اُوپر والے چھلکے میں۔ پہلے نے کہا: یہ چیزیں اب کہاں ہیں؟ دوسرے نے کہا: چاہِ ذروان میں۔ آپؐ

وہاں تشریف لے گئے پھر واپس آئے تو اُم المومنین عائشہ سے کہا کہ اس کنوئیں کے قریب کھجورے درخت ایسے معلوم ہوتے تھے جیسے شیطان کی کھوپڑیاں۔ میں نے عرض کی: وہ چیزیں آپؐ نے نکلوالیں۔ آپؐ نے فرمایا: نہیں اللہ نے مجھے شفا عطا فرمادی ہے اور یہ اندیشہ تھا کہ لوگوں میں شوروفساد نہ پھیل جائے پھر وہ کنواں بند کردیا گیا"۔

حاصلِ مطالعہ:

* ہشام ابن عروہ نے لیث کو باقاعدہ طور پر سرورِ کونینؐ کی جادو زدگی کا حال لکھ کر بھیجا۔ خدا معلوم دوسرے کتنے افراد کے پاس یہ اشتہار بھیجا ہوگا۔
* سرورِ کونینؐ پر لبید ابن اعصم نے کنگھی، روئی کے گالے اور کھجور کی کلی کے اُوپر والے چھلکے میں جادو کر کے ان چیزوں کو چاہِ ذروان میں ڈال دیا۔ سرورِ کونینؐ پر اثر یہ ہوا کہ آپؐ نے مثلاً: نماز نہیں پڑھی ہوتی تھی خیال کرتے کہ پڑھ چکا ہوں۔ تلاوتِ قرآن نہیں کی ہوتی تھی خیال کرتے کہ کر چکا ہوں وغیرہ وغیرہ۔
* آپ کو یہ معلوم تھا کہ مجھ پر جادو کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک دن آپ مصلّی پر بیٹھ گئے اور بڑی طویل دعا مانگی۔ پھر اُم المومنین عائشہ سے مخاطب ہوئے اور کہا: اے عائشہ! کیا تجھے بھی معلوم ہے کہ اللہ نے مجھے میری دوا بتادی ہے۔ میرے پاس دو آدمی آئے۔ انہوں نے باہمی گفتگو سے مجھے سب کچھ بتادیا۔ آپ چاہِ ذروان پر گئے۔ پلٹ کر آئے تو کہا: اے عائشہ! چاہِ ذروان کی کھجوریں تو شیطان کے سر معلوم ہوتی ہیں۔
* اُم المومنین نے پوچھا: وہ چیزیں آپ نے نکلوالیں؟ سرورِ کونینؐ نے فرمایا: مجھے تو اللہ میاں نے شفا دے دی ہے لیکن خطرہ تھا کہ کہیں لوگوں میں فساد نہ پھیل جائے

اس لیے نہیں نکلوائیں۔

چند باتیں جو سمجھ میں نہیں آتیں:

* سرورِ کونینؐ دیگر امور میں تو خیال کرتے تھے کہ کر چکا ہوں لیکن یہ جو دعا مانگی اس میں انہیں یہ خیال کیوں نہ آیا کہ مانگ چکا ہوں؟ پھر بی بی عائشہ کو بتاتے ہوئے یہ خیال کیوں نہ آیا کہ بتا چکا ہوں؟ اور چاہِ ذروان پر جاتے ہوئے یہ خیال کیوں نہ آیا کہ جا چکا ہوں؟
* سرورِ کونینؐ نے صرف بی بی عائشہ ہی کو کیوں بتانا مناسب سمجھا۔ دیگر ازواج کے سامنے یہ تذکرہ کیوں نہ کیا؟
* سرورِ کونینؐ نے جادو کا اثر اتارنے کے لیے کیا کیا؟ نہ تو ان چیزوں کو وہاں سے نکالا، نہ کوئی دم پڑھا۔ نہ کوئی سورت پڑھی۔ صرف چاہِ ذروان پر جا کر واپس پلٹ آئے اور بی بی عائشہ کے سامنے چاہِ ذروان کی وحشت کا قصیدہ پڑھا اور جادو کا اثر ختم ہو گیا۔
* سرورِ کونینؐ نے تو اس واقعہ جادو سے بچنے کی کوشش کی کہ کہیں عوام میں پھیل کر موجب فساد نہ بن جائے لیکن اُم المومنین عائشہ، آپ کے بھانجے عروہ اور بھانجے کے بیٹے ہشام بن عروہ نے اس واقعہ کو شہرت دینے میں کیوں دلچسپی لی۔

(۵۷) جلد سوم، کتاب الطب، ص ۲۹۳، حدیث ۷۱۳

هشام عن ابيه عن عائشة قالت سحر رسول الله رجل من بني زريق يقال له لبيد ابن الاعصم حتى كان رسول الله يخيل اليه انه يفعل الشيئ وما فعله حتى اذا كان ذات او ذات ليلة وهو عن .... دعا ودعا ثم قال ياعائشة اشعرت ان الله افتانى فيما

استفتيه فيه اتاني رجلان فقعد احدهما عند رأسي والاٰخر عند رجلي فقال مطبوب قال من طبه قال لبيد ابن الاعصم قال في اى شيئي قال في مشط ومشاطة وجف طلعة نخل ذكر قال و اين هو ، قال في ئبر ذروان فاتاها رسول الله في ناس من اصحابه فجاء فقال ياعائشة! كان ماء ها نقاعة الحناء او كان رؤس نخلها رؤس الشياطين قلت يارسول الله افلا استخرجته قال قدعا فاني الله فكرهت ان اثور على الناس فيه شرًا فامربها فدفنت

”ہشام اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ پر بنی زریق کے لبید ابن اعصم نامی شخص نے جادو کیا، حتیٰ کہ سرورِ کونینؐ کسی ناکردہ کام کے متعلق خیال کرتے کہ میں اسے کر چکا ہوں۔ ایک دن میری باری تھی۔ دن تھا یا رات، سرورِ کونینؐ نے طویل وقت تک دعا مانگی۔ پھر فرمایا: اے عائشہ! کیا تجھے بھی کچھ پتہ چلا ہے کہ جس چیز کے متعلق میں نے ذات احدیت سے پوچھا تھا، اللہ نے مجھے وہ چیز بتا دی ہے میرے پاس دو آدمی آئے۔ ایک سرہانے دوسرا پائنتی بیٹھ گیا۔ ایک نے کہا: یہ جادو زدہ ہے۔ دوسرے نے کہا: کس نے کیا ہے؟ پہلے نے کہا: لبید ابن اعصم نے۔ پہلے نے کہا: کس چیز میں؟ دوسرے نے کہا: کنگھی۔ کنگھی سے گرے ہوئے بالوں اور نر کھجور کی کلی کے اُوپر والے چھلکے میں۔ پہلے نے کہا: یہ چیزیں کہاں ہیں؟ دوسرے

نے کہا: چاہِ ذروان میں۔ سرورِ کونینؐ کچھ صحابہ کو لے کر چاہِ ذروان پر آئے۔ پھر واپس لوٹے اور کہا: اے عائشہ! چاہِ ذروان کا پانی مہندی کے نچوڑ کی طرح تھا اور اس کے گرد کھجور کے درختوں کے سر شیطانی سروں جیسے تھے۔ میں نے کہا: یارسولؐ اللہ! کیا میں اس کی تحقیق نہ کروں؟ آپؐ نے کہا: مجھے اللہ نے شفا دی ہے۔ اب لوگوں میں اس کی برائی کو مشہور کرنا مجھے پسند نہیں۔ پھر آپؐ نے اس (کنگھی) کے دفن کرنے کا حکم دیا"۔

حاصل مطالعہ:

- جلد دوم، حدیث ۵۰۰ سے مختلف حدیث ہے۔
- زیر نظر حدیث میں باری بی بی عائشہ کی ہے۔
- زیر نظر حدیث میں لبید ابن اعصم کا قبیلہ بھی بتا دیا گیا ہے۔
- زیر نظر حدیث میں تیسری چیز کنگھی سے گرے ہوئے بال بتائے گئے ہیں جبکہ جلد دوم، حدیث ۵۰۰ میں روئی کا گالہ بتایا گیا تھا۔
- جلد دوم، حدیث ۵۰۰ میں سرورِ کونینؐ کے چاہِ ذروان پر جانے کے وقت کسی صحابی کا ذکر نہیں کہ کوئی اور بھی آپؐ کے ساتھ گیا یا آپ تنہا گئے لیکن زیر نظر حدیث میں آپؐ کے ساتھ چند صحابہ بھی جانے والے ہیں۔ خدا معلوم بی بی عائشہ کو معلوم ہی نہیں کہ کون کون تھے یا بی بی ان کے نام لینا پسند نہیں کرتی یا ویسے کسی سیاسی مصلحت کی وجہ سے ان کے نام نہیں لیے۔
- جلد دوم، حدیث ۵۰۰ میں بی بی پوچھتی ہیں کہ ان جادو کردہ چیزوں کو آپؐ نے نکلوایا، یا نہیں؟ لیکن زیر نظر حدیث میں بی بی سرورِ کونینؐ سے تفتیش کی اجازت لیتی ہیں اور عرض کرتی ہیں اگر اجازت دیں تو میں یہ معلوم کرنے کی کوشش کروں کہ

ایسا کیوں ہوا؟

یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ بی بی کس بات کی تفتیش کرنا چاہتی تھی جبکہ جادو کرنے والے اور جادو کردہ چیزوں کے نام تو آنے والے دو مرد سرورِ کونینؐ کو بتائے گئے تھے اور سرورِ کونینؐ نے بی بی کو چاہِ ذروان پر جانے سے قبل بتا دیا تھا۔ اب تفتیش کس کی کرنا تھی؟

البتہ ایک چیز قابلِ تفتیش تھی اور وہ جادو کردہ چیزوں کی لبید ابن اعصم تک رسائی تھی۔ تعویذ گنڈوں والے حضرات اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ جن چیزوں کا نام لیا گیا ہے۔ یہ چیزیں اسی فرد کے زیرِ استعمال ہوتی ہیں۔ جس پر جادو کرنا ہو اور چونکہ سرورِ کونینؐ کو کنگھی کرنے کا کام بالعموم بی بی کرتی تھیں جیسا کہ آگے چل کر آپ کو معلوم ہوگا۔ اس لیے بی بی کے لیے یہ مسئلہ ضرور قابلِ غور تھا کہ کنگھی تو سرورِ کونینؐ کو میں کرتی ہوں۔ کنگھی کرنے سے جو بال جھڑتے ہیں وہ بھی میرے پاس ہوتے ہیں۔ پھر یہ چیزیں لبید ابن اعصم تک کیسے پہنچ گئیں؟

یہ خیانت کس نے کی؟

سابقاً احادیثِ وحی، احادیثِ مغافیر، احادیثِ تماشا بینی اور احادیثِ گانا نقل کر لینے کے بعد اب تو میرا دل دھڑکتا ہے، ہاتھ کانپتا ہے اور قلم لرزتا ہے کہ ان احادیثِ جادو لبید ابن اعصم تک کنگھی، کنگھی سے گرے ہوئے بال یا روئی کا گالہ پہنچنے اور بی بی کی پریشانی کے متعلق کیا لکھوں؟ آپ خود سوچ لیں کہ بی بی کیا بتا رہی ہیں اور کیا چھپا رہی ہیں؟

(۵۸) جلد سوم، کتاب الطب، ص ۲۹۵، حدیث ۷۱۵

هشام عن ابيه عن عائشة قالت كان رسول الله سحر حتى كان يرى انه يأتي النساء ولم يأتيهن قال سفيان هذا اشد ما يكون من السحر اذا كان كذا — فقال ياعائشة أعلمت ان الله قد افتاني فيما استفتيته فيه —

اتانی رجلان فقعدا احدهما عند رأسي والاٰخر عند رجلي – فقال الذی عند رأسي للآخر ما بال الرجل قال مطبوب قال وما طبه قال لبيد ابن الاعصم من رجل بني زريق حليف ليهود كان منافقًا ـــ قال في جف طلعة ذكر تحت رعوفة في ئبر ذروان قالت فاتي النبيّ الئبر حتّٰى استخرجه فقال هذه الئبر التی اريتها وكان ماء ها نقاعة الحناء وكأن نخلها رؤس الشياطين قال فاستخرج قالت فقلت افلا تنشرت فقال أما واللّٰه فقد شفاني واكره ان اثير علي احد من الناس شرًا

''ہشام اپنے باپ کے ذریعہ اُم المؤمنین عائشہؓ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ پر جادو کیا گیا (جس کا اثر یہ ہوا) آپ خیال کرتے کہ میں ازواج کے پاس ہو آیا ہوں۔ حالانکہ آپؐ ازواج کے پاس نہیں آئے ہوتے تھے۔ سفیان کا کہنا ہے کہ جس جادو کا یہ اثر ہو وہ جادو کی سخت ترین قسم ہے۔ آپؐ نے فرمایا: عائشہ کیا تجھے معلوم ہے جو کچھ میں نے اللہ سے پوچھا تھا اللہ نے مجھے بتا دیا ہے۔ میرے پاس دو آدمی آئے۔ ایک سرہانے دوسرا پائنتی بیٹھ گیا۔ سرہانے بیٹھے ہوئے نے دوسرے سے کہا: اس آدمی کو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: بنی زریق جو یہودیوں کے حلیف ہیں کے ایک آدمی لبید ابن اعصم نے کیا ہے جو منافق تھا (پہلے نے پوچھا: جادو کس چیز میں کیا گیا ہے) دوسرے نے جواب دیا: کنگھی اور ان بالوں پر جو کنگھی سے جھڑتے ہیں۔ پہلے نے

پوچھا: (یہ چیزیں کہاں ہیں) دوسرے نے کہا: چاہِ ذروان میں کھجور کی چھلی میں پتھر کے نیچے ہیں۔ آپؐ اس کنویں پر گئے تا کہ اس کنگھی وغیرہ کو نکال لیں۔ آپؐ نے (وہاں پہنچ کر) فرمایا: یہی کنواں ہے جو مجھے دکھایا گیا ہے اس کا پانی مہندی کے نچوڑ کی طرح بالکل سرخ ہے اور کھجور کا درخت شیطان کے سروں کی طرح معلوم ہوتا ہے۔ اُم المومنین عائشہ کہتی ہے: میں نے کہا آپؐ نے اس کا اعلان کیوں نہیں کیا؟ آپؐ نے فرمایا: بخدا مجھے تو شفا ہوگئی ہے اور مجھے ناپسند ہے کہ میں کسی کی برائی کو مشہور کروں"۔

حاصل مطالعہ

جلد دوم، حدیث ۵۰۰ اور جلد سوم، حدیث ۱۳۱۷ سے قطعی مختلف حدیث ہے۔ ان دونوں حدیثوں میں صرف اتنا بتایا گیا تھا کہ آپ پر جادو کا اثر یہ ہوا کہ نہ کیے ہوئے کام کے متعلق خیال فرماتے کہ کر چکا ہوں۔ تفصیل معلوم نہیں تھی لیکن اس حدیث نے وہ راز کھول دیا ہے اور بی بی نے کھلے لفظوں میں وہ کچھ بتا دیا ہے جو سابقہ حدیثوں میں بوجوہ نہ بتا سکی تھی۔

آپؐ نے ازواج کی باری نہ گزاری ہوتی اور خیال کرتے کہ گزار چکا ہوں۔

یہ تھا وہ راز اور یہ تھی وہ حقیقت جس کی تلاش تھی۔ اب میرا خیال ہے قارئین کرام اس حقیقت کے قریب پہنچ جائیں گے۔ جس کی آپ کو اور مجھے ضرورت تھی کیونکہ صرف اسی راز کی بدولت نہ تو لبید ابن اعصم تک کنگھی اور کنگھی سے جھڑے ہوئے سرورِ کونینؐ کے بال پہنچانے والے ہاتھ مل رہے تھے اور نہ دیگر ازواج کی وجہ سکوت مل رہی تھی۔

صحاحِ ستہ کے خلاف مزاج اس حدیث نے ایک اور مسئلہ بھی حل کر دیا ہے اور وہ

ہے لبید ابن اعصم کا منافق ہونا۔ میرے خیال میں اب تاریخ اسلام کے طلبہ کے لیے منافقین کی جستجو بھی آسان ہو جائے گی۔ کیونکہ اُم المومنین عائشہ نے ایک منافق کو معین کر دیا ہے۔ اب تو صرف تاریخ سے یہ پوچھنا ہے کہ لبید ابن اعصم کی سوسائٹی میں کون کون لوگ شامل تھے؟ سرورِ کونین کی وفات کے بعد بھی لبید ابن اعصم موجود تھا یا نہیں؟ اگر تھا تو اس کا تعلق مسلمانوں کے کون سے گروہ سے تھا؟ اگر آپ کی زندگی ہی میں آنجہانی ہو گیا تھا تو اس کی نمازِ جنازہ کس نے پڑھائی تھی؟ وغیرہ وغیرہ۔

جلد دوم، حدیث ۵۰۰ اور جلد سوم، حدیث ۷۱۳ کی نسبت زیرِ نظر حدیث اس لحاظ سے بھی مختلف ہے کہ جلد دوم، حدیث ۵۰۰ میں سرورِ کونینؐ نے جادو کردہ اشیاء کو نکالا ہی نہیں تھا بلکہ کنوئیں کو ہی دفن کر دیا۔ جلد سوم، حدیث ۷۱۳ میں صرف کنگھی نکالی گئی جسے دفن کر دیا گیا۔ زیرِ نظر حدیث میں آپؐ نے تمام جادو کردہ چیزوں کو نکال تو لیا لیکن ان کے دفن کرنے کا ذکر نہیں۔

زیرِ نظر حدیث اس لحاظ سے بھی سابقہ احادیث سے مختلف ہے کہ سابقہ احادیث میں آپ چاہ ذروان پر چلے گئے لیکن اس حدیث میں جب آپ چاہِ ذروان پر جاتے ہیں تو فرماتے ہیں کہ یہی وہ کنواں ہے جو مجھے دکھایا گیا یعنی عالمِ خواب میں۔

سابقہ احادیث کی نسبت زیرِ نظر حدیث اس اعتبار سے بھی مختلف ہے کہ ان میں جادو کا اثر بتانے پر اکتفا کی گئی ہے جبکہ زیرِ نظر حدیث میں جادو کی نوعیت بیان کر کے سفیان کا تصدیقی سرٹیفکیٹ بھی چسپاں کیا گیا ہے کہ جب انسان پر جادو کیا جائے اور اسے جادو کے اثر سے ازواج کی باری ہی بھول جائے تو یہ جادو کی سخت ترین قسم ہوتی ہے۔

(۵۹) جلد سوم، کتاب الطب، ص ۲۹۵، حدیث ۷۱۶

هشام عن ابيه عن عائشة قالت سحر رسول الله حتى

انه يخيل اليه انه يفعل الشيئ وما فعله حتى اذا كان

ذات يوم وهو عندي دعا والله ثم قال أشعرت ياعائشة ان الله قد افتاني فيما استفتيه فيه قلت وما ذاك يارسول الله قال جاء نى رجلان فجلس احدهما عند رأسي والاخر عند رجلي ثم قال احدهما لصاحبه ما وجع الرجل قال مطبوب ، قال من طبه ، قال فذهب لبيد ابن الاعصم اليهودي من بني زريق – قال فيماذا قال في مشط ومشاطة وجف طلعة ذكر قال فاين هو – قال في ئبر ذروان قال فذهب النبيؐ في اناس من اصحابه الى البئر فنظر اليها وعليها نخل ثم رجع الى عائشة فقال والله لكان ماء ها نقاعة الحناء ولكأن نخلها رؤس الشياطين قلت يارسول الله أفا خرجته قال لا أما انا فقدعا فانئ الله وشفاني وخشيت ان اثور على الناس منه شرًا وأمربها فدفنت

''ہشام اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ پر جادو کیا گیا جس کے اثر سے آپ نہ کیے ہوئے کام کے متعلق خیال کرتے تھے کہ کر چکا ہوں۔ حتیٰ کہ ایک دن آپ میرے ہاں تھے۔ آپؐ نے اللہ سے بہت بہت دعا کی۔ پھر کہا: اے عائشہ! کیا تجھے بھی معلوم ہوا ہے کہ جو کچھ میں نے اللہ سے پوچھا تھا، اس نے مجھے بتا دیا ہے۔ میں نے کہا وہ کیا یارسولؐ اللہ؟ آپؐ نے فرمایا: دو آدمی میرے پاس آئے، ایک سرہانے اور دوسرا پائنتی بیٹھ گیا۔ ایک نے دوسرے سے کہا: اس

آدمی کو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: جادو زدہ ہے۔ پہلے نے کہا: کس نے کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: بنی زریق سے لبید ابن اعصم یہودی نے۔ پہلے نے کہا: کس چیز میں کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: کنگھی۔ کنگھی سے جھڑے ہوئے بالوں اور کھجور کی کلی کے چھلکے میں۔ پہلے نے کہا: یہ چیزیں کہاں ہیں؟ دوسرے نے کہا: چاہِ ذروان میں۔ چنانچہ آپؐ چند صحابہ کے ساتھ چاہِ ذروان پر آئے۔ آپؐ نے کنوئیں کو دیکھا۔ اس پر کھجور کے درخت تھے۔ پھر آپؐ اُم المومنین عائشہ کی طرف واپس پلٹے اور کہا: بخدا اس کا پانی گویا مہندی کا نچوڑ تھا اور اس کے کھجور کے درخت گویا شیطانوں کے سر تھے۔ میں نے کہا: یارسولؐ اللہ! آپؐ نے ان چیزوں کو نکالا نہیں؟ آپؐ نے کہا: نہیں، مجھے تو اللہ نے تندرست کر دیا ہے اور میں اس آدمی کے شر کو لوگوں میں مشہور کرنے سے ڈرا۔ پھر آپؐ نے اس جادو کی چیز کو دفن کرنے کا حکم دیا"۔

حاصل مطالعہ

- جلد دوم، حدیث ۵۰۰، جلد سوم، حدیث ۷۱۳ اور جلد سوم، حدیث ۷۱۵ سے بالکل مختلف ہے۔
- جلد دوم، حدیث ۵۰۰ میں لبید ابن اعصم غیر معروف ہے۔
- جلد سوم، حدیث ۷۱۳ میں لبید ابن اعصم یہودیوں کے حلیف قبیلہ بنی زریق سے ہے۔
- جلد سوم، حدیث ۷۱۵ میں لبید ابن اعصم منافق ہے جبکہ زیرِ نظر حدیث میں لبید ابن اعصم کو یہودی بتایا گیا ہے۔

- جلد سوم، حدیث ۱۳۷۱ کی طرح زیرِ نظر حدیث میں بھی سرورِ کونینؐ تنہا تشریف نہیں لے گئے بلکہ صحابہ کی ایک تعداد بھی آپؐ کے ساتھ ہے۔
- سابقہ کسی بھی حدیث میں جب بی بی عائشہ سے پوچھتے ہیں کہ کیا تجھے بھی معلوم ہوا ہے کہ اللہ نے مجھے میرا مقصود بتا دیا ہے تو بی بی عائشہ کی طرف سے کوئی جواب مثبت یا منفی نہیں ملتا۔ لیکن زیرِ نظر حدیث میں بی بی عائشہ نے پوچھ لیا کہ وہ کیا ہے؟

(۹۰) جلد سوم، کتاب الآداب، ص ۳۸۰، حدیث ۱۰۰۰

هشام ابن عروة عن ابيه عن عائشة قالت مكث النبيؐ كذا وكذا حتى يخيل اليه انه يأتي اهله ولا يأتي قالت عائشة فقال لي ذات يوم ياعائشة ان الله افتاني في امر استفتيه فيه اتاني رجلان فجلس احدهما عند رجلي والأخر عند رأسي فقال الذي عند رجلي للذي عند رأسي ما بال الرّجل قال مطبوب يعني مسحور قال من طبه قال لبيد ابن الاعصم قال وفيما قال في جف طلعة ذكر في مشط ومشاقة تحت رعوفة في ئبر ذروان فجاء النبيؐ فقال هذه البئر التي اريتها كان رؤس نخلها رؤس الشياطين وكان ماء ها نقاعة الحناء فامر به النبيؐ فاخرج قالت عائشة قلت! يارسول الله فهلا؟ تعني تنشرت فقال النبيؐ اما والله فقد شفاني واما انا فاكره ان اثير على الناس شرًا قالت ولبيد ابن الاعصم رجل من بني زريق حليف اليهود

"ہشام ابن عروہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ

اتنے اتنے دنوں تک اس حال میں رہے کہ آپ کو خیال ہوتا تھا کہ زوجہ کے پاس سے ہو آیا ہوں، حالانکہ ہو نہیں آئے ہوتے تھے۔ ایک دن آپؐ نے فرمایا: عائشہ جو چیز اللہ سے میں نے پوچھی تھی، اللہ نے بتا دی ہے۔ دو مرد میرے پاس آئے، ایک سرہانے دوسرا پائنتی بیٹھ گیا۔ پائنتی بیٹھنے والے نے سرہانے بیٹھے ہوئے سے پوچھا کہ اس آدمی کو کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: جادو زدہ ہے یعنی مسحور ہے۔ پہلے نے پوچھا: جادو کس نے کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: لبید ابن اعصم نے۔ پہلے نے کہا: کس چیز میں کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: کنگھی اور بالوں کو نر کھجور کے چھلکے میں ڈال کر چاہ ذِہروان میں ایک پتھر کے نیچے رکھ کر۔ چنانچہ سرورِ کونینؐ اس کنوئیں پر آئے اور فرمایا کہ یہی وہ کنواں ہے جو مجھے خواب میں دکھایا گیا۔ اس کے پاس کھجوروں کے درخت گویا شیطانوں کے سر ہیں اور اس کا پانی گویا مہندی کا دھوون ہے۔ آپ نے اس کو نکالنے کا حکم دیا۔ میں نے کہا: یارسولؐ اللہ! پھر آپؐ نے کیوں نہیں نکالا؟ یعنی آپؐ نے اسے مشتہر کیوں نہیں کیا؟ آپؐ نے کہا: اللہ نے مجھے شفا دے دی ہے اور میں ناپسند کرتا ہوں کہ لوگوں کے سامنے کسی کے شر کو مشتہر کروں۔ بنی زریق جو یہودیوں کا ایک حلیف قبیلہ تھا، لبید ابن اعصم اسی قبیلہ کا ایک فرد تھا"۔

حاصلِ مطالعہ

سابقہ پانچ احادیث کے خلاف اس حدیث میں بی بی عائشہ نے ایامِ جادو زدگی

بھی بتائے ہیں اگرچہ ہشام ابن عروہ نے ہم بدنصیب پڑھنے والوں کو ان دنوں کی تعداد سے آگاہ نہیں کیا، تاہم بی بی نے کذا و کذا کہہ کر غالباً عروہ کو انگلیوں سے دنوں کی تعداد کا اشارہ کر دیا ہے۔

زیرِنظر حدیث میں سرورِ کونینؐ کی دعا کا کوئی ذکر نہیں۔

زیرِنظر حدیث میں سرورِ کونینؐ کو جادو سے آگاہ کرنے کی خاطر آنے والوں میں سے ابتدائے کلام پائنتی بیٹھنے والا کرتا ہے جبکہ سابقہ احادیث میں ابتدائے کلام سرہانے بیٹھنے والا کرتا رہا ہے۔

زیرِنظر حدیث میں، مطبوب کا معنی مسحور بھی بتا دیا گیا ہے۔

(۶۱) جلد سوم، کتاب الدعوات، ص ۴۹۰، حدیث ۱۳۱۴

هشام عن ابيه عن عائشة ان رسول الله طب حتّٰى انه يخيل اليه قد صنع الشيئ وما صنعه وانه دعا ربه ثم قال أشعرت ان الله قد افتاني فيما استفتيته فيه فقالت عائشة فما ذاك يارسول الله قال جاء في رجلان فجلس احدهما عند رأسي والآخر عند رجلي فقال احدهما لصاحبه ما وجع الرجل؟ قال مطبوب، قال من طبه؟ قال لبيد ابن الاعصم – قال فيماذا___؟ قال في مشط ومشاطه وجف طلعة قال فاين هو؟ قال في ذروان ئبرني بني زريق – قالت فاتاها رسول الله ، فرجع الى عائشة ، فقال والله لكان ماؤها نقاعة الحناء ولكأن نخلها رؤس الشياطين قالت فاتي رسول الله فاخبرها عن الئبر فقلت يارسول الله! فهلا اخرجته؟ قال اما انا

بھی بتائے ہیں اگرچہ ہشام ابن عروہ نے ہم بدنصیب پڑھنے والوں کو ان دنوں کی تعداد سے آگاہ نہیں کیا، تاہم بی بی نے کذا و کذا کہہ کر غالباً عروہ کو انگلیوں سے دنوں کی تعداد کا اشارہ کر دیا ہے۔

زیرِنظر حدیث میں سرورِکونینؐ کی دعا کا کوئی ذکر نہیں۔

زیرِنظر حدیث میں سرورِکونینؐ کو جادو سے آگاہ کرنے کی خاطر آنے والوں میں سے ابتدائے کلام پائنتی بیٹھنے والا کرتا ہے جبکہ سابقہ احادیث میں ابتدائے کلام سرہانے بیٹھنے والا کرتا رہا ہے۔

زیرِنظر حدیث میں، مطبوب کا معنی مسحور بھی بتا دیا گیا ہے۔

(۹۱) جلد سوم، کتاب الدعوات، ص ۴۹۰، حدیث ۱۳۱۴

هشام عن ابيه عن عائشة ان رسول الله طب حتى انه يخيل اليه قد صنع الشيئ وما صنعه وانه دعا ربه ثم قال أشعرت ان الله قد افتاني فيما استفتيه فيه فقالت عائشة فما ذاك يارسول الله قال جاء في رجلان فجلس احدهما عند رأسي والآخر عند رجلي فقال احدهما لصاحبه ما وجع الرجل؟ قال مطبوب، قال من طبه؟ قال لبيد ابن الاعصم – قال فيماذا___؟ قال في مشط ومشاطه وجف طلعة قال فاين هو؟ قال في ذروان ئبرنى بنى زريق – قالت فاتاها رسول الله ، فرجع الى عائشة ، فقال والله لكان ماؤها نقاعة الحناء ولكان نخلها رؤس الشياطين قالت فاتى رسول الله فاخبرها عن البئر فقلت يارسول الله! فهلا اخرجته؟ قال اما انا

فقد شفانی اللّٰہ و کرھت ان اثیر علی النّاس شرًا

ہشام اپنے باپ عروہ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ پر جادو کیا گیا جس کے اثر سے آپؐ کسی بھی کام کے لیے جسے نہ کیا ہوتا تھا خیال کرتے تھے کہ کر چکا ہوں۔ آپؐ نے اللہ سے دعا کی پھر کہا: (اے عائشہ!) کیا تجھے بھی پتہ چلا ہے کہ اللہ سے جو کچھ میں نے پوچھا تھا مجھے بتا دیا ہے۔ میں نے کہا: یارسولؐ اللہ! وہ کیا ہے؟ آپؐ نے کہا: میرے پاس دو آدمی آئے۔ ایک سرہانے دوسرا پائنتی بیٹھ گیا۔ ایک نے دوسرے سے کہا: اس آدمی کو کیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے کہا: جادو زدہ ہے۔ پہلے نے کہا: کس چیز میں کیا ہے؟ دوسرے نے کہا: کنگھی سے گرے ہوئے بالوں اور کھجور کے غلاف میں۔ پہلے نے کہا: یہ چیزیں کہاں ہیں؟ دوسرے نے کہا: چاہ ذروان میں! ذروان بنی زریق کا کنواں تھا۔ سرورِ کونینؐ چاہِ ذروان پر آئے۔ پھر عائشہ کے پاس واپس گئے اور کہا: بخدا! اس کا پانی مہندی کے نچوڑ اور اس کی کھجوریں شیطان کے سروں کی طرح ہیں۔ میں نے کہا: یارسولؐ اللہ! آپ نے اس کو نکالا کیوں نہیں؟ آپؐ نے کہا: اللہ نے مجھے شفا دے دی ہے اور میں نے لوگوں میں شر کو برانگیختہ کرنا اچھا نہیں سمجھا۔

حاصلِ مطالعہ

زیرِنظر حدیث سابقہ احادیث سے اس لیے مختلف ہے کہ بی بی نے انتہائی سادگی اور اختصار کے ساتھ آپ کی دعا، سرورِ کونینؐ پر جادو کے اثر بتانے والوں کی آمد، ان کا

باہمی مکالمہ، جادو کردہ اشیاء وغیرہ کا تذکرہ کر دیا ہے۔

جائزہ

انفرادی مطالعہ کے بعد آیئے ذرا ان بکھری ہوئی احادیث کو جمع کر لینے کے بعد ان کا اجتماعی جائزہ بھی لے لیں تا کہ بات ذہن میں اچھی طرح بیٹھ سکے۔

- تمام احادیث سحر کے راوی صرف ہشام اور اس کا باپ عروہ ابن زبیر ہے۔ عروہ بی بی عائشہ کا بھانجا، ابوبکر کا نواسہ اور اسماء بنت ابوبکر کا بیٹا ہے۔
- تمام احادیث کی بیان کنندہ بلاشرکت غیرے تنہا بی بی عائشہ ہیں۔
- تمام احادیث میں سرورِ کونینؐ کو جادو زدہ بتایا گیا ہے۔
- مجموعی طور پر تو تمام احادیث میں جادو کا اثر یہ بتایا گیا ہے کہ نہ کیے ہوئے کام کے متعلق آپ سمجھتے تھے کہ کر چکا ہوں۔ البتہ جلد سوم، حدیث ۷۱۵ میں ناکردہ کاموں میں سے ایک کا نام بھی لے لیا گیا ہے اور وہ یہ کہ سرورِ کونینؐ اپنی تمام ازواج یا کسی زوجہ کے پاس نہ آئے ہوتے تھے اور خیال یہ کرتے تھے کہ تمام ازواج یا کسی زوجہ کی باری گزار چکا ہوں۔
- تمام احادیث میں سرورِ کونینؐ بی بی عائشہ ہی کے گھر میں اللہ سے دعا کرتے ہیں۔
- تمام احادیث میں جادو کی تفصیلات بتانے کے لیے آنے والے بی بی عائشہ ہی کے گھر میں آ کر بتاتے ہیں۔
- تمام احادیث میں سرورِ کونینؐ جادو کی تفصیل سے صرف بی بی عائشہ ہی کو آگاہ کرتے ہیں۔
- تمام احادیث میں سرورِ کونینؐ چاہِ ذروان پر بی بی عائشہ ہی کے گھر سے جاتے ہیں اور پھر بی بی عائشہ ہی کے گھر واپس پلٹتے ہیں۔
- تمام احادیث میں جادو کی تفصیل بتانے کے لیے خواب میں آنے والے دونوں

باہمی مکالمہ، جادو کردہ اشیاء وغیرہ کا تذکرہ کر دیا ہے۔

جائزہ

انفرادی مطالعہ کے بعد آیئے ذرا ان بکھری ہوئی احادیث کو جمع کر لینے کے بعد ان کا اجتماعی جائزہ بھی لے لیں تاکہ بات ذہن میں اچھی طرح بیٹھ سکے۔

- تمام احادیث سحر کے راوی صرف ہشام اور اس کا باپ عروہ ابن زبیر ہے۔ عروہ بی بی عائشہ کا بھانجا، ابوبکر کا نواسہ اور اسماء بنت ابوبکر کا بیٹا ہے۔
- تمام احادیث کی بیان کنندہ بلاشرکت غیرے تنہا بی بی عائشہ ہیں۔
- تمام احادیث میں سرورِ کونینؐ کو جادو زدہ بتایا گیا ہے۔
- مجموعی طور پر تو تمام احادیث میں جادو کا اثر یہ بتایا گیا ہے کہ نہ کیے ہوئے کام کے متعلق آپ سمجھتے تھے کہ کر چکا ہوں۔ البتہ جلد سوم، حدیث ۷۱۵ میں ناکردہ کاموں میں سے ایک کا نام بھی لے لیا گیا ہے اور وہ یہ کہ سرورِ کونینؐ اپنی تمام ازواج یا کسی زوجہ کے پاس نہ آئے ہوتے تھے اور خیال یہ کرتے تھے کہ تمام ازواج یا کسی زوجہ کی باری گزار چکا ہوں۔
- تمام احادیث میں سرورِ کونینؐ بی بی عائشہ ہی کے گھر میں اللہ سے دعا کرتے ہیں۔
- تمام احادیث میں جادو کی تفصیلات بتانے کے لیے آنے والے بی بی عائشہ ہی کے گھر میں آ کر بتاتے ہیں۔
- تمام احادیث میں سرورِ کونینؐ جادو کی تفصیل سے صرف بی بی عائشہ ہی کو آگاہ کرتے ہیں۔
- تمام احادیث میں سرورِ کونینؐ چاہِ ذروان پر بی بی عائشہ ہی کے گھر سے جاتے ہیں اور پھر بی بی عائشہ ہی کے گھر واپس پلٹتے ہیں۔
- تمام احادیث میں جادو کی تفصیل بتانے کے لیے خواب میں آنے والے دونوں

افراد کو سرورِ کونینؐ نہیں جانتے کہ وہ کون ہیں؟

- تمام احادیث میں جادو کی تفصیل بتانے کی خاطر آنے والے دونوں مرد سرورِ کونینؐ کو نبی یا رسولؐ نہیں سمجھتے بلکہ ایک عام انسان سمجھ کر آ بیٹھتے ہیں کیونکہ آپ ایک مرتبہ احادیث میں غور کریں۔ آنے والے دونوں نہ تو آپ کو سلام کرتے ہیں۔ ایک چپکے سے سرہانے بیٹھ جاتا ہے اور دوسرا پائنتی۔ اور نہ ہی باہمی گفتگو میں یہ اظہار کرتے ہیں کہ آپ رسول ہیں۔ پوچھنے والا خواہ جو بھی ہے وہ کہتا ہے: مَا وَجْعُ الرَّجُلِ؟ ''اس آدمی کو کیا ہے؟''
- تمام احادیث میں جادو کرنے والا تنہا لبید ابن أعصم ہے۔
- تمام احادیث میں جادو کردہ اشیاء چاہِ ذروان میں رکھی جاتی ہیں۔
- تمام احادیث میں سرورِ کونینؐ خود چاہِ ذروان پر جاتے ہیں۔
- تمام احادیث میں دیگر ازواج کا کردار خاموش ہے۔
- تمام احادیث میں آپ پر جان چھڑکنے والے، ابوبکر و عمر موجود نہیں ہیں۔

امام بخاری کی بے بسی

امام بخاری بے چارے اٹھانے کو تو جمع حدیث کا بیڑا اُٹھا بیٹھے لیکن بحرِ حدیث میں یوں گھرے کہ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن والی بات بن گئی۔ دیگر احادیث کی طرح چونکہ احادیث جادو کو بھی بے انتہا شہرت دی گئی تھی اور مقامِ نبوت کو پامال کرنے کی خاطر ہر کہ دمہ کو یہ واقعہ سنا دیا گیا تھا۔ اب جو امام بخاری کے پاس مختلف ذرائع سے یہ احادیث آئیں جن کا مرکزی نقطہ سرورِ کونینؐ کی مدہوشی، جادو کے اثر میں بے بسی اور کارہائے رسالتؐ میں کچھ دنوں کے لیے سہی تعطل تھا ـــــ اب امام بخاری اس مشکل میں پھنس گئے کہ ان تمام احادیث کو کہاں لے جائیں۔ ان کو بی بی عائشہ سے عقیدت نہ تو اس بات کی اجازت دیتی تھی کہ تمام احادیث سے صرفِ نظر کر کے اپنی صحیح میں جگہ ہی

ہوتا۔ دوسری جگہ اور ترجمہ کرتے ہیں۔ یہی سلسلہ آخر تک چلتا ہے لیکن سکون پھر بھی نہیں۔ البتہ ایک چیز جو آپ بھی محسوس کریں گے، وہ ہے بی بی عائشہ کا تحفظ، سرورِ کونینؐ کی ذات نقائص سے محفوظ رہے یا نہ۔ اس کی پروا نہیں لیکن بی بی کی طرف کوئی اعتراض منسوب نہ کیا جائے۔

حالانکہ حق یہ تھا کہ چونکہ ہم بی بی عائشہ کا احترام اس لیے کرتے ہیں کہ وہ زوجۂ سرورِ کونینؐ ہے۔ سرورِ کونینؐ کا کلمہ اس لیے نہیں پڑھتے کہ آپ بی بی عائشہ کے شوہر ہیں، یعنی بی بی کا احترام سرورِ کونینؐ کی نسبت سے ہے۔ سرورِ کونینؐ کا احترام بی بی کی بدولت نہیں۔

اس لیے حق تو یہ تھا کہ جو کوئی قولاً یا عملاً سرورِ کونینؐ کے مقامِ نبوت کو پامال کرتا۔ ہم کسی رشتہ اور نسبت کی پروا کیے بغیر اس سے ٹکرا جاتے۔ اب ہماری حالت یہ ہے کہ ہم نے سرورِ کونینؐ کی حیثیت ثانوی بنا لی ہے۔ اب ہم سرورِ کونینؐ کو قرآن کے آئینہ میں نہیں دیکھتے بلکہ اصحاب اور ازواج کے بیانات میں دیکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے مقامِ مصطفیٰؐ کو اتنا پست کر دیا ہے کہ جس کا اندازہ ہمیں اسلامی ماحول میں تو شاید نہ ہو لیکن جب ہمارے نظریات نبوت غیر مسلم مفکرین کے سامنے آتے ہیں تو وہ ہمارے نبیؐ کو اپنے سے بھی کم انسان سمجھ کر نبوت ہی سے انکار کر دیتے ہیں۔

خیر بات لمبی ہو جائے گی۔ آیئے مترجمین کی پریشانی دکھاؤں۔

- ٭ جلد دوم، حدیث ۵۰۰: فَقُلْتُ اِسْتَخْرَجْتَهُ؟ میں نے عرض کیا: وہ جادو کی ہوئی چیزیں آپ نکلوا لیں؟
- ٭ جلد سوم، حدیث ۷۱۳: قلت یا رسول اللّٰہ افلا استخرجته؟ میں نے عرض کیا: یا رسولؐ اللہ! کیا میں اس کی تحقیق نہ کروں؟
- ٭ جلد سوم، حدیث ۷۱۵: فقلت افلا تنشرت؟ میں نے عرض کیا: آپؐ نے اس

کا اعلان کیوں نہیں کیا؟

* جلد سوم، حدیث ۷۱۶: قلت یارسول اللّٰہ أما اخرجتہ؟ میں نے عرض کیا آپ نے اس کو ظاہر نہیں کیا۔
* جلد سوم، حدیث ۱۰۰۰: قلت یارسول اللّٰہ فھلا تعنی تنشرت؟ میں نے عرض کیا آپ نے اسے مشتہر کیوں نہیں کیا؟
* جلد سوم، حدیث ۱۳۱۴: فقلت یارسول اللّٰہ فھلا اخرجتہ؟ میں نے عرض کیا: آپ نے اس کو نکال کیوں نہیں دیا؟

ملاحظہ فرمایا آپ نے، جلد دوم، حدیث ۵۰۰ اور سوم، حدیث ۱۳۱۴ کے علاوہ کوئی ترجمہ درست نہیں۔ اندھیرے میں ہاتھ پاؤں مارتے ہیں لیکن پلے کچھ نہیں پڑتا۔ اور یہ سب نتیجہ ہے اس اندھی عقیدت کا جو مترجمین کو بی بی کے ساتھ تھی ورنہ حدیث ۵۰۰ میں جس لفظ کا معنی نکالنا کیا ہے، حدیث ۱۳۰۷ میں اسی لفظ کا معنی تحقیق کرنا نہ کیا جاتا۔

جادو کنندہ لبید ابن اعصم کے متعلق دیکھئے۔ کہیں صرف نام ملے گا، کسی حدیث میں قبیلہ ملے گا، کہیں اسے منافق بتایا گیا ہے اور کہیں یہودی کہا گیا ہے۔

مجموعی جائزہ

یوں تو فرداً فرداً ہر حدیث کے ذیل میں مختصراً فکر دی جاتی رہی ہے۔ اب آیئے مجموعی طور پر ان سات احادیث کو لکھیں۔ آخر سلطان الانبیاء کا جادو زدہ ہونا معمولی بات نہ تھی، ایک بہت بڑا حادثہ تھا۔

مقامِ فکر یہ ہے کہ:

* بی بی عائشہ کے سوا اور کسی اُم المومنین نے اس واقعہ کا ذکر نہیں کیا، آخر کیوں؟
* صحابہ میں سے بی بی کے بھانجے عروہ اور بھانجے کے صاحبزادے ہشام کے علاوہ اور کسی صحابی نے بی بی عائشہ سے بھی یہ روایت نہیں کی۔ کیا وجہ ہوگی؟

- کیا دیگر اُمہات المومنین اور صحابہ کو سرورِ کونینؐ کی مسلسل کئی دن تک جادو زدگی کا علم ہی نہیں ہوسکا یا انہیں علم ہوگیا تھا لیکن انہوں نے اس کا ذکر مناسب نہیں سمجھا؟
- خدا معلوم بی بی عائشہ نے ایامِ جادو کی تعداد کیوں نہیں بتائی؟
- بی بی نے ایامِ جادو زدگی میں ازواج کی باریوں کے زیروزبر ہونے کا ذکر تو کیا ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ اس عالم میں آپ کی نمازیں کتنی قضا ہوئیں؟
- ذرا احادیث میں غور کریں سرورِ کونینؐ دیگر ازواج کی باری تو جادو کے اثر کی بدولت بھول جاتے ہیں لیکن بی بی کی باری کے متعلق خیال نہیں آیا کہ وہ بھی گزر چکی ہے بلکہ جادو کے اتارنے کی دعا بھی بی بی ہی کی باری میں مانگتے ہیں؟ کیا وجہ تھی؟
- بی بی نے یہ بھی نہیں بتایا کہ اس عرصہ میں نزولِ قرآن بھی ہوا یا نہیں؟
- اگر قرآن نازل ہوا تو وہ بھی جادو کی نظر ہوگیا یا آپ نے سنایا؟
- ان سات احادیث میں یہ بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ سرورِ کونینؐ کے جادو زدہ ہونے کا علم کفار و مشرکین کو بھی ہوگیا تھا یا نہیں؟
- اگر انہیں علم ہوگیا تھا تو ان کا ردِعمل کیا تھا؟
- اگر علم نہیں ہوا تھا تو کیا وجہ تھی؟
- بی بی نے ان چند خوش قسمت اصحاب کے نام بھی نہیں بتائے جو سرورِ کونینؐ کے ساتھ چاہِ ذروان پر گئے تھے؟
- یہ بھی معلوم نہیں ہوسکا کہ لبید ابن اعصم کو یہ چیزیں کس نے فراہم کی تھیں؟
- کہیں احادیث مغافیر کی طرح جادو زدگی بھی رقیبانہ جذبات کا نتیجہ تو نہیں؟
- بی بی نے یہ بھی نہیں بتایا کہ جادو زدگی کے ان ایامِ مصیبت میں سرورِ کونینؐ کے جانثار ابوبکر اور ان کے ساتھی عمر صاحب کہاں تھے؟

※ ابوبکر و عمر نے لبید ابن اعصم کے متعلق کن جذبات کا اظہار کیا؟

جہاں تک میں سمجھا ہوں، سرورِ کونینؐ کا قرآن بھول جانا، شب قدر بھول جانا، گناہگار ہونا اور جادوزدہ ہونا جیسے واقعات صرف سرورِ کونینؐ کے قریب وفات کاغذ اور قلم دوات مانگنے کے جواب میں عمر صاحب کے قول ان الرجل لیھجر (یہ شخص تو ہذیانی باتیں کرتا ہے) پر پردہ ڈالنے کے لیے گھڑے گئے ہیں؟ تاکہ اُمت مسلمہ کو یہ باور کرایا جاسکے کہ جو ایامِ صحت میں ایسے حادثات کا شکار ہوسکتا ہے بوقتِ وفات اس سے ہذیان بھی ممکن ہے۔

میرے دوستو! یہ ہے مقامِ مصطفیٰؐ جو بی بی عائشہ نے برملا بیان کر دیا ہے۔

قرآن اور اُم المومنین

محترم قارئین! بی بی عائشہ کی صداقت کے پیش نظر یہ تو ممکن نہیں کہ ہم ان احادیثِ سحر کو ماننے سے انکار کردیں۔ آیئے ذرا قرآن کریم کی رُو سے بھی جادوزدگیٔ نبیؐ کا جائزہ لیتے ہیں تاکہ یہ پہلو بھی تشنہ نہ رہے۔

يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (بنی اسرائیل، آیت ۴۷) ”ظالم کہتے ہیں کہ تم تو صرف جادوزدہ شخص کی اتباع کررہے ہو“۔

قَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا (فرقان، آیت ۸) ”ظالموں نے کہا کہ تم تو صرف جادوزدہ شخص کی اطاعت کرتے ہو“۔

فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰمُوْسٰی مَسْحُوْرًا (بنی اسرائیل، آیت ۱۰۱) ”فرعون نے کہا: اے موسیٰؑ! میں تو تجھے جادوزدہ سمجھتا ہوں“۔

ظالم کون؟ ان الشرک لظلمٌ عظیم۔ ازروئے قرآن شرک ہی ظلم ہے گویا اصطلاحِ قرآن میں مشرکین کو ظالم کہا گیا ہے۔ اب بنی اسرائیل، آیت ۴۷ اور فرقان، آیت ۸ کا معنی کیجیے۔ مشرک کہتے ہیں کہ تم جادوزدہ شخص کی اطاعت کرتے ہو۔ اب تین

گروہ انبیاءؑ کو جادو زدہ کہنے والے سامنے آ ئے:

۱-فرعون نے حضرت موسیٰؑ کو جادو زدہ کہا ۲-مشرکین نے سرورِ کونین کو جادو زدہ کہا۔۳-بی بی عائشہ نے سرورِ کونین کو جادو زدہ ہونا بتایا۔فرعون کا زمانہ اگرچہ گزر چکا تھا لیکن فرعون کا نظریہ مشرکین کے پاس موجود تھا۔اب دو ہیں سرورِ کونینؐ کو جادو زدہ کہنے والے: ۱-مشرکین ۲-بی بی عائشہ تو میرے دوستو! مشرکین بہرصورت مشرک ہی رہیں گے کیونکہ وہ سرورِ کونین کو جادو زدہ کہتے ہیں مگر چار دیواری کے باہر اور بی بی عائشہ بی بی عائشہ رہے گی کیونکہ اس نے چار دیواری کے اندر جادو زدہ کہا ہے۔ یہ نہ بھولنا کہ مشرکین کا جادو زدہ کہنا شرک و کفر ہے اور بی بی عائشہ کا جادو زدہ بتانا اور جادو زدہ ماننا عین اسلام ہے۔۔۔۔ سمجھ گئے ناں!

سلطان الانبیاءؐ قرآن بھول گئے

(۶۲) جلد اول، کتاب الشہادات، ص۹۱۴، حدیث ۲۴۶۷

هشام عن ابيه عن عائشة قالت سمع النبيؐ رجلا يقرأ في المسجد فقال رحمه الله لقد اذكر في كذا آية اسقطتهن من سورة كذا وكذا -

وزاد عناد ابن عبدالله عن عائشة تهجد النبيؐ في بيتي فسمع صوت عباد يصلي في المسجد فقال ياعائشة أصوت عباد هذا؟ قلت نعم ، قال اللهم ارحم عبادًا

”ہشام اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے مسجد میں کسی کو قرأت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا: اللہ اس پر رحمت کرے، اس نے مجھے اتنی آیات فلاں فلاں سورت سے یاد دلا دیں۔ عناد ابن عبداللہ نے اُم المومنین عائشہ سے مذکورہ روایت پر بطور اضافہ یوں نقل کیا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے میرے حجرہ میں عباد کی آواز سنی جو مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا۔ مجھے کہا: اے عائشہ! کیا یہ عباد کی آواز ہے؟ میں نے کہا: ہاں۔ تو فرمایا: اے اللہ! عباد پر رحم فرما۔ (یعنی اس کی قرأت سے مجھے بھولی ہوئی آیات یاد آ گئیں)۔

(۶۳) جلد سوم، کتاب التفسیر، ص ۵۸، حدیث ۳۰

عروۃ عن عائشۃ قالت سمع النبیؐ رجلًا یقرأ فی المسجد فقال یرحمہ اللّٰہ لقد اذکرنی کذا وکذا آیۃ من سورۃ کذا

''عروہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے مسجد سے کسی آدمی کے پڑھنے کی آواز سنی تو فرمایا: اللہ اس پر رحم کرے، اس نے مجھے فلاں سورۃ کی فلاں فلاں آیت یاد دلا دی''۔

(۶۴) جلد سوم، کتاب التفسیر، ص ۵۸، حدیث ۳۲

ھشام ابن عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت سمع رسول اللّٰہ رجلًا یقرأ فی سورۃ باللیل فقال یرحمہ اللّٰہ لقد اذکرنی کذا وکذا آیۃ کنت انسیتھا من سورۃ کذا وکذا

''ہشام ابن عروہ اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونین نے بوقت شب کسی شخص کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو آپؐ نے فرمایا: اللہ اس پر رحمت بھیجے۔ اس نے مجھے فلاں فلاں سورۃ کی فلاں فلاں آیت یاد دلا دی، جو مجھے بھلا دی گئی تھی؟''

(۶۵) جلد سوم، کتاب التفسیر، ص ۶۰، حدیث ۳۶

ھشام عن ابیہ عن عائشۃ قالت سمع النبیؐ قارئًا یقرأ فی المسجد فقال یرحمہ اللّٰہ لقد اذکرنی کذا وکذا

آية اسقطتها من سورة كذا وكذا

"ہشام اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے مسجد میں قرأت کرنے والے کسی آدمی کی قرأت سنی تو فرمایا: اللہ اس آدمی پر رحم کرے، اس نے مجھے فلاں فلاں سورۃ کی فلاں فلاں آیت یاد دلا دی ہے جو میں بھول چکا تھا"۔

حاصل مطالعہ

- چاروں احادیث عروہ ابن زبیر اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے۔
- چاروں احادیث میں یاددلانے والا کوئی قاری ہے۔
- جلد اول، حدیث ۲۴۶۷ کے ضمیمہ میں قاری کا نام عباد بتانے کی کوشش کی گئی ہے جبکہ دیگر تین احادیث میں کسی قاری کا نام نہیں کہ پڑھنے والا کون تھا؟
- جلد سوم، حدیث ۳۲ میں وقت قرأت رات بتایا گیا ہے لیکن مقامِ قرأت کا علم نہیں کہ کہاں تھی؟ البتہ دیگر تین احادیث میں مقامِ قرأت مسجد ہی بتایا گیا ہے۔
- جلد اول، حدیث ۲۴۶۷ اور جلد دوم، حدیث ۳۶ میں تو سرورِ کونینؐ کھلے لفظوں اعتراف کرتے ہیں کہ فلاں فلاں صورت کی فلاں فلاں آیت میں خود ہی بھول گیا تھا جبکہ جلد سوم، حدیث ۳۰ میں کھلا اعتراف نہیں کرتے۔ دبے دبے لفظوں میں اعتراف ہے البتہ یاد دلانے کی بات واضح کی ہے۔ جبکہ جلد سوم، حدیث ۳۲ میں بھول جانا نہیں فرماتے بلکہ بھلا دینا فرماتے ہیں یعنی کسی اور نے وہ آیات میرے ذہن سے مٹا دی ہیں۔

- اب خدا معلوم یہ بھلا دینے والی ذات شریف کون ہے؟
- خداوند عالم تو ہو نہیں سکتا کیونکہ اگر وہ بھلا دے تو پھر بھیجے کون؟

● اگر آیت ایسی ہو جس کا حکم ختم ہو جائے تو ہے منسوخ کر دے، بھلا دینے کا مقصد کیا ہوگا؟

● اگر اللہ بھلا دے تو گویا وہ خود اپنی مخلوق کو اپنے نبیؐ سے بدظن کر رہا ہے کہ دیکھو اس پر زیادہ اعتماد مت کرو بلکہ کبھی کبھی بھول بھی ہو جاتا ہے۔

● اگر خدا نے آیات نہیں بھلائیں تو پھر کیا شیطان نے بھلا دی ہوں گی؟

میرے بھائیو! خود ہی سوچو، ہم تو پریشان ہیں؟

قابلِ توجہ

سوادِ اعظم کے وہ علمائے کرام جو اپنے مذہب کے حقائق سے ناآشنائے محض ہوتے ہیں، کائیں کائیں کرتے پھرتے ہیں کہ چونکہ شیعوں کے دل میں بغضِ صحابہ ہوتا ہے اس لیے ان کو قرآن حفظ نہیں رہ سکتا۔ اور اللہ ان کے دل سے قرآن مٹا دیتا ہے۔ اب ذرا بخاری شریف میں اپنی پیاری ماں کی ان چار احادیث کا بغور مطالعہ فرمائیں۔ یہاں بی بی عائشہ نے شیعوں کی وکالت ہر دو طرح سے کر دی ہے۔

ایک حدیث میں سرورِ کونینؐ کے دل سے قرآن کسی نے اٹھا لیا ہے۔ اگر اللہ قلبِ رسولؐ سے اٹھانے والا ہے تو مبارک ہو کیونکہ بقول آپ کے اسی دل سے اللہ قرآن مٹاتا ہے جس میں بغضِ صحابہ ہو۔ چنانچہ اللہ نے سرورِ کونینؐ کے دل سے قرآن اٹھا لیا ہے گویا سرورِ کونینؐ کے دل میں بھی بغضِ صحابہ تھا۔ تو اب بقول آپ کے بغضِ صحابہ سنتِ رسولؐ بن گیا۔

اور اگر اللہ نے قلبِ رسولؐ سے نہیں اٹھایا تو ذرا اس ہستی کا نام تو بتا دیجیے جس نے یہ کارنامہ انجام دیا ہے اور پھر مبارک باد قبول فرمایئے کہ آپ سرورِ کونینؐ سے بڑھ گئے کیونکہ آپؐ کے دل سے قرآن نہیں مٹتا۔۔۔۔۔ یا کہہ دیجیے کہ بی بی عائشہ نے درست نہیں کہا۔ اور یا کہیے بی بی کے بھانجے راویٔ حدیث عروہ ابن زبیر نے غلط کہا ہے۔ اگر

کہیے بی بی نے درست نہیں کہا تو پھر آپ کو صدیقہ کا لقب واپس لینا پڑے گا۔ اگر کہیے راویٔ حدیث عروہ نے غلط کہا ہے تو پھر عروہ کی دیگر احادیث کا کیا بنے گا جبکہ بی بی عائشہ کی غالب اکثریت احادیث کا راوی یہی بھانجا بزرگوار ہے۔

اور یا کہیے کہ امام بخاری نے غلط روایت کی ہے۔ اگر ایسا کہا تو پھر بخاری صحیح بخاری کی بجائے غلط بخاری بن جائے گی اور جب بخاری صحیح نہ رہی تو بتایئے آپ کے پلے کیا بچ جائے گا؟

ابوبکر کا عذر

شادی سے پہلے رخصتی

(۶۶) جلد سوم، کتاب النکاح، ص۲۷، حدیث۷۲

عن عروة ان النبیؐ خطب عائشة الی ابی بکر فقال له ابوبکر انما انا اخوك فقال انت اخی فی دین اللّٰه وکتابه وهی لی حلال

''عروہ سے منقول ہے کہ سرورِ کونینؐ نے ابوبکر سے اُم المومنین عائشہ کا رشتہ مانگا۔ ابوبکر نے کہا: میں تو آپ کا بھائی ہوں۔ آپؐ نے کہا تو دین اور قرآن کی رُو سے میرا بھائی ہے، جبکہ عائشہ میرے لیے حلال ہے''۔

محترم قارئین! اپنے موضوع سے ہٹ کر یہ حدیث لکھی ہے بیان کرنے والی حضرت عائشہ نہیں بلکہ بی بی کا بھانجا عروہ ہے، چونکہ بی بی کی شادی میں اس حدیث کو بنیادی حیثیت حاصل تھی اس لیے عرض کردی ہے۔

ذرا اصل حدیث میں غور کیجیے۔ انداز یہی ہے کہ ابوبکر سے رشتہ مانگتے وقت ابوبکر کا یہ نواسہ آپ کے ساتھ تھا کیونکہ عروہ نے حدیث کو کسی دوسرے کی طرف منسوب نہیں کیا کہ مجھے فلاں نے بتایا ہے، نہ ہی سرورِ کونینؐ سے منسوب کیا ہے بلکہ ایک واقعہ سنا

رہا ہے کہ آپؐ نے رشتہ مانگا اور میرے نانا نے یہ جواب دیا۔

اب اندازہ یہ کیجیے کہ عروہ عبداللہ ابن زبیر سے سن میں چھوٹا ہے اور عبداللہ ابن زبیر کی ولادت مدینہ میں ہوئی ہے جبکہ رشتہ مکہ میں ہجرت سے قبل اس وقت طے ہو چکا ہے جب بی بی کی عمر چھ برس کی تھی۔

ایک بات اور جو نوٹ کرنے کے قابل ہے وہ ہے سرورِ کونینؐ اور ابوبکر کا باہمی مکالمہ۔

* سرورِ کونینؐ بی بی عائشہ کا رشتہ مانگتے ہیں۔ ابوبکر آپ کو مسئلہ بتاتا ہے کہ میں آپ کا بھائی ہوں اور بی بی عائشہ آپ کی بھتیجی ہے لہٰذا یہ رشتہ نہیں ہو سکتا۔ سرورِ کونینؐ فرماتے ہیں کہ نہیں تیرا اور میرا نسب جدا جدا ہے، اسلامی بھائی چارہ ہے اور یہ بھائی چارہ رشتوں سے مانع نہیں ہے۔
* کیا اس میں عروہ نے ابوبکر کو لاعلم نہیں بتایا؟ اور کیا ایسا کرنا ابوبکر کی توہین نہیں؟ میرا اندازہ تو یہ ہے کہ عروہ نے سرورِ کونینؐ سے ابوبکر کی برادری ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔
* لیکن پوری اُمتِ مسلمہ کی تاریخ اور خود اس حدیث میں سرورِ کونینؐ کے جواب نے عروہ کی محنت پر پانی پھیر دیا ہے۔ تاریخ نے دو مرتبہ بھائی چارہ قائم کرنے کا ذکر کیا ہے اور دونوں مرتبہ سرورِ کونینؐ نے اپنا بھائی حضرت علیؑ ہی کو بتایا ہے اور سرورِ کونینؐ نے زیرِ نظر حدیث میں اسلامی بھائی چارہ کا بتا کر واضح کر دیا ہے کہ بھائی چارہ کا تعلق خدائے واحد پر اشتراک ہے۔ باقی تُو تُو اور مَیں مَیں۔

(۹۷) جلد سوم، کتاب النکاح، ص ۸۷، حدیث ۱۱۲

هشام عن ابيه عن عائشة قالت قال لى رسولؐ الله

رأيتك فى المنام يجئى بك الملك فى خرقة من حرير

فقال لی هذه امرأتك فكشفت عن وجهك الثوب فاذا انت هي فقلت ان يك هذا من عندالله يمضه

"ہشام اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا کہ سرورِ کونینؐ نے مجھے بتایا کہ میں نے عالمِ خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ تجھے ریشمی کپڑے میں لیے میرے پاس آیا اور کہا: یہ آپ کی بیوی ہے۔ میں نے چہرہ سے کپڑا ہٹایا تو وہ تو تھی۔ پھر میں نے کہا: اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو ہوکر رہے گا"۔

(۶۸) جلد سوم، کتاب الرؤیاء، ص۱۲۷، حدیث ۱۸۹۸

هشام عن ابيه عن عائشة قالت قال لی رسول الله اريتك في المنام مرتين اذا رجل يحملك فی سرقة من حرير فيقول هذه امرأتك فاكشفها فاذا هی انت فاقول ان يك هذا من عندالله ليمضه ـ

"ہشام اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ آپؐ نے فرمایا تو خواب میں مجھے دومرتبہ دکھائی گئی۔ ایک مرد تجھے ریشمی کپڑے میں لیے ہوتا تھا اور کہتا تھا یہ آپ کی بیوی ہے۔ جب کپڑا ہٹا تو وہ تو ہوتی تھی کہ اگر یہ اللہ کی طرف سے ہے تو ہوکر رہے گا"۔

(۶۹) جلد سوم، کتاب الرؤیاء، ص۱۳۷، حدیث ۱۸۹۹

هشام عن ابيه عن عائشة قالت قال رسول الله اريتك قبل ان اتزوجك مرتين رأيت الملك يحملك فی سرقة من حرير فقلت له اكشف فكشف فاذا هی انت

فقلت ان یکن هذا من عندالله لیـ

''ہشام اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے مجھے بتایا کہ شادی قبل میں تجھے دو مرتبہ خواب میں دیکھ چکا ہوں۔ ریشمی کپڑ میں لپیٹے ہوئے تھا۔ میں نے کہا: ذرا منہ کھول، اس نے تو وہ تو تھی۔ میں نے کہا: اگر اللہ کی طرف سے ہے تو ہوکرر ''۔

جلد سوم، کتاب النکاح، ص ۷۱، حدیث ۶۹

هشام ابن عروة عن ابيه عن عائشـ ـت قال رسول الله رايتك في المنام مرتين اذا ـ يحملك في سرقة حرير فيقول هذه امرأتك فا ـا فاذا هي انت فاقول ان یکن هذا من عندالله لیـ

''ہشام ابن عروہ اُم المومنین عائشہ سے نقل ـتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے مجھے بتایا کہ تو خواب میں مجھے دو مر ـکھائی گئی تھی۔ ایک شخص تجھے ریشمی کپڑے میں اٹھائے ہو ـ اور مجھے کہہ رہا تھا کہ یہ آپ کی بیوی ہے۔ میں نے جب ـ سے کپڑا اُٹھایا تو وہ تو تھی۔ میں کہا کرتا تھا اگر یہ چیز اللہ کی ـرف سے ہے تو ہوکر رہے گی''۔

حاصل مطالعہ

- جلد سوم، حدیث ۲۷ کے بعد: جلد سوم، حدیث ۱۱۲، ۱۸۹۸، ۱۸۹۹ اور ۶۹ کو ملاحظہ فرمائیں۔
- جلد سوم، حدیث ۲۷ میں اُم المومنین عائشہ کے بھانجے نے یہ تاثر دینے کی کوشش

کی ہے کہ سرورِ کونینؐ بی بی عائشہ کا رشتہ چاہتے تھے۔ لیکن ابوبکر کو یہ رشتہ کرنے میں پس و پیش تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جب سرورِ کونینؐ نے یہ فرمایا کہ اسلامی رشتہ بی بی عائشہ سے عقد میں رکاوٹ نہیں بنتا تو اس جواب کے بعد ابوبکر کچھ نہ بولے اور خاموش رہے۔ ابھی عنقریب بی بی کی رخصتی میں دیکھیں گے کہ رخصتی میں بھی ابوبکر شریک نہیں ہوئے۔ صرف بی بی کی ماں اُم رومان ہی نے پکڑ کر سرورِ کونینؐ کے گھر جا بٹھایا۔

اب ان احادیث کو بھی ملاحظہ فرمائیے جن میں بی بی سرورِ کونینؐ کا شوق بتانا چاہتی ہے۔ قابلِ ذکر نکتہ یہ ہے کہ جب عقیدہ یہ ہے: خیرہ وشرہ من اللّٰہ تعالیٰ، "ہر نیکی، بدی اللہ کی طرف سے ہے" تو پھر بی بی کی تصویر سرورِ کونینؐ کو خواب میں دکھانے کے بعد، سرورِ کونینؐ کے اس جملہ کی کیا قیمت رہ جاتی ہے کہ اگر اللہ کی طرف سے تو ہو کر رہے گا؟

* اگر ہو جاتا تو بھی اللہ کی طرف سے تھا اور اگر نہ ہوتا تو بھی اللہ کی طرف سے تھا۔
* چونکہ ذہن میں صرف اُم المومنین سے محبتِ رسولؐ کا اُجاگر کرنا تھا۔ اس لیے نہ تو عروہ کو یہ خیال رہا اور نہ ہی امام بخاری کو۔

بہر نوع چاروں احادیث آپ کے سامنے ہیں: ذرا ان کا تجزیہ فرمالیں۔

ا: جلد سوم، حدیث ۱۱۲ اور ۱۸۹۹ میں بی بی کو اٹھانے والا کوئی فرشتہ ہے جبکہ جلد سوم، حدیث ۱۸۹۸ اور ۶۹ میں کوئی مرد ہے۔

ب: جلد سوم، حدیث ۱۱۲ میں سرورِ کونینؐ نے صرف ایک مرتبہ دکھانے کا ذکر کیا ہے جبکہ دیگر تین احادیث میں دو مرتبہ دکھانے کا ذکر ہے۔

ج: جلد سوم، حدیث ۱۸۹۹ میں سرورِ کونینؐ بی بی کو اٹھانے والے فرشتے سے نقاب رُخ سرکانے کو کہتے ہیں اور باقی تین احادیث میں سرورِ کونینؐ خود دستِ محبت

بڑھاتے ہیں۔

چند سوالات

* یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ اٹھانے والے بذاتِ خود بی بی کو بستر سے اُٹھا کر سرورِ کونینؐ کو دکھانے کے لیے لے گئے تھے یا بی بی کی تصویر ریشم میں لپیٹ رکھی تھی؟
* بذاتِ خود بی بی کا اُٹھا لے جانا تو بڑا مشکل ثابت ہوگا کیونکہ بی بی کی اس گمشدگی کے وقت بی بی کی والدہ، بی بی کے والد اور بھائی بہنوں نے آہ و بکا کی ہوگی کہ ہماری ننھی منی بچی کہاں چلی گئی اور اگر ایسا ہوتا تو تاریخ ضرور اسے کہیں نہ کہیں بتا دیتی۔
* جب بذاتِ خود بی بی کا لایا جانا ثابت نہ ہوا اور ہے بھی نہیں تو اب یا بی بی کی تصویر ہوگی یا بی بی کی شبیہہ ـــــ کیونکہ فوٹو سسٹم تو اس زمانہ میں تھا نہیں؟
* اگر تصویر ہو یا شبیہہ دونوں صورتوں میں وہ سایہ دار ہوگی۔ ایسی صورت میں معاملہ مشکل ہوجائے گا ـــــ کیونکہ جب شیعہ شبیہہ بناتے ہیں تو بدعت بن جاتی ہے۔ اب اگر خدا خود کرنے لگے تو پھر کیا کہا جائے گا؟
* کیا دیوبندی اور اہلِ حدیث حضرات اتنی ہمت کریں گے کہ شبیہہ سازی کے سلسلہ میں جو فتویٰ شیعہ کے خلاف دیتے ہیں۔ اس فتویٰ میں حدیث شبیہہ لکھنے والے امام بخاری، روایت کرنے والے بی بی کے بھانجے عروہ، عروہ کو بتانے والی اُم المومنین عائشہ، اُم المومنین عائشہ کو سنانے والے سرورِ کونینؐ، سرورِ کونین کو دکھانے والے فرد اور دکھانے والے فرد کو بھیجنے والے خدائے قدوس کو بھی شریک کرلیں؟
* اٹھو میرے دوستو! بس تھوڑی سی ہمت کی ضرورت ہے۔ دین بچانا ہے اور بی بی کی صداقت کا بھرم رکھنا ہے تو کوئی بڑی بات نہیں۔ جو فہرست میں نے دی ہے ان

سب کو شیعہ کے ساتھ فتوئی میں شریک کرلو۔ خدمتِ دین کے مواقع روز روز نصیب نہیں ہوتے۔ ایسے چانس کبھی کبھی ہاتھ آتے ہیں ــــ ہاں ہاں کہہ دو اس میں گھبرانے کی کیا بات ہے؟

* اگر اتنی ہمت نہیں تو پھر یا ان احادیث کو بخاری سے نکال پھینکو اور اعلان کردو کہ بخاری کی احادیث صحیح نہیں۔ یہ تو آسان ہے۔
* اگر یہ بھی نہیں ہوسکتا تو پھر شیعوں کے خلاف زہر اُگلنا چھوڑ دو۔ ملک وملّت کا اسی میں بھلا ہے اور دین کا بھرم بھی اسی میں رہے گا۔

(۵۱) جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ۳۶۶، حدیث ۱۰۷۶

هشام عن ابيه عن عائشة قالت تزوجني النبيّ وانا بنت ست سنين فقدمنا المدينة – فنزلنا في بني الحارث ابن خزرج فوعكت فتمرق شعرى – فوفي جميمة فاتتني أمي أُم رومان واني لفي ارجوحة ومعي صواحب لي – فصرخت بي – فاتيتها لا ادرى ما تريد بي – فاخذت بيدى حتٰى اوقفتني على باب الدار واني لا نهج حتٰى سكن بعض نفسي ثم اخذت شيئًا من ماء فمسحت به وجهي ورأسي ثم ادخلتني الدار فاذا نسوة من الانصار في البيت فقلن على الخير والبركة وعلى خير طائر فاسلمتني اليهن فاصلحن من شاني ، فلم يرعني الا رسول الله ضحىً فاسلمنني اليه وانا يومئذٍ بنت تسع

''ہشام اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا

ہے کہ سرورِ کونینؐ نے مجھ سے نکاح کیا تو مری عمر چھ برس کی تھی۔ پھر ہم مدینہ آئے اور بنی حارث ابن خزرج کے ہاں قیام کیا۔ مجھے بخار ہوگیا جس سے کانوں کے اُوپر کے سوا باقی تمام سر کے بال جھڑ گئے۔ میری ماں اُم رومان میرے پاس آئی جب کہ میں اپنی سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی۔ میری ماں نے میرا نام لے کر پکارا۔ میں اپنی ماں کے پاس آئی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ کیوں بلایا ہے۔ میں ہانپ رہی تھی۔ جب ذرا سا سکون ہوا تو میری ماں نے تھوڑا سا پانی لیا۔ میرے منہ اور سر پر ڈالا۔ پھر مجھے گھر کے اندر لے گئی جہاں انصار کی چند عورتیں بیٹھی تھیں۔

انہوں نے کہا: خیر برکت اور نیک فال کے ساتھ آؤ۔ میری ماں نے مجھے ان کے حوالہ کردیا۔ انصاری عورتوں نے مجھے سنوارا، مجھے بالکل خوف محسوس نہ ہوا۔ مگر جب رسولؐ اللہ دوپہر کو آئے اور انصاری عورتوں نے مجھے آپ کے حوالہ کردیا۔ اس وقت میری عمر نو برس تھی"۔

۴ جلد سوم، کتاب النکاح، ص ۹۱، حدیث ۱۲۱

هشام عن ابیه عن عائشة ان النبیؐ تزوجها وهي بنت ست وبني بها وهي بنت تسع سنين

"ہشام ابن عروہ اپنے والد کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ جب سرورِ کونینؐ سے میرا نکاح ہوا تو میری عمر چھ برس تھی اور بوقتِ خلوت میری عمر نو برس تھی"۔

حاصل مطالعہ

تاریخ ہمیں جو کچھ بھی بتائے۔ اس کے مقابلہ میں صحیح بخاری کی احادیث کا پلّہ بھاری رہے گا۔ پھر صحیح بخاری کی احادیث میں سے اُم المومنین عائشہ کی احادیث دیگر محدثین کی نسبت زیادہ قابلِ اعتماد ہوں گی اور بی بی کی وہ احادیث تو ایک سند کی حیثیت رکھتی ہیں۔ جن کا تعلق سرورِکونینؐ کے ساتھ زندگی گزارنے میں آپ بیتی سے ہے۔ بنابریں کتب تاریخ جو کچھ بھی بی بی کی رخصتی کا واقعہ سنائیں وہ بخاری شریف میں بی بی کی اپنی زبانی واقعہ کے مقابلہ میں ایک من گھڑت اور خانہ ساز افسانہ ہی ہوگا۔

رخصتی کا واقعہ بی بی نے خود سنا دیا ہے۔ ترجمہ آپ نے پڑھ لیا ہے ذرا ایک مرتبہ پھر اسی واقعہ کو تخص انداز میں بھی دیکھ لیجیے اور ساتھ ساتھ گرد وپیش کا جائزہ بھی لیتے چلیے:

- چھ برس کی عمر میں سرورِکونینؐ سے رشتۂ زوجیت جڑ جاتا ہے۔ یہ تو معلوم ہے کہ یہ رشتہ مکہ میں ہوا؟ لیکن نکاح کس نے پڑھا؟ عقد میں کون کون مسلمان شامل تھے؟ چھ برس کی عمر میں عقد کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ عقد کہاں پڑھا گیا؟ ابوبکر کے گھر یا سرورِکونینؐ کے گھر یا بیت اللہ میں؟ کیا نابالغہ سے نکاح کی رسم پہلے بھی تھی یا نہیں؟ وغیرہ وغیرہ جیسے سوالات کے جوابات سے یہ روایت خاموش ہے۔
- ابھی تک رخصتی تک نوبت نہیں پہنچی تھی کہ ہجرت کرنا پڑی اور ابوبکر مدینہ آ کر بنی حارث ابن خزرج کے ہاں قیام پذیر ہوگئے۔

اس جملہ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ بی بی عائشہ اپنے پدر بزرگوار کے ساتھ مدینہ آئی تھی لیکن چونکہ تاریخ نے ابوبکر کی ہجرت سرورِکونینؐ کے ساتھ بتائی ہے اس لیے بی بی عائشہ اور دیگر افرادِ خانہ سرورِکونینؐ کے بعد ہجرت کر کے مدینہ میں

آئے۔ اب بی بی نے یہ نہیں بتایا کہ ہم لوگ سرورِکونینؐ کے بعد کتنا عرصہ مکہ میں رہے؟ کب مدینہ آئے؟ کتنے دنوں میں سفر کیا؟ کس کے ساتھ آئے؟ لانے والے غیر مسلم تھے یا مسلمان؟ اگر مسلمان تھے تو کون؟ اور اگر غیر مسلم تھے تو کون؟

* مجھے بخار ہو گیا جس کی بدولت کانوں کے اُوپر کے سوا باقی سر کے تمام بال جھڑ گئے۔ میں سہیلیوں کے ساتھ جھولا جھول رہی تھی کہ میری ماں اُم رومان نے میرا نام لے کر بلند آواز سے مجھے بلایا۔ میں ہانپتی ہوئی آئی۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ کیوں بلائی گئی ہوں۔ جب سانس سیدھی ہوئی تو میری ماں نے میرے منہ اور سر پر پانی کے چھینٹے مارے، مجھے اندر لے گئیں۔ وہاں انصاری عورتوں نے مجھے دعائے برکت دی۔ میری ماں مجھے ان کے سپرد کر کے واپس چلی گئی۔ انصاری عورتوں نے مجھے سنوارا اور دوپہر کے وقت سرورِکونینؐ کے سپرد کر دیا۔

بی بی نے یہ نہیں بتایا کہ رخصتی کے وقت سر کے بال اُگ آئے تھے یا ویسے بیماری سے پیدا شدہ گنجاپن تھا؟ بی بی نے یہ بھی نہیں بتایا کہ یہ رخصتی کی تقریب اس انداز سے کیوں کی گئی؟ بی بی نے یہ بھی نہیں بتایا کہ سرورِکونینؐ بارات لے کر کیوں نہیں گئے؟

بی بی نے یہ بھی نہیں بتایا کہ میری ماں نے مجھے اپنے گھر لا کر سنوار کی بجائے سرورِکونینؐ کے دروازہ پر کیوں لائی؟ بی بی نے یہ بھی نہیں بتایا کہ میری ماں مجھ جیسے لختِ جگر کو انصاری عورتوں کے سپرد کر کے کیوں چلی گئی؟ بی بی نے یہ بھی نہیں بتایا کہ رخصتی کے وقت میرے شفیق ابا نے میرے سر پر ہاتھ کیوں نہیں رکھا؟ بی بی نے یہ بھی نہیں بتایا کہ رخصتی کے اس نازک وقت میں ابوجان کہاں تھے؟ بی بی نے یہ بھی نہیں بتایا کہ شفیق والدین کے گھر سے اس انوکھے اور نرالے اندازِ الوداع کے وقت میرے اور دوسرے بہن بھائی کہاں تھے؟

بی بی نے یہ بھی نہیں بتایا کہ مجھے اپنے ابو کے گھر سے جہیز میں کیا کیا ملا تھا؟

محترم قارئین! آپ بی بی کی زبانی سرورِ کونینؐ کا اشتیاق تو ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ سرورِ کونین کو خوابوں میں بھی بی بی عائشہ نظر آتی تھی۔ اب اس شوق طلب کو بھی دیکھئے جو آپ نے اپنے سُسر سے بوقت خواستگاری کیا تھا۔ پھر شدت انتظار بھی ملاحظہ فرمائیے کہ نیند میں بی بی کی تصویر نگاہوں میں رہتی تھی۔ اور اب اس رُخصتی کی تقریب کو بھی دیکھئے۔ ابوبکر کے دعوائے برادری کو بھی نگاہوں میں رکھئے اور بی بی کی رُخصتی کا وہ منظر بھی دیکھئے جو بی بی اپنی زبانی سناتی ہے۔ پھر دولہا میاں کے ابتدائی شوق کو بھی دیکھئے اور رُخصتی کی اس تقریب کو بھی دیکھئے اور باقی سب کچھ خود سوچئے۔

ہاں یہ مت بھولیے گا کہ امام بخاری سے لے کر بی بی عائشہ تک سلسلۂ روایت میں نہ کوئی سبائی ہے اور نہ کوئی رافضی ہے۔ نہ کوئی بقول دیوبندی مرتد ہے اور نہ کوئی کافر ہے بلکہ پورا سلسلہ روایت خالص مسلمانوں کا ہے اور مخلص چاہنے والوں کا ہے۔

سرورِ کونینؐ کے ساتھ

(۴۳) جلد سوم، کتاب النکاح، ص ۱۲۲، حدیث ۲۱۲

هشام عن ابيه عن عائشة قالت لى رسول الله انى لاعلم اذا كنت عنى راضيه واذا كنت على غضبى ، قالت فقلت من اين تعرف ذٰلك ، فقال اما اذا كنت عني راضية تقولين لا ورب محمد ، واذا كنت غضبى قلت لا ورب ابراهيم قالت قلت اجل والله يارسول الله ما اهجر الاسمك

''ہشام اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے مجھے فرمایا کہ تیری خوشی اور ناراضگی کا پتہ مجھے چل جاتا ہے۔ میں نے کہا: وہ کیسے؟ آپؐ نے فرمایا کہ جب

تو خوش ہوتی ہے تو کہتی ہے: لا ورب محمد۔ اور جب تو ناراض ہوتی ہے تو کہتی ہے: لاورب ابراھیم۔ میں نے کہا: یارسولؐ اللہ! واقعاً ایسا ہی ہے۔ بخدا میں آپؐ کے نام کے سوا کچھ ترک نہیں کرتی"۔

۴۷ جلد سوم، کتاب الآداب، ص ۳۸۵، حدیث ۱۰۱۲

عروة عن ابيه عن عائشة قالت قال رسول الله انى لاعرف غضبك ورضاك قالت قلت وكيف تعرف ذالك يارسول الله ، قال انك اذا كنت راضيةً قلت بلٰى وربك محمد واذا كنت ساخطةً قلت لا ورب ابراهيم، قالت قلت اجل لست اهاجر الا اسمك

"عروہ اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے فرمایا کہ مجھے تیری ناراضگی اور خوشی کا علم ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا: یارسولؐ اللہ! وہ کیسے؟ آپؐ نے فرمایا: جب تو خوش ہوتی ہے تو کہتی ہے: بلٰی ورب محمد اور جب تو ناراض ہوتی ہے تو کہتی ہے: لاورب ابراھیم۔ میں نے کہا: واقعاً یارسولؐ اللہ! میں صرف آپؐ کا نام ترک کرتی ہوں"۔

حاصلِ مطالعہ

انتہائی سادہ اور معنی خیز احادیث ہیں۔ ہر دو احادیث کا راوی بی بی کا بھانجا عروہ بن زبیر ہے اور دونوں حدیثیں غیر سبائی راویوں کی نقل کردہ ہیں۔ احادیث بذاتِ خود کسی تشریح کی محتاج نہیں۔ البتہ چند ایک سوالات ہیں جو میری طرح ہر فکر میں آسکتے ہیں۔ اگر روح احادیث کے جاننے والے اہلِ حدیث اور بی بی کے انتہا پسند وکلاء توضیح

فرمادیں تو نوازش ہوگی۔

- بی بی عائشہ کو سرورِ کونینؐ سے ناراض ہونے کی ضرورت کیوں محسوس ہوتی تھی؟
- ناراضگی کا سبب شرعی معاملات ہوتے تھے یا گھریلو؟
- ناراضگی باری قضا ہونے کی بدولت ہوتی تھی یا احادیث مغافیر کی طرح رقیبانہ جذبات کا نتیجہ؟
- بی بی کتنے کتنے دنوں تک سرورِ کونینؐ سے ناراض رہتی تھی؟
- بی بی کے ایامِ ناراضگی میں سلسلۂ وحی جاری رہتا تھا یا منقطع ہو جاتا تھا؟
- سرورِ کونینؐ سے ناراضگی کے بعد، ربِ محمدؐ اور ربِ ابراہیمؑ میں تفریق کا فلسفہ کیا تھا؟
- کیا سرورِ کونینؐ سے ناراضگی کے بعد بی بی نماز بھی پڑھتی یا ترک کردیتی تھی؟
- اگر بی بی ایامِ ناراضگی میں نماز پڑھتی تھی تو اشھد ان محمدًا عبدہ ورسولہ اور اللھم صل علی محمد وعلی اٰل محمد میں سرورِ کونینؐ کا اسمِ گرامی لیتی تھی یا نہیں؟
- اگر آپ کا نام نماز میں لیتی تھی تو پھر، میں صرف آپ کا نام ترک کرتی ہوں کا کیا معنی؟
- اگر نماز میں آپؐ کا نام نہیں لیتی تو کون سا نام استعمال کرتی تھی؟
- اگر کوئی نام ہی نہ لیتی تھی تو فقہ اہلِ حدیث اور فقہ حنفیہ کے مطابق بی بی کی وہ نماز درست تھی؟
- کیا سرورِ کونینؐ کی نبوت کا کلمہ پڑھ لینے کے بعد کسی اُمتی کو آپ پر اس قدر ناراض ہونے کا حق ہے کہ وہ آپ کا نام چھوڑ دے؟
- کیا کبھی کوئی دوسری اُم المومنین بھی آپؐ سے ناراض ہوتی تھی؟

- اگر تاریخ میں کوئی اور اُم المومنین ہے تو اس کا نام بتایا جائے۔
- اگر دوسری کوئی اُم المومنین نہ مل سکے تو کیا یہ حق صرف بی بی کے لیے مخصوص تھا؟
- بی بی عائشہ سے جذباتی عقیدت سے بالا ہوکر ذرا سوچیے کہ بی بی کی سرورِ کونین سے ناراضگی کی کیا حیثیت ہے؟
- ہاں! بقول بی بی کے اپنے، کہ میں آپ کا نام ترک کرتی ہوں۔ ایامِ ناراضگی میں بی بی کلمہ بھی پڑھتی تھی یا نہیں؟
- اگر کلمہ پڑھتی تھی تو سرورِ کونینؐ کے نام ترک کرنے کا کیا معنی؟
- اگر کلمہ نہیں پڑھتی تھی تو کیا کہا جائے گا؟

آپ خود سوچیے، ہم تو نہ کچھ لکھ سکتے ہیں اور نہ ہی لکھنے کی برداشت ہے۔

فصاحت و بلاغت میں جذبات

(۴۵) جلد سوم، کتاب النکاح، ص ۷۱، حدیث ۶۸

هشام ابن عروة عن ابيه عن عائشة قالت قلت یارسول الله أرأیت لو انزلت وادیا وفیه شجرة قد أُكِلَ منها - ووجدت شجرًا لم یؤكل منها فی ایها كنت ترتع بعیرك قال فی الذی یُرتع منها

"ہشام ابن عروہ اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! اگر آپ سی ایسی وادی میں اُتریں جہاں دو قسم کے درخت ہوں۔ ایک ایسے درخت جن سے چرایا جا چکا ہو اور دوسرے ایسے درخت جن سے کچھ نہ چرایا گیا ہو۔ آپ اپنا اُونٹ کون سے درخت سے چرائیں گے۔ آپؐ نے فرمایا: اس درخت سے جس سے کچھ نہ چرایا گیا

ہو"۔

محترم قارئین! جو کچھ بی بی کہنا چاہتی ہے اور جس انداز میں بی بی نے اپنا مافی الضمیر پیش کیا ہے، آپ کے سامنے ہے۔ میرے خیال میں اس حدیث کی توضیح کے لیے مزید ضرورت نہیں۔ آپ خود سمجھ گئے ہوں گے۔

تعجب یہ ہے کہ سرورِ کونینؐ کی طرف سے بی بی کی باری پوری کرنے اور اُم المومنین سودہ کے اپنی باری کے ہبہ کے باوجود بی بی عائشہ کو ان جذبات کے اظہار کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

بس مزید خود سوچئے، میرے لیے کچھ اور لکھنا ناممکن ہے۔

شب قدر کا عبرت انگیز حشر

(۷۶) جلد اول، کتاب الصیام، ص ۷۱۱، حدیث ۱۸۸۱

ابوسهیل عن ابیه عن عائشة ان رسول قال تحروا لیلة القدر فی الوتر من العشر الا واخر من رمضان

''ابوسہیل اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے فرمایا: شب قدر ماہِ رمضان کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو''۔

(۷۷) جلد اول، کتاب الصیام، ص ۷۱۲، حدیث ۱۸۸۳

هشام قال اخبرنی ابی عن عائشة عن النبیؐ قال التمسوا

''ہشام نے اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کی ہے کہ سرورِ کونینؐ نے فرمایا (شب قدر) تلاش کرو''۔

(۷۸) جلد اول، کتاب الصیام، ص ۷۱۲، حدیث ۱۸۸۴

هشام ابن عروة عن ابیه عن عائشة قالت کان رسول اللّٰه یجاور فی العشر الا واخر من رمضان ویقول تحر والیلة القدر فی العشر الا واخر من رمضان

''ہشام ابن عروہ اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ ماہِ رمضان کے آخری عشرہ میں مسجد میں بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے: شب قدر ماہِ رمضان کے آخری عشرہ

نہ دیں اور نہ ہی دل مانتا تھا کہ ان احادیث کو اکٹھا لکھ کر پڑھنے والوں کو پریشان کریں۔ بی بی عائشہ کے اس گلدستہ جادو کو بکھیر دیا۔ اندازہ کیجیے۔

- جلد دوم، حدیث ۴۱۲ کو کتاب الجہاد میں جا پھینکا۔ بھلا بتایئے جادو اور جہاد کا آپس میں کیا رابطہ ہے اور کیا مناسبت؟
- جلد دوم، حدیث ۵۰۰ کو کتاب بدؤ الخلق میں گھسیڑا۔ بدؤ الخلق کے معنی ہیں ابتدائے تخلیق۔ بھلا سرورِ کونینؐ پر جادو کے اثر اور ابتدائے تخلیق کی احادیث میں کیا نسبت؟
- جلد سوم، حدیث ۷۱۳، جلد سوم، حدیث ۷۱۵ اور جلد سوم، حدیث ۷۱۶ کو کتاب الطب میں جا ٹکایا۔ رکھنے کو تو ان احادیث کو، علاج معالجہ کی کتاب میں رکھ دیا لیکن پھر طبی علاج کوئی نہ بتایا کہ سرورِ کونینؐ نے کہیں سے علاج بھی کرایا یا نہیں۔ اگر کرایا تو کس جالینوس سے؟
- جلد سوم، حدیث ۱۰۰۰ کو کتاب الآداب میں پھنسا دیا۔ خود سوچیں، کتاب الآداب اور جادو زدہ شخص کا آپس میں کیا جوڑ؟
  پھر کتاب الآداب میں حدیث سحر کا کیا تک؟
- جلد سوم، حدیث ۱۳۱۴ واحد حدیث ہے جسے امام بخاری اپنے مقام پر رکھ سکے اور وہ ہے کتاب الدعوات۔

مترجمین کی پریشانی

سچ ہے کسی چیز کی محبت انسان کو بہرا اور گونگا کر دیتی ہے۔ شدتِ محبت اور انتہائے عقیدت ہی کا نتیجہ ہے کہ مترجمین بے چارے احادیث کو دیکھتے ہیں تو وہ اُم المومنین عائشہ کی ہیں۔ متعلقہ فرد کو دیکھتے ہیں تو وہ سرورِ کونینؐ کی ذات ہے۔ بیچارے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ ایک ہی جملہ کا ترجمہ ایک جگہ جو کرتے ہیں، دل مطمئن نہیں

میں تلاش کرو"۔

(۲۹) جلد اول، کتاب الصیام، ص ۱۳۷، حدیث ۱۸۸۷

عن عبادة ابن صامت قال خرج النبی یخبرنا بلیلة القدر فتلاحی رجلان من المسلمین فقال خرجت لاخبرکم بلیلة القدر فتلاحی فلان وفلان فرفعت وعسٰی ان یکون خیرًا لکم فالتمسوھا فی التاسعة والسابعة والخامسة

"عبادہ ابن صامت کہتا ہے کہ سرورِ کونینؐ ہمیں شب قدر بتانے کے لیے گھر سے چلے (اسی اثناء میں) دو مسلمان آپس میں اُلجھ پڑے۔ آپؐ نے فرمایا: میں نکلا تو تھا تا کہ تمہیں شب قدر بتاؤں لیکن فلاں اور فلاں جھگڑنے لگے اور شب قدر میرے ذہن سے نکل گئی۔ ممکن ہے اسی میں تمہاری بہتری ہو لہٰذا شب قدر نویں، ساتویں اور پانچویں میں تلاش کرو"۔

جائزہ

کل چار احادیث ہیں۔ تین تو اُم المومنین عائشہ سے منقول ہیں جن میں سے دو کا راوی آپ کا بھانجا زادہ ہشام ابن عروہ ہے اور ایک ابوسہیل کے باپ سے ہے۔ جبکہ حدیث ۱۸۸۷ میں اُم المومنین عائشہ کی نہیں بلکہ عبادہ ابن صامت کی ہے۔ لکھی اس لیے ہے کیونکہ اس میں شب قدر گم ہو جانے کی ذرا تفصیل ہے۔

یہ ہیں ہمارے خاتم الانبیاءؐ۔ اللہ بھیجتا ہے جاؤ تبلیغ کرو، میری مخلوق کو احکام بتاؤ، ہمارے پیارے نبیؐ گھر سے احکام بتانے چلتے ہیں۔ راستہ میں حکمِ خدا بھول جاتے ہیں۔ پھر اُمت سے کہتے ہیں ___ لو دوستو! چلا تو تھا تمہیں حکمِ خدا سے آگاہ کرنے لیکن

راستہ میں بھول گیا۔ اب نشانی میں بتائے دیتا ہوں تلاش خود کر لینا۔

گویا اب شب قدر تلاش کرنا ہماری ذمہ داری ہے کیونکہ ذاتِ احدیت نے جبریلؑ کے ذریعہ سرورِ کونینؐ تک پہنچا دی۔ ذاتِ احدیت کی ذمہ داری بھی ختم ہوگئی۔ جبریلؑ نے ڈیوٹی ادا کر دی اور سرورِ کونینؐ ابھی تک پہنچا نہ پائے تھے کہ بھول گئے۔

یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ شب قدر میں کیا واقعتاً کوئی اہمیت ہے؟

- اگر شب قدر میں کوئی اہمیت نہیں تو سرورِ کونینؐ کا بار بار یہ فرمانا کہ تلاش کرو، ڈھونڈو، چہ معنی دارد؟
- اگر شب قدر میں کوئی اہمیت ہے تو پھر سرورِ کونینؐ سے ذاتِ احدیت نے کوئی بازپُرس کی یا نہیں؟
- اگر آپ سے کوئی بازپُرس ہوئی تو کب، کیسے اور کہاں؟
- اگر بازپُرس نہیں ہوئی تو سرورِ کونینؐ نے اصحاب کو حکمِ جستجو دینے کے بجائے خود ذاتِ احدیت سے رجوع کیوں نہ کیا؟
- خود اصحاب اور بی بی عائشہ نے یہ مشورہ کیوں نہ دیا کہ قبلہ آپ خود بھی مشقت اُٹھا رہے ہیں، ہمیں بھی مشقت میں ڈال رہے ہیں۔ خود بھی تلاش شب قدر میں ماہِ رمضان کے آخری دس دن مسجد میں گزارتے ہیں۔ ہم بھی مسجد میں گزار دیتے ہیں اور نہ آپ کو حاصل ہو رہی ہے۔ نہ ہمیں کچھ معلوم ہو رہا ہے۔ ذاتِ احدیت ہی سے درخواست کر لیجیے وہی بتا دے؟
- کیا شب قدر بھول جانے سے یہ گمان نہیں ہوتا کہ سرورِ کونینؐ دیگر احکامِ خداوندی بھی بھول جاتے ہوں گے۔
- کیا شب قدر کا بھول جانا سرورِ کونینؐ کے فرائض منصبی میں غفلت کے ذیل میں نہیں آئے گا؟

راستہ میں بھول گیا۔اب نشانی میں بتائے دیتا ہوں تلاش خود کر لینا۔

گویا اب شب قدر تلاش کرنا ہماری ذمہ داری ہے کیونکہ ذاتِ احدیت نے جبریلؑ کے ذریعہ سرورِ کونینؐ تک پہنچا دی۔ ذاتِ احدیت کی ذمہ داری بھی ختم ہو گئی۔ جبریلؑ نے ڈیوٹی ادا کر دی اور سرورِ کونینؐ ابھی تک پہنچا نہ پائے تھے کہ بھول گئے۔

یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ شب قدر میں کیا واقعاً کوئی اہمیت ہے؟

- اگر شب قدر میں کوئی اہمیت نہیں تو سرورِ کونینؐ کا بار بار یہ فرمانا کہ تلاش کرو، ڈھونڈو، چہ معنی دارد؟
- اگر شب قدر میں کوئی اہمیت ہے تو پھر سرورِ کونینؐ سے ذاتِ احدیت نے کوئی بازپُرس کی یا نہیں؟
- اگر آپ سے کوئی بازپُرس ہوئی تو کب، کیسے اور کہاں؟
- اگر بازپُرس نہیں ہوئی تو سرورِ کونینؐ نے اصحاب کو حکمِ جستجو دینے کے بجائے خود ذاتِ احدیت سے رجوع کیوں نہ کیا؟
- خود اصحاب اور بی بی عائشہ نے یہ مشورہ کیوں نہ دیا کہ قبلہ آپ خود بھی مشقت اُٹھا رہے ہیں، ہمیں بھی مشقت میں ڈال رہے ہیں۔ خود بھی تلاش شب قدر میں ماہِ رمضان کے آخری دس دن مسجد میں گزارتے ہیں۔ ہم بھی مسجد میں گزار دیتے ہیں اور نہ آپ کو حاصل ہو رہی ہے۔ نہ ہمیں کچھ معلوم ہو رہا ہے۔ ذاتِ احدیت ہی سے درخواست کر لیجیے وہی بتا دے؟
- کیا شب قدر بھول جانے سے یہ گمان نہیں ہوتا کہ سرورِ کونینؐ دیگر احکامِ خداوندی بھی بھول جاتے ہوں گے۔
- کیا شب قدر کا بھول جانا سرورِ کونینؐ کے فرائض منصبی میں غفلت کے ذیل میں نہیں آئے گا؟

- اگر فرائض منصبی کی بجا آوری میں غفلت شمار ہو تو عہدۂ نبوت متاثر ہوگا یا نہیں؟
- اگر نہیں ہوگا تو کیوں؟
- افسوس تو اس بات کا ہے کہ مسجد میں جو دو اصحاب باہم تو تکار میں مصروف تھے عبادہ نے ان شریفوں کے نام بھی نہیں بتائے؟
- یہ بھی نہیں بتایا کہ ان کے لڑنے کی وجہ کیا تھی؟
- یہ بھی نہیں بتایا کہ ان کی لڑائی سے جو اتنا بڑا حکمِ الٰہی سرورِ کونینؐ بھول گئے پھر ان کی لڑائی کا نتیجہ کیا ہوا؟
- ان کی لڑائی میں سرورِ کونینؐ نے کوئی دلچسپی لی یا نہ؟
- کیا مسجد میں باہمی تو تکار مسلمانوں کا معمول تھی؟

اہم مسئلہ

مولانا صادق حسین صاحب خطیب جامعہ مسجد غلہ منڈی اور سرپرست خدام حق چار یار عشرۂ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ کے فوراً بعد چوبیس صفحات پر مشتمل ایک پمفلٹ شائع کیا ہے جس کا عنوان ہے: شیعہ اثنا عشریہ کے کفر وارتداد کے متعلق علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ۔

اس میں دیگر اسبابِ کفر کے علاوہ ایک سبب یہ بھی بتایا ہے کہ شیعہ بداُ کے قائل ہیں اور کافر ہیں۔ ان کے اپنے الفاظ پڑھ لیجیے۔ پمفلٹ، ص ۱۵ آخری دو سطر ہیں۔

دوسرا کفر شیعوں کا عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو بداُ ہو جایا کرتا ہے یعنی علمِ الٰہی میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ عواقب امور سے جاہل ہیں (معاذ اللہ) یہ مولانا کے الفاظ ہیں۔

ملاحظہ فرما لیا ہے آپ نے بھی ـــــ اب ذرا اس عبارت کو دیکھنے کے بعد انہی احادیث شب قدر کو بھی ملاحظہ فرما لیجیے۔

شب قدر جس کا تذکرہ ذاتِ احدیت نے سورہ انا انزلنہ میں یوں فرمایا

راستہ میں بھول گیا۔ اب نشانی میں بتائے دیتا ہوں تلاش خود کر لینا۔

گویا اب شب قدر تلاش کرنا ہماری ذمہ داری ہے کیونکہ ذاتِ احدیت نے جبریلؑ کے ذریعہ سرورِ کونینؐ تک پہنچا دی۔ ذاتِ احدیت کی ذمہ داری بھی ختم ہوگئی۔ جبریلؑ نے ڈیوٹی ادا کردی اور سرورِ کونینؐ ابھی تک پہنچا نہ پائے تھے کہ بھول گئے۔

یہاں قابلِ غور بات یہ ہے کہ شب قدر میں کیا واقعاً کوئی اہمیت ہے؟

- اگر شب قدر میں کوئی اہمیت نہیں تو سرورِ کونینؐ کا بار بار یہ فرمانا کہ تلاش کرو، ڈھونڈو، چہ معنی دارد؟
- اگر شب قدر میں کوئی اہمیت ہے تو پھر سرورِ کونینؐ سے ذاتِ احدیت نے کوئی باز پُرس کی یا نہیں؟
- اگر آپ سے کوئی باز پُرس ہوئی تو کب، کیسے اور کہاں؟
- اگر باز پُرس نہیں ہوئی تو سرورِ کونینؐ نے اصحاب کو حکمِ جستجو دینے کے بجائے خود ذاتِ احدیت سے رجوع کیوں نہ کیا؟
- خود اصحاب اور بی بی عائشہ نے یہ مشورہ کیوں نہ دیا کہ قبلہ آپ خود بھی مشقت اُٹھا رہے ہیں، ہمیں بھی مشقت میں ڈال رہے ہیں۔ خود بھی تلاش شب قدر میں ماہِ رمضان کے آخری دس دن مسجد میں گزارتے ہیں۔ ہم بھی مسجد میں گزار دیتے ہیں اور نہ آپ کو حاصل ہو رہی ہے۔ نہ ہمیں کچھ معلوم ہو رہا ہے۔ ذاتِ احدیت ہی سے درخواست کر لیجیے وہی بتا دے؟
- کیا شب قدر بھول جانے سے یہ گمان نہیں ہوتا کہ سرورِ کونینؐ دیگر احکامِ خداوندی بھی بھول جاتے ہوں گے۔
- کیا شب قدر کا بھول جانا سرورِ کونینؐ کے فرائض منصبی میں غفلت کے ذیل میں نہیں آئے گا؟

- اگر فرائضِ منصبی کی بجا آوری میں غفلت شمار ہو تو عہدۂ نبوت متاثر ہوگا یا نہیں؟
- اگر نہیں ہوگا تو کیوں؟
- افسوس تو اس بات کا ہے کہ مسجد میں جو دو اصحاب باہم تو تکار میں مصروف تھے عبادہ نے ان شریفوں کے نام بھی نہیں بتائے؟
- یہ بھی نہیں بتایا کہ ان کے لڑنے کی وجہ کیا تھی؟
- یہ بھی نہیں بتایا کہ ان کی لڑائی سے جو اتنا بڑا حکمِ الٰہی سرورِ کونینؐ بھول گئے پھر ان کی لڑائی کا نتیجہ کیا ہوا؟
- ان کی لڑائی میں سرورِ کونینؐ نے کوئی دلچسپی لی یا نہ؟
- کیا مسجد میں باہمی تو تکار مسلمانوں کا معمول تھی؟

اہم مسئلہ

مولانا صادق حسین صاحب خطیب جامعہ مسجد غلہ منڈی اور سرپرست خدام حق چاریار عشرۂ محرم الحرام ۱۴۰۳ھ کے فوراً بعد چوبیس صفحات پر مشتمل ایک پمفلٹ شائع کیا ہے جس کا عنوان ہے: شیعہ اثنا عشریہ کے کفر و ارتداد کے متعلق علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ۔

اس میں دیگر اسبابِ کفر کے علاوہ ایک سبب یہ بھی بتایا ہے کہ شیعہ بداً کے قائل ہیں اور کافر ہیں۔ ان کے اپنے الفاظ پڑھ لیجیے۔ پمفلٹ، ص ۱۵ آخری دو سطریں ہیں۔

دوسرا کفر شیعوں کا عقیدہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو بداً ہو جایا کرتا ہے یعنی علمِ الٰہی میں تغیر و تبدل ہوتا رہتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ عواقب امور سے جاہل ہیں (معاذ اللہ) یہ مولانا کے الفاظ ہیں۔

ملاحظہ فرما لیا ہے آپ نے بھی ـــــ اب ذرا اس عبارت کو دیکھنے کے بعد انہی احادیث شب قدر کو بھی ملاحظہ فرما لیجیے۔

شب قدر جس کا تذکرہ ذاتِ احدیت نے سورۃ انا انزلنہ میں یوں فرمایا

ہے کہ ایک شب قدر ہزار ماہ پر بھاری ہے۔ ظاہر ہے ذاتِ احدیت ہی نے سرورِ کونینؐ کو بتائی ہوگی کہ ماہِ رمضان میں فلاں شب شب قدر ہے اور یہ بھی طے ہے کہ ذاتِ احدیت ہی نے سرورِ کونین کو بھی اجازت دی ہوگی کہ جا اور اپنی اُمت کو بھی بتا دے۔ اب جو سرورِ کونینؐ بتانے چلے تو آپ کے ذہن سے شب قدر اٹھالی گئی ـــــ ذرا پڑھیئے ناں۔ عبادہ کی حدیث، فرماتے ہیں: فَرُفِعَتْ پس اُٹھالی گئی۔

اب سرورِ کونینؐ سے اٹھانے والا کون ہوسکتا ہے؟ ① ذاتِ احدیت ② شیطان۔ اگر سوادِ اعظم بھائی یہ بات مان لیں تو انہیں اختیار ہے کہ اٹھانے والا شیطان تھا۔ ہم شیعہؑ اثنا عشریہ تو یہ تصور بھی نہیں کرسکتے کہ شیطان سرورِ کونینؐ پر مسلط ہوسکے اور ہم اپنا یہ عقیدہ قرآن کریم کی قطعی نصوص سے ثابت کرسکتے ہیں۔

اب دوسری صورت رہی۔ شب قدر ذہن نبیؐ سے ذاتِ احدیت نے اُٹھا لی۔ بھلا اب بتایئے جب اُمت کو بتانے کی اجازت ملی تھی کیا اس وقت علمِ الٰہی اور تھا؟ اور جب بتانے کی اجازت سلب کرنے کے بجائے خود علم شب قدر سرورِ کونین سے لے لیا تو اس وقت علمِ الٰہی اور ہوگیا یا نہیں؟ اگر علمِ الٰہی بدل گیا تو مان لو یہ بدأ ہے۔ اور اگر علمِ الٰہی نہیں بدلا تو پھر علم شب قدر ذہنِ رسولؐ سے کیوں اٹھالیا گیا؟

علاوہ ازیں ایک مرتبہ پھر حدیث عبادہ میں غور فرمائیں سرورِ کونینؐ فرماتے ہیں:

عسٰی ان یکون خیرًا لکم "ممکن ہے تمہاری بہتری اسی میں ہو"۔

جب ذاتِ احدیت کی اجازت سے سرورِ کونینؐ مسلمانوں کو شب قدر سے آگاہ کرنے چلے تھے۔ اس وقت علمِ الٰہی کے مطابق، مسلمانوں کو شب قدر بتا دینے میں بہتری تھی۔

اور جب ذاتِ احدیت نے علمِ شب قدر ذہنِ رسولؐ سے اُٹھالیا تو اس وقت مسلمانوں کی بہتری شب قدر سے لاعلم ہونے میں ہوگئی۔ کیا یہی بدأ نہیں؟ کیا بخاری

کی ان احادیثِ صحیحہ نے شیعہ مسلک ثابت نہیں کردیا۔

یہ تو تھا ایک الزامی جواب جو ان احادیث کے سلسلہ میں سامنے آ گیا اور راقم الحروف نے گزارش کردی۔ ویسے مسئلہ بداً کے متعلق انشاء اللہ فتویٰ کا مفصل جواب شائع ہونے پر آپ کو مل جائے گا۔ یہ ایک علمی مسئلہ ہے۔ بیچارے صادق حسین صاحب کیا جانیں کہ تغیر و تبدل علم کا مفہوم کیا ہے؟

آخری سوال

* جب بقول سرورِ کونینؐ ہماری بہتری ہی اسی میں تھی کہ آپ کے ذہن سے شب قدر کا علم اٹھا لیا جائے اور ہمیں معلوم نہ ہو تو پھر بی بی عائشہ کی تین احادیث اور عبادہ ابن صامت کی حدیث میں سرورِ کونینؐ کے اس ارشاد گرامی کا کیا مطلب کہ: تلاش کرو، ڈھونڈو؟
* جب سرورِ کونینؐ کی زندگی تک شب قدر معین نہ ہو سکی تو پھر آپ کے بعد ستائیس ماہِ رمضان کی شب کو کیسے شب قدر بنا لیا گیا؟ کب یہ شب قدر بنی؟ کس نے بنائی؟ اور کیوں بنائی؟

میرے خیال میں تو خلیفۂ چہارم حضرت علیؑ کی خبر شہادت شام میں پہنچنے کے بعد اُمت مسلمہ کے ماموں جان نے شہادتِ علیؑ کی خوشی منانے کی خاطر ایک ترکیب نکالی تھی کیونکہ مقصد جشن منانا تھا اور جشنِ شہادتِ علیؑ کے نام پر منایا نہیں جا سکتا تھا۔ ورنہ جس رات کو سرورِ کونینؐ تمام زندگی تلاش کرتے رہے اور نہ مل سکی۔ آپؐ کے بعد وہ رات کیسے ہاتھ آ گئی؟

- اور ستائیسویں ماہِ رمضان کا جشن شہادت علیؑ بالکل اسی طرح ہے جس طرح آج اُمت مسلمہ ۱۲ ربیع الاول کو جشن میلاد مناتی ہے۔
- ہمارے شیعہ اثنا عشریہ کے ہاں تو سرورِ کونینؐ کی تاریخ ولادت ۱۷ ربیع الاول

ہے۔ آپؐ کی تاریخ شہادت ۲۸ صفر ہے۔ ہم شیعہ تو ۲۸ صفر کو آپ کی شہادت اور ۱۷ ربیع الاول جشن میلاد منا لیتے ہیں۔

- لیکن سوادِ اعظم کے نزدیک یومِ ولادت اور یومِ وفات دونوں ۱۲ ربیع الاول ہیں۔
- ولادت تریسٹھ برس قبل تھی وفات تریسٹھ برس بعد میں ہوتی ہے۔
- وقتِ ولادت کسی کو معلوم نہ تھا کہ یہ بچہ آگے چل کر کیا بننے والا ہے جبکہ وقتِ وفات دنیا آپ کے نام کا کلمہ پڑھ رہی تھی۔
- ولادت کی مسرت بجا سہی لیکن وفات کا قلق اور غم کہیں زیادہ ہوتا ہے۔
- اسی صحیح بخاری میں احادیث وفات سرورِ کونینؐ کے ذیل میں آپ آگے چل کر دیکھیں گے کہ اصحاب پر آپؐ کی وفات کا اتنا شدید اثر ہوا کہ:

○ حضرت علیؑ پر سکتہ کی حالت طاری ہوگئی۔ حضرت عمر اتنا مضطرب ہوئے کہ آپ کو آپؐ کی وفات کا یقین ہی نہ آتا تھا۔ حضرت ابوبکر آیاتِ الٰہی کی تلاوت کرتے تھے۔

○ جب اصحاب کا یہ حال تھا تو اُمت کے لیے بھی تو کچھ ہونا چاہیے تھا لیکن جب آج اُمت مسلمہ نے سرورِ کونینؐ کے یومِ وفات کو ایک بہت بڑے جشن سے بدل ڈالا ہے۔ گویا اُمت سرورِ کونینؐ کی وفات پر خوش ہوتی ہے۔

میرے ذاتی خیال کے مطابق: جشنِ میلاد النبیؐ، ولادت سرورِ کونینؐ کا جشن نہیں ہوتا بلکہ حضرت ابوبکر کی تاجپوشی کا جشن ہوتا ہے۔ اگر یہ جشن میلاد ہی ہوتا تو سال کے باقی ۳۶۴ دنوں میں سے کسی دن کو منتخب کر کے سرورِ کونینؐ کی وفات کا دن بھی تو منایا جاتا۔ جس میں مسلمہ اپنے محسنِ اعظم کے جدا ہونے پر اظہارِ رنج و غم کرتی۔

اُم المومنین کا اذن جہاد

(۸۰) جلد اول، ابواب العمرۃ، ص ۶۶۷، حدیث ۱۷۳۲

عائشة بنت طلحة عن عائشة قالت قلت یارسول الله الا نغزو ونجاهد معکم؟ فقال ولكن احسن الجهاد واجمله الحج

"عائشہ بنت طلحہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتی ہے کہ میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کیا ہم (عورتیں) آپؐ کے ساتھ (شانہ بشانہ) جہاد نہ کریں؟
آپؐ نے فرمایا: (تمہارا) حسین وجمیل جہاد حج ہے۔

(۸۱) جلد دوم، کتاب الجہاد، ص ۵۶، حدیث ۵۳

عائشة بنت طلحة عن عائشة قالت یارسول الله، نری الجهاد افضل العمل افلا نجاهد؟ قال لكن افضل الجهاد حج مبرور

"عائشہ بنت طلحہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتی ہے کہ اس نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! ہم تو جہاد کو افضل العمل سمجھتے ہیں کیا ہم آپ کے ساتھ (دوش بدوش) جہاد نہ کریں؟
آپؐ نے فرمایا: بلکہ (تمہارے لیے) افضل ترین جہاد حجِ مبرور ہے۔

(۸۲) جلد دوم، کتاب الجہاد، ص ۸۵، حدیث ۱۳۹

عائشة بنت طلحة عن عائشة : قالت استاذنت النبیؐ فی الجهاد ، فقال جهاد کن الحج

''عائشہ بنت طلحہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتی ہے کہ میں نے سرورِ کونینؐ سے جہاد کی اجازت مانگی۔
آپؐ نے فرمایا: تمہارا جہاد حج ہے۔

(۸۳) جلد دوم، کتاب الجہاد، ص ۸۶، حدیث ۱۴۰

عائشة بنت طلحة من عائشة ساله نسائه عن الجهاد فقال نعم الجهاد الحج

''ازواجِ نبیؐ نے سرورِ کونینؐ سے اذن جہاد مانگا۔ آپؐ نے فرمایا (تمہارا) بہترین جہاد حج ہے''۔

جائزہ

① ہر چہار احادیث کی راویہ تنہا عائشہ بنت طلحہ ہے۔
② تین احادیث میں اذن جہاد اُم المومنین عائشہ خود مانگتی ہیں۔
③ ایک حدیث میں اذن جہاد اُمہات المومنین خود مانگتی ہیں۔ اُم المومنین صرف ان کے سوال اور سرورِ کونینؐ کے جواب نقل کر دیتی ہیں۔

اندازِ احادیث سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ:

- پہلے دو مرتبہ بی بی عائشہ نے سیدھے سادے انداز میں اذن جہاد مانگا ہوگا۔
- تیسری مرتبہ بی بی نے جہاد کے فضائل سنا کر سرورِ کونینؐ سے اذن جہاد مانگا۔
- سرورِ کونین کی مسلسل نفی کے بعد بی بی نے اپنے گروپ کی ازواجِ نبی کو اذن جہاد مانگنے پر آمادہ کیا ہوگا اور خود خاموشی سے سرورِ کونینؐ کے جواب کا انتظار کیا

ہوگا۔

- سرورِ کونینؐ کا جواب تو آپ نے دیکھ ہی لیا ہے، ہر مرتبہ ایک ہے اور وہ ہے: تمہارا جہاد حج ہے۔

کون سا جہاد

میرے سادہ لوح اور خوش عقیدہ قارئین ممکن ہے آپ کو علمائے کرام یہ باور کرانے کی کوشش کریں کہ بی بی عائشہ تلوار بدست نیزہ ببغل، ڈھال پشت، خود بسر، زرہ بجسم اور گھوڑا زیرِ ران، مردوں کی طرح میدانِ جنگ میں مقابلہ کی اجازت نہیں مانگ رہی بلکہ بی بی کی مراد مجاہدین کی خدمت، مجروحین کی مرہم پٹی اور پیاسوں کو پانی پلانا ہے تو گزارش یہ ہے کہ اس نظریہ کو خود امام بخاری کے مترجمین نے غلط کر دیا ہے۔

سابقاً احادیث تماشابینی میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ:

مترجمین نے حبشیوں کے کھیل تماشا کو جنگی کرتبوں سے تعبیر کیا ہے۔ اور حال ہی میں مولانا نور الحسن بخاری نے علامہ حسین بخش صاحب کی ترجمہ کتاب ''مناظرہ بغداد'' کے جواب میں ''اصحابِ رسولؐ'' نامی ایک کتابچہ شائع کیا ہے جس میں موصوف نے حبشیوں کے مسجد میں کھیل تماشا کو جنگی مشقوں سے تعبیر کیا ہے؟

ان دو نظریات کی بنیاد پر بی بی عائشہ کا مجاہدین کی خدمت کی اجازت مانگنا بے جوڑ سا لگتا ہے۔ کیونکہ سرورِ کونینؐ بی بی کو جنگی مشقیں دکھاتے ہیں اور بی بی، مجاہدین کی خدمت کا اذن مانگتی ہے۔

علاوہ ازیں، ان شاء اللہ اسی نظامِ مصطفیؐ کے حصہ دوم میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے کہ بی بی سے مروی احادیث افک میں امام بخاری نے بی بی کی اپنی زبانی اس خیال کو مسترد کر دیا ہے کہ اذنِ جہاد سے مراد مجاہدین کی خدمت تھی۔ کیونکہ مجاہدین کی خدمت کے لیے تو سرورِ کونینؐ اور دیگر صحابہ اپنی ازواج کو لے جاتے تھے۔

لہٰذا ان چار احادیث میں جس جہاد کی اجازت بی بی مانگ رہی ہے وہ ہے صرف اور صرف: گھڑسواری، نیزہ بازی، تلوار زنی اور تیراندازی اور یہ سب کچھ بی بی کے سپاہیانہ جذبات اور جنگجویانہ تصورات کی عکاسی ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو جنگِ جمل میں:

* اُمت مسلمہ کے صحیح اور منتخب خلیفہ چہارم حضرت علیؑ کے خلاف جنگ کا آغاز نہ کرتیں۔
* سرورِ کونینؐ کی صریح اور واضح ممانعت کے باوجود اُمت مسلمہ میں دروازہ جنگ نہ کھولتیں۔
* جمہوری اصول کے مطابق چنے گئے خلیفہ کے خلاف مسلح لشکر کشی کا راہ نہ دکھاتیں۔
* جنگِ صفین اور جنگِ نہروان کی بنیاد نہ رکھیں۔
* اور اُمت مسلمہ کے مسلمہ مصلح اعظم، فرزند رسولؐ امام حسنؑ کے جنازہ پر تیر نہ چلاتیں۔

عذرِ لنگ:

ممکن ہے محراب و منبر کے اجارہ دار یہ عذر پیش کریں کہ جنگِ جمل بی بی کی اجتہادی غلطی تھی جس طرح علامہ قوشجی نے، عمر صاحب کی حرمت متعہ اور اذان میں حیّ علٰی خیرالعمل پر پابندی لگانے کے جواب میں کہا ہے۔ سرورِ کونینؐ کے اجتہاد سے اجتہادِ عمر کا تصادم ہے۔ اور یہ کوئی بڑی بات نہیں کیونکہ دو مجتہد آپس میں مختلف ہو سکتے ہیں۔

راقم الحروف نے اپنے کتابچہ "جوازِ متعہ" میں انتہائی تفصیل سے اس کا جواب دیا ہے کہ یہ بی بی کا جنگِ جمل اور عمر کا متعہ اور اذان میں حیّ علٰی خیرالعمل پر پابندی عائد کرنا دو مجتہدوں کا اختلاف رائے نہیں بلکہ یہ نص اور اجتہاد کا تصادم ہے۔

* سرورِ کونینؐ نبی ہیں۔ بی بی اور عمر صاحب اُمت ہیں۔
* قولِ نبیؐ نص کہلاتا ہے کیونکہ نبی کا تعلق براہِ راست ذاتِ احدیت سے ہوتا ہے، جب کہ اُمتی کا قول اجتہاد کہلاتا ہے۔ اُمتی اقوالِ نبیؐ کی روشنی میں اجتہاد کرتا ہے۔
* نص کے مقابلہ میں اجتہاد کا کوئی مقام نہیں ہوتا۔
* جہاں بھی نص کے مقابلہ میں اجتہاد آئے گا، نص کو قبول کیا جائے گا اور اجتہاد کو ٹھکرا دیا جائے گا۔

اب اس نص اور اجتہاد کے مختصر سے فرق کے بعد بھلا بتائیں:

* بی بی عائشہ کا جنگِ جمل میں خلیفۂ وقت کے خلاف نبرد آزمائی امام بخاری کی نقل کردہ گذشتہ چار احادیثِ صحیحہ کی خلاف ورزی نہیں؟
* اگر خلاف ورزی نہیں تو اسے کیا کہا جائے گا؟
* کیا ارشادِ رسولؐ حکمِ خدا نہیں۔
* کیا فرمانِ مصطفیٰؐ کی توہین نہیں۔
* کیا زوجۂ مصطفیٰؐ کا بنفسِ نفیس میدانِ جدال میں آ کر اُمت مصطفیٰؐ کو دولخت کر کے ایک فریق کی کمان کرنا، نظامِ مصطفیٰؐ اور مقامِ مصطفیٰؐ دونوں کی توہین نہیں؟

اُم المومنین خدیجہؑ سے حسد

۸۴ جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ۴۳۶، حدیث ۱۰۰۳

هشام عن ابيه عن عائشةؓ قالت ما غرت على امرأة للنبيؐ ما غرت على خديجة هلكت قبل ان يتزوجني النبيؐ لما كنت اسمعه يذكرها وأمره الله أن يبشرها ببيت من قصب

"ہشام اپنے والد کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ مجھے ازواج نبیؐ میں سے کسی زوجہ سے اتنی غیرت نہیں آئی جتنا اُم المومنین خدیجہ سے، حالانکہ میری شادی سے قبل وہ فوت ہوچکی تھی اور اللہ نے سرورِ کونینؐ کو بھی حکم دیا تھا کہ اُم المومنین خدیجہ کو جنت میں موتیوں سے بنے ہوئے محل کی بشارت سنا دو"۔

۸۵ جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ۴۳۶، حدیث ۱۰۰۵

هشام عن ابيه عن عائشة قالت ما غرت على احد من نساء النبي ما غرت على خديجه وما رأيتها لكن كان النبي يكثر ذكرها وربما ذبح الشاة ثم يقطعها اعضاء ثم يبعثها فی صدائق خديجه فربما قلت كانه لم تكن في الدنيا امرأة الا خديجة فيقول انها كانت وكان لی فيها ولد

"ہشام اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ازواجِ نبیؐ میں سے مجھے کسی زوجہ سے اتنی غیرت نہیں آئی جتنا اُم المومنین خدیجہ سے، حالانکہ میں نے اسے دیکھا بھی نہ تھا۔ البتہ سرورِ کونینؐ اُم المومنین خدیجہ کا تذکرہ اکثر فرمایا کرتے تھے اور بعض اوقات آپؐ بکری ذبح فرماتے۔ اس کے اعضاء کاٹ کر اُم المومنین خدیجہ کی سہیلیوں کو بھیجتے۔ بسا اوقات میں کہہ بیٹھتی دنیا میں خدیجہ کے سوا کوئی عورت ہی نہیں۔ آپؐ فرماتے خدیجہ ہی سے میری اولاد ہے"۔

(۸۶) جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ۴۳۶، حدیث ۱۰۰۴

هشام عن أبيه عن عائشة قالت ما غرت على امرأة ما غرت على خديجة من كثرة ذكر رسولؐ الله اياها قالت وتزوجني النبيؐ بعدها بثلاث سنين وامره عزوجلّ او جبريل ان يبشرها ببيت في الجنة من قصب

"ہشام اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ مجھے کبھی کسی عورت سے اتنی غیرت نہیں آئی جتنی خدیجہ سے، کیونکہ سرورِ کونینؐ کثرت سے خدیجہ کا ذکر کرتے تھے حالانکہ خدیجہ کے تین برس بعد سرورِ کونینؐ نے مجھ سے شادی کی اور آپ کو اللہ یا جبریلؑ نے یہ حکم بھی دیا تھا کہ خدیجہ کو موتیوں سے بنے ہوئے محل کی جنت میں بشارت دے دیں"۔

(۸۷) جلد سوم، کتاب النکاح، ص ۱۲۲، حدیث ۲۱۳

هشام اخبرني ابي عن عائشة انها قالت ما غرت على

امرأة من نساء النبیؐ کما غرت علی خدیجه بکثرة ذکر یارسول الله ایاها وثنائه علیها وقد اوحی الی رسول الله ان یبشرها ببیت لها فی الجنة من قصب

''ہشام نے اپنے باپ عروہ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کی ہے کہ مجھے ازواجِ نبیؐ میں سے کسی زوجہ پر اتنی غیرت نہیں آئی، جتنی اُم المومنین خدیجہ سے، کیونکہ سرورِ کونینؐ اکثر اُم المومنین خدیجہ کا تذکرہ اور تعریف کرتے تھے حالانکہ اللہ نے بذریعہ وحی سرورِ کونینؐ کو فرمایا تھا کہ اُم المومنین خدیجہ کو جنت میں موتیوں سے بنے ہوئے محل کی بشارت سنا دے''۔

(۸۸) جلد سوم، کتاب الآداب، ص۳۶۲، حدیث نمبر۹۴۲

هشام عن ابیه عن عائشة قالت ما غرت علی امرأة ما غرت علی خدیجة ولقد هلکت قبل ان یتزوجنی بثلاث سنین لما کنت اسمعه یذکرها ولقد امره ربه ان یبشرها ببیت فی الجنة من قصب وان کان لیذبح الشاة ثم یهدی فی خلتها منها

''ہشام اپنے باپ کے ذریعے اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ مجھے کبھی کسی عورت سے اتنی غیرت نہیں آئی جتنا اُم المومنین خدیجہؓ سے حالانکہ میری شادی سے تین برس قبل اس کی وفات ہوچکی تھی۔ کیونکہ میں سرورِ کونینؐ سے اکثر اس کا ذکر سنتی تھی اور اللہ نے سرورِ کونینؐ کو حکم دیا تھا کہ اُم المومنین خدیجہؓ کو جنت میں موتیوں سے بنے ہوئے محل کی بشارت سنا دے۔ بعض اوقات

سرورِ کونینؐ بکری ذبح کرتے اور اُم المومنین خدیجہؑ کی سہیلیوں میں بانٹ دیتے تھے''۔

(۸۹) جلد سوم، کتاب التوحید، ص نمبر ۸۹۴، حدیث نمبر ۲۳۳۲

هشام عن ابيه عن عائشة قالت ما غرت على امرأة ما غرت على خديجة ولقد امره ربه ان يبشرها ببيت فى الجنة

''ہشام اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ مجھ کو کبھی کسی عورت سے اتنی غیرت نہیں آئی، جتنا اُم المومنین خدیجہؑ سے حالانکہ سرورِ کونینؐ کو اللہ نے حکم دیا ہوا تھا کہ اُم المومنین خدیجہؑ کو جنت میں مکان کی خوشخبری سنا دے''۔

جائزہ

- تمام احادیث کا راوی تنہا عروہ ابن زبیر ہے۔
- سرورِ کونینؐ کی اُم المومنین عائشہ سے شادی اُم المومنین خدیجہ کی وفات کے تین سال بعد ہوئی۔
- سرورِ کونینؐ اُم المومنین خدیجہ کا تذکرہ بی بی عائشہ کی قوتِ برداشت سے زیادہ فرماتے ہیں۔
- بی بی عائشہ سرورِ کونینؐ پر اعتراض کرتی ہے۔
- سرورِ کونینؐ فرماتے ہیں کہ خدیجہ میری نسل کی امینہ تھی۔
- سرورِ کونینؐ بحکم خدا اُم المومنین خدیجہ کو جنت کی بشارت دیتے ہیں۔
- سرورِ کونینؐ اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ کی یاد منانے کے بطور بکری ذبح کرتے ہیں اور اُم المومنین خدیجہ کی سہیلیوں کو بھیجتے ہیں۔

غیرت کیوں؟

خود بی بی عائشہ نے اُم المومنین خدیجہ سے غیرت کے جو اسباب بتائے ہیں، وہ حسب ذیل ہیں:

* بی بی کے لیے سرورِ کونینؐ کی زبانی اُم السادات خدیجۃ الکبریٰ کی تعریف ناقابلِ برداشت تھی۔
* بی بی کے لیے سرورِ کونینؐ کی زبانی اُم السادات خدیجۃ الکبریٰ کا کثرت سے تذکرہ ناقابلِ برداشت تھا۔
* بی بی کے لیے اُم السادات خدیجۃ الکبریٰ کی اولاد کا وجود بصورت حضرت فاطمہؑ ناقابلِ برداشت تھا۔
* بی بی عائشہ کی اپنی آغوش کا خالی رہنا اُم السادات خدیجۃ الکبریٰ سے موجب غیرت تھا۔
* خداوند عالم کا سرورِ کونینؐ کو اُم السادات خدیجہ کے لیے بشارت کا حکم دینا بی بی عائشہ کے لیے موجبِ غیرت تھا۔
* سرورِ کونینؐ کا اُم السادات خدیجۃ الکبریٰ کی سہیلیوں کو گوشت بھیجنا باعثِ غیرت تھا؟
* بی بی عائشہ احساسِ کمتری سببِ غیرت تھا۔
* سرورِ کونینؐ کا اُم المومنین خدیجہ کی زندگی میں دوسری شادی نہ کرنا اور اُم المومنین عائشہ کی زندگی میں آٹھ بیویاں اور کر لینا بھی باعثِ غیرت تھا۔

رشک یا حسد

ممکن ہے آپ تصدیق احادیث کے لیے بخاری شریف دیکھیں اور ترجمہ میں آپ کو غیرت کا لفظ نظر نہ آئے بلکہ غیرت کی جگہ قاری عادل خان کا ترجمہ، رشک نظر

آئے اور آپ مجھ غریب پر برسنے لگیں تو آیئے ابھی سے میں خود ہی یہ معاملہ بھی صاف کردوں تاکہ اشتباہ نہ رہے۔

تمام احادیث میں بی بی فرماتی ہیں: ما غِرت۔ قاری عادل صاحب نے معنی کیا ہے۔ میں نے رشک نہیں کیا۔ جبکہ راقم الحروف نے معنی کیا ہے۔ میں نے غیرت نہیں کی۔ قاری صاحب کو چونکہ بے انتہا عقیدت تھی۔ اس لیے عقیدت ان کے علم پر غالب آگئی اور انہوں نے مذکورہ ترجمہ کیا ہے جبکہ راقم الحروف کو سرورِ کونین کی نسبت سے عقیدت تو ضرور ہے لیکن میری عقیدت میرے علم اور دیانت میں حائل نہیں ہوگی۔

آیئے ذرا پہلے رشک اور حسد میں امتیاز کرلیں۔ پھر میں آپ سے پوچھوں گا کہ بتائیں معنی میرا درست ہے یا قاری صاحب کا۔

* رشک میں محبت ہوتی ہے، حسد میں نفرت ہوتی ہے۔
* رشک میں اُنس ہوتا ہے، حسد میں رقابت ہوتی ہے۔
* رشک میں اپنے لیے بھی اس چیز کی خواہش کی جاتی ہے جو دوسرے کے پاس ہو۔

جبکہ حسد میں دوسرے سے چھن جانے کی خواہش ہوتی ہے خواہ آپ کو کچھ ملے یا نہ ملے۔ اس امتیاز کے بعد اب ذرا احادیث میں غور فرمایئے۔

* جلد دوم، حدیث ۱۰۰۳ اور جلد ۲ ۹۴۲ میں بی فرماتی ہے:

هلكت قبل ان يتزوجني النبي ..... سرورِ کونین کے ساتھ میری شادی سے قبل خدیجہ ہلاک ہوچکی تھی۔ ذرا عربی زبان کی وسعت اور بی بی عائشہ کی فصاحت و بلاغت کو سامنے رکھ کر فیصلہ کیجیے کہ بی بی کے ان الفاظ میں رشک ہے یا حسد۔

* نہ تو عربی زبان کا دائرہ تنگ ہے اور نہ ہی بی بی کے پاس ذخیرۂ الفاظ کی کمی ہے لیکن وفات اُم السادات خدیجہ کا تذکرہ کرتی ہیں۔ لفظ، ہلاکت سے اب بتایئے۔

یہ حسد ہے یا رشک؟

* مجھ جیسا عربی ناآشنا شخص بھی لفظ ہلاکت استعمال کیے بغیر کئی الفاظ کے ساتھ وفات خدیجہ کا تذکرہ کرسکتا ہے۔ اگر بی بی میں حسد نہ ہوتا اور رشک ہوتا تو
* مضت قبل ان یتزوجنی "میری شادی سے قبل گزر چکی تھی"۔
* خلت قبل ان یتزوجنی " "
* توفت قبل ان یتزوجنی "میری شادی سے قبل وفات پا چکی تھی"۔

وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ ازیں سابقاً حسد کیوں؟ کے زیرِ عنوان اسبابِ حسد بھی عرض کیے جا چکے ہیں۔ جن میں سے زیادہ بی بی کے اپنے بیان کردہ ہیں۔ لہٰذا یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ قاری صاحب کے قلم پر حقیقت کی نسبت عقیدت غالب آ گئی۔

تین برس

ایک مرتبہ پھر حدیث ۱۰۰۴ میں اور حدیث ۹۴۲ میں غور فرمایئے۔ بی بی فرماتی ہیں کہ وفات اُم السادات خدیجۃ الکبریٰ اور میری شادی میں تین برس کا فاصلہ تھا۔ آیئے ذرا سا تجزیہ کرلیں کہ یہ کیا بات ہے؟

* مسلمہ تاریخ کے مطابق اُم السادات خدیجۃ الکبریٰ کی رحلت نبوت کے چھٹے برس ہوئی۔
* سرورِ کونینؐ نے مکہ سے ہجرت نبوت کے تیرھویں برس میں کی۔
* اُم المومنین عائشہ کا عقد نبوت کے گیارھویں برس ہوا۔
* اُم المومنین عائشہ کی رخصتی ہجرت کے پہلے یا دوسرے برس ہوئی۔
* اگر اُم المومنین عائشہ کی شادی سے مقصود عقد ہے تو بی بی کے عقد اور وفات خدیجۃ الکبریٰ میں فاصلہ پانچ برس کا بنتا ہے۔

بہرصورت راقم الحروف تو ان احادیث میں بی بی کی بتائی گئی مدت کی تردید

کر سکتا ہے، نہ تائید یہ مؤرخین کا کام ہے وہ خود فیصلہ کریں گے کہ یہ کیا معاملہ ہے؟

نتیجہ

اُم المومنین عائشہ کی اپنی بیان کردہ احادیث کی رُو سے جو بات ہماری سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ سرورِ کونینؐ اپنی زندگی کے آخری لمحہ تک اُم السادات خدیجۃ الکبریٰ کو بھولے نہیں تھے اور آپ کبھی کبھار یادِ خدیجہ میں بکری تک ذبح کر لیتے تھے۔

گویا اُم السادات خدیجۃ الکبریٰ کی یاد منانا اور خدیجۃ الکبریٰ کا کثرت سے تذکرہ کرنا، سنتِ رسولؐ اعظم ہے اور یہ کہ:

کنواری اُم المومنین عائشہ کی نسبت نگاہِ رسالت میں، بقول سوادِ اعظم بیوہ اُم السادات خدیجۃ الکبریٰ کا مقام زیادہ تھا اور یہی احساس سرورِ کونینؐ اُم المومنین کو دلاتے رہتے تھے کہ:

* یہ درست ہے تو کنواری ہے لیکن بے اولاد ہے اور——
* یہ درست ہے خدیجہ بیوہ (بقول سوادِ اعظم) تھی لیکن صاحبِ اولاد تھی اور میری نسل کی بقا اسی کی بدولت تھی۔

اب کیا اپنے نام کے ساتھ اہلِ سنت والجماعت کا سابقہ یا لاحقہ لگانے والے بتا سکتے ہیں کہ وہ سنت رسولؐ یعنی: بکثرت ذکرِ اُم السادات خدیجۃ الکبریٰ اور تعریف و ثنائے خدیجۃ الکبریٰ کیوں نہیں کرتے؟

اُن کی محافل میں جنابِ خدیجۃ الکبریٰ کا تذکرہ کیوں نہیں ہوتا؟

کیا شیعہ کے لیے کفر وارتداد کا فتویٰ شائع کرنے والے بتا سکتے ہیں کہ وہ اُم المومنین عائشہ کی اس بتائی گئی سنت سے کیوں منحرف ہیں؟

کیوں اپنے عوام کو سرورِ کونینؐ کی اس سنت سے آگاہ نہیں کرتے؟

اُم المومنین عائشہ اور حضرت علیؑ

(۹۰) جلد اول، کتاب الوضوء، ص ۱۶۲، حدیث ۱۹۵

عبدالله ابن عتبه ان عائشة قالت لما ثقل النبیؐ واشتد به وجعه استاذن ازواجه في ان يمرض في بيتي فاذنن له فخرج بين رجلين تخط رجلاه في الارض بين عباس ورجل آخر ، قال عبدالله فاخبرت عبدالله ابن عباس فقال أتدري من الرجل الآخر؟ قلت لا ، قال هو علي ابن ابي طالب

"عبداللہ ابن عتبہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ جب زیادہ بوجھل ہوگئے اور مرض بڑھ گیا تو آپؐ نے اپنی ازواج سے میرے گھر عیادت کی اجازت مانگی۔ ازواج نے آپؐ کو یہ اجازت دے دی چنانچہ آپؐ دو مردوں کے درمیان نکلے۔ آپؐ کے قدم زمین پر گھسٹتے ہوئے جاتے تھے ایک عباس تھا اور دوسرا اور مرد تھا۔ عبداللہ کہتا ہے کہ میں نے عبداللہ ابن عباس کو یہ حدیث سنائی تو اس نے کہا: کیا تجھے دوسرا آدمی معلوم ہوتا ہے کون تھا؟ میں نے کہا: نہیں۔ تو عبداللہ ابن عباس نے کہا: وہ علی ابن ابی طالب تھا۔

(۹۱) جلد اول، کتاب الاذان، ص ۳۰۲، حدیث ۶۳۰

عبیداللّٰہ ابن عبداللّٰہ قال قالت عائشۃ لما ثقل النبیؐ
واشتد وجعہ استاذن ازواجہ ان یمرض فی بیتی فاذنن
لہ فخرج بین رجلین تخط رجلاہ الارض وکان بین
العباس وبین رجل آخر قال عبیداللّٰہ فذکرت ذٰلک
لابن عباس ما قالت عائشۃ فقال لی أو تدری من الرجل
الذی لم تسم عائشۃ قلت لا قال ھو علی ابن ابی طالب

''عبیداللہ ابن عبداللہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ
جب سرورِکونینؐ بوجھل ہوئے اور آپ کا مرض شدت اختیار کر گیا
تو آپؐ نے دیگر ازواج سے میرے گھر میں عیادت کی اجازت
مانگی جو دے دی گئی چنانچہ آپؐ عباسؓ اور دوسرے شخص کے
درمیان نکلے۔ آپؐ کے قدم زمین پر گھسٹتے جاتے تھے۔ عبیداللہ
کہتا ہے میں نے عبداللہ ابن عباس کے سامنے یہ تذکرہ کیا تو اس
نے پوچھا: کیا وہ شخص جانتا ہے جس کا نام بی بی عائشہ نے نہیں لیا۔
میں نے کہا: نہیں تو عبداللہ کہنے لگے کہ وہ علی ابن ابی طالبؑ تھا''۔

(۹۲) جلد اول، کتاب الہبہ، ص ۸۹۱، حدیث ۲۴۰۵

عبیداللّٰہ ابن عبداللّٰہ قالت عائشۃ لما ثقل النبیؐ
فاشتد وجعہ استاذن ازواجہ ان یمرض فی بیتی فاذن
لہ فخرج بین رجلین تخط رجلاہ الارض وکان بین
العباس وبین رجل آخر فقال عبیداللّٰہ فذکرت لابن
عباس ما قالت عائشۃ وقال لی ھل تدری من الرجل
الذی لم تسم عائشۃ قلت لا قال ھو علی ابن ابی طالب

''عبیداللہ ابن عبداللہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ جب سرورِ کونینؐ بوجھل ہوئے اور آپ کا مرض بڑھ گیا تو آپؐ نے دیگر ازواج سے اجازت مانگی کہ عیادت میرے گھر کی جائے۔ ازواج نے آپ کو اجازت دے دی۔ چنانچہ آپ عباس اور دوسرے شخص کے درمیان اس حالت میں نکلے کہ آپؐ کے قدم زمین پر گھسٹتے جاتے تھے۔ (عبیداللہ کہتا ہے) میں نے ابن عباس کے سامنے ذکر کیا۔ تو ابن عباس نے کہا: کیا دوسرے آدمی کو بھی جانتا ہے۔ بی بی عائشہ نے جس کا نام نہیں لیا؟ میں نے کہا: نہیں۔ تو ابن عباس نے کہا وہ علی ابن ابی طالب تھا''۔

(۹۳) جلد سوم، کتاب الطب، ص ۲۷۷، حدیث ۶۶۷

عبیداللّٰہ ابن عبداللّٰہ ابن عتبۃ ان عائشۃ قالت لما ثقل النبیؐ واشتد وجعہ استاذن ازواجہ فی ان یمرض فی بیتی فاذن فخرج بین رجلین تخط رجلاہ فی الارض بین عباس وآخر فاخبرت ابن عباس قال ھل تدری من الرجل الآخر الذی لم تسم عائشۃ قلت لا قال ھو علی

''عبیداللہ ابن عبداللہ ابن عتبہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ جب سرورِ کونینؐ بوجھل ہوگئے اور آپ کا مرض بڑھ گیا تو آپؐ نے دیگر ازواج سے میرے گھر میں عیادت کی اجازت مانگی جو مل گئی۔ چنانچہ آپؐ عباس اور ایک دوسرے شخص کے درمیان اس حال میں نکلے کہ آپؐ کے قدم زمین پر گھسٹتے چلے آرہے تھے۔ عبیداللہ کہتا ہے کہ میں نے ابن عباس سے یہ تذکرہ

کیا تو ابن عباس نے کہا: کیا تو دوسرے شخص کو جانتا ہے جس کا نام بی بی عائشہ نے نہیں لیا۔ میں نے کہا: نہیں۔ ابن عباس نے کہا: وہ علی ابن ابی طالبؑ تھا"۔

جائزہ

- ایک روایت کا راوی عبداللہ ابن عتبہ ہے باقی تین روایات عبداللہ کا بیٹا عبیداللہ روایت کرتا ہے۔
- دونوں نے بذاتِ خود اُم المومنین عائشہ اور عبداللہ ابن عباس سے شرفِ ملاقات حاصل کیا ہے۔
- احادیثِ صحیح اور قابلِ اعتماد ہیں، کیونکہ امام بخاری نے کسی قسم کا کوئی تبصرہ نہیں کیا؟

چند سوالات

- بی بی نے یہ نہیں بتایا کہ سرورِ کونینؐ نے جب میرے گھر آنے کی اجازت مانگی اس وقت کون سی اُم المومنین کے گھر تھے؟
- یہ بھی نہیں بتایا کہ دیگر ازواج میں سے بھی کسی بی بی نے سرورِ کونینؐ کو اپنے گھر لے جانے کی خواہش کی؟
- اگر کسی اور زوجہ نے اپنے گھر لے جانے کی خواہش کی تو وہ کون تھی؟
- بی بی نے یہ بھی نہیں بتایا کہ خود میں نے کیوں نہ متعلقہ بی بی سے اجازت مانگی اور کیوں نہ میں خود سرورِ کونینؐ کو اپنے گھر لے گئی
- بی بی نے یہ بھی نہیں بتایا کہ جس بی بی کے گھر آپ رہ رہے تھے وہاں آپ کو کیا تکلیف تھی؟

* بی بی عائشہ کے گھر میں سرورِ کونینؐ کو کیسی سہولیات میسر تھیں؟
* بی بی نے یہ بھی نہیں بتایا کہ ایسے کڑے وقت میں میرے والد کہاں تھے؟
* بی بی عائشہ نے عباس کا نام تو لیا ہے لیکن علیؑ کا نام نہیں لیا کیوں؟
* کیا بی بی عائشہ علیؑ سے ناراض تھیں؟
* اگر ناراض تھیں تو کیوں؟
* کیا بی بی عائشہ کی اس حد تک ناراضگی کا کوئی تاریخی پس منظر ہے؟
* اگر کوئی پس منظر ہے تو ہم غریبوں کو بھی مطلع کر دیا جائے کہ کیا ہے؟
* اگر کوئی پس منظر نہ مل سکے تو بی بی کی اس حد تک ناراضگی کہ نام لینا بھی گوارا نہ ہو کا کیا جواز ہے؟
* کیا ایک مسلمان دوسرے مسلمان سے بغیر کوئی وجہ بتائے اس حد تک ناراض رہ سکتا ہے کہ اس کا نام لینا بھی گوارا نہ کرے؟
* کیا آپ حضرت علیؑ سے بی بی کی ناراضگی کو سابقاً پیش کی گئی احادیث ''اُم المومنین خدیجہ سے غیرت'' کے آئینہ میں دیکھنا گوارا کریں گے؟
* کیا علیؑ سے بی بی کی ناراضگی کا سبب وہی نہیں جو بی بی خدیجہ سے تھا؟
* کیا بی بی خدیجہ سے اسی لیے غیرت نہ تھی کہ وہ صاحبِ اولاد تھیں اور جناب فاطمہؑ خدیجہؑ کی چلتی پھرتی تصویر تھیں؟
* کیا وہی فاطمہؑ بنت خدیجہ الکبریٰ اب زوجہ علیؑ نہ تھیں؟
* کیا بی بی کی خدیجہؑ سے غیرت اسی لیے نہ تھی کہ وہ فاطمہؑ کی ماں تھیں؟
* اب کیا بی بی کی علیؑ سے ناراضگی اسی لیے تو نہیں کہ وہ فاطمہؑ کے شوہر ہیں؟
* کیا وفاتِ رسولؐ کے بعد دختر رسول فاطمہ بنت خدیجہ الکبریٰ سے سلسلۂ انتقام شروع نہیں ہو گیا؟

* کیا ابوبکر بی بی عائشہ کا باپ اور دخترِ رسولؐ بنت خدیجہ نہ تھی؟

محترم قارئین! یہ جذبات نہیں حقائق ہیں۔ آپ جذباتی نہ بن جائیں اور نہ ہی میں جذباتی ہو رہا ہوں۔ ٹھنڈے دل سے حقائق تلاش کرنے کی کوشش کیجیے۔ جو حدیث ابوبکر نے آیتِ میراث کے مقابلہ میں پیش کی تھی پورے چودہ صدیوں کے سوادِ اعظم کو چیلنج کر کے کہہ رہا ہوں کہ:

نحن معشر الانبیآء لا نرث ولا نورث ما ترکناہ صدقۃ

''ہم گروہِ انبیاءؑ نہ کسی کے وارث ہوتے ہیں اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہے جو چھوڑ جائیں صدقہ ہے''۔

کسی ایک نبی کے متعلق تاریخ سے ثابت کر دیں کہ اس کا ترکہ بطور صدقہ اس کی اُمت میں تقسیم ہوا ہو یا بیت المال کے سپرد کیا گیا ہو۔

ثابت کر دیں کہ بنتِ رسولؐ سے لی گئی جائیداد ہمیشہ کے لیے صدقہ رہی ہو۔ محترم! تاریخ سُنّی یا شیعہ نہیں ہوتی۔ تاریخ تاریخ ہوتی ہے اور تاریخ ہی رہتی ہے۔ پوچھئے تاریخ سے۔ کیا وہ جائیداد جو بنتِ رسولؐ سے بنام صدقہ لے لی گئی تھی عثمان نے اپنے دورِ حکومت میں مروان کو نہیں دی تھی؟ اور پھر کیا وہی ترکہ بنتِ رسولؐ آلِ مروان میں بطور میراث تقسیم نہیں ہوتا رہا۔

اگلے عنوان فدک میں آپ دیکھیں گے کہ سوادِ اعظم کے دوسرے خلیفہ عمر صاحب نے ابوبکر صاحب کی اس حدیث کو غلط کہہ دیا اور بنتِ رسولؐ کا کچھ حصہ حضرت علیؑ کو واپس کر دیا۔

بات جائیداد یا باغات کی نہیں اصول کی ہے۔

* کیا وفاتِ رسولِ اعظم کے بعد فدک سے لے کر جنگِ جمل تک ایک ہی سلسلہ نہیں ہے؟

اُم المومنین عائشہ اور فدک

(۹۴) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۶۱۶، حدیث ۱۳۸۹

عروة عن عائشة ان فاطمه بنت النبیؐ ارسلت الٰی ابی بکر تسأله میراثها من رسول الله مما افاء الله علیه بالمدینة وفدك وما بقی من خمس خیبر فقال ابوبکر ان رسول الله قال لا نورث ما ترکناه صدقة انما یاکل آل محمد فی هذا المال وانی والله لا اغیر من صدقة رسول الله عن حالها الّتی کان علیها فی عهد رسول الله ولا عملن فیها بما عمل به رسول الله فابی ابوبکر ان یدفع الی فاطمة منها شیئًا فوجدت فاطمة علی ابی بکر فی ذٰلك فهجرته فلم تکلمه حتّٰی توفّیت وعاشت بعد النبیؐ ستة اشهر فلما توفّیت دفنها زوجها علی لیلة ولم یؤذن بها ابابکر وعلی علیها وکان لعلی من الناس وجه حیاة فاطمة فلما توفّیت استنکر علی وجوه النّاس فالتمس مصالحة ابی بکر ومبابعیة ولم یکن یبایع تلك الاشهر فارسل الی ابی بکر ان أتنا ولا یاتنا احد معك کراهیة لمحضر عمر

فقال عمر لا والله لا تدخل علیهم وحدك

فقال ابوبکر وما عسیتهم ان یفعلوا بی واللّٰه لآ تینهم
فدخل علیهم ابوبکر فتشهد علی فقال
انا قد عرفنا فضلك وما اعطاك اللّٰه ، ولم ننفس علیك
خیرًا ساقة اللّٰه الیك ولكنك استبددت علینا بالامر
وكنا نریٰ لقرابتنا من رسول اللّٰه نصیبًا حتّٰی فاضت
عینا ابی بكر
فتكلم ابوبكر : والذی نفسی بیده لقرابة رسول اللّٰه
احب الی ان اصل من قرابتی واما الذی شجر بینی
وبینكم من هذه الاموال فلم آل فیها عن الخیر ولم
اترك امرًا رأیت رسول اللّٰه یصعنه فیها الا صنعته
فقال علی لابی بكر موعدك العشة للبیعة
فلما صلی ابوبكر الظهر رقی علی المنبر فتشهد وذكر
شان علی وتخلفه عن البیعة وعذره بالذی اعتذر الیه
ثم استغفر وتشهد علی فعظم حق ابی بكر وحدث انه
لم یحمله علی الذی صنع نفاسة علی ابی بكر ولا
انكارًا للذی فضله اللّٰه به ولكنا نریٰ لنا فی هذا الامر
نصیبًا فاستبد علینا فوجدنا فی انفسنا

(ترجمہ از مولانا حافظ قاری محمد عادل خان نقشبندی اور مولانا قاری محمد فاضل قریشی مجددی)

"عروہ (اُم المومنین) عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ دخترِ نبیؐ فاطمہؓ نے کسی کو حضرت ابوبکر کے پاس بھیجا کہ ہم رسولؐ اللہ کے

اس کی جو اللہ نے آپ کو مدینہ اور فدک سے دیا تھا اور خیبر کے بقیہ خمس کی میراث چاہتے ہیں تو ابوبکر نے جواب دیا کہ

رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے: ہمارے مال کا کوئی وارث نہیں۔ ہاں آلِ محمدؐ اس میں سے بقدرِ ضرورت کھانے کے لیے لے سکتے ہیں اور میں رسولؐ کے صدقہ میں آپ کے عہد کے خلاف بالکل تبدیلی نہیں کر سکتا اور میں اس میں اسی طرح عمل درآمد کروں گا جس طرح رسولؐ اللہ کیا کرتے تھے (یعنی حضرت ابوبکر نے اس میں سے ذرا سا بھی حضرت فاطمہؑ کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا.....از مترجمین)۔ تو حضرت فاطمہؑ ناراض ہو گئیں اور انہوں نے اپنی وفات تک حضرت ابوبکر سے گفتگو نہ کی۔ حضرت فاطمہؑ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد چھ ماہ تک زندہ رہیں۔ جب ان کا انتقال ہو گیا تو ان کے شوہر حضرت علیؑ نے انہیں رات ہی دفن کر دیا اور ابوبکر کو اس کی اطلاع بھی نہ دی اور خود ہی ان کے جنازے کی نماز پڑھ لی۔ حضرت فاطمہؑ کی حیات میں حضرت علیؑ نے لوگوں کا رُخ پھرا ہوا پایا تو حضرت ابوبکر سے صلح کی درخواست کی۔ حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکر کے ساتھ پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے ہاں تشریف لائیں اور آپ کے ساتھ کوئی دوسرا نہ ہو۔ یہ اس لیے کہ کہیں عمر نہ آ جائیں۔

حضرت عمر نے فرمایا: نہیں بخدا آپ تنہا نہ جائیں۔

حضرت ابوبکر نے کہا کہ مجھے ان سے یہ امید نہیں کہ وہ میرے ساتھ کچھ برائی کریں، بخدا میں ان کے پاس جاؤں گا۔ لہٰذا ابوبکر

ان کے پاس چلے گئے تو حضرت علیؓ نے تشہد کے بعد فرمایا: ہم آپ کی فضیلت اور اللہ کے عطا کردہ انعامات کو بخوبی جانتے ہیں۔ نیز ہمیں اس بھلائی میں جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ہے کوئی حسد نہیں لیکن آپ نے خلافت کے معاملہ میں ہم پر ظلم کیا حالانکہ قرابت رسولؐ کی بناء پر ہم سمجھتے تھے کہ اس میں ہمارا حصہ ہے۔

حضرت ابوبکر یہ کلام سن کر رونے لگے اور فرمایا: قسم ہے خدا کی! قرابتِ رسولؐ کی رعایت میری نظر میں اپنی قرابت سے زیادہ پسندیدہ ہے اور میرے اور تمہارے درمیان آنحضرتؐ کے مال میں جو اختلاف ہوا ہے اور میں نے ہرگز امر خیر سے کوتاہی نہیں کی اور اس مال میں مَیں نے جو کام آنحضرتؐ کو کرتے دیکھا اسے نہیں چھوڑا۔

حضرت علیؓ نے حضرت ابوبکر سے کہا: بیعت کی بات عشاء کو ہوگی۔

جب حضرت علیؓ نے عشاء کی نماز پڑھ لی تو آپ منبر پر بیٹھے اور تشہد کے بعد فضائل حضرت علیؓ اور بیعت نہ کرنے کا ذکر کیا۔

حضرت علیؓ کا بیان کردہ عذر بتایا۔

پھر حضرت علیؓ استغفار اور تشہد کے بعد حضرت ابوبکر کی عظمت بزرگی بیان کرنے کے فرمایا کہ میرے اس فعل کا باعث حضرت ابوبکر پر حسد اور اس کے فضائل سے انکار کی بدولت نہ تھا لیکن ہم سمجھتے تھے کہ امر خلافت میں ہمارا بھی حصہ ہے۔ اور ابوبکر نے ہمارے ساتھ ظلم کیا ہے جس کی بدولت ہم دلی طور پر ناراض ہوئے۔

اس سے تمام مسلمان خوش ہوگئے اور کہنے لگے: آپ نے درست
کہا اور جب حضرت علیؑ امر بالمعروف کی طرف لوٹ آئے تو
مسلمان آپ کے ساتھ ہوگئے۔

جائزہ

○ طوالتِ حدیث کے پیشِ نظر مناسب ہوگا کہ اس حدیث کا مفہوم سمجھ لیں، پھر آگے چلیں گے۔

❁ راوی عروہ ابن زبیر ہے اور محدثہ اُم المومنین عائشہ ہے۔

○ وفات سرورِ کونینؐ کے بعد دخترِ رسول حضرت فاطمہؑ نے ابوبکر سے ترکۂ رسول جو کہ مدینہ، فدک اور خمسِ خیبر تھا سے حصہ مانگا۔

❁ بی بی نے یہ نہیں بتایا کہ بنتِ رسول کو ابوبکر سے مانگنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟

○ میرے خیال میں اس ضرورت کی دو ہی صورتیں ہوسکتی ہیں:

❁ سرورِ کونینؐ ابوبکر کو اپنے ترکہ کی کوئی وصیت فرما گئے ہوں۔

❁ بعد از وفاتِ رسولؐ اقتدار آ جانے کے بعد حکومت نے از خود ترکۂ رسولؐ پر قبضہ کرلیا۔

❁ جہاں تک پہلی صورت کا تعلق ہے وہ تو قطعاً نہیں کیوں کہ اسی بخاری شریف ہی میں بی بی عائشہ نے وفاتِ رسولؐ عالمین کی جو تصویر بتائی ہے اس کے مطابق ابوبکر مرضِ رسولؐ میں سرورِ کونینؐ کے پاس نہ آئے بلکہ جہاں کہیں نماز کی ضرورت پڑی تو صحیح بخاری ہی کے مطابق ابوبکر کو پیغام بھیجنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔ اگر ابوبکر پاس ہوتے تو سرورِ کونینؐ بذاتِ خود ابوبکر سے فرما دیتے کہ جاؤ نماز پڑھا کر پھر آ جانا۔

❁ نہ ہی ایسی کوئی وصیت بی بی عائشہ کے ذریعہ ملتی ہے کیونکہ صحیح بخاری ہی میں جہاں

جہاں بی بی عائشہ نے سرورِ کونینؐ کے آخری ایام میں اپنے موجود ہونے کا احساس دلایا ہے وہاں اس قسم کی کسی وصیت کا ذکر نہیں ملتا۔ اگر اس قسم کی کوئی وصیت ہوتی تو بی بی عائشہ یا ابوبکر کبھی نہ بھولتے اور ضرور تذکرہ کرتے۔

رہی دوسری صورت تو تاریخ جو ایک مسلسل عمل ہے اس سے وضاحت کے ساتھ ثابت ہے کہ خود ابوبکر ہی نے اقتدار پر قبضہ کرنے کے بعد پہلا کام یہی کیا کہ ترکہ سرورِ کونین کو اپنے قبضہ میں کیا اور یہی وجہ تھی کہ دخترِ رسول کو ابوبکر ہی کے پاس بھیجنے اور ترکہ رسولؐ مانگنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔

۴ ابوبکر نے جواب دیا کہ سرورِ کونینؐ نے فرمایا ہے: ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ البتہ آلِ محمدؐ گزارہ الاؤنس کے بطور اس میں سے لے سکتے ہیں۔ میں نے سرورِ کونینؐ کے زمانہ میں جو کچھ ہوتے دیکھا تھا اس میں کوئی تبدیلی نہیں کروں گا اور وہی کچھ کروں گا جو سرورِ کونین کرتے تھے۔ ابوبکر نے بنتِ رسول کو دو باتوں کی نشان دہی کی ہے: ● قولِ رسولؐ ● عملِ رسولؐ

آیئے ان دونوں باتوں کا تجزیہ کریں کہ کہاں تک درست ہیں۔

قولِ رسول یہ ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔

- اب پہلا سوال یہ ہے کہ کیا یہ بات سرورِ کونینؐ کے علاوہ ایک کم ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ میں سے کسی ایک نبی کے متعلق ثابت کی جاسکتی ہے؟
- اگر سابقہ انبیاءؑ کی نسبی اولاد ان کی وارث نہیں ہوئی تھی تو تاریخ، قرآن اور حدیث سے اس کا ثبوت کیا ہے؟
- حدیثِ رسولؐ میں کتنے اور کون کون سے انبیاءؑ کے متعلق بتایا گیا ہے؟
- تاریخ نے کتنے انبیاءؑ اور کون کون سے انبیاءؑ کے نام بتائے ہیں؟
- قرآن نے اولادِ انبیاءؑ کے لیے کون سا استثنائی حکم دیا ہے؟

* اگر سابقہ انبیاءؑ میں سے کسی نبی کے متعلق ایسی کوئی مثال نہ مل سکے تو کیا یہ حدیث صرف اور صرف آلِ محمدؐ کی معیشت کو تباہ کرنے کے لیے پیش نہیں کی گئی؟
* کیا یہ حدیث نصِ قرآن آیاتِ میراث کی نفی نہیں کرتی؟
* کیا کوئی ایسی حدیث جس کا حکم، حکمِ قرآن کے مخالف ہو، قبول کی جاسکتی ہے؟
* یہی حدیث سرورِ کونینؐ نے ابوبکر کو بتانے کے ساتھ ساتھ متعلقہ فرد یعنی اپنی دختر کو کیوں نہ بتائی؟
* کیا عملِ رسول کا سہارا لینا اس بات کی دلیل نہیں کہ ابوبکر کو اپنی حدیث پر اطمینان نہیں تھا؟
* کیا عملِ رسولؐ اس بات کی دلیل بن سکتا ہے کہ انبیاءؑ کا ترکہ صدقہ ہوتا ہے؟ کیا عملِ رسولؐ میراثِ اولاد کی نفی ہے۔ یا غرباء پروری اور جود و سخائے نبیؐ کی دلیل ہے؟

(۳) دخترِ رسولؐ ابوبکر پر اتنی شدت سے ناراض ہوئیں کہ ابوبکر سے نہ صرف قطع تعلقی کرلی بلکہ بات تک کرنا چھوڑ دیا اور بعد از رسولؐ چھ ماہ تک کے عرصۂ حیات میں ابوبکر سے ناراض رہیں۔ اس دنیا سے گئیں تو بھی ناراض تھیں۔

* کیا دخترِ رسولؐ کی اٹھارہ سالہ زندگی میں کہیں اتنی طویل ناراضگی کا سراغ ملتا ہے؟
* کیا دخترِ رسولؐ کو یہ علم نہ تھا کہ کسی مومن سے تین دن تک مسلسل قطع کلامی اچھی نہیں؟
* کیا دخترِ رسولؐ نے ابوبکر کو خلیفہ تسلیم کرلیا تھا؟
* اگر خلیفہ تسلیم کرلیا تھا تو تاریخ کس گوشے میں ہے؟
* اگر خلیفہ تسلیم نہ کیا تھا تو کیا ابوبکر کو خلیفہ تسلیم نہ کرنے والے مرتد ہوں گے؟
* اگر ابوبکر کو خلیفہ تسلیم نہ کرنے والے مرتد ہوں گے تو بنتِ رسولؐ کا کیا حکم ہوگا؟

❁ اگر ابوبکر کو خلیفہ تسلیم نہ کرنے والے مرتد نہیں ہوں گے تو خلافتِ ابوبکر کا کیا مقام ہوگا؟

❁ کیا دخترِ رسولؐ کی ناراضگی صرف اور صرف محرومیٔ میراث کی بدولت تھی؟

❁ کیا اگر محرومیٔ میراث کی بدولت تھی تو حیاتِ فاطمہؑ میں کسی مقام پر بنتِ رسولؐ کی محبت دولت کا کوئی نقطہ پیش کیا جائے۔

❁ جو مخدرہ زندگی بھر دولت پرست اور دولت پسند نہ رہی ہو وہ ایک ٹکڑا زمین کے لیے کس طرح چھ ماہ تک کسی سے ناراض رہ سکتی ہے؟

❁ دخترِ رسولؐ کی ناراضگی اور قطع کلام کہیں ابوبکر کے احکامِ قرآن بدلنے پر تو نہیں تھی؟ حیاتِ بنتِ نبیؐ میں لوگ حضرت علیؑ کا (کچھ) مقام تھا لیکن وفاتِ بنتِ نبیؐ کے حضرت علیؑ نے لوگوں کے رُخ بدلے ہوئے دیکھے۔

④ گویا حیاتِ بنتِ نبیؐ میں لوگ حضرت علیؑ کی عزت ذاتی طور پر نہیں کرتے تھے بلکہ بنتِ نبیؐ کے رشتہ کی بدولت کرتے تھے اور وفاتِ بنتِ نبیؐ کے بعد جب وہ رشتہ نہ رہا تو لوگوں میں مقامِ علیؑ ختم ہوگیا۔

❁ بقول سوادِ اعظم سرورِ کونینؐ نے مقامِ خمِ غدیر پر جو فرمایا تھا: **من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ** (جس کا میں دوست ہوں اس کا علیؑ دوست ہے) یہ صرف اس لیے فرمایا تھا کہ چونکہ قبائل عرب کے اکثر مقتول حضرت علیؑ کے ہاتھ سے تھے، لوگوں کے دلوں میں حضرت علیؑ سے نفرت تھی جسے دُور کرنے کے لیے سرورِ کونینؐ نے یہ فرمایا تھا۔

❁ اگر سوادِ اعظم کا یہ قول درست ہے تو وفاتِ دخترِ رسولؐ کے بعد یہ ارشادِ رسولؐ بھول گیا تھا یا بھلا دیا گیا تھا؟

❁ اگر بھول گیا تھا تو اس کے محرکات کیا تھے؟

❁ اگر سابقہ انبیاءؑ میں سے کسی نبی کے متعلق ایسی کوئی مثال نہ مل سکے تو کیا یہ حدیث صرف اور صرف آلِ محمدؑ کی معیشت کو تباہ کرنے کے لیے پیش نہیں کی گئی؟
❁ کیا یہ حدیث نصِ قرآن آیاتِ میراث کی نفی نہیں کرتی؟
❁ کیا کوئی ایسی حدیث جس کا حکم، حکمِ قرآن کے مخالف ہو، قبول کی جاسکتی ہے؟
❁ یہی حدیث سرورِ کونینؐ نے ابوبکر کو بتانے کے ساتھ ساتھ متعلقہ فرد یعنی اپنی دختر کو کیوں نہ بتائی؟
❁ کیا عملِ رسول کا سہارا لینا اس بات کی دلیل نہیں کہ ابوبکر کو اپنی حدیث پر اطمینان نہیں تھا؟
❁ کیا عملِ رسولؐ اس بات کی دلیل بن سکتا ہے کہ انبیاءؑ کا ترکہ صدقہ ہوتا ہے؟ کیا عملِ رسولؐ میراثِ اولاد کی نفی ہے۔ یا غرباء پروری اور جود و سخائے نبیؐ کی دلیل ہے؟

③ دخترِ رسولؐ ابوبکر پر اتنی شدت سے ناراض ہوئیں کہ ابوبکر سے نہ صرف قطع تعلقی کر لی بلکہ بات تک کرنا چھوڑ دیا اور بعداز رسولؐ چھ ماہ تک کے عرصۂ حیات میں ابوبکر سے ناراض رہیں۔ اس دنیا سے گئیں تو بھی ناراض تھیں۔
❁ کیا دخترِ رسولؐ کی اٹھارہ سالہ زندگی میں کہیں اتنی طویل ناراضگی کا سراغ ملتا ہے؟
❁ کیا دخترِ رسولؐ کو یہ علم نہ تھا کہ کسی مومن سے تین دن تک مسلسل قطع کلامی اچھی نہیں؟
❁ کیا دخترِ رسولؐ نے ابوبکر کو خلیفہ تسلیم کر لیا تھا؟
❁ اگر خلیفہ تسلیم کر لیا تھا تو تاریخ کس گوشے میں ہے؟
❁ اگر خلیفہ تسلیم نہ کیا تھا تو کیا ابوبکر کو خلیفہ تسلیم نہ کرنے والے مرتد ہوں گے؟
❁ اگر ابوبکر کو خلیفہ تسلیم نہ کرنے والے مرتد ہوں گے تو بنتِ رسولؐ کا کیا حکم ہوگا؟

❁ اگر ابوبکر کو خلیفہ تسلیم نہ کرنے والے مرتد نہیں ہوں گے تو خلافتِ ابوبکر کا کیا مقام ہوگا؟

❁ کیا دخترِ رسولؐ کی ناراضگی صرف اور صرف محرومی میراث کی بدولت تھی؟

❁ کیا اگر محرومی میراث کی بدولت تھی تو حیاتِ فاطمہؑ میں کسی مقام پر بنتِ رسولؐ کی محبت دولت کا کوئی نقطہ پیش کیا جائے۔

❁ جو مخدرہ زندگی بھر دولت پرست اور دولت پسند نہ رہی ہو وہ ایک ٹکڑا زمین کے لیے کس طرح چھ ماہ تک کسی سے ناراض رہ سکتی ہے؟

❁ دخترِ رسولؐ کی ناراضگی اور قطع کلام کہیں ابوبکر کے احکامِ قرآن بدلنے پر تو نہیں تھی؟ حیاتِ بنتِ نبیؐ میں لوگ حضرت علیؑ کا (کچھ) مقام تھا لیکن وفات بنت نبیؐ کے حضرت علیؑ نے لوگوں کے رُخ بدلے ہوئے دیکھے۔

④ گویا حیات بنتِ نبیؐ میں لوگ حضرت علیؑ کی عزت ذاتی طور پر نہیں کرتے تھے بلکہ بنتِ نبیؐ کے رشتہ کی بدولت کرتے تھے اور وفات بنتِ نبیؐ کے بعد جب وہ رشتہ نہ رہا تو لوگوں میں مقامِ علیؑ ختم ہوگیا۔

❁ بقول سوادِ اعظم سرورِ کونینؐ نے مقامِ خمِ غدیر پر جو فرمایا تھا: **من کنت مولاہ فھذا علی مولاہ** (جس کا میں دوست ہوں اس کا علیؑ دوست ہے) یہ صرف اس لیے فرمایا تھا کہ چونکہ قبائل عرب کے اکثر مقتول حضرت علیؑ کے ہاتھ سے تھے، لوگوں کے دلوں میں حضرت علیؑ سے نفرت تھی جسے دُور کرنے کے لیے سرورِ کونینؐ نے یہ فرمایا تھا۔

❁ اگر سوادِ اعظم کا یہ قول درست ہے تو وفات دخترِ رسولؐ کے بعد یہ ارشادِ رسولؐ بھول گیا تھا یا بھلا دیا گیا تھا؟

❁ اگر بھول گیا تھا تو اس کے محرکات کیا تھے؟

- اگر بھلا دیا گیا تھا تو وہ کون لوگ تھے جنھوں نے یہ کام کیا تھا؟
- کیا حضرت علیؑ نے کوئی منافئ اسلام کام کیا تھا؟
- اگر کوئی منافئ اسلام کام کیا تھا تو کون سا؟
- کیا لوگوں میں حضرت علیؑ کے مقام میں کمی ابوبکر کو خلیفہ تسلیم نہ کرنے کے جرم میں تھی؟
- اگر خلیفہ تسلیم نہ کرنا ہی جرم تھا تو اس کا ارتکاب تو دخترِ رسول بھی کرچکی تھی۔
- دخترِ رسولؐ اور دامادِ رسولؐ دونوں کا قصور ایک تو پھر ایک کو معاف کیوں کیا گیا اور دوسرے کا مواخذہ کیوں کیا گیا؟
- کیا حزبِ اقتدار کا اس میں ہاتھ نہیں تھا؟
- اگر تھا تو کیوں؟ اور اگر نہیں تھا تو کیسے؟

⑤ حضرت ابوبکر سے صلح کی درخواست کی۔ حضرت علیؑ نے حضرت ابوبکر کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ہمارے یہاں تشریف لائیں اور آپ کے ساتھ کوئی دوسرا نہ ہو۔ اس لیے کہ کہیں عمر نہ آجائیں۔ حضرت عمر نے فرمایا: نہیں بخدا آپ تنہا نہ جائیں۔ حضرت ابوبکر نے کہا: مجھے ان سے یہ امید نہیں کہ وہ میرے ساتھ کچھ برائی کریں۔ بخدا میں ان کے پاس جاؤں گا لہٰذا ابوبکر ان کے پاس چلے گئے۔

- جب صلح کی درخواست حضرت علیؑ نے کی تھی تو پھر خود کیوں نہ گئے؟
- ضرورت حضرت علیؑ کو تھی یا ابوبکر کو؟
- کیا یہ عجیب ضرورت نہیں کہ ضرورت مند اور محکوم شخص حاکم کو بلاتا ہے اور کہتا ہے کہ آؤ میری درخواست لے جاؤ۔
- کیا مشروط ملاقات کی درخواست کوئی ضرورت مند کرسکتا ہے؟
- کیا یہ درست نہیں کہ حضرت علیؑ حسبِ سابق بے نیاز رہے اور خود حزبِ اقتدار کو

حضرت علیؑ سے ملنے کی ضرورت پیش آئی؟

- کیا یہ درست نہیں کہ سوادِ اعظم کے خلیفہ نے ملاقات کی درخواست کی؟
- کیا یہ درست نہیں کہ حزبِ اقتدار کی طرف سے اذنِ ملاقات کے بعد حضرت علیؑ نے مشروط اجازت دی؟
- کیا یہ درست نہیں کہ حزبِ اقتدار کو اپنی شدتِ احتیاج کے پیشِ نظر حضرت علیؑ کی شرط کے سامنے جھکنا پڑا؟
- بی بی نے یہ نہیں بتایا کہ حضرت علیؑ نے عمر کے ساتھ لانے سے کیوں منع کیا تھا؟

٦ آپ نے خلافت کے معاملہ میں ہم پر استبداد (ظلم) کیا۔ حالانکہ قرابتِ رسولؐ کی بناء پر ہم سمجھتے تھے کہ اس میں ہمارا حصہ ہے۔ ابوبکر یہ کلام سن کر رونے لگے۔

نوٹ: تجزیہ سے قبل ایک غلط فہمی دُور کرتا ہوں۔ ذرا بخاری شریف اُٹھا کر دیکھیے آپ کو لفظ اِسۡتَبۡدَدۡتَ کا معنی ملے گا۔ آپ خودمختار بن گئے۔ اسی لیے راقم الحروف اِسۡتَبۡدَدۡتَ کا مصدر اِسۡتَبۡدَاد لکھ دیا ہے جو اُردو زبان میں لفظ 'جور' کے ساتھ استعمال ہوتا ہے اور جور و استبداد کہا جاتا ہے، یعنی ظلم و جور۔ لیکن مترجمین نے دیگر داستانِ مظالم کی طرح اس لفظ کو بھی معاف نہیں کیا۔

- حضرت علیؑ نے ابوبکر کو استبداد کا مرتکب کیوں کہا؟
- حضرت علیؑ نے اس استبداد کی نسبت ابوبکر کی طرف کیوں دی؟
- جب بقول سوادِ اعظم جمہور نے منتخب کیا تھا تو ابوبکر نے کیوں جواب نہ دیا کہ اس میں میرا کیا قصور ہے یہ تو عوام کا کام ہے؟
- ابوبکر اس نسبت کے جواب میں رونے کیوں لگ گئے؟
- ابوبکر نے خلافت کے معاملہ میں کوئی جواب کیوں نہ دیا؟
- کیا یہ غلط ہے کہ حضرت علیؑ اب بھی ابوبکر کو خلیفہ تسلیم کرنے سے انکاری ہیں؟

- کیا حضرت علیؑ نے قرابتِ رسولؐ کی وہی دلیل نہیں دی جو ابوبکر نے سقیفہ میں دے کر تاجِ خلافت سجایا تھا۔
- حضرت علیؑ نے ابوبکر سے کہا کہ بیعت کی بات عشاء کے وقت ہوگی۔ جب حضرت ابوبکر نے ظہر کی نماز پڑھ لی تو آپ منبر پر بیٹھے اور تشہد کے بعد فضائلِ حضرت علیؑ اور بیعت نہ کرنے کا ذکر کیا اور حضرت علیؑ کا بیان کردہ عذر بتایا۔ پھر حضرت علیؑ نے استغفار اور تشہد کے بعد حضرت ابوبکر کی عظمت بزرگی بیان کر کے فرمایا کہ میرے اس فعل کا باعث حضرت ابوبکر پر حسد اور اس کے فضائل سے انکار کی بدولت نہ تھا۔ لیکن ہم سمجھتے تھے کہ امر خلافت میں ہمارا بھی حصہ ہے اور حضرت ابوبکر نے ہم پر استبداد کیا ہے جس کی بدولت ہم دلی طور پر ناراض ہوئے۔ اس سے تمام مسلمان خوش ہو گئے۔
- کیا حضرت علیؑ نے بیعت کا معاملہ عشاء پر نہیں چھوڑا تھا؟
- کیا حضرت علیؑ نے بیعت کر لی تھی؟
- جب حضرت علیؑ نے بیعت کا معاملہ عشاء پر چھوڑا تھا تو حضرت ابوبکر نے عشاء کا انتظار کرنے کے بجائے ظہر کی نماز کے بعد ہی کیوں جلدی کر دی؟
- حدیث آپ کے سامنے ہے حضرت علیؑ نے کون سی معذرت کی ہے؟
- کیا ابوبکر، کلامِ علیؑ سن کر رویا نہیں تھا؟
- بھلا بتائیے! روتا معذرت کرنے والا ہے یا کوئی اور؟
- کیا حضرت علیؑ نے جو بات گھر میں کی تھی مسجد میں وہی نہیں دہرائی؟
- کیا حضرت علیؑ نے ترکہ رسولؐ یا جائیداد کا ذکر کیا ہے؟
- کیا حضرت علیؑ نے اپنے انکار بیعت کی وجہ صاف صاف نہیں بتا دی؟
- کیا ابوبکر نے حضرت علیؑ کے اس الزام کی تردید کی ہے؟

- کیا اس حدیث سے بیعتِ علیؑ ثابت ہوتی ہے؟
- اگر بیعت ثابت ہوتی ہے تو کیسے؟
- اگر بیعت ثابت نہیں ہوتی تو پھر اُم المومنین عائشہ کے علاوہ کون سچا ہے جو بیعتِ علیؑ کا ذکر کرے اور اسے مان لیا جائے؟
- کیا بیعتِ علیؑ برائے ابوبکر محض ایک ڈھونگ نہیں؟

(۹۵) جلد دوم، کتاب الجہاد والسیر، ص ۱۶۱، حدیث ۳۳۵

عروة ابن الزبير ان عائشة اخبرته ان فاطمة بنت رسول الله سألت ابابكر الصديق بعد وفات رسول الله ان يقسم لها ميراثها مما ترك رسول الله

فقال لها ابوبكر ان رسول الله قال لا نورث ما تركناه صدقة

فغضبت فاطمة بنت رسول الله فهجرت ابابكر فلم تزل مهاجرته حتٰى توفيت وعاشت بعد رسول الله ستة اشهر

قالت وكانت تسأل نصيبها مما ترك رسول الله من خيبر وفدك وصدقته بالمدينة فابى ابوبكر عليها ذلك وقال لست تاركًا شيئًا كان رسول الله يعمل به الا عملت به فانی اخشی ان ترکت شيئًا من امره ان ازيغ

فاما صدقته بالمدينة فدفعها عمر الى على و عباس

واما خيبر وفدك فامسك عمر

وقال هما صدقة رسول الله كانتا لحقوقة للتي تعروة

ونوائبه وامرهما الی من ولی الامر

''عروہ ابن زبیر اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ اللہ کی رحلت کے بعد حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابوبکر سے رسولؐ اللہ کے اس ترکہ سے جو اللہ نے رسولؐ کو دیا تھا، مانگا تو ابوبکر نے جواب دیا کہ رسولؐ فرما گئے ہیں کہ ہمارے مال میں عملِ میراث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔
اس پر حضرت فاطمہؑ حضرت ابوبکر سے ناراض ہوگئیں اور وفات تک ابوبکر سے بات تک نہ کی۔ رسولؐ اللہ کے بعد آپ چھ ماہ تک زندہ رہیں۔ اُم المومنین عائشہ نے بتایا کہ حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابوبکر سے رسولؐ اللہ کے اس مالِ متروکہ سے جو خیبر و فدک میں سے اور اس مالِ متروکہ سے جو مدینہ میں تھا، طلب کیا تو ابوبکر نے اس کے دینے سے انکار کردیا اور کہا اس میں رسولؐ اللہ نے جو کچھ تصرف فرمایا ہے۔ میں اس عمل کو ترک نہیں کرسکتا۔ مجھے ڈر ہے کہ اگر عملِ رسول سے ہٹا تو گمراہ ہوجاؤں گا۔ پھر سرورِ عالمؐ کا مدینہ میں وقف شدہ مال حضرت عمر نے حضرت عباس و علیؑ کو دے دیا لیکن خیبر اور فدک اپنی نگرانی میں رکھا اور کہا کہ یہ رسالت مآب کا وقف ہے اور آپ نے ان دونوں کو ان مصارف وضروریات کے لیے رکھا جو درپیش ہوتے تھے اور ان کے انتظام کا اختیار خلیفۂ وقت کو دیا تھا''۔

جائزہ

جلد اول، حدیث ۱۸۸۹ کی نسبت مختصر حدیث ہے۔

- زیرِ نظر حدیث میں بی بی عائشہ نے صرف میراثِ رسولؐ سے محرومی بنتِ رسولؐ کا ذکر کیا ہے۔
- سابقہ حدیث میں صرف جائیداد کا ذکر تھا جبکہ زیرِ نظر حدیث میں مدنی جائیداد کو صدقہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔
- سابقہ حدیث میں ابوبکر نے عملِ رسولؐ سے صرف نہ ہٹنے کا کہا تھا جبکہ زیرِ نظر حدیث میں ابوبکر کا۔ یہ فقرہ زائد ہے
- کہ مجھے ڈر ہے کہ اگر عملِ رسولؐ سے ہٹا تو گمراہ ہو جاؤں گا۔ اسی جملہ کو ذہن میں رکھتے ہوئے اگلا فقرۂ حدیث ملاحظہ فرمایئے:

پھر سرورِ عالمؐ کا مدینہ میں وقف شدہ مال حضرت عمر نے حضرت علیؑ و عباس کو دے دیا۔۔۔۔ یہ دو عمل ہیں:

- ابوبکر عملِ رسولؐ کو ترک کرتے ہیں تو گمراہی کا خوف ہے۔
- عمر اسی مال میں سے جو ابوبکر نے دینے سے انکار کر دیا تھا۔ عباس و علیؑ کو کچھ حصہ دے دیتے ہیں۔
- ان دو متضاد اعمال سے کون سا عمل درست ہے۔
- اگر ابوبکرؓ کا خوف درست ہے تو کیا حضرت عمرؓ کا عمل بقول ابوبکر گمراہی نہیں؟
- اگر عملِ عمر درست ہے تو کیا قول و فعل ابوبکر خلافِ اسلام نہیں ہوگا؟
- ان کے انتظام کا اختیار خلیفۂ وقت کو دیا تھا۔
- خیبر و فدک کے انتظام کا خلیفہ کو اختیار سرورِ کونینؐ نے کب دیا؟
- اگر یہ اختیار کسی حدیث کی رو سے تھا تو وہ حدیث کون سی ہے؟
- اس حدیث کا راوی کون ہے؟
- کیا مدنی زمین کی عباس و علیؑ کو واپسی نے ابوبکر کی حدیث لانورث (ہمارا کوئی

وارث نہیں ہوتا) کو من گھڑت ثابت نہیں کر دیا؟

(۹۶) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۵۲۸، حدیث ۱۲۰۷

عروة عن عائشة ان فاطمة عليها السلام والعباس اتيا ابابكر يلتمسان ميراثهما من ارضه من فدك وسهمه من خيبر فقال ابوبكر سمعت النبيؐ يقول لا نورث ما تركناه صدقة انما ياكل آل محمد في هذا المال

''عروہ ابن زبیر اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس اور حضرت فاطمہؑ دونوں حضرت ابوبکر کے پاس آ کر اپنا ترکہ زمین فدک اور آمدنی خیبر مانگنے لگے۔ ابوبکر نے کہا: میں نے رسولؐ اللہ سے سنا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے البتہ آلِ محمدؐ اپنی گزر کے لیے اس میں سے لے سکتے ہیں''۔

(۹۷) جلد سوم، کتاب الفرائض، ص ۷۰۳، حدیث ۱۶۳۱

عروة عن عائشة ان فاطمة والعباس اتيا ابابكر يلتمسان ميراثهما من رسول الله وهما حينئذٍ يطلبان ارضيهما من فدك وسهميهما من خيبر فقال لهما ابوبكر سمعت رسول الله يقول لا نورث ما تركناه صدقة انما ياكل آل محمد من هذا المال — قال ابوبكر والله لا ادع امراً رأيت رسول الله يصنعه فيه الّا صنعته قال فهجرته فلم تكلمه حتٰى ماتت

''عروہ ابن زبیر اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت فاطمہؑ اور حضرت عباس سے اپنی فدک اور خیبر کی زمین کا مطالبہ لے کر آئے۔ حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے سرورِ کونینؐ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ لہٰذا میں ہرگز اس کام کو نہ چھوڑوں گا جو میں نے رسولؐ اللہ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے چنانچہ حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابوبکر سے ملنا چھوڑ دیا اور بات چیت کرنا چھوڑ دیا حتیٰ کہ ان کی وفات ہوگئی''۔

(۹۸) جلد سوم، کتاب الفرائض، ص ۷۰۵، حدیث ۱۶۳۵

عروة عن عائشة ان ازواج النبیؐ حین توفی رسول اللّٰه اردن ان یبعثن عثمان الی ابی بکر یسألنه میراثهن فقالت عائشة الیس قال رسول اللّٰه لا نورث ما ترکناه صدقة

''عروہ ابن زبیر اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ کی وفات کے بعد ازواجِ نبیؐ نے حضرت عثمان کو بھیج کر حضرت ابوبکر سے اپنا میراث میں سے حصہ مانگنا چاہا تو اُم المومنین عائشہ نے ان سے کہا کہ سرورِ کونینؐ نے فرمایا نہیں تھا۔ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو چھوڑ جائیں صدقہ ہوتا ہے۔

جائزہ

مشترکہ نکات:

- کل پانچ احادیث ہیں جن میں سے ہر حدیث کا روایتی راوی، اُم المومنین عائشہ کا عزیز بھانجا عروہ ابن زبیر ہے اور محدثہ بی بی عائشہ خود ہیں۔

وارث نہیں ہوتا) کو من گھڑت ثابت نہیں کر دیا؟

(۶۹) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۵۲۸، حدیث ۱۲۰۷

عروۃ عن عائشۃ ان فاطمۃ علیہا السلام والعباس اتیا ابابکر یلتمسان میراثہما من ارضہ من فدک وسہمہ من خیبر فقال ابوبکر سمعت النبیؐ یقول لا نورث ما ترکناہ صدقۃ انما یاکل اٰل محمد فی ھذا المال

''عروہ ابن زبیر اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عباس اور حضرت فاطمہؑ دونوں حضرت ابوبکر کے پاس آ کر اپنا ترکہ زمین فدک اور آمدنی خیبر مانگنے لگے۔ ابوبکر نے کہا: میں نے رسولؐ اللہ سے سنا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے البتہ آلِ محمدؐ اپنی گزر کے لیے اس میں سے لے سکتے ہیں''۔

(۷۰) جلد سوم، کتاب الفرائض، ص ۶۰۳، حدیث ۱۶۳۱

عروۃ عن عائشۃ ان فاطمۃ والعباس اتیا ابابکر یلتمسان میراثہما من رسول اللّٰہ وھما حینئذٍ یطلبان ارضیہما من فدک وسہمیہما من خیبر فقال لہما ابوبکر سمعت رسول اللّٰہ یقول لا نورث ما ترکناہ صدقۃ انما یاکل اٰل محمد من ھذا المال – قال ابوبکر واللّٰہ لا ادع امراً رأیت رسول اللّٰہ یصنعہ فیہ الّا صنعتہ قال فھجرتہ فلم تکلمہ حتّٰی ماتت

''عروہ ابن زبیر اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ

حضرت فاطمہؑ اور حضرت عباس سے اپنی فدک اور خیبر کی زمین کا مطالبہ لے کر آئے۔ حضرت ابوبکر نے کہا: میں نے سرورِ کونینؐ کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا۔ ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہے۔ لہٰذا میں ہرگز اس کام کو نہ چھوڑوں گا جو میں نے رسولؐ اللہ کو کرتے ہوئے دیکھا ہے چنانچہ حضرت فاطمہؑ نے حضرت ابوبکر سے ملنا چھوڑ دیا اور بات چیت کرنا چھوڑ دیا حتیٰ کہ ان کی وفات ہوگئی"۔

(۹۸) جلد سوم، کتاب الفرائض، ص ۷۰۵، حدیث ۱۶۳۵

عروة عن عائشة ان ازواج النبیؐ حین توفی رسول اللّٰه اردن ان یبعثن عثمان الی ابی بکر یسألنه میراثهن فقالت عائشة الیس قال رسول اللّٰه لا نورث ما ترکناه صدقة

"عروہ ابن زبیر اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ کی وفات کے بعد ازواجِ نبیؐ نے حضرت عثمان کو بھیج کر حضرت ابوبکر سے اپنا میراث میں سے حصہ مانگنا چاہا تو اُم المومنین عائشہ نے ان سے کہا کہ سرورِ کونینؐ نے فرمایا نہیں تھا۔ ہمارا کوئی وارث نہیں ہوتا جو چھوڑ جائیں صدقہ ہوتا ہے۔

جائزہ

مشترکہ نکات:

* کل پانچ احادیث ہیں جن میں سے ہر حدیث کا روایتی راوی، اُم المومنین عائشہ کا عزیز بھانجا عروہ ابن زبیر ہے اور محدثہ بی بی عائشہ خود ہیں۔

- ماںگنے والے صرف دو ہیں: حضرت فاطمہ بنت النبیؐ اور حضرت عباس ابن عبدالمطلب۔
- جس سے مانگا جا رہا ہے وہ سوادِ اعظم کا خلیفۂ اول ہے۔
- سوادِ اعظم کا خلیفۂ اول میراث مانگنے والوں کے جواب میں ایک حدیث پڑھتا ہے جس کا معنی یہ ہے کہ انبیاءؑ کا کوئی وارث نہیں ہوتا جو کچھ چھوڑ جائیں صدقہ ہوتا ہے۔
- قولِ رسولؐ کے بعد سوادِ اعظم کا خلیفہ عملِ رسولؐ کا سہارا لیتا ہے۔
- دخترِ رسولؐ سوادِ اعظم کے خلیفۂ اول سے ناراض ہو جاتی ہیں اور تاحیات کلام نہیں کرتیں۔

اختلافی نکات

- جلد دوم، حدیث ۱۳۸۹ کے مطابق دخترِ رسولؐ خود نہیں جاتیں بلکہ کسی کو ابوبکر کے پاس بھیجتی ہیں۔
- جلد دوم، حدیث ۳۳۵ دخترِ رسولؐ میراث مانگنے کے لیے بذاتِ خود ابوبکر کے پاس جاتی ہیں۔
- جلد دوم، حدیث ۱۲۰۷ اور جلد سوم، حدیث ۱۶۳۱ میں دخترِ رسولؐ کے ساتھ رسولؐ کے چچا عباس بھی ابوبکر کے پاس جاتے ہیں۔
- جلد سوم، حدیث ۱۶۳۵ میں ازواجِ نبیؐ عثمان کی وساطت سے میراث مانگنا چاہتی ہیں۔
- جلد دوم، حدیث ۱۳۸۹ میں ابوبکر دخترِ رسولؐ کو ماترکناہ صدقۃ (ہم جو چھوڑ جائیں صدقہ ہوتا ہے) سنانے کے علاوہ کچھ دینے سے کھلا انکار کرتا ہے جبکہ دیگر احادیث میں صرف ماترکناہ صدقۃ سنا کر خاموش ہو جاتا ہے۔

٭ جلد دوم، حدیث ۱۳۸۹ میں بنتِ رسولؑ کی ناراضگی جن الفاظ سے بتائی گئی ہے۔ وہ یہ ہیں:

فَهَجَرَتْهُ وَلَمْ تُكَلِّمْهُ حتّٰى تَوَفَّيَتْ

''بنت رسولؑ نے قطع تعلق کرلی اور تا وفات ابوبکر سے بات نہ کی''۔

٭ جلد دوم، حدیث ۳۳۵ میں بنتِ رسولؑ کی ناراضگی کے الفاظ یہ ہیں:

فَغَضِبَتْ فَاطِمَةُ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ فَهَجَرَتْ اَبَابَكْرٍ فَلَمْ تَزَلْ مُهَاجِرَتُهُ حَتّٰى تَوَفَّيَتْ

''بنت رسولؑ غضب ناک ہوگئی۔ ابوبکر سے قطع تعلق کرلی اور تا وفات قطع تعلق جاری رکھی۔

اور جلد سوم، حدیث ۱۶۳۱ میں بنت رسولؑ کی ناراضگی کے الفاظ یہ ہیں:

فَهَجَرَتْهُ فَاطِمَةُ فَلَمْ تُكَلِّمْهُ حَتّٰى مَاتَتْ

''بنتِ رسولؑ نے ابوبکر سے قطع تعلق کرلی اور تا وفات ابوبکر سے گفتگو نہ کی''۔

مترجمین کی پریشانی

قارئین کرام سے اپیل ہے کہ بخاری شریف کی جلد دوم، حدیث ۲۸ اور ۱۳۸۹ دیکھیں۔ حدیث کا جملہ ہے:

لَمْ يَكُنْ يُبَايِعُ تِلْكَ الْاَشْهُرَ

''حضرت علیؑ نے ان مہینوں میں بیعت نہیں کی تھی''۔

یہ ترجمہ تو انتہائی سیدھا سادا ہے جو راقم الحروف نے پیش کیا ہے۔ آپ کسی بھی عربی دان حضرات سے تصدیق کرا سکتے ہیں۔ اب ذرا بخاری شریف میں ملاحظہ فرمائیں۔

اسی فقرہ کا ترجمہ آپ کو یوں ملے گا:

حضرت علیؑ نے ان (چھ) مہینوں میں (حضرت فاطمہؑ کی تیمارداری اور دیگر مشاغل و اسباب کی بناء پر) حضرت ابوبکر سے بیعت نہیں کی تھی۔

دیکھ رہے ہیں آپ یہ جو قوسین میں جملہ دیا گیا ہے۔ یہ مترجمین کا توضیحی نوٹ ہے۔ مترجمین یہ تو مانتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے اتنا عرصہ بیعت نہیں کی۔ لیکن ایک طویل مسافت کے بعد۔ اگر قوسین کے الفاظ نکال کر مترجمین کے ترجمہ اور راقم الحروف کے ترجمہ کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ دونوں ترجموں میں کوئی فرق نہیں۔

* اب سوال یہ ہے کہ بیعت نہ کرنے کی وجہ تیمارداریٔ بنت رسولؐ کس نے بتائی؟
* جب چھ ماہ بعد حضرت علیؑ نے ابوبکر کو اپنے گھر بلا لیا تو کیا چھ ماہ قبل نہیں بلا سکتے تھے؟
* یا پہلے ابوبکر کو بلایا گیا تھا اور وہ آئے نہیں تھے؟
* حضرت علیؑ نے فضائل ابوبکر تو پڑھ دیے لیکن بیعت نہ کرنے کا یہی سبب جو مترجمین کو چودہ صدیاں بعد ملا ہے بزبانِ خود کیوں نہیں کہہ دیا؟
* بیعت کرنے پر ہفتے یا گھنٹے تو صرف نہیں ہوتے تھے؟
* بیعت کر لینا تیمارداری بنتِ رسولؐ سے کیوں مانع تھا؟

لَمْ نَنْفَسْ عَلَيْكَ خَيْرًا سَاقَهُ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلٰكِنَّكَ اِسْتَبْدَدْتَ عَلَيْنَا بِالْاَمْرِ وَكُنَّا نَرٰى لِقَرَابَتِنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ نَصِيْبًا

”ہمیں آپ کی طرف اللہ کی بھیجی گئی کسی بھی خوبی پر حسد نہیں لیکن خلافت میں آپ نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ ہم قرابت رسولؐ کی بناء پر خلافت کو اپنا حق سمجھتے ہیں“۔

مذکورہ بالا سیدھا سادا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے۔ آپ کسی بھی عربی خوان سے اس کی تصدیق کرا سکتے ہیں۔ اب بخاری شریف کے مترجمین کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

''نیز ہمیں اس بھلائی میں (یعنی خلافت میں) جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ہے کوئی حسد نہیں لیکن آپ اس امر خلافت میں خود مختار بن گئے حالانکہ قرابتِ رسولؐ کی بنا پر ہم سمجھتے تھے کہ (اس کے مشورہ) میں ہمارا بھی حصہ ہے''۔

ملاحظہ فرمالیا آپ نے۔ مترجم نے خیرًا ساقهُ اللّٰهُ اِلَيْكَ (جو خوبی اللہ نے آپ کو دی) کا معنی قوسین میں (یعنی خلافت میں) کیا ہے۔ اگر خوبی سے مراد حضرت علیؑ کی خلافت ہی تھی تو پھر یہ جانتے ہوئے کہ ابوبکر کو اللہ نے خلافت دی ہے۔ چھ ماہ تک بیعت کیوں نہ کی اور ولکنك استبددت علينا (لیکن آپ نے معاملہ خلافت میں ہم پر ظلم کیا ہے) کیوں کہا؟

پھر جواب میں ابوبکر نے کیا کہا:

كُنَّا نَرَىٰ لِقَرابَتِنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ نَصِيْبًا

''قرابتِ رسولؐ کی بناء پر ہم خلافت اپنا حق سمجھتے ہیں''۔

یہ جملہ حضرت علیؑ نے اسی حدیث میں دو مرتبہ کہا ہے:

- جب ابوبکر کو اپنے گھر بلایا اس وقت دورانِ گفتگو کہا۔
- جب مسجد میں ابوبکر کے بعد جوابی تقریر کی اس وقت بھی یہی فقرہ دہرایا۔

ابوبکر نے تو اس جملہ کا جواب نہ گھر میں دیا اور نہ مسجد میں البتہ مترجمین چکرا گئے۔ یہاں کے ترجمے دونوں جگہ ایک دوسرے سے مختلف ہو گئے۔

گھریلو گفتگو میں ترجمہ: حالانکہ قرابتِ رسولؐ کی بناء پر ہم سمجھتے تھے کہ (اس کے مشورہ) میں ہمارا بھی حصہ ہے۔

اسی فقرہ کا ترجمہ آپ کو یوں ملے گا:

حضرت علیؓ نے ان (چھ) مہینوں میں (حضرت فاطمہؓ کی تیمارداری اور دیگر مشاغل واسباب کی بناء پر) حضرت ابوبکر سے بیعت نہیں کی تھی۔

دیکھ رہے ہیں آپ یہ جو قوسین میں جملہ دیا گیا ہے۔ یہ مترجمین کا توضیحی نوٹ ہے۔ مترجمین یہ تو مانتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے اتنا عرصہ بیعت نہیں کی۔ لیکن ایک طویل مسافت کے بعد۔ اگر قوسین کے الفاظ نکال کر مترجمین کے ترجمہ اور راقم الحروف کے ترجمہ کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ دونوں ترجموں میں کوئی فرق نہیں۔

- اب سوال یہ ہے کہ بیعت نہ کرنے کی وجہ تیمارداریٔ بنت رسولؐ کس نے بتائی؟
- جب چھ ماہ بعد حضرت علیؓ نے ابوبکر کو اپنے گھر بلالیا تو کیا چھ ماہ قبل نہیں بلا سکتے تھے؟
- یا پہلے ابوبکر کو بلایا گیا تھا اور وہ آئے نہیں تھے؟
- حضرت علیؓ نے فضائل ابوبکر تو پڑھ دیے لیکن بیعت نہ کرنے کا یہی سبب جو مترجمین کو چودہ صدیاں بعد ملا ہے بزبانِ خود کیوں نہیں کہہ دیا؟
- بیعت کرنے پر ہفتے یا گھنٹے تو صرف نہیں ہوتے تھے؟
- بیعت کرلینا تیمارداری بنتِ رسولؐ سے کیوں مانع تھا؟

لَمْ نَنْفَسْ عَلَيْكَ خَيْرًا سَاقَهُ اللّٰهُ اِلَيْكَ وَلٰكِنَّكَ اِسْتَبْدَدْتَ عَلَيْنَا بِالْاَمْرِ وَكُنَّا نَرٰى لِقَرَابَتِنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ نَصِيبًا

"ہمیں آپ کی طرف اللہ کی بھیجی گئی کسی بھی خوبی پر حسد نہیں لیکن خلافت میں آپ نے ہم پر ظلم کیا ہے۔ ہم قرابت رسولؐ کی بناء پر خلافت کو اپنا حق سمجھتے ہیں"۔

مذکورہ بالا سیدھا سادا ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے۔ آپ کسی بھی عربی خوان سے اس کی تصدیق کرا سکتے ہیں۔ اب بخاری شریف کے مترجمین کا ترجمہ ملاحظہ فرمائیے:

"نیز ہمیں اس بھلائی میں (یعنی خلافت میں) جو اللہ نے آپ کو عطا فرمائی ہے کوئی حسد نہیں لیکن آپ اس امر خلافت میں خود مختار بن گئے حالانکہ قرابتِ رسولؐ کی بنا پر ہم سمجھتے تھے کہ (اس کے مشورہ) میں ہمارا بھی حصہ ہے"۔

ملاحظہ فرمالیا آپ نے۔ مترجم نے خیرًا ساقهُ اللّٰهُ اِلَیْكَ (جو خوبی اللہ نے آپ کو دی) کا معنی قوسین میں (یعنی خلافت میں) کیا ہے۔ اگر خوبی سے مراد حضرت علیؑ کی خلافت ہی تھی تو پھر یہ جانتے ہوئے کہ ابوبکر کو اللہ نے خلافت دی ہے۔ چھ ماہ تک بیعت کیوں نہ کی اور ولکنك استبددت علینا (لیکن آپ نے معاملہ خلافت میں ہم پر ظلم کیا ہے) کیوں کہا؟

پھر جواب میں ابوبکر نے کیا کہا:

كُنَّا نَرَىٰ لِقَرابَتِنَا مِنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ نَصِيْبًا

"قرابتِ رسولؐ کی بناء پر ہم خلافت اپنا حق سمجھتے ہیں"۔

یہ جملہ حضرت علیؑ نے اسی حدیث میں دو مرتبہ کہا ہے:

- جب ابوبکر کو اپنے گھر بلایا اس وقت دورانِ گفتگو کہا۔
- جب مسجد میں ابوبکر کے بعد جوابی تقریر کی اس وقت بھی یہی فقرہ دہرایا۔

ابوبکر نے تو اس جملہ کا جواب نہ گھر میں دیا اور نہ مسجد میں البتہ مترجمین چکرا گئے۔ یہ ان کے ترجمے دونوں جگہ ایک دوسرے سے مختلف ہو گئے۔

گھریلو گفتگو میں ترجمہ: حالانکہ قرابتِ رسولؐ کی بناء پر ہم سمجھتے تھے کہ (اس کے مشورہ) میں ہمارا بھی حصہ ہے۔

مسجد کی گفتگو میں ترجمہ: لیکن ہم سمجھتے تھے کہ امرِ خلافت میں ہمارا بھی حصہ ہے۔

یعنی گھریلو گفتگو میں تو حضرت علیؑ صرف یہ کہتے ہیں کہ ہمیں بھی مشیر خلافت بنا لیا جاتا تو پھر بنتِ رسولؐ کی تیمارداری اور دیگر اسباب و مشاغل آپ کی بیعت میں حائل نہ ہوئے۔

پھر مسجد میں کہتے ہیں کہ ہمیں خلیفہ مان لیا جاتا۔

جملہ ایک، فقرہ ایک، متکلم ایک، انداز ایک اور مخاطب ایک، لیکن معنی دو ـــــ جو چاہے تیرا حسنِ کرشمہ ساز کرے۔

نیا نکتہ

آج کل بعض مادر پدر آزاد مقررین جنھیں نہ تو شیعہ مذہب سے واقفیت ہے اور نہ ہی اپنے مذہب سے۔ کہتے پھرتے ہیں کہ واقعہ فدک ایک یہودی شخص عبداللہ ابن سبا کا ساختہ ہے لہٰذا بے بنیاد اور من گھڑت ہے۔

محترم قارئین! صحیح بخاری شریف آپ کے سامنے ہے۔ جلد نمبر، صفحہ نمبر اور حدیث نمبر کی نشاندہی راقم الحروف نے کردی ہے۔ لکھنے والا امام بخاری ہے، راوی عروہ ابن زبیر ہے اور حدیث بیان کرنے والی اُم المومنین عائشہ ہے۔

ڈوب مرنے کا مقام ہے اس بیٹے کے لیے جو اپنی ماں اور حرمِ رسول کو یہودیوں کا آلۂ کار سمجھے کیونکہ جب ہم واقعہ فدک کو جھٹلانے کی خاطر کہیں گے کہ یہ واقعہ عبداللہ ابن سبا یہودی کا فسانہ ہے ـــــ تو پھر ہمیں یہ بھی کہنا پڑے گا کہ امام بخاری، عروہ ابن زبیر اور اُم المومنین عائشہ یہ سب یہودی کے آلۂ کار ہیں۔ عبداللہ ابن سبا کے وظیفہ خوار ہیں۔

- ایسی صورت میں بخاری شریف پر کیا اعتماد رہے گا؟
- عروہ ابن زبیر کی احادیث کے پلے کیا رہ جائے گا؟
- اور اُم المومنین عائشہ کا کیا بھرم باقی رہ جائے گا؟

مسلمہ امور بقول اُم المومنین عائشہ

* ابو بکر نے اقتدار پر قبضہ کرتے ہی ترکۂ رسولؐ پر فوراً قبضہ کر لیا۔
* دختر رسولؐ نے کسی کو بھیج کر بھی خود حاضر دربار ہو کر بھی اور عمِ رسولؐ حضرت عباس کو ساتھ لا کر بھی ترکۂ رسول کا مطالبہ کیا۔
* حضرت ابو بکر نے دختر رسول کو کچھ دینے سے انکار کر دیا۔
* دختر رسولؐ بعد از رسولؐ چھ ماہ تک زندہ رہیں۔ ابو بکر سے ناراض رہیں اور بات نہ کی۔
* حضرت علیؑ اور دختر رسولؐ دونوں نے ابو بکر کی بیعت نہ کی۔
* دختر رسولؐ ابو بکر کی بیعت کیے بغیر اس دنیا سے رحلت فرما گئیں۔
* اُم المومنین کی ان روایات سے حضرت علیؑ کی بیعت کرنا بھی ثابت نہیں ہوتا؟

---

* دختر رسولؐ جو آخری لحۂ حیات تک خلافت ابو بکر سے انکاری رہی اس کے متعلق کیا حکم ہوگا؟
* بقول آپ کے حضرت علیؑ جو چھ ماہ تک خلافت ابو بکر کے منکر رہے اور بقول بی بی عائشہ کے چھ ماہ کے بعد بھی بیعت کا معاملہ گول کر گئے۔ حضرت علیؑ کا کیا حکم ہوگا؟

فیصلہ: اگر دختر رسولؐ ابو بکر کی بیعت سے انکاری رہ کر سیدۃ النساء رہ سکتی ہے اور حضرت علیؑ بیعت ابو بکر سے انکاری رہ کر سوادِ اعظم کے خلیفۂ چہارم رہ سکتے ہیں تو ہم شیعہ بھی خلافت ابو بکر کو تسلیم نہ کر کے نہ صرف مومن رہ سکتے ہیں بلکہ یومِ حساب کے بعد جنت میں بھی جا سکتے ہیں ان شاء اللہ!

تکرارِ احادیث

اکثر سادہ لوح عوام کو چکر میں ڈال دیا جاتا ہے کہ احادیث میں تکرار ہے اور بخاری شریف میں ایک ہی حدیث کو بار بار مختلف مقامات میں حسبِ ضرورت نقل کیا گیا

ہے جس کی وجہ سے بخاری شریف کا وزن زیادہ ہوگیا ہے۔ مناسب ہوگا اگر ہم پہلے تکرار کی تعریف کرلیں تا کہ انصاف کے تقاضے پورے ہوسکیں اور ہمارا ہر قاری بلا وہم وسواس تحقیقی مراحل میں داخل ہو سکے۔

تکرار کیا ہے؟

ایک ہی حدیث کو مختلف عنوانات کے تحت مختلف مقامات پر درج کرنے کا نام ہے۔ یعنی ایسی حدیث جس کا سلسلۂ سند خواہ ایک ہو یا متعدد، لفظ اور معنی یا کم از کم مفہوم ایک ہو، نظامِ مصطفیٰ بزبان زوجۂ باوصفا کی اُم المومنین عائشہ سے نقل کردہ احادیث آپ نے ملاحظہ فرمالی ہیں جنہیں راقم الحروف نے بخاری شریف میں درج شدہ ساڑھے سات ہزار احادیث سے منتخب کیا ہے اور ہر عنوان کے تحت اسی عنوان سے متعلق احادیث لکھی تھیں۔ آپ بار باران احادیث میں غور کریں۔ آپ کو کہیں بھی تکرار نہیں ملے گا۔ ہر حدیث لفظاً، معنی اور مفہوماً دوسری حدیث سے جدا ہے اور اس کی نشاندہی راقم الحروف نے ہر جگہ کردی ہے بنابریں اگر کوئی صاحب ان احادیث کو تکرار کی لاٹھی سے ہانکنا چاہیں تو اس کی اجازت ازروئے اصول اور ازروئے مطالعہ احادیث تو نہیں دی جائے گی۔ البتہ جب کوئی انسان ''میں نہ مانوں'' کا ناقابلِ تردید سبق یاد کرلے تو اس کے سامنے ہم بے بس ہوں گے۔

اخذ مسائل

ٹائٹل سے لے کر آخر تک ہر عنوان کے ابتداء میں ہم نے علامہ شبلی نعمانی کا وہ جملہ پیش کیا ہے جو انہوں نے مروایات اُم المومنین عائشہ کے بارے میں لکھا ہے لہٰذا آیئے اب ان مسائل کو بھی ایک نظر دیکھ لیں جو مرویات اُم المومنین عائشہ سے ہمارے سامنے آتے ہیں تا کہ نظامِ مصطفیٰ کا مکمل خاکہ ہمارے ذہن میں آجائے اور ہم اہالیانِ

پاکستان اپنی زندگی کو نظامِ مصطفیٰؐ کے سانچے میں ڈھال سکیں۔

* آغاز نبوت: ① جلد اول کتاب الوحی، ص ۸۱۔ حدیث نمبر ۲، نظامِ مصطفیٰؐ، ص ۲۶ سرورِ کونینؐ پر وحی دو طرح سے آتی تھی، گھنٹی کی سی آواز اور جبریلؑ بشکل انسان۔
* جلد اول، کتاب الوحی، ص ۸۲، حدیث ۳، نظامِ مصطفیٰؐ، ص ۲۷۔ ابتدائے وحی سچے خوابوں سے ہوتی ہے۔
* ابتدائے وحی کے بعد نبی بننے والے انسان کو تنہائی سے محبت ہو جاتی ہے۔
* ایامِ تنہائی میں ازدواجی پابندیاں ختم ہو جاتی ہیں اور انسان صرف سامانِ خورد و نوش لینے کی خاطر واپس آ سکتا ہے۔
* اگرچہ سلسلۂ وحی کا آغاز سچے خوابوں سے ہو چکا ہوتا ہے لیکن پھر نبی فرشتہ کو اس وقت پہچان نہیں سکتا۔ جب وہ عالم بیداری میں آئے۔
* فرشتہ کے پڑھانے کے باوجود نبی اپنے اَن پڑھ ہونے کا اعلان کر سکتا ہے۔
* جب تک فرشتہ نبی کو تین مرتبہ اتنے زور سے نہ دبائے کہ اس کی سانس اُکھڑنے لگے اس وقت تک نبی نہیں پڑھ سکتا۔
* تیسری مرتبہ دبانے کے بعد فرشتہ اس بات کا پابند نہیں کہ وہ نبی کے جواب کا انتظار کرے بلکہ جو کچھ لے کے آیا ہے اسے پڑھ دے۔
* فرشتہ کے وحی لانے اور بار بار دبانے سے اگر نبی ڈر جائے تو کوئی حرج نہیں۔
* جب فرشتہ جبراً وحی پہنچا کر چلا جائے تو نبی کو فوراً گھر آ کر اپنا خوف کمبل میں گھس کر دُور کر لینا چاہیے۔ جیسا کہ سرورِ کونینؐ نے کیا۔
* نبی کی بیوی اتنی زیرک اور حوصلہ مند ہونی چاہیے کہ میاں پر طاری خوف سے نہ گھبرائے جیسا کہ اُم المومنین خدیجہ۔
* نبی کو چاہیے کہ وہ کمبل میں پڑے پڑے اپنی زیرک بیوی کو سنا دے جیسا سرورِ

کونینؐ نے سنائی۔

* اگر نبی کو اپنی عقل و فکر میں شک ہو تو بھی اپنی بیوی کے سامنے ظاہر کر دینا چاہیے جس طرح سرورِ کونینؐ نے خشیت علی نفسی (مجھے اپنی عقل کا ڈر ہے) کہہ کر اُم المومنین خدیجہ سے ذکر کیا۔
* زوجۂ نبی کو چاہیے کہ وہ اپنے میاں کو تسلی دے، میاں کو اس کی اچھائیاں یاد دلا کر حوصلہ دلائے۔
* زوجۂ نبی کو چاہیے کہ اپنے سہمے ہوئے میاں کو دلاسا دے کر کسی ایسے مذہبی عالم کے پاس لائے جس مذہب کی مخالفت اس نبی کو کرنا ہے جس طرح اُم المومنین خدیجہ آپ کو ورقہ کے پاس لائیں۔
* عالم بھی ایسا ہونا چاہیے جو ایک مذہب ترک کر کے دوسرا مذہب اختیار کر چکا ہو۔ البتہ کماتا دوسرے مذہب سے ہو اور تعریف پہلے مذہب کی کرتا ہو۔ جس طرح ورقہ ابن نوفل لکھتا تو انجیل تھا لیکن سرورِ کونینؐ سے باتیں کرتے ہوئے یہ نہیں کہتا کہ یہ وہ ناموس ہے جو عیسیٰؑ پر آیا تھا بلکہ عیسائی ہونے کے باوجود کہتا ہے کہ وہی ناموس ہے جو موسیٰؑ پر آتا تھا۔
* ایسے عالم کو نبی کے برعکس علمِ غیب بھی ہونا چاہیے جس طرح سرورِ کونین کو یہ بھی بتایا کہ آپ کے اعلانِ نبوت سے قبل میں مرجاؤں گا اور یہ بھی بتا دیا کہ آپ کو ہجرت بھی کرنا پڑے گی۔

(۲) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص۹۷۴، حدیث ۲۰۶۴، نظامِ مصطفیٰؐ)

* زوجۂ نبی اتنی عالمہ ہونی چاہیے کہ جب نبی اپنی عقل کا تذکرہ کرے تو زوجۂ نبی اس کی اچھائیاں گنوا کر اسے خوشخبری دے جیسا کہ اُم المومنین خدیجہ نے کیا۔

(۳) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص۹۷۷، حدیث نمبر ۲۰۶۷

* اگر نبی سیدھے ہاتھ وحی لینے پر آمادہ نہ ہو تو قدرت کو دھمکی بھی دے دینا چاہیے۔

④ جلد سوم، کتاب الحیل، ص ۷۹۹، حدیث ۱۸۷۰، نظامِ مصطفیٰ

* آغازِ نبوت کی کیفیت خود نبی سے پوچھنا ضروری نہیں بلکہ جہاں سے سن لی جائے کافی ہے۔
* اگر سلسلۂ وحی کچھ دنوں کے لیے رک جائے تو نبی کو خودکشی کرنے کا حق ہے۔
* نبی کو اپنی نبوت میں شک بھی ہو سکتا ہے (ورنہ خودکشی کی کوشش نہ ہوتی)
* جبریلؑ کے لیے ضروری ہے کہ جب بھی نبی خودکشی کرنے لگے، اسے آ کر یقین دلائے کہ تو نبی ہے۔

⑤ جلد سوم، کتاب النکاح، ص ۱۰۷، حدیث ۱۷۴، نظامِ مصطفیٰ

* ہر بیوی اپنے شوہر کی اچھائی برائی بیان کرنے کی مجاز ہے۔
* اگر کئی بیویاں ایک جگہ بیٹھ کر اپنے شوہروں کی اچھائیاں اور برائیاں گنیں اور ان کی گفتگو کوئی اُم المومنین سن رہی ہو تو وہ حدیث کا درجہ رکھتی ہے۔
* جو شوہر سب سے اچھا ہو نبی کو اسی سے اپنی تمثیل دینا چاہیے۔ نبی سے بُو
* نبی اپنی کسی بیوی کے ساتھ دوسری ازواج کی نسبت زیادہ بیٹھ کر اس سے کچھ کھا پی سکتا ہے۔
* اگر نبی اپنی کسی بیوی کے پاس معمول سے زیادہ بیٹھ جائے تو دیگر ازواج کو اس کے خلاف حیلہ کرنے کا حق ہے۔
* حیلہ کوئی بھی کیا جا سکتا ہے خواہ وہ غلط بات ہی کیوں نہ ہو؟
* ~~حیلہ میں ہر زوجہ کو حق ہے کہ وہ نبیؐ سے اظہارِ نفرت کے بطور ناک بھوں چڑھائے۔~~
* کسی ایک زوجۂ نبی کو دیگر ازواج پر رعب بٹھانے کا پورا پورا حق ہے۔
* اگر کسی شخص کی متعدد بیویاں ہوں تو نماز عصر کے بعد تمام ازواج کے پاس باری

باری آنا سنتِ رسولؐ ہے۔

* ازواجِ نبی ٹیڑھے دل والیاں ہو سکتی ہیں۔
* اگر ازواجِ نبی حد سے گزرنے لگیں تو اللہ کو انہیں دھمکی دینے کا حق ہے۔
* لوگوں کو حق ہے کہ وہ اپنے ہدایا (تحفے) پیش کرنے سے پہلے پتہ کرلیں کہ نبی کو اپنی ازواج میں سے کون زیادہ عزیز ہے تاکہ اسی دن تحفہ دیا جائے جس دن اس کی باری ہو۔
* محبوبہ زوجہ کی مخالفت میں ایک یا بہت سی بیویاں اپنے شوہر سے درخواست کرسکتی ہیں کہ وہ لوگوں کو اس قسم کا امتیازی سلوک نہ کرنے کی ہدایت کردے۔
* شوہر کو حق حاصل ہے کہ وہ ازواج کی جانب سے پیش کی گئی درخواست کے جواب میں خاموش ہوجائے۔
* مریدوں کو حق حاصل ہے کہ اپنے پیر کی رضاجوئی کی خاطر اپنے ہدایا اسی دن پیش کریں جس دن اس کی محبوبہ بیوی کی باری ہو۔
* ازواجِ نبیؐ کے لیے باہمی گروہ بندی جائز ہے۔
* ازواجِ نبی کو گروہ بندی کے بعد اپنا ایک ایک گروپ لیڈر چننے کا حق ہے۔
* ازواجِ نبی کو اپنی ہر درخواست اپنے گروپ لیڈر کی وساطت سے کرنا چاہیے۔
* جب تک شوہر کوئی جواب نہ دے اس وقت تک درخواست واپس نہ لینا جائز ہے۔
* ذاتِ احدیت کو اختیار ہے کہ وہ بھی وحی بھیجتے وقت یہ خیال رکھے کہ اس وقت آپ کس بی بی کے کپڑے میں ہیں۔
* ازواجِ نبیؐ کے لیے نبی کو اس کی محبوبہ زوجہ کے خلاف مطالبۂ انصاف بھی جائز نہیں تاکہ سرورِ کونین کو اذیت نہ ہو۔
* اگر کسی بی بی سے ایسی زیادتی سرزد ہوجائے تو اسے فوراً توبہ کا اعلان کردینا

چاہیے۔

* ازواجِ نبی کی طرح بہت سی بیویاں رکھنے والے شوہر کی شوہرانہ زیادتی کے خلاف شوہر کی بیٹی کو بھی سفارش بنا کر شوہر کے پاس بھیجنا جائز ہے۔
* جب بیٹی کو ایک مرتبہ جواب مل جائے تو پھر دوبارہ اس موضوع پر گفتگو کرنے کا حق نہیں۔
* مظلوم گروپ ناچار ہوکر اپنی داد رسی کی خاطر اپنے گروپ لیڈر کے علاوہ کسی دوسری بیوی کے ذریعہ بھی اپنی درخواست پیش کرسکتا ہے۔
* زوجہ کے لیے نبی شوہر سے اللہ کے نام پر انصاف مانگنا جائز ہے۔
* فریادرسی کے وقت اگر درخواستی گروپ کی زوجہ اپنی سوکن کے خلاف سخت وسُست کہنے لگے تو کوئی حرج نہیں۔
* نبی کی موجودگی میں دو بیویوں کو اپنی لسانی تلوار آزمائی کے مظاہرہ کا پورا پورا حق حاصل ہے۔
* فریادرس گروہ کی زوجہ کو اپنے فریق مخالف کو نبی کی موجودگی میں گالی دینا بھی جائز ہے۔
* نبی کے لیے دونوں بیویاں کی تُوتکار خاموشی سے بیٹھ کر سننا جائز ہے۔
* نبی کو حق حاصل ہے کہ ازواج کی تو تکار سنتے ہوئے اپنی محبوبہ کی طرف اس نگاہ سے دیکھے کہ وہ کوئی جواب خود دے۔
* نبی کو حق حاصل ہے کہ جب اس کی محبوبہ بیوی فریق مخالف پر غالب آجائے تو اسے داد دے۔
* اگر کثیر الازواج شوہر کہیں سفر پر باہر جائے تو کسی ایک بیوی کو ساتھ لے جانے کی خاطر اسے قرعہ اندازی کرنا ہوگی۔

* کثیر الازواج شوہر کو اپنی زندگی اپنی ازواج میں باقاعدہ تقسیم کر دینی چاہیے۔
* اگر کوئی بیوی اپنی باری کے شب و روز اپنے شوہر کی محبوبہ بیوی کو ہبہ کر دے تو اسے اختیار ہے۔
* گھر میں گانا بجانا جائز ہے۔
* گھر میں محفلِ موسیقی پہلے سے منعقد ہو اور شوہر بعد میں آئے تو اس کے لیے دوسری طرف منہ کر کے سو جانا سنتِ رسولؐ ہے۔
* سُسر اگر داماد کے گھر محفلِ موسیقی دیکھے تو وہ اُسے شیطانی باجہ کہہ سکتا ہے۔
* داماد اگر عالم یا نبی ہے تو اسے اپنے سُسر کو گانے بجانے سے روکنے پر منع کرنا سنتِ رسولؐ ہے۔
* اگر عید کے دن شوہر اپنی بیوی کو تماشا دیکھنے کی دعوت دے تو سنتِ رسولؐ ہے۔
* اگر شوہر دعوت نہ بھی دے تو بیوی از خود درخواست کر سکتی ہے۔
* اگر شوہر بیوی کو تماشا دکھانا چاہے تو اسے پشت پر اُٹھا کر تماشا دکھانا نہ صرف جائز ہے بلکہ سنتِ رسولؐ ہے۔
* تماشا بینی کے دوران بیوی کا رخسارہ شوہر کے رخسارہ پر ہونا چاہیے۔
* تماشا کرنے والوں کو داد دینا سنتِ سرورِ انبیاءؐ ہے۔
* جب تک بیوی خود نہ اُکتا جائے شوہر کو خاموشی سے کھڑے ہو کر تماشا دیکھنا بھی چاہیے اور دکھانا بھی چاہیے۔
* جب زوجہ خود تھک جائے تو اسے جانے کو کہہ دینا سنتِ رسولؐ ہے۔
* کسی مصلحت کے پیشِ نظر بیوی کو چھپا کر تماشا دکھانا بھی سنتِ رسولؐ ہے۔
* اگر تماشا کرنے والے مسجد میں کھیل کود رہے ہیں تو انہیں روکنا خلافِ شرع ہے۔
* اگر کچھ لوگ سرود وغیرہ کو پسند کرتے ہوں اور ان کی شادی میں شامل ہونا ہو تو

سرود لے جانے میں کوئی حرج نہیں۔

* گڑیاں کھیلنا جائز ہے۔
* اگر بیوی کی سہیلیاں کھیلتے ہوئے بیوی کے شوہر سے شرما کر اِدھر اُدھر ہو جائیں تو انہیں تلاش کر کے لانا سنتِ رسولؐ ہے۔
* یہودیوں کے پاس کوئی چیز رہن رکھ کر ان سے کچھ خریدنا جائز ہے۔
* قربانی کے گوشت کا ذخیرہ کرنا جائز ہے۔
* گھر میں خواہ کھجور کا ایک دانہ بھی ہو، سائل کو دے دینا چاہیے۔
* ایسی سخاوت کرنے کے بعد شوہر کو اس سے آگاہ کر دینا چاہیے۔
* اپنے مقامِ دفن کی وصیت کرنا جائز ہے۔
* اگر کوئی کسی جگہ دفن نہیں ہونا چاہتا تو دمِ مرگ وصیت کر دے کہ مجھے فلاں جگہ دفن نہ کیا جائے۔
* حقائق کا اعتراف کر لینا چاہیے۔
* نبی پر جادو کیا جا سکتا ہے اور نبی پر جادو کا اثر بھی ہو سکتا ہے۔
* جادو کا اثر زائل ہو جانے کے بعد جادو کردہ اشیاء یا جادو کرنے والے کا نام منتشر نہ کرنا چاہیے۔
* سرورِ کونینؐ کے قصہ جادو زدگی کو جتنی ہو سکے شہرت دینی چاہیے۔
* رسول قرآن بھول سکتا ہے۔
* اُمت کا کوئی آدمی اگر رسول کو بھولا ہوا قرآن یاد دلا دے تو اسے دعا دینا چاہیے۔
* مرد کے لیے اپنی عمر سے کئی گنا کم لڑکی کے والد سے خواست گاری کرنا سنتِ رسولؐ ہے۔
* مذہبی بھائی چارہ رشتوں سے مانع نہیں ہوتا۔

* انبیاءؑ کو خواب میں ان کی ازواج کی تصویر یا شبیہ دکھائی جا سکتی ہے۔
* شبیہ یا تصویر بنانا جائز اور مباح کام ہے۔
* جب پتہ چلے کہ خواب میں دکھائی جانے والی میری بیوی ہے تو اس کے چہرہ سے خود نقاب کشائی کرنا بھی جائز ہے اور دکھانے والے سے نقاب کشائی کی درخواست بھی جائز ہے۔
* ہر ماں کو رخصتی کے لیے اپنی بیٹی کو شوہر کے گھر چھوڑ آنا چاہیے۔
* جھولا جھولتی ہوئی بچی کو بلا کر گلی میں کھڑے کھڑے اس کا منہ دھو کر داماد کے گھر چھوڑ دینا چاہیے۔
* اگر بچی کا باپ بھی ہو اور بھائی بہنیں بھی ہوں تو نہ باپ کو اطلاع دینے کی ضرورت ہے اور نہ ہی بھائی بہنوں کو بتانا ضروری ہے۔
* دلہن کو میکے گھر میں نہیں سنوارنا چاہیے بلکہ سُسرال میں سنوارنا چاہیے۔
* سرورِ کونینؐ سے اس کی ازواج ناراض ہو سکتی ہیں۔
* سرورِ کونین کو اپنی ازواج کی ناراضگی اور رضامندی کی علامت کا علم ضروری ہے۔
* زوجۂ نبی اپنے شوہر سے ناراض ہو کر اس کا نام چھوڑ سکتی ہے۔
* ہر بیوی اپنے شوہر کو اپنی طرف متوجہ رکھنے کی مثالوں سے کام لے سکتی ہے۔
* نبی شب قدر بھول سکتا ہے۔
* اگر نبی کوئی حکمِ خدا بھول جائے تو اللہ سے رجوع کرنے کی بجائے اُمت سے درخواست کر سکتا ہے کہ تم تلاش کرنے میں میری مدد کرو۔
* نبی کا اپنا منصبی فرض بھول جانا اُمت کے لیے بہتری کا باعث ہے۔
* بیوی اپنے شوہر سے اذنِ جہاد مانگ سکتی ہے۔
* عورتوں کے لیے جہادِ حج ہے۔

* فوت شدہ انسان سے حسد کیا جا سکتا ہے۔
* فوت شدہ اچھے انسان کا تذکرہ سنتِ رسولؐ ہے۔
* فوت شدہ انسان کی یاد منانے کے بطور فوت شدہ انسان کے دوست احباب کو ہدیہ کے طور پر کچھ بھیجنا بھی سنتِ رسولؐ ہے۔
* اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ کو جنت کی بشارت زندگی ہی میں دے دی گئی ہے۔
* کنواری بے اولاد کی نسبت صاحب اولاد بیوہ بیوی زیادہ قابلِ محبت ہوتی ہے۔
* فوت شدہ محبوب انسان کا بکثرت ذکر سنتِ رسولؐ ہے۔
* سوکن سے حسد جائز ہے خواہ زندہ ہو یا فوت شدہ ہے۔
* فوت شدہ سوکن سے حسد کا اظہار مرحومہ کی اولاد اور مرحومہ کے داماد سے بھی کیا جا سکتا ہے۔
* حالتِ مرض میں انسان کسی ایک زوجہ کے گھر رہ سکتا ہے۔
* انسان کسی کو وجہ بتائے بغیر اور وجۂ ناراضگی کے بغیر کسی سے ناراض رہ سکتا ہے۔
* اگر کسی سے کوئی ناراض ہو تو اس کا نام لینا ضروری نہیں۔
* انسان اپنی میراث مانگنے کے لیے کچہری میں جا سکتا ہے۔
* مدعا علیہ خود جج بن سکتا ہے۔
* مدعا علیہ سے مدعی گواہ مانگ سکتا ہے۔
* حق نہ دینے والے سے انسان ناراض رہ سکتا ہے۔
* حق نہ دینے والے سے انسان قطع کلامی کر سکتا ہے۔
* ہر شوہر اپنی بیوی کو بوقت شب دفن کر سکتا ہے۔
* اگر ایک حکمران ایک جائیداد سنتِ رسول سمجھ کر بحق سرکار ضبط کر لے تو دوسرا وہ سب یا اس کا کچھ حصہ اصل مالکان کو واپس پلٹا سکتا ہے۔

- انبیاءؑ کو خواب میں ان کی ازواج کی تصویر یا شبیہہ دکھائی جاسکتی ہے۔
- شبیہہ یا تصویر بنانا جائز اور مباح کام ہے۔
- جب پتہ چلے کہ خواب میں دکھائی جانے والی میری بیوی ہے تو اس کے چہرہ سے خود نقاب کشائی کرنا بھی جائز ہے اور دکھانے والے سے نقاب کشائی کی درخواست بھی جائز ہے۔
- ہر ماں کو رخصتی کے لیے اپنی بیٹی کو شوہر کے گھر چھوڑ آنا چاہیے۔
- جھولا جھولتی ہوئی بچی کو بلا کر گلی میں کھڑے کھڑے اس کا منہ دھو کر داماد کے گھر چھوڑ دینا چاہیے۔
- اگر بچی کا باپ بھی ہو اور بھائی بہنیں بھی ہوں تو نہ باپ کو اطلاع دینے کی ضرورت ہے اور نہ ہی بھائی بہنوں کو بتانا ضروری ہے۔
- دلہن کو میکے گھر میں نہیں سنوارنا چاہیے بلکہ سُسرال میں سنوارنا چاہیے۔
- سرورِ کونینؐ سے اس کی ازواج ناراض ہوسکتی ہیں۔
- سرورِ کونین کو اپنی ازواج کی ناراضگی اور رضامندی کی علامت کا علم ضروری ہے۔
- زوجۂ نبی اپنے شوہر سے ناراض ہوکر اس کا نام چھوڑ سکتی ہے۔
- ہر بیوی اپنے شوہر کو اپنی طرف متوجہ رکھنے کی مثالوں سے کام لے سکتی ہے۔
- نبی شب قدر بھول سکتا ہے۔
- اگر نبی کوئی حکمِ خدا بھول جائے تو اللہ سے رجوع کرنے کی بجائے اُمت سے درخواست کرسکتا ہے کہ تم تلاش کرنے میں میری مدد کرو۔
- نبی کا اپنا منصبی فرض بھول جانا اُمت کے لیے بہتری کا باعث ہے۔
- بیوی اپنے شوہر سے اذنِ جہاد مانگ سکتی ہے۔
- عورتوں کے لیے جہادِ حج ہے۔

* فوت شدہ انسان سے حسد کیا جاسکتا ہے۔
* فوت شدہ اچھے انسان کا تذکرہ سنتِ رسولؐ ہے۔
* فوت شدہ انسان کی یاد منانے کے بطور فوت شدہ انسان کے دوست احباب کو ہدیہ کے طور پر کچھ بھیجنا بھی سنتِ رسولؐ ہے۔
* اُم المومنین خدیجۃ الکبریٰ کو جنت کی بشارت زندگی ہی میں دے دی گئی ہے۔
* کنواری بے اولاد کی نسبت صاحبِ اولاد بیوہ بیوی زیادہ قابلِ محبت ہوتی ہے۔
* فوت شدہ محبوب انسان کا بکثرت ذکر سنتِ رسولؐ ہے۔
* سوکن سے حسد جائز ہے خواہ زندہ ہو یا فوت شدہ ہے۔
* فوت شدہ سوکن سے حسد کا اظہار مرحومہ کی اولاد اور مرحومہ کے داماد سے بھی کیا جاسکتا ہے۔
* حالتِ مرض میں انسان کسی ایک زوجہ کے گھر رہ سکتا ہے۔
* انسان کسی کو وجہ بتائے بغیر اور وجۂ ناراضگی کے بغیر کسی سے ناراض رہ سکتا ہے۔
* اگر کسی سے کوئی ناراض ہو تو اس کا نام لینا ضروری نہیں۔
* انسان اپنی میراث مانگنے کے لیے کچہری میں جاسکتا ہے۔
* مدعا علیہ خود جج بن سکتا ہے۔
* مدعا علیہ سے مدعی گواہ مانگ سکتا ہے۔
* حق نہ دینے والے سے انسان ناراض رہ سکتا ہے۔
* حق نہ دینے والے سے انسان قطع کلامی کرسکتا ہے۔
* ہر شوہر اپنی بیوی کو بوقت شب دفن کرسکتا ہے۔
* اگر ایک حکمران ایک جائیداد سنتِ رسول سمجھ کر بحق سرکار ضبط کرلے تو دوسرا وہ سب یا اس کا کچھ حصہ اصل مالکان کو واپس پلٹا سکتا ہے۔

بخاری شریف جلد اول سے کل احادیث: ۲۷

کتاب کا نام	حدیث نمبر
کتاب الاستسقاء	۹۷۶
کتاب الایمان	۱۹
کتاب الوحی	۲
"	۳
کتاب الہبہ	۲۳۹۸
"	۲۳۹۲
"	۲۳۹۹
"	۲۴۱۰
"	۲۴۰۵
کتاب الشہادات	۲۴۹۷
"	۲۴۶۷
کتاب صلوٰۃ الخوف	۹۰۰
"	۹۰۲
کتاب العیدین	۹۳۳

کتاب کا نام	حدیث نمبر
کتاب الصلوٰۃ	۴۳۸
کتاب المساقات	۲۲۲۰
کتاب الرہن	۲۳۳۵
کتاب المکاتب	۲۳۸۵
کتاب الزکوٰۃ	۱۳۲۸
کتاب الجنائز	۱۳۰۲
کتاب الصیام	۱۸۸۱
"	۱۸۸۳
"	۱۸۸۴
"	۱۸۸۷
ابواب العمرہ	۱۷۳۲
کتاب الآذان	۶۳۰
کتاب الوضوء	۱۹۵

بخاری شریف جلد دوم سے کل احادیث: ۲۹

کتاب کا نام	حدیث نمبر
کتاب الجہاد والسیر	۳۴۶
"	۱۶۷
"	۱۷۶
"	۳۳۵
کتاب التفسیر	۱۹۴۷

کتاب کا نام	حدیث نمبر
کتاب الانبیاء	۱۱۱۰
"	۱۰۷۶
"	۱۰۰۳
"	۱۰۰۴
"	۱۰۰۵

"	۲۰۶۴
کتاب التفسیر	۲۰۶۵
"	۲۰۶۶
"	۲۰۶۷
"	۲۰۱۹
"	۲۰۲۱
کتاب الانبیاء	۹۲۳
"	۱۰۲۷
"	۱۱۰۹
"	۷۴۲

کتاب المغازی	۱۳۹۰
کتاب المغازی	۱۵۸۴
"	۱۳۸۹
"	۱۴۰۷
کتاب الجہاد	۴۱۲
"	۵۳
"	۱۳۹
"	۱۴۰
کتاب بدء الخلق	۵۰۰

بخاری شریف جلد سوم سے کل احادیث: ۴۳

کتاب کا نام	حدیث نمبر
کتاب الحیل	۱۸۷۰
"	۱۸۶۰
کتاب النکاح	۱۷۴
"	۲۰۰
"	۱۴۸
"	۱۷۵
"	۲۲۰
"	۷۲
"	۱۱۲
"	۶۹
"	۱۲۱
"	۲۱۲

کتاب کا نام	حدیث نمبر
کتاب الاطعمہ	۳۵۰
"	۳۸۱
"	۴۰۲
کتاب الرقاق	۱۳۷۴
"	۱۳۷۵
"	۱۳۷۶
"	۱۳۷۸
"	۱۳۷۹
کتاب الطب	۷۱۳
"	۷۱۵
"	۷۱۶
"	۶۶۷

"	۴۸
کتاب النکاح	۲۱۳
کتاب الطلاق	۲۴۸
"	۲۴۹
کتاب الایمان	۱۵۹۵
کتاب الآداب	۱۰۶۲
"	۹۳۳
"	۱۰۰۰
"	۱۰۱۲
"	۹۴۲

کتاب الدعوات	۱۳۱۴
کتاب التفسیر	۳۰
"	۳۲
"	۳۶
کتاب الرؤیا	۱۸۹۸
"	۱۸۹۹
کتاب التوحید	۲۳۳۲
کتاب الفرائض	۱۶۳۱
"	۱۶۳۵

حصہ دوم

صرف اور صرف بخاری شریف

جیسا کہ آپ حصہ اول ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ہم نے نہ تو حصہ اول میں بخاری شریف کے علاوہ کسی دوسری کتاب سے کوئی حدیث لی ہے اور نہ ہی زیرِ نظر حصہ دوم میں بخاری شریف کے علاوہ کسی دوسری کتاب سے کوئی حدیث نقل کی ہے۔

ہمارا مقصد قارئین کو صرف یہ بتانا ہے کہ اُم المومنین عائشہ کے اپنے عقیدہ کے مطابق سرورِ کونینؐ کی اپنی ذات والاصفات اور سرورِ کونینؐ کے لائے ہوئے آفاقی نظام کی کیا قیمت ہے؟

بی بی اُمت کو آنحضورؐ کے متعلق کیا باور کرانا چاہتی ہیں؟

بی بی کا اپنا سلوک نبی اکرمؐ سے کیسا تھا؟

اور بی بی کس قسم کا نظامِ مصطفیؐ دینا پسند فرماتی ہیں؟

عرضِ ناشر

میں جناب مؤلف فخر المحققین حضرت علامہ اثیر جاڑوی فاضلِ قم، پرنسپل جامعہ حسینیہ کا انتہائی مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنی گوناگوں مصروفیات سے قیمتی وقت نکال کر نظامِ مصطفیؐ بزبان زوجہ باصفا کا دوسرا حصہ بھی مکمل فرمادیا ہے۔ مجھے اپنے برادرانِ اسلام اہلِ سنت والجماعت بھائیوں سے کامل توقع ہے کہ وہ حصہ دوم کا مطالعہ بھی اسی کشادہ دلی، انصاف پسندی اور ہمت مردانہ سے کریں گے جس طرح انہوں نے حصہ اول کے لیے وسیع النظر فی کا ثبوت دیا ہے۔

یہ ایک تحقیق ہے اور بنیادی تحقیق ہے۔ بخاری شریف سے بڑھ کر اہلِ سنت کے ہاں بعداز قرآن کریم کوئی ایسا سرمایہ نہیں جو تحقیق حق کا باعث بن سکے اور پھر حضرت اُم المومنین عائشہ سے بڑھ کر کوئی ایسا قابلِ اعتماد راوی نہیں جو نظامِ مصطفیؐ کی اپنی سمجھ کے مطابق تشریح کر سکے۔

محترم قارئین! کھلے دل سے احادیث اُم المومنین عائشہ کا مطالعہ فرما کر یہ فیصلہ فرمائیے کہ کیا واقعاً اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کا یہ تصور جو اُم المومنین نے پیش کیا ہے، ہم اپنے لیے بھی قبول کر سکتے ہیں؟ اور کیا اس تصورِ رسالت اور فکرِ اسلام کو لے کر ہم کسی غیر مسلم کو بھی دعوتِ اسلام دے سکتے ہیں۔ معاملہ ذاتی وقار کا نہیں بلکہ معاملہ آخرت کا ہے۔

آپ کا مخلص
(چودھری) ضمیر الحسن
شاہ جیونہ جھنگ صدر

علمائے اُمت کا نام

میرے لائق صد احترام ذمہ داران سوادِ اعظم علمائے کرام! اگر آپ حکومت عالیہ کو بیچ میں ڈال کر نظامِ مصطفیٰؐ کا ضبط کر لینے کا مطالبہ فرمائیں یا راقم الحروف کو سب وشتم سے نوازیں تو یہ ضرور سوچ لینا کہ آپ کے سب وشتم کا رُخ کیا واقعاً میری طرف ہوگا؟ کیا آپ کے اس سب وشتم میں امام بخاری شریک نہیں ہوں گے؟

میرے دوستو! یقیناً آپ کے دل کی بھڑاس تو مجھے سب وشتم کر کے نکل جائے گی لیکن کیا اس سب وشتم سے پیش کردہ حقائق میں کوئی فرق پڑے گا؟

میں نے اگر جرم کیا ہے تو یہ کہ اُم المومنین عائشہ کی احادیث کو 'بخاری شریف' سے جمع کر کے آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ یہ احادیث نہ تو راقم الحروف نے روایت کی ہیں، نہ راقم الحروف ان احادیث کو صحیح مانتا ہے۔ نہ راقم الحروف اپنے مدرسہ میں یہ احادیث پڑھاتا ہے اور نہ ہی ایسی احادیث پر میرا ایمان ہے۔

اگر واقعاً آپ ان احادیث کو توہین سرورِ عالمؐ خیال فرماتے ہیں۔ اگر یہ احادیث آپ کی نظر میں خلافِ اسلام ہیں۔ تو ہمت و جرأت سے کام لے کر اعلان فرمایئے کہ:

بخاری شریف میں اُم المومنین عائشہ کی جتنی بھی احادیث ہیں وہ سب کی سب ناقابلِ اعتماد ہیں اور یہ کہ اُم المومنین عائشہ نے اپنی احادیث میں سرورِ کونینؐ کے سر مبارک پر رکھی ہوئی دستارِ نبوت اچھال دی ہے یا بی بی سے روایت کرنے والے تمام راوی غلط گو ہیں یا امام بخاری نے صحیح نہیں لکھا۔

صحیح بخاری کے اور زیادہ فضائل

محترم قارئین! یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ سوادِ اعظم کے پاس صحیح بخاری سے بڑھ کر کوئی کتاب نہیں۔

مگر بایں ہمہ! آج کل چند ایسے مجمع باز علماء کے ہاتھ میں اسٹیج ہے جو نہ تو اخلاق کو اپنی چاردیواری میں بھٹکنے دیتے ہیں اور نہ ہی علم سے کوئی رابطہ رکھتے ہیں۔

شب و روز بازاری تقریریں اور انتشار بین المسلمین کی مذموم مساعی ان کا اوڑھنا بچھونا ہیں۔ کہتے پھرتے ہیں کہ بخاری میں بھی ضعیف احادیث ہیں۔ میں اپنی طرف سے کچھ کہنے کے بجائے آپ کو ایک ایسے محقق کے گرانمایہ نظریات سے متعارف کرانے چلا ہوں جو نہ صرف اپنے وقت کا محقق اور علامہ تھا بلکہ جب تک صحیح بخاری رہے گی اس وقت تک اس کا طوطی بولتا رہے گا اور یہ ہے ــــ علامہ وحید الزمان۔

لیجیے ملاحظہ فرمائیے تیسیر الباری، ترجمہ و شرح صحیح بخاری از حضرت علامہ وحید الزمان۔

ناشران تاج کمپنی لمیٹڈ، کراچی، لاہور، راولپنڈی، جلد اول، ص ۱۹، ۲۰

صحیح بخاری کے اور زیادہ فضائل

ابوالہیثم کشمیہنی نے کہا: میں نے فربری سے سنا، وہ کہتے تھے میں نے محمد ابن اسماعیل بخاری سے سنا، وہ کہتے تھے: میں نے اس جامع صحیح میں کوئی حدیث داخل نہیں کی جب تک غسل نہیں کیا اور دو رکعتیں نہیں پڑھیں۔

اور کہتے تھے: کہ میں نے جامع کو چھ لاکھ حدیث سے انتخاب کیا۔۔۔۔ اور کہتے تھے: میں نے یہ کتاب جامع مسجد حرام میں تصنیف کی اور کوئی حدیث اس میں شریک نہیں کی کہ جب تک خداوند کریم سے استخارہ نہیں کیا اور دو رکعتیں نہیں پڑھیں اور یقین نہ ہوا مجھ کو اس کی صحت پر۔

حافظ ابن حجر نے کہا: اور روایتوں میں جو مذکور ہے کہ وہ اس کو اور شہروں میں تصنیف کرتے تھے۔ ان میں اور اس روایت میں تطبیق اس طرح ہے کہ:

امام بخاری نے اس کی تصنیف شروع مسجد حرام میں کی۔ پھر حدیثیں نکالتے رہے اور شہروں میں بھی اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انھوں نے اس کتاب کو سولہ برس میں تصنیف کیا اور ظاہر ہے اتنی مدت تک وہ مکہ میں نہیں رہے۔

ابن عدی اور ایک جماعت نے روایت کیا ہے کہ امام بخاری نے تراجم ابواب کو قبر شریف اور منبر شریف کے درمیان مرتب کیا اور ہر ایک ترجمہ کے لیے دو رکعت پڑھتے تھے۔ یہ روایت بھی اگلی روایتوں کے خلاف نہیں ہے۔ کس لیے کہ مرتب کرنے سے یہاں مراد صاف کرنا ہے۔ مسودہ پہلے کیا ہوگا، صاف یہاں کیا ہوگا۔

فربری نے کہا: میں نے محمد ابن ابوحاتم وراق سے سنا، وہ کہتے تھے: امام بخاری کو

میں نے خواب میں رسولِؐ خدا کے پیچھے چلتے دیکھا جہاں سے آپؐ قدم اٹھاتے بخاری اسی جگہ قدم رکھتے۔

خطیب نجم ابن فضیل سے بھی یہی خواب نقل کیا اور خطیب نے کہا: مجھ کو لکھا علی ابن محمد جرجانی نے اصفہان سے، انہوں نے سنا محمد ابن مکی سے، وہ کہتے تھے: میں نے سنا فربری سے ـــــ وہ کہتے تھے:

میں نے خواب میں رسولِؐ خدا کو دیکھا، آپؐ نے مجھ سے پوچھا تو کہاں جاتا ہے؟ میں نے کہا: محمد بن اسماعیل کے پاس۔ آپؐ نے فرمایا: میری طرف سے ان کو سلام کہنا۔ ابو سہل محمد ابن احمد مروزی سے باسناد مروی ہے۔ وہ کہتے تھے: میں نے ابوزید مروزی سے سنا ـــــ وہ کہتے تھے:

مٹیں رکن اور امام کے درمیان کھڑا تھا۔ میں نے خواب میں رسولِؐ خدا کو دیکھا۔ آپؐ نے فرمایا: اے ابوزید! تو کب تک شافعی کی کتاب پڑھائے گا اور میری کتاب نہیں پڑھاتا۔

میں نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! آپؐ کی کون سی کتاب ہے؟

آپؐ نے فرمایا: جامع محمد ابن اسماعیل بخاری کی۔

امام عبدالرحمٰن نسائی سے پوچھا گیا: علا اور سہیل کو انہوں نے کہا: وہ دونوں بہتر ہیں، فلیح سے ـــــ اور ان سب کتابوں میں کوئی کتاب محمد ابن اسماعیل کی کتاب سے زیادہ صحیح نہیں ہے۔

ابوجعفر عقیلی نے کہا: جب بخاری نے یہ کتاب تصنیف کی تو اس کو پیش کیا علی ابن مدینی ـــــ احمد ابن حنبل اور یحییٰ ابن معین وغیرہم کے سامنے۔ انہوں نے اس کو اچھا کہا اور گواہی دی کہ اس میں سب حدیثیں صحیح ہیں۔

عقیلی نے کہا: وہ چار حدیثیں بھی صحیح ہیں اور ان کی صحت میں بخاری کا قول ٹھیک

ہے۔ طالب حق کو دنیا میں دو کتابیں کافی ہیں۔

ایک اللہ کی کتاب جو سب کے نزدیک مشہور اور متواتر ہے اور دوسری رسولؐ اللہ کی کتاب وہ یہی صحیح بخاری ہے اگرچہ رسولؐ اللہ کی کتابیں اور بھی ہیں۔ پر کوئی ان میں سے بخاری کے ہم پلّہ نہیں۔ اسی واسطے علماء نے صحیح بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہا ہے۔ طالبِ حق کو یہی دو کتابیں کافی ہیں اور تمام جہان کی کتابوں کو ان دو کتابوں پر پیش کرنا چاہیے جو ان کے موافق ہوں، وہ صحیح ہیں اور جو مخالف ہوں وہ ان کے مصنفین کو مبارک رہیں۔ ہم کو ان کی تقلید کرنا ضروری نہیں۔

اس لیے کہ اکابر مجتہدین جیسے ابوحنیفہ اور شافعی اور مالک وغیرہم ان کی تقلید بھی وہیں تک جائز ہے جب تک ان کا قول حدیث صحیح کے خلاف نہ ہو۔ پھر اور علمائے متاخرین کا کیا ذکر ہے۔ علمائے حدیث نے تصریح کی ہے کہ اعلیٰ درجات صحیح میں وہ حدیث ہے جس پر بخاری اور مسلم دونوں نے اتفاق کیا ہے۔ پھر جس کی طرف بخاری نے نکالا پھر جس حدیث کو اور محدثین نے صحیح کہا۔

محترم قارئین! ملاحظہ فرمالیا ہے آپ نے یہ ہے صحیح بخاری کے حق میں علامہ وحیدالزماں کی رائے اور دیگر علمائے سوادِ اعظم کی آراء ــــــ بھلا ان کے مقابلہ میں اگر ...ی مداری یہ کہے کہ بخاری میں ضعیف حدیثیں ہیں یا اثیر جاڑوی نے ضعیف حدیثیں ...کے بعد اس جملہ کو علامہ وحیدالزماں کے گذشتہ نظریہ پر پیش کرکے ...خود ہی فیصلہ فرمائیے۔

میرے محترم! صحیح بخاری معمولی کتاب نہیں بلکہ یہ وہ کتاب ہے جس کی ہ... ...نے غسل کیا ہے۔ دو رکعتیں نمازِ استخارہ پڑھی ہیں گویا ...مام بخاری نے کم و بیش بارہ لاکھ مرتبہ غسل کیا ہے اور بارہ لاکھ رکعت نماز پڑھی ہے۔ حساب اتنا مشکل نہیں۔ چھ لاکھ احادیث کے لیے یہی عدد بنتے ہیں۔

بخاری وہ کتاب ہے جسے چھ لاکھ احادیث سے منتخب کر کے امام بخاری نے جمع کیا ہے، گویا امام بخاری نے اپنے سرمایۂ حیات میں سے پانچ لاکھ ترانوے ہزار حدیث کو غلط سمجھ کر چھوڑ دیا ہے اور صرف سات ہزار حدیث غسل ونمازِ استخارہ کے بعد درج کی ہے۔

بخاری وہ صحیح احادیث کا خزانہ ہے جسے مکہ کے حرمِ الٰہی ــــــ اور مدینہ کے اس مقام پر جمع کیا گیا ہے جو جنت کے ٹکڑوں سے ایک ٹکڑا ہے اور وہ ہے قبر رسولؐ اور منبر رسولؐ کے درمیان کا حصہ، اور یہیں بیٹھ کر امام بخاری نے اسے جمع کیا ہے۔

صحیح بخاری ہی وہ مجموعہ احادیث ہے جسے ایک طرف سرورِ کونینؐ نے اپنی کتاب کہا ہے اور دوسری طرف فربری کے ہاتھوں آنحضورؐ نے امام بخاری کو تحفۂ سلام بھجوایا ہے۔ صحیح بخاری ہی وہ گنجینۂ فیض ہے جسے کتاب اللہ کے بعد پہلا مرتبہ حاصل ہے۔

یاد رکھیں! امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام حنبل اور امام مالک کا فتویٰ رد کیا جا سکتا ہے لیکن صحیح بخاری کی کسی حدیث کو ضعیف نہیں کہا جا سکتا۔

زیادہ سے زیادہ امام احمد حنبل نے صحیح بخاری کی چہار احادیث پر تنقید کی ہے لیکن علامہ عقیلی نے امام حنبل کے مقابلہ میں امام بخاری کو ترجیح دیتے ہوئے ان چار احادیث کو بھی صحیح قرار دیا ہے۔

"طالبِ حق کو دنیا میں دو کتابیں کافی ہیں:
اللہ کی کتاب جو سب کے نزدیک مشہور اور متواتر ہے۔ رسولؐ اللہ
کی کتاب ــــــ وہ بخاری ہے"۔ (امام عقیلی)

رؤیت رب

اس عنوان میں کل چار احادیث ہیں:

* جلد دوم: کتاب بدء الخلق سے دو احادیث: ۴۶۷، ۴۵۸ راوی قاسم اور مسروق ہیں۔
* جلد دوم: کتاب التفسیر سے ایک حدیث، ۱۹۲۳، راوی مسروق ہیں۔
* جلد اول: کتاب البیوع سے ایک حدیث ۱۹۷۶، راوی نافع ابن جبیر ہے۔

① جلد دوم، کتاب بدءُ الخلق، ص ۲۲۵، حدیث ۴۶۷

قاسم عن عائشة قالت من زعم ان محمّدًا رأى ربه
فقد اعظم ولكن قد رأى جبرئيل فى صورته وخلقه
سادما بين الافق

"قاسم اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ بی بی نے فرمایا:
جو یہ خیال کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے ذاتِ احدیت کو دیکھا ہے
اس نے بہت بڑا گناہ کیا ہے۔ البتہ آپؐ نے جبریلؑ کو اس کی
اصلی شکل اور وجود میں دیکھا جس نے اُفق کا درمیانی علاقہ گھیر
رکھا تھا"۔

(۲) جلد دوم، کتاب بدؤ الخلق، ص ۲۱۰، حدیث ۴۶۸

عن مسروق قال قلت لعائشة فاين قوله ونٰى فتدلٰى فكان قاب قوسين او ادنٰى قالت ذاك جبريل كان ياتيه فى صورة الرجل وانه اتاه هذه المرة فى صورته التى هى صورته فسد الافق

''مسروق کہتا ہے کہ میں نے اُم المومنین عائشہ کی خدمت میں عرض کیا، کہ اس آیت کا کیا بنا۔ آپ قریب ہوئے حتیٰ کہ قاب قوسین یا اس سے بھی قریب ہو گئے۔

بی بی نے فرمایا: وہ (اللہ نہیں) جبریلؑ تھا۔ پہلے جبریلؑ مرد کی شکل میں آتا تھا۔ اس مرتبہ اس شکل میں آیا جو اس کی اپنی اور اصلی تھی جس کی وجہ سے اُفق پُر ہو گیا''۔

(۳) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ۹۲۵، حدیث ۱۹۶۳

عن مسروق قال قلت لعائشة يا امتاه! هل رأى محمد ربه فقالت لقد قف شعرى مما قلت اين انت من ثلاث من حدثكهن فقد كذب من حدثك ان محمدًا رأى ربه فقد كذب ثم قرأت لا تدركه الابصار وهو يدرك الابصار وهو اللطيف الخبير وما كان لبشر ان يكلمه الله الا وحيًا او من وراء حجاب ومن حدثك انه يعلم ما فى غد فقد كذب ثم قرأت ما تدرى نفس ماذا تكسب غدًا ومن حدثك انه كتم فقد كذب ثم قرأت يا ايها الرسول بلغ ما انزل اليك لكن رأى جبريل فى

صورته مرتين

''مسروق کہتا ہے کہ میں نے اُم المومنین عائشہ سے کہا: اے اماں! کیا سرورِ کونینؐ نے اپنے خدا کو دیکھا تھا؟ تو بی بی نے فرمایا: تیرے اس کہنے سے میرے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ تو کہاں ہے؟ تین باتیں ایسی ہیں جو بھی تجھے ان کے متعلق کوئی حدیث بیان کرے یقیناً جھوٹا ہے۔

① جو یہ حدیث بیان کرے کہ سرورِ کونینؐ نے اپنے رب کو دیکھا ہے وہ جھوٹا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی: اسے نگاہیں نہیں پاسکتیں وہ آنکھوں کو پالیتا ہے اور وہ لطیف وخبیر ہے۔

② جو شخص تجھے یہ حدیث بیان کرے کہ سرورِ کونینؐ کل کی بات جانتے تھے وہ جھوٹا ہے۔ پھر یہ آیت پڑھی: اے رسولؐ جو کچھ تجھ پر نازل کیا گیا ہے وہ پہنچادے۔

البتہ آپؐ نے جبریلؑ کو اس کی اصل شکل وصورت میں دومرتبہ دیکھا تھا''۔

جائزہ

یہ تین احادیث ہیں جن میں سے ایک کا راوی قاسم ہے اور دو مسرق نے نقل کی ہیں۔ قاسم کی حدیث سے یوں معلوم ہوتا ہے کہ بی بی نے ازخود ارشاد فرمایا ہے جب کہ مسروق کی دونوں احادیث میں مسروق کے سوال کا جواب ہے۔

بی بی نے کھلے عام رویت رب کی نفی کی ہے اور ایسی تمام احادیث کو جھوٹا قرار دیا ہے جن میں رویتِ رب کا ذکر ہے اور دلیل میں آیاتِ قرآن پڑھی ہیں۔

گویا اُم المومنین عائشہ کے عقیدہ کے مطابق خدا نظر آنے والا نہیں ہے۔ جب

سرورِ کونین کو نظر نہ آیا تو اور کسی کو کیا نظر آئے گا لیکن ذرا شرح فقہ اکبر جو امام ابوحنیفہ کی کتاب فقہ اکبر کی شرح ہے۔ ملا علی قاری نے شرح کی ہے۔ اس کے ص ۹۹ پر غور فرمایئے، لکھتے ہیں:

شرح فقہ اکبر، مطبوعہ قرآن محل، کراچی نمبر۹۹

روی عن ابی یزید انه قال رأیت ربی فی المنام فقلت کیف الطریق الیك فقال اترك نفسك وتعال

"ابو یزید سے مروی ہے کہ میں نے اپنے اللہ کو خواب میں دیکھا تو عرض کی: تیرے پاس آنے کا کیا راستہ ہے۔ اللہ نے کہا: نفس کو چھوڑ دے اور آ جا"۔

وقیل رأی احمد بن حنبل ربه فی المنام فقال یا احمد کل النّاس یطلبون منی الا ابا یزید فانه یطلبنی ولعل سببه انه قیل لابی یزید ما ترید فقال ارید ان لا ارید عن حمزة الزیات وابی الفوارس شاه ابن شجاع الکرمانی ومحمد ابن علی الحکیم الترمذی والعلامة شمس الائمة الکردری انهم رأوہ فی المنام

"کہا جاتا ہے کہ امام احمد حنبل نے بھی خواب میں اللہ کو دیکھا تو اللہ نے فرمایا تھا: اے احمد! تمام لوگ مجھ سے مانگتے ہیں لیکن ابو یزید مجھے تلاش کرتا ہے۔ شاید اس کی وجہ یہ ہے کہ ابو یزید سے کہا گیا تھا کہ تو کیا چاہتا ہے؟ اس نے کہا تھا: میں بس یہی چاہتا ہوں کہ کچھ نہیں چاہتا۔ یہ بھی مروی ہے کہ حمزہ زیات ابوالفوارس شاہ ابن شجاع کرمانی، محمد ابن علی حکیم ترمذی اور

علامہ شمس الآئمہ کردری نے اللہ کو خواب میں دیکھا ہے"۔

محترم قارئین! ملاحظہ فرمالیا ہے آپ نے ـــــ دونوں مذہب کے ستون ہیں اور ایسے ستون کہ اگر ایک ذرا سا بھی ہل جائے تو مذہب کی چھت نیچے آ رہے۔

ایک طرف اُم المومنین عائشہ ہیں جن کے متعلق کوئی شخص یہ تصور بھی نہیں کرسکتا کہ وہ غلط کہتی ہوں گی۔ اور وہ فرماتی ہیں کہ جو سرورِ کونینؐ کے متعلق بھی کہہ دے کہ انھوں نے خدا کو دیکھا ہے تو جھوٹا ہے۔

دوسری طرف امام مذہب اور اہلِ حدیث گروہ کا بانی فرماتا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے اللہ کو دیکھا بھی ہے اور اس سے باتیں بھی کی ہیں۔ پھر علامہ ملا علی قاری ایسے افراد کی ایک فہرست مہیا فرماتے ہیں جنہوں نے خدا کو دیکھا ہے۔ اب دیکھیں سچا کون ہے؟ ماں یا بیٹے؟

جلد دوم، حدیث ۱۹۶۳ میں بی بی یہ بھی فرماتی ہیں کہ جو شخص یہ دعویٰ کرے کہ سرورِ کونینؐ آنے والے کل کے متعلق جانتے تھے۔ وہ بھی جھوٹا ہے۔ بی بی نے تو اس سلسلہ میں آیت پیش کی ہے۔ اگرچہ آیت کا تعلق علم سے نہیں ہے کیونکہ بہت سی ایسی چیزیں جو دوسرے انسانوں میں نہیں ہوتیں لیکن رسول میں ہوتی ہیں۔ مثلاً یہ مثال ہی لے لیں کہ سرورِ کونینؐ بیک وقت نو ازواج کے شوہر رہے لیکن اُمت کا کوئی فرد چار سے زائد نہیں رکھ سکتا یا اگر کوئی مومنہ عورت اپنا آپ سرورِ کونینؐ کو ہبہ کرے تو کرسکتی ہے لیکن کسی دوسرے مومن کو یہ سہولت نہیں ـــــ تاہم امام بخاری نے یہ خیال نہیں کیا اور بی بی کے اس ارشاد کے خلاف دوسری حدیث بی بی ہی کی طرف منسوب کرکے لکھ دی ہے جس میں سرورِ کونینؐ کی غیب دانی اور غیب گوئی دونوں شامل ہیں۔

(۴) جلد اول، کتاب البیوع، ص ۷۴۳، حدیث ۱۹۷۶

نافع بن جبير ابن مطعم قال حدثتني عائشة قالت قال

رسولُ اللّٰہ یغز وجیش الکعبۃ فاذا کانوا ببیداء من الارض یخسف باولھم وآخرھم قالت قلت یارسول اللّٰہ کیف یخسف باولھم وآخرھم وفیھم اسواقھم ومن لیس منھم قال یخسف باولھم وآخرھم ثم یبعثون علٰی نیاتھم

''نافع ابن جبیر ابن مطعم کہتا ہے کہ مجھے اُم المومنین عائشہ نے بیان فرمایا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے فرمایا: ایک لشکر کعبہ پر چڑھائی کرے گا۔ جب وہ مقام بیداء میں آئے گا تو اس لشکر کا اوّل و آخر زمین میں دھنس جائے گا۔ میں نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! کیسے زمین میں سب کے سب دھنس جائیں گے حالانکہ ان کے ساتھ ان کے حیوانات بھی ہوں گے اور ایسے افراد بھی ہوں گے جو ان کے مخالف ہوں گے۔ آپ نے فرمایا: وہ سب کے سب غرق زمین ہوں گے۔ پھر اپنی اپنی نیت کے مطابق محشور ہوں گے۔ آگے چل کر سرورِ کونینؐ اور دخترِ نبیؐ کے زیرِ عنوان بھی آپ کو دو پیشگوئیاں ملیں گی جن میں سے ایک کا تعلق سرورِ کونینؐ کی اپنی وفات سے ہے اور دوسری کا تعلق دخترِ نبی کی وفات سے ہے''۔

اگر امام بخاری بی بی کی زبانی یہ حدیثیں اپنی صحیح میں نقل نہ فرماتے پھر تو مسروق کی حدیث بلانزاع قابلِ تسلیم تھی لیکن اب معاملہ ذرا ٹیڑھا ہوگیا ہے۔ ان دوقسم کی احادیث میں سے ایک کو سچا ماننا پڑے گا اور ایک کو جھوٹا۔

کیونکہ دونوں میں تضاد ہے ــــــ یا مسروق نے درست نہیں کہا۔ یا نافع ابن جبیر نے غلط کہا ہے یا بی بی کو یہ خیال نہیں رہا کہ اس سلسلہ میں پہلے کیا بیان دے چکی ہوں۔ ان میں سے جو صورت بھی ہو تشویش ناک ہوگی۔

بی بی نے سرورِ کونینؐ سے پیش گوئی نقل کر کے اپنے ہی عقیدہ کے گلے پر خنجر چلا دیا ہے۔ ہمیں انتظار رہے گا ان علمائے کرام کے فتویٰ کا جو شیعہ کو مرتد اور کافر کہتے ہیں۔ اماں جی کے متعلق کیا ارشاد فرماتے ہیں؟

جبریلؑ اور بی بی

کل چار احادیث ہیں

* جلد دوم، کتاب بدؤ الخلق، حدیث ۴۵۰، راوی ابوسلمہ
* جلد دوم، کتاب الانبیاء، حدیث ۹۵۴، "
* جلد سوم، کتاب الاستیذان، حدیث ۱۱۸۳ "
* جلد سوم، کتاب الاستیذان، حدیث ۱۱۷۹ "

(۵) جلد دوم، کتاب بدؤ الخلق، ص ۲۲۰، حدیث ۴۵۰

عن ابی سلمة عن عائشة ان النبیؐ قال لها یاعائشة هذا جبریل یقراء علیك السلام فقالت وعلیه السلام ورحمة الله وبرکاته تریٰ مالا اریٰ ترید النبیؐ

"ابوسلمہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ دیکھو جبریل تجھے سلام کہتا ہے تو بی بی نے کہا: وعلیہ السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ جو کچھ دیکھ سکتے ہیں میں نہیں دیکھ سکتی"۔

(۶) جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ۴۲۱، حدیث ۹۵۴

قال ابوسلمة ان عائشة قالت قال رسول الله یومًا یا عائش هذا جبریل یقرئك السلام فقلت وعلیه السلام ورحمة الله وبرکاته، تری ما لا اریٰ

"ابوسلمہ کہتا ہے کہ اُم المومنین عائشہ نے بیان کیا کہ ایک دن سرورِ کونینؐ نے مجھے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبریلؑ تجھے سلام کہتا ہے۔ میں نے کہا: وعلیہ السلام ورحمتہ اللہ وبرکاتہٗ جو کچھ آپؐ دیکھ سکتے ہیں میں نہیں دیکھ سکتی"۔

(۷) جلد سوم، کتاب الاستیذان، ص ۴۴۵، حدیث ۱۱۸۳

ابوسلمة ابن عبدالرحمٰن ان عائشة حدثته ان النبیؐ قال لها ان جبریل یقرئك السلام قالت وعلیه السلام ورحمة اللّٰه

"ابوسلمہ ابن عبدالرحمٰن نے اُم المومنین عائشہ سے نقل کیا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے فرمایا: جبریلؑ تجھے سلام کہتا ہے۔ میں نے وعلیہ السلام ورحمتہ اللہ کہا۔

(۸) جلد سوم، کتاب الاستیذان، ص ۴۴۳، حدیث ۱۱۷۹

ابوسلمة ابن عبدالرحمٰن عن عائشة قالت قال رسول اللّٰه یاعائشة هذا جبریل یقرء علیك السلام قالت قلت وعلیه السلام ورحمة اللّٰه تریٰ مالا نری ترید رسول اللّٰه

"ابوسلمہ ابن عبدالرحمٰن اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے فرمایا: اے عائشہ! یہ جبریلؑ تجھے سلام کہتا ہے۔ میں نے کہا: وعلیکم السلام ورحمتہ اللہ۔ آپؐ جو کچھ دیکھ سکتے ہیں میں نہیں دیکھ سکتی"۔

جائزہ

چار احادیث جن کا راوی ایک ہے، الفاظ ایک ہیں اور مفہوم ایک ہے کیونکہ یہ

تکرار ہے، گویا ایک حدیث ہے جس میں بی بی کی فضیلت بیان کی گئی ہے کہ جبریلؑ سلام کرتا ہے۔

لطف تو جب تھا جب سرورِ کونینؐ کسی صحابی کو یا کسی زوجہ کو بتاتے کہ دیکھو عائشہ کو جبریلؑ سلام کرتا ہے لیکن یہاں نہ تو کسی صحابی کی روایت ہے اور نہ ہی کسی زوجہ کی، بی بی اپنی زبانی آپ ہی فرماتی ہیں۔

احادیث مغافیر: سماع غنا، تماشا بینی، امامت ابوبکر، جادو زدگی سرورِ کونینؐ، زہر خیبر، وفاتِ رسولؐ اور گروہ بندی جیسی احادیث دیکھ کر کوئی عقل سلیم والا تو بمشکل ہی تسلیم کر سکے گا کہ جبریلؑ نے سلام کیا ہوگا۔

ہاں البتہ اُم المومنین خدیجہ سے غیرت کے عنوان جلد اول میں، جلد دوم، حدیث ۱۰۰۳، ۱۰۰۴ اور ۱۴۲، ایک مرتبہ پھر ملاحظہ فرمائیں جن میں بی بی اپنی زبانی یہ اعتراف فرماتی ہیں کہ اُم المومنین خدیجہ کو اللہ نے جنت میں موتی محل کی بشارت دے رکھی تھی۔ ان احادیث کو سامنے رکھ کر بآسانی کہا جا سکتا ہے کہ یہ بھی اُم المومنین خدیجہ سے غیرت کا پرتو ہے کہ چلو جنت میں موتی محل کی بشارت نہ سہی، جبریلؑ کے سلام تو ہیں۔

علاوہ ازیں ایک خاص بات جو بی بی نے بتا دی ہے کہ میں نہ تو جبریلؑ کو دیکھ سکتی تھی اور نہ اس کی آواز سن سکتی تھی جبکہ سرورِ کونینؐ دیکھتے بھی تھے اور آواز بھی سنتے تھے۔ گویا بی بی اپنے نادان بچوں کو یہ سبق دے رہی ہے کہ جب میرے اور رسولؐ میں اتنا فرق ہے کہ میں آپؐ کے پاس بیٹھے ہوئے بھی جبریلؑ کو دیکھنا تو کجا اس کی آواز بھی نہیں سن سکتی تو تم کس باغ کی مولی ہو؟ خبردار مت کہنا کہ رسولؐ ہم جیسا تھا جب مجھ جیسا نہیں تو تم جیسا کیسا؟

افک

کُل چوبیس احادیث ہیں:

- جلداول، کتاب التیمم، حدیث ۳۲۴، راوی قاسم
- جلداول، کتاب التیمم، حدیث ۳۲۶، راوی عروہ
- جلداول، کتاب الشہادات، حدیث ۲۴۷۳، راوی عبداللہ ابن عتبہ
- جلددوم، کتاب المغازی، حدیث ۱۱۹۸، راوی عبیداللہ ابن عبداللہ
- جلد دوم، کتاب المغازی حدیث ۱۳۰۵، راوی عتبہ ابن مسعود
- جلداول، کتاب التفسیر، حدیث ۱۶۹۶، راوی ہشام
- جلددوم، کتاب التفسیر، حدیث ۱۷۲۰، راوی قاسم
- جلددوم، کتاب التفسیر، حدیث ۱۷۲۱، راوی قاسم
- جلددوم، کتاب التفسیر، حدیث ۱۸۰۱، راوی عبیداللہ ابن عبداللہ
- جلد دوم، کتاب التفسیر، حدیث ۱۸۰۲، مسروق ابن اجدع
- جلددوم، کتاب التفسیر، حدیث ۱۸۶۰، عروہ
- جلددوم، کتاب التفسیر، حدیث ۱۸۶۱، عتبہ ابن مسعود
- جلد دوم، کتاب التفسیر، حدیث ۱۸۶۷، راوی ہشام ابن عروہ
- جلددوم، کتاب التفسیر، حدیث ۱۸۶۶، راوی مسروق
- جلد سوم، کتاب النکاح، حدیث ۱۴۹، راوی ہشام
- جلدسوم، کتاب اللباس، حدیث ۸۲۶، ہشام ابن عروہ
- جلدسوم، کتاب الایمان والنذور، حدیث ۱۵۶۸، عبیداللہ ابن عبداللہ
- جلدسوم، کتاب النکاح، حدیث ۲۳۴، راوی قاسم
- جلدسوم، کتاب المحاربین، حدیث ۱۷۴۰، راوی قاسم
- جلدسوم، کتاب المحاربین، حدیث ۱۷۴۱، راوی قاسم
- جلدسوم، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، حدیث ۲۲۲۴، راوی عبداللہ
- جلدسوم، کتاب الاعتصام، بالکتاب والسنۃ، حدیث ۲۲۲۵، راوی عروہ
- جلددوم، کتاب المغازی، حدیث ۱۳۰۸، راوی ابن ابی ملیکہ
- جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث ۱۴۲، راوی عبیداللہ ابن عبدالرحمٰن

۹ جلد اول، کتاب التیمم، ص۲۰۰، حدیث ۳۲۴

قاسم عن ابیه عن عائشة قالت خرجنا مع رسول الله فی بعض اسفارہ حتٰی اذا کنا بالبیداء او بذات الجیش انقطع عقد لی ، فاقام رسول الله علی التماسه واقام الناس معه یسوا علی ماء فاتی الناس الی ابی بکر الصدیق فقالوا الا ترٰی ما صنعت عائشة ، اقامت برسول الله والناس یسوا علی ماء ولیس معهم ماء فجاء ابوبکر ورسول الله واضع رأسه علی فخذی قد نام فقال حبست رسول الله والناس لیسوا علی ماء ولیس معهم ماء فقالت عائشة فعاتبنی ابوبکر وقال ماشاء الله ان یقول وجعل یطعننی بیدہ فی خاصرتی فلا یمنعنی من التحرك الامکان رسول علی فخذی فقال رسول الله حین اصبح علی غیر ماءٍ فانزل الله اٰیة الیتیمم فتیمموا فقال اسید ابن الحضیر ما هی باول برکتکم یا اٰل ابی بکر قالت فبعثنا البعیر الذی کنت علیه فاصبنا العقد تحته

''قاسم اپنے والد کے ذریعہ اُم المومنین سے روایت کرتا ہے کہ ہم سرورِ کونینؐ کے ساتھ آپؐ کے کسی سفر میں گئے حتّٰی کہ جب ہم مقامِ بیداء یا مقامِ ذات الجیش میں تھے، میرا ہار گم ہوگیا۔ سرورِ کونینؐ اور دوسرے لوگ اسے تلاش کرنے کی خاطر رک گئے۔ وہاں کوئی پانی نہ تھا۔ لوگ ابوبکر کے پاس آئے اور کہا: تم دیکھتے

نہیں کہ عائشہ نے کیا کر رکھا ہے۔ سرورِ کونینؐ اور تمام لوگوں کو روک رکھا ہے نہ تو لوگوں کے اپنے پاس پانی ہے اور نہ ہی اس جگہ پانی ہے۔ ابوبکر آئے، سرورِ کونینؐ کا سر میرے زانو پر تھا اور سو رہے تھے۔ ابوبکر نے کہا: تو نے سرورِ کونینؐ اور لوگوں کو روک رکھا ہے نہ یہاں پانی ہے اور نہ ہی لوگوں کے پاس پانی ہے۔

اُم المومنین عائشہ کہتی ہے کہ ابوبکر نے مجھے حسبِ منشاء سخت سُست کہا۔ جو کچھ اُن کے منہ میں آیا کہتا رہا اور میری کمر میں ٹھوکریں لگاتا رہا۔ چونکہ سرورِ کونینؐ میرے زانو پر سو رہے تھے اس لیے میں ہل نہ سکی۔ سرورِ کونینؐ جب بے آب جگہ پر اُٹھے تو اللہ نے آیت تیمم بھیج دی چنانچہ لوگوں نے تیمم کیا۔

اسید بن حضیر نے کہا: اے آلِ ابوبکر! یہ کوئی تمہاری پہلی برکت تو نہیں ہے۔ اُم المومنین کہتی ہے کہ پھر ہم نے اس اُونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو ہار مل گیا جو اُونٹ کے نیچے تھا''۔

(۱۰) جلد اول، کتاب التیمم، ص ۲۰۱، حدیث ۳۲۶

عروة عن ابيه عن عائشة انها استعارت من اسماء قلادة فهلكت فبعث رسول الله رجلًا فوجدها فادركتهم الصلٰوة وليس معهم ماء فصلوا وشكوا ذٰلك الى رسول الله فانزل الله آية التيمم فقال اسيد ابن احضير لعائشة جزاك الله خيرًا فوالله ما نزل بك امر تكرهينه الا جعل الله ذٰلك لك وللمسلمين فيه خيرًا

''عروہ اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے

کہ میں نے اسماء سے ہار مستعار لیا جو گم ہوگیا۔ سرورِ کونینؐ نے کسی آدمی کو بھیجا جو اسے مل گیا۔ اتنے میں لوگوں نے نماز پڑھی جبکہ ان کے پاس پانی نہ تھا ـــــ اور سرورِ کونینؐ نے شکوہ کیا، اللہ نے آیت تیمم بھیج دی۔ اسید ابن حضیر نے بی بی عائشہ سے کہا: اللہ آپ کو جزائے خیر دے بخدا تجھے جب بھی کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش آیا۔ اللہ نے اسے تیرے اور تمام مسلمانوں کے لیے باعثِ بہتری بنا دیا"۔

(۱) جلد اول، کتاب الشہادات، ص ۹۱۶، حدیث ۲۴۷۳

عبداللّٰہ ابن عتبة عن عائشة ان عائشة قالت اذا اراد ان یخرج سفرًا اقرع بین ازواجه فایتهن خرج سهمها خرج بها معه فاقرع بیننا فی غزاةٍ غزاها فخرج سهمی فخرجت معه بعد ما انزل الحجاب فانا احمل فی هودج وانزل فیه فسرنا حتّٰی اذا فرغ رسول اللّٰہ من غزوته تلك وقفل ودنونا من المدینة اذن لیلة بالرحیل فقمت حین آذنوا بالرّحیل فمشیّت حتّٰی جاوزت الجیش فلما قضیت شانی اقبلت الی الرحل فلمست صدری فاذا عقد لی من جزع اظفار قد انقطع فرجعت فالتمست عقدی فحبسنی ابتغاوه فاقبل الذین یرحلون لی فاحتملوا هودجی فرحلوه علی بعیری الذی کنت اوکبها وهم یحسبون انی فیه وکان النساء اذ ذاك خفافًا لم یثقلن ولم یعشهن اللحم وانما یاکلن

العلقة من الطعام فلم يستنكر القوم حين رفعوه ثقل الهودج فاحتملوه وكنتُ جارية حديثة السن فبعثوا الجمل وساروا فوجدت عقدی بعد ا ستمرا الجيش فجئت منزلهم وليس فيه احد فاقمت منزلی الذی كنت فيه فظننت انهم سيفقدونی فيرجعون الی فبين انا جالسته غلبتنی عينا لی فنمت وكان صفوان ابن معطل السلمی ثم الذكوانی من وراء الجيش فاصبح عند منزلی فرأی سواد انسان نائم فاتانی وكان يرانی قبل احجاب فاستيقظت باسترجاعه حين اناخ راحلته فوطی يدها فركبتها فانطلق يقودبی الراحلة حتٰی اتينا الجيش بعد ما نزلوا معرسين فی نحرالظهيرة فهلك من هلك وكان الذی تولٰی الافك عبدالله ابن ابی ابن سلول فقدمنا المدينة فاشتكيت بها شهرًا يفيضون من قولی اصحاب الافك ويريبنی فی وجهی انی لا اری من النبیؐ اللطف الذی كنت اری منه حين امرض انما يدخل فيسلم ثم يقول كيف تيكم؟ لا أشعر بشئی من ذٰلك حتٰی تفهمت فخرجت انا دام مسطح قبل المناصع ممتبر زنا ، لا نخرج الا ليلًا الی ليل قبل ان نتخذ الكنف قريبًا من بيوتنا وامرنا امر العرب الاول فی البرية او فی التنزه فاقبلت انا وام مسطح بنت ابی رُهمٍ تمشی فعثرت فی مرطها فقالت تعس مسطح

فقلت لها بئس ما قلت أتسبين رجلا شهد بدرًا فقالت یابنتاه ألم تسمعی ما قالوا؟

فاخبرتنی بقول اهل الافك فازدوت مرضًا الی مرضی فلما رجعت الی بیتی دخل علی رسول اللّٰه فسلم فقال کیف تیکم؟ فقلت ائذن لی الی ابوی، قالت وانا حینئذ ارید ان استیقن الخبر من قبلهما فاذن لی رسول اللّٰه فاتیت ابوی فقالت لامی ما یتحدث به الناس فقالت یابنیة هَوِّنی علی نفسك الشان فواللّٰه لقلما کانت امرأة قط وضیئة عند رجل یحبها ولها ضرائر الا اکثرن علیها فقلت سبحان اللّٰه یتحدث الناس بهذا

قالت فبت تلك اللیلة حتّٰی اصبحت لا یرقانی دمع ولا اکتحل بنوم ثم اصبحت فدعا رسول اللّٰه علی ابن ابی طالب واسامة ابن زید حین استبلث الوحی یستثیرهما فی فراق اهله فاما اسامة فاشار علیه بالذی یعلم فی نفسه من الودلهم

فقال اسامة اهلك یارسول اللّٰه ولا نعلم واللّٰه الا خیرًا واما علی ابن ابی طالب فقال یارسول اللّٰه لم یضیق اللّٰه علیك والنساء سواها کثیر وسل الجاریته تصدقك فدعا رسول اللّٰه بریرة فقال یابریرة

فقالا والذی بعثك بالحق ان رأیت منها امرًا اغمضه

عليها اكثر من انها جارية حديثة السن تنام عن العجين فتاتي الداجن فتاكله

فقام رسول الله من يومه فاستعذر من عبدالله ابن ابي ابن سلول ، فقال رسول الله من يعذرني من رجل بانني اذاه في اهلي ، فوالله ما علمت في اهلي الا خيرا وقد ذكروا رجلا ما علمت عليه الا خيرا وما كان يدخل على اهلي الا معي

فقام سعد ابن معاذ فقال يا رسول الله انا والله اعذرك منك ان كان من الاوس ضربنا عنقه وان كان من اخواننا الخزرج امرتنا ففعلنا فيه امرك

فقام سعد ابن عباده وهو سيد الخزرج وكان قبل ذلك رجلا صالحا ولكن احتملته الحمية فقال كذبت لعمر الله لا تقتله ولا تقدر على ذلك

فقام اسيد ابن الحضير فقال كذبت لعمر الله والله لنقتلنه فانك منافق تجادل عن المنافقين فثار الحيان الاوس والخزرج حتى هموا – ورسول الله على المنبر فنزل فخفضهم حتى سكتوا وسكت وبكيت يومي لا يرقأني ومع ولا اكتحل بنوم ، فاصبح عندي ابوابي قد بكيت ليلتين ويومًا حتى اظن ان البكاء خالق كبدي

قالت فبينما هما جالسان وانا ابكى ، اذ استاذنت امرأة من الانصار فاذنت لها فجلست بتكى معي فبينا نحن

كذلك اذ دخل رسول الله فجلس ولم يجلس عندى من يوم قيل في ما قيل قبلها -

وقد مكث شهرًا لا يوحٰى اليهٗ فى شان شيىءٍ -

قالت فتشهد ثم قال يا عائشة فانه بلغنى عنك كذا وكذا - فان كنت بريئة فسيبرئك اللّٰه - وان كنت الممت فاستغفرى اللّٰه وتوبى اليه فان العبد اذا اعتراف بذنبه ثم تاب تاب اللّٰه عليه فلما قضٰى رسول اللّٰه مقالته قلص ومعى حتّٰى ما احس منه قطرةً - وقلت لابى اجب عنى رسول اللّٰه

قال واللّٰه ما ادرى ما اقول لرسول اللّٰه - فقلت لامى اجيبى عنى رسول اللّٰه فيما قال قالت واللّٰه ما ادرى ما اقوال لرسول اللّٰه

قالت وانا جارية حديثة السن لا اقرء كثيرًا من القراٰن فقلت انى واللّٰه لقد علمت انكم سمعتم ما يتحدث به الناس ووقر فى انفسكم وصدقتم به - ولئن قلت لكم انى بريئة واللّٰه يعلم انى بريئة لا تصدقونى بذلك ولئن اعترفت لكم بامر واللّٰه يعلم انى بريئة لا تصدقونى واللّٰه ما اجدلى ولكم مثلا الا ابا يوسف اذ قال فصبر جميل واللّٰه والمستعان على ما تصفون -

ثم تحولت على فراشى وانا لا ارجوا ان يبرئنى اللّٰه ولكن واللّٰه ما ظننت ان ينزل فى شانى وحيًا ولانا

احقر فی نفسی من ان یتکلم بالقراٰن فی امری ولکننی کنت ارجو ان یری رسول اللّٰہ فی النوم رؤیاء یبرئنی اللّٰہ فواللّٰہ مادام مجلسہ ولا خرج احد من اھللبیت حتّٰی انزل علیہ فاخذہ ما کان یاخذہ من البرحاء انہ لینحدر منہ مثل الجمان من العرف فی یوم شات فلما سری عن رسول اللّٰہ وھو یضحک فکان اول کلمۃ تکلم بھا ان قالی –

یاعائشۃ احمدی اللّٰہ فقد برأک اللّٰہ

فقالت امی قومی الی رسول اللّٰہ

فقلت لا واللّٰہ لا اقوم الیہ ولا احمد الا اللّٰہ

فانزل اللّٰہ تعالٰی – ان الذین جاؤ وبالافک عصبۃ الخ

فلما نزل اللّٰہ ھذا فی برأتی قال ابوبکر وکان ینفق علی مسطح ابن اثاثۃ لقرابۃ منہ

واللّٰہ لا انفق علی مسطح شیئًا ابدًا – بعد ما قال لعائشۃ فانزل اللّٰہ لا یاتل اولو الفضل منکم والسعۃ – الی قولہ غفور رحیم

قال ابوبکر بلی واللّٰہ انی لاحب ان یغفر اللّٰہ لی فرجع الی مسطح الذی کان یجری علیہ وکان رسول اللّٰہ یسأل عن زینب بنت جحش عن امری

فقال یازینب ! ما علمت ما رأیت ؟ فقالت یارسول اللّٰہ احمٰی سمعی وبصری واللّٰہ ما علمت علیھا الا خیرًا قالت

وهی التی کانت نسا مینی فعصمها الله بالورع

''عبداللہ ابن عتبہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ جب کبھی سرورِ کونینؐ سفر پر تشریف لے جاتے تو ازواج میں قرعہ اندازی کرتے۔ جس کا نام نکلتا اسے ساتھ لے جاتے۔ ایک جنگ میں جاتے ہوئے آپؐ نے قرعہ اندازی کی تو میرا نام نکلا۔ میں آپؐ کے ساتھ ہوں یہ حکم پردہ آجانے کے بعد ہوا۔ مجھے ایک عماری میں اٹھایا جاتا تھا۔ جب سرورِ کونینؐ جنگ سے فارغ ہوکر واپس پلٹے اور ہم مدینہ کے قریب آئے۔ ایک رات آپؐ نے کوچ کا حکم دیا۔ جب وقت کوچ قریب ہوا تو میں رفعِ حاجت کے لیے باہر نکلی، لشکر سے آگے نکل گئی۔ رفعِ حاجت سے فارغ ہوکر قافلہ میں واپس آئی۔ میں نے سینہ پر ہاتھ رکھا تو میرا خرمہروں کا ہار گم تھا۔ میں ہار کی تلاش میں واپس پلٹی۔ جو لوگ میری عماری اٹھاتے تھے انہوں نے عماری اٹھائی اور اُونٹ پر رکھ دی۔ ان کا خیال تھا کہ میں عماری میں ہوں۔ ویسے ان دنوں عورتیں بہت ہلکی پھلکی ہوتی تھیں۔ ان کے جسم پر زیادہ گوشت نہیں ہوتا تھا۔ بہت معمولی کھانا کھاتی تھیں۔ یہی وجہ ہوئی کہ جب اٹھانے والوں نے عماری کو اٹھایا تو انہیں میرا عدم وجود محسوس بھی نہ ہوا۔

میں ان دنوں بالکل نوخیز سی لڑکی تھی۔ انہوں نے اُونٹ اٹھایا اور چل دیئے۔ لشکر جانے کے بعد مجھے ہار ملا۔ میں قافلہ اُترنے کی جگہ پر آئی۔ وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ میں جہاں ٹھہری ہوئی تھی

وہیں آ کر بیٹھ گئی۔ میرا خیال یہ تھا کہ جب مجھے عماری میں نہ پائیں گے تو پلٹ آئیں گے۔ میں بیٹھی ہوئی تھی کہ نیند آنے لگی۔ میں سو رہی۔ صفوان ابن معطل سلمی ذکوانی لشکر کے پیچھے تھا۔ وہ میری جگہ کے قریب آیا تو اسے سوتے ہوئے انسان کا جسم محسوس ہوا۔ وہ میرے پاس آیا۔ حکم پردہ سے قبل اس نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ جب اس نے اُونٹ بٹھایا تو اس کے اُونٹ بٹھانے کی آواز سے میں جاگ گئی۔ اس نے اُونٹ کا پاؤں باندھا۔ میں سوار ہوگئی اور صفوان اُونٹ کو لے کے چل پڑا۔ جب دوپہر کے قریب لشکر اُتر چکا تو ہم بھی پہنچ گئے۔ جنہیں ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوگئے۔ واقعۂ افک کا آغاز عبداللہ ابن ابی سلول نے کیا تھا۔ ہم مدینہ میں آئے۔ مجھے ایک ماہ تک بخار رہا۔ مجھے اصحاب افک کے متعلق کچھ معلوم نہ تھا البتہ مجھے سرورِ کونینؐ کے سلوک سے شک پڑتا تھا۔ مجھے آپؐ کے چہرہ میں میرے ایامِ مرض میں وہ نوازش نظر نہ آتی تھی جو قبل ازیں میری بیماری میں آپؐ فرماتے تھے۔ بس اندر آتے سلام کرتے اور کہتے: تیکم کیسی ہے؟ مجھے کسی بات کا خیال بھی نہ تھا حتیٰ کہ میں سب کچھ سمجھ گئی۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب ہم نے لیٹرینز اپنے گھروں کے قریب نہیں بنائے تھے۔ ہمارا رفعِ حاجت میں ابتدائی عربوں جیسا حال تھا۔ ہم رات کے رات رفعِ حاجت کے لیے باہر جاتے تھے۔ چنانچہ ایک شب میں اُم مسطح کے ساتھ باہر ہی جارہی تھی کہ اُم مسطح کو ٹھوکر لگی۔ اس نے کہا: لعنت ہو مسطح پر۔ میں نے

کہا: کیا تو ایسے شخص کو گالی دیتی ہے جو مجاہدین بدر سے ہے۔ اُم مسطح نے کہا: اے بیٹی کیا تو نے نہیں سنا جو کچھ لوگ (تیرے متعلق) کہتے پھرتے ہیں۔ پھر اس نے مجھے تمام بات سنائی۔ میرے مرض میں اضافہ ہوگیا۔ جب میں گھر واپس آئی۔ سرورِ کونینؐ تشریف لائے۔ سلام کے بعد فرمایا: تیکم کیسی ہے؟ میں نے عرض کی: آپؐ مجھے میرے والدین کے گھر جانے کی اجازت دے دیں۔ میرا خیال تھا کہ میں والدین سے اس واقعہ کے متعلق مزید معلومات حاصل کروں گی۔ سرورِ کونینؐ نے مجھے اجازت دے دی۔ میں والدین کے گھر آئی۔ میں نے ماں سے کہا کہ لوگ کیا باتیں کر رہے ہیں؟

میری ماں نے جواب دیا: بیٹی ایسی باتوں کو محسوس نہیں کیا کرتے۔ بخدا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ جب ایک عورت اپنے مرد کی نگاہوں میں اپنا مقام رکھتی ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں تو پھر اس کے خلاف ایسی باتیں سوکنوں کی طرف سے کی جاتی ہوں۔

میں نے کہا: سبحان اللہ! لوگ طرح طرح کی باتیں کر رہے ہیں۔ میں نے وہ رات گزاری۔ نہ تو میرے آنسو تھمتے تھے اور نہ ہی مجھے نیند آتی تھی۔ صبح کو سرورِ کونینؐ نے علی ابن ابی طالبؑ اور اسامہ ابن زید کو بلایا لیکن اس وقت جب وحی کا آنا بند ہوگیا۔ سرورِ کونینؐ ان دونوں سے اپنی بیوی کو چھوڑ دینے کا مشورہ کرنا چاہتے تھے۔

جہاں تک اسامہ کا تعلق ہے تو اس نے اپنی معلومات کی بنیاد پر جو

اسے ان کی (میرے خاندان) محبت کی بدولت معلوم تھے جواب دیا۔ اسامہ نے کہا: یارسولؐ اللہ! آپ کی زوجہ ہے لیکن بخدا ہمیں نیکی کے سوا کچھ معلوم نہیں۔

رہے علی ابن ابی طالبؑ تو انہوں نے کہا کہ یارسولؐ اللہ! اللہ نے آپؐ پر کوئی پابندی نہیں لگائی اور اس (بی بی عائشہ) کے علاوہ عورتیں بہت ہیں۔ ویسے آپؐ کنیز سے پوچھ لیں وہ آپؐ کو درست بات بتادے گی۔

سرورِ کونینؐ نے بریرہ کو بلایا اور اس سے پوچھا تو بریرہ نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو نبی برحق بنا کر بھیجا ہے۔ میں جو کچھ دیکھتی ہوں آپؐ سے ہرگز نہ چھپاؤں گی۔ یہ (بی بی عائشہ) نوخیز لڑکی ہے، آٹا رکھنا بھی بھول جاتی ہے بکری آکر آٹا ہضم کر جاتی ہے۔

سرورِ کونینؐ اس وقت اُٹھے اور فرمایا: کوئی ہے جو مجھے عبداللہ ابن ابی سلوک سے نجات دلائے۔ اس نے مجھے میری بیوی کے معاملہ میں تکلیف دی ہے۔ بخدا مجھے اپنی بیوی میں نیکی کے سوا کچھ نظر نہیں آیا۔ جس مرد کے متعلق کہا جا رہا ہے وہ تو تنہائی میں کبھی میری بیوی کے پاس گیا بھی نہیں جب بھی جاتا تھا میرے ساتھ ہی جاتا تھا۔

سعد ابن معاذ اُٹھا اور کہا: یارسولؐ اللہ! میں آپ کو اس شخص سے نجات دلاؤں گا۔ اگر اوس سے ہوا تو ہم اس کی گردن اُتار دیں گے اور اگر خزرج سے ہوا اور آپؐ ہمیں حکم دیں تو آپؐ کے حکم کی

تعمیل ہوگی۔

سعد ابن عبادہ اُٹھا۔ یہ بنی خزرج کا سردار تھا۔ اس سے قبل یہ انتہائی نیک شخص تھا لیکن قبائلی غیرت غالب آ گئی اور اس نے کہا: بخدا تو نے جھوٹ کہا ہے نہ تو تو اسے قتل کرے گا اور نہ ہی تیرے بس میں ہے۔

اسید بن حضیر نے کھڑے ہو کر کہا (سعد ابن عبادہ سے) بخدا تو جھوٹ بک رہا ہے، ہم ضرور اسے قتل کریں گے۔ یقیناً تو منافق ہے، منافقین کی طرفداری کر رہا ہے۔ بنی اوس اور خزرج کھڑے ہو گئے، لڑنے پر آمادہ ہو گئے۔ سرورِ کونینؐ منبر پر تشریف فرما تھے۔ آپؐ اُترے، انھیں حوصلہ دیا، حتیٰ کہ وہ چپ ہو گئے۔

میں پورا دن روتی رہی۔ نہ آنسو تھمتے تھے اور نہ نیند آتی تھی۔ میرے والدین بھی آ کر میرے پاس بیٹھ گئے۔ میں دو راتیں اور ایک دن اتنا ٹوٹ کر روئی کہ مجھے خیال ہونے لگا کہ گریہ میرے جگر کو کھا جائے گا۔ میرے والدین میرے پاس بیٹھے تھے کہ ایک انصاری عورت نے مجھ سے اجازت مانگی۔ میں نے اجازت دے دی۔ وہ بھی آ کر میرے ساتھ بیٹھ کر رونے لگی۔ ہم اسی حالت میں بیٹھے تھے کہ:

سرورِ کونینؐ آئے اور میرے پاس بیٹھ گئے حالانکہ اس واقعہ کے بعد اس دن سے قبل وہ میرے پاس کبھی نہ بیٹھے تھے۔ ایک ماہ گزر چکا تھا کہ سرورِ کونینؐ پر کسی بھی سلسلہ میں کوئی وحی نہ آتی تھی۔ سرورِ کونینؐ نے تشہد پڑھا اور فرمایا:

اے عائشہ! مجھے تیرے متعلق فلاں فلاں بات چیت پہنچی ہے۔ اگر تو بے گناہ ہے تو اللہ تجھے بری کر دے گا اور اگر تجھ سے جرم سرزد ہوا ہے تو استغفار کر اور بارگاہِ خدا میں توبہ کر۔ انسان جس وقت اپنے گناہ کا اعتراف کر لیتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کر لیتا ہے۔

جب سرورِ کونینؐ نے بات ختم کی تو میرا خون خشک ہو گیا۔ حتیٰ کہ مجھے ایک قطرہ بھی معلوم نہیں ہوتا تھا۔ میں نے اپنے والد سے کہا کہ آپ میری طرف سے سرورِ کونینؐ کو جواب دیں۔ میرے باپ نے کہا: بخدا میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا کہ میں سرورِ کونینؐ سے کیا کہوں؟ پھر میں نے ماں سے کہا کہ آپ میری طرف سے سرورِ کونینؐ کو جواب دیں۔ میری ماں نے بھی کہا کہ بخدا میرے ذہن میں تو کوئی بات نہیں آ رہی جو میں سرورِ کونینؐ سے کہوں۔

میں اس وقت نوخیز لڑکی تھی، کچھ زیادہ قرآن بھی نہیں پڑھا تھا۔ میں نے کہا: واللہ مجھے وہ سب کچھ معلوم ہے جو کچھ لوگوں میں گھوم رہا ہے۔ آپ بھی سن چکے ہیں۔ آپ کے ذہنوں میں وہ بات بیٹھ چکی ہے اور آپ اسے تسلیم بھی کر چکے ہیں۔ اگر میں کہہ دو کہ میں بے گناہ ہوں اور اللہ بھی جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں تو تم میری بات نہیں مانو گے اور اگر میں گناہ کا اعتراف کر لوں جب کہ اللہ جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں تو تم میری بات مان لو گے۔ اب میری اور تمہاری مثال یعقوب جیسی ہے جب اس نے کہا تھا تو میری طرف سے صبرِ جمیل ہے اور تمہارے معاملہ میں

اللہ میرا مددگار ہے۔

پھر میں اپنے بستر پر لیٹ گئی۔ مجھے یہ تو یقین تھا کہ اللہ میری برأت کرے گا لیکن بخدا مجھے یہ تصور نہ تھا کہ میری شان میں کوئی وحی اُترے گی اور وہ قرآن بن جائے گی۔ البتہ میرا اندازہ یہ تھا کہ سرورِ کونینؐ خواب میں کوئی منظر دیکھیں گے جس میں اللہ مجھے بری کردے گا۔

بخدا سرورِ کونینؐ وہیں بیٹھے تھے۔ گھر سے کوئی بھی باہر نہیں گیا تھا، حتیٰ کہ آپؐ پر نازل کی گئی۔ سرورِ کونینؐ پر وہی کیفیت طاری ہوئی تھی جو بوقت وحی طاری ہوتی تھی۔ حتیٰ کہ سردی کے موسم میں بھی آپؐ کی پیشانی سے موتیوں سے قطرات عرق ٹپک جاتے تھے۔ جب سلسلۂ وحی ختم ہوا تو آپؐ مسکرانے لگے۔ پہلا لفظ جو آپؐ نے فرمایا وہ یہ تھا: اے عائشہ! اللہ کا شکریہ ادا کر اس نے تجھے بری کردیا ہے۔

میری ماں نے مجھے کہا: اُٹھ رسولؐ کی طرف۔ میں نے کہا: بخدا میں نہ اُٹھوں گی اور نہ ہی آپؐ کی تعریف کروں گی میں تو صرف اللہ کی تعریف کروں گی۔ اللہ نے یہ آیت نازل کی: ''وہ لوگ جنہوں نے افک کا واقعہ کیا تم میں سے ایک گروہ ہے''۔ جب اللہ نے میرے متعلق یہ نازل کیا تو ابوبکر نے کہا جو کہ رشتہ دری کی بدولت مسطح ابن اثاثہ کو وظیفہ دیتے تھے، اب میں مسطح کو کبھی ایک کوڑی بھی نہ دوں گا۔ پھر ذاتِ احدیت نے یہ آیت بھیجی: لا یاتل اولو الفضل منکم والسعۃ ربی غفور رحیم۔

پھر ابوبکر نے کہا: بخدا میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے بخش دے چنانچہ مسطح کو وظیفہ دینے لگے۔ سرورِ کونینؐ زینب بن جحش سے میرے معاملہ میں پوچھتے تھے اور فرماتے تھے: اے زینب! تو کیا جانتی ہے اور کیا دیکھا ہے؟ زینب نے کہا: یارسولؐ اللہ! میرے کان بہرے ہوجائیں، دیدے پٹم ہوجائیں۔ میں نیکی کے سوا کچھ نہیں جانتی حالانکہ یہی زینب ہی مجھے بہت دق کیا کرتی تھی۔ اللہ نے اسے محفوظ فرمالیا۔

جائزہ

- بی بی عائشہ نے نہ تو اس جنگ کا نام بتایا جس میں گئی تھیں اور نہ ہی جنگ کا انجام بتایا کہ کیا ہوا؟
- بی بی جب رفعِ حاجت کے لیے گئی تو سرورِ کونینؐ کہاں تھے؟ اور سرورِ کونینؐ کو کیوں نہ بتایا جب کوچ کا حکم ہوچکا تھا؟
- ایسی ہلکی پھلکی عورت کی مثال عرب میں کوئی دوسری بھی ہے؟
- یہ صفوان ابن معطل کون تھا۔ انصار سے تھا مہاجرین سے تھا یا کوئی اور تھا؟
- یہ لشکر سے اتنا پیچھے کیوں رہ گیا تھا۔ سرورِ کونینؐ نے اسے پیچھے رہنے کا حکم دیا تھا یا اس کا ذاتی کام تھا؟
- قافلہ کے اُتر جانے کے باوجود بھی بی بی کی عدم موجودگی کا پتہ کیوں نہ چلا؟
- مدینہ پہنچ کر بی بی کو کیا تکلیف ہوگئی جس کی بدولت ایک ماہ تک بیماری رہیں، کیا یہ تکلیف سفر کی وجہ سے تھی؟
- بی بی نے سرورِ کونینؐ سے ایک ماہ مسلسل تک عدمِ التفات کی وجہ دریافت کیوں نہ کی؟

- یہ اُمِ مسطح کون ہے؟
- اس پورے ماہ میں بی بی کے والدین کو بی بی کی بیماری کا پتہ چلا یا نہیں؟
- اگر پتہ نہیں چلا تو کیوں؟
- اگر پتہ چل گیا تو ان میں سے کوئی آیا یا نہیں؟
- اگر آیا تو کب اور نہیں آیا تو کیوں؟
- بی بی نے والدین کے گھر جانے کی اجازت کیوں مانگی؟
- وہاں کون سے وسائل تھے جن کی بنا پر بی بی اس واقعہ کی مزید تحقیق کرنا چاہتی تھی؟
- بی بی کی ماں نے جن سوکنوں کی لگی لپٹی کہنے کی عادت کی جانب اشارہ کیا ہے، یہ کون تھیں؟
- سرورِ کونینؐ نے جب علیؑ و اسامہ کو بلایا تو عمر کو کیوں نہ بلایا؟
- اسامہ بن زید کی آلِ ابوبکر سے محبت کس بناء پر تھی؟
- کیا حضرت علیؑ نے جو جواب دیا تھا وہ بی بی کے خلاف جاتا تھا؟
- کیا حضرت علیؑ ہی نے بی بی کی کنیز بریرہ کو بی بی کی صفائی بیان کرنے کا موقعہ نہیں دیا؟
- اگر حضرت علیؑ کا جواب بی بی کے خلاف تھا تو ایک طرف حضرت علیؑ کا جواب رکھ لیجیے اور دوسری طرف سورۂ تحریم کی آیت ۳ رکھ لیجیے اور موازنہ کیجیے کہ حضرت علیؑ کے جواب اور ذاتِ احدیت کے ارشاد میں کتنا فرق ہے؟
- حضرت فرماتے ہیں: ''اللہ نے آپ پر کوئی پابندی نہیں لگائی اور عائشہ کے علاوہ عورتوں کی کمی نہیں''۔ سورۂ تحریم میں ارشادِ قدرت ہے: ''اگر نبی تمہیں طلاق دے دے تو اس کا رب اسے تمہاری نسبت زیادہ قناعت پسند بیبیاں دے سکتا ہے جو کنواری بھی ہوسکتی ہیں اور بیوہ''۔ بھلا ان ہر دو جوابات میں فرق بتایئے کہ

کیا ہے؟

- سرورِ کونینؐ پر سلسلۂ وحی کیوں بند ہو گیا تھا کیا اس کی وجہ بی بی کی اُمت پر ناراضگی تھی؟
- سرورِ کونینؐ نے عبداللہ ابن ابی سلول کے خلاف ذاتی نوعیت کا اقدام کیوں کیا؟
- سرورِ کونینؐ نے عبداللہ ابن ابی سلول کے خلاف خالصتاً اسلامی نقطۂ نگاہ سے قذف کا مقدمہ کیوں نہ چلایا؟
- بی بی یا بی بی کے والدین نے عبداللہ ابن ابی سلول کے خلاف قذف کا مقدمہ بارگاہِ رسالت میں درج کیوں نہ کرایا؟
- سعد ابن معاذ نے یہ کہہ کر کہ اگر اوس سے ہے تو میں مار دوں گا اور اگر خزرج سے ہوا اور آپ نے حکم دیا تو بھی ہم مار دیں گے۔ قبائلی تفریق کیوں کی؟
- جب سرورِ کونینؐ نے علی العموم فرمایا تھا کہ جس نے میرے اہل میں مجھے اذیت دی ہے اس سے چھٹکارا کون دلائے گا تو سعد ابن معاذ نے سادہ سے لفظوں میں کیوں نہ کہہ دیا کہ: ہم
- سعد ابن عبادہ کے ترکی بہ ترکی جواب دینے پر سعد بن معاذ کیوں نہ کھڑا ہوا اور اسید بن حضیر کو کیوں کھڑا کیا؟
- یہ اسید بن حضیر کون تھا: انصار سے تھا یا مہاجرین سے یا کوئی اور؟
- اسید ابن حضیر نے سعد ابن عبادہ کے ساتھ جن دوسرے منافقین کا اشارہ کیا ہے وہ کون تھے؟
- سرورِ کونینؐ کی منبر پر موجودگی کے باوجود یہ ایک دوسرے کو صلوٰتیں سنانے والے کون ہیں؟
- کیا یہ اصحابِ نبیؐ ہیں یا کوئی اور؟

- یہ اُم مسطح کون ہے؟
- اس پورے ماہ میں بی بی کے والدین کو بی بی کی بیماری کا پتہ چلا یا نہیں؟
- اگر پتہ نہیں چلا تو کیوں؟
- اگر پتہ چل گیا تو ان میں سے کوئی آیا یا نہیں؟
- اگر آیا تو کب اور نہیں آیا تو کیوں؟
- بی بی نے والدین کے گھر جانے کی اجازت کیوں مانگی؟
- وہاں کون سے وسائل تھے جن کی بناپر بی بی اس واقعہ کی مزید تحقیق کرنا چاہتی تھی؟
- بی بی کی ماں نے جن سوکنوں کی لگی لپٹی کہنے کی عادت کی جانب اشارہ کیا ہے، یہ کون تھیں؟
- سرورِ کونینؐ نے جب علیؑ واسامہ کو بلایا تو عمر کو کیوں نہ بلایا؟
- اسامہ بن زید کی آلِ ابوبکر سے محبت کس بناء پر تھی؟
- کیا حضرت علیؑ نے جو جواب دیا تھا وہ بی بی کے خلاف جاتا تھا؟
- کیا حضرت علیؑ ہی نے بی بی کی کنیز بریرہ کو بی بی کی صفائی بیان کرنے کا موقعہ نہیں دیا؟
- اگر حضرت علیؑ کا جواب بی بی کے خلاف تھا تو ایک طرف حضرت علیؑ کا جواب رکھ لیجیے اور دوسری طرف سورۂ تحریم کی آیت ۳ رکھ لیجیے اور موازنہ کیجیے کہ حضرت علیؑ کے جواب اور ذاتِ احدیت کے ارشاد میں کتنا فرق ہے؟
- حضرت فرماتے ہیں: ''اللہ نے آپ پر کوئی پابندی نہیں لگائی اور عائشہ کے علاوہ عورتوں کی کمی نہیں''۔ سورۂ تحریم میں ارشادِ قدرت ہے: ''اگر نبی تمہیں طلاق دے دے تو اس کا رب اسے تمہاری نسبت زیادہ قناعت پسند بیبیاں دے سکتا ہے جو کنواری بھی ہوسکتی ہیں اور بیوہ''۔ بھلا ان ہر دو جوابات میں فرق بتایئے کہ

کیا ہے؟

- سرورِ کونینؐ پر سلسلۂ وحی کیوں بند ہوگیا تھا کیا اس کی وجہ بی بی کی اُمت پر ناراضگی تھی؟
- سرورِ کونینؐ نے عبداللہ ابن ابی سلول کے خلاف ذاتی نوعیت کا اقدام کیوں کیا؟
- سرورِ کونینؐ نے عبداللہ ابن ابی سلول کے خلاف خالصتاً اسلامی نقطۂ نگاہ سے قذف کا مقدمہ کیوں نہ چلایا؟
- بی بی یا بی بی کے والدین نے عبداللہ ابن ابی سلول کے خلاف قذف کا مقدمہ بارگاہِ رسالت میں درج کیوں نہ کرایا؟
- سعد ابن معاذ نے یہ کہہ کر کہ اگر اوس سے ہے تو میں مار دوں گا اور اگر خزرج سے ہوا اور آپ نے حکم دیا تو بھی ہم مار دیں گے۔ قبائلی تفریق کیوں کی؟
- جب سرورِ کونینؐ نے علی العموم فرمایا تھا کہ جس نے میرے اہل میں مجھے اذیت دی ہے اس سے چھٹکارا کون دلائے گا تو سعد ابن معاذ نے سادہ سے لفظوں میں کیوں نہ کہہ دیا کہ: ہم
- سعد ابن عبادہ کے ترکی بہ ترکی جواب دینے پر سعد بن معاذ کیوں نہ کھڑا ہوا اور اسید بن حضیر کو کیوں کھڑا کیا؟
- یہ اسید بن حضیر کون تھا: انصار سے تھا یا مہاجرین سے یا کوئی اور؟
- اسید ابن حضیر نے سعد ابن عبادہ کے ساتھ جن دوسرے منافقین کا اشارہ کیا ہے وہ کون تھے؟
- سرورِ کونینؐ کی منبر پر موجودگی کے باوجود یہ ایک دوسرے کو صلوٰتیں سنانے والے کون ہیں؟
- کیا یہ اصحابِ نبیؐ ہیں یا کوئی اور؟

- اگر اصحاب ہیں یا مومن یا منافق؟
- اگر مومن اور منافق مخلوط ہیں تو سرورِ کونینؐ کی وفات کے بعد یہ متحارب گروپ کہاں چلے گئے تھے؟
- جو لوگ سرورِ کونینؐ کی موجودگی میں اتنی جسارت کر رہے ہیں وہ وفاتِ رسولؐ کے بعد کہیں چلے گئے تھے یا ان کا مقصد پورا ہو گیا تھا؟
- بی بی خود ایک دن اور دو راتیں مسلسل روتی رہی ہے لیکن کیا بی بی کے والدین کو بیٹی کے اس درد کا احساس نہیں تھا؟
- اگر احساس نہیں تھا تو کیوں؟ اگر احساس تھا تو اس کا اظہار کیسے کیا؟ جب رونے والی تنہا بی بی ہے نہ ماں ساتھ بیٹھ کے رُلاتی ہے اور نہ ہی باپ تسلی دیتا ہے کیا وجہ ہے؟
- یہ انصار عورت کون ہے، کس کی بیوی ہے، کس کی ماں ہے، کس کی بیٹی ہے یا اس کا اپنا نام کیا ہے؟
- بھرے مدینہ سے فقط ایک انصاری عورت بی بی کے ساتھ رُلانے کیوں آئی، کیا دوسری عورتیں کہیں باہر چلی گئی تھیں؟
- مہاجر یا انصار کی دوسری عورتیں بی بی کے پاس کیوں نہ آئیں؟
- آنے والی انصاری عورت نے بھی بات کوئی نہیں کی، بس اجازت مانگ کر آئی اور بی بی کے ساتھ بیٹھ کر رونے لگی۔ کیا یہ صرف رونے کے لیے آئی تھی؟
- اس کا نام صیغۂ راز میں کیوں رکھا گیا ہے؟
- جب سرورِ کونینؐ اسامہ، حضرت علیؑ اور بریرہ سے اطمینان کر چکے۔ مسجد میں اتنا بڑا جھگڑا بھی ہو چکا۔ آپؐ اپنی بی بی کو بے گناہ بھی بتا چکے۔ اب پھر بی بی کے پاس آ کر یہ کہنے کا کیا مطلب ہے کہ مجھے تیرے بارے میں یہ اطلاع ملی ہے اگر بے

گناہ ہے تو درست اور گناہگار ہے تو توبہ کر؟

- بی بی کی درخواست کے باوجود بی بی کے والدین نے سرورِکونینؐ سے گفتگو کیوں نہ کی؟
- وہ کون والدین ہیں جو اپنی بچی کی صفائی نہیں دیتے لیکن اس پورے واقعہ میں نہ تو ابوبکر کچھ کہتے ہیں اور نہ ہی اُم رومان کے منہ سے ایک لفظ نکلتا ہے، آخر کیوں؟
- ایک ماہ مسلسل وحی کیوں بند رہی کیا اس لیے کہ اللہ بھی واقعۂ افک کی تحقیق کر رہا تھا؟
- جب آیت آ گئی اور بی بی سے ماں نے کہا کہ سرورِکونینؐ کو احتراماً سلام کرلو تو بی بی نے ماں کا حکم کیوں نہ مانا؟
- واقعۂ افک میں ملوث پوری ایک جماعت تھی لیکن بی بی نے سوائے صفوان ابن معطل، مسطح اور عبداللہ ابن ابن سلول کے علاوہ کسی کا نام کیوں نہیں بتایا۔
- عبداللہ ابن ابی سلول کا انجام کیا ہوا۔ بی بی نے کیوں نہ بتایا؟

اندازہ

کیا اس واقعہ کا مقصد ذیل کے چند امور تو نہیں؟

- بی بی عائشہ کی عفت کا ثابت کرنا۔
- مقامِ رسالت کو عوام کی نگاہوں میں پست کرنا۔
- سعد ابن عبادہ کے خلاف باقاعدہ اسکیم کی تیاری اور سقیفہ بنی ساعدہ میں ابن عبادہ کے بیعت نہ کرنے کو چھپانا۔
- بی بی کی عفت کے سلسلہ میں آیۂ افک پہلے دن ہی کیوں نہ آ گئی؟
- اللہ نے ایک ماہ اور کئی دن تک کس بات کا انتظار کیا؟
- کہیں تاخیرِ وحی کا افسانہ صرف بی بی کی عظمت و اہمیت بیان کرنے کے لیے تو نہیں

بنایا گیا؟

(۱۲) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۵۲۲، حدیث ۱۱۹۸

(مختصر) عبیداللہ ابن عبداللہ عن عائشۃ قالت ۔ فاقبلت انا وام مسطح فعثرت ام مسطح فی مرطھا فقالت تعس مسطح ۔ فقلت بئس ما قلت تسبین رجلا شھد بدرًا فذکرت حدیث الافك

''عبداللہ ابن عبداللہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ میں اور اُم مسطح آ رہی تھیں کہ چادر میں اُم مسطح کے قدم ڈگمگا گئے۔ اس نے کہا: لعنت ہو، مسطح کے لیے۔ میں نے کہا: بہت بُرے لفظ کہے تو نے اس شخص کو گالی دے رہی ہے جو بدر کا مجاہد ہے۔ پھر اس نے واقعۂ افک بیان کیا''۔

(۱۳) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۵۷۴، حدیث ۱۳۰۵

عتبه ابن مسعود عن عائشة حين قال لها اهل الافك ما قالوا قالت عائشة كان رسول الله اذا اراد سفرًا اقرع بين ازواجه فايهن خرج سهمها خرج بها معه قالت عائشة فاقرع بيننا فى غزوة غزاها فخرج سهمى فخرجت مع رسول الله بعد ما انزل الحجاب فكنت احمل فى هودجى وانزل فيه فسرنا حتّٰى اذا فرغ رسول اللّٰه من غزوته تلك فقل ودنونا من المدينة قافلين اذن ليلةً بالرحيل فقمت حين آذنوا بالرحيل فمشيت حتّٰى جاوزت الجيش فلما قضيت شانى اقبلت الى رحلى

فلمست صدری فاذا عقد لی من جزع اظفار قد انقطع فرجعت فالتمست عقدی فحسبنی ابتغاؤہ قالت واقبل الرھط الذین کانوا یرحلونی واحتملوا ھودجی فرحلوہ علی بعیری الذی کنت ارکب علیہ وھم یحسبون انّی فیہ وکان النساء اذا ذاك خفافًا فلم یھبلن فلم یغشھن اللحم انما یکلن العلقۃ من الطعام فلم یستنکرا لقوم خفۃ الھودج حین رفعوہ وحملوہ وکنت جاریۃ حدیثۃ السن فبعثوا الجمل وساروا ووجدت عقدی بعد ما استمرا الجیش فجئت مناذلھم ولیس بھا منھم داع ولا مجیب فتیممت منزلی الذی کنت بہ وظننت انھم سیفقدونّی فیرجعون الی فبینا انا جالستہ منزلی غلبنی عینی فنمتُ وکان الصفوان ابن المعطل السلمی ثم الذکوانی من وراء الجیش فاصبح عند منزلی فرأی سواد انسان نائم فعرفنی حین رأنیٖ وکان رأنی قبل الحجاب فاستیقظت باسترجاعہ حین عرفنی فخمرت وجھی بجلبابی و واللّٰہ ما تکلمنا بکلمات ولا سمعت منہ کلمۃ غیر استرجاعہ وھویٰ حتّٰی اناخ راحلتہ فوطئ علی یدھا فقمت الیھا فرکبتھا فانطلق یقودبی الراحلۃ حتّٰی اتینا الجیش موغرین فی نحرالظھیرۃ وھم نزول فھلك من ھلك وکان الذی تولّٰی کبر الافك عبداللّٰہ ابن ابی سلول قال عروۃ اخبرت انہ کان یشاع

بنایا گیا؟

۱۲ جلد دوم، کتاب المغازی، ص۵۲۲، حدیث ۱۱۹۸

(مختصر) عبیداللّٰہ ابن عبداللّٰہ عن عائشۃ قالت – فاقبلت انا وام مسطح فعثرت ام مسطح فی مرطھا فقالت تعس مسطح – فقلت بئس ما قلت تسبین رجلا شھد بدرًا فذکرت حدیث الافک

''عبداللہ ابن عبداللہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ میں اور اُم مسطح آ رہی تھیں کہ چادر میں اُم مسطح کے قدم ڈگمگا گئے۔ اس نے کہا: لعنت ہو، مسطح کے لیے۔ میں نے کہا: بہت بُرے لفظ کہے تو نے اس شخص کو گالی دے رہی ہے جو بدر کا مجاہد ہے۔ پھر اس نے واقعۂ افک بیان کیا''۔

۱۳ جلد دوم، کتاب المغازی، ص۵۷۴، حدیث ۱۳۰۵

عتبہ ابن مسعود عن عائشۃ حین قال لھا اھل الافک ما قالوا قالت عائشۃ کان رسول اللّٰہ اذا اراد سفرًا اقرع بین ازواجہ فایھن خرج سھمھا خرج بھا معہ قالت عائشۃ فاقرع بیننا فی غزوۃ غزاھا فخرج سھمی فخرجت مع رسول اللّٰہ بعد ما انزل الحجاب فکنت احمل فی ھودجی وانزل فیہ فسرنا حتّٰی اذا فرغ رسول اللّٰہ من غزوتہ تلک فقل ونونا من المدینۃ قافلین اذن لیلۃً بالرحیل فقمت حین آذنوا بالرحیل فمشیت حتّٰی جاوزت الجیش فلما قضیت شانی اقبلت الی رحلی

فلمست صدری فاذا عقد لی من جزع اظفار قد انقطع فرجعت فالتمست عقدی فحسبنی ابتغاؤہ قالت واقبل الرھط الذین کانوا یرحلونی واحتملوا ھودجی فرحلوہ علی بعیری الذی کنت ارکب علیہ وھم یحسبون انّی فیہ وکان النساء اذا ذاک خفافًا فلم یھبلن فلم یغشھن اللحم انما یکلن العلقۃ من الطعام فلم یستنکرا لقوم خفۃ الھودج حین رفعوہ وحملوہ وکنت جاریۃ حدیثۃ السن فبعثوا الجمل وساروا ووجدت عقدی بعد ما استمرا الجیش فجئت مناذلھم ولیس بھا منھم داع ولا مجیب فتیممت منزلی الذی کنت بہ وظننت انھم سیفقدونّی فیرجعون الی فبینا انا جالستہ منزلی غلبنی عینی فنمت وکان الصفوان ابن المعطل السلمی ثم الذکوانی من وراء الجیش فاصبح عند منزلی فرأی سواد انسان نائم فعرفنی حین رأنیٔ وکان رأنی قبل الحجاب فاستیقظت باسترجاعہ حین عرفنی فخمرت وجھی بجلبابی و واللّٰہ ما تکلمنا بکلمات ولا سمعت منہ کلمۃ غیر استرجاعہ وھویٰ حتّٰی اناخ راحلتہ فوطیٔ علی یدھا فقمت الیھا فرکبتھا فانطلق یقودبی الراحلۃ حتّٰی اتینا الجیش موغرین فی نحرالظھیرۃ وھم نزول فھلک من ھلک وکان الذی تولّٰی کبر الافک عبداللّٰہ ابن ابی سلول قال عروۃ اخبرت انہ کان یشاع

ویتحدث فیه عنده فیقره ویستمعه ویستوشیه وقال عروة ایضًا لم یسم من اهل الافك ایضًا الاحسان ابن ثابت ومسطح ابن اثاثه وحمنة بنت جحش فی ناس آخرین لاعلم لی بهم غیر انهم عصبة کما قال اللّٰه تعالٰی وان کبر ذٰلك یقال عبداللّٰه ابن ابی سلول قال عروة کانت عائشة تکره ان تسب عندها حسان وتقول انه الذی قال:

فانی ابی ووالده وعرضی
لعرض محمد منکم وقاء

قالت عائشة فقد منا المدینة فاشتکیت حین قدمت شهرًا والناس یفیضون فی قول اصحاب الافك لا اشعر بشیئٍ من ذٰلك وهو یریبنی فی وجهی انی لا اعرف من رسول اللّٰه اللطف الذی کنت اری منه حین اشتلکی انما یدخل علی رسول اللّٰه ثم یقول کیف تیکم ثم ینصرف فذلك یریبنی ولا اشعر بالشئی حتٰی خرجت حین نفهت فخرجت مع ام مسطح قبل المناصع وکان متبرذنا وکنا لانخرج الا لیلًا الی لیل وذٰلك قبل ان نتخذ الکنف قریبًا من بیوتنا قالت وامرنا امر العرب الاوّل فی البریة قبل الغائط وکنا نتأذی بالکنف ان نتخذها عند بیوتنا فانطلقت انا وام مسطح وهی ابنة ابی رهم ابن عبدالمطلب ابن

عبدمناف فاقبلت انا واُم مسطح قبل بیتی حین فرغنا من شاننا فعثرت اُم مسطح فی مرطها فقالت تعس مسطح فقلت لها بئس ما قلت أتسبین رجلًا شهد بدرًا فقالت ای هنتاه او لم تسمعی ما قال قالت وقلت ما قال فاخبرتنی بقول اهل الافك قالت فازددت مرضًا علی مرضی فلما رجعت الی بیتی دخل علی رسول اللّٰه فسلم ثم قال کیف تیکم - فقلت اتاذن لی ان آتی ابومی قالت وارید ان استیقن الخبر من قبلهما قالت فاذن لی رسول اللّٰه فقلت لامی یا امتاه ماذا یتحدث الناس قالت یابنیة هونی علیك فواللّٰه لقلما کانت امرأة قط وضیئة عند رجل یحبها لها ضرائر الا اکثرن علیها فقلت سبحان اللّٰه القد تحدث الناس لهذا قالت فبکیت تلك اللیلة حتّٰی اصبحت لا یرقألی دمع ولا اکتحل بنوم ثم اصبحت ابکی قالت ودعا رسول اللّٰه علی ابن ابی طالب واسامة ابن زید - یستشیرهما فی فراق اهل فاما اسامة ابن زید فاشار علی رسول اللّٰه والذی یعلم من براء ة اهل وبالذی یعلم لهم فی نفسه فقال اسامة اهلك ولا نعلم فیها الا خیرًا واما علی فقال یارسول اللّٰه لا یضیق اللّٰه علیك والنساء سواها کثیر وسل الجاریة تصدقك قالت فدعا رسول اللّٰه بریرة فقال امی بریرة هل رأیت من شیئ یریبك قالت

بريرة والذى بعثك بالحق ما رأيت عليها امرًا قط اغمضه غير انها جارية حديثة السن تنام عن عجين اهلها فتأتى الداجن فتاكله قالت فقام رسول اللّٰه من يومه فاستعذر من عبيداللّٰه ابن ابى سلول وهو على المنبر فقال ـــ يامعشر المسلمين من يعذرنى من رجل قد بلغنى عنه اذاه فى اهلى و واللّٰه ما علمت على اهلى الا خيرًا ولقد ذكروا رجلا ما علمت عليه الا خيرًا وما يدخل على اهلى الا معى قالت فقام سعد ابن معاذ اخوبنى الأشهل فقال انا يارسول اللّٰه اعذرك فان كان من الاوس ضربت عنقه وان كان من اخواننا الخزرج امرتنا ففعلنا امرك قالت فقام رجل من الخزرج وكانت ام حسان بنت عمه من فخذه وهو سعد ابن عباده وهو سيد الخزرج قالت وكان قبل ذٰلك رجلا صالحًا ولكن احتملته الحمية فقال لسعد كذبت لعمر اللّٰه لا تقتله ولا تقدر على قتله ولو كان من رهطك ما اجبت ان يقتل ـ فقام اسيد ابن حضير وهو ابن عم سعد فقال لسعد ابن عبادة كذبت لعمراللّٰه لنقتلنه فانك منافق تجادل عن المنافقين فثار الحيان الاوس والخزرج حتّٰى هموا ان يقتتلوا ورسول اللّٰه قائم على المنبر قالت فلم يزل رسول اللّٰه يخفضهم حتّٰى سكتوا وسكت قالت فبكيت يومى ذٰلك كله لا يرقانى ومع ولا

اکتحل بنوم قالت واصبح ابوای عندی وقد بکیت لیلتین ویومًا لا یرقالی دمع ولا اکتحل بنوم حتّٰی انی لاظن ان البکاء خالق کبدی فبینا ابوای جالسان عندی وانا ابکی فاستاذنت علی امرأة من الانصار فاذنت لها فجلست تبکی معی قالت فبینا نحن علی ذٰلك دخل رسول اللّٰه علینا فسلم ثم جلس قالت ولم یجلس عندی منذ قیل ما قیل قبلها وقد لبث شهرًا لا یوحی الیه فی شانی بشئی - قالت فتشهد رسول اللّٰه حین جلس ثم قال - اما بعد یاعائشة انه بلغنی عنك کذا وکذا فان کنت بریئة فسیبرئك اللّٰه وان کنت الممت بذنب فاستغفری اللّٰه وتوبی الیه فان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب اللّٰه علیه قالت فلما قضٰی رسول اللّٰه مقالته قلص دمعی حتّٰی ما احس منه قطرةً فقلت لابی اجب رسول اللّٰه عنی فیما قال فقال ابی واللّٰه ما ادری ما اقول رسول اللّٰه فقلت لامی اجیبی رسول اللّٰه فیما قال قالت امی واللّٰه ما ادری ما اقول لرسول اللّٰه فقلت وانا جاریة حدیثة السن لا اقرا من القرٰان کثیرًا- انی واللّٰه لقد علمت لقد سمعتم هذا الحدیث حتّٰی استقر فی انفسکم وصدقتم به فلئن قلت لکم انی بریئة لا تصدقونی ولئن اعترفت لکم بامر واللّٰه یعلم انی بریئة لتصدقنی فواللّٰه لا اجدلی ولکم مثلًا الا ابا یوسف حین

بريرة والذى بعثك بالحق ما رأيت عليها امرًا قط اغمضه غير انها جارية حديثة السن تنام عن عجين اهلها فتأتى الداجن فتاكله قالت فقام رسول اللّٰه من يومه فاستعذر من عبيداللّٰه ابن ابى سلول وهو على المنبر فقال ـــــ يامعشر المسلمين من يعذرنى من رجل قد بلغنى عنه اذاه فى اهلى و واللّٰه ما علمت على اهلى الا خيرًا ولقد ذكروا رجلا ما علمت عليه الا خيرًا وما يدخل على اهلى الا معى قالت فقام سعد ابن معاذ اخوبنى الاشهل فقال انا يارسول اللّٰه اعذرك فان كان من الاوس ضربت عنقه وان كان من اخواننا الخزرج امرتنا ففعلنا امرك قالت قتام رجل من الخزرج وكانت ام حسان بنت عمه من فخده وهو سعد ابن عبادة وهو سيد الخزرج قالت وكان قبل ذٰلك رجلا صالحًا ولكن احتملته الحمية فقال لسعد كذبت لعمر اللّٰه لا تقتله ولا تقدر على قتله ولو كان من رهطك ما اجبت ان يقتل – فقام اسيد ابن حضير وهو ابن عم سعد فقال لسعد ابن عبادة كذبت لعمراللّٰه لنقتلنه فانك منافق تجادل عن المنافقين فثار الحيان الاوس والخزرج حتّٰى هموا أن يقتتلوا ورسول اللّٰه قائم على المنبر قالت فلم يزل رسول اللّٰه يخفضهم حتّٰى سكتوا وسكت قالت فبكيت يومى ذٰلك كله لا يرقانى دمع ولا

اکتحل بنوم قالت واصبح ابوای عندی وقد بکیت
لیلتین ویومًا لا یرقالی دمع ولا اکتحل بنوم حتٰی انی
لاظن ان البکاء خالق کبدی فبینا ابوای جالسان عندی
وانا ابکی فاستاذنت علی امرأة من الانصار فاذنت لها
فجلست تبکی معی قالت فبینا نحن علی ذٰلك دخل
رسول اللّٰہ علینا فسلم ثم جلس قالت ولم یجلس
عندی منذ قیل ما قیل قبلها وقد لبث شهرًا لا یوحی
الیه فی شانی بشئی – قالت فتشهد رسول اللّٰہ حین
جلس ثم قال – اما بعد یاعائشة انه بلغنی عنك کذا
وکذا فان کنت بریئة فسیبرئك اللّٰہ وان کنت الممت
بذنب فاستغفری اللّٰہ وتوبی الیه فان العبد اذا اعترف
ثم تاب تاب اللّٰہ علیه قالت فلما قضٰی رسول اللّٰہ
مقالته قلص دمعی حتٰی ما احس منه قطرةً فقلت لابی
اجب رسول اللّٰہ عنی فیما قال فقال ابی واللّٰہ ما ادری
ما اقول رسول اللّٰہ فقلت لامی اجیبی رسول اللّٰہ فیما
قال قالت امی واللّٰہ ما ادری ما اقول لرسول اللّٰہ فقلت
وانا جاریة حدیثة السن لا اقرا من القراٰن کثیرًا– انی
واللّٰہ لقد علمت لقد سمعتم هذا الحدیث حتٰی استقر
فی انفسکم وصدقتم به فلئن قلت لکم انی بریئة لا
تصدقونی ولئن اعترفت لکم بامر واللّٰہ یعلم انی بریئة
لتصدقنی فواللّٰہ لا اجدلی ولکم مثلًا الا ابا یوسف حین

بريرة والذى بعثك بالحق ما رأيت عليها امرًا قط اغمضه غير انها جارية حديثة السن تنام عن عجين اهلها فتأتى الداجن فتاكله قالت فقام رسول الله من يومه فاستعذر من عبيدالله ابن ابى سلول وهو على المنبر فقال ــــ يامعشر المسلمين من يعذرنى من رجل قد بلغنى عنه اذاه فى اهلى و والله ما علمت على اهلى الا خيرًا ولقد ذكروا رجلا ما علمت عليه الا خيرًا وما يدخل على اهلى الا معى قالت فقام سعد ابن معاذ اخوبنى الاشهل فقال انا يارسول الله اعذرك فان كان من الاوس ضربت عنقه وان كان من اخواننا الخزرج امرتنا ففعلنا امرك قالت فقام رجل من الخزرج وكانت ام حسان بنت عمه من فخذه وهو سعد ابن عباده وهو سيد الخزرج قالت وكان قبل ذلك رجلا صالحًا ولكن احتملته الحمية فقال لسعد كذبت لعمر الله لا تقتله ولا تقدر على قتله ولو كان من رهطك ما اجبت ان يقتل ــ فقام اسيد ابن حضير وهو ابن عم سعد فقال لسعد ابن عبادة كذبت لعمرالله لنقتلنه فانك منافق تجادل عن المنافقين فثار الحيان الاوس والخزرج حتى هموا ان يقتتلوا ورسول الله قائم على المنبر قالت فلم يزل رسول الله يخفضهم حتى سكتوا وسكت قالت فبكيت يومى ذلك كله لا يرقانى دمع ولا

اکتحل بنوم قالت واصبح ابوای عندی وقد بکیت لیلتین ویومًا لا یرقالی دمع ولا اکتحل بنوم حتٰی انی لاظن ان البکاء خالق کبدی فبینا ابوای جالسان عندی وانا ابکی فاستاذنت علی امرأة من الانصار فاذنت لها فجلست تبکی معی قالت فبینا نحن علی ذٰلک دخل رسول اللّٰه علینا فسلم ثم جلس قالت ولم یجلس عندی منذ قیل ما قیل قبلها وقد لبث شهرًا لا یوحی الیه فی شانی بشئی – قالت فتشهد رسول اللّٰه حین جلس ثم قال – اما بعد یاعائشة انه بلغنی عنك کذا وکذا فان کنت بریئة فسیبرئك اللّٰه وان کنت الممت بذنب فاستغفری اللّٰه وتوبی الیه فان العبد اذا اعترف ثم تاب تاب اللّٰه علیه قالت فلما قضٰی رسول اللّٰه مقالته قلص دمعی حتّٰی ما احس منه قطرةً فقلت لابی اجب رسول اللّٰه عنی فیما قال فقال ابی واللّٰه ما ادری ما اقول رسول اللّٰه فقلت لامی اجیبی رسول اللّٰه فیما قال قالت امی واللّٰه ما ادری ما اقول لرسول اللّٰه فقلت وانا جاریة حدیثة السن لا اقرا من القراٰن کثیرًا– انی واللّٰه لقد علمت لقد سمعتم هذا الحدیث حتّٰی استقر فی انفسکم وصدقتم به فلئن قلت لکم انی بریئة لا تصدقونی ولئن اعترفت لکم بامر واللّٰه یعلم انی بریّئة لتصدقنی فواللّٰه لا اجدلی ولکم مثلًا الا ابا یوسف حین

قال فصبر جميل والله المستعان على ما تصفون - ثم تحولت واصطجعت على فراشي والله يعلم انى حنيئذٍ لبرئية وان الله مبرئى ببرائتى ولكن والله ما كنت اظن ان الله منزل فى شانى وحيًا يتلى لشانى - نفى نفسى كان احقر ان يتكلم الله فى بامر ولكن كنت ارجو ان يرى رسول الله فى النوم رؤياء يبرئنى الله بها فوالله ماء دام رسول الله مجلسه ولا خرج احد من اهل بيت حتّٰى انزل عليه فاخذه ما كان ياخذه من البرحاء حتّٰى انه لينحدر منه من العرق مثل الجمان وهو فى يوم شاتٍ من ثقل القول الذى انزل عليه قالت فسرى عن الرسول وهو يضحك فكانت اول كلمة تكلم بها ان قال ياعائشة اما الله لقد براك قالت فقالت لى اُمى قومى اليه فقلت والله لا اقوم اليه فانى لا احمد الا الله قالت وانزل الله ان الذين جاء وبالافك العشر الآيات ثم انزل الله هذا فى برأتى قال ابوبكر وكان ينفق على مسطح ابن اثاثه لقرابة منه وفقره والله لا انفق على مسطح شيئًا ابدًا بعد الذى قال لعائشة ما قال فانزل الله ولا ياتل اولو الفضل منكم - الى قوله غفور رحيم - قال ابوبكر بلى والله انى لَاحب ان يغفر الله لى فرجع الى مسطح النفقة التى كان ينفق عليه وقال والله لا انزعها منه ابدًا قالت عائشة وكان رسول

اللّٰہ سئل زینب بنت جحش عن امری فقال لزینب ماذا علمت او رأیت فقالت یارسول اللّٰہ احمی سمعی وبصری واللّٰہ ما علمت الاخیرًا

قالت عائشة وھی التی کانت تسامینی من ازواج النبی فعصمھا اللّٰہ بالورع قالت وطفقت اختھا حمنة تحارب لھا فھلکت فیمن ھلکت۔

''عتبہ ابن مسعود ام المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے جب اہلِ افک نے بی بی کے متعلق کہا جو کچھ کہا۔ سرورِ کونین کا معمول تھا کہ جب کسی سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج میں قرعہ اندازی کرتے۔ جس کا نام نکلتا اسے ساتھ لے جاتے۔ ایک جنگ میں آپؐ جانے لگے، قرعہ اندازی میں میرا نام نکلا۔ پردہ کا حکم اُتر چکا تھا۔ میں آپؐ کے ساتھ تھی۔ ایک عماری میں اٹھایا اور اتارا جاتا تھا۔ ہم گئے جب سرورِ کونینؐ جنگ سے فارغ ہوئے، واپس پلٹے ہم مدینہ کے قریب پہنچ چکے تھے۔ آپ نے لشکر کو کوچ کا حکم دیا۔ جب حکم کوچ مل چکا تو میں رفع حاجت کے لیے چلتے چلتے لشکر سے آگے نکل گئی۔ رفع حاجت کے بعد میں واپس لشکر میں آ رہی تھی کہ میں نے سینہ پر ہاتھ رکھا۔ دیکھا تو میرا خرمہروں کا ہار ٹوٹ کر گر چکا تھا۔ میں واپس پلٹ کر ہار ڈھونڈنے لگی۔ ہار کی تلاش میں مجھے دیر لگی۔ اتنی دیر میں جو لوگ میری عماری اٹھانے پر مامور تھے، وہ آئے اور اس خیال سے کہ میں عماری میں ہوں، عماری کو اٹھایا اور میری سواری کے اُونٹ پر رکھ دیا۔ اُونٹ کو اٹھایا

اور چل دیے، وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھی نہ تو ان کا جسم بھاری بھرکم ہوتا تھا اور نہ ہی زیادہ گوشت ہوتا تھا۔ انتہائی قلیل مقدار میں کھانا کھاتی تھیں اور پھر میں تو ویسے بھی نوخیز لڑکی تھی۔ اس لیے عماری میں میرے نہ ہونے کو اٹھانے والوں نے محسوس تک نہ کیا۔

لشکر جاچکنے کے بعد مجھے ہار مل گیا۔ میں لشکرگاہ میں پلٹی، دیکھا تو وہاں کوئی متنفس نہ تھا۔ میں جہاں ٹھہری ہوئی تھی وہیں چلی آئی۔ میرا خیال تھا کہ جب انہیں میرے نہ ہونے کا علم ہوگا تو پلٹ آئیں گے۔ میں بیٹھی تھی کہ میری آنکھوں کو نیند نے بوجھل کردیا۔ چنانچہ میں سوگئی۔

صفوان ابن معطل سلمی ذکوانی لشکر کے پیچھے تھا۔ وہ میری قیام گاہ پر آیا۔ اسے سوتے ہوئے انسان کا ہیولا نظر آیا۔ اس کے اُونٹ بٹھانے کی آواز سے میں جاگ گئی۔ میں نے چہرہ چادر میں چھپا لیا۔ بخدا ہم نے آپس میں ایک بات تک نہیں کی اور نہ ہی صفوان کے منہ سے میں نے اُونٹ بٹھانے کی آواز کے علاوہ کوئی بات سنی۔ اس نے سواری کے گھٹنے پر پاؤں رکھا، میں اٹھی اور سوار ہوگئی۔ وہ سواری کی مہار پکڑ کر چلنے لگا حتیٰ کہ ہم لشکر میں آغاز دوپہر کو پہنچے، لشکر اترا ہوا تھا بس جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوگیا اور افک کا بیڑا اٹھانے والا عبداللہ ابن ابی سلول تھا۔

عروہ کا کہنا ہے کہ عبداللہ اس واقعہ کو شہرت دیتا تھا، جگہ جگہ بیان کرتا تھا اور اچھی خاصی رنگ آمیزی کیا کرتا تھا۔ عروہ نے یہ بھی

بتایا ہے کہ اہلِ افک میں سے حسان ابن ثابت، مسطح ابن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش کے علاوہ دوسرے افراد کے نام معلوم نہیں سوائے اس کے کہ وہ ایک گروہ تھا۔

عروہ ہی کا کہنا ہے کہ بی بی عائشہ اپنی موجودگی میں حسان پر سب گوارا نہیں کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں کہ یہی حسان تو ہے جس نے یہ شعر کہا تھا: ''میرا باپ دادا اور میری عزت ناموسِ محمدؐ کی ڈھال ہیں''۔

بی بی کہتی ہے کہ پھر ہم مدینہ میں آئے، میں بیمار پڑ گئی اور ایک ماہ تک بیمار رہی جب کہ لوگ اہلِ افک کی باتیں سن رہے تھے۔ مجھے کسی بات کا علم نہ تھا۔ البتہ مجھے کچھ کچھ شبہ سرورِ کونینؐ کے رویہ سے ہوتا تھا کیونکہ آپ کی طرف سے وہ لطف و مدارت نہ تھی جو قبل ازیں میرے ایامِ مرض میں میرے ساتھ فرماتے تھے۔ آپ میرے پاس آتے، سلام کرتے اور کہتے تیکم کیسے ہے؟ پھر پلٹ جاتے؟ یہی بات میرے لیے تشویش کا باعث تھی۔ جب ذرا طبیعت سنبھلی تو میں اُم مسطح کے ساتھ رفع حاجت کے لیے مناصع کی طرف باہر نکلی۔

ہمارا معمول عام عربوں کا سا تھا کہ ہم رات کے رات باہر جاتی تھیں۔ ہمیں گھروں کے قریب لیٹرینز بناتے ہوئے کراہت محسوس ہوتی تھی۔ چنانچہ میں اور اُم مسطح بنت ابورہم ابن عبدالمطلب ابن عبدمناف جس کی ماں صخرا ابن عامر کی بیٹی اور ابوبکر کی خالہ تھی اور اس کا بیٹا مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب

اور چل دیے، وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھی نہ تو ان کا جسم بھاری بھرکم ہوتا تھا اور نہ ہی زیادہ گوشت ہوتا تھا۔ انتہائی قلیل مقدار میں کھانا کھاتی تھیں اور پھر میں تو ویسے بھی نوخیز لڑکی تھی۔ اس لیے عماری میں میرے نہ ہونے کو اٹھانے والوں نے محسوس تک نہ کیا۔

لشکر جاچکنے کے بعد مجھے ہار مل گیا۔ میں لشکر گاہ میں پلٹی، دیکھا تو وہاں کوئی متنفس نہ تھا۔ میں جہاں ٹھہری ہوئی تھی وہیں چلی آئی۔ میرا خیال تھا کہ جب انہیں میرے نہ ہونے کا علم ہوگا تو پلٹ آئیں گے۔ میں بیٹھی تھی کہ میری آنکھوں کو نیند نے بوجھل کردیا۔ چنانچہ میں سوگئی۔

صفوان ابن معطل سلمی ذکوانی لشکر کے پیچھے تھا۔ وہ میری قیام گاہ پر آیا۔ اسے سوتے ہوئے انسان کا ہیولا نظر آیا۔ اس کے اُونٹ بٹھانے کی آواز سے میں جاگ گئی۔ میں نے چہرہ چادر میں چھپا لیا۔ بخدا ہم نے آپس میں ایک بات تک نہیں کی اور نہ ہی صفوان کے منہ سے میں نے اُونٹ بٹھانے کی آواز کے علاوہ کوئی بات سنی۔ اس نے سواری کے گھٹنے پر پاؤں رکھا، میں اٹھی اور سوار ہوگئی۔ وہ سواری کی مہار پکڑ کر چلنے لگا حتیٰ کہ ہم لشکر میں آغاز دوپہر کو پہنچے، لشکر اترا ہوا تھا بس جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوگیا اور افک کا بیڑا اٹھانے والا عبداللہ ابن ابی سلول تھا۔

عروہ کا کہنا ہے کہ عبداللہ اس واقعہ کو شہرت دیتا تھا، جگہ جگہ بیان کرتا تھا اور اچھی خاصی رنگ آمیزی کیا کرتا تھا۔ عروہ نے یہ بھی

بتایا ہے کہ اہلِ افک میں سے حسان ابن ثابت، مسطح ابن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش کے علاوہ دوسرے افراد کے نام معلوم نہیں سوائے اس کے کہ وہ ایک گروہ تھا۔

عروہ کا کہنا ہے کہ بی بی عائشہ اپنی موجودگی میں حسان پر سب گوارا نہیں کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں کہ یہی حسان تو ہے جس نے یہ شعر کہا تھا: ''میرا باپ دادا اور میری عزت ناموسِ محمدؐ کی ڈھال ہیں''۔

بی بی کہتی ہے کہ پھر ہم مدینہ میں آئے، میں بیمار پڑ گئی اور ایک ماہ تک بیمار رہی جب کہ لوگ اہلِ افک کی باتیں سن رہے تھے۔ مجھے کسی بات کا علم نہ تھا۔ البتہ مجھے کچھ کچھ شبہ سرورِ کونینؐ کے رویہ سے ہوتا تھا کیونکہ آپ کی طرف سے وہ لطف و مدارت نہ تھی جو قبل ازیں میرے ایامِ مرض میں میرے ساتھ فرماتے تھے۔ آپ میرے پاس آتے، سلام کرتے اور کہتے تیکم کیسے ہے؟ پھر پلٹ جاتے؟ یہی بات میرے لیے تشویش کا باعث تھی۔ جب ذرا طبیعت سنبھلی تو میں اُم مسطح کے ساتھ رفع حاجت کے لیے مناصع کی طرف باہر نکلی۔

ہمارا معمول عام عربوں کا سا تھا کہ ہم رات کے رات باہر جاتی تھیں۔ ہمیں گھروں کے قریب لیٹرینز بناتے ہوئے کراہت محسوس ہوتی تھی۔ چنانچہ میں اور اُم مسطح بنت ابورہم ابن عبدالمطلب ابن عبد مناف جس کی ماں صخرا بن عامر کی بیٹی اور ابوبکر کی خالہ تھی اور اس کا بیٹا مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب

اور چل دیئے، وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھی نہ تو ان کا جسم بھاری بھرکم ہوتا تھا اور نہ ہی زیادہ گوشت ہوتا تھا۔ انتہائی قلیل مقدار میں کھانا کھاتی تھیں اور پھر میں تو ویسے بھی نوخیز لڑکی تھی۔ اس لیے عماری میں میرے نہ ہونے کو اٹھانے والوں نے محسوس تک نہ کیا۔

لشکر جاچکنے کے بعد مجھے ہار مل گیا۔ میں لشکرگاہ میں پلٹی، دیکھا تو وہاں کوئی متنفس نہ تھا۔ میں جہاں ٹھہری ہوئی تھی وہیں چلی آئی۔ میرا خیال تھا کہ جب انہیں میرے نہ ہونے کا علم ہوگا تو پلٹ آئیں گے۔ میں بیٹھی تھی کہ میری آنکھوں کو نیند نے بوجھل کردیا۔ چنانچہ میں سوگئی۔

صفوان ابن معطل سلمی ذکوانی لشکر کے پیچھے تھا۔ وہ میری قیام گاہ پر آیا۔ اسے سوتے ہوئے انسان کا ہیولا نظر آیا۔ اس کے اُونٹ بٹھانے کی آواز سے میں جاگ گئی۔ میں نے چہرہ چادر میں چھپا لیا۔ بخدا ہم نے آپس میں ایک بات تک نہیں کی اور نہ ہی صفوان کے منہ سے میں نے اُونٹ بٹھانے کی آواز کے علاوہ کوئی بات سنی۔ اس نے سواری کے گھٹنے پر پاؤں رکھا، میں اٹھی اور سوار ہوگئی۔ وہ سواری کی مہار پکڑ کر چلنے لگا حتیٰ کہ ہم لشکر میں آغاز دوپہر کو پہنچے، لشکر اترا ہوا تھا بس جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوگیا اور افک کا بیڑا اٹھانے والا عبداللہ ابن ابی سلول تھا۔

عروہ کا کہنا ہے کہ عبداللہ اس واقعہ کو شہرت دیتا تھا، جگہ جگہ بیان کرتا تھا اور اچھی خاصی رنگ آمیزی کیا کرتا تھا۔ عروہ نے یہ بھی

بتایا ہے کہ اہلِ افک میں سے حسان ابن ثابت، مسطح ابن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش کے علاوہ دوسرے افراد کے نام معلوم نہیں سوائے اس کے کہ وہ ایک گروہ تھا۔

عروہ کا کہنا ہے کہ بی بی عائشہ اپنی موجودگی میں حسان پر سب گوارا نہیں کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں کہ یہی حسان تو ہے جس نے یہ شعر کہا تھا: ''میرا باپ دادا اور میری عزت ناموسِ محمدؐ کی ڈھال ہیں''۔

بی بی کہتی ہے کہ پھر ہم مدینہ میں آئے، میں بیمار پڑ گئی اور ایک ماہ تک بیمار رہی جب کہ لوگ اہلِ افک کی باتیں سن رہے تھے۔ مجھے کسی بات کا علم نہ تھا۔ البتہ مجھے کچھ کچھ شبہ سرورِ کونینؐ کے رویہ سے ہوتا تھا کیونکہ آپ کی طرف سے وہ لطف و مدارت نہ تھی جو قبل ازیں میرے ایامِ مرض میں میرے ساتھ فرماتے تھے۔ آپ میرے پاس آتے، سلام کرتے اور کہتے تیکم کیسے ہے؟ پھر پلٹ جاتے؟ یہی بات میرے لیے تشویش کا باعث تھی۔ جب ذرا طبیعت سنبھلی تو میں اُم مسطح کے ساتھ رفع حاجت کے لیے مناصع کی طرف باہر نکلی۔

ہمارا معمول عام عربوں کا سا تھا کہ ہم رات کے رات باہر جاتی تھیں۔ ہمیں گھروں کے قریب لیٹرینز بناتے ہوئے کراہت محسوس ہوتی تھی۔ چنانچہ میں اور اُم مسطح بنت ابورہم ابن عبدالمطلب ابن عبدمناف جس کی ماں صخرا بن عامر کی بیٹی اور ابوبکر کی خالہ تھی اور اس کا بیٹا مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب

اور چل دیئے، وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ میں عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھی نہ تو ان کا جسم بھاری بھرکم ہوتا تھا اور نہ ہی زیادہ گوشت ہوتا تھا۔ انتہائی قلیل مقدار میں کھانا کھاتی تھیں اور پھر میں تو ویسے بھی نوخیز لڑکی تھی۔ اس لیے عماری میں میرے نہ ہونے کو اٹھانے والوں نے محسوس تک نہ کیا۔

لشکر جاچکنے کے بعد مجھے ہار مل گیا۔ میں لشکر گاہ میں پلٹی، دیکھا تو وہاں کوئی متنفس نہ تھا۔ میں جہاں ٹھہری ہوئی تھی وہیں چلی آئی۔ میرا خیال تھا کہ جب انہیں میرے نہ ہونے کا علم ہوگا تو پلٹ آئیں گے۔ میں بیٹھی تھی کہ میری آنکھوں کو نیند نے بوجھل کردیا۔ چنانچہ میں سوگئی۔

صفوان ابن معطل سلمی ذکوانی لشکر کے پیچھے تھا۔ وہ میری قیام گاہ پر آیا۔ اسے سوتے ہوئے انسان کا ہیولا نظر آیا۔ اس کے اُونٹ بٹھانے کی آواز سے میں جاگ گئی۔ میں نے چہرہ چادر میں چھپا لیا۔ بخدا ہم نے آپس میں ایک بات تک نہیں کی اور نہ ہی صفوان کے منہ سے میں نے اُونٹ بٹھانے کی آواز کے علاوہ کوئی بات سنی۔ اس نے سواری کے گھٹنے پر پاؤں رکھا، میں اٹھی اور سوار ہوگئی۔ وہ سواری کی مہار پکڑ کر چلنے لگا حتیٰ کہ ہم لشکر میں آغاز دوپہر کو پہنچے، لشکر اترا ہوا تھا بس جسے ہلاک ہونا تھا وہ ہلاک ہوگیا اور افک کا بیڑا اٹھانے والا عبداللہ ابن ابی سلول تھا۔

عروہ کا کہنا ہے کہ عبداللہ اس واقعہ کو شہرت دیتا تھا، جگہ جگہ بیان کرتا تھا اور اچھی خاصی رنگ آمیزی کیا کرتا تھا۔ عروہ نے یہ بھی

بتایا ہے کہ اہلِ افک میں سے حسان ابن ثابت، مسطح ابن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش کے علاوہ دوسرے افراد کے نام معلوم نہیں سوائے اس کے کہ وہ ایک گروہ تھا۔

عروہ کا کہنا ہے کہ بی بی عائشہ اپنی موجودگی میں حسان پر سب گوارا نہیں کرتی تھیں اور کہا کرتی تھیں کہ یہی حسان تو ہے جس نے یہ شعر کہا تھا: ''میرا باپ دادا اور میری عزت ناموسِ محمدؐ کی ڈھال ہیں''۔

بی بی کہتی ہے کہ پھر ہم مدینہ میں آئے، میں بیمار پڑ گئی اور ایک ماہ تک بیمار رہی جب کہ لوگ اہلِ افک کی باتیں سن رہے تھے۔ مجھے کسی بات کا علم نہ تھا۔ البتہ مجھے کچھ کچھ شبہ سرورِ کونینؐ کے رویہ سے ہوتا تھا کیونکہ آپ کی طرف سے وہ لطف و مدارت نہ تھی جو قبل ازیں میرے ایامِ مرض میں میرے ساتھ فرماتے تھے۔ آپ میرے پاس آتے، سلام کرتے اور کہتے تیکم کیسے ہے؟ پھر پلٹ جاتے؟ یہی بات میرے لیے تشویش کا باعث تھی۔ جب ذرا طبیعت سنبھلی تو میں اُم مسطح کے ساتھ رفع حاجت کے لیے مناصع کی طرف باہر نکلی۔

ہمارا معمول عام عربوں کا سا تھا کہ ہم رات کے رات باہر جاتی تھیں۔ ہمیں گھروں کے قریب لیٹرینز بناتے ہوئے کراہت محسوس ہوتی تھی۔ چنانچہ میں اور اُم مسطح بنت ابورہم ابن عبدالمطلب ابن عبدمناف جس کی ماں صخرا بن عامر کی بیٹی اور ابوبکر کی خالہ تھی اور اس کا بیٹا مسطح بن اثاثہ بن عباد بن عبدالمطلب

تھا، باہر گئیں۔ رفعِ حاجت سے فارغ ہو کر جب ہم واپس پلٹ رہی تھیں تو اُم مسطح چادر میں پھسل گئی۔ اس نے کہا: ''لعنت ہے مسطح پر میں نے کہا تو نے بہت بُرے لفظ کہے ہیں۔ کیا ایسے شخص کو گالی دیتی ہے جو مجاہدین بدر سے ہے''۔

اس نے کہا: اے عزیزہ! کیا تو نے نہیں سنا جو کچھ اس نے کہا ہے۔ میں نے کہا: اس نے کیا کہا ہے؟ چنانچہ اس نے اہلِ افک کا پورا واقعہ مجھے سنا دیا۔ بی بی عائشہ کہتی ہیں کہ میرے مرض میں اور اضافہ ہو گیا۔ جب میں گھر پہنچ گئی۔ سرورِ کونینؐ میرے پاس آئے، سلام کیا اور کہا: تیکم، کیسے ہے؟ میں نے کہا: کیا آپؐ مجھے میرے والدین کے گھر جانے کی اجازت دیتے ہیں؟ میرا مقصد یہ تھا کہ میں وہاں جا کر اس واقعہ کی تفصیلات معلوم کروں گی۔ آپؐ نے مجھے اجازت دے دی (میں گھر آئی تو) ماں سے کہا: ماں! لوگ کیا کہہ رہے ہیں؟

میری ماں نے جواب دیا: بیٹی! ایسی باتوں کو محسوس نہیں کیا کرتے۔ جب بھی کوئی بیوی اپنے شوہر کی نگاہوں میں محبوبہ ہو اور اس کی سوکنیں بھی ہوں تو اس کے خلاف بکثرت باتیں کی جاتی ہیں۔

میں نے کہا: سبحان اللہ! لوگ (طرح طرح کی) باتیں کر رہے ہیں۔ میں وہ رات روتی رہی، نہ میرے آنسو تھمے اور نہ ہی میری آنکھوں میں نیند آئی۔ روتے روتے صبح ہو گئی۔ سرورِ کونینؐ نے علی ابن ابوطالبؑ اور اسامہ ابن زید کو بلایا تا کہ ان سے اپنی بیوی

کو طلاق دے دینے کے بارے میں مشورہ لے۔ چنانچہ اسامہ بن زید نے تو وہی مشورہ دیا جو وہ جانتا تھا اور جو اسے محبت تھی، اس نے کہا: ہمیں تو آپ کی بیوی میں نیکی کے سوا کچھ معلوم نہیں اور علیؑ نے کہا: یارسولؐ اللہ! اللہ نے آپ پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ اور اس کے سوا عورتیں بھی بہت ہیں۔ ویسے آپ کنیز سے پوچھ لیں وہ آپ کو صحیح صحیح بتا دے گی۔

آپ نے بریرہ کو بلایا اور فرمایا: بریرہ کیا تو نے کبھی کوئی ایسی بات دیکھی ہے جس نے تجھے مشکوک کیا ہو؟ بریرہ نے کہا: آپ کو مبعوث برسالت کرنے والے کی قسم میں کوئی بات نہ چھپاؤں گی۔ میں تو صرف اتنا جانتی ہوں کہ یہ نوخیز لڑکی ہے۔ اپنا گوندھا ہوا آٹا بھی بھول جاتی ہے۔ بکری آتی ہے اور وہ کھا جاتی ہے۔

بی بی عائشہ کہتی ہے کہ سرورِ کونینؐ اُٹھے، عبداللہ ابن سلول کے متعلق منبر پر کھڑے ہو کر یوں کہا:

اے مسلمانو! کوئی ہے جو مجھے ایسے شخص سے نجات دلائے جس نے مجھے میرے اہلِ خانہ کے معاملہ میں تکلیف پہنچائی۔ بخدا مجھے اپنی بیوی کے متعلق نیکی کے سوا کچھ بھی معلوم نہیں۔ اور ان لوگوں نے ایسے آدمی کا نام لیا ہے جو کبھی خلوت میں میری بیوی کے پاس گیا بھی نہیں بلکہ جب بھی گیا میرے ساتھ ہی گیا۔

بنی اشہل سے سعد ابن معاذ اُٹھا اور کہا: یارسولؐ اللہ! میں آپ کو نجات دلاؤں گا۔ اگر اوس سے ہوا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا اور اگر ہمارے بھائی بنی خزرج سے ہوا اور آپ نے حکم دیا۔ تو

ہم آپ کے حکم کی تعمیل کریں گے۔
پھر بنی خزرج کا ایک آدمی اُٹھا، اُم حسان بنت عمر اسی کی لڑکی تھی۔ یہ بنی خزرج کا سردار سعد ابن عبادہ تھا۔ یہ شخص قبل ازیں نیک سیرت تھا لیکن قبائلی غیرت اس پر غالب آ گئی اور سعد سے کہنے لگا: تو جھوٹ کہہ رہا ہے، نہ تو اسے قتل کرے گا اور نہ ہی اس کے قتل پر تو قادر ہے۔
اسید ابن حضیر جو سعد کا چچازاد تھا، اُٹھا اور سعد ابن عبادہ سے کہا: بخدا تو جھوٹ کہہ رہا ہے، ہم ضرور اسے قتل کریں گے تو منافق ہے اور منافقین کی طرفداری میں بول رہا ہے۔
دونوں قبیلے اوس اور خزرج کھڑے ہوکر آمادہ جنگ ہوگئے۔ سرورِ کونینؐ منبر پر کھڑے تھے، سرورِ کونینؐ دونوں قبائل کو حوصلہ دلاتے رہے حتیٰ کہ وہ بھی خاموش ہوگئے۔
میں نے یہ دن بھی روتے ہوئے گزارا۔ نہ آنسو تھمے اور نہ نیند آئی۔ میں دو راتیں اور ایک دن رہ چکی تھی۔ میرے والدین میرے پاس بیٹھے تھے۔ ایسے لگتا تھا جیسے یہ گریہ میرے جگر کو کباب کردے گا۔ میرے والدین میرے پاس ہی بیٹے تھے۔ میں رو رہی تھی کہ ایک انصاری عورت نے مجھ سے اجازت مانگی۔ میں نے اجازت دے دی۔ وہ بھی میرے پاس بیٹھ کر رونے لگی۔ ہم تمام اسی حالت میں بیٹھے تھے کہ سرورِ کونینؐ آگئے اور میرے پاس بیٹھ گئے قبل ازیں اس واقعہ کے بعد میرے پاس کبھی نہ بیٹھے تھے۔

ایک ماہ گزر چکا تھا میرے سلسلہ میں کوئی وحی وغیرہ نہیں ہوتی تھی۔ سرورِ کونینؐ نے کلمۂ شہادت پڑھا، پھر کہا: عائشہ تیرے متعلق مجھے ایسی ایسی بات پہنچی ہے اگر تو بری ہے تو اللہ تجھے بری کردے گا اور اگر تو نے گناہ کا ارادہ کرلیا تھا تو اللہ سے معافی مانگ اور توبہ کر۔ انسان جس وقت گناہ کا اعتراف کرلیتا ہے اور پھر توبہ کرتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔

جب سرورِ کونینؐ نے اپنی بات ختم کرلی، میرا خون خشک ہوگیا اور مجھے معلوم ہوتا تھا کہ میرے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی نہیں ہے۔ میں نے اپنے باپ سے کہا کہ آپ میری طرف سے جواب دیں۔

میرے باپ نے کہا: بخدا مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ میں کیا کہوں۔ پھر میں نے اپنی ماں سے کہا کہ تم میری طرف سے جواب دے۔ میری ماں نے کہا: بخدا مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آتا کہ کیا عرض کروں۔

میں خود نوخیز لڑکی تھی اتنا زیادہ قرآن بھی نہیں پڑھا تھا لیکن میں نے عرض کیا: مجھے یقین ہوچلا ہے کہ آپ سب نے یہ بات سن لی ہے اور وہ آپ کے ذہنوں میں گھر کرچکی ہے۔ آپ اسے تسلیم کرچکے ہیں اگر میں کہہ دوں کہ میں بے گناہ ہوں تو آپ میری بات نہیں مانیں گے اور اگر میں اقبالِ جرم کرلوں تو اللہ جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں لیکن تم مان لوگے۔ بخدا اب میری اور آپ کی مثال یعقوب ایسی ہے۔ جب اس نے کہا تھا: صبر جمیل ہے

اور تمہاری باتوں میں اللہ میرا مددگار ہے۔ پھر میں نے منہ دوسری طرف کر لیا اور لیٹ گئی۔ خدا جانتا ہے کہ اس وقت بے گناہ ہوں اور اللہ مجھے بری کرے گا۔

لیکن مجھے قطعاً یہ خیال تک نہ تھا کہ اللہ میری شانؓ میں وحی بھیجے گا جو ہمیشہ تلاوت کی جاتی رہے گی۔ میرے اپنے خیال کے مطابق میں اس بات سے کہیں پست تھی کہ اللہ میری شان میں کوئی بات کرے گا۔ البتہ مجھے یہ خیال آتا تھا، سرورِ کونینؐ میری برأت کے سلسلہ میں کوئی خواب دیکھیں گے۔

بخدا ابھی تک سرورِ کونینؐ اسی جگہ بیٹھے تھے اور اہلِ خانہ میں سے کوئی بھی باہر نہیں گیا تھا کہ سرورِ کونینؐ پر وہ کیفیت طاری ہوگئی جو بوقت وحی طاری ہوتی تھی اور انتہائی سردی کے دن بھی آپؐ کی پیشانی سے موتیوں کی طرح پسینہ کے قطرے گرتے تھے۔ جب سرورِ کونینؐ سے وہ کیفیت دُور ہوئی تو آپ مسکرا رہے تھے اور سب سے پہلا لفظ جو آپ کے منہ سے نکلا وہ یہ تھا کہ: اے عائشہ! اللہ نے تجھے بری کر دیا ہے۔

میری ماں نے مجھے کہا: اُٹھ رسولؐ اللہ کی طرف، میں نے کہا: بخدا رسولؐ اللہ کی طرف نہیں اُٹھوں گی اور نہ ہی میں خدا کے سوا کسی کی تعریف کروں گی۔ آیت یہ تھی: ''وہ لوگ جو افک کا واقعہ لاتے ہیں''...... دس آیات تھیں، اللہ نے میری برأت میں نازل کیں۔

ابوبکر مسطح ابن اثاثہ کی قرابت کی بدولت اسے وظیفہ دیا کرتا تھا۔ اس نے کہا: بخدا مسطح کے اس واقعۂ افک کے بعد ایک کوڑی بھی

اسے نہ دوں گا۔ پھر خداوند عالم نے یہ آیت نازل کی۔
تم میں سے کشادہ دست افراد، غفور رحیم تک نازل کی۔ جس کے بعد ابوبکر نے کہا: کیوں نہیں، بخدا میں چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے بخش دے چنانچہ انہوںؓ نے مسطح کا وظیفہ دوبارہ شروع کردیا اور کہا کہ بخدا اب کبھی بھی واپس نہ لوں گا۔
بی بی کہتی ہیں کہ سرورِ کونینؐ نے بنت جحش سے میرے متعلق پوچھا کہ تو کیا جانتی ہے اور کیا دیکھا ہے۔ اس نے کہا: یارسولؐ اللہ! میرے کان بہرے اور آنکھیں اندھی ہو جائیں۔ بخدا میں نے نیکی کے سوا کچھ بھی نہیں دیکھا۔ حالانکہ زینب ہی مجھے بہت زچ کیا کرتی تھی لیکن اللہ نے اسے پرہیزگاری کے سبب بچا لیا۔ البتہ اس کی بہن حمنہ اس سے اُلجھتی رہتی تھی اور وہ دوسرے ہلاک والوں کے ساتھ ہلاک ہوگئی"۔

جائزہ

جلد اول، حدیث ۲۴۷۳ سے حسب ذیل نکات میں مختلف ہے:

- زیرِ نظر حدیث میں اہلِ افک میں سے تین اور افراد کے نام بتائے گئے ہیں: حسان ابن ثابت، مسطح ابن اثاثہ اور حمنہ بنت جحش۔
- زیرِ نظر حدیث میں گھروں کے قریب لیٹرینز نہ بنانے کی وجہ اذیت بتادی گئی ہے۔
- زیرِ نظر حدیث میں اُم مسطح کے والدین کا تعارف کرایا گیا ہے کہ اُم مسطح کا باپ عبدالمطلب کا بیٹا ابورہم تھا۔ گویا اُم مسطح سرورِ کونینؐ کی چچازاد تھی۔ اس لحاظ سے مسطح سرورِ کونینؐ کا عزیز تھا اور اُم مسطح کی ماں صخر ابن عامر کی بیٹی اور ابوبکر کی خالہ تھی گویا اُم مسطح ابوبکر کی خالہ زاد بہن تھی اور مسطح ابوبکر کا بھی عزیز تھا۔

* زیرِ نظر حدیث میں مسطح کا تعارف بھی کرایا گیا ہے کہ وہ اثاثہ ابن عباد ابن عبدالمطلب کا بیٹا تھا۔ گویا مسطح سرورِ کونینؐ کے چچازاد اثاثہ ابن عباد کا بیٹا تھا۔
* زیرِ نظر حدیث میں بی بی نے یہ احسان بھی فرمایا کہ یہ وضاحت کردی کہ ایک ماہ تک وحی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا بلکہ صرف میرے سلسلہ میں ذاتِ احدیت خاموش رہی ورنہ جلد اول، ص ۲۴۷۳ میں تو بی بی نے ایک ماہ تک وحی کو بالکل بند رکھا کہ مجھ جیسے غریبوں کو تو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا تھا۔

(۱۴) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ۷۶۱، حدیث ۱۶۹۶۔

هشام عن ابیه عن عائشة قالت هلکت قلاوة لاسماء فبعث النبیؐ فی طلبها رجالا فحضرت الصلوٰة ولیسوا علی وضوءٍ ولم یجدوا ماءً فصلوا وهم علی غیر وضوءٍ فانزل اللّٰه یعنی آیة التیمم

"ہشام اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ اسماء کا ہار گم ہوگیا۔ سرورِ کونینؐ نے اسے تلاش کرنے کی خاطر کچھ لوگوں کو بھیجا، اتنے میں نماز کا وقت ہوگیا جب کہ قافلہ کو وضو نہ تھا اور نہ ہی وضو کے لیے پانی مل سکا چنانچہ بلاوضو نماز پڑھی گئی۔ بعدازاں اللہ نے آیت تیمّم نازل کردی"۔

(۱۵) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ۷۷۰، حدیث ۱۷۲۰

قاسم عن ابیه عن عائشة قالت خرجنا مع رسول اللّٰه فی بعض اسفاره حتّی اذا کنا بالبیداء او بذات الجیش انقطع عقدلی فاقام رسول اللّٰه علی التماسه واقام الناس معه ولیسوا علی ماء ولیس معهم ماء فاتی الناس

الی ابی بکر فقالوا لا تریٰ ما صنعت عائشۃ اقامت برسول اللّٰہ وبالناس ولیسوا علی ماءٍ ولیس معھم ماء فجاء ابوبکر ورسول اللّٰہ واضع راسہ علی فخذی قد قام فقال حبست رسول اللّٰہ والناس ولیسوا علی ماء ولیس معھم ماء قالت عائشۃ فعاتبنی ابوبکر وقال ماشاء اللّٰہ ان یقول وجعل یطعننی بیدہ فی خاصرتی ولا یمنعنی من التحرك الامکان رسول اللّٰہ علی فخذی فقام رسول اللّٰہ حتٰی اصبح علی غیر ماء فانزل اللّٰہ آیۃ التیمم فقال اسید ابن حضیر ما ھی باول برکتکم یا آل ابی بکر قالت فبعثنا البعیر الذی علیہ فاذا العقد تحتہ

''قاسم اپنے والد کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ہم کسی سفر میں سرورِ کونینؐ کے ساتھ گئے۔ جب ہم بیداء یا ذات الجیش میں تھے میرا ہار گم ہوگیا۔ سرورِ کونینؐ اس کی تلاش میں رُک گئے۔ دوسرے لوگ بھی آپ کے ساتھ رک گئے۔ نہ تو قافلہ کے پاس پانی تھا اور نہ ہی جہاں رُکے وہاں پانی تھا۔ لوگ ابوبکر کے پاس آئے اور شکوہ کیا کہ بی بی کا حال دیکھیں کہ اس نے سرورِ کونینؐ اور دوسرے قافلہ کو ایسی جگہ روک رکھا ہے جہاں پانی نہیں ہے۔ ابوبکر آئے تو سرورِ کونینؐ میری ران پر سر رکھے سو رہے تھے۔ ابوبکر نے مجھے سخت سست کہنا شروع کیا اور ساتھ ہی میری کمر میں ہاتھ سے ٹھونگے مارنے لگے۔ سرورِ کونینؐ کی

بدولت میں نہ ہل سکتی تھی۔ سرورِ کونینؐ بیدار ہوئے، کوئی پانی وغیرہ نہ تھا۔ اللہ نے آیت تیمم نازل کی۔ اسید ابن حضیر نے کہا: اے آلِ ابوبکر! یہ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے جس اُونٹ پر میں سوار تھی جب اسے اٹھایا گیا تو ہار اس کے نیچے پڑا تھا۔

(۱۹) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ۱۷۷، حدیث ۱۷۲۱

قاسم عن ابیه عن عائشة سقطت قلادة لی بالبیداء ونحن داخلون المدینة فاناخ النبیؐ ونزل فثنٰی رأسه فی حجری راقدًا اقبل ابوبکر فلکنزنی لکزة شدیدة وقال حبست الناس فی قلادة فبی الموت لمکان رسول اللّٰه وقد او جعنی ثم ان النبیؐ استیقظ وحضرت الصبح فالتمس الماء فلم یوجد فنزلت یاایها الذین اٰمنوا اذا قمتم الی الصلٰوة – فقال اسید ابن حضیر لقد بارك اللّٰه الناس فیکم یا آل ابی بکر ما انتم الا برکة لهم

''قاسم اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ جب ہم داخلِ مدینہ ہونے والے تھے میرا ہار بیداء میں گر گیا۔ سرورِ کونینؐ نے اُونٹ بٹھایا، اُترے اور میری جھولی میں سر رکھ کر سو گئے۔ ابوبکر آیا اور مجھے ایسا مکا رسید کیا کہ میرے لیے موت سے کم نہ تھا لیکن سرورِ کونینؐ کی بدولت میں ہل بھی نہ سکی اور کہا: ایک معمولی سے ہار کے عوض تو نے لوگوں کو روک رکھا ہے۔ سرورِ کونینؐ بیدار ہوئے، صبح ہوگئی۔ آپؐ نے پانی مانگا لیکن پانی نہ ملا تو اللہ نے آیت تیمم نازل کی۔ اسید بن حضیر نے کہا:

اے آلِ ابی بکر اللہ نے لوگوں کے لیے تمہاری بدولت برکت رکھی ہے جہاں تم پر ہو ان کے لیے برکت ہے"۔

(۱۷) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ۸۱۸، حدیث ۱۸۰۱

عبید اللّٰہ ابن عبداللّٰہ عن عائشۃ حین قال لہا اہل الافک ما قالوا فبراھا اللّٰہ – قال النبیؐ ان کنت بریئۃ فسیبرئك اللّٰہ وان کنت المت بذنب فاستغفری اللّٰہ وتوبی الیہ قلت انی واللّٰہ لا اجد مثلًا الا ابا یوسف فصبر جمیل واللّٰہ المستعان علی ما تصفون وانزل اللّٰہ ان الذین جاؤوٗ بالافك – العشر الآیات

"عبید اللہ ابن عبداللہ اُم المومنین عائشہ کی حدیث افک سے نقل کرتا ہے کہ جب اہلِ افک نے اسے کہا جو کہا۔ پھر اللہ اسے بری قرار دے دیا۔ سرورِ کونینؐ نے فرمایا: اگر تو بری ہے تو اللہ تجھے بری کرے گا اور اگر تو نے گناہ کا ارادہ کرلیا تھا تو معافی مانگ اور توبہ کر۔ میں نے کہا: بخدا میرے پاس یعقوب کی مثال ہے۔ بہترین صبر اور تمہاری گفتار میں اللہ میرا معاون ہے۔ پھر اللہ نے ان الذین جاء و بالافك دس آیات نازل کیں"۔

(۱۸) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ۸۱۸، حدیث ۱۸۰۲

مسروق ابن اجدع من ام رومان وھی ام عائشۃ قال بین انا وعائشۃ اخذتها الحمٰی فقال النبیؐ لعلی فی حدیث تحدث قالت نعم وقعدت عائشۃ قالت مثلی ومثلکم کیعقوب وبنیہ واللّٰہ المستعان علٰی ما تصفون

''مسروق اُم المومنین عائشہ کی والدہ اُم رومان سے نقل کرتا ہے کہ عائشہ ہمارے گھر میں تھی، اسے بخار تھا۔ سرورِ کونینؐ نے فرمایا: شاید اس تہمت کے رنج سے بخار آیا ہے۔ عائشہ نے کہا: ہاں اور اُٹھ کر بیٹھ گئی اور کہا: میری اور آپ کی مثال بالکل حضرت یعقوبؑ اور ان کے بیٹے حضرت یوسفؑ کی ہے کہ ان کے بھائیوں نے بہانہ بنایا ہے جسے حضرت یعقوبؑ نے سن کر فرمایا: فصبرجمیل۔

(۱۹) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ۸۶۱، حدیث ۱۸۶۰

عروة عن عائشة والذی تولٰی کبرہ قالت عبداللّٰه ابن ابی ابن ابی سلول

''عروہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ والذی تولٰی کبرہ سے مراد عبداللہ ابن ابی ابن سلول ہے''۔

(۲۰) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ۸۶۲، حدیث ۱۸۶۱

عتبة ابن مسعود عن حدیث عائشة حین قال، اهل الافك ما قالوا فبراها اللّٰه مما قالوا ان عائشة زوج النبی قالت کان رسول اللّٰه اذا اراد ان یخرج اقرع بین ازواجه فایتهن خرج سهمها خرج بها معه قالت عائشة فاقرع بیننا فی غزوة غزاها فخرج سهمی فخرجت مع رسول اللّٰه بعد ما نزل الحجاب فانا احمل فی هودج وانزل فیه فسرنا حتٰی اذا فرغ رسول اللّٰه من غزوته تلك وقفل ودنونا من المدینة قافلین اذن لیلة

بالرحيل فقمت حين اذنوا بالرحيل فمشيّت حتّٰى جاوزت الجيش فلما قضيت شأني اقبلت الى رحلي فاذا عقد لي من جزع اظفار قد انقطع فالتمست عقدي وحبسني ابتغاءه واقبل الرهط الذين كانوا يرحلون لي فاحتملوا هودجي فرحلوه علٰى بعيري الذي كنت ركبت وهم يحسبون اني فيه وكان النساء اذ ذاك خفافًا لم يثقلهن اللحم انما تاكلن العلقة من الطعام فلم يستنكر القوم خفة الهودج حين رفعوه وكنت جارية حديثة السن فبعثوا لجمل وساروا فوجدت عقدي بعد ما استمر الجيش فجئت منازلهم وليس بها داع ولا مجيب فاممت منزلي الذي كنت به وظننت انهم سيفقدوني فيرجعون الي فبين انا جالسة في منزل غلبتني عيني فنمت وكان صفوان ابن المعطل السلمي ثم الذكواني من وراء الجيش فارلج فاصبح عند منزلي فراى سواد انسان نائم فاتاني فعرفني حين رأني وكان يراني قبل الحجاب فاستيقظت باسترجاعه حين عرفني فخمرت وجهي بجلبابي والله ما كلمني كلمة ولاسمعت منه كلمة غير استرجاعه حتّٰى اناخ الراحلة فوطئي علٰى يديها فركبتها فانطلق يقود بي الراحلة حتّٰى اتينا الجيش بعد ما نزلوا موغرين في نحر الظهيرة فهلك من هلك وكان الذي تولّٰى الافك

عبداللّٰہ ابن ابی ابن سلول فقد منا المدینة فاشتکیت حین قدمت شهرًا والناس یفیضون فی قول اصحاب الافك لا اشعر بشیيءٍ من ذٰلك وهو یریبنی فی وجهی انی لا اعرف من رسول اللّٰہ اللطف الذی کنت اری فیه حین اشتکی انما یدخل علی رسول اللّٰہ فیسلم ثم یقول کیف تیکم ثم ینصرف فذاك الذی یریبنی ولا اشعر حتّٰی خرجت بعد ما نقهت فخرجت ومعی ام مسطح قبل المناصع وهو متبرزنا وکنا لا نخرج الا لیلًا الی لیل وذلك قبل ان نتخذ الکنف قریبًا من بیوتنا وامرنا امر العرب الاول فی التبرز قبل الغائط فکنا نتاذی بالکنف ان نتخذها عند بیوتنا فانطلقت انا وام مسطح وهی ابنة ابی رهم ابن عبد مناف وامها بنت صخر ابن عامر خالة ابی بکر وابنها مسطح ابن اثاثه فاقبلت انا وام مسطح قبل بیتی قد فرغنا من شاننا عثرت ام مسطح فی مرطها فقالت تعس مسطح فقلت بئس ما قلت أتسبین رجلا شهد بدرًا قالت ای هنتاه او لم تسمعی ما قال قالت قلت وما قال فاخبرتنی بقول اهل الافك فازدوت مرضًا علی مرضی قالت فلما رجعت الی بیتی ودخل علی رسول اللّٰہ ثم قال کیف تیکم فقلت أتاذن لی ان آتی ابوی قالت وانا حینئذٍ اریدان استیقن الخبر من قبلهما قالت فاذن لی رسول

اللّٰه فجئت ابوی فقلت لامی یا امتاه ما یتحدث الناس فقالت یابنیة هو فی علیك فواللّٰه لقلما كانت امرأة قط وضیئة عند رجل یحبها ولا ضرائر الا كثرن علیها ـــــ فقلت سبحان اللّٰه ولقد تحدث الناس بهذا قالت فبكیت تلك اللیلة حتٰی اصبحت لا یرقألی دمع ولا اكتحل بنوم حتٰی اصبحت ابكی فدعا رسول اللّٰه علی ابن ابی طالب واسامة ابن زید حین استلبث الوحی یستامرها فی فراق اهله – قالت فاما اسامة ابن زید فاشار علی رسول اللّٰه بالذی یعلم من البرأة فی اهله وبالذی یعلم لهم من نفسه من الود – فقال یارسول اللّٰه اهلك وما نعلم الا خیرًا وما علی ابن ابی طالب فقال یارسول اللّٰهٖ لم یضیق اللّٰه علیك والنساء سواها كثیر وان تسأل الجاریة تصدقك قالت فدعا رسول اللّٰه البریرة فقال ای بریرة ـــــ فقالت لا والذی بعثك بالحق ان رأیت علیها امرا اغمضه علیها اكثر من انها جاریة حدیثة السن تنام عن عجین اهلها فتاتی الداجن فتاكله فقام رسول اللّٰه فاستعذر یومئذ من عبداللّٰه ابن ابی ابن سلول فقال رسول اللّٰه وهو علی المنبر یامعشر المسلمین من یعذرنی فی رجل قد بلغنی اذاه فی اهل بیتی فواللّٰه ما علمت اهلی الا خیرًا وما كان یدخل علی اهلی الا معی فقام سعد ابن معاذ

عبداللّٰہ ابن ابی ابن سلول فقد منا المدینة فاشتکیت
حین قدمت شهرًا والناس یفیضون فی قول اصحاب
الافک لا اشعر بشیء من ذٰلک وهو یرینبی فی وجهی
انی لا اعرف من رسول اللّٰہ اللطف الذی کنت اری
فیه حین اشتکی انما یدخل علی رسول اللّٰہ فیسلم ثم
یقول کیف تیکم ثم ینصرف فذاك الذی یریبنی ولا
اشعر حتّٰی خرجت بعد ما نقهت فخرجت ومعی ام
مسطح قبل المناصع وهو متبرزنا وکنا لا نخرج الا
لیلًا الی لیل وذلک قبل ان نتخذ الکنف قریبًا من
بیوتنا وامرنا امر العرب الاول فی التبرز قبل الغائط
فکنا نتاذی بالکنف ان نتخذها عند بیوتنا فانطلقت
انا وام مسطح وهی ابنة ابی رهم ابن عبد مناف وامها
بنت صخر ابن عامر خالة ابی بکر وابنها مسطح ابن
اثاثه فاقبلت انا وام مسطح قبل بیتی قد فرغنا من
شاننا عثرت ام مسطح فی مرطها فقالت تعس مسطح
فقلت بئس ما قلت أتسبین رجلا شهد بدرًا قالت ای
هنتاه او لم تسمعی ما قال قالت قلت وما قال فاخبرتنی
بقول اهل الافک فازدوت مرضًا علی مرضی قالت فلما
رجعت الی بیتی ودخل علی رسول اللّٰہ ثم قال کیف
تیکم فقلت أتاذن لی ان آتی ابوی قالت وانا حینئذٍ
ارید ان استیقن الخبر من قبلهما قالت فاذن لی رسول

اللّٰہ فجئت ابوی فقلت لامی یا امتاہ ما یتحدث الناس فقالت یابنیة هو فی علیك فواللّٰہ لقلما كانت امرأة قط وضیئة عند رجل یحبها ولا ضرائر الا كثرن علیها ــــــ فقلت سبحان اللّٰہ ولقد تحدث الناس بهذا قالت فبكیت تلك اللیلة حتٰی اصبحت لا یرقألی دمع ولا اكتحل بنوم حتٰی اصبحت ابكی فدعا رسول اللّٰہ علی ابن ابی طالب واسامة ابن زید حین استلبث الوحی یستامرها فی فراق اهله – قالت فاما اسامة ابن زید فاشار علی رسول اللّٰہ بالذی یعلم من البرأة فی اهله وبالذی یعلم لهم من نفسه من الود – فقال یارسول اللّٰہ اهلكَ وما نعلم الا خیرًا وما علی ابن ابی طالب فقال یارسول اللّٰفه لم یضیق اللّٰہ علیك، والنساء سواها كثیر وان تسأل الجاریة تصدقك قالت فدعا رسول اللّٰہ البریرة فقال ای بریرة ــــــ فقالت لا والذی بعثك بالحق ان رأیت علیها امرا اغمضه علیها اكثر من انها جاریة حدیثة السن تنام عن عجین اهلها فتاتی الداجن فتاكله فقام رسول اللّٰہ فاستعذر یومئذ من عبداللّٰہ ابن ابی ابن سلول فقال رسول اللّٰہ وهو علی المنبر یامعشر المسلمین من یعذرنی فی رجل قد بلغنی اذاہ فی اهل بیتی فواللّٰہ ما علمت اهلی الا خیرًا وما كان یدخل علی اهلی الا معی فقام سعد ابن معاذ

الانصاری فقال یارسول اللّٰہ ان اعذرك منه ان كان من الاوس ضربت عنقه وان كان من اخواننا من الخزرج امرتنا ففعلنا امرك قالت فقام سعد ابن عبادة وهو سيد الخزرج وكان قبل ذلك رجلا صالحًا ولكن احتملته الحمية فقال لسعد كذبت لعمر اللّٰه لا تقتله ولا تقدر على قتله فقام اسيد ابن حضير وهو ابن عم سعد فقال لسعد ابن عبادة كذبت لعمراللّٰه لنقتلنه فانك منافق تجادل عن المنافقين تثاور الحيان الاوس والخزرج حتٰى هموا ان يقتتلوا ورسول اللّٰه قائم على المنبر فلم يزل رسول اللّٰه يخفضهم حتٰى سكتوا وسكت قالت فمكثت يومى ذلك لا يرقانى دمع ولا اكتحل بنوم قالت فاصبح ابواى عندى وقد بكيت ليلتين ويومًا لا اكتحل بنوم ولا يرقاى دمع ولا اكتحل يظنان ان البكاء خالق كبدى قالت فبينماهما جالسان عندى وانا ابك فاستاذنت على امرأة من الانصار فاذنت لها فجلست تبكى معي قالت فبينما نحن على ذلك مدخل علينا رسول اللّٰه ثم جلس قالت ولم يجلس عندى منذ قيل ما قيل قبلها وقد لبث شهرًا لا يوحى اليه فى شانى قالت فتشهد رسول اللّٰه حين جلس ثم قال اما بعد ياعائشة فانه قد بلغنى عنك كذا وكذا فان كنت برئية فسيبرك اللّٰه وان كنت الممت

بذنب فاستغفری اللّٰہ وتوبی الیہ فان العبد اذا اعتراف بذنبہ ثم تاب الی اللّٰہ تاب اللّٰہ علیہ قالت فلما قضی رسول اللّٰہ مقالتہ قلص دمعی حتّٰی ما احس منھا قطرۃ فقلت لابی اجب رسول اللّٰہ فیما قال - قال واللّٰہ ما ادری ما اقول لرسول اللّٰہ فقلت لامی اجیبی رسول اللّٰہ قالت ماادری ما اقول لرسول اللّٰہ قالت فقلت وانا جاریۃ حدیثۃ السن لا اقرء کثیرًا من القرآن انی واللّٰہ لقد علمت لقد سمعتم ھذا الحدیث حتّٰی استقر فی انفسکم فصدقتم بہ فان قلت لکم انی برئیۃ واللّٰہ یعلم انی بریئۃ لا تصدقونی بذلک ولئن اعترفت لکم بامر واللّٰہ یعلم انی برئیۃ لتصدقنی واللّٰہ ما اجد لکم مثلاً الا قول ابی یوسف قال فصبر جمیل واللّٰہ المستعان علی ما تصفون قالت ثم تحولت فاضطجعت علی فراشی قالت وانا حنیئذٍ اعلم انی برئیۃ وان اللّٰہ مبرئی ببراتی ولکن واللّٰہ ما کنت اظن ان اللّٰہ منزل فی شانی وحیا یتلی ولشانی فی نفسی کان احقر من ان یتکلم اللّٰہ فی بامریتلی ولکن کنت ارجو ان یری رسول اللّٰہ فی النوم رؤیا ایبرئنی اللّٰہ بھا قالت فواللّٰہ مادام رسول اللّٰہ ولا خزج احد من اھل بیت حتّٰی انزل علیہ فاخذہ ما کان یأخذہ من البرحاء حتّٰی انہ لینحدر منہ مثل الجمان من العرق وھو فی یوم شات من ثقل

ہم نیکی کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ لیکن علیؑ بن ابی طالب نے کہا: یارسولؐ اللہ! اللہ نے آپؐ کے لیے عورتوں میں کوئی حد نہیں رکھی اور اس کے سوا عورتیں بہت ہیں۔ ویسے آپؐ کنیز سے پوچھ لیں وہ آپ کو مطمئن کردے گی۔ آپؐ نے بریرہ کو بلایا اور اس سے پوچھا: بریرہ نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو نبی مبعوث کیا میں اس سے زیادہ نہیں جانتی کہ یہ نوخیز لڑکی ہے۔ اپنا آٹا رکھنا بھول جاتی ہے۔

سرورِ کونینؐ اُٹھے، منبر پر آئے اور فرمایا: اے مسلمانو! کوئی ہے جو مجھے ایسے شخص سے نجات دلائے جس نے میری بیوی کے متعلق مجھے اذیت دی۔ حالانکہ بخدا میں نیکی کے سوا کچھ بھی نہیں جانتا اور جس شخص کے متعلق کہا گیا ہے وہ کبھی بھی تنہا میری بیوی کے پاس نہیں جاتا تھا بلکہ جب بھی گیا میرے ساتھ ہی گیا۔ سعد ابن معاذ انصاری اُٹھا اور کہا: یارسولؐ اللہ! میں آپ کو اس سے نجات دلاؤں گا اگر اوس سے ہوا تو میں اس کا سر اُڑا دوں گا اور اگر ہمارے خزرجی بھائیوں سے ہوا اور آپؐ نے حکم دیا تو ہم بجالائیں گے۔

سعد ابن عبادہ جو بنی خزرج کا سردار تھا، اُٹھا۔ یہ شخص قبل ازیں صالح افراد سے تھا۔ لیکن قبائلی تعصب نے اسے مجبور کیا۔ کہنے لگا: بخدا، تو جھوٹ بک رہا ہے نہ تو اسے قتل کرے گا اور نہ ہی اسے قتل کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ سعد کا چچازاد اسید بن حضیر اُٹھا اور اس نے سعد ابن عبادہ سے کہا تو جھوٹ بک رہا ہے۔ ہم یقیناً اسے

قتل کریں گے تو منافق ہے اور منافقین کی طرفداری کرتا ہے۔
دونوں قبیلے اُٹھ گئے اور دونوں نے ایک دوسرے سے گتھ جانے کا ارادہ کرلیا۔ سرورِ کونینؐ منبر پر کھڑے تھے۔ آپؐ دونوں کو حوصلہ دلاتے رہے حتیٰ کہ وہ بھی خاموش ہوگئے اور سرورِ کونینؐ بھی خاموش ہوگئے۔

بی بی کہتی ہے کہ میں نے یہ سارا دن روتے ہوئے گزارا، نہ آنسو رکے اور نہ نیند آئی۔ میرے والدین بھی میرے ساتھ بیٹھ گئے۔ دو راتیں اور ایک دن میں رو چکی تھی۔ انھیں یقین ہوگیا کہ یہ گریہ میرے جگر کو کباب کردے گا۔ والدین میرے پاس بیٹھے تھے کہ ایک انصاریہ عورت نے آکر مجھ سے اجازت مانگی۔ میں نے اجازت دی تو وہ بھی میرے ساتھ آکر بیٹھ گئی اور رونے لگی۔ ہم اسی طرح بیٹھے تھے کہ سرورِ کونینؐ تشریف لائے اور میرے قریب بیٹھ گئے حالانکہ قبل ازیں اس واقعہ کے بعد آپؐ کبھی میرے پاس نہ بیٹھے تھے۔ ایک ماہ گزر چکا تھا اور آپؐ پر میرے سلسلہ میں وحی نہیں آئی تھی۔

آپؐ نے فرمایا: اے عائشہ! مجھے تیرے متعلق ایسی ایسی باتیں سننے میں آئی ہے اگر تو بری ہے تو اللہ تجھے بری کردے گا اور اگر تو نے گناہ کا ارادہ کرلیا تھا تو معافی مانگ اور بارگاہِ خدا میں توبہ کر کیونکہ جب انسان اقرارِ گناہ کرکے اللہ سے معافی مانگتا ہے تو وہ توبہ قبول کرلیتا ہے۔

جب سرورِ کونینؐ بات کرچکے تو میں نے باپ سے کہا: آپ میری

ہم نیکی کے سوا کچھ نہیں جانتے۔ لیکن علیؑ بن ابی طالب نے کہا: یارسولؐ اللہ! اللہ نے آپؐ کے لیے عورتوں میں کوئی حد نہیں رکھی اور اس کے سوا عورتیں بہت ہیں۔ ویسے آپؐ کنیز سے پوچھ لیں وہ آپ کو مطمئن کردے گی۔ آپؐ نے بریرہ کو بلایا اور اس سے پوچھا: بریرہ نے کہا: اس ذات کی قسم! جس نے آپ کو نبی مبعوث کیا میں اس سے زیادہ نہیں جانتی کہ یہ نوخیز لڑکی ہے۔ اپنا آٹا رکھنا بھول جاتی ہے۔

سرورِ کونینؐ اُٹھے، منبر پر آئے اور فرمایا: اے مسلمانو! کوئی ہے جو مجھے ایسے شخص سے نجات دلائے جس نے میری بیوی کے متعلق مجھے اذیت دی۔ حالانکہ بخدا میں نیکی کے سوا کچھ بھی نہیں جانتا اور جس شخص کے متعلق کہا گیا ہے وہ کبھی بھی تنہا میری بیوی کے پاس نہیں جاتا تھا بلکہ جب بھی گیا میرے ساتھ ہی گیا۔ سعد ابن معاذ انصاری اُٹھا اور کہا: یارسولؐ اللہ! میں آپ کو اس سے نجات دلاؤں گا اگر اوس سے ہوا تو میں اس کا سر اُڑا دوں گا اور اگر ہمارے خزرجی بھائیوں سے ہوا اور آپؐ نے حکم دیا تو ہم بجالائیں گے۔

سعد ابن عبادہ جو بنی خزرج کا سردار تھا، اُٹھا۔ یہ شخص قبل ازیں صالح افراد سے تھا۔ لیکن قبائلی تعصب نے اسے مجبور کیا۔ کہنے لگا: بخدا، تو جھوٹ بک رہا ہے نہ تو اسے قتل کرے گا اور نہ ہی اسے قتل کرنے کی طاقت رکھتا ہے۔ سعد کا چچازاد اسید بن حضیر اُٹھا اور اس نے سعد ابن عبادہ سے کہا تو جھوٹ بک رہا ہے۔ ہم یقیناً اسے

قتل کریں گے تو منافق ہے اور منافقین کی طرفداری کرتا ہے۔
دونوں قبیلے اُٹھ گئے اور دونوں نے ایک دوسرے سے گتھ جانے کا ارادہ کرلیا۔ سرورِ کونینؐ منبر پر کھڑے تھے۔ آپؐ دونوں کو حوصلہ دلاتے رہے حتیٰ کہ وہ بھی خاموش ہوگئے اور سرورِ کونینؐ بھی خاموش ہوگئے۔
بی بی کہتی ہے کہ میں نے یہ سارا دن روتے ہوئے گزارا، نہ آنسو رکے اور نہ نیند آئی۔ میرے والدین بھی میرے ساتھ بیٹھ گئے۔ دو راتیں اور ایک دن میں رو چکی تھی۔ انھیں یقین ہوگیا کہ یہ گریہ میرے جگر کو کباب کردے گا۔ والدین میرے پاس بیٹھے تھے کہ ایک انصاریہ عورت نے آ کر مجھ سے اجازت مانگی۔ میں نے اجازت دی تو وہ بھی میرے ساتھ آ کر بیٹھ گئی اور رونے لگی۔ ہم اسی طرح بیٹھے تھے کہ سرورِ کونین تشریف لائے اور میرے قریب بیٹھ گئے حالانکہ قبل ازیں اس واقعہ کے بعد آپؐ کبھی میرے پاس نہ بیٹھے تھے۔ ایک ماہ گزر چکا تھا اور آپؐ پر میرے سلسلہ میں وحی نہیں آئی تھی۔
آپؐ نے فرمایا: اے عائشہ! مجھے تیرے متعلق ایسی ایسی باتیں سننے میں آئی ہے اگر تو بری ہے تو اللہ تجھے بری کردے گا اور اگر تو نے گناہ کا ارادہ کرلیا تھا تو معافی مانگ اور بارگاہِ خدا میں توبہ کر کیونکہ جب انسان اقرارِ گناہ کرکے اللہ سے معافی مانگتا ہے تو وہ توبہ قبول کرلیتا ہے۔
جب سرورِ کونینؐ بات کرچکے تو میں نے باپ سے کہا: آپ میری

طرف سے سرورِ کونینؐ کو جواب دیں۔ اس نے کہا: بخدا میری سمجھ میں تو کچھ نہیں آتا کہ میں کیا کہوں؟ پھر میں نے اپنی ماں سے کہا کہ تو میری طرف سے جواب دے۔ میری ماں نے بھی کہا کہ میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔ میں خود ایک نوخیز لڑکی تھی۔ ابھی تک اتنا قرآن بھی نہیں پڑھا تھا لیکن میں نے کہا:

مجھے یقین ہے کہ آپؐ نے لوگوں کی باتیں سنی ہیں اور آپؐ کے دل میں گھر کر گئی ہیں۔ آپ کو ان پر یقین آچکا ہے اگر میں آپؐ سے کہوں کہ میں بری ہوں تو آپؐ میری بات نہیں مانیں گے۔ اور اگر میں اقرارِ گناہ کرلوں جبکہ اللہ جانتا ہے کہ میں بری ہوں تو آپؐ لوگ میری بات مان لیں گے۔ بخدا مجھے اپنے اور آپ کے لیے یعقوبؑ کی مثال کے سوا کوئی بات نظر نہیں آتی۔ جب اس نے کہا تھا: میری طرف سے صبر جمیل ہے اور تمہاری گفتگو میں اللہ میرا معاون و مددگار ہے۔ پھر میں نے منہ دوسری طرف کرلیا اور بستر پر لیٹ گئی۔ مجھے اس وقت یقین تھا کہ میں بے گناہ ہوں اور اللہ میری برأت کرے گا۔ البتہ مجھے یہ خیال تک نہ تھا کہ میرے بارے میں وحی آئے گی اور وہ ہمیشہ کے لیے تلاوت کی جاتی رہے گی کیونکہ میں اپنے کو اس بات سے کمتر سمجھتی تھی کہ اللہ میرے بارے میں کوئی کلام کرے۔ میرا اندازہ یہ تھا کہ سرورِ کونینؐ کو خواب میں اللہ میری برأت سے آگاہ کردے گا۔

بخدا ابھی تک سرورِ کونینؐ بیٹھے تھے اور گھر والوں سے کوئی بھی باہر نہیں گیا تھا کہ سرورِ کونینؐ پر وہ کیفیت طاری ہوگئی جو بوقت

وحی طاری ہوتی تھی اور سردی کے موسم میں بھی آپ کی پیشانی سے پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح ٹپکتے تھے جب وہ کیفیت دُور ہوئی تو سرورِ کونینؐ مسکرا رہے تھے اور سب سے پہلا لفظ جو آپؐ کی زبان سے نکلا وہ یہ تھا:

''اے عائشہ اللہ نے تجھے بری کردیا ہے''۔

میری ماں نے مجھے کہا: جلدی سے سرورِ کونینؐ کی طرف اُٹھ۔ میں نے کہا: نہ تو میں آپؐ کی طرف اُٹھوں گی اور نہ ہی اللہ کے سوا کسی کی تعریف کروں گی۔ اللہ نے ان الذین جاء وبالافك لعصبة منكم لا تحسبوه کی دس آیات نازل کیں۔ جب اللہ نے، میری برأت نازل کردی تو ابوبکر جو مسطح کی غربت اور قرابت کی بدولت اسے ماہانہ وظیفہ دیا کرتے تھے، نے کہا کہ بخدا عائشہ کے متعلق مسطح کے الزام کے پیشِ نظر اب کبھی مسطح کو ایک کوڑی بھی نہ دوں گا۔ پھر اللہ نے یہ آیت نازل کی:

'''''تم میں سے صاحبِ فضل وکشادگی کو اقرباء، مساکین اور مہاجرین کو راہِ خدا میں دینے سے باز نہیں آنا چاہیے، معاف کردینا چاہیے اور چشم پوشی سے کام لینا چاہیے کہ اللہ تمہیں بھی معاف کرے، اللہ غفور الرحیم ہے''۔

ابوبکر نے کہا: ہاں میں بخدا چاہتا ہوں کہ اللہ مجھے معاف کرے چنانچہ مسطح کا ماہانہ وظیفہ پھر شروع کردیا اور کہا کہ بخدا اب کبھی یہ وظیفہ نہ رُکے گا۔ بی بی کہتی ہے کہ سرورِ کونینؐ میرے بارے میں زینب بنت جحش سے پوچھتے تھے کہ تو نے کیا دیکھا ہے اور کیا

جانتی ہے۔ زینب نے جواب دیا کہ میرے کان بہرے ہو جائیں۔ میں نے سوائے نیکی کے کچھ نہیں دیکھا حالانکہ ازواجِ نبیؐ میں سے زینب ہی تھی جو مجھے زیادہ پریشان کرتی تھی۔ اللہ نے اسے پرہیزگاری کی بدولت بچالیا البتہ اس کی بہن حمنہ اس سے الجھتی رہتی تھی لہٰذا وہ ہلاک ہونے والوں میں ہلاک ہوگئی۔

۴۰ جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ۱۷۸، حدیث ۱۸۶۷

هشام ابن عروة عن ابيه ان عائشة قالت لما ذكر من شاني الذى ذكرو ما علمت به قام رسول اللّٰه فى المسجد خطيبا فتشهد فحمد اللّٰه واثنى عليه بما هو اهله ثم قال اما بعد اشيروا فى اناس ابنوا اهلى وايم اللّٰه ما علمت على اهلى من سوءٍ وابنوهم بمن واللّٰه ما علمت عليه من سوءٍ قط ولا يدخل بيتىَ قط الا وانا حاضر ولا غبت فى سفر الاغاب معى فقام سعد ابن معاذ فقال ائذن لى يارسول اللّٰه ان نضرب اعناقهم وقال رجل من بنى الخزرج وكانت ام حسان ابن ثابت من رهط ذٰلك الرجل فقال كذبت اما واللّٰه ان لو كانوا من الاوس ما اجبت ان تضرب اعناقهم حتّٰى كا وان يكون بين الاوس والخزرج شر فى المسجد وما علمت فلما كان مساء ذٰلك اليوم خرجت لبعض حاجتى ومعى ام مسطح فعثرت وقالت تعس مسطح فقلت اى أُم أتسبين ابنك وسكتت ثم عثرت الثانية فقالت

تعس مسطح فقلت لها تسبين ابنك ثم عثرت الثالثة فقالت تعس مسطح فانتهرتها فقالت واللّٰه ماء اسبه الا فيك فقالت في اى شانى قالت فبقرت الى الحديث فقلت وقد كان هذا قالت نعم واللّٰه فرجعت الى بيتى كان الذى خرجت له اجد منه قليلًا والا كثيرًا ووعكت فقلت لرسول اللّٰه وارسلنى الى بيت ابى فارسل معى الغلام فدخلت الدار فوجدت أُم رومان فى السفل وابابكر فوق البيت يقرأ فقالت امى ما جاء بك يابنية فاخبرتها وذكرت لها الحديث واذا هو لم يبلغ منها مثل ما بلغ منى فقالت يابنية خفضى عليك الشان فانه واللّٰه لقلما كانت امراة حسناء عند رجل يحبها لها ضائر الاحسدن لها وقيل فيها واذهو لم يبلغ ما بلغ منى قالت وقد علم به ابى قالت ونعم قلت ورسول اللّٰه قالت نعم ورسول اللّٰه واستعبرت وبكيت فسمع ابوبكر صوتى وهو فوق البيت يقرأ فنزل فقال لامى ما شانها قالت بلغها الذى ذكر من شانها ففاضت عيناه قال اقسمت عليك اى بنيه الا رجعت الى بيتك فرجعت ولقد جاء رسول اللّٰه بيتى فسال عنى خادمتى فقالت لا واللّٰه ما علمت عليها عيبا الا انها كانت ترقد حتّٰى يدخل الشاة فتاكل خبيرها او عجينها وانتهرها بعض صحابه فقال اصوقى رسول اللّٰه حتّٰى اسقطا لها

به فقالت سبحان الله والله ما علمت عليها الا ما يعلم الصائغ على تبر الذهب الاحمر وبلغ الامر الى ذٰلك الرجل الذى قيل له فقال سبحان الله والله ما كشفت كنف انثى قط قالت عائشة فقتل شهيدًا فى سبيل الله قالت واصبح ابو اى عندى فلم يزالا حتّٰى دخل على رسول الله وقد صلى العصر ثم دخل وقد اكتنفنى ابو اى عن يمينى وعن شمالى فحمدالله واثنى عليه ثم قال امابعد ياعائشة ان كنت قارفت سوءً او ظلمت فتوبى الى الله فان الله يقبل التوبة من عبادة قالت وقد جاء ت امرأة من الانصار وهى جالسته بالباب فقلت ألا تستحى من هذه المرأة ان تذكر شيئا فوعظ رسول الله فالتفت الى ابى فقلت اجبه قال فماذا اقول فالتفت الى امى فقلت اجيبيه فقالت اقول ماذا فلما لم يجيباه تشهدت فحمدت الله واثنيت عليه بما هو اهله ثم قلت امابعد فوالله لئن قلت لكم انى لم افعل والله عزوجل يشهد انى لصادقة ما ذٰلك بنافعى عندكم لقد تكلمتم به واشربته قلوبكم وان قلت انى فعلت والله يعلم انى لم افعل لتقولن قد باء ت به على نفسها وانى والله ما اجدلى ولكم مثلًا والتمست اسم يعقوب فلم اقدر عليه الا ابا يوسف حين قال فصبر جميل والله المستعان على ما تصفون وانزل على رسول الله من

ساعته فسكتنا فرفع عنه وانى لا تبين السرور في وجهه وهو يمسح جبينه ويقول ابشرى ياعائشة فقد انزل الله براء تك قالت وكنت اشد ما كنت غضبا فقال لى ابواى قومى اليه فقلت والله لا اقوم اليه ولا احمده ولا احمد كم ولكن احمدالله الذى انزل براء تى لقد سمعتموه فى وما انكرتموه ولا غير تموه وكانت عائشة تقول اما زينب بنت جحش فعصمها الله بدينها فلم تقل الا خيرًا واما اختها حمنته فهلكت فيمن هلك وكان الذى يتكلم فيه مسطح حسان ابن ثابت والمنافق عبدالله ابن ابى ابن سلول وهو الذى كان يستوشيه ويجمعه وهو الذى قولى كبره فمنهم هو وحمنته قالت مخلف ابوبكر ان لا ينفع مسطحًا بنافعة ابدًا فانزل الله عزوجل ولا ياتل اولو الفضل منكم الى آخر الايه يعنى ابابكر والسعة ان يوتوا اولى القربٰى والمساكين يعنى مسطحًا الى قوله الا تحبون ان يغفرالله لكم والله غفور رحيم حتٰى قال ابوبكر بلى والله يا ربنا انا احب ان يغفر لنا وعادله بما كان يصنع

''ہشام ابن عروہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ جب میرے متعلق کہا گیا جو کچھ کہا گیا۔ مجھے کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ سرورِ کونینؐ نے میرے متعلق کھڑے ہوکر خطبہ دیا۔ اللہ کی اتنی حمد وثنا کی جتنا کہ وہ اس کا اہل تھا۔ پھر فرمایا: امابعد! مجھے ان لوگوں کے

به فقالت سبحان اللّٰه واللّٰه ما علمت عليها الا ما يعلم الصائغ على تبر الذهب الاحمر وبلغ الامر الى ذٰلك الرجل الذى قيل له فقال سبحان اللّٰه واللّٰه ما كشفت كنف انثى قط قالت عائشة فقتل شهيدًا فى سبيل اللّٰه قالت واصبح ابو اى عندى فلم يزالا حتٰى دخل على رسول اللّٰه وقد صلى العصر ثم دخل وقد اكتنفنى ابو اى عن يمينى وعن شمالى فحمد اللّٰه واثنى عليه ثم قال امابعد ياعائشة ان كنت قارفت سوءً او ظلمت فتوبى الى اللّٰه فان اللّٰه يقبل التوبة من عباده قالت وقد جاء ت امرأة من الانصار وهى جالسته بالباب فقلت ألا تستحى من هذه البرأة ان تذكر شيئا فوعظ رسول اللّٰه فالتفت الى ابى فقلت اجبه قال فماذا اقول فالتفت الى امى فقلت اجيبيه فقالت اقول ماذا فلما لم يجيباه تشهدت فحمدت اللّٰه واثنيت عليه بما هو اهله ثم قلت امابعد فواللّٰه لئن قلت لكم انى لم افعل واللّٰه عزوجل يشهد انى لصادقة ما ذٰلك بنافعى عندكم لقد تكلمتم به واشربته قلوبكم وان قلت انى فعلت واللّٰه يعلم انى لم افعل لتقولن قد باء ت به على نفسها وانى واللّٰه ما اجدلى ولكم مثلًا والتمست اسم يعقوب فلم اقدر عليه الا ابا يوسف حين قال فصبر جميل واللّٰه المستعان على ما تصفون وانزل على رسول اللّٰه من

ساعته فسكتنا فرفع عنه واني لا تبين السرور في وجهه وهو يمسح جبينه ويقول ابشري ياعائشة فقد انزل الله براء تك قالت وكنت اشد ما كنت غضبا فقال لي ابواى قومي اليه فقلت والله لا اقوم اليه ولا احمده ولا أحمد كم ولكن احمدالله الذى انزل براء تي لقد سمعتموه في وما انكرتموه ولا غير تموه وكانت عائشة تقول اما زينب بنت جحش فعصمها الله بدينها فلم تقل الا خيرًا واما اختها حمنته فهلكت فيمن هلك وكان الذى يتكلم فيه مسطح حسان ابن ثابت والمنافق عبدالله ابن ابي ابن سلول وهو الذى كان يستوشيه ويجمعه وهو الذى قولى كبره فمنهم هو وحمنته قالت مخلف ابوبكر ان لا ينفع مسطحًا بنافعة ابدًا فانزل الله عزوجل ولا ياتل اولو الفضل منكم الى آخر الايه يعني ابابكر والسعة ان يوتوا اولى القربىٰ والمساكين يعني مسطحًا الي قوله الا تحبون ان يغفرالله لكم والله غفور رحيم حتىٰ قال ابوبكر بلى والله يا ربنا انا احب ان يغفر لنا وعادله بما كان يصنع

''ہشام ابن عروہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ جب میرے متعلق کہا گیا جو کچھ کہا گیا۔ مجھے کچھ بھی معلوم نہ تھا۔ سرورِ کونینؐ نے میرے متعلق کھڑے ہوکر خطبہ دیا۔ اللہ کی اتنی حمد وثنا کی جتنا کہ وہ اس کا اہل تھا۔ پھر فرمایا: امابعد! مجھے ان لوگوں کے

متعلق مشورہ دو جنہوں نے میری بیوی پر الزام لگایا ہے۔ حالانکہ بخدا میں اپنی بیوی کی کسی برائی کو نہیں جانتا اور پھر ایسے شخص کے متعلق کہا ہے جس کا مجھے کوئی عیب معلوم نہیں ہے۔ صرف اسی وقت میرے گھر آتا تھا۔ جب میں گھر میں ہوتا تھا اور جب کہیں میں سفر میں جاتا تھا تو میرے ساتھ پا بہ رکاب ہوتا تھا۔

سعد ابن معاذ اُٹھا اور اس نے کہا: یارسولؐ اللہ! مجھے اجازت دیں میں ان کی گردنیں اُڑا دوں۔ بنی خزرج سے ایک شخص اُٹھا۔ حسان ابن ثابت کی ماں اس کے قبیلہ سے تھی۔ اس نے کہا تو جھوٹ بک رہا ہے۔ اگر یہ لوگ قبیلہ اوس سے ہوتے تو تو ان کی موت گوارا نہ کرتا۔ قریب تھا کہ بنی اوس اور خزرج مسجد ہی میں ایک دوسرے سے برسرِ پیکار ہو جاتے۔ جب اسی دن کی شام ہوئی تو میں اُم مسطح کے ساتھ رفع حاجت کے لیے باہر نکلی۔ اُم مسطح کو ٹھوکر لگی تو اس نے کہا: اُم مسطح پر لعنت ہو۔ میں نے کہا: اے ماں! کیا اپنے بیٹے کو گالی دے رہی ہو۔ وہ خاموش رہی۔ پھر دوسری مرتبہ اسے ٹھوکر لگی۔ اس نے پھر کہا: مسطح پر لعنت ہو، اب کی بار میں نے اسے جھڑک دیا۔ اس نے جواب دیا: بخدا میں تو صرف تیری خاطر اسے گالی دے رہی ہوں۔ میں نے کہا: وہ کیوں؟ اس نے پورا واقعہ سنایا۔ میں نے کہا: اچھا بات یہاں تک پہنچ گئی ہے؟ اس نے کہا: ہاں! بخدا میں اس گھر میں پلٹی جس گھر سے نکلی تھی۔ میری آنکھوں میں اندھیرا تھا۔ مجھے بخار ہو گیا۔ میں نے سرورِ کونینؐ کی خدمت میں عرض کی کہ مجھے میرے

والدین کے گھر بھیج دے۔ آپ نے ایک غلام میرے ساتھ بھیج دیا۔ میں گھر میں داخل ہوئی۔ میں نے دیکھا۔ اُم رومان نچلے حصہ میں تھی اور ابوبکر اُوپر والے حصہ میں تلاوت کر رہے تھے۔ میری ماں نے کہا: بیٹی کیسے آنا ہوا؟ میں نے اسے واقعہ سنایا لیکن جو اثر مجھ پر ہوا تھا۔ اس پر اتنا نہ ہوا اور کہنے لگی: بیٹی! ایسی باتیں محسوس نہیں کیا کرتے۔ ہمیشہ جب بھی کوئی سوکنوں والی حسینہ عورت اپنے شوہر کی محبوبہ ہو تو سوکنیں اس پر حسد کرتی ہیں اور اس کے متعلق باتیں بنائی جاتی ہیں۔ میں نے پوچھا: کیا ابوجان کو بھی معلوم ہے؟ اس نے کہا: ہاں۔

میں نے کہا: اور سرورِ کونین کو بھی علم ہے۔ اس نے کہا: ہاں اور سرورِ کونین کو بھی معلوم ہے۔ میرے آنسو اُمڈ آئے اور میں رو پڑی۔ ابوبکر نے میری آواز سنی۔ نیچے اُترے اور میری ماں سے کہا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: جو کچھ اس کے متعلق کہا گیا ہے اسے معلوم ہو گیا ہے۔ اس کے آنسو بہنے لگے اور کہا: بیٹی تجھے قسم ہے اپنے گھر چلی جا۔ میں واپس پلٹ آئی۔ سرورِ کونینؐ آئے۔ میرے متعلق میری کنیز سے پوچھا۔ اس نے کہا: بخدا میں اس کے کسی عیب کو نہیں جانتی سوائے اس کے کہ وہ نوخیز لڑکی ہے، سو جاتی ہے، بکری آ کر اس کا آٹا کھا جاتی ہے۔ آپؐ کے کسی صحابہ نے اسے جھڑکا اور کہا: سچ کہہ سرورِ کونینؐ سے حتیٰ کہ۔ .. اس نے کہا: سبحان اللہ! بخدا میں اس کے متعلق وہی کچھ جانتی ہوں جو زرگر سرخ سونے کے متعلق جانتا ہے۔

جس شخص کا اتہام لگایا گیا تھا جب اس سے پوچھ گچھ کی گئی تو اس نے کہا: سبحان اللہ! بخدا میں نے آج تک کسی عورت کی پنڈلی کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ پھر وہ شہید ہوگیا۔ میرے والدین میرے پاس آ گئے۔ وہ میرے پاس ہی بیٹھے تھے کہ سرورِ کونینؐ نمازِ عصر پڑھنے کے بعد میرے پاس آئے۔ میرے والدین میرے دائیں اور بائیں بیٹھے تھے۔ آپؐ نے ذاتِ احدیت کی حمد وثنا کی اور امابعد، کہہ کر فرمایا:

''اے عائشہ! اگر تو نے ارتکابِ گناہ یا ظلم کیا ہے تو بارگاہِ خدا میں توبہ کرلے، اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرلیتا ہے''۔

میں نے کہا: آپؐ کو اس براءت سے شرم نہیں آتی؟

سرورِ کونینؐ نے نصیحت فرمائی۔ میں نے باپ سے کہا: آپ جواب دیں۔ اس نے کہا: میں کیا کہوں؟

پھر میں نے ماں سے کہا تو جواب دے۔ اس نے بھی کہا: بھلا میں کیا کہوں؟

جب ان دونوں نے جواب نہ دیا تو میں نے ذاتِ احدیت کے لائق اس کی حمد وثنا کی اور کہا: امابعد!

بخدا اگر تم سے کہوں کہ میں نے کچھ نہیں کیا اور اللہ بھی جانتا ہے کہ میں سچی ہوں تو یہ کہنا مجھے فائدہ نہیں دے گا۔ تمہارے دلوں میں وہ بات راسخ ہوچکی ہے اور اگر میں کہوں کہ میں نے کیا ہے اور اللہ جانتا ہے کہ میں نے نہیں کیا تو تم کہو گے کہ اس نے اپنے گناہ کا اقرار کرلیا ہے۔ بخدا مجھے اپنے اور تمہارے لیے صرف ایک مثال نظر آتی ہے اور وہ ہے یوسفؑ کا باپ، میں نے یعقوبؑ

کا نام لینے کی کوشش کی لیکن ابو یوسف سے زیادہ نہ کہہ سکی۔ جب اس نے کہا تھا: میری طرف سے صبر جمیل ہے اور تمہاری ہر گفتگو میں اللہ معاون ہے"۔

اسی وقت سرورِ کونینؐ پر وحی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ آپؐ خاموش ہوگئے۔ جب سلسلۂ وحی ختم ہوا۔ آپؐ نے سر اُٹھایا تو مجھے مسرت کے آثار آپؐ کے چہرہ پر نظر آرہے تھے۔ آپؐ نے پیشانی صاف کی اور کہا: بشارت ہو اے عائشہ! اللہ نے تیری براءت نازل کردی ہے۔

لیکن مجھے انتہائی شدت سے غصہ تھا۔ والدین نے کہا: اُٹھ سرورِ کونینؐ کی طرف۔ میں نے کہا: بخدا میں نہ سرور کونینؐ کی تعریف کرتی ہوں اور تمہاری میں تو صرف اللہ کی تعریف کروں گی۔ اللہ نے میری براءت نازل کی ہے۔ تم نے تو بات سن کر انکار کیا اور نہ ہی اس میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے کی کوشش کی۔

بی بی کہتی تھی کہ زینب بنت جحش کی اللہ نے اپنے تدین کی بدولت محفوظ رکھا۔ اس نے اچھائی کے سوا کچھ نہیں کہا۔ لیکن اس کی بہن حمنہ وہ دوسرے ہلاک ہونے والوں میں ہلاک ہوگئی۔ زیادہ اُچھالنے والوں میں مسطح ابن اثاثہ، حسان ابن ثابت اور منافق عبداللہ ابن ابی ابن سلول تھے۔

عبداللہ تو خاصی رنگ آمیزی کرکے بیان کرتا تھا اور ھو الذی تولٰی کبرہ فھم سے مراد یہی عبداللہ اور حمنہ بنت جحش ہیں۔ پھر ابوبکر نے قسم کھائی کہ میں مسطح کو ایک پائی کا فائدہ بھی نہیں پہنچاؤں گا۔ اللہ نے پھر آیت نازل کی: ولا یاتل اولو الفضل سے غفور رحیم تک۔ تو ابوبکر نے کہا: ہاں! بارِ الٰہا ہم چاہتے ہیں کہ تو ہمیں بخش دے اور جو کچھ مسطح کو دیتا تھا پھر شروع کردیا۔

(۲۱) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ۸۷۰، حدیث ۱۸۶۶

عن مسروق قال دخل حسان ابن ثابت علی عائشۃ فشبب وقال

خصان رزان ما تزن بریئۃ
وتصبح غرقی من لحوم الغوافل

قال لست کذلک قلت تدعین مثل ھذا یدخل علیک وقد انزل اللّٰہ والذی تولٰی کبرہ منھم فقالت وای عذاب اشد من العمٰی، وقالت وقد کان یرد عن رسول اللّٰہ

''مسروق سے مروی ہے کہ حسان ابن ثابت بی بی کے پاس آیا اور یہ شعر پڑھا: ''پاک دامن ہے، سنجیدہ ہے اور پُروقار ہے، ناداری اور کسمپرسی کے باوجود کسی کی غیبت نہیں کرتی''۔

بی بی نے کہا: مگر تو ایسا نہیں ہے۔ مسروق کہتا ہے: میں نے کہا کہ کیا آپ ایسے آدمی کو اپنے پاس آنے کی اجازت دیتی ہیں جس کے متعلق ارشادِ قدرت ہے: والذی تولٰی کبرہ منھم۔

عائشہ نے کہا: اندھے پن سے بڑھ کر کون سا عذاب ہوگا۔

(۲۲) جلد سوم، کتاب النکاح، ص ۱۰۰، حدیث ۱۴۹

ھشام عن ابیہ عن عائشۃ انھا استعارت من اسماء قلادۃ فھلکت فارسل رسول اللّٰہ ناسا من اصحابہ فی طلبھا فادرکتھم الصلوٰۃ فصلوا بغیر وضوءٍ فلما اتوا النبیؐ شکوا ذٰلک الیہ فنزلت آیۃ التیمم فقال اسید ابن حضیر جزاک اللّٰہ خیرالجزاء فواللّٰہ ما نزل بک امر قط

الا جعل اللّٰہ لك منه مخرجًا وجعل للمسلمین فیه برکتهٖ

''ہشام اپنے باپ کے ذریعے اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ میں نے اسماء سے ہار مانگا۔ وہ گم ہوگیا۔ سرورِ کونینؐ نے اس کی تلاش میں چند صحابہ بھیجے۔ انہیں بلا وضو نماز پڑھنا پڑی۔ جب واپس آئے تو سرورِ کونینؐ سے شکایت کی۔ خدا نے آیت تیمّم بھیج دی۔ اسید بن حضیر نے کہا: اللہ آپ کو جزائے خیر دے۔ جب بھی تجھ پر کوئی تکلیف آئی تو اللہ نے تیرے لیے نکلنے کا سامان بنا دیا اور دیگر مسلمان کے لیے اسے باعثِ برکت بنا دیا''۔

(۲۳) جلد سوم، کتاب اللباس، ص ۳۳۰، حدیث ۸۲۶

هشام ابن عروة عن ابیه عن عائشة قالت هلکت قلادة لاسماء فبعث النبیؐ فی طلبها رجالا فحضرت الصلوٰة ولیسوا علی وضوءٍ ولم یجدوا ماء فصلوا وهم علی غیر وضوءٍ فذکروا ذٰلك للنبیؐ فانزل اللّٰہ آیة التیمم، زاد ابن نمیر عن هشام عن ابیه عن عائشة استعارت عن اسماء

''ہشام ابن عروہ اپنے والد کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ اسماء کا ہار گم ہوگیا۔ سرورِ کونینؐ نے کچھ صحابہ کو تلاش کی خاطر بھیجا۔ نماز کا وقت ہوگیا۔ نہ تو انہیں وضو تھا اور نہ ہی پانی مل سکا۔ انہوں نے بلا وضوء نماز پڑھ لی اور سرورِ کونینؐ سے آکر تذکرہ کیا۔ اللہ نے آیت تیمّم نازل کردی۔

ابن نمیر نے ہشام کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے جو روایت کی ہے اس میں اتنا اضافہ ہے کہ ہار اسماء سے میں نے مانگا تھا۔

(۲۴) جلد سوم، کتاب الایمان والنذور، ص ۵۷۹، حدیث ۱۵۶۸

عبیداللّٰه ابن عبداللّٰه عن عائشة حین قال لها اهل الافك ما قالوا فبرأها اللّٰه وكلٌّ حدثنی طائفة من الحدیث ، فقال النبی فاستعذر من عبداللّٰه ابن ابی سلول ، فقام اسید ابن حضیر فقال لسعد ابن عبادة لعمراللّٰه لنقتلنه

''عبیداللہ ابن عبداللہ اُم المومنین عائشہ کی حدیث نقل کرتا ہے کہ جب اہلِ افک سے آپ نے کہا جو کچھ کہا اور اللہ نے اسے بَری قرار دے دیا۔ مجھے حدیث کا صرف ایک جملہ سنایا کہ سرورِ کونینؐ کھڑے ہوئے۔ عبداللہ ابن ابی ابن سلول کی اذیت کا ذکر کیا۔ اسید ابن حضیر کھڑا ہوا اور اس نے سعد ابن عبادہ سے کہا: بخدا ہم ضرور اسے قتل کریں گے''۔

(۲۵) جلد سوم، کتاب النکاح، ص ۱۳۰، حدیث ۲۳۴

قاسم عن ابیه عن عائشة قالت عاتبنی ابوبكر وجعل یطعننی بیده فی خاصرتی فلا یمنعنی من التحرك الا مكان رسول اللّٰه ورأسه علی فخذی

''قاسم نے اپنے باپ کے ذریعے اُم المومنین عائشہ سے نقل کیا ہے کہ ابوبکر نے مجھے سخت سُست کہا اور ہاتھ سے میری کمر کو ٹھونکے مارنے لگے۔ چونکہ سرورِ کونین کا سر میری ران پر تھا اس میں ہل نہ سکتی تھی''۔

(۲۶) جلد سوم، کتاب المحاربین، ص ۶۴۵، حدیث ۱۷۴۰

قاسم عن ابیه عن عائشة قالت جاء ابوبكر ورسول اللّٰه

واضع رأسه على فخذى فقال حبست رسول الله والناس ليسوا على ماء فعاتبني وجعل يطعن بيده في خاصرتي ولا يمنعني من التحرك الا مكان رسول الله فانزل الله آية التيمم

''قاسم اپنے والد کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ ابوبکر آئے تو سرورِ کونینؐ نے میری راہ پر سر رکھا ہوا تھا اور کہا: تو نے سرورِ کونینؐ کو روک رکھا ہے اور لوگ پانی پر نہیں ہیں۔ مجھے سخت وست کہا اور ہاتھ سے میری کمر پر ٹھونکے مارنے لگا۔ سرورِ کونینؐ کی بدولت میں ہل تک نہ سکتی تھی پھر اللہ نے آیت تیمم بھیجی''۔

۲۷ جلد سوم، کتاب المحاربین، ص ۶۲۵، حدیث ۱۷۴۱

قاسم عن ابيه عن عائشة قالت اقبل ابوبكر فلكزني لكزة شديدة وقال حبست الناس في قلادة فبي الموت لمكان رسول الله وقد او جعني نحوه

''قاسم اپنے والد کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ ابوبکر آیا اور مجھے انتہائی شدت کے ساتھ مکا رسید کیا اور کہا: ایک ہار کے لیے تو نے تمام لوگوں کو روک رکھا ہے۔ سرورِ کونینؐ کی بدولت میں ہل بھی نہ سکتی تھی اور درد کے مارے میرا برا حال ہوگیا''۔

۲۸ جلد سوم، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، حدیث ۲۲۲۴

عبيدالله عن عائشة حين قال لها اهل الافك قالت دعا

رسول اللّٰہ علی ابن ابی طالب واسامة ابن زید حین استلبث الوحی لیسأ لھما وھو لیتثیرھما فی فراق اھلہ فاما اسامة فاشار بالذی یعلم عن براۃ اھلہ واما علی فقال لم یضیق اللّٰہ علیك والنساء سواھا کثیر سل الجاریة تصدتك فقال ھل رایت من شئی یریبك قالت ما رایت امر اکثر عن انھا جاریة حدیثة السن تنام عن عجتین اھلھا فتاتی الداجن فتاکلہ فقام علی المنبر فقال یامعشرالمسلمین من یعذرنی عن رجل بلغنی اذاہ فی اھلی واللّٰہ ما علمت علی اھلی الا خیرًا فذکر براء ۃ العائشة

''عبیداللہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ جب اہلِ افک نے کہا: سرورِ کونینؐ نے علی ابن ابی طالبؑ اور اسامہ ابن زید کو اس وقت بلایا جب سلسلۂ وحی منقطع ہوگیا تھا تاکہ ان سے اپنی بیوی کو طلاق دینے کے متعلق مشورہ لے۔ اسامہ نے تو وہی بات کی جو وہ سرورِ کونینؐ کی بیوی کی براءت کے متعلق جانتا تھا۔ لیکن علیؑ نے کہا کہ اللہ نے عورتوں کے سلسلہ میں آپؐ پر کوئی پابندی نہیں لگائی اور اس کے علاوہ بھی دوسری عورتیں ہیں۔ ویسے آپؐ کنیز سے پوچھ لیں وہ آپ کو صحیح بتا سکے گی (آپؐ نے کنیز کو بلایا اور پوچھا) کہ کیا تجھے کوئی مشکوک حرکت نظر آتی ہے؟ اس نے کہا: میں اس سے زیادہ نہیں جانتی کہ یہ نوخیز لڑکی ہے، آٹا گوندھ کر محفوظ رکھنا بھول جاتی ہے، بکری کھا جاتی ہے۔

آپ منبر پر کھڑے ہوئے اور فرمایا: اگر گروہ مسلمانان! کوئی ہے
جو مجھے ایسے شخص سے نجات دلائے جس کی اذیت میری بیوی
کے معاملہ میں مجھے پہنچی ہے حالانکہ بخدا میں اپنی بیوی میں نیکی
کے سوا کچھ نہیں پاتا۔ پھر اُم المومنین عائشہ کی براءت بیان کی"۔

(۳۹) جلد سوم، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ص۸۴۶، حدیث ۲۲۲۵

عروۃ عن عائشۃ انّ رسول اللّٰہ خطب الناس فحمداللّٰہ
واثنی علیہ وقال ما تشیرون علی فی قوم یسبون اھلی
ما علمت علیھم من سوءٍ قط

"عروہ عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے لوگوں کو خطبہ دیا،
اس کی حمد وثنا بیان کی اور فرمایا: ان لوگوں کے متعلق مجھے کیا مشورہ
دیتے ہو، جو میرے اہل کو سب کرتے ہیں حالانکہ میں ان کی کسی
برائی سے مطلع نہیں"۔

(۴۰) جلد دوم، کتاب المغازی، ص۵۸۲، حدیث ۱۳۰۸

ابن ابی ملیکۃ عن عائشۃ کانت تقرأ اذ تلوتہ
بالسنتکم وتقول الولق الکذب قال ابن ابی ملیکہ
وکانت اعلم من غیرھا لانہ نزل فیھا

"ابن ابی ملیکہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ اُم
المومنین عائشہ یہ آیت یوں پڑھتی تھیں: اذ تلقونہ بالسنتکم
کہتی تھیں۔ الوق کا معنی جھوٹ ہے۔ ابن ابی ملیکہ کہتا ہے کہ اُم
المومنین عائشہ اس آیت کو دوسروں کی نسبت بہتر جانتی تھی کیونکہ
وہ اسی کے متعلق نازل ہوئی تھی"۔

جائزہ

یہ تیس احادیث ہیں جن میں دس احادیث کا تعلق واقعہ ہار سے ہے اور تیرہ احادیث واقعۂ افک سے متعلق ہیں۔

ان دس احادیث کے راوی حسب ذیل ہیں: ① قاسم ابن عروہ ② عروہ ابن زبیر ③ ہشام ابن عروہ۔

- قاسم اور ہشام دونوں اُم المومنین عائشہ کے بھانجے عروہ ابن زبیر کے بیٹے ہیں اور اپنے باپ عروہ سے روایت کرتے ہیں اور عروہ بی بی کا بھانجا ہے جو بی بی کے بہنوئی زبیر سے روایت کرتا ہے۔
- ان احادیث کا خلاصہ یہ ہے:

سرورِ کونینؐ کسی سفر میں جاتے ہیں۔ اُم المومنین عائشہ بھی آپؐ کے ساتھ ہیں۔ واپسی پر کسی جگہ بی بی کا وہ ہار جو اپنی بہن اسماء سے مانگ کر لے گئی تھی گر جاتا ہے جس کی تلاش میں بعض احادیث کے مطابق سرورِ کونینؐ چند صحابہ کو بھیجتے ہیں جن کے پاس پانی نہ تھا اور نہ ہی انہیں جستجوئے ہار کے دوران پانی میسر آیا۔ چنانچہ انہوں نے بلا وضو نماز پڑھ لی اور واپس آ کر سرورِ کونینؐ سے شکوہ کیا۔ جبکہ بعض احادیث کے مطابق سرورِ کونینؐ بذاتِ خود خیمہ زن ہو گئے اور صحابہ کو حکم دیا کہ ہار تلاش کرو جب تک نہیں ملے گا قافلہ نہیں چلے گا۔ دوسرے لوگ ہار تلاش کرنے لگے اور سرورِ کونینؐ خود بی بی عائشہ کی ران پر سر رکھ کر سو گئے۔ نہ تو قافلہ کے پاس پانی تھا اور نہ ہی مقام فرود پر پانی تھا۔ نماز کا وقت آ گیا۔ صحابہ نے ابوبکر سے شکوہ کیا کہ ذرا اپنی محترمہ بیٹی کی حالت تو دیکھئے کہ ایک ہار کے سبب سارے قافلہ کو روک رکھا ہے، اب نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ پانی ہے نہیں، نماز کیسے پڑھیں گے؟

ابوبکر غصہ میں آئے۔ دیکھا بی بی بیٹھی ہے۔ سرورِ کونینؐ ران پر سر رکھے سو رہے

ہیں۔ ابوبکر نے ایک طرف ہاتھ سے بی بی کی پشت پر مکے رسید کرنے شروع کیے اور دوسری طرف زبان سے کچھ اور کہنا شروع کیا۔ بی بی کے لیے یہ وقت انتہائی دشوار ہوگیا۔ اگر ہلتی ہیں یا کراہتی ہیں تو سرورِکونینؐ کے جاگ جانے کا خطرہ ہے اور دوسری طرف گھونسے ہیں، برس رہے ہیں، گویا نہ تو شکوہ کرسکتی ہیں اور نہ ہی گھونسے سہہ سکتی ہیں۔

جب بی بی نہ ہلی، نہ کراہی، نہ سرورِکونینؐ جاگے تو ابوبکر تھک کر واپس چلا گیا یا بیٹھ رہا۔ اس کے متعلق بی بی نے کچھ نہیں بتایا۔ اس طرف سے چشم پوشی کرکے اپنے اصل مقصد پر آ گئی کہ ذاتِ احدیت نے جب میرے مانگے ہوئے ہار کی گمشدگی کی بے چینی، سرورِکونینؐ کے آرام، میرے حوصلہ اور میرے والد کی سختی کو دیکھا تو فوراً جبریلؑ کو بھیجا کہ جاؤ، بی بی کو تکلیف دینے والوں سے سرورِکونینؐ کے ذریعے کہہ دو کہ کیا ہوا۔ اگر پانی نہیں ملا اور تم نے بلاوضو نمازیں پڑھ لیں۔ بی بی کو پریشان نہ کرو۔ گمشدگی ہار کی بدولت سرورِکونین کو روک رکھنے کے لیے طعنے نہ دو۔ ابوبکر کے ذریعے گھونسے نہ مرواؤ۔ آج کے بعد جہاں کہیں بھی تمھیں پانی نہ ملے تو تیمم سے نماز پڑھ لیا کرو۔

اسید ابن حضیر صحابی اس خوشی میں چہک چہک گئے اور کہا: اے آلِ ابوبکر تمہاری وجہ سے اُمت مسلمہ کو حاصل ہونے والی یہ کوئی پہلی برکت تو نہیں قبل ازیں بھی اُمت مسلمہ آلِ ابوبکر کے احسانات کی ممنون ہے۔

نوٹ: یہ احادیث گو واقعہ افک یا قذف اُم المومنین سے متعلق نہ تھیں لیکن راقم الحروف نے انہیں احادیث افک ہی میں لکھ دیا کیونکہ ان ہر دو قسم کی احادیث میں ایک گونہ مماثلت ہے اور وجہ مماثلت ہے ہار۔

* واقعۂ قذف میں بھی ہار گم ہوا تھا جسے بی بی نے خود تلاش کیا تھا۔
* ان احادیث میں بھی ہار گم ہوا ہے جسے بی بی نے خود تلاش نہیں کیا بلکہ سرورِکونین کو

بتایا اور آپؐ خود رُک گئے یا صحابہ کو تلاش میں بھیجا۔

چند سوالات

امید ہے میری طرح آپ کے ذہن میں بھی چند سوالات کھٹک رہے ہوں گے۔ لہٰذا آیئے اور عظمتِ صحابہ کے واحد اجارہ داروں اور سستی شہرت کے بیماروں سے چند سوالات پوچھتے ہیں:

- یہ سفر کس نوعیت کا تھا؟ تفریحی سفر تھا یا جنگ کا؟
- اگر تفریحی سفر تھا تو سرورِ کونینؐ کی کتابِ حیات میں اس قسم کا کوئی سفر بطور مثال پیش کریں؟
- اگر سفر جنگ تھا تو یہ کون سی جنگ تھی جس سے واپسی پر بی بی سے یہ روح فرسا واقعہ پیش آیا؟
- سفرِ جنگ میں جانے کی خاطر بی بی کو کیا ضرورت تھی مانگ کر ہار پہن کے جانے کی؟
- ایک حدیث میں تو یہ ملتا ہے کہ تلاش بسیار کے باوجود ہار نہ ملا۔ قافلہ نے کوچ کا اعلان کر دیا اور جب چلنے لگے جس اُونٹ پر میں بیٹھی تھی جب اسے اٹھایا گیا ہار اس کے نیچے تھا۔ دیگر احادیث میں یہ معلوم نہیں ہوسکا کہ ہار ملا یا نہ ملا؟
- اُونٹ کے نیچے سے ہار برآمد ہونے والی حدیث میں یہ نہیں بتایا گیا کہ ہار اُونٹ کے نیچے پہنچ کیسے گیا؟
- جب لوگوں نے ابوبکر سے شکوہ کیا تو ابوبکر نے ازخود لوگوں کو خاموش کیوں نہ کر دیا؟
- جب ابوبکر داخل خیمہ ہوئے اور انہوں نے دیکھا کہ میری بیٹی کمالِ محبت کا مظاہرہ کرتے ہوئے میرے داماد کا سر اپنی ران پر رکھے ہوئے آرام کرنے کا موقع

دے رہی ہے تو ابوبکر اس آرام میں کیوں مخل ہوئے؟

* کیا بوقت ہجرت غارِ ثور میں بالکل یہی کیفیت نہیں تھی کہ سرورِ کونینؐ ابوبکر کے زانو پر سر رکھے ہوئے سو رہے تھے اور سانپ نے کاٹ لیا تو ابوبکر اس خیال سے کہ میرا محبوب نبی جاگ نہ جائے ہلے نہیں تھے؟
* جب غارِ ثور میں سانپ کا کاٹنا گوارا کر لیا تھا اور ہلے نہ تھے آج اپنی بیٹی کی ران پر سر رکھ کر سونے والے اپنے اسی محبوب نبیؐ کے جاگ جانے کا احساس کیوں نہ کیا؟
* بقول بی بی کے جو کچھ ان کے دل میں آیا وہ کہتے رہے۔ آخر آہستہ آہستہ تو نہ کہتے ہوں گے آواز کا والیم بھی اتنا تو ہوگا جو بی بی کو سنائی دیتا ہوگا اور جو آواز بی بی سن لیتی ہے وہ آواز سرورِ کونین کو جگانے کے لیے بھی کافی لہر تھی پھر کیوں نہ خیال کیا؟
* اگر صرف بآواز بلند بی بی ہی کو سخت وسُست کہتے رہتے تو بھی شاید اتنا احساس نہ ہوتا بلکہ یہاں تو ایسا نظر آتا ہے کہ ابوبکر سرورِ کونینؐ کو بے آرام کرنے پر تلے ہوئے تھے اور زبان کے ساتھ ہاتھ کو بھی چلانے لگے۔ بی بی کی کمر پر گھونسوں کی بارش کر دی۔ بھلا کمر اور ران میں کتنا فاصلہ ہوتا ہے جو ٹھوکر کمر پر لگے اس کا اثر ران تک نہ پہنچے گا اور کیا کمر کے ہلنے سے ران نہ ہلی ہوگی؟
* کیا یہ عجیب گورکھ دھندا نہیں کہ ایک وقت میں ایک شخص کو سانپ کاٹ لیتا ہے اور وہ ہلتا تک نہیں اور دوسرے وقت میں صرف پانی کے نہ ہونے نے غصہ میں اتنا بے قابو کر دیا کہ اپنے محبوب کا خیال تک نہ رہا؟
* کیا واقعۂ ہجرت اور گمشدگی ہار میں دونوں باتیں درست ہیں؟
* اگر دونوں درست ہیں تو خدارا ہمیں بھی سمجھا دیا جائے ورنہ ان دو میں سے کسی ایک کو درست بتایئے؟

٭ کیا ایسا تو نہیں کہ گمشدگیٔ ہار کا واقعہ صرف آیت تیمّم کو اپنی طرف منسوب کرنے کی خاطر تراش لیا گیا ہو؟

(۳۱) جلد دوم، کتاب الجہاد، ص ۸۶، حدیث ۱۴۲

عبیداللّٰہ ابن عبدالرحمٰن عن عائشة قالت کان النبیؐ اذا اراد ان یخرج اقرع بین لسائه فایتهن یخرج سهمها خرج بها معه فاقرع بیننا فی غزوة غزاها فخرج سهمی فخرجت مع النبیؐ بعد ما انزل الحجاب

"عبیداللہ ابن عبدالرحمٰن اُم المومنین عائشہ کی حدیث سے بیان کرتا ہے کہ جب کبھی سرورِ کونینؐ سفر کا ارادہ کرتے تو اپنی ازواج میں قرعہ اندازی کرتے جس کا نام نکلتا اسے ساتھ لے جاتے۔ ایک جنگ میں آپ نے قرعہ اندازی کی تو میرا نام نکلا۔ چنانچہ میں آپؐ کے ساتھ گئی جبکہ پردہ کا حکم آ چکا تھا"۔

قذف یا واقعۂ افک

ا: یہ کل نو احادیث ہیں جن کے راوی حسب ذیل ہیں:

① عبیداللہ ابن عتبہ ② عتبہ ابن مسعود ③ عبیداللہ ابن عبداللہ ④ مسروق ابن اجدع ⑤ عروہ ابن زبیر ⑥ ہشام ابن عروہ ⑦ ابن ابی ملیکہ ⑧ عُبیداللہ ابن عبدالرحمٰن

ب: ان نو احادیث میں سے چار احادیث مفصل ہیں جو حسب ذیل راویوں نے نقل کی ہیں: ① عبداللہ ابن عتبہ ② عتبہ ابن مسعود ③ ہشام ابن عروہ

ج: جلد اول، نمبر ۲۲۷۳ کا راوی عبداللہ ابن عتبہ ہے۔

جلد دوم، نمبر ۱۳۰۵ اور ۱۸۶۱ کا راوی عبداللہ ابن عتبہ ہے۔ اور جلد دوم، نمبر ۱۸۶۷ کا راوی ہشام ابن عروہ ہے۔

د: باقی کی پانچ احادیث مختصر ہیں جن کے راوی حسب ذیل ہیں:

جلد دوم، نمبر ۱۸۰۱ عبیداللہ ابن عبداللہ سے منقول ہے۔

جلد دوم، نمبر ۱۸۰۲ کا راوی مسروق ابن اجدع ہے۔

جلد دوم، نمبر ۱۸۶۰ اور جلد سوم ۲۲۲۵ کا راوی عروہ ابن زبیر ہے۔

جلد دوم، نمبر ۱۸۶۶ مسروق کی نقل شدہ ہے۔

جلد سوم، نمبر ۱۵۶۸ عبیداللہ ابن عبداللہ سے منقول ہے۔

جلد دوم، نمبر ۱۳۰۸ عمر ابن ملیکہ سے منقول ہے۔

مختصر احادیث

بعد مطالعہ ان احادیث سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ یہ احادیث بذاتِ خود مستقل اہمیت کی حامل نہیں ہیں بلکہ مفصل احادیث ہی کے مختلف ٹکڑے ہیں۔ لہٰذا ان احادیث میں فکر کی بجائے مناسب ہوگا اگر مفصل احادیث میں غور کر لیں۔

مشترکہ نکات

جلد اول ۲۴۷۳، جلد دوم، ۱۳۰۵، جلد دوم، ۱۸۶۱ اور جلد دوم، ۱۵۶۷ میں اُم المومنین عائشہ کے بیان، عبداللہ ابن عتبہ، عتبہ ابن مسعود، ہشام ابن عروہ کی روایت اور امام بخاری کے اعتماد اور اندراج کے مطابق ان احادیث کے متفقہ نکات حسبِ ذیل ہیں:

- سفر پر جاتے ہوئے سرورِ کونینؐ کا ازواج میں قرعہ اندازی کرنا اور جس بیوی کا قرعہ نکلنا اسے ساتھ لے جانا معمول تھا۔
- واقعۂ افک میں اُم المومنین عائشہ کے نام کا قرعہ نکلا اور سرورِ کونینؐ بی بی کو ساتھ لے گئے۔

- ❊ واقعۂ افک حکمِ پردہ آچکنے کے بعد پیش آیا۔
- ❊ اُم المومنین عائشہ کو عماری ہی میں اُونٹ پر سوار کردیا جاتا تھا اور عماری ہی میں اُونٹ سے اُتارا جاتا تھا۔
- ❊ واقعۂ افک جس میں جنگ میں پیش آیا اس جنگ کا نام اور انجام معلوم نہیں۔
- ❊ واقعۂ افک جنگ سے فراغت کے بعد واپسی پر مدینہ کے قریب پیش آیا۔
- ❊ جب قافلہ کو کوچ کا حکم دیا گیا اس وقت بی بی رفعِ حاجت کے لیے روانہ ہوئی۔
- ❊ رفعِ حاجت سے واپسی پر بی بی نے ہار سنبھالا جو نہیں تھا اور بی بی نے اسے تلاش کرنا ضروری سمجھا۔
- ❊ بی بی کی عماری اٹھانے والوں نے یہ دیکھے بغیر کہ بی بی موجود ہے یا نہیں، عماری اُٹھا کر اُونٹ پر رکھ لی اور اُونٹ اُٹھا کر چل دیئے۔
- ❊ اس زمانہ میں کم خوری کی بدولت عورتیں ہلکی پھلکی ہوتی تھیں۔
- ❊ بی بی بالکل نوخیز لڑکی تھی۔
- ❊ قافلہ جاچکنے کے بعد بی بی کو ہار مل گیا۔
- ❊ جب ہار تلاش کر کے بی بی واپس پلٹی تو قافلہ جاچکا تھا۔
- ❊ بی بی اپنی قیام گاہ پر آکر بیٹھی، نیند نے غلبہ کیا اور بی بی سوگئی۔
- ❊ صفوان ابن معطل سلمی ذکوانی نے پردہ سے قبل بی بی کو دیکھا ہوا تھا۔
- ❊ صفوان مذکور شاملِ لشکر نہیں تھا بلکہ لشکر سے پیچھے رہ گیا تھا۔
- ❊ صفوان نے کسی سونے والے کو دیکھ کر اُونٹ کا رُخ موڑا اور بی بی کے قریب اُونٹ بٹھایا۔
- ❊ اُونٹ بٹھانے کی آواز سے بی بی بیدار ہوگئی۔
- ❊ سرورِ کونین کو بی بی کی عدم موجودگی کا علم قافلہ اُتر جانے کے باوجود بھی نہ ہوا۔

- ✲ صفوان نے اُونٹ بٹھایا، بی بی سوار ہوگئی۔ قافلہ اُترا ہوا تھا اور صفوان بی بی کو لے کر پہنچ گیا۔
- ✲ جب بی بی قافلہ میں پہنچ گئی اور اہلِ لشکر کو علم ہوا تو ان میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں اور نتیجہ قذف نکلا۔
- ✲ سفر سے واپسی کے فوراً بعد بی بی ایک ماہ تک بیمار رہی۔
- ✲ سرورِ کونینؐ نے بی بی کی اس بیماری میں وہ دلچسپی نہ لی جو پہلے ایامِ مرض میں لیا کرتے تھے۔
- ✲ بی بی کو اُمِ مسطح کے ذریعہ واقعۂ افک کا پتہ چلا۔
- ✲ بی بی نے سرورِ کونینؐ سے والدین کے گھر جانے کی اجازت مانگی۔ سرورِ کونینؐ نے اجازت دے دی اور بی بی میکے چلی گئی۔ مقصد یہ تھا کہ حقیقت کی مزید توضیح معلوم کی جاسکے۔
- ✲ بی بی نے والدہ سے واقعہ پوچھا تو اس نے کہا: جس بیوی کی سوکنیں ہوں اسے ایسے واقعات سے دل برداشت نہیں ہونا چاہیے۔
- ✲ بی بی نے دو دن ایک رات روتے اور جاگتے ہوئے گزار دی۔
- ✲ سرورِ کونین کو بذریعہ وحی اس واقعہ سے متعلق کوئی حکم موصول نہ ہوا۔
- ✲ ایک ماہ گزر جانے کے بعد آپؐ نے علی ابن ابی طالبؑ اور اسامہ ابن زید سے مشورہ کیا کہ بیوی کو طلاق دے دوں یا نہ دوں؟
- ✲ اسامہ ابن زید نے اپنی معلومات اور ابوبکر سے تعلقات کی بنیاد پر بی بی کی نیکی کی شہادت دی۔
- ✲ علی ابن ابی طالبؑ نے فرمایا کہ اللہ نے آپ کو عورتوں کے سلسلہ میں پابند نہیں کیا اور بی بی کے علاوہ عورتیں دوسری بھی ہیں۔ ویسے آپ بی بی کی کنیز بریرہ سے

حقیقتِ حال دریافت کر لیں۔

* سرورِ کونینؐ نے بریرہ سے پوچھا تو بریرہ نے بھی بی بی کی صفائی پیش کی۔
* اسامہ ابن زید، علی ابن ابی طالبؑ اور بریرہ سے مشورہ اور تفتیش سے فارغ ہو کر سرورِ کونینؐ منبر پر تشریف لائے اور مسلمانوں سے اپیل کی کہ جن لوگوں نے مجھے میری بیوی کے سلسلہ میں اذیت پہنچائی ہے مجھے ان سے نجات دلاؤ کیونکہ مجھے اپنی بیوی کے نیکی کے سوا کوئی بات معلوم نہ ہو سکی۔
* سعد ابن معاذ نے کہا کہ اگر قبیلہ اوس سے ہے تو ہم ابھی گردن اڑاتے ہیں اور اگر بنی خزرج سے ہے تو آپ حکم دیں بجا ہم لائیں گے۔
* سعد بن عبادہ نے سعد ابن معاذ کو جواب دیا کہ اگر بنی خزرج سے ہوا تو تمہیں اسے قتل کی اجازت نہیں دی جائے گی۔
* اسید ابن حضیر نے اُٹھ کر سعد ابن عبادہ کو جھوٹا کہہ کر منافقین کا طرفدار بتایا۔
* بنی اوس و خزرج دو پا ہو گئے تو تکرار شروع ہو گئی اور خطرۂ جنگ رونما ہونے لگا۔
* سرورِ کونینؐ نے دونوں کو ٹھنڈا کیا اور جھگڑا مزید نہ بڑھا۔
* کثرتِ گریہ سے بی بی کو جگر پھٹنے جیسا گمان ہونے لگا۔
* بی بی کے والدین بی بی کے قریب آ کر بیٹھ گئے۔
* ایک انصاری عورت بھی بی بی سے اجازت لے کر آئی اور بی بی کے قریب بیٹھ کر بی بی کے غم میں رونے لگی۔
* یہ افراد بیٹھے ہوئے ہیں کہ سرورِ کونینؐ تشریف لائے اور بی بی کے ساتھ بیٹھ گئے حالانکہ اس واقعہ کے بعد اور اس دن سے پہلے آپؐ نے کبھی ایسا نہیں کیا تھا۔
* آپؐ بی بی سے فرماتے ہیں کہ میں نے اس طرح سنا ہے اگر تو بے گناہ ہے تو اللہ تجھے بے گناہ بتا دے گا اور اگر تو نے گناہ کا ارتکاب کیا ہے تو بارگاہِ خالق میں

اعترافِ جرم کر کے توبہ کرے، اللہ معاف کر دے گا۔

* بی بی نے باری باری والدین سے کہا کہ آپ میری طرف سے جواب دیں لیکن دونوں نے انکار کر دیا۔
* اس واقعہ تک بی بی نے کوئی اتنا زیادہ قرآن نہیں پڑھا تھا البتہ سورۂ یوسف نازل ہو چکی تھی۔
* بی بی نے خود یوں جواب دیا کہ آپ لوگ یہ واقعہ سن کر اس کی حقیقت ہونے کا یقین کر چکے ہیں لہٰذا میرا اقرارِ جرم آپ کے لیے باعثِ تسکین ہو گا لیکن غلط ہو گا اور انکارِ جرم آپ کے لیے قابلِ قبول نہیں ہو گا جو حقیقت کے عین مطابق ہو گا۔
* میں صرف حضرت یوسفؑ کے باپ کا جملہ دہرا سکتی ہوں کہ اچھا صبر سے ہے اور تمہاری باتوں میں اللہ سے مدد کی درخواست ہے۔
* اتنا کہہ کر بی بی نے رُخ موڑ لیا اور بستر پر دراز ہو گئیں۔
* ابھی تک یہی کیفیت تھی کہ سرورِ کونینؐ پر وحی آئی اور آپؐ نے بی بی کو بی بی کی برأت کا مژدہ سنایا۔
* بی بی سے بی بی کی والدہ نے سرورِ کونینؐ کے قدم چھونے کو کہا۔ بی بی نے انکار کر دیا۔
* مسطح کو ابوبکر قرابت اور غربت کی بدولت کچھ وظیفہ دیتے تھے جو انہوں نے بند کر دیا۔
* ذاتِ احدیت نے بند نہ کرنے کا فرمان بھیجا اور ابوبکر نے دوبارہ شروع کر دیا۔
* سرورِ کونینؐ نے دیگر ازواج میں سے صرف زینب بنت جحش سے اس واقعہ کے متعلق پوچھا۔ اگرچہ زینب بنت جحش کی بی بی سے بنتی نہ تھی لیکن زینبؓ نے بی بی کی برأت کی شہادت دی۔

* اُم المومنین زینب بنت جحش کی بہن حمنہ بنت جحش اصحابِ افک میں تا آخر شامل رہی۔

نگاہِ فکر

مناسب ہوگا اگر ان مشترکہ نکات میں غور کرلیں تاکہ طوالتِ بیان اُکتاہٹ کا سبب نہ بن جائے۔

* بی بی نے نامعلوم وجوہ کی بنا پر یہ نہیں بتایا کہ جس جنگ سے واپسی پر یہ اندوہناک واقعہ پیش آیا وہ کون سی جنگ تھی اور اس جنگ کا انجام کیا ہوا۔۔۔۔۔ فتح یا شکست؟
* جب قافلہ کو حکم کوچ مل گیا اور بی بی رفعِ حاجت کے لیے تشریف لے گئی تو بی بی نے سرورِ کونینؐ یا کسی کنیز وغیرہ کو کیوں نہ بتایا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہوسکتی ہے؟
* ایک طرف ہار کی تلاش تھی اور دوسری طرف قافلہ کے چلے جانے کا امکان تھا۔ بی بی نے جستجوئے ہار کو ضروری کیوں سمجھا اور اگر اتنا ضروری ہی تھا تو آکر سرورِ کونینؐ کو اطلاع کیوں نہ دی تاکہ گذشتہ احادیث ہار کی طرح یا قافلہ رُک جاتا اور یا سرورِ کونینؐ دو چار صحابہ کو جستجوئے ہار پر مامور کردیتے؟
* بی بی کی بیان کردہ توجیہہ کے مطابق عورتیں اتنی ہلکی پھلکی ہوتی تھیں کہ عماری اٹھانے والوں کو یہ معلوم نہ ہوسکا کہ اس میں کوئی نہیں ہے۔ اگر یہ درست بھی ہو تو پورے راستہ میں سرورِ کونین کبھی گویا بی بی کے محمل کے قریب نہیں آئے اور نہ ہی دوسری فرودگاہ پر اُترنے کے بعد سرورِ کونینؐ یا حضرت ابوبکر نے یہ پتہ کیا کہ عماری میں کوئی ہے یا نہیں، حیرت انگیز معاملہ ہے؟
* یہ صفوان ابن معطل کون ہے لشکر سے پیچھے کیوں رہ گیا تھا۔ سرورِ کونینؐ کی اجازت سے تھا یا اپنی مرضی سے؟
* جب سرورِ کونینؐ نے بی بی کی عیادت میں پہلی سی دلچسپی نہ لی تو بی بی نے اس کی

وجہ پوچھنے کی کوشش کیوں نہ کی؟

* والدین کے گھر جا کر بی بی کے وسائل میں کیا اضافہ ہوا؟ کیا ایسی باتوں کی اطلاعات بی بی کے والدین کے ہاں جلدی اور مفصل ملنے کے وسائل زیادہ تھے۔ اگر زیادہ تھے تو کس بنا پر اور اگر زیادہ نہ تھے تو والدین کے گھر جانے کا فائدہ کیا ہوا؟
* بیماری کے ایک ماہ کے دوران بی بی کے والدین نے بی بی کی عیادت نہیں کی۔ اگر کی ہوتی تو بی بی اس کا ذکر ضروری کرتی۔ آخر کیا وجہ ہو سکتی ہے، نہ باپ آئے اور نہ ہی ماں؟
* بی بی کی والدہ نے واقعۂ افک کا ذمہ دار سوکنوں کو قرار دیا ہے حالانکہ پورے واقعہ میں کسی سوکن کا نام نہیں ملتا۔ اگر اُم المومنین زینب بنت جحش کا نام آیا بھی ہے تو بی بی نے خود لیا ہے اور وہ بھی اپنی صفائی میں۔ پھر یہ کون سی اُمہات المومنین تھیں جن کی مذموم کوششوں نے واقعۂ افک کو جنم دیا۔ نہ تو بی بی نے خود بتایا ہے اور نہ ہی بی بی کی والدہ نے کسی کا نام بتایا ہے، کیا وجہ ہے؟
* سرورِ کونینؐ نے جب اسامہ بن زید اور علیؑ بن ابی طالبؑ کے مشورہ کے لیے بلایا تو اس میں حضرت عمر کو کیوں نہ بلایا۔ اس پورے واقعہ میں حضرت عمر کا کہیں بھی نام نہیں ہے۔ کیا یہ ایسی جنگ تھی جس میں حضرت عمر سرے سے شریک ہی نہ تھے۔ اگر شریک تھے تو اول سے لے کر آخر واقعہ تک حضرت عمر کیوں غائب ہیں، نہ سرورِ کونینؐ مشورہ میں بلاتے ہیں نہ وہ خود حضرت ابوبکر کے پاس آتے ہیں، نہ مسجد میں ان کی آواز ہے نہ اوس وخزرج کی تو تکار میں وہ موجود ہیں۔ نہ بی بی کو تسلی دینے کے لیے آئے ہیں۔ بقول والدۂ بی بی کہ یہ سوکنوں کا کیا دھرا ہے۔ کہیں اُم المومنین حفصہ اور حضرت عمر ہی واقعۂ افک کے تانے بانے میں مرکزی کردار تو ادا نہیں کر رہے؟

* جب سرورِ کونینؐ نے اُمت مسلمہ سے اپیل کی کہ مجھے واقعۂ افک کے بانی افراد سے نجات دلاؤ تو مسلمانوں میں سے کسی نے بھی سرورِ کونینؐ کی اپیل پر کان دھرنے کے بجائے تو تکار کا ماحول کیوں پیدا کرلیا۔ قبائلی عصبیت کی فضا پیدا کر کے واقعۂ افک کے بانی افراد کو چھپانے کی کوشش کیوں کی گئی؟
* اندازہ یہی ہوتا ہے کہ سرورِ کونینؐ اپیل کرنے کو تو کر بیٹھے لیکن جب دیکھا کہ معاملہ قبائلی عصبیت کا رنگ اختیار کرنے لگا ہے تو آپ کو واقعۂ افک بھول گیا اور دوسرے دردِ سر کا علاج کرنے لگے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انہیں خاموش کرالیا تو دوبارہ اس بات کا نام نہیں لیا۔
* بقول بی بی کے کہ وہ والدین کے گھر میں مصروف گریہ ہیں۔ اسی دوران سرورِ کونینؐ اسامہ ابن زید، علیؑ ابن ابی طالبؑ اور بریرہ سے مشورہ و تفتیش کرتے ہیں۔ پھر مسجد میں خطبہ دیتے ہیں۔ اوس وخزرج کی لڑائی روکتے ہیں۔ یہ واقعات بی بی کو کس نے بتائے ہیں۔ بی بی خود اپنے گھر نہیں ہیں۔ والدین کے گھر ان حالات کی اطلاع کیسے ملتی رہی۔ بی بی نے اطلاع دینے والے کسی مرد یا عورت کا نام نہیں لیا۔
* ذیل کی دو باتیں ایسی ہیں: جن کا آپس میں کوئی جوڑ نظر نہیں آتا:

① اسامہ ابن زید، علیؑ ابن ابی طالبؑ اور بریرہ سے مشورہ اور تفتیش کے بعد سرورِ کونینؐ مسجد میں منبر پر فرماتے ہیں کہ بخدا میں اپنی بیوی میں کوئی برائی نہیں دیکھتا اور جس مرد کا کہا گیا ہے وہ کبھی تنہا میرے گھر نہیں گیا۔ گویا سرورِ کونین کو یقین ہے کہ بی بی بے گناہ ہے۔

② جب آپ ابوبکر کے گھر آکر بی بی کے پاس بیٹھتے ہیں تو فرماتے ہیں: ہم نے ایسی ایسی بات سنی ہے اگر تو بے گناہ ہے تو اللہ تجھے بے گناہ ثابت کرے گا اور اگر

تو نے ارتکاب گناہ کیا ہے تو توبہ کر۔ گویا مسجد میں آپ کو بی بی کی بے گناہی کا یقین تھا لیکن سسرال پہنچنے کے بعد آپ کا یقین متزلزل ہوگیا اور آپؐ شک میں پڑگئے کہ کہیں بی بی نے کیا تو نہیں۔۔۔۔اگر خدانخواستہ (نعوذ باللّٰہ من ذٰلک) بی بی اعتراف گناہ کرلیتی تو سرورِ کونینؐ کی اس قسم کا کیا بنتا۔ جو آپؐ نے مسجد میں بی بی کی بے گناہی کے سلسلہ میں برسرِ منبر کھائی تھی؟

* اس واقعۂ افک کو نشر ہوئے ایک ماہ سے اُوپر کا عرصہ گزر چکا ہے۔ لیکن مدینہ میں سے کوئی مہاجر و انصار عورت بی بی کے پاس نہیں آئی۔ جب بی بی سسرال میں دوسرے دن بیٹھی رو رہی ہیں تو ایک انصاری عورت اجازت لے کر آتی ہے اور کوئی بات کیے بغیر بی بی کے ساتھ بیٹھ کر مصروف گریہ ہو جاتی ہے۔ شومئی قسمت کہ بی بی نے ہمیں یہ نہیں بتایا کہ یہ انصاری عورت کون ہے؟ کس کی ماں ہے؟ کس کی بہن ہے؟ کس کی بیٹی ہے یا کس کی بیوی ہے؟
* بی بی نے حضرت یعقوبؑ کے بجائے یوسفؑ کا باپ کہا ہے۔ خدا جانے اس کی کیا وجہ ہو؟
* بی بی کے والدین نے سرورِ کونینؐ کے سامنے اپنی بیٹی کی بے گناہی کا نام نہیں لیا۔ بیٹی کی خواہش اور درخواست کے باوجود بھی والدین خاموش ہی رہی ہے۔ خدا معلوم کیا وجہ تھی حالانکہ فطرت اور محبت اولاد کا تقاضا تو یہ تھا کہ وہ خود سرورِ کونینؐ کے سامنے کچھ نہ کچھ کہتے لیکن خاموش ہیں، کیوں؟
* یہ تو مسلمہ ہے کہ جن لوگوں نے واقعۂ افک تراشا وہ مسلمانوں میں شامل کافر تھے جنہیں اصطلاح قرآن میں منافق کہا جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کی نشاندہی اور اُمت مسلمہ کو ان کی سرگرمیوں سے باخبر رکھنے کی خاطر اتنے ناموں کی فہرست ضروری تھی اور واقعۂ افک میں ملوث ایک دو تو نہیں ہوں گے بلکہ پوری جماعت ہوگی۔

یہ بھی یقینی ہے کہ اور کسی کو ان افراد کا علم ہو یا نہ ہو۔ اُم المومنین عائشہ کی زیرکی اور سمجھ بوجھ کو دیکھتے ہوئے یہ باور کیا جا سکتا ہے کی بی بی نے ان کے نام ضرور تلاش کیے ہوں گے اور بی بی کو وہ فہرست معلوم ہوگی۔ بی بی کے علاوہ دوسرے افراد بھی ایسے ہوں گے جنہیں ان اسلام دشمن افراد کا علم ہوگا۔

بنابریں بی بی یا دوسرے مسلمانوں کے لیے ضروری تھا کہ وہ ہم قسمت کے ماروں کو کم از کم واقعۂ افک تراشنے والے منافقوں سے تو آگاہ کر دیتے اور بتا دیتے کہ سرورِ کونینؐ کے زمانہ میں انہوں نے یہ کیا اور آپ کے بعد ان کی سرگرمیاں یہ تھیں۔ آخر ایسا کس مصلحت کی بناء پر کیا گیا ہے؟

* ہمیں تو یہ بھی معلوم نہیں کہ سرورِ کونینؐ کے بعد واقعۂ افک کے بانی افراد خلافتِ راشدہ سے منسلک رہے یا کہیں اور چلے گئے؟

مختلفہ نکات

متحدہ اور مشترکہ نکات دیکھنے کے لیے مناسب ہوگا اگر یہ بھی دیکھ لیں کہ ان روایاتِ افک میں اختلافی نکات کہاں کہاں ہیں اور کیا کیا ہیں تا کہ تکرار حدیث کا جھاڑ و نہ پھیرا جا سکے۔

* جلد اول، حدیث ۲۴۷۳ میں صفوان ابن معطل کے اُونٹ بٹھانے کے بعد بی بی سوار ہو جاتی ہے۔ پردے وغیرہ کا کوئی ذکر نہیں جبکہ جلد دوم، نمبر ۱۳۰۵ میں صفوان کے بی بی کو پہچان لینے کے بعد بی بی نے اپنے منہ پر نقاب ڈال لیتی ہے۔ جلد دوم، نمبر ۱۸۶۱ میں منہ پر نقاب ڈالنے کے علاوہ قسم کے ساتھ یہ فقرہ بھی ہے کہ "بخدا میں نے صفوان کی زبان سے اُونٹ بٹھانے کی آواز کے علاوہ کوئی دوسری بات نہ سنی اور نہ ہی صفوان نے مجھ سے کوئی بات کی"۔
* جلد اول، حدیث ۲۴۷۳ میں واقعۂ افک کا بانی عبداللہ ابن ابی ابن سلول اور مسطح

ابن اثاثہ صرف یہی دو بتائے گئے ہیں جبکہ جلد دوم، نمبر ۱۳۰۵ میں ان کے ساتھ حسان ابن ثابت اور حمنہ بنت جحش کو بھی شامل کر لیا گیا ہے۔

* جلد اول، نمبر ۲۴۷۳ میں صرف اُم مسطح بتایا گیا ہے جبکہ جلد دوم، نمبر ۱۳۰۵ میں اُم مسطح اور مسطح دونوں کا شجرۂ نسب بھی بتایا گیا ہے جو یوں ہے: اُم مسطح کا باپ عبدالمطلب کا بیٹا ابورہم تھا۔ گویا اُم مسطح سرورِ کونینؐ کی چچازاد تھی اور اُم مسطح کی ماں صخرا ابن عامر کی بیٹی اور ابوبکر کی خالہ تھی گویا اُم مسطح ابوبکر کی خالہ زاد بہن تھی۔
* حدیث نمبر ۱۳۰۵ میں مسطح کا شجرۂ نسب یوں بیان کیا گیا ہے۔ مسطح ابن اثاثہ ابن عباد ابن عبدالمطلب۔
* حدیث نمبر ۲۴۷۳ میں بی بی نے بتایا ہے کہ جب سے واقعۂ افک ہوا۔ اس کے بعد سرورِ کونینؐ پر سلسلۂ وحی قطعی طور پر بند ہو گیا جبکہ دیگر احادیث میں بی بی نے وضاحت کر دی ہے کہ سلسلہ وحی میرے معاملہ میں بند ہوا تھا۔ ویسے احکامِ الٰہیہ کا سلسلہ جاری رہا۔
* جلد دوم، نمبر ۱۸۶۷ میں اُم مسطح کو تین مرتبہ ٹھوکر لگی اور ہر مرتبہ اُم مسطح نے مسطح پر لعنت ہو۔ کہا اور بی بی نے مرتبہ ٹوکا لیکن دیگر احادیث میں صرف ایک مرتبہ ٹھوکر لگنے کا ذکر ہے۔
* جلد دوم، نمبر ۱۸۶۷ میں دے کر احادیث کی نسبت ایک اور بات جو مختلف ہے، وہ یہ ہے: دیگر احادیث میں بی بی میکے آ گئیں اور ماں سے واقعہ کے متعلق گفتگو کی لیکن مذکورہ حدیث میں بی بی پوری تفصیل بتاتی ہے کہ ابوبکر اُوپر والے مکان میں مصروفِ تلاوت تھے جبکہ بی بی نے ماں سے گفتگو کی اور رونے لگیں تو ابوبکر نے گریہ کی آواز سنی، نیچے اُترا اور پوچھا کیا بات ہے؟ بی بی کی ماں نے بتایا تو ابوبکر بھی رو پڑے اور کہا کہ واپس چلی جاؤ۔

* دیگر احادیث میں سرورِ کونینؐ نے بی بی کی کنیز بریرہ سے بی بی کے والدین کے گھر تفتیش کی اور آپ تنہا تھے جبکہ زیرِ نظر حدیث میں سرورِ کونینؐ نے بی بی کی کنیز سے اپنے ہی گھر میں پوچھا اور آپ تنہا نہ تھے بلکہ آپ کے ساتھ اصحاب بھی تھے اور کسی صحابی نے بی بی کی کنیز پر رعب بھی جھاڑا کہ سچ سچ بتا کیا بات تھی؟

کاش بی بی اس رعب جھاڑنے والے صحابی کا نام ہی بتا دیتیں۔ ویسے صاحبانِ عقل اور تاریخ دان حضرات تو جان ہی لیں گے کہ سرورِ کونینؐ کی موجودگی میں ایسی عادتیں کون کرتا تھا اور یہ بے باکانہ جسارت کس میں تھی؟ یہ تو واضح ہے کہ یہ واقعہ حکمِ پردہ کے بعد نازل ہوا۔ اس سے ہر صحابی تو آ نہیں سکتا تھا صرف وہی صحابہ ہی آتے ہوں گے جن کا رشتہ ہوگا۔ اگر بی بی بزبان خود اس کا نام بتا دیتیں تو ذرا اچھا ہوتا۔

* دیگر احادیث میں بی بی کے والدین اپنے ہی گھر میں بی بی کے پاس بیٹھتے تھے جبکہ زیرِ نظر حدیث میں بی بی کے والدین بھی سرورِ کونینؐ ہی کے گھر بی بی کے دائیں بائیں بیٹھے ہوتے ہیں۔
* دیگر احادیث میں بی بی نے صرف اتنا بتانے پر اکتفا کی کہ جب براُت آ گئی تو میری ماں نے کہا کہ اُٹھ سرورِ کونینؐ کی طرف تو بی بی نے انکار کر دیا لیکن اس حدیث میں بی بی نے وجہ بھی بتا دی کہ میں غصہ میں بھری ہوئی تھی اس لیے انکار کر دیا۔
* دیگر احادیث میں صرف ماں کا بتایا ہے کہ ماں نے کہا۔ لیکن اس حدیث میں کہنے والی اکیلی ماں نہیں بلکہ والدین یعنی ماں اور باپ دونوں ہیں۔
* اس حدیث میں حسان ابن ثابت کو بھی اصحابِ افک سے شمار کیا گیا ہے۔

فیصلہ

اب یہ فیصلہ تو قارئین ہی کریں گے کہ قذف عائشہ کا قائل کون ہے۔ راقم

الحروف نے بخاری شریف سے تمام وہ احادیث جمع کردی ہیں جن کا اس واقعہ سے تعلق تھا۔ جلد نمبر، صفحہ نمبر اور حدیث نمبر بھی ساتھ دیا ہے۔ اگر کوئی حوالہ غلط نکلے تو راقم الحروف ہر تعزیر کے لیے تیار ہے۔

اب ذرا اتنی تفصیل تو درکنار اس تفصیل کا عشرِ عشیر بھی اگر شیعہ لٹریچر میں مل جائے تو بھی شیعہ مستحق سزا ہوں گے۔ ویسے مقامِ افسوس ہے کہ ان راویوں کو یہ احادیث نقل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کیا ان کے بغیر بی بی کی زندگی نامکمل تھی؟ اگر راویوں نے نقل کر بھی دی تھیں تو امام بخاری کو اپنی صحیح میں درج کرنے کی کیا ضرورت تھی؟

جہاں تک میں سمجھتا ہوں اگرچہ یہ احادیث صحیح بخاری میں درج ہیں۔ اس کے راوی امام بخاری کی نگاہ میں قابلِ اعتماد ہیں۔ تمام احادیث بی بی کی اپنی بیان کردہ ہیں۔ ان میں سے کوئی حدیث نہ تو صحیح ہے اور نہ درست بلکہ ناموسِ سرورِ کونین کو داغدار کرنے کی مکروہ سازش ہے جس میں تمام وہ افراد شریک ہیں جن کے قلم اور زبان نے ان احادیث کو نشر کیا ہے۔

اگر یہ اصرار کیا جائے کہ یہ احادیث غلط نہیں ہیں اور درست ہیں۔ ان احادیث سے بی بی کی برأت ثابت ہوتی ہے تو گزارش یہ ہے کہ:

ایسی برأت کا کیا فائدہ جو داغ دار کرنے کے بعد حاصل ہو۔ سفید کپڑا داغ لگ جانے کے بعد کتنا ہی دھویا جائے اس میں پہلے کی سی چمک نہیں آتی۔

اگر اسی برأت کو پیمانہ بنا کر آیۂ تطہیر کا ہار بی بی کے گلے میں فٹ کیا جائے تو یہ احمقانہ دوستی ہوگی اور اس سے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ کیونکہ جنگِ جمل میں لا تبرجن تبرج الجاھلیۃ الاولی کی کھلی مخالفت اور نظامِ مصطفیٰؐ بزبان زوجہ باصفا جلد اوّل میں سنہری فیصلہ کے زیرِ عنوان بی بی کی وصیت کہ مجھے روضۂ رسولؐ میں دفن نہ کیا جائے نفیِ تطہیر کی واضح اور غیر مبہم دلیلیں ہیں۔

کیا ہی اچھا ہوتا اگر ان احادیث کو سرے سے درج ہی نہ کیا جاتا۔

بخاری شریف سے اتنی مفصل احادیث جو خود بی بی ہی کی نقل کردہ ہیں پڑھ لینے کے بعد شیعوں کو موردِ الزام ٹھہرانا اور یہ کہنا کہ شیعہ قذف عائشہ کے قائل نہیں، کیا یہ دھاندلی اور غنڈہ گردی نہیں۔

میرے دوستو! شیعہ مسلمہ معتقدات سے ہے کہ زوجۂ نبی منافقہ ہوسکتی ہے، کافرہ ہوسکتی ہے لیکن بدکردار نہیں ہوسکتی۔ اللہ ناموس انبیاءؑ کا محافظ ہوتا ہے۔ اگر اس پر بھی اعتبار نہ آئے تو آیئے ہماری آواز میں آواز ملایئے۔ ہم شیعہ بیک زبان اُم المومنین عائشہ پر بدکاری کی تہمت لگانے والوں پر لعنت کرتے ہیں۔ جو بھی تھے ان پر لعنت۔ آپ بھی کہہ دیجیے۔ قذف عائشہ کرنے والوں پر لعنت۔

سرورِ کونینؐ اور دخترِ نبیؑ

کل چار احادیث ہیں

* جلد دوم، کتاب المغازی، حدیث ۱۵۵۹، راوی عروہ
* جلد دوم، کتاب الانبیاء، حدیث ۸۲۷، راوی مسروق
* جلد سوم، کتاب الاستیذان، حدیث ۱۲۱۳ "
* جلد دوم، کتاب الانبیاء، حدیث ۹۱۰، راوی عروہ

(۳۲) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۶۹۶، حدیث ۱۵۵۹

عروہ عن عائشۃ قالت دعا النبیؐ فاطمۃ فی شکواہ الذی قبض فیہ فسارھا بشیئٍ فبکت ثم دعاھا فسارھا بشیئٍ فضحکت فسالنا عن ذٰلک فقالت سارنی النبیؐ انہ یقبض فی وجعہ الذی توفی فیہ فبکیت ثم سارنی فاخبرنی انی اول اھلہ یتبعہ فضحکت

''عروہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے اپنے مرضِ وفات میں اپنی دختر جنابِ فاطمہؑ کو بلایا اور اس سے سرگوشی کی جس پر آپ رو پڑیں۔ پھر بلایا اور سرگوشی کی جس سے آپ ہنسنے لگیں۔ ہمارے پوچھنے پر دخترِ نبیؑ نے بتایا کہ پہلی مرتبہ سرورِ کونینؐ نے مجھے بتایا کہ میں اسی بیماری میں دنیا سے چلا جاؤں گا۔ میں نے رو دیا۔ دوسری مرتبہ آپؐ نے بتایا کہ میرے اہلِ بیتؑ

میں تو سب سے پہلے مجھ سے آ ملے گی تو میں ہنس دی"۔

(۳۴) جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ۳۶۸، حدیث ۸۲۷

مسروق عن عائشة قالت اقبلت فاطمة تمشي كان مشيتها مشي النبيؐ قال النبيؐ مرحبًا بابنتي فاجلسها عن يمينه او عن شماله ثم اسر اليها حديثًا فبكيت فقلت لها لم تبكين ثم اسر اليها حديثا فضحكت فقلت ما رأيت كاليوم فرحًا اقرب عن حزن فسالتها عما قال فقالت ما كنت لافشي سر رسول الله حتٰى قبض النبيؐ فسالتها فقالت اسر الي ان جبريل كان يعارضني القرآن كل سنة مرة وانه عارضني العام مرتين ولا اراه الاحضر اجلي وانك اول اهلبيتي لحاقًا بي فبكيت فقال اما ترضيين ان تكوني سيدة نساء اهل الجنة او نساء العالمين فضحكت لذلك

"مسروق اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ دختر نبی فاطمہؑ آئی بالکل سرورِ کونینؐ کی طرح چل رہی تھی۔ سرورِ کونینؐ نے کہا: خوش آمدید بیٹی۔ پھر اپنے دائیں یا بائیں بٹھایا اور سرگوشی کی جس پر آپ رونے لگیں۔ میں نے کہا: کیوں رو رہی ہو؟ آپؐ نے پھر سرگوشی کی تو ہنسنے لگیں۔ میں نے کہا: غم کے بعد خوشی اتنی جلدی میں نے کبھی نہیں دیکھی۔ میں نے پوچھا کہ کیا بات تھی تو کہنے لگیں کہ میں رازِ نبی کو ظاہر نہیں کروں گی۔ سرورِ کونینؐ کے بعد میں نے پوچھا تو بتایا کہ پہلی مرتبہ آپؐ نے فرمایا تھا کہ جبریلؑ ہر

سال ایک مرتبہ قرآن لاتا تھا اور اس سال دو مرتبہ قرآن لایا ہے میں سمجھتا ہوں کہ میرا وقت آ پہنچا ہے اور تو میرے اہلِ بیتؑ میں سے سب سے پہلے مجھے آ ملے گی۔ میں رو پڑی۔ پھر آپؐ نے فرمایا: کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو اہلِ جنت یا کائنات کی عورتوں کی سردار ہو تو میں مسکرا دی"۔

(۳۴) جلد سوم، کتاب الاستیذان، ص ۴، حدیث ۱۲۱۴

عن مسروق حدثتنی عائشة قالت انا کنا ازواج النبیؐ عنده جمیعًا لم تغادر منا واحدة فاقبلت فاطمة علیها السلام تمشی لا واللّٰه ما تخفی مشیتها من مشیته رسولؐ اللّٰه فلما رآها رحب قال مرحبًا بابنتی ثم اجلسها عن یمینه او عن شماله ثم سارها فبکت بکاء شدیداً فلما رای حزنها سارها الثانیة اذا هی تضحك فقلت لها انا من بین نسائه– خصك رسول اللّٰه بالسر من بیننا ثم انت تبکین فلما قام رسول اللّٰه سالتها عما سالك قالت ما کنت لافشی علی رسول اللّٰه سره فلما توفی قلت لها عزمت علیك بما لی علیك من الحق لما اخبرتنی قالت اما الآن فنعم – فاخبرتنی قالت اماحین سارنی فی الامر الاول فانه اخبرنی انه جبریل کان یعارضه بالقرآن کل سنة مرة وانه قد عارضنی به العام مرتین ولا اری الاجل الا قد اقترب فاتقی اللّٰه واصبری فانی نعم السلف انا لك قالت فبکیت بکائی

الذی رأیت فلما رأی جزعی سارنی الثانیة قال یافاطمة الا ترضین ان تکونی سیدة نساء المومنین او سیدة نساء هذه الامة

''مسروق اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرورِ کونینؐ کی تمام ازواج آپ کے پاس موجود تھیں، کوئی بھی غیر حاضر نہ تھی کہ فاطمہؑ بنت رسولؐ آئی بخدا اس کی رفتار رفتارِ رسولؐ سے ذرہ بھر مختلف نہ تھی۔ آپؐ نے فرمایا: خوش آمدید بیٹی اور اپنے دائیں یا بائیں بٹھایا۔ پھر آپؐ نے جنابِ فاطمہؑ سے سرگوشی کی جس پر آپ دھاڑیں مار کر رونے لگیں۔ یہ دیکھ کر آپؐ نے دوسری مرتبہ سرگوشی کی جس سے فاطمہ مسکرا دی۔ تمام ازواج میں سے صرف میں نے کہا کہ سرورِ کونینؐ نے ہم سب کو چھوڑ کر آپ کو اپنے راز کے لیے مخصوص کیا اور آپ روتی ہیں۔ جب سرورِ کونینؐ باہر چلے گئے تو میں نے دخترِ رسولؐ سے وہ بات پوچھی جس پر اس نے کہا: میں رازِ رسولؐ کو ظاہر نہیں کروں گی۔ سرورِ کونینؐ کی وفات کے بعد میں نے کہا: تجھے میرے حق کا واسطہ وہ بات بتا دیں۔ آپ نے کہا: اب کوئی ہرج نہیں۔ پھر فرمایا کہ پہلی مرتبہ سرورِ کونینؐ نے فرمایا کہ جبریل ہر سال قرآن ایک مرتبہ لاتا تھا اور اس سال دو مرتبہ لایا ہے۔ گویا میرا وقت قریب ہے۔ صبر کیے رہنا میں تیرا بہترین پیش خیمہ ہوں۔ جس پر میں رو دی۔ جب آپؐ نے مجھے روتے دیکھا تو دوسری مرتبہ فرمایا: کیا تجھے منظور نہیں کہ تو نسائے مومنین یا نسائے اُمت کی سردار ہو''۔

(۳۵) جلد دوم، کتاب الانبیا، ص ۴۰۸، حدیث ۹۱۰

عروۃ عن عائشۃ قالت دعا النبیؐ فاطمۃ ابنتہ فی شکواہ الذی قبض فیھا فسارھا بشیئ فبکت ثم دعاھا فسارھا فضحکت قالت سالتھا عن ذٰلک فقالت سارنی النبیؐ فاخبرنی انہ یقبض فی وجعہ الذی توفی فیہ فبکیت ثم سارنی فاخبرنی انی اول اھلبیتہ اتبعہ فضحکت

''عروہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے اپنے مرضِ وفات میں اپنی بیٹی فاطمہؑ کو بلایا اور اس سے سرگوشی کی تو وہ رونے لگی۔ پھر دوسری مرتبہ بلایا اور سرگوشی کی تو مسکرانے لگی۔ میں نے پوچھا تو جنابِ فاطمہؑ نے بتایا کہ پہلی مرتبہ سرگوشی میں آپؐ نے بتایا کہ میں اسی بیماری میں دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا۔ جس پر میں رونے لگی اور دوسری مرتبہ بلا کر فرمایا کہ میرے اہلِ بیتؑ میں تو سب سے پہلے مجھے آملے گی تو میں مسکرا دی''۔

جائزہ

- جلد دوم، نمبر ۹۱۰ اور جلد دوم، نمبر ۱۵۵۹ کا راوی عروہ ابن زبیر بی بی کا بھانجا ہے۔
- جلد دوم، نمبر ۸۲۷ اور جلد سوم، ۱۲۱۴ کا راوی مسروق ہے۔
- عروہ کی دونوں احادیث میں سرورِ کونینؐ آخری مرض میں اپنی دختر جناب فاطمہؑ کو اُم المومنین عائشہ کی موجدگی میں دو مرتبہ بلاتے ہیں اور بی بی کی موجودگی کے باوجود جنابِ فاطمہؑ سے دو مرتبہ سرگوشی کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ جنابِ فاطمہؑ رو دیتی ہیں اور دوسری مرتبہ مسکرا دیتی ہیں۔ اُم المومنین وفاتِ رسولؐ کے بعد دختر نبیؐ سے وہ بات پوچھتی ہیں اور دختر رسولؐ بتاتی ہیں کہ پہلی مرتبہ سرورِ کونینؐ نے مجھے

بتایا کہ یہ میرا اس دنیا میں آخری مرض ہے اور اسی مرض میں مَیں رخصت ہو جاؤں گا۔ اس خبر نے مجھے رُلا دیا۔ دوسری مرتبہ آپؐ نے بتایا کہ میرے اہلِ بیتؑ میں سے تو سب سے پہلے اس دنیا سے رخصت ہو کر میرے پاس آئے گی۔ اس بات نے مجھے ہنسا دیا۔

* مسروق کی جلد دوم، نمبر ۸۲۷ میں دخترِ رسول کو بلایا نہیں گیا بلکہ جنابِ فاطمہؑ خود آئی اور اس وقت سرورِ کونینؐ کے پاس صرف اُم المومنین عائشہ موجود تھی۔ جبکہ جلد سوم، نمبر ۱۲۱۴ میں دخترِ نبیؐ جنابِ فاطمہؑ آئی تو خود لیکن سرورِ کونینؐ کے پاس تنہا بی بی عائشہ نہیں تھیں بلکہ تمام ازواجِ نبیؐ تشریف فرما تھیں۔

دونوں احادیث کے مطابق دخترِ رسولؐ جنابِ فاطمہؑ کا اندازِ رفتار رفتارِ سرورِ کونینؐ سے مختلف نہ تھا۔

* مسروق کی دونوں احادیث میں سرورِ کونینؐ اپنی دختر جنابِ فاطمہؑ کو خوش آمدید کہتے ہیں اور اپنے دائیں یا بائیں بٹھا کر اسی وقت دو مرتبہ سرگوشی کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ دخترِ نبی جنابِ فاطمہ رُو دیتی ہے اور دوسری مرتبہ مسکرا دیتی ہے۔
* جلد دوم، نمبر ۸۲۷ میں دخترِ رسولؐ جنابِ فاطمہؑ کے رونے اور مسکرانے پر اُم المومنین یوں تبصرہ فرماتی ہیں: ''میں نے غم کے بعد اتنی جلدی مسرت کا اظہار آج کے سوا کبھی نہیں دیکھا''۔

جبکہ جلد سوم، نمبر ۱۲۱۴ میں دخترِ رسولؐ جنابِ فاطمہؑ کے رونے پر اُم المومنین کہتی ہے کہ اپنی ازواج کے ہوتے ہوئے اور ان کی موجودگی میں سرورِ کونینؐ نے آپ کو ہمراز بنایا ہے اور آپ روتی ہیں۔

* مسروق کی دونوں احادیث اُم المومنین عائشہ دخترِ رسول جنابِ فاطمہؑ سے وہ بات پوچھتی ہے جو سرورِ کونینؐ نے بتائی ہے تو دخترِ رسولؐ یہ جواب دیتی ہے: ''میں سرورِ

کونینؐ کے راز کو ظاہر نہیں کرتی"۔

* سرورِ کونینؐ کی وفات کے بعد اُم المومنین عائشہ نے اپنے حق کا واسطہ دے کر وہ بات پوچھتی ہیں تو دخترِ رسولؐ جنابِ فاطمہؑ نے فرمایا کہ اب چونکہ وہ راز نہیں رہا اس لیے بتائے دیتی ہوں۔
* مسروق کی دونوں احادیث کے مطابق سرگوشی میں کی جانے والی پہلی بات جس پر دخترِ رسولؐ جنابِ فاطمہ نے رو دیا تھا۔ وہ متفقہ ہے اور وہ یہ ہے کہ:

"میں اپنے اسی مرض میں اس دنیا سے رخصت ہو جاؤں گا کیونکہ قبل ازیں جبریلؑ سال میں ایک مرتبہ قرآن لاتا تھا اور اس سال دو مرتبہ قرآن لایا ہے—— اور میرے اہلِ بیت میں سے تو سب سے پہلے مجھ سے آ کر ملے گی۔ یعنی اس دنیا سے تو بہت جلد رخصت ہونے والی ہے"۔

لیکن جس بات پر دخترِ رسولؐ مسکراتی ہیں وہ مسروق کی دونوں احادیث میں مختلف ہے۔ جلد دوم، نمبر ۸۲۷ میں:

اما ترضین ان تکونی سیدة نساء اهل الجنة او نساء العالمین

"کیا تجھے یہ منظور نہیں کہ تو نسائے اہلِ جنت یا نسائے عالمین کی سردار ہو"۔

جلد سوم، نمبر ۱۲۱۴:

ألا ترضین ان تکونی سیدة نساء المومنین او سیدة نساء هذه الامة

"کیا تجھے یہ منظور نہیں کہ تو نسائے مومنین یا اس اُمت کی تمام عورتوں کی سردار ہو"۔

اُم المومنین کی غیر مبہم شہادت

ان چار احادیث میں غور کرنے کے بعد ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ:

ا: دخترِ رسولؐ جنابِ اُم الحسنین فاطمہؑ ہی ہمراز سرورِ کونینؐ ہیں۔

ب: دخترِ رسولؐ جنابِ فاطمہؑ ہی سرورِ کونینؐ کی رفتار میں آپؐ کی شبیہہ تھیں۔

ج: تمام ازواج کی موجودگی کے باوجود سرورِ کونینؐ نے راز کی بات صرف جدۂ سادات جنابِ فاطمہؑ سے کی۔

د: دخترِ رسولؐ جنابِ فاطمہ امینہ اسرارِ نبوت تھیں۔

ہ: سرورِ کونینؐ عالم الغیب تھے۔ بقول اُم المومنین سرورِ کونینؐ نے دو پیش گوئیاں کیں۔

① میری زندگی کا آخری مرض ہے اور اسی مرض میں رخصت ہو جاؤں گا۔

② میرے اہلِ بیتؑ میں سے میری فاطمہ بیٹی سب سے پہلے مجھ سے آ کر ...

یہ خیال رہے کہ سرورِ کونینؐ فرما رہے ہیں کہ مجھ سے آ کر ملے گی۔ یہ نہیں فرمایا کہ اس دنیا سے رخصت ہوگی۔

اگر یہ احادیث درست ہیں اور یقیناً درست ہیں تو سرورِ کونینؐ کا مقام جنت ہی ہوگا اور آپؐ سے آپ کی بیٹی جنت ہی میں جاملی ہوں گی۔

جب دخترِ رسولؐ جنت میں سرورِ کونینؐ سے جاملی ہوں گی تو انہوں نے ضرور پوچھا ہوگا کہ میرے بعد کیسے گزری؟

دخترِ رسولؐ نے جنازہ سے لے کر گریہ سے منع تک تمام واقعات ایک ایک کر کے سنائے ہوں گے اور بتایا ہوگا کہ:

ا: کس طرح آپؐ کے ترکہ پر قبضہ کر کے مجھے محروم کیا گیا؟

ب: کس طرح مجھے میراثِ انبیاءؑ کی احادیث سنائی گئیں اور کس طرح حکمِ

قرآن کی مخالفت کی گئی؟

ج: کس طرح میرے دروازے کو آگ لگانے کی دھمکیاں دی گئیں؟

د: کس طرح آپؐ کے حامی و ناصر اور باب مدینۃ العلم کو بیعت کے لیے مجبور کیا گیا۔

ہ: کس طرح سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کی کھچڑی پکائی گئی؟

ز: دختر رسولؐ نے یہ بھی پوچھا ہوگا کہ: ابا جان! اگر انبیاءؑ کا متروکہ مال ان کے وارثوں کو نہیں ملتا اور انبیاءؑ کے وارث محروم المیراث ہوتے ہیں تو کم از کم مجھے اس آخری وقت ہی میں بتا دیتے کہ بیٹی خیال رکھنا میرے بعد میری جائیداد کی تو وارث نہیں ہوگی۔

آپؐ نے یہ بھی بتا دیا تھا کہ میری زندگی کے آخری لمحات ہیں۔ یہ بھی بتا دیا تھا کہ تو اہلِ بیتؑ میں سے سب سے پہلے میرے پاس آئے گی لیکن یہ تو نہیں بتایا تھا کہ تو میری وارث بھی نہیں ہوگی۔

کاش بابا جان! خاتم الانبیاءؑ ہوتے ہوئے آپؐ نے میرے ساتھ یہ سلوک کیا کہ سرگوشی کر کے دوسری باتیں بتا دیں اور وہ بات جس سے میری زندگی وابستہ تھی، نہ بتائی۔

بابا جان! اگر آپؐ مجھے بتا دیتے تو نہ میں جائیداد کا سوال لے کر جاتی اور نہ مجھے آپؐ کے منبر کے روبرو بھرے دربار میں بے علم کہا جاتا۔

اعلان عام

''حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت عیسٰیؑ تک تاریخ اسلام میں کوئی ایسا نبی پیش کیا جائے جس کے ترکہ سے اس کی اولاد محروم رہی ہو''۔

طالبِ حق کو دنیا میں دو کتابیں کافی ہیں: ① اللہ کی کتاب جو سب کے نزدیک مشہور اور متواتر ہے۔ ② رسولؐ اللہ کی کتاب وہ بخاری ہے۔ (عقیلی)

دارِ فانی سے رخصت

کل سولہ احادیث ہیں:

* جلد دوم، کتاب التفسیر حدیث ۱۶۹۹، راوی عروہ
* جلد اول، کتاب الجنائز، حدیث ۱۲۹۹ "
* جلد دوم، کتاب الوصایا، حدیث ۱۴، راوی اسود
* جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث ۳۴۲، ابن ابی ملیکہ
* جلد دوم، کتاب الجہاد، حدیث ۳۴۱، عتبہ ابن مسعود
* جلد دوم، کتاب المغازی، حدیث ۱۵۸۱، سعید ابن مسیّب
* جلد دوم، کتاب المغازی، حدیث ۱۵۶۵، عبداللہ ابن زبیر
* جلد دوم، کتاب المغازی، حدیث ۱۳۶۵، قاسم
* جلد سوم، کتاب المرضی، حدیث ۶۳۴، عباد ابن عبداللہ
* جلد دوم، کتاب المغازی، حدیث ۱۵۶۰، عروہ
* جلد دوم، کتاب المغازی، حدیث ۱۵۶۱ "
* جلد دوم، کتاب المغازی، حدیث ۱۵۶۲ "
* جلد دوم، کتاب المغازی، حدیث ۱۵۷۲ "

* جلد سوم، کتاب النکاح، حدیث ۲۰۱، راوی ہشام
* جلد دوم، کتاب المغازی، حدیث ۱۵۷۷، راوی اسود
* جلد دوم، کتاب المغازی، حدیث ۵۷۱، راوی ذکوان

(۳۶) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ۷۶۲، حدیث ۱۶۹۹

عروة عن عائشة قالت سمعت رسول الله يقول ما من نبي يمرض الا خير بين الدنيا والآخرة وكان شكواه الذى قبض فيه اخذته بحة شديدة فسمعته يقول مع الذى انعم الله عليهم من النبيين والصديقين والشهداء والصالحين فعلمت انه خير۔

"عروہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونین فرمایا کرتے تھے کہ جب کوئی نبی بیمار ہوتا ہے تو اسے دنیا اور آخرت میں اختیار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ سرورِ کونین مرض الموت میں جب مبتلا بشدت ہوئے تو میں نے آپ کو کہتے ہوئے سنا: ان لوگوں کے ساتھ جن پر اللہ نے انعام کیا ہے۔ جو نبی، صدیق، شہداء اور صالحین تھے۔ مجھے معلوم ہو گیا ہے کہ آپ کو اختیار دے دیا گیا ہے"۔

(۳۷) جلد اول، کتاب الجنائز، ص ۵۲۲، حدیث ۱۲۹۹

عروة عن عائشة قالت ان كان رسول الله ليتعذر فى مرضه اين انا اليوم اين انا غدًا استبطاءً ليوم عائشة فلما كان يومى قبضه الله بين سحرى ونحرى ودفن فى بيتى

"عروہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ

مرض الموت میں معذرت کے طور پر فرماتے کہ میں آج کہاں ہوں، کل کہاں ہوں گا۔ بی بی عائشہ کی باری کو بہت دُور سمجھتے تھے جب میری باری کا دن آیا تو اللہ نے آپ کو اٹھا لیا اس حالت میں کہ آپؐ میرے پہلو اور سینہ کے بیچ میں تھے اور میرے گھر میں دفن ہوئے"۔

(۳۸) جلد دوم، کتاب الوصایا، ص ۴۰، حدیث ۱۴

عن الاسود قال ذکروا عند عائشة ان علیا کان وصیًا فقالت متٰی اوصٰی الیه وقد کنت مسندته الی صدری او قالت حجری فدعا بالطست فلقد انخنثت فی حجری فما شعرت انه قدمات فمتٰی اوصٰی الیه

"اسود سے روایت ہے کہ اُم المومنین عائشہ کے سامنے لوگوں نے کہا کہ حضرت علیؓ وصی رسولؐ اللہ تھے۔ انہوں نے کہا کہ آپ نے کب وصیت کی؟ میں آپ کو اپنے سینہ یا گود سے تکیہ لگائے بیٹھی تھی۔ آپ نے پانی کا طشت مانگا اور میری گود میں جھک گئے۔ مجھے معلوم بھی نہ ہو کہ آپؐ پردہ فرما گئے۔ بتاؤ آپ نے انہیں کب وصیت کی"۔

(۳۹) جلد دوم، کتاب الجہاد، ص ۱۹۶، حدیث ۳۴۲

ابن ابی ملیکه قال قالت عائشة توفی النبیؐ فی بیتی وفی نوبتی وبین سحری ونحری وجمع اللّٰه بین ریقی وریقه، قالت دخل عبدالرحمٰن بسواك فضعف النبیؐ فاخذته فمضغته ثم سننته به

''ابن ابی ملیکہ نے اُم المومنین عائشہ سے نقل کیا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے میرے گھر میں، میری باری میں، میرے سینہ اور گردن کے درمیان وفات پائی۔ اللہ نے میرے اور ان کے لعابِ دہن کو بھی جمع کر دیا۔ (بات یہ ہے) عبدالرحمٰن ایک مسواک لائے جسے سرورِ کونینؐ نہ چبا سکے تو میں نے چبا کر اس سے آپ کی مسواک کی''۔

(۴۰) جلد دوم، کتاب الجہاد، ص۱۶۶، حدیث ۳۴۱

عتبه ابن مسعود ان عائشة قالت لما ثقل رسول الله استاذن ازواجه ان يمرض في بيتي فاذن له

''عتبہ ابن مسعود اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ جب سرورِ کونین کا مرض شدت پکڑ گیا تو آپ نے ازواج سے میرے گھر میں علاج معالجہ کی اجازت مانگی اور ازواج کی طرف سے آپ کو اجازت مل گئی''۔

(۴۱) جلد دوم، کتاب المغازی، ص۷۰۶، حدیث ۱۵۸۱

سعيد ابن المسيب في رجال من اهل العلم ان عائشة قالت كان النبيؐ يقول وهو صحيح انه لم يقبض بني حتّٰى يرى مقعده من الجنة ثم يخير فلما نزل به ورأسه على فخذى غشى عليه ثم افاق فاشخص بصره الى سقف البيت ثم قال اللهم الرفيق الاعلٰى فقالت اذن لا يختارنا فعرفت انه الحديث الذى كان يحدثنا وهو صحيح قالت فكانت آخر كلمته تكلم بها اللّٰهم الرفيق الاعلٰى

''سعید ابن میسب نے کئی معزز افراد کی موجودگی میں اُم المومنین عائشہ سے سنا کہ سرورِ کونینؐ ایامِ تندرستی میں فرمایا کرتے تھے۔ کوئی نبی اس وقت تک دنیا سے نہیں جاتا جب تک جنت میں اپنا مقام دیکھ نہ لے۔ پھر نبی کو دنیا اور آخرت میں اختیار دیا جاتا ہے جب سرورِ کونینؐ مبتلائے مرض ہوئے۔ آپ کا سر میرے زانو پر تھا۔ آپ کو غش آیا۔ جب افاقہ ہوا تو منہ چھت کی طرف کیا اور کہا: اے اللہ رفیق الاعلیٰ سے، تو میں سمجھ گئی کہ اب آپؐ ہم سے اُکتا گئے ہیں اور یہ وہی بات ہے جو ایامِ صحت میں آپؐ ہم سے فرمایا کرتے تھے۔ آپؐ نے زندگی کے آخری لمحہ میں جو آخری بات کی وہ یہ تھی: ''اے اللہ رفیق اعلیٰ کے ساتھ''۔

(۴۲) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۶۹۸، حدیث ۱۵۶۵

عبداللّٰہ ابن الزبیر ان عائشۃ اخبرتہ انھا سمعت النبیؐ واصغت الیہ قبل ان یموت وھو مسند الی ظھرہ یقول اللّٰھم اغفرلی وارحمنی والحقنی بالرفیق

''عبداللہ ابن زبیر اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ جب آنحضرتؐ کی وفات کا وقت قریب آ گیا تو آنحضرتؐ مجھ سے تکیہ لگائے ہوئے تھے تو میں نے سنا کہ آپ فرما رہے تھے: اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور بلند رفیقوں سے ملا''۔

(۴۳) جلد سوم، کتاب المرضیٰ، ص ۲۶۶، حدیث ۶۳۴

عباد ابن عبداللّٰہ ابن الزبیر قال سمعت عائشۃ قالت

سمعت النبیؐ وھو مستند الی یقول اللھم اغفرلی وارحمنی والحقنی بالرفیق

''عباد ابن عبداللہ ابن زبیر کہتا ہے کہ میں نے اُم المومنین عائشہ سے سنا کہ سرورِ کونینؐ سے اس وقت سنا، جب وہ مجھ سے تکیہ لگائے ہوئے تھے: اے اللہ! مجھے بخش دے، مجھ پر رحم فرما اور بلند رفیقوں سے ملا''۔

(۴۴) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۶۹۷، حدیث ۱۵۶۰

عروۃ عن عائشۃ قالت کنت اسمع انہ لا یموت نبی حتٰی یخیر بین الدنیا والاٰخرۃ فسمعت النبی یقول فی مرضہ الذی مات فیہ واخذتہ بحۃ یقول مع الذین انعم اللّٰہ علیھم ...... الح الایۃ

''عروہ ابن زبیر اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں نے آنحضرتؐ سے سنا تھا کہ نبی کو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے تو وہ اس جہان میں رہے اور چاہے تو آخرت کے قیام کو پسند کرے چنانچہ میں نے قریب وفات کہ آپ آیت: مع الذین انعم اللّٰہ علیھم تلاوت فرمارہے تھے''۔

(۴۵) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۶۹۷، حدیث ۱۵۶۱

عروۃ عن عائشۃ قالت لما مرض النبیؐ المرض الذی مات فیہ جعل یقول فی الرفیق الاعلٰی

''عروہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ آنحضرتؐ جب اس مرض میں بیمار ہوئے جس میں آپؐ کی وفات ہوئی تو آپؐ

فرمارہے تھے: فی الرفیق الاعلٰی۔

(۳۹) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۶۹۷، حدیث ۱۵۶۲

عروة ابن الزبير ان عائشة قالت كان رسول الله وهو صحيح يقول انه لم يقبض نبي قط حتى يرى مقعده من الجنة ثم يحيا او يخير ، فلما اشتكى وحضره القبض ورأسه على فخذ عائشة غشي عليه فلما افاق شخص بصره نحوسقف البيت ثم قال اللهم في الرفيق الاعلٰى فقلت اذن لا يجاورنا فعرفت انه حديثه الذى كان يحدثنا هو صحيح

"عروہ ابن زبیر اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک دفعہ تندرستی کی حالت میں فرمایا تھا کہ کوئی نبی اس وقت تک انتقال نہیں کرتا جب تک جنت میں اس کی جگہ اسے دکھائی نہیں جاتی۔ پھر اس کو اختیار دیا جاتا ہے کہ چاہے تو دنیا میں رہے اور چاہے تو آخرت کو پسند کرے۔ آنحضرتؐ جب بیمار ہوئے اور وقت قریب آیا تو ان کو غش آ گیا اور فرمایا: اللھم فی الرفیق الاعلٰی۔ میں کہنے لگی اب آپ ہم میں رہنا پسند نہیں کرتے اور معلوم ہو گیا کہ آپ نے جو بات تندرستی کے زمانہ میں فرمائی تھی، وہ پوری ہو رہی ہے"۔

(۴۰) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۷۰۲، حدیث ۱۵۷۲

عروة اخبرني ابى عن عائشة ان رسول الله كان يسأل في مرضه الذى مات فيه يقول اين انا غدًا اين انا غدًا

يريد يوم عائشة فاذن له ازواجه يكون حيث شاء فكان في بيت عائشة حتى مات عندها قالت عائشة فمات في اليوم الذي كان يدور علي في بيتي فقبضه الله وان رأسه لبين سحري ونحري وخالط ريقه ريقي ثم قالت دخل عبدالرحمٰن ابن ابي بكر ومعه سواك يستن به فنظر اليه رسول الله فقلت له اعطني هذا لسواك يا عبدالرحمٰن فاطعانيه ففضمته ثم مضغته فاعطيته رسول الله فاستن به وهو مستند الي صدري

”عروہ اپنے والد سے وہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسولؐ اللہ اپنے مرض الموت میں بار بار دریافت فرماتے کہ: این انا غدًا ، این انا غدًا، یعنی کل میں کہاں ہوں گا۔ مطلب آپ کا یہ تھا کہ اُم المومنین عائشہ کی باری کب آئے گی؟ یہ کیفیت دیکھ کر آپ کی بیویوں نے اجازت دے دی کہ آپ جہاں مناسب سمجھیں قیام فرمائیں۔ چنانچہ آپ تاوفات میرے ہی گھر میں رہے اور جب وفات ہوئی تو وہ میری ہی باری کا دن تھا اور اللہ نے اس آخر وقت میں میرے لعابِ دہن سے آپ کا لعابِ دہن بھی شامل کر دیا۔ بات یہ ہوئی کہ عبدالرحمٰن ایک ہری مسواک لیے ہوئے داخل ہوئے تو آنحضرتؐ نے اس کی طرف دیکھا تو میں نے کہا: اے عبدالرحمٰن! یہ مسواک مجھے دے دیجیے اس نے مسواک مجھے دے دی۔ میں نے اس سے مسواک لے کر اپنے دانتوں سے اسے نرم کیا اور پھر رسولؐ اللہ کو دے دی تو آپؐ

نے میرے سینہ سے تکیہ لگائے مسواک فرمائی"۔

(۴۸) جلد سوم، کتاب النکاح، ص ۱۱۹، حدیث ۲۰۱

(قال) هشام ابن عروة اخبرني ابي عن عائشة ان رسول الله كان يسأل في مرضه الذي مات فيه اين انا غدًا اين انا غدًا يريد يوم عائشة فاذن له ازواجه يكون حيث شاء فكان في بيت عائشة حتّٰى مات عندها قالت عائشة فمات في اليوم الذي كان يدور علي فيه في بيتي فقبضه الله وان رأسه لبين نحري وسحري وخالط ريقه ريقي -

"ہشام اپنے والد عروہ سے روایت کرتا ہے اور عروہ نے اُم المومنین عائشہ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ اپنے مرضِ وفات میں اپنی بیویوں سے پوچھتے تھے کہ کل میں کہاں قیام کروں گا۔ اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ اُم المومنین عائشہ کا دن کب آئے گا۔ اس پر آپ کی تمام بیویوں نے اجازت دے دی کہ آپ جہاں چاہیں رہیں۔ آپؐ نے میرے پاس قیام فرمایا اور میرے ہی پاس آپ کا وصال ہوا جس وقت روحِ مبارک جدا ہوئی۔ آپ کا سر مبارک میرے سینہ اور گلے کے درمیان تھا اور آپ کا لعابِ دہن میرے لعابِ دہن سے ملا ہوا تھا"۔

(۴۹) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۷۰۵، حدیث ۱۵۷۷

عن الاسود قال ذكر عند عائشة ان النبي اوصى الى علي فقالت من قاله لقد رأيت النبي واني لمسندته الى

نے میرے سینہ سے تکیہ لگائے مسواک فرمائی"۔

۴۸ جلد سوم، کتاب النکاح، ص ۱۱۹، حدیث ۲۰۱

(قال) هشام ابن عروة اخبرنی ابی عن عائشة ان رسول الله کان یسأل فی مرضه الذی مات فیه این انا غدًا این انا غدًا یرید یوم عائشة فاذن له ازواجه یکون حیث شاء فکان فی بیت عائشة حتٰی مات عندها قالت عائشة فمات فی الیوم الذی کان یدور علی فیه فی بیتی فقبضه الله وان رأسه لبین نحری وسحری وخالط ریقه ریقی –

"ہشام اپنے والد عروہ سے روایت کرتا ہے اور عروہ نے اُم المومنین عائشہ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ اپنے مرضِ وفات میں اپنی بیویوں سے پوچھتے تھے کہ کل میں کہاں قیام کروں گا۔ اس سے آپ کی مراد یہ تھی کہ اُم المومنین عائشہ کا دن کب آئے گا۔ اس پر آپ کی تمام بیویوں نے اجازت دے دی کہ آپ جہاں چاہیں رہیں۔ آپؐ نے میرے پاس قیام فرمایا اور میرے ہی پاس آپ کا وصال ہوا جس وقت روحِ مبارک جدا ہوئی۔ آپ کا سر مبارک میرے سینہ اور گلے کے درمیان تھا اور آپ کا لعابِ دہن میرے لعابِ دہن سے ملا ہوا تھا"۔

۴۹ جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۷۰۵، حدیث ۱۵۷۷

عن الاسود قال ذکر عند عائشة ان النبی اوصی الی علی فقالت من قاله لقد رأیت النبی وانی لمسندته الی

صدری فدعا بالطست فانخنشت فمات فما شعرت
فکیف اوصی الی علی

''اسود ابن یزید سے روایت کرتے ہیں کہ اُم المومنین عائشہ کے سامنے کسی نے یہ بات کہی کہ حضورؐ نے حضرت علیؑ کو اپنے بعد اپنا جانشین اور وصی بنایا تھا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا: کون کہتا ہے میں تو خود موجود تھی۔ آنحضرتؐ میرے سینہ سے تکیہ لگائے تھے۔ آپؐ نے کلی کرنے کے لیے طشت فرمایا۔ پھر آپؐ انتقال کر گئے اور مجھے بھی معلوم نہ ہوسکا پھر علیؑ کو کب وصی اور جانشین بنایا''۔

جائزہ

ا: کل چودہ احادیث ہیں۔

ب: سات احادیث کا راوی اُم المومنین عائشہ کا عزیز بھانجا عروہ ابن زبیر ہے۔

ج: دو احادیث اسود نے نقل کی ہیں۔

د: ایک حدیث ابن ابی ملیکہ نے روایت کی ہے۔

ہ: ایک حدیث کا راوی عتبہ ابن مسعود ہے۔

و: ایک حدیث سعید ابن مسیّب کی نقل کردہ ہے۔

ز: ایک حدیث عبداللہ ابن زبیر نے نقل کی ہے۔

ح: ایک حدیث عبادہ ابن عبداللہ سے مروی ہے۔

ط: اسود کی دونوں احادیث کا تعلق اس بات سے ہے کہ کچھ لوگ یہ کہتے پھرتے ہیں کہ سرورِ کونینؐ نے علیؑ ابن ابی طالبؑ کو اپنا وصی بنایا تھا حالانکہ قطعی غلط ہے۔ آپ کا انتقال ایسی حالت میں ہوا کہ میں بھی سمجھ نہ پائی۔ پھر وصیت کب کی؟

ی: چار احادیث میں اُم المومنین عائشہ نے بتایا ہے کہ سرورِ کونینؐ ارشاد فرمایا کرتے تھے کہ ہر نبی کو اس دنیا چھوڑنے سے قبل، دنیا چھوڑنے یا نہ چھوڑنے کا اختیار دیا جاتا ہے اور یہی اختیار آپ کو بھی دیا گیا اور جونہی آپ نے اللہ سے رفیقِ اعلیٰ کی دعا مانگی، میں سمجھ گئی کہ اب آخری سفر کی تیاری ہے۔

ان احادیث میں سے تین احادیث کا راوی عروہ ابن زبیر ہے۔ اور ایک حدیث سعید ابن میتب سے منقول ہے۔

ک: چار احادیث میں اُم المومنین نے بتایا ہے کہ سرورِ کونینؐ مرض کے آخری ایام میں اتنے بے خبر ہو گئے تھے کہ آپ کو علم نہ رہتا تھا کہ میں کس بی بی کے گھر میں ہوں اور کل کس کی باری ہوگی۔

اس پوچھنے سے آپ کا مقصد یہ تھا کہ میری باری کب آئے گی؟ بعض میں تو یہ بتایا ہے کہ آپؐ نے خود اپنی ازواج سے اجازت مانگی کہ مجھے عائشہ کے گھر رہنے کی اجازت دے دو اور بعض میں خود ازواج نے آپؐ کے شوق اور بے چینی کو دیکھ کر گزارش کر دی کہ آپؐ جہاں پسند کریں انہیں ہماری طرف سے کوئی پابندی نہیں۔

پھر سرورِ کونینؐ کی وفات اسی دن ہوئی جو میری اپنی باری کا دن تھا اور اس پر بی بی فخر کرتی ہیں۔

ل: تین احادیث میں بی بی عائشہ نے انتہائی فخر سے تین خصوصیات کا ذکر کیا ہے:

① آپ کی وفات میری باری اور میرے گھر میں ہوئی۔
② آپ کی وفات میری گردن اور سینہ کے درمیان سر رکھے ہوئے ہوئی۔
③ اللہ نے میرے اور سرورِ کونینؐ کے لعابِ دہن کو آپس میں یکجا کر دیا۔

یعنی آپ نے آخری وقت بی بی کے بھائی عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں مسواک

دیکھی تو میں نے نگاہ کے انداز سے آپ کا اشتیاق سمجھ لیا۔ چنانچہ عبدالرحمٰن سے مسواک لے کر اس کا چبایا ہوا حصہ علیحدہ کر کے پھینک دیا اور خود چبا کر سرورِ کونین کو مسواک کرنے کے لیے دیا، یا میں نے اپنے ہاتھوں سے مسواک کرایا۔ چونکہ آپ نے میرا چبایا ہوا مسواک اپنے منہ میں رکھ لیا اس لیے میرا اور آپ کا لعابِ دہن آخری وقت مل گیا۔

م: دو احادیث میں بی بی نے سرورِ کونین کی صرف دعا کا ذکر کیا ہے کہ آپؐ نے آخری وقت یہ دعا مانگی۔

چند سوالات:

* حضرت علیؑ کے وصی بنانے کی خصوصیت سے نفی کرنے کا کیا مقصد ہے؟
* کیا یہ ضروری ہے کہ انسان کسی کو دمِ مرگ وصیت کرے؟
* کیا یہ ممکن نہیں کہ سرورِ کونینؐ نے علیؑ بن ابی طالب کو پہلے سے وصی بنا رکھا ہو؟
* بی بی نے کسی صحابی کا نام نہیں لیا کہ آخری اور تکلیف دہ وقت میں کوئی یارِ غار بھی تھا یا نہیں؟
* بقول ہمارے بھائیوں کے اس کڑے وقت میں مرادِ رسول عمر صاحب کہاں تھے؟
* آخر دیگر صحابہ کی نسبت ابوبکر اور عمر کے لیے یہ وقت انتہائی تکلیف دہ تھا کیونکہ جس باپ کی بیٹی بیوہ ہو رہی ہو، وہ باپ چین سے نہیں بیٹھتا لیکن بی بی کی کسی روایت میں آپ کو دوسروں کے علاوہ ان دو حضرات کا نام بھی نہیں ملے گا۔ کہیں سقیفہ بنی ساعدہ کی تیاریاں تو نہیں ہو رہی تھیں؟
* دیگر ازواج کے گھر میں آپ کو کیا تکلیف تھی اور بی بی کے گھر میں کیا سہولت تھی؟
* کیا دیگر ازواج بھی بی بی کی طرح سرورِ کونینؐ کی اپنے گھر میں وفات کو سعادت سمجھتی تھیں؟
* بی بی کی بتائی گئی کیفیت وفاتِ رسولؐ کو آپ غور سے دیکھیں تو یوں معلوم ہوتا ہے

کہ اصحابِ باوفا تو رہے درکنار سرورِ کونینؐ کے پاس تو کسی کی بی بی بھی نہیں ہے اور نہ ہی دیگر ازواجِ نبیؐ ہیں اور بی بی آپ کے اس آخری وقت میں بالکل یکہ و تنہا ہے۔ آخر کیا ہو گیا تھا؟ دیگر ازواج آتی نہ تھیں یا انہیں آنے نہیں دیا گیا۔ کوئی صحابی آیا نہ تھا یا انہیں آنے سے روک دیا گیا۔ آخر اتنا بڑا محسن اور اتنی بڑی بے کسی و کسمپرسی کہ بوقت آخر یکہ و تنہا نہ کوئی مرد سہارا دینے والا اور نہ کوئی عورت ہاتھ بٹانے والی، یہ سب کیسے ہوا اور کیوں ہوا؟

* بی بی کے گھر اور باری کے دن تو وفات رسولؐ چلو بی بی کے لیے موجب سعادت تھی جیسا کہ بی بی خود فرماتی ہے لیکن بی بی کا اپنا لعابِ دہن مسواک کے ذریعے سرورِ کونینؐ کے دہنِ مبارک میں دے کر یہ فخر کرنا کہ ہمارے لعابِ دہن یکجا ہو گئے ہیں چہ معنی دارد؟ کیا بی بی کے پاس دھونے کے لیے پانی نہ تھا؟ یا اگر پانی تھا تو سرورِ کونینؐ نے منع فرما دیا تھا؟

اگر پانی بھی تھا اور سرورِ کونینؐ نے منع بھی نہیں فرمایا تھا جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہوتا ہے تو کیا کہیں بی بی نے اپنا سرِ فخر بلند کرنے کی خاطر سرورِ کونین کو بیماری اور ناچاری سے ناجائز فائدہ تو نہیں اٹھایا۔

* بھلا بی بی کے لعابِ دہن میں کیا سعادت تھی، فخر کی بات تو یہ تھی کہ سرورِ کونین کا لعابِ دہن بی بی کے منہ میں آتا۔ اگر بی بی کا لعابِ دہن سرورِ کونینؐ کے دہنِ مبارک میں چلا گیا تو اس میں کون سی مباہات کی بات ہے؟

(۵۰) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۶۹۷، حدیث ۱۵۶۳

قاسم عن ابیه عن عائشة دخل عبدالرحمٰن ابن ابکر علی النبیؐ وانا مسندته الی صدری ومع عبدالرحمٰن سواك رطب یستن به فابده رسول الله بصره

فاخذت السواك فقصمته ونقضته وطيبته ثم دفعته الى النبيؐ فاستن به فما رأيت رسول اللّٰه استن استنانا قط احسن منه فما عدا ان فرغ رسول اللّٰه رفع يده او اصبعه ثم قال فی الرفيق الاعلٰی ثلاثًا ثم قضٰی وكانت تقول مات بين حاقنتی وذاقنتی

''قاسم اپنے والد کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ عبدالرحمٰن ابن ابوبکر سرورِ کونینؐ کے پاس آیا۔ آپؐ نے میرے سینہ کا سہارا لے رکھا تھا۔ عبدالرحمٰن کے پاس تازہ مسواک تھی۔ سرورِ کونینؐ کافی دیر تک مسواک کو دیکھتے رہے۔ چنانچہ میں نے عبدالرحمٰن سے مسواک لے لی، اسے توڑا جھاڑا اور صاف کر کے سرورِ کونینؐ کو پیش کیا۔ آپؐ نے مسواک کیا، میں نے کبھی اتنی اچھی طرح آپؐ کو مسواک کرتے نہیں دیکھا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد آپؐ نے ہاتھ یا انگلی بلند کی۔ تین مرتبہ فی الرفيق الاعلٰی کہا اور چل بسے۔ بی بی کہا کرتی تھی: آپؐ کی وفات میری گردن اور سینہ کے درمیان ہوئی''۔

(۵۱) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۱۰۷، حدیث ۱۵۷۱

ذكوان مولٰی عائشة اخبره ان عائشة كانت تقول ان من نعم اللّٰه علی ان رسول اللّٰه توفی فی بيتی وفی يومی وبين سحری ونحری وان اللّٰه جمع بين ريقی وريقه عند موته دخل علی عبدالرحمٰن بيده السواك وانا مسندة رسول اللّٰه فرأيته ينظر اليه وعرفت انه

يحب السواك فقلت اخذه لك فاشار برأسه ان نعم فتنا ولنه فاشتد عليه وقلت الينه لك فاشار برأسه ان نعم فلينته وبين يديه ركوة او علبة يشك عمر فيها ماءً فجعل يدخل يديه في الماء فيمسح بها وجهه يقول لا اله الا اللّٰه ان للموت سكرات ثم نصب يده وجعل يقول في الرفيق الاعلٰى حتّٰى قبض ومالت يده —

"اُم المومنین عائشہ کا غلام اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ اللہ کی نعمات سے مجھ پر یہ بھی ایک نعمت ہے کہ سرورِ کونین ؐ کی وفات، میرے گھر، میری باری اور میرے سینہ اور گردن کے درمیان ہوئی اور اللہ نے میرے لعابِ دہن کو سرورِ کونینؐ کے لعابِ دہن سے ملا دیا۔

ہوا یوں کہ عبدالرحمٰن ابن ابوبکر سرورِ کونینؐ کے پاس آیا۔ آپؐ مجھ سے سہارا لیے ہوئے تھے۔ عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں مسواک تھی۔ سرورِ کونینؐ مسواک کو دیکھنے لگے۔ مجھے اندازہ ہوگیا کہ آپؐ مسواک پسند کرتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ آپؐ کے لیے نرم کردوں۔ آپؐ نے سر سے ہاں کا اشارہ کیا۔ میں نے نرم کیا۔ آپؐ کے سامنے کوزہ یا طشت (شک عمر کو ملے) رکھا تھا جس میں پانی تھا۔ آپؐ اپنا ہاتھ پانی میں ڈالتے تھے اور کہتے تھے: لَا الٰہ الا اللّٰہ سکرات موت بھی کتنے سخت ہوتے ہیں۔ پھر آپؐ نے ہاتھ بلند کیا اور کہنے لگے: فی الرفیق الاعلٰی، حتیٰ کہ آپؐ کی وفات ہوگئی اور ہاتھ جھک گیا۔

جائزہ

یہ دونوں روایات بھی سابقہ ان دو روایات کی طرح ہیں جن میں عبدالرحمٰن مسواک کرتا ہوا آتا ہے۔ البتہ ان میں سرورِ کونینؐ کی مسواک سے رغبت کا ذکر بھی ہے اور سکرات موت کا تذکرہ بھی ہے۔

علاوہ ازیں ان میں کھلے لفظوں سے بی بی نے سرورِ کونینؐ کی وفات کو اللہ کی نعمات سے ذکر کیا ہے۔ جب ہم عبدالرحمٰن ابن ابوبکر کو سرورِ کونینؐ کے پاس آتا دیکھتے ہیں تو وجہ معلوم نہیں ہوتی کہ عبدالرحمٰن کس غرض سے آیا ہے، کیونکہ:

ا: بی بی نے ہلکا سا اشارہ بھی نہیں کیا کہ عبدالرحمٰن آپؐ کی عیادت کے لیے آیا تھا یا کوئی اور مقصد تھا؟

ب: اگر عیادت کے لیے آیا تھا تو کیا اس نے سرورِ کونینؐ سے کوئی بات بھی کی یا نہ کی؟

ج: اگر کوئی بات کی تو کون سی تھی؟

د: اگر نہیں کی تو بیٹھ گیا یا واپس چلا گیا؟

ہ: عبدالرحمٰن کی زندگی میں آپ دیکھیں آپ کو صحاح ستہ میں کہیں ضعیف حدیث بھی ایسی نہ ملے گی جس میں عبدالرحمٰن نے تمام صحابہ کو چیلنج کر کے کہا ہو کہ میرے سوا کون ہے آپ حضرات میں سے جس نے سرورِ کونینؐ کے آخری وقت میں آپؐ کی زیارت کی یا کوئی بات پوچھی یا سنی ہو؟

و: کہیں عبدالرحمٰن کی آمد کسی کے اشارہ پر تو نہ تھی؟

ز: کیا عبدالرحمٰن صرف یہ معلوم کرنے تو نہیں آیا تھا کہ ابھی کتنی دیر باقی ہے؟ یہ اشتباہ ہمیں اس نکتہ سے ہوتا ہے کہ جب سرورِ کونینؐ کا اٹھایا ہوا ہاتھ جھک گیا۔ اس کے بعد بی بی خاموش ہے، یہ نہیں بتاتیں کہ عبدالرحمٰن نے سرورِ کونینؐ کو بعد از وفات بستر پر

سلانے میں میری مدد کی یا نہیں؟

ح: آخر ایسے وقت میں جب ایک نوجوان تنہا عورت ہو اسے تعاون کی ضرورت ہوتی ہے لیکن عبدالرحمٰن کا کردار بالکل خاموش ہے۔

ط: یا ممکن ہے بی بی صرف اللہ کی صرف ان نعمات کا تذکرہ کرنا چاہتی ہے جو اللہ نے آپ پر سرورِ کونینؐ کی وفات کے سلسلہ میں کیں اور بی بی سرورِ کونینؐ کی وفات کے سلسلہ میں اور کوئی بات بتانا ہی مناسب نہیں سمجھتی۔

"طالبِ حق کو دنیا میں دو کتابیں کافی ہیں:
اللہ کی کتاب جو سب کے نزدیک مشہور اور متواتر ہے۔ رسولؐ اللہ کی کتاب ــــــ وہ بخاری ہے"۔ (امام عقیلی)

دم

کُل بارہ احادیث ہیں:

- ❊ جلد سوم، کتاب التفسیر، حدیث ۸، راوی عروہ
- ❊ جلد سوم، کتاب الطب، حدیث ۶۸۶، "
- ❊ جلد سوم، کتاب الطب، حدیث ۶۸۹، راوی عبداللہ ابن شداد
- ❊ جلد سوم، کتاب الطب، حدیث ۶۹۲، راوی عبدالرحمٰن الاسود
- ❊ جلد سوم، کتاب الطب، حدیث ۶۹۴، راوی مسروق
- ❊ جلد سوم، کتاب الطب، حدیث ۶۹۵، راوی عروہ
- ❊ جلد سوم، کتاب الطب، حدیث ۶۹۶، راوی عمرہ
- ❊ جلد سوم، کتاب الطب، حدیث ۶۹۷، راوی عمرہ
- ❊ جلد سوم، کتاب الطب، حدیث ۶۹۹، راوی عروہ
- ❊ جلد سوم، کتاب الطب، حدیث ۷۰۱، راوی مسروق
- ❊ جلد سوم، کتاب التفسیر، حدیث ۹، "
- ❊ جلد دوم، کتاب الانبیاء، حدیث ۱۵۶۴، راوی عروہ

(۵۲) جلد سوم، کتاب التفسیر، ص ۵۲، حدیث ۸

عروۃ عن عائشۃ ان رسول اللّٰہ کان اذا اشتکی یقراء علی نفسہ بالمعوذات وینفث فلما اشتد وجعہ کنت اقراء علیہ وامسح بیدہ رجاء برکتھا

''عروہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ جب سرورِ کونینؐ بیمار ہوتے تو معوذتین پڑھ کر دم کرتے اور آپ کا درد بڑھ گیا تو انھی سورتوں کو میں آپؐ پر پڑھتی اور آپؐ کے ہاتھوں کو آپؐ پر برکت کی امید سے پھیرتی تھی''۔

(۵۳) جلد سوم، کتاب الطب، ص ۲۸۳، حدیث ۶۸۶

عروہ عن عائشۃ ان النبی کان ینفث علی نفسہ فی المرض الذی مات فیہ بالمعوذات فلما ثقل کنت انفث علیہ بھن وامسح بید نفسہ لبرکتھا فسألت الزھری کیف ینفث قال کان ینفث علی یدیہ ثم یمسح بھما وجھہ

''عروہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ اپنے مرضِ وفات میں معوذات پڑھ کر اپنے اُوپر دم کرتے تھے۔ جب آپ بوجھل ہوگئے تو میں اپنے ہاتھوں پر دم کر کے امید برکت میں سرورِ کونینؐ کے جسم پر پھیرتی تھی۔ میں نے زہری سے پوچھا: کس طرح دم کرتے تھے تو اس نے بتایا کہ ہاتھوں پر دم کر کے انھیں چہرے پر پھیر لیتے تھے''۔

(۵۴) جلد سوم، کتاب الطب، ص ۲۸۵، حدیث ۶۸۹

عبداللّٰہ ابن شداد عن عائشۃ قالت امرنی رسول اللّٰہ

او امران یسترقی من العین

''عبداللہ ابن شداد اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرور کونینؐ نے مجھے یا علی العموم ہر ایک کو حکم دیا ہے کہ نظر بد سے بچے رہا کرو''۔

(۵۵) جلد سوم، کتاب الطب، ص ۲۸۶، حدیث ۶۹۲

عبدالرحمٰن الاسود عن ابیه قال سألت عائشة عن الرقیه من الحمة فقالت رخص النبی الرقیة من کل ذی حمة

''عبدالرحمٰن ابن اسود اپنے والد کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ میں نے بی بی سے بخار میں تعویذ کے متعلق پوچھا تو کہا کہ سرورِ کونینؐ نے ہر بخار والے کو تعویذ کی اجازت دی ہے''۔

(۵۶) جلد سوم، کتاب الطب، ص ۲۸۷، حدیث ۶۹۴

مسروق عن عائشة ان النبیؐ کان یعوذ بعض اهله یمسح بیده الیمنی ویقول "اللّٰهم رب الناس اذهب الباس اشفه انت الشافی ولا شفاء الا شفاء ك شفاء لا یغادر سقمًا"

''مسروق اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ اپنے بعض اہلِ بیت پر دائیں سے مسح کرتے اور پڑھتے: ''اے لوگوں کے پروردگار اللہ! اس سے مصیبت کو دُور فرما، اسے شفایاب فرما، تیرے سوا کسی کے پاس شفاء نہیں۔ ایسی شفاء جس میں کوئی بیماری نہ بچے''۔

(۵۷) جلد سوم، کتاب الطب، ص ۲۸۷، حدیث ۶۹۵

عروة قال اخبرنی ابی عن عائشة ان رسول اللّٰہ کان یرقی ویقول "امسح الباس رب الناس بیدك الشفاء لا کاشف له الا انت"

''عروہ اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ تعویذ دیتے تھے اور فرماتے تھے: ''اے پروردگار انسان! تکلیف دُور فرما، تیرے پاس شفاء ہے۔ تیرے سوا کوئی اس تکلیف کو دُور نہیں کرسکتا''۔

(۵۸) جلد سوم، کتاب الطب، ص ۲۸۸، حدیث ۶۹۶

عمرة عن عائشة ان النبی کان یقول للمریض بسم اللّٰہ تربة ارضنا – بریقة – بعضنا یشفی سقیمنا باذن ربنا

''عمرہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتی ہے کہ سرورِ کونینؐ بیمار سے فرماتے تھے: ''بسم اللّٰہ تربة ارضنا – بریقة بعضنا یشفی سقیمنا باذن ربنا''۔

(۵۹) جلد سوم، کتاب الطب، ص ۲۸۸، حدیث ۶۹۷

عمرة عن عائشة قالت کان النبی یقول فی الرقیة تربة ارضنا وریقة بعضنا یشفی سقیمنا باذن ربنا

''عمرہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتی ہے کہ سرورِ کونینؐ دم میں پڑھا کرتے تھے: ''تربة ارضنا وریقة بعضنا یشفی سقیمنا باذن ربنا''۔

(۶۰) جلد سوم، کتاب الطب، ص ۲۸۸، حدیث ۶۹۹

عروة ابن الزبیر عن عائشة قالت کان رسول اللّٰہ اذا

آوی و فراشه نفث فی کفیه بقل هو الله احد و بالمعوذتین جمیعًا ثم یمسح بهما وجهه وما بلغت یداہ من جسدہٖ قالت عائشة فلما اشتکی کان یامرنی ان افعل ذٰلك به

''عروہ ابن زبیر اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ جب بستر خواب پر تشریف لاتے تو قل هو الله احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس مکمل سورتیں پڑھ کر ہاتھوں پر دم کرتے اور ہاتھوں کو چہرہ اور تمام جسم پر جہاں تک ہاتھ پہنچتا پھیرتے۔ بی بی کہتی ہے کہ جب آپ بیمار ہوتے تو مجھے حکم کرتے کہ ایسا کروں''۔

(۶۱) جلد سوم، کتاب الطب، ص ۲۸۹، حدیث ۷۰۱

مسروق عن عائشة قالت کان النبیؐ یعوذ بعضهم یمسحه بیمینه اذهب الباس رب الناس واشفه انت الشافی لا شفا الا شفاءك شفاءً لا یغادر مسقمًا

''مسروق اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ بعض افراد کو دم کرتے تو اپنا دایاں ہاتھ ان پر پھیرتے اور یہ دعا پڑھتے: اذهب الباس رب الناس واشفه – انت الشافی لا شفا الا شفاءك شفاءً لا یغادر مسقمًا

(۶۲) جلد سوم، کتاب الطب، ص ۲۹۰، حدیث ۷۰۲

عروة عن عائشة ان النبیؐ کان ینفث علی نفسهٖ فی مرضه الذی قبض فیه بالمعوذات فلما ثقل کنت انا

انفث علیه بهن فامسح بید نفسه لبرکتها فسالت ابن شهاب کیف کان ینفث قال ینفث علی یدیه ثم یمسح بهما وجهه

''عروہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ اپنے مرضِ وفات میں اپنے کو معوذتین سے دم کرتے۔ جب آپ بوجھل ہوگئے تو میں اپنے ہاتھوں پر معوذتین دم کر کے آپ پر برکت کی امید سے پھیرتی تھیں۔ میں نے ابن شہاب سے پوچھا: کس طرح دم کرتے تھے؟ اس نے بتایا کہ ہاتھوں پر پھونک مار کر کے چہرہ پر پھیرتے تھے''۔

(۶۳) جلد سوم، کتاب التفسیر، ص ۵۲، حدیث ۹

عروة عن عائشة ان النبیؐ کان اذا آوی فراشه کل لیلة جمع کفیه ثم نفث فیهما فقرأ فیهما قل هو الله احد – قل اعوذ برب الفلق وقل اعوذ برب الناس ثم یمسح بهما ما استطاع من جسده یبدأ بهما علی راسه ووجهه وما اقبل من جسده یفعل ذٰلك ثلاث مرات

''عروہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ جب بستر پر تشریف لاتے، ہر رات اپنے دونوں ہاتھوں کو جمع کرتے، ان پر دم کرتے پھر قل هو الله احد، قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس پڑھتے اور جتنے تلک ہاتھ پہنچتا۔ تمام جسم پر ہاتھ پھیرتے، ابتداء سر سے کرتے اور تین مرتبہ ایسا کرتے''۔

جائزہ

ا: کل بارہ احادیث ہیں جن میں تین کا تعلق تو اس بات سے ہے کہ سرورِ کونینؐ ایامِ مرض کی ابتداء میں تو خود اپنے کو دم کرتے تھے اور جب مرض بڑھ گیا تو پھر میں آپ کو دم کرتی تھی۔ جبکہ نو احادیث علی العموم تعویذ اور دم کی اجازت سے متعلق ہیں۔

ب: چھ احادیث بی بی کے بھانجے عروہ ابن زبیر سے منقول ہیں۔

ج: ایک حدیث عبداللہ ابن شداد سے مروی ہے۔

د: ایک حدیث عبدالرحمٰن ابن اسود کی روایت ہے۔

ہ: دو احادیث مسروق کی روایت کردہ ہیں۔

و: دو احادیث عمرہ سے نقل کی گئی ہیں۔

(۶۴) جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ۶۹۸، حدیث ۱۵۶۴

عروة ان عائشة اخبرته ان رسول الله كان اذا اشتكى نفث على نفسه بالمعوذات ومسح عنه بيده فلما اشتكى وجعه الذى توفي فيه طفقت انفث على نفسه بالمعوذات التى كان ينفث وامسح بيد النبي عنه

"عروہ ابن زبیر حضرت عائشہ سے نقل کرتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا کہ جب رسولؐ بیمار ہوئے تو آیات اور دعائیں پڑھ کر دم کرتے تھے اور اپنے ہاتھوں پر دم کر کے تمام جسم پر پھیر لیا کرتے تھے۔ پھر جب آپ اس بیماری سے بیمار ہوئے جس میں آپؐ نے وفات پائی تو میں نے وہی سورتیں اور دعائیں پڑھ کر آپؐ کے ہاتھوں پر دم کر کے آپؐ کے جسم مبارک پر پھیرا"۔

زہر

کُل پانچ احادیث ہیں:

- جلد دوم، کتاب المغازی، حدیث ۱۵۷۶، راوی عروہ
- جلد دوم، کتاب المغازی، حدیث ۱۵۷۶، راوی علی ابن یحییٰ
- جلد سوم، کتاب الطب، حدیث ۶۶۵، راوی عبید اللہ ابن عبد اللہ
- جلد سوم، کتاب الدیات، حدیث ۱۷۸۰، راوی عبید اللہ ابن عبد اللہ
- جلد سوم، کتاب الدیات، حدیث ۱۷۹۰ " "

(۶۵) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۶۹۵، باب ۵۵۰

قال عروۃ قالت عائشة كان النبیؐ يقول فی مرضه الذی مات فيه ياعائشة ما ازال اجد الم الطعام الذی اكلت بخيبر فهذا او ان وجدت انقطاع ابهری من ذٰلك السم

"عروہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ اپنے مرضِ وفات میں فرماتے تھے: اے عائشہ! جو کھانا میں نے خیبر میں کھایا اس کی تلخی آج تک میں محسوس کر رہا ہوں۔ اب وہ وقت ہے کہ میں اس کے زہر کے اثر سے اپنی آنتیں کٹتی ہوئی محسوس کر رہا ہوں"۔

(۶۶) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۷۰۴، حدیث ۱۵۷۶

علی ابن یحیٰی عن عائشۃ قالت لددناہ فی مرضہ فجعل یشیر الینا ان لا تلدونی فقلنا کراھیۃ المریض للدواد فلما الافاق قال الم انھکم ان لا تلدونی قلنا کراھیۃ المریض للدواد فقال لا یبقی احد فی البیت الالد وانا انظر الا العباس فانہ لم یشھد کم

''علی ابن یحیٰی اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ہم نے سرورِ کونین کو لَد پلایا، آپ اشارہ سے ہمیں منع کرتے رہے لیکن ہم نے سوچا کہ شاید جس طرح ہر مریض دوا پینے سے کتراتا ہے اسی طرح آپ بھی کترا رہے ہیں۔ جب افاقہ ہوا تو آپؐ نے فرمایا کہ میں تم کو منع کرتا رہا اور تم نے لَد پلا دیا۔ میں نے کہا کہ ہمارا خیال تھا کہ آپ کا منع کرنا ایسا ہی ہے جیسے بیمار منع کیا کرتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: اچھا اب گھر میں جتنے آدمی ہیں سب کے منہ میں لد ڈالا جائے صرف عباس کو چھوڑ دو کہ وہ حاضر نہ تھے''۔

(۶۷) جلد سوم، کتاب الطب، ص ۲۷۶، حدیث ۷۶۵

عبیداللّٰہ ابن عبداللّٰہ عن ابن عباس وعائشۃ ان ابابکر قبل النبیؐ وھو میت قال وقالت عائشۃ ولددناہ فی مرضہ فجعل یشیر الینا ان لا تلدونی قلنا کراھیۃ المریض للدواء فلما افاق قال الم انھکم ان تلدونی قلنا کراھیۃ المریض للدواء فقال لا یبقی فی البیت احد الالد وانا انظر — الا العباس فانہ لم یشھد کم

"عبید اللہ ابن عبد اللہ، ابن عباس اور اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ ابوبکر نے سرورِ کونین کا بوسہ لیا جب کہ آپؐ وفات پا چکے تھے۔ عبید اللہ کا کہنا ہے کہ بی بی نے کہا کہ ہم نے ایامِ مرض میں آپ کو لُد پلایا۔ آپ اشارہ سے منع کرتے رہے لیکن ہم نے اس خیال سے کہ مریض دوا سے نفرت کرتا ہے جیسے تیسے پلا دیا۔ جب افاقہ ہوا تو کہنے لگے میں نے منع نہیں کیا تھا کہ مجھے لد نہ پلانا۔ ہم نے کہا: مریض دوا سے نفرت کرتا ہے۔ آپؐ نے کہا: اچھا اب ذرا میرے روبرو گھر کے ہر فرد کو لُد پلاؤ"۔

۶۸ جلد سوم، کتاب الدیات (باب القصاص بین الرجال والنساء فی الجراحات)، ص ۶۵۹، حدیث ۱۷۸۰

عبید اللہ ابن عبداللہ عن عائشۃ قالت لددنا النبیؐ فی مرضہ فقال لا تلدونی فقلنا کراھیۃ المریض للدواء فلما افاق قال لا یبقی احد منکم الا لد غیر العباس فانہ لم یشھدکم

"عبید اللہ ابن عبد اللہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ دورانِ مرض ہم نے سرورِ کونین کو لد پلایا۔ آپؐ نے منع کیا۔ ہم سمجھے کہ جس طرح مریض دوا سے کراہت کرتا ہے اسی طرح آپ بھی کر رہے ہیں۔ جب آپؐ کو افاقہ ہوا تو فرمایا: اب عباس چونکہ گھر میں موجود نہیں تھا اس لیے اس کے سوا تمام افراد لُد پئیں"۔

۶۹ جلد سوم، کتاب الدیات (باب جب چند لوگ ایک شخص کو قتل کریں تو کیا ان سب سے بدلہ یا قصاص لیا جائے گا)، ص ۶۶۲، حدیث ۱۷۹۰

عبیداللہ ابن عبداللہ قال قالت عائشۃ لددنا رسول اللہ فی مرضہ وجعل یشیر الینا لا تلدونی قال فقلنا کراھیۃ المریض للدواء فلما افاق قال الم انھکم ان تلدونی قال قلنا کراھیۃ المریض للدواء فقال رسول اللہ لا یبقٰی احد منکم الا لدوانا انظر الا العباس فانہ لم یشھدکم

''عبیداللہ ابن عبداللہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ دورانِ مرض ہم نے سرورِ کونینؐ کو لُد پلایا۔ آپ اشارہ سے ہمیں منع فرماتے رہے لیکن ہم نے اس خیال سے کہ مریض دواء سے نفرت کرتے ہے پلا دیا۔ جب افاقہ ہوا تو فرمایا: میں نے تمہیں روکا نہیں تھا کہ مجھے لد نہ پلانا۔ میں نے عرض کی: ہر مریض دوا سے نفرت کرتے ہے۔ آپ نے فرمایا: چونکہ عباس تم میں موجود نہیں تھا اس لیے اس کے سوا تم تمام ذرا میرے سامنے لُد پیو''۔

جائزہ

ا: پانچ احادیث ہیں جن میں سے تین احادیث عبیداللہ ابن عبداللہ سے مروی ہیں، ایک کا راوی عروہ ابن زبیر ہے اور ایک حدیث علی ابن یحییٰ کی نقل کردہ ہے۔

ب: عروہ ابن زبیر کی حدیث کا تعلق جنگِ خیبر کے اس طعام سے جو آپ کو ایک یہودیہ نے کھانے میں دیا تھا۔ ۷ ہجری میں خیبر فتح ہو چکا تھا، ۱۱ ہجری میں آپؐ کی وفات ہوئی۔ آپ اُم المومنین عائشہ سے فرماتے ہیں کہ زہر خیبر کا اثر میرے جسم میں رہا اور آج میں محسوس کرتا ہوں کہ میری آنتیں کٹ رہی ہیں۔

علی ابن یحییٰ اور عبیداللہ ابن عبداللہ کی چار احادیث کا تعلق مرضِ وفات سے ہے

جن میں بی بی بتاتی ہے کہ سرورِ کونینؐ کو ہم نے لُد پلایا۔ آپؐ نے منع کیا، ہم نے بزور پلا دیا۔ آپؐ غش کر گئے۔ جب افاقہ ہوا تو باز پُرس کی کہ مجھے لد کیوں پلایا گیا ہے۔ ہم نے کہا کہ ہم تو یہی سمجھے کہ جس طرح ہر مریض دوا سے نفرت کرتا ہے آپ بھی اسی طرح نفرت کر رہے ہیں۔ چنانچہ آپؐ کے نہ چاہنے کے باوجود بھی ہم نے لُد پلا دیا۔

آپؐ نے فرمایا: اچھا جتنے لوگ مجھے لُد پلانے میں کام کرتے رہے ہو اور جتنے لوگ اس وقت گھر میں بیٹھے ہیں چونکہ عباس لُد پلاتے وقت موجود نہیں تھا اس لیے عباس کے سوا تم تمام میرے روبرو لُد پیو۔

چند سوالات

* زہر خیبر نے چار سال بعد اثر کیوں ظاہر کیا؟
* بخاری میں بی بی کی زبانی قبل ازیں سرورِ کونینؐ کا کوئی اس قسم کا شکوہ موجود نہیں جو آپؐ نے کیا ہو۔ پھر یکا یک چار برس بعد میں خاموش رہنے کے بعد خیبر میں کھایا ہوا زہر کیسے جاگ گیا؟
* جو زہر چار سال بعد جگر کاٹ رہا ہے وہ پہلے کہاں سویا ہوا تھا؟
* آپؐ نے زہر خیبر کا تذکرہ صرف اُم المومنین عائشہ سے کیوں کیا؟
* جس وقت لُد پلایا جا رہا تھا اس وقت کون کون سے افراد موجود تھے؟
* دیگر ازواج کہاں تھیں؟
* جب سرورِ کونینؐ نے فرمایا کہ تم بھی لُد پیو تو اس حکم کی تعمیل کی گئی یا نہیں؟
* اگر تعمیل ہوئی تو کہاں مذکور ہے؟
* اگر تعمیل نہیں ہوئی تو کیوں؟
* اُم المومنین عائشہ اور حفصہ کے والدین کہاں تھے؟
* یہ عبدالرحمٰن ابن ابوبکر مسواک لیے ہوئے کیوں آیا تھا؟

* اگر عیادت کے لیے آیا تھا تو سرورِ کونینؐ سے کوئی گفتگو کیوں نہ کی؟
* کیا عبدالرحمٰن سقیفاتی گروپ کا کوئی پیغام لے کر آیا تھا؟

خدارا سوچیے

جلد سوم، کتاب الدیات، حدیث ۱۷۸۰ اور حدیث ۱۷۹۰ کو بغور دیکھئے۔ ترجمہ شدہ بخاری ہاتھ میں لیجیے۔ ذہن کو ہر تعصب سے بالا کیجیے۔ بخاری شریف میں ان ہر دو احادیث کو جس عنوان میں بیان کیا گیا ہے ملاحظہ فرمائیے۔

جلد سوم، کتاب الدیات، حدیث ۱۷۸۰ کا باب جس کے تحت حدیث مذکور ہے، دیکھئے: القصاص بين الرجال والنساء في الجراهات، یعنی اگر کسی کو مرد اور عورتیں مل کر مجروح کریں تو اس کا بدلہ: خدا کے لیے سوچئے کہ واقعہ وفاتِ رسولؐ کا ہے، بیان کرنے والی بی بی عائشہ ہے۔ یہاں کون مجروح ہوا ہے؟ کس نے مجروح کیا ہے؟ کیوں مجروح کیا ہے؟ اور کب مجروح کیا ہے؟ کس کا قصاص ہے؟ کہیں لدہی تو ایسی چیز نہیں جسے پلاتے ہوئے سرورِ کونینؐ زخمی ہو گئے؟ امام بخاری نے اس حدیث کو باب القصاص میں کیوں لکھا؟ کس بات کا قصاص ہے؟

جلد سوم، کتاب الدیات، حدیث ۱۷۹۰ تو اور بھی وحشت انگیز ہے جو عنوان امام بخاری نے دیا ہے، ملاحظہ ہو:

جب چند بزرگ ایک شخص کو قتل کریں تو کیا ان سب سے بدلہ یا قصاص لیا جائے گا؟ اس عنوان کے تحت امام بخاری بی بی عائشہ کی زبانی سرورِ کونینؐ کو لد پلانے والی حدیث نقل کرتے ہیں۔

لوگو! خدا جانتا ہے، میرا جسم کانپ رہا ہے۔ ہاتھ لرز رہا ہے اور قلم تھرا رہا ہے۔ لکھتے ہوئے ڈرتا ہوں۔ کہیں سرورِ کونینؐ کو شہید تو نہیں کیا گیا؟ کہیں لد ہی ایسی چیز تو نہ تھی جو سببِ وفات بن گئی؟ یہ قاتل کون ہیں؟ کتنے لوگ ہیں؟ مقتول کون ہے؟ یہ بدلہ

کیسا ہے؟ بی بی نے انتہائی دیانت داری سے سب کچھ بتا دیا ہے۔ عبیداللہ ابن عبداللہ نے کمالِ امانت سے انجامِ رسولؐ ہم تک پہنچا دیا ہے اور امام بخاری نے انتہائی ایمانداری کے ساتھ آپ کے آخری لحات کی داستان پہنچا دی ہے۔ شاید اسی وجہ سے بی بی عائشہ نے دمِ مرگ وصیت کی تھی کہ مجھے روضۂ رسول میں نہ کرنا، آؤ اس مظلوم آقا کی اس مظلومیت پر ہی دو آنسو بہالیں جس کی شہادت سے پوری اُمت بے خبر ہے۔

خدا کے نام پر

جلد سوم، کتاب الدیات کی حدیث ۱۷۸۰ اور ۱۷۹۰ کو امام بخاری کے دیئے گئے عنوان کی روشنی میں ایک مرتبہ پھر ملاحظہ فرمائیے:

اولاً: تو وفاتِ رسولؐ کو کتاب الدیات میں درج کرنا بھی بہت کچھ بتا رہا ہے۔ امام بخاری نادان تو نہیں تھے، ناسمجھ نہیں تھے۔ قریب کا زمانہ پایا تھا۔ کچھ واقعات زبانی سنے ہوں گے۔ کتاب الدیات میں وفاتِ رسولؐ کا تذکرہ بجائے خود ایک لمحۂ فکریہ ہے۔

بھلا آپ ہی بتائیے ـــــ وفاتِ رسولؐ کی کہانی: اور کتاب الدیات کا آپس میں کوئی جوڑ ہے۔ اگر ہے تو کیسے اور کیوں؟ لیجیے آگے بڑھیئے اور وہ عنوان دیکھیے جس کے ذیل میں امام بخاری نے سرورِ کونینؐ کو لَد پلانے کا ذکر کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۷۸۰ کا عنوان ہے: القصاص بین الرجال والنساء فی الجراحات "مردوں اور عورتوں کے مشترکہ زخم لگانے پر قصاص"۔

اب بھلا بتائیے: امام بکاری لَد پلانے کے ذیل میں کسے مجروح بتا رہے ہیں؟ کس کے قصاص کا ذکر کر رہے ہیں؟ یہ مرد اور عورتیں کون ہیں؟ کس کے گھر میں ہیں؟

کیا بی بی عائشہ نے لَد پلاتے پلاتے آنحضورؐ کو مجروح کر دیا تھا؟ کیا بی بی عائشہ لَد پلانے میں تنہا تھی؟

بی بی کا بیان اور امام بخاری کا عنوان بتاتا ہے کہ بی بی تنہا نہ تھی۔ یہ بھی معلوم

ہے کہ صرف عورتیں نہ تھیں۔ یہ بھی معلوم ہے کہ لُد پلانے کے وقت عباس بھی موجود نہ تھے۔ یہ بھی معلوم ہے کہ حجرہ بی بی کا تھا اور دخترِ نبیؐ وغیرہ موجود نہ تھے۔

پھر یہ کون مراد ہیں جو لُد پلانے میں بی بی کے شریک ہیں؟

کون عورتیں ہیں جو لُد پلانے میں بی بی سے تعاون کر رہی ہیں؟

یہ کون افراد ہیں جن سے قصاص کا مطالبہ امام بخاری کر رہے ہیں؟

یہ لُد کیا ہے جسے پیتے ہی آپؐ پر غشی طاری ہوگئی؟

ان سوالات کو ذہن میں رکھ کر اب اسی کتاب الدیات کی حدیث نمبر ۱۷۹۰ ملاحظہ فرمایئے۔ اس حدیث کا بخاری شریف میں عنوان ہے:

* جب چند لوگ ایک شخص کو قتل کریں تو کیا ان سب سے بدلہ یا قصاص لیا جائے گا؟

اب بتائیں کہ پہلے امام بخاری صرف آپ کے زخمی ہونے کا ذکر کرتے ہیں۔ اب کھلے لفظوں میں شہادت سرورِ کونین کا نظریہ پیش کرتے ہیں۔

* جس لُد کا ذکر بی بی نے فرمایا ہے، کہیں یہ زہر تو نہیں تھا؟
* اگر زہر نہیں تھا تو امام بخاری ایک مقتول اور بہت سے قاتل کا عنوان کیوں باندھتے ہیں؟
* اگر زہر تھا تو کیا شیعہ کو کافر کہنے والے امام بخاری کے بیان کردہ واقعۂ قتلِ رسولؐ کو تسلیم کرلیں گے؟
* امام بخاری کسے قاتل بنا رہے ہیں؟
* امام بخاری کس کو مقتول بنا رہے ہیں؟
* بدلہ یا قصاص کس سے مانگا جا رہا ہے؟
* بی بی عائشہ کس کی وفاتِ حسرت آیات کی داستان سنا رہی ہیں؟ اگر ان احادیث لُد اور امام بخاری کے عنوان کے پیشِ نظر کوئی غیر سُنی المذہب ذیل کے چند

سوالات کردے تو کیا شیعہ کے ذبیحہ کو مُردار لکھنے والے بازاری فتویٰ باز کوئی جواب دے سکیں گے؟

سوالات:

* کہیں سرورِ کونینؐ کو کسی باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت شہید تو نہیں کیا گیا؟
* کہیں بی بی نے زہرِ خیبر کا واقعہ لُد پلانے کے بعد مترتب ہونے والے اثرات کو چھپانے کی خاطر تو نہیں بنایا؟
* کہیں بی بی عائشہ اور ان کے دیگر شرکائے کار نے مل کر لُد کے نام پر آپ کو زہر تو نہیں دیا؟
* وقتِ وفات یارانِ ہمرکاب ابوبکر و عمر کی غیبت اسی وجہ سے تو نہ تھی؟
* عبدالرحمٰن ابن ابوبکر کا مسواک لیے ہوئے چکر لگانا اسی انتظار میں تو نہ تھا؟
* ابوبکر کے پہنچنے سے قبل عمر کا تلوار بدست کھڑے ہو کر وفاتِ رسولؐ کو چھپانا کسی منصوبے کا حصہ تو نہ تھا؟
* بی بی عائشہ کا اپنے بھانجے عبداللہ ابن زبیر کو دمِ مرگ وصیت کرنا کہ مجھے روضۂ رسولؐ میں دفن نہ کرنا میں وہاں پاک نہ ہو سکوں گی اسی واقعہ لُد کی غمازی تو نہیں کرتا۔

اگر ان مختصر سوالات کے اطمینان بخش جواب مل جائیں تو فبہا ورنہ بصورت دیگر:

* کیا سرورِ کونینؐ سے بڑھ کر بھی کوئی شہیدِ اعظم ہوگا؟
* کیا آپ سے بڑھ کر بھی کوئی مظلومِ اعظم ہوگا؟
* کیا یہ مقامِ عبرت نہیں کہ کائنات کی رحمت شہید ہو۔ امام بخاری قصاص کا مطالبہ کریں۔ بی بی عائشہ اپنی زبانی داستانِ شہادت سنائیں اور اُمت کے کان پر جوں تک نہ رینگے؟

- کیا قاتلانِ حسینؑ کی خانہ تلاشی کرنے والے ہاتھ حجرۂ عائشہ کی تاریکی میں قاتلانِ رسولؐ کے گریبان تک پہنچ سکیں گے؟
- کیا قاتلانِ حسینؑ کی خانہ تلاشی میں پریشان نگاہیں حجرۂ عائشہ میں قاتلانِ رسولؐ کا سراغ لگا سکیں گی؟
- کیا قاتلانِ حسینؑ کی خانہ تلاشی کے لیے اُٹھنے والے قدم حجرۂ عائشہ تک پہنچ کر قاتلانِ رسولؐ کا تعاقب کر سکیں گے؟

محترم قارئین! جذبات سے ہٹ کر سوچیے! فکر کیجیے اور غور فرمایئے۔ یہ اس نبی مظلوم کی داستان ہے، شہادت ہے جس کا ہم کلمہ پڑھتے ہیں۔ جو لوگ ہمارے رسولِ اعظم کے قتل میں شریک ہیں جن کے ہاتھوں پر خونِ رسولؐ کے سرخ دھبے ہیں ان سے ہمارا کیا تعلق اور ان کا مذہب اور اسلام سے کیا واسطہ؟ یہ لوگ تو یہودی اور عیسائی لابی کے بزدل افراد تھے۔ ان لوگوں کا باقاعدہ یہودیوں اور عیسائیوں سے رابطہ تھا۔ یہ لوگ یہودیوں اور عیسائیوں کے آلۂ کار تھے۔ اسلام کا لبادہ اوڑھ کر اسلام کے دشمن تھے۔ بی بی کی اپنی زبانی وفات سرورِ کونینؐ کی جو تصویر سامنے آتی ہے، اسی کے مطابق آپ کو گھیر گھار کر ایسی جگہ لایا گیا جہاں نہ تو آپ کی عزیز بیٹی آپ کی تیمارداری کر سکی، نہ ہر جنگ میں جانثاری کرنے والا علیؑ پہنچ سکا اور نہ آپ کے عزیز ترین نواسے حسنینؑ قریب آسکے۔ جب لَد کا انجام توقع کے مطابق پورا ہو گیا تو پھر نہ عبدالرحمٰن بن ابوبکر قریب بھٹکا نہ کوئی اور آیا۔ نہ ہی خود بی بی نے جنازۂ رسول پر تین دن گزارے بلکہ پھر اہلِ بیتؑ کے سپرد کر دیا گیا کہ لو اپنا نبی، تم تجہیز و تکفین کرو ہمارا کام ہو گیا ہے۔ ہم سقیفۂ بنی ساعدہ میں جا کر پہلے دستار بندی کرتے ہیں پھر تمہارے پاس آئیں گے۔ ہماری زندگی کا مشن مکمل ہو گیا۔

امامت ابوبکر

کُل نو احادیث ہیں:

* جلد اول، کتاب الاذان، حدیث ۶۷۸، راوی عروہ
* جلد دوم، کتاب الانبیاء، حدیث ۶۱۰، راوی عروہ
* جلد سوم، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، حدیث ۲۱۶۳، راوی عروہ
* جلد اول، کتاب الاذان، حدیث ۶۲۹، راوی اسود
* جلد اول، کتاب الاذان، حدیث ۶۴۷، راوی عروہ
* جلد اول، کتاب الاذان، حدیث ۶۵۱، راوی عبیداللہ ابن عبداللہ
* جلد اول، کتاب الاذان، حدیث ۶۷۴، راوی اسود
* جلد اول، کتاب الاذان، حدیث ۶۷۵، "
* جلد اول، کتاب الاذان، حدیث ۶۴۲، راوی ہشام

۞ جلد اول، کتاب الاذان، ص ۳۰۱، حدیث ۶۲۹

قال الاسود كنا عند عائشة فذكرنا المواظبة على الصلوٰة والتعظيم لها قالت لما مرض النبيؐ مرضه الذى مات فيه فحضرت الصلوٰة فاذن فقال مروا ابابكر فليصل بالناس فقيل له انا ابابكر رجل اسيف اذا قام مقامك لم يستطع ان يصلى بالناس واعاد فاعادوا له فاعاد الثالثة فقال ان كن صواحب يوسف مروا ابابكر

فلیصل بالناس فخرج ابوبکر یصلی فوجد النبی من نفسه خفة فخرج یهادی بین رجلین کانی انظر الی رجلیه یخطان الارض من الوجع فاراد ابوبکر ان یتأخر فاوما الیه النبی ان مکانك ثم اتٰی به حتٰی جلس الی جنبه

"اسود کہتا ہے کہ ہم اُم المومنین عائشہ کے پاس بیٹھے تھے۔ عظمت کی نماز اور باقاعدگی کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ اُم المومنین نے کہا کہ سرورِ کونینؐ جس مرض میں فوت ہوئے اس مرض میں نماز کا وقت ہوا اور اذان کہی گئی تو آپؐ نے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ آپؐ سے کہا گیا کہ ابوبکر نرم دل ہے جب آپؐ کی جگہ کھڑا ہوگا تو رقتِ قلب کی بدولت لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکے گا۔

آپؐ نے دوسری مرتبہ کہا: آپ کو دوسری مرتبہ وہی جواب دیا گیا۔ آپؐ نے تیسری مرتبہ کہا اور ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ تم تو یوسف کے ساتھ والیاں ہو، ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے۔

چنانچہ ابوبکر گئے اور نماز شروع کر دی۔ سرورِ کونینؐ نے اپنے کو ذرا سا ہلکا محسوس کیا۔ آپؐ دو آدمیوں کے درمیان سہارا لے کر چلے گویا میں اب بھی (چشمِ تصور میں) دیکھ رہی ہوں کہ درد کی وجہ سے آپؐ کے قدم زمین پر خط کھینچ رہے ہیں۔ ابوبکر نے آپ کو دیکھ کر پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا۔ آپؐ نے کھڑے رہنے کا اشارہ کیا۔ پھر آئے اور ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے"۔

(۸۱) جلد اول، کتاب الاذان، ص ۳۰۶، حدیث ۶۴۲

هشام ابن عروة عن ابيه عن عائشة انها قالت ان رسول الله قال في مرضه مروا ابابكر يصل بالناس قالت قلت انا ابابكر اذا قام في مقامك لم يسمع الناس من البكاء فمر عمر فليصل بالناس فقالت قلت لحفصة قولي له ان ابابكر اذا قام مقامك لم يسمع الناس من البكاء فمر عمر فليصل بالناس ففعلت حفصة فقال رسول الله مه انكن لا نتسن صواحب يوسف فمروا ابابكر فليصل بالناس فقالت حفصة لعائشة ما كنت لا صيب منك خيرًا

''ہشام ابن عروہ اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے مرض الموت میں فرمایا کہ ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائے۔ اُم المومنین کہتی ہے میں نے کہا: ابوبکر جب آپ کی جگہ کھڑا ہوگا تو گریہ کے سبب اس کی آواز نہ سن سکیں گے۔ آپ عمر کو حکم دیں۔ وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ اُم المومنین کہتی ہے۔ میں نے حفصہ سے کہا کہ تو آپ سے کہہ کہ ابوبکر جب آپؐ کی جگہ کھڑا ہوگا تو گریہ کی وجہ سے لوگ آواز نہ سن سکیں گے۔ آپ عمر سے کہیں وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ حفصہ نے کہا تو آپؐ نے فرمایا: خاموش رہ۔ تم یوسف کے ساتھ والی عورتیں ہو۔ ابوبکر سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ حفصہ نے عائشہ سے کہا: مجھے کبھی بھی تیری طرف سے اچھائی نصیب نہیں ہوئی۔''

(۴۷) جلد اول، کتاب الاذان، ص ۳۰۸، حدیث ۶۴۷

عروہ عن ابیه عن عائشة قالت امر رسول الله ابابكر ان يصلي بالناس في مرضه ، فمن يصلي بهم قال عروة فوجد رسول الله من نفسه خفة فخرج فاذا ابوبكر يوم الناس فلما رواہ ابوبكر استاخر فاشار اليه ان كما انت فجلس رسول الله حزاء ابی بكر الٰی جنبه فكان ابوبكر يصلي بصلٰوة رسول الله والناس يصلون بصلٰوة ابی بكر

"عروہ اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے اپنے مرض میں ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ عروہ کہتا ہے کہ پھر سرورِ کونینؐ نے اپنے کو ذرا ہلکا محسوس کیا تو آپ باہر تشریف لائے۔ اس وقت ابوبکر نماز پڑھا رہا تھا۔ ابوبکر نے جب آپؐ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا۔ آپ نے اشارہ سے فرمایا: جہاں ہو، وہیں رہو۔ سرورِ کونینؐ ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ ابوبکر سرورِ کونینؐ کی اقتداء کرنے لگا اور دوسرے لوگ ابوبکر کی اقتداء کرنے لگے"۔

(۴۸) جلد اول، کتاب الاذان، ص ۳۱۰، حدیث ۶۵۱

عبیداللّٰه ابن عبداللّٰه ابن عتبه قال دخلت علی عائشة وقلت الاتحدثيني عن مرض رسول الله؟ قالت بلٰی — ثقل النبیؐ فقال اصلی الناس قلنا لاوهم ينتظرونك يارسول الله ، قال ضعوا الی ماءً فی المخضب قالت

ففعلنا فاغتسل فذهب لينوء فاغمى عليه – ثم افاق فقال أصلى الناس؟قلنا لاوهم ينتظرونك يارسول اللّٰه قال ضعوا الى ماءً فى المخضب قالت ففعلنا فاغتسل ثم ذهب لينوا فاغمى عليه ، ثم قال أصلى الناس قلنا لاوهم ينتظرونك يارسول اللّٰه قال ضعو الى ماءً فى المخضب فقعد فاغتسل ثم ذهب لينوء فاغمى عليه ثم افاق فقال أصلى الناس قلنا لا ينتظرونك يارسول اللّٰه والناس عكوف فى المسجد ينتظرون النبىؐ لصلوٰة العشاء الآخرة – فارسل النبىؐ الى ابى بكربان يصلى بالناس فاتاه الرسول ، فقال ان رسول اللّٰه يامرك أن تصلى بالناس فقال ابوبكر وكان رجلًا رقيقًا – ياعمر صل الناس ، فقال له عمر انت احق بذلك فصلى ابوبكر تلك الايام ، ثم ان النبىؐ وجد فى نفسه خفةً فخرج بين رجلين احدهما العباس لصلوٰة الظهر وأبوبكر يصلى بالناس فلما راه ابوبكر ذهب يتأخر فاومى اليه النبىؐ بان لا يتأخر فقال اجلسانى الى جنبه فاجلساه الى جنب ابى بكر ، قال فجعل ابوبكر يصلى وهو يأتم بالصلوٰة النبىؐ والناس بصلوٰة ابى بكر والنبىؐ قاعد ، فدخلت على عبداللّٰه ابن عباس فقلت لا ألا اعرض عليك ما حدثتنى عائشة عن مرض النبىؐ قال هات فعرضت عليه حديثها فما انكر منه شيئًا غير انه قال

أسمت ذٰلك الرجل الذی كان مع العباس قلت لا ـ قال هو علیؑ

''عبیداللہ ابن عبداللہ ابن عتبہ کہتا ہے کہ میں اُم المومنین عائشہ کے پاس گیا اور عرض کی: کیا آپ مرض سرورِ کونینؐ کے متعلق مجھے کچھ بتائیں گی؟ کہنے لگیں: کیوں نہیں؟

جب آپؐ بوجھل ہوگئے تو پوچھا کہ کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ ہم نے کہا: نہیں، وہ آپ کے انتظار میں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: غسل خانے میں پانی رکھو، ہم نے پانی رکھا، آپؐ نے غسل کیا۔ جب اٹھنے لگے تو بیہوش ہوگئے۔ جب افاقہ ہوا تو پوچھا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ ہم نے کہا: نہیں وہ آپ کے انتظار میں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: غسل خانے میں پانی رکھو۔ ہم نے پانی رکھا، آپؐ نے غسل کیا، اٹھنے لگے تو بے ہوش ہوگئے۔ جب افاقہ ہوا تو پوچھا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ ہم نے کہا: نہیں وہ آپ کے انتظار میں ہیں۔ لوگ مسجد میں نمازِ عشاء کے لیے سرورِ کونینؐ کے منتظر تھے۔ آپؐ نے ابوبکر کو کہلا بھیجا کہ لوگوں کو نماز پڑھائے، پیغام لے جانے والے نے ابوبکر سے کہا کہ سرورِ کونینؐ آپ کو نماز پڑھانے کا حکم دیتے ہیں۔ ابوبکر نے عمر سے کہا کہ تم نماز پڑھاؤ۔ عمر نے کہا کہ نہیں تم زیادہ مستحق ہو۔ چنانچہ ان دنوں ابوبکر نماز پڑھاتا رہا۔ جب پھر سرورِ کونینؐ نے اپنے کو ہلکا محسوس کیا۔ آپ دو آدمیوں کے درمیان باہر تشریف لائے۔ ان میں سے ایک عباس تھا۔ جب ابوبکر نے آپ کو دیکھا

تو پیچھے ہٹنے لگا۔ آپؐ نے اشارہ سے منع کیا اور فرمایا: مجھے اس کے پہلو میں بٹھا دو۔ انھوں نے آپ کو ابوبکر کے پہلو میں بٹھا دیا۔ (راوی کہتا ہے:) ابوبکر کھڑے ہوکر سرورِ کونینؐ کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگا جبکہ آپ بیٹھے تھے اور لوگ ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے۔ پھر میں عبداللہ ابن عباس کے پاس آیا اور کہا: کیا میں آپ کو وہ حدیث نہ سناؤ جو عائشہ نے مرضِ رسولؐ کے سلسلہ میں سنائی ہے۔ اس نے کہا: سناؤ۔ میں نے وہ حدیث سنائی۔ اس نے کسی بات کا انکار نہ کیا، البتہ یہ پوچھا کہ کیا عائشہ نے دوسرے آدمی کا نام لیا تھا جو عباس کے ساتھ تھا۔ میں نے کہا: نہیں تو اس نے کہا: وہ علیؑ تھے"۔

(۴۲) جلد اول، کتاب الاذان، ص ۳۱۸، حدیث ۶۷۴

اسود عن عائشة قالت لما مرض النبی مرضه الذی مات فيه اتاه بلال يؤذنه بالصلٰوة قال مروا ابابكر فليصل بالناس قلت ان ابابكر رجل اسيف ان يقيم مقامك يبك فلا يقدر على قرأة فقال مروا ابابكر فليصل بالناس فقلت مثله فقال فی الثالثة او الرابعة ان كن صواحب يوسف مروا ابابكر فليصل بالناس فصلى وخرج النبیؐ يهادنی بين رجلين كانی انظر اليه يخط برجليه الارض فلما رأه ابوبكر ذهب يتأخر فاشار اليه ان صل فتأخر ابوبكر وقعد النبیؐ الى حنبه وابوبكر يسمع الناس التكبير

تو پیچھے ہٹنے لگا۔ آپؐ نے اشارہ سے منع کیا اور فرمایا: مجھے اس کے پہلو میں بٹھا دو۔ انھوں نے آپ کو ابوبکر کے پہلو میں بٹھا دیا۔ (راوی کہتا ہے:) ابوبکر کھڑے ہوکر سرورِ کونینؐ کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگا جبکہ آپ بیٹھے تھے اور لوگ ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھنے لگے۔ پھر میں عبداللہ ابن عباس کے پاس آیا اور کہا: کیا میں آپ کو وہ حدیث نہ سناؤں جو عائشہ نے مرضِ رسولؐ کے سلسلہ میں سنائی ہے۔ اس نے کہا: سناؤ۔ میں نے وہ حدیث سنائی۔ اس نے کسی بات کا انکار نہ کیا، البتہ یہ پوچھا کہ کیا عائشہ نے دوسرے آدمی کا نام لیا تھا جو عباس کے ساتھ تھا۔ میں نے کہا: نہیں تو اس نے کہا: وہ علیؑ تھے"۔

جلد اول، کتاب الاذان، ص ۳۱۸، حدیث ۶۷۴

اسود عن عائشة قالت لما مرض النبی مرضه الذی مات فیه اتاه بلال یؤذنه بالصلٰوة قال مروا ابابکر فلیصل بالناس قلت ان ابابکر رجل اسیف ان یقیم مقامك یبك فلا یقدر علی قرأة فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس فقلت مثله فقال فی الثالثة او الرابعة ان کن صواحب یوسف مروا ابابکر فلیصل بالناس فصلی وخرج النبیؐ یهادنی بین رجلین کانی انظر الیه یخط برجلیه الارض فلما رأه ابوبکر ذهب یتأخر فاشار الیه ان صل فتأخر ابوبکر وقعد النبیؐ الی جنبه وابوبکر یسمع الناس التکبیر

''اسود اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ جب سرورِ کونینؐ مرضِ وفات میں مبتلا ہوئے، بلال آیا اور نماز کی اطلاع دی۔ آپؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو: لوگوں کو نماز پڑھائے۔ میں نے کہا: ابوبکر نرم دل ہے، جب آپ کی جگہ کھڑا ہوگا تو قرأت تک نہ کر سکے گا۔ آپؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو: لوگوں کو نماز پڑھائے۔ میں نے پھر وہی بات کی۔ چنانچہ آپؐ نے تیسری یا چوتھی مرتبہ فرمایا: تم تو یوسف کی ساتھ والیاں ہو، ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائے۔ ابوبکر نے نماز شروع کی۔ سرورِ کونینؐ دو آدمیوں کے درمیان نکلے۔ میں چشمِ تصور میں آج بھی آپ کے قدموں کو گھسٹتا ہوا دیکھ رہی ہوں۔ ابوبکر نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگا۔ آپ نے نماز جاری رکھنے کا اشارہ کیا لیکن ابوبکر پیچھے ہٹا۔ سرورِ کونینؐ اس کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ ابوبکر آپ کی اقتداء میں لوگوں کو تکبیر سنانے لگا۔

(۷۵) جلد اول، کتاب الاذان، ص ۳۱۹، حدیث ۶۷۵

اسود عن عائشة قالت ما ثقل النبیؐ جاء بلال یؤذنه بالصلٰوة فقال مروا ابابکر ان یصلی بالناس فقلت یارسول اللّٰه انا ابابکر رجل اسیف انه متی یقوم مقامك لا یسمع الناس لو امرت عمر فقال انکن لانتن صواحب یوسف مروا ابابکر ان یصلی بالناس فقلت لحفصة تقول له ان ابابکر رحل اسیف وانه متٰی ما یقوم مقامك لا یسمع الناس لو امرت عمر فقال انکن

لانتن صواحب یوسف مروا ابابکر ان یصلی بالناس فلما دخل فی الصلوٰۃ وجد رسول اللّٰہ فی نفسہ خفۃً فقام یھادی بین رجلین ورجلاہ یحظان فی الارض حتّٰی دخل المسجد فلما سمع ابوبکر حسہ ذھب ابوبکر یتأخر فاومًا الیہ رسول اللّٰہ فجاء النبیؐ جلس عن یسار ابی بکر فکان ابوبکر یصلی قائمًا وکان رسول اللّٰہ یصلی قاعدًا یقتدی ابوبکر بصلاۃ رسول اللّٰہ والناس مقتدون بصلاۃ ابی بکر

"اسود اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ جب سرورِ کونینؐ بھاری ہو گئے۔ بلال نماز کے لیے بلانے آیا۔ آپؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ابوبکر نرم دل انسان ہے۔ جب آپ کی جگہ کھڑا ہوگا تو لوگوں کو آواز نہ سنا سکے گا۔ اگر آپ عمر کو حکم دیتے تو بہتر تھا۔ آپؐ نے فرمایا: تم یوسف کی ساتھ والیاں ہو۔ ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائے۔ جب ابوبکر نے نماز شروع کی تو سرورِ کونینؐ نے آپ کو ذرا سا ہلکا محسوس کیا۔ آپؐ دو آدمیوں کے درمیان ایسی حالت میں چلے کہ آپؐ کے قدم زمین پر گھسٹتے چلے جاتے تھے حتیٰ کہ داخلِ مسجد ہوئے۔ جب ابوبکر نے آپؐ کے آنے کی آواز سنی تو پیچھے ہٹنے لگے۔ سرورِ کونینؐ نے اسے وہیں رہنے کا اشارہ کیا اور ابوبکر کے بائیں جانب بیٹھ گئے۔ ابوبکر کھڑے ہو کر نماز پڑھا رہا تھا۔ سرورِ کونینؐ بیٹھ کر پڑھ رہے تھے۔ ابوبکر سرورِ کونینؐ

کی اقتداء کر رہا تھا اور دوسرے لوگ ابوبکر کی اقتداء کر رہے تھے"۔

(۷۹) جلد اول، کتاب الاذان، ص ۳۴۰، حدیث ۶۷۸

عروة عن ابيه عن عائشة ان رسول اللّٰه قال فى مرضه مروا ابابكر يصلى بالناس قالت عائشة قلت له ان ابابكر اذا قام فى مقامك لم يسمع الناس من البكاء عمر فليصل بالناس فقال مروا ابابكر فليصل بالناس فقالت عائشة لحفصة قولى له ان ابابكر اذا قام فى مقامك لم يسمع الناس من البكاء فمر عمر فليصل للناس ففعلت حفصة فقال رسول اللّٰه مه انكن لانتن صواحب يوسف مروا ابابكر فليصل للناس فقالت حفصة لعائشة ما كنت لاصيب منك خيرًا

"عروہ اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے اپنے مرض میں فرمایا کہ ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائے۔ میں نے کہا کہ ابوبکر جب آپؐ کی جگہ کھڑا ہوگا تو بسبب گریہ کے لوگوں کو آواز نہیں سنا سکے گا۔ عمر کو حکم دیں وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ آپؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ میں نے حفصہ سے کہا کہ تو عرض کر کہ ابوبکر آپؐ کی جگہ کھڑا ہو کر گریہ کے سبب سے لوگوں کو سنا نہیں سکے گا۔ آپ عمر سے فرمائیں وہ نماز پڑھائے۔ چنانچہ حفصہ نے عرض کیا تو حفصہ سے آپؐ نے کہا: خاموش رہ، تم تو یوسف کے ساتھ والیاں ہو۔ ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ حفصہ نے مجھے کہا:

مجھے کبھی بھی تیری طرف سے اچھائی حاصل نہیں ہوئی"۔

۷۷ جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ۲۸۰، حدیث ۶۱۰

عروة عن عائشة ان النبیؐ قال مری ابابکر یصلی بالناس قالت انه رجل اسیف متٰی یقیم مقامك رق فعاد فعادت قال شعبه فقال فی له لثالثة او الرابعة ان کن صواحب یوسف مروا ابابکر

"عروہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ اس نے کہا کہ وہ نرم دل آدمی ہے۔ جب آپ کی جگہ کھڑا ہوگا تو اس کا دل پسیج جائے گا۔ آپ نے دوسری مرتبہ فرمایا: اس نے پھر وہی جواب دیا۔ شعبہ کہتا ہے کہ تیسری یا چوتھی مرتبہ آپؐ نے فرمایا کہ تم تو یوسف کی ساتھ والیاں ہو، ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائے"۔

۷۸ جلد سوم، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ص ۸۱۸، حدیث ۲۱۶۳

عروة عن ابیه عن عائشة ان رسول اللّٰه قال فی مرضه مروا ابابکر یصلی بالناس قالت عائشة قلت ان ابابکر اذا قام فی مقامك لم یسمع الناس من البکاء فمر عمر فلیصل فقال مروا ابابکر فلیصل بالناس فقالت عائشة قلت لحفصة قولی انا ابابکر اذا قام مقامك لم یسمع الناس من البکاء فمر عمر فلیصل بالناس ففعلت حفصة فقال رسول اللّٰه انکن لانتن صواحب یوسف مروا ابابکر فلیصل للناس فقالت حفصة لعائشة ما کنت لاصیب منك خیرًا

''عروہ اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے اپنے مرض میں فرمایا کہ ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائے۔ اُم المومنین عائشہ کہتی ہے: میں نے کہا: ابوبکر جب آپ کی جگہ کھڑا ہوگا تو گریہ کی وجہ سے لوگوں کو سنا نہیں سکے گا۔ عمر سے کہیں وہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ آپؐ نے کہا: ابوبکر سے کہو: لوگوں کو نماز پڑھائے۔ اُم المومنین عائشہ نے حفصہ سے کہا کہ تو کہہ ابوبکر جب آپ کی جگہ کھڑا ہوگا تو گریہ کے سبب لوگوں کو سنا نہ سکے گا۔ عمر سے کہیں وہ لوگوں کو نماز پڑھا دے۔ حفصہ نے ایسا کیا تو سرورِ کونینؐ نے فرمایا: خاموش رہ۔ تم تو یوسف کے ساتھ والیاں ہو، ابوبکر سے کہو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے۔ حفصہ نے عائشہ سے کہا: مجھے کبھی بھی تیری طرف سے اچھائی نصیب نہیں ہوئی''۔

جائزہ

کُل نو احادیث ہیں جن کے راوی حسب ذیل ہیں:

- اسود: جلد اول، نمبر ۶۲۹، ۶۷۴، ۶۷۵
- عروہ: جلد اول نمبر ۶۱۰، ۶۴۷، ۶۷۸۔ جلد سوم، نمبر ۲۱۶۳
- ہشام: جلد اول، نمبر ۶۴۲
- عبید اللہ ابن عبداللہ، جلد اول، نمبر ۶۵۱

مشترکہ نکات

* سرورِ کونینؐ اپنے آخری مرض میں ابوبکر کے متعلق فرماتے ہیں کہ اسے کہو نماز پڑھائے۔

* ایسے نازک وقت میں سرورِ کونینؐ کے پاس نہ ابوبکر ہے اور نہ عمر ہے۔
* اُم المومنین عائشہ ابوبکر کی نرم دلی کا عذر کر کے ابوبکر کو نماز پڑھانے سے بچانے پر مصر ہے۔
* سرورِ کونینؐ ابوبکر کو امامِ جماعت بنانے پر مصر ہیں۔
* جب سرورِ کونینؐ اپنے کو ہلکا محسوس کرتے ہیں تو اگرچہ ابوبکر کو جماعت کرانے کا کہلا چکے ہیں۔ پھر بھی جنابِ عباس اور حضرت علیؑ کا سہارا لے کر مسجد میں تشریف لے آتے ہیں اور ابوبکر کے پیچھے مقتدی بن کر کھڑے نہیں ہوتے۔ بلکہ ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ جاتے ہیں۔

مختلف نکات

یہ نہ بھولیں کہ ہر عنوان کے تحت راقم الحروف نے جو متعدد احادیث مختلف ابواب سے جمع کی ہیں، اس سے میرا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ ہمارے اکثر بھائی یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ بخاری شریف میں مکررات زیادہ ہیں یعنی ایک ہی حدیث کو مختلف مقاصد کے تحت مختلف ابواب میں نقل کیا گیا ہے۔ جب کہ میں نے یہ ثابت کیا ہے کہ تکرار قطعی نہیں ہے۔ ہر حدیث دوسری سے لفظ، معنی اور مفہوم میں بالکل مختلف ہے۔ ملاحظہ فرمایئے:

* جلد اول، نمبر ۶۲۹ میں اسود اس وقت اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے جب چند افراد اکٹھے بیٹھے ہیں، عظمتِ نماز کا ذکر چل رہا ہے۔ اُم المومنین اسی اثنا میں فرماتی ہیں۔
* سرورِ کونینؐ نے مرض الموت میں اپنے پاس بیٹھنے والے مردوں سے فرمایا کہ ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائے۔ ملاحظہ فرمائیں: لفظ ہے مُرُوا جمع مذکر مخاطب فعل امر کا صیغہ ہے یعنی آپ کے مخاطب مرد ہیں۔ انہوں نے ابوبکر کی جانب سے معذرت کی۔

* آپؐ نے دوسری مرتبہ فرمایا، مخاطبین نے دوسری مرتبہ معذرت کی۔ آپؐ نے تیسری مرتبہ فرمایا، مخاطبین نے پھر معذرت کی تو سرورِ کونینؐ نے فرمایا: تم عورتیں تو یوسف کے ساتھ والیوں جیسی ہو گویا مخاطب مردوں سے نہیں بلکہ غیر مخاطب عورتوں نے بیچ میں ٹپکنے کی کوشش کی جنہیں سرورِ کونینؐ نے ڈانٹ دیا۔
* ابوبکر جب نماز پڑھانے لگے تو سرورِ کونینؐ نے اپنے کو ہلکا محسوس کیا۔ چنانچہ اُٹھے اور دو آدمیوں کا سہارا لیا۔ اُم المومنین چشمِ تصور سے دیکھ رہی ہیں کہ سرورِ کونینؐ دو آدمیوں کا سہارا لیے آ رہے ہیں اور آپ کے قدم زمین پر گھسٹ رہے ہیں۔
* ابوبکر نے آپ کو آتے ہوئے دیکھ کر پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا تو سرورِ کونینؐ نے اشارہ سے منع کر دیا اور ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے۔

● نمبر۲، جلد اول، حدیث ۶۴۴:

* اُم المومنین عائشہ ابوبکر کی طرف سے بذاتِ خود معذرت کرتی ہیں اور ساتھ ہی متبادل امام جماعت کی نشاندہی بھی کرتی ہیں کہ ابوبکر کی جگہ عمر سے کہیں۔
* جب سرورِ کونینؐ اُم المومنین عائشہ کی بات کو اَن سنا کر کے اپنے حکم کا تکرار کرتے ہیں تو اُم المومنین عائشہ حفصہ سے کہتی ہے کہ تم کہو، حفصہ وہی بات کہتی ہے تو سرورِ کونینؐ اپنی تمام ازواج سے مخاطب ہو کر فرماتے ہیں کہ تم تو سب یوسف کی ساتھ والیاں ہو۔ انکن تم سب، ایک یا دو نہیں بلکہ تم سب۔
* حفصہ بی بی عائشہ سے شکوہ کے الفاظ میں کہتی ہے کہ تو نے کبھی مجھ سے اچھا برتاؤ نہیں کیا۔ ذرا اندازہ کریں یہ دونوں احادیث جس طرح الفاظ میں مختلف ہیں اسی طرح مفہوم میں بھی ایک دوسرے سے جدا ہیں یا نہیں۔

● نمبر۳، جلد اول، حدیث ۶۴۷:

* اس حدیث میں اُم المومنین انتہائی سادگی سے بتاتی ہیں کہ سرورِ کونینؐ نے ابوبکر کو

نماز پڑھانے کا حکم دیا۔ ابوبکر نے نماز پڑھانا شروع کی۔ آپ ذرا ہلکے ہوئے تو مسجد میں خود بخود چلے آئے۔ ابوبکر نے آپ کو آتا دیکھا تو پیچھے ہٹنے لگا۔ آپ نے اشارہ سے فرمایا: جہاں ہو وہیں رہو اور ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے۔

ملاحظہ فرمایا آپ نے، نہ بی بی عائشہ کی معذرت ہے نہ سرورِ کونینؐ کا اصرار ہے سابقہ دونوں احادیث سے کتنی مختلف ہے۔

● نمبر۴، جلد اول، حدیث ۶۵۱

٭ اس حدیث میں راوی عبیداللہ ابن عبداللہ چل کر جاتا ہے۔ بی بی سے مرضِ نبی کا حال دریافت کرتا ہے۔ بی بی بتاتی ہے:

① سرورِ کونینؐ بوجھل ہوئے تو پوچھا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟ بتایا گیا نہیں۔ فرمایا: غسل کے لیے پانی رکھو۔ پانی رکھا گیا، غسل کیا، اٹھنے لگے تو بے ہوش ہو گئے۔ افاقہ ہوا، پھر پوچھا پھر غسل کیا۔ پھر اٹھتے ہوئے بے ہوش ہو گئے۔ افاقہ ہوا پھر پوچھا، پھر غسل کیا۔ اُٹھتے ہوئے بے ہوش ہو گئے۔ افاقہ ہوا، پھر پوچھا۔

② اب ابوبکر کے پاس آدمی بھیجا۔ ابوبکر کو پیغام ملا۔ ابوبکر نے عمر سے کہا تم پڑھاؤ۔ عمر نے کہا: تم زیادہ حقدار ہو۔ ابوبکر نے نماز شروع کر دی۔

③ کئی دن تک ابوبکر نماز پڑھاتے رہے۔

④ ایک دن ظہر کی نماز ابوبکر پڑھا رہے تھے کہ سرورِ کونینؐ نے کچھ آرام محسوس کیا۔ سرورِ کونینؐ اپنے چچا عباس اور داماد علیؑ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر تشریف لائے۔

⑤ ابوبکر نے آپ کو آتا ہوا دیکھ لیا، پیچھے ہٹنا چاہا۔ آپ نے اشارے سے منع کیا اور پہلو میں بیٹھ گئے۔

⑥ بی بی عائشہ آپؐ کے چچا عباس اور داماد علیؑ میں سے ایک کا نام لیتی ہے لیکن

دوسرے کا نام نہیں لیتی۔

⑤ حدیث کا راوی عبیداللہ بی بی سے سن کر عبداللہ ابن عباس کے پاس جاتا ہے۔ اسے حدیث سناتا ہے، عبداللہ تصدیق کرتا ہے۔

بھلا بتایئے سابقہ تین احادیث سے اس کا کیا ربط ہے، قطعی طور پر ان سے مختلف ہے۔

● نمبر۵، جلد اول، حدیث ۶۷۴

① سرورِ کونینؐ بیمار ہیں، بلال نماز کی اطلاع دینے آتا ہے۔ آپؐ کہتے ہیں ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے۔

② بی بی تین مرتبہ معذرت کرتی ہے، آپؐ یوسف کی ساتھ والیاں فرما کر چپ کراتے ہیں۔

③ آپ مسجد میں تشریف لاتے ہیں۔ ابوبکر پیچھے ہٹنا چاہتا ہے۔ آپؐ اشارہ سے منع فرماتے ہیں لیکن پھر ابوبکر ہٹ جاتا ہے۔ امامت خود سرورِ کونین کرتے ہیں۔ ابوبکر آپ کی صدائے تکبیر دوسروں تک پہنچاتا ہے۔

دیکھئے سابقہ احادیث میں سے وہ کون سی حدیث ہے جس سے اس حدیث کا مفہوم متحد ہو، یا لفظ متحد ہوں۔

● نمبر۶، جلد اول، حدیث ۶۷۵

① بلال اطلاع نماز دینے آتا ہے، آپؐ ابوبکر کی طرف بھیجتے ہیں۔

② بی بی ابوبکر کی طرف سے معذرت کر کے عمر کا مشورہ دیتی ہیں۔

③ سرورِ کونینؐ بی بی کی بات نہیں سنتے۔ بی بی حفصہ سے کہتی ہے: حفصہ آپ سے وہی کہتی ہے جو بی بی نے پڑھایا ہے۔ آپؐ حفصہ کو جھڑک کر خاموش کرا دیتے ہیں۔

④ سرورِ کونینؐ طبیعت بحال محسوس کرتے ہیں دو مردوں کے سہارے مسجد میں آتے ہیں۔

⑤ ابوبکر آپؐ کی آمد محسوس کرتا ہے جبکہ سابقہ احادیث میں ابوبکر آپؐ کو آتا ہوا دیکھتا ہے۔ اندازہ کیجیے تکرار کہاں ہے؟

● نمبر ۷، جلد اول، حدیث ۶۷۸

سرسری نظر سے دیکھنے والا تو یہی سمجھے گا کہ یہ حدیث جلد اول، حدیث ۶۴۲ جیسی ہے، لہٰذا تکرار ہے حالانکہ ملاحظہ فرمائیے:

جلد اول، نمبر ۶۴۲، ففعلت حفصة، حفصہ نے میرے کہنے کے مطابق عمل کیا۔

جلد اول، نمبر ۶۷۸ میں یہ لفظ نہیں ہے۔

● نمبر ۸، جلد دوم، حدیث ۶۱۰، تو سب سے اس لیے مختلف ہے کہ دیگر تمام احادیث میں سرورِ کونینؐ کے مخاطب مرد ہیں جب کہ زیرِ نظر حدیث میں مخاطب بلاواسطہ اُم المومنین عائشہ ہے۔

دیگر احادیث: مروا ابابکر "ابوبکر سے کہو"۔

زیرِ نظر حدیث: مری ابابکر "ابوبکر سے تو کہہ"۔

● نمبر ۹، جلد سوم، حدیث ۲۱۶۳ بھی ظاہر جلد اول، نمبر ۶۴۲ اور ۶۷۸ کی طرح معلوم ہوتی ہے لیکن ملاحظہ فرمائیے:

جلد اول، نمبر ۶۴۲: قلت لحفصة قولی له، جلد اول، نمبر ۶۷۸، قلت لحفصة قولی له۔ جلد سوم، نمبر ۲۱۶۳ قلت لحفصة قولی۔ دیگر دونوں احادیث میں لفظ له ہے، جبکہ زیرِ نظر حدیث میں لفظ له نہیں ہے۔ یہی لفظی اختلاف معنی اور مفہوم میں اختلاف کا موجب ہوتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ مکررات میں غلط ہیں۔ تمام احادیث آپ کے سامنے ہیں۔ کوئی ایک حدیث دوسری سے لفظاً متحد نہیں۔ جب

لفظاً متحد نہیں تو معنوی اتحاد بھی نہیں ہوگا۔

اب تدبر:...... تمام احادیث کو اگر جوڑ کر ایک کر لیا جائے تو افسانہ امامت ابوبکر یوں بنے گا:

"اُم المومنین عائشہ فرماتی ہیں کہ جب سرورِ کونینؐ پر مرض نے قابو پا لیا تو آپؐ مسجد میں جماعت کی خاطر تشریف نہ لے جا سکے۔ بلال نے معمول کے مطابق اذان کہی۔ کچھ دیر آپؐ کے آنے کا انتظار کیا، پھر بلال اندر چلا آیا۔ آپؐ سے جماعت کی درخواست کی یا آپؐ نے ازخود پوچھا۔ جب بتایا گیا کہ لوگ منتظر ہیں آپؐ نے غسل کے لیے پانی رکھنے کا حکم دیا۔ پانی رکھ دیا گیا۔ آپؐ نے غسل کیا، جب اٹھنے لگے تو بے ہوش ہو گئے۔ افاقہ ہوا پھر نماز کا پوچھا۔ جب بتایا گیا کہ لوگ انتظار میں ہیں تو آپؐ نے غسل کے لیے پانی رکھنے کا حکم دیا۔ پانی رکھ دیا گیا، آپؐ نے غسل کیا۔ جب اٹھنے لگے تو بے ہوش ہو گئے —— جب افاقہ ہوا تو پھر نماز کا پوچھا۔ جب تیسری مرتبہ بھی انتظار کا بتایا گیا تو آپؐ نے پھر غسل کے لیے پانی رکھنے کا حکم دیا۔ پانی رکھ دیا گیا۔ آپؐ نے غسل کیا اور اٹھنے لگے تو بے ہوش ہو گئے۔ جب تیسری مرتبہ افاقہ ہوا تو نماز کا پوچھا۔ جب بتایا گیا کہ لوگ ابھی تک منتظر ہیں تو آپؐ نے کسی کو بھیجا کہ جا ابوبکر سے کہہ کہ وہ نماز پڑھائے۔ اُم المومنین عائشہ نے کہا کہ ابوبکر انتہائی نرم دل ہے۔ جب آپؐ کی جگہ کھڑا ہوگا تو اسے رونے پر قابو نہ رہے گا جس کی وجہ سے اس کی آواز حلق میں اٹک جائے گی۔ لوگوں تک اس کی آواز نہ پہنچ سکے گی۔ آپؐ عمر کو فرمائیں وہ نماز پڑھائے۔ آپؐ نے پھر ابوبکر کا کہا تو بی بی عائشہ نے حفصہ کو بیچ میں ڈالا کہ میری تو نہیں سنتے، جو کچھ میں نے کہا ہے تو کہہ۔ چنانچہ حفصہ نے کہا: جب اصرار بڑھ گیا تو آپؐ نے کہنے والیوں سے فرمایا کہ تم تو یوسف کے اردگرد والی عورتوں جیسی ہو، ابوبکر ہی نماز پڑھائے گا۔ قاصد نے جا کر ابوبکر کو سرورِ کونینؐ کا پیغام دیا۔ ابوبکر نے عمر سے کہا: تم پڑھاؤ۔ عمر

نے کہا: نہیں تم زیادہ حق دار ہو۔ ابوبکر مصلے پر کھڑے ہو گئے۔ نماز شروع کر دی۔ ادھر سرورِ کونینؐ نے اپنے کو ہلکا محسوس کیا تو اپنے چچا عباس اور بھائی علیؑ کے کندھوں پر ہاتھ رکھے قدم گھسیٹتے داخلِ مسجد ہوئے۔ ابوبکر نے آپ کو آتا ہوا دیکھ لیا۔ اس نے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا۔ سرورِ کونینؐ نے اشارہ سے منع کیا اور ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ نماز شروع کر دی۔ ابوبکر آپؐ کی صدائے تکبیر دوسرے لوگوں تک پہنچاتا رہا ـــــ یہ ہے افسانہ امامت کا خلاصہ۔ چند سوالات ہیں جن کے بغیر یہ افسانہ مکمل نہیں ہوتا۔ اگر کوئی سلیم الطبع اور ہوش مند جواب عنایت فرما سکے تو نوازش ہوگی۔

* بلال جب اندر بلانے آیا تو اس نے اندر آنے کی اجازت کس سے مانگی جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا ہے کہ تمام احادیث کا اندازِ بیان جدا ہے۔ اگر یہ ایک ہی واقعہ کی نو تعبیریں ہیں تو گویا واقعہ سرے سے غلط ہے کیونکہ جب اصل روایت کا سرچشمہ ایک فرد ہے، یعنی اُم المومنین عائشہ، پھر ایک واقعہ نو مختلف انداز میں بیان کرنے کی کوئی معقول وجہ کیا ہوگی؟
* اگر ایک واقعہ نہیں تو گویا مرض الموت میں نو مرتبہ سرورِ کونینؐ نے ابوبکر کو پیش نماز بنایا۔ اگر اسے درست مان لیا جائے کہ نو مرتبہ سرورِ کونینؐ نے پیش نماز مقرر کیا تو کیوں؟
* کیا پہلی مرتبہ کے تقرر کے بعد ابوبکر نے انکار کر دیا تھا یا نماز پڑھنے والوں نے اعتراض کیا تھا یا سرورِ کونینؐ خود پسند نہیں کرتے تھے۔ یہ آٹھ مرتبہ کی معزولی اور تقرری کیا ہے؟
* بلال جب اندر آیا تو اجازت لے کر آیا تھا یا نہیں؟
* اگر اجازت لے کر آیا تھا تو کس سے؟ اور اس اجازت کا ذکر کہاں ملے گا؟
* اگر اجازت لے کر نہیں آیا تو بی بی نے اس کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

* یا کوئی صحابی بھی سرورِ کونینؐ کے پاس آنے کے لیے اجازت کا پابند نہیں تھا۔ اگر یہ پابندی نہیں تھی تو کیوں؟
* سرورِ کونینؐ نے بے ہوشی کے بعد غسل کیوں ضروری سمجھا؟
* جب ابوبکر کے پاس آدمی بھیجا گیا وہ کہاں تھے؟
* اس جانے والے کا نام کیا تھا؟
* جب داماد اس قدر نڈھال تھا تو سسر اس کے پاس موجود کیوں نہ تھے؟
* کیا سرورِ کونینؐ کے حکم سے باہر گئے ہوئے تھے؟
* اگر آپؐ کے حکم سے باہر گئے تھے تو وہ حکم کہاں ہے اور وہ کام کون سا تھا؟
* جب سرورِ کونینؐ نے ابوبکر کے پاس قاصد بھیجا تھا تو ابوبکر نے عمر سے کیوں نماز پڑھانے کا کہا؟
* کیا یہ انتخاب سرورِ کونینؐ کی خلاف ورزی نہیں؟
* اگر اصحابی کلھم عدول (میرے تمام صحابی عادل ہیں) والی حدیث درست ہے تو ابوبکر نے عمر کے بجائے کسی دوسرے کو کیوں نہیں کہا؟
* جب سرورِ کونینؐ ابوبکر کا نام لیتے ہیں تو بی بی عائشہ کبھی خود اور کبھی حفصہ کے ذریعے کیوں اس انتخاب پر اعتراض کرتی ہے؟
* انتخابِ سرورِ کونینؐ پر اعتراض مقامِ مصطفیٰؐ کے خلاف نہیں؟
* سرورِ کونینؐ نے اپنے آخری وقت میں اُم المومنین عائشہ اور ان کی دیگر ہم نواؤں کو یوسف کے ساتھ والیوں سے کیوں تشبیہ دی؟
* یوسف کے ارد گرد رہنے والیاں نیک خصلت تھیں یا کچھ اور؟
* جب سرورِ کونینؐ نے جمع کے صیغہ سے تمام ازواج کو یوسف کے گرد گھیرا ڈالنے والیوں سے تشبیہ دی تو حفصہ نے صرف بی بی عائشہ سے کیوں کہا کہ مجھے تیری

طرف سے کبھی کوئی اچھائی میسر نہیں آئی؟

* جب سرورِ کونینؐ نے ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا پھر اتنی تکلیف کر کے کہ دو آدمیوں کے درمیان سہارا پر چل کر قدم گھسیٹتے ہوئے کیوں تشریف لائے؟
* سرورِ کونینؐ ابوبکر کے سامنے کی طرف سے مسجد میں آئے تھے یا پہلو کی طرف سے یا پیچھے کی طرف سے؟
* اگر سامنے کی طرف سے آئے تھے تو ذرا یہ بتایا جائے کہ سرورِ کونین کا دروازہ قبلہ کی طرف تھا یا کسی دوسری جانب؟ اگر قبلہ رخ دروازہ ہو تو اس کا ثبوت کیا ہے؟
* اگر قبلہ رخ تھا، ابوبکر نے آپ کو آتا ہوا دیکھ لیا تھا اور حکمِ سرورِ کونینؐ سے مصلّے پر کھڑے ہوئے تھے، پھر پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیوں کیا؟
* جب پیچھے ہٹنے کا ارادہ کر چکے تھے اور سرورِ کونینؐ نے اشارہ سے منع کیا تو پھر جلد اول، نمبر ۶۷۴ کے مطابق اشارہ جو حکمِ رسولؐ تھا کے باوجود پیچھے ہٹ کیوں گئے؟
* کیا پیچھے ہٹ کر حکم عدولی نہیں کی؟
* اگر حکم عدولی نہیں کی تو کیسے اور اگر کی تو اس کا جواز کیا ہے؟
* جلد اول، نمبر ۶۷۵ کے مطابق سرورِ کونینؐ سامنے سے نہیں آئے کیونکہ سمع ابوبکر حسہ "ابوبکر نے آپؐ کی چاپ سنی"۔ اگر سامنے سے آتے تو چاپ نہ سنتے بلکہ دیکھتے جبکہ دیگر آٹھ احادیث کے مطابق ابوبکر نے دیکھا ہے۔ ان دو میں سے کون سا نظریہ درست ہے؟
* اگر چاپ سن کر پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا تو پھر سرورِ کونین کا اشارہ کیسے دیکھ لیا؟
* اگر آپؐ سامنے سے نہیں آئے بلکہ کسی پہلو سے آئے ہیں تو ابوبکر نے کیسے دیکھ لیا؟

* کیا نماز میں قبلہ رخ ہونا واجب نہیں؟
* سب سے بڑھ کر جب آپ مسجد میں تشریف لے آئے ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ آپ کی آمد پر ابوبکر کا پیچھے ہٹنا، سرورِ کونین کا اشارہ کرنا اور پہلو میں بیٹھنا اُم المومنین عائشہ کو کیسے معلوم ہوا؟
* کیا بی بی خود ساتھ آئیں تھیں؟
* اگر ساتھ آئیں تھیں تو کس تاریخ میں ہے؟
* اگر ساتھ نہیں آئیں تو انھیں یہ سب کچھ کیسے پتہ چلا؟
* انہوں نے خود دیکھا نہیں اور دوسرے کسی کا بتایا نہیں۔ آخر کیا وجہ ہے؟
* کہیں ایسا تو نہیں کہ سب کچھ بعد کی پیداوار ہو؟
* اگر حقیقتاً اس وقت یہ سب کچھ ہوا ہوتا تو سقیفہ میں عمر صاحب ضرور یہ سہرا ابوبکر کے سر پر سجاتے حالانکہ تاریخ شاہد ہے سقیفہ میں ایسی کوئی بات نہیں۔
* خود اُم المومنین حفصہ جو اس افسانہ میں شریکِ کار تھی اس نے اسے روایت کیوں نہیں کیا؟

فیصلہ

جو کچھ ان نو احادیث سے ثابت ہوتا ہے، وہ صرف یہی ہے کہ ابوبکر کی امامت کا افسانہ دستارِ خلافت باندھ لینے کے بعد بی بی نے اپنے ابا جی کی دیوارِ خلافت کو سہارا دینے کے لیے گھڑا ہے۔ ان شا اللہ نظامِ مصطفیٰ حصہ سوم میں آپ بی بی کا دردِ سر اور سرورِ کونینؐ کی خواہش کے زیرِ عنوان ملاحظہ فرمائیں گے کہ سرورِ کونین کا زبانی بتاتے ہیں کہ میں تو ابوبکر کی خلافت کا اعلان کر دینا چاہتا ہوں لیکن اللہ کے ٹھکرانے اور مومنین کے انکار کا خطرہ ہے۔ اس لیے میں نے اپنا کیا ہوا ارادہ واپس لے لیا ہے۔ جب سرورِ کونینؐ نے نیابت ابوبکر کا ارادہ واپس لے لیا تھا تو پھر دوبارہ کب ارادہ کیا۔ تاریخ جو ایک مسلسل

عمل ہے، نے آج تک یہ نہیں بتایا کہ سرورِ کونینؐ نے ابوبکر یا عمر میں سے کسی کو بھی اس قابل سمجھا ہو کہ انہیں کسی علاقہ کا گورنر بنا کر بھیجا ہو۔ ایسے لوگ جن پر سرورِ کونینؐ صرف زکوٰۃ وصول کرنے کا اعتماد نہیں کر سکتے تھے وہ کب اس اہل ہو سکتے ہیں کہ انہیں مسندِ رسالت کا اہل سمجھ لیا جائے۔

عمل ہے، نے آج تک یہ نہیں بتایا کہ سرورِ کونینؐ نے ابوبکر یا عمر میں سے کسی کو بھی اس قابل سمجھا ہو کہ انہیں کسی علاقہ کا گورنر بنا کر بھیجا ہو۔ ایسے لوگ جن پر سرورِ کونینؐ صرف زکوٰۃ وصول کرنے کا اعتماد نہیں کر سکتے تھے وہ کب اس اہل ہو سکتے ہیں کہ انہیں مسندِ رسالت کا اہل سمجھ لیا جائے۔

الوداع

کُل تیرہ احادیث ہیں:

- ٭ جلد دوم، کتاب الانبیاء، حدیث ۸٦۷، راوی عروہ
- ٭ جلد دوم، کتاب الانبیاء، حدیث ۱۵٦۴، "
- ٭ جلد دوم، کتاب المغازی، حدیث ۱۵۷۳، راوی ابوملیکہ
- ٭ جلد دوم، کتاب المغازی، حدیث ۱۵۷۴، راوی ابوسلمہ
- ٭ جلد دوم، کتاب المغازی، حدیث ۱۰٦۸، راوی عبدالرحمٰن
- ٭ جلد دوم، کتاب المغازی، حدیث ۱۵۸۳، راوی عروہ
- ٭ جلد دوم، کتاب المغازی، حدیث ۱۵۷۵، راوی عبیداللہ ابن عتبہ
- ٭ جلد اول، کتاب الجنائز، حدیث ۱۲۰۵، راوی ابن عباس
- ٭ جلد سوم، کتاب اللباس، حدیث ۷٦۰، راوی ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن
- ٭ جلد سوم، کتاب الرقاق، حدیث ۱۴۳۰، راوی ابوعمرو ذکوان
- ٭ جلد اول، کتاب المرضیٰ، حدیث ٦۰۵، راوی مسروق
- ٭ جلد دوم، کتاب الانبیاء، حدیث ۷۴۸، راوی عروہ

(۷۹) جلد اول، کتاب الجنائز، ص ۴۷۷، حدیث ۱۱٦۳

اخبرنی ابوسلمۃ ان عائشۃ اخبرتہ قالت اقبل ابوبکر علی فرسہ من مسکنہ بالسنح حتّٰی نزل فدخل المسجد فلم یکلم الناس حتّٰی دخل علی عائشۃ فیتمم النبیؐ وھو

مسجیٌ ببرد حبرة فکشف عن وجهه ثم اکب علیه فقبله ثم بکی فقال بابی انت یانبی اللّٰه لا یجمع اللّٰه علیك موتین اما الموتة الاولٰی التی کتبت علیك فقد متها – قال ابوسلمة فاخبرنی ابن عباس ان ابابکر خرج وعمر یکلم الناس فقال اجلس فانی فقال اجلس فانی فتشهد ابوبکر فمال الیه الناس وترکوا عمر قال امابعد فمن کان منکم یعبد محمدًا فانه قدمات ومن کان یعبد اللّٰه فان اللّٰه حی لا یموت قال اللّٰه ما محمد الا رسول الی الشاکرین واللّٰه لکان الناس لم یکونوا یعلمون ان اللّٰه انزل حتّٰی تلاها ابوبکر فتلقاها منه الناس فما یسمع بشر الا یتلوها

"ابوسلمہ نے اُم المومنین عائشہ سے روایت کی ہے۔ ابوبکر اپنے محلۂ سخ میں واقع اپنے مکان سے گھوڑے پر سوار ہوکر آئے۔ گھوڑے سے اُترے، داخل مسجد ہوئے، لوگوں سے بات نہ کی۔ عائشہ کے پاس آئے۔ سرورِ کونینؐ کے قریب گئے۔ آپؐ یمنی چادر کے نیچے تھے۔ منہ سے کپڑا ہٹایا، جھکے، بوسہ لیا، پھر رو دیئے اور کہا: میرا باپ قربان ہو، اے نبیؐ خدا! اللہ آپ کو دو موتیں نہ دے گا: پہلی موت جو مقدر تھی وہ آ چکی ہے۔

ابوسلمہ کہتا ہے کہ مجھے ابن عباس نے بتایا ہے کہ اس کے بعد ابوبکر باہر نکلا، اس وقت عمر لوگوں سے باتیں کر رہا تھا۔ ابوبکر نے عمر سے کہا: بیٹھ جا، اس نے انکار کردیا۔ ابوبکر نے دوسری مرتبہ کہا۔

اس نے پھر انکار کردیا۔ ابوبکر نے کلمۂ شہادت پڑھا لوگوں نے عمر کو چھوڑ دیا اور ابوبکر کی طرف متوجہ ہوگئے۔ ابوبکر نے کہا: امابعد! تم میں سے جو شخص محمدؐ کی پرستش کرتا تھا یقین رکھو کہ وہ مرگیا ہے اور جو شخص اللہ کی عبادت کرتا تھا تو یقین رکھو کہ وہ حی ولایموت ہے۔ پھر مامحمد الا رسول سے شاکرین تک آیت پڑھی۔ بخدا یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ آیت ایسے لگی، جیسے اُتری ہی نہ ہو۔ جب ابوبکر نے پڑھی تو لوگوں نے یاد کی اور پھر ہر شخص نے اس آیت کو ورد بنالیا"۔

(۸۰) جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ۳۸۳، حدیث ۸۶۷

عروۃ ابن زبیر عن عائشۃ زوج النبیؐ ان رسول اللّٰہ مات وابوبکر بالسخ قال اسماعیل یعنی بالعالیۃ فقام عمر یقول واللّٰہ مامات رسول اللّٰہ ، قالت وقال عمر واللّٰہ ما کان یقع فی نفسی الا ذاك ولیبعثنہ اللّٰہ فلیقطعن ایدی الرجال وارجلھم فجاء ابوبکر فکشف عن رسول اللّٰہ فقبلہ قال بابی انت وامی طبت حیًا ومیتا والذی نفسی بیدہ لا یذیقك اللّٰہ موتتین ابدًا ثم خرج فقال ایھا الحالف علی رسلك فلما تکلم ابوبکر جلس عمر فحمد اللّٰہ واثنٰی علیہ وقال -

الا من کان یعبد محمدًا فان اللّٰہ حی قدمات ومن کان یعبد اللّٰہ فاللّٰہ حی لا یموت وقال انك میت وانھم میتون وقال ما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ

الرسل أفأن مات او قتل انقلبتم على اعقابكم ومن ينقلب على عقبيه فلن يضرالله شيئًا وسيجزى الله الشاكرين –

قال فنشج الناس يبكون ، قال واجتمعت الانصار الى سعد ابن عبادة فى سقيفة بنى ساعدة فقالوا منا امير ومنكم امير فذهب اليهم ابوبكر وعمر ابن خطاب وابو عبيدة ابن الجراح فذهب عمر يتكلم فاسكته ابوبكر وكان عمر يقول والله ما اردت بذلك الا انى قد هيئات كلامًا قد اعجبنى خشيت ان لا يبلغه ابوبكر ثم تكلم ابوبكر فتكلم ابلغ الناس فقال فى كلامه نحن الا مراد وانتم الوزراء فقال حباب ابن المنذر لا والله لا نفعل منا امير ومنكم امير فقال ابوبكر لا ولا كنا الامراء وانتم الوزراء هم اوسط العرب دارًا واعربهم احسابا فبايعوا عمر او ابا عبيدة فقال عمر بل بنايعك انت فانت سيدنا وخيرنا واحبنا الى رسول الله فاخذ عمر بيده فبايعه الناس فقال قائل قتلتهم سعد ابن عبادة فقال عمره قتله الله –

اخبرنى القاسم ان عائشة قالت شخص بصر النبیؐ – ثم قال فى الرفيق الاعلىٰ ثلاثًا وقص الحديث قالت فما كانت من خطبته هما الا نفع الله بهما لقد خوف عمر الناس وان فيهم لنفاقًا فردهم الله بذلك ثم لقد بصر

ابوبكر الناس الهدىٰ وعرفهم الحق الذى عليهم اخرجوا يتلون ما محمد الا رسول قد خلت من قبل الرسل الى الشاكرين

''عروہ ابن زبیر اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ فوت ہوئے تو ابوبکر سخ میں تھا (اسماعیل کہتا ہے یعنی بلندی پر تھا) عمر کھڑا ہوا اور کہنے لگا: بخدا سرورِ کونینؐ فوت نہیں ہوئے۔ بی بی کہتی ہے کہ عمر کہا کرتا تھا: بخدا میرے ذہن میں تو یہی تھا کہ ابھی اللہ انھیں پھر مبعوث کرے گا اور وہ لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں توڑ دیں گے۔۔۔۔ کہ اتنے میں ابوبکر آئے۔ آپؐ کے چہرہ سے کپڑا ہٹایا، بوسہ لیا اور کہا۔۔۔ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں۔ آپؐ جس طرح زندگی میں پاکیزہ تھے اسی طرح زندگی کے بعد بھی پاکیزہ ہیں۔ جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس کی قسم! اللہ آپؐ کو دو موتیں نہیں چکھائے گا۔ پھر باہر نکلے اور کہا۔۔۔ او قسم کھانے والے! ذرا ٹھہر جا۔۔۔ جب ابوبکر نے بات شروع کی، عمر بیٹھ گیا۔ ابوبکر نے حمد و ثنا کے بعد کہا۔۔۔ یقین رکھو! جو شخص محمدؐ کی عبادت کرتا تھا، تو وہ مر گیا ہے اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا ہے تو وہ حی ولا یموت ہے۔ اللہ ہی نے فرمایا ہے تو بھی مرنے والا ہے اور یہ بھی مرنے والے ہیں، اور فرمایا ہے محمدؐ صرف رسول ہی تو تھا اس سے پہلے بھی انبیاءؑ گزرے ہیں۔ اگر یہ فوت ہوگیا یا شہید کر دیا گیا تو کیا تم پھر اپنے پچھلے پاؤں پر اُلٹ جاؤ گے۔ اگر کوئی اپنے پچھلے پاؤں پر

اُلٹا پھرا تو اللہ کو ہرگز ہرگز نقصان نہیں دے سکے گا اور اللہ شکر کرنے والوں کو جزا دے گا۔

لوگوں نے رونا شروع کر دیا۔ انصار سعد ابن عبادہ کے پاس سقیفہ بنی ساعدہ میں جمع ہوئے اور کہنے لگے: ایک امیر تم سے ہوگا اور ایک امیر ہم سے ہوگا۔ اتنے میں ابوبکر، عمر ابن خطاب اور ابوعبیدہ ابن جراح بھی پہنچ گئے۔ عمر نے کچھ بولنے کا ارادہ کیا تو ابوبکر نے اسے خاموش رہنے کو کہا۔ عمر کہا کرتا تھا: بخدا میرا ارادہ صرف یہ تھا کہ میں نے اس وقت کے لیے جو کلام (تقریر) تیار کر رکھی تھی، ابوبکر اس تک پہنچ نہ پائے گا۔

پھر ابوبکر نے بات شروع کی تو ہر ایک سے بلاغت دکھائی اور کہا ـــــ ہم حکمران ہوں گے، تم وزیر ہو گے۔ جناب ابن منذر نے کہا: بخدا ہم اسے قبول نہیں کریں گے۔ ایک امیر ہمارا ہوگا اور ایک امیر تمہارا ہوگا ـــــ ابوبکر نے کہا: ہرگز نہیں ہم حکمران ہوں گے، تم وزیر رہو گے کیونکہ مہاجرین عربوں کی نسبت اوسط گھر والے ہیں۔ تم چاہو تو عمر کی بیعت کرلو ـــــ اور چاہو تو ابوعبیدہ کی بیعت کرلو۔

عمر نے کہا: نہیں بلکہ ہم آپ کی بیعت کرتے ہیں۔ آپ ہمارے سردار ہیں۔ آپ ہم سے اچھے ہیں اور آپ ہم سب کی نسبت محبوب سرورِ کونینؐ ہیں۔ عمر نے ابوبکر کا ہاتھ پکڑا اور لوگوں نے بیعت کرلی۔

ابوالقاسم کہتا ہے کہ مجھے اُم المومنین عائشہ نے بتایا کہ سرورِ کونینؐ

کی نگاہ ایک ہوئی۔ پھر تین مرتبہ کہا: فی الرفیق الاعلیٰ، اس کے بعد پورا واقعہ سنایا۔ اُم المومنین عائشہ کہتی ہے کہ ابوبکر اور عمر دونوں کے خطبوں نے بہت بڑا فائدہ پہنچایا۔ عمر نے لوگوں کو خوب دھمکایا کیونکہ ان میں نفاق تھا۔ عمر کی دھمکی سے ان کا نفاق جاتا رہا۔ پھر ابوبکر نے لوگوں کو ہدایت کی اور انہیں راہِ حق دکھائی۔ جب لوگ وہاں سے اُٹھے تو محمد صرف رسولؐ ہی تو ہے والی آیت کی تلاوت کر رہے تھے۔

(۸۱) جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ۶۹۸، حدیث ۱۵۶۴

عروۃ ان عائشۃ اخبرتہ ان رسول اللّٰہ کان اذا اشتکی نفث علی نفسہ بالمعوذات ومسح عن بیدہ فلما اشتکی وجعہ الذی توفی فیہ طفقت انفث علی نفسہ بالمعوذات التی کان ینفث وامسح بید النبیؐ عنہ۔

"عروہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ جب کبھی بیمار ہوجاتے تو معوذات پڑھ کر اپنا ہاتھ اپنے جسم پر پھیرتے تھے۔ جب آپؐ مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو وہی معوذات جو آپؐ پڑھا کرتے تھے میں پڑھ کر دم کرتی اور آپ کا ہاتھ آپؐ کے جسم پر پھیرتی تھی"۔

(۸۲) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۷۰۲، حدیث ۱۵۷۳

ابی ملیکہ عن عائشۃ قالت توفی النبیؐ فی بیتی وفی یومی وبین سحری ونحری وکانت احدینا تعوذہ بدعاء المریض اذا مرض فذھبت اعوذ فرفع رأسہ الی

السماء وقال في الرفيق الاعلٰى ومر عبدالرحمن ابن ابي بكر وفي يده جريدة رطبة فنظر اليه النبي فظننت ان له بها حاجت فاخذتها مضغت رأسها ونفضتها فدفعتها اليه فاستن بها كاحسن ما كان مستنا ثم ناولينها فسقطت او سقطت من يده فجمع الله بين ريقي وريقه في آخر يوم من الدنيا واولي يوم من الآخرة

''ابوملیکہ اُم المومنین عائشہؓ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ میرے حجرہ میں میری باری والے دن میں اور میرے سینہ اور گردن کے درمیان فوت ہوئے۔ ہم میں سے کوئی ایک آپ پر وہ دعا پڑھتی تھی جو مریض پر پڑھی جاتی ہے۔ چنانچہ میں وہ دعا پڑھنے لگی۔ آپؐ نے آسمان کی طرف سر بلند کیا اور کہا: في الرفيق الاعلٰى۔ عبدالرحمٰن ابن ابوبکر گزرا۔ اس کے ہاتھ میں تازہ شاخ تھی۔ آپؐ نے اس کی طرف دیکھا۔ میں نے سمجھا کہ آپؐ اس کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ میں نے اس سے لی اُسے چبایا اور آپ کو دے دی۔ آپؐ نے انتہائی اچھی طرح مسواک کیا۔ پھر مجھے پکڑایا تو وہ گر گیا یا آپؐ کے ہاتھ ہی سے گر گیا۔ اللہ نے آپؐ کے دنیا سے آخری دن اور آخرت کے پہلے دن میرے اور آپ کے لعابِ دہن کو مسواک کے ذریعہ ملا دیا''۔

(۸۳) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۷۰۳، حدیث ۱۵۷۴

ابوسلمة ان عائشة اخبرته ان ابابكر اقبل على فرس من مسكنه بالسنخ حتٰى عائشة فتيمم رسول الله وهو

يغشي بثوب حبرة فكشف عن وجهه ثم اكب عليه فقبله وبكى ثم قال بابي انت وامي والله لا يجمع الله عليك موتتين اما الموتة التي كتبت عليك فقد متها قال الزهري حدثني ابوسلمة عن عبدالله ابن عباس ان ابابكر خرج وعمر يكلم الناس فقال اجلس ياعمر فابى عمر ان يجلس فاقبل الناس اليه وتركوا عمر فقال ابوبكر

امابعد! من كان منكم يعبد محمدًا فان محمدًا قدمات ، ومن كان منكم يعبد الله فان الله حي لا يموت قال الله وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل الى قوله الشاكرين – وقال والله لكان الناس لم يعلموا ان الله انزل هذه الآية حتى تلاها ابوبكر فتلقاها منه الناس كلهم فما اسمع بشرًا من الناس الا يتلوها فاخبرني سعيد ابن المسيب ان عمر قال والله ما هو الا ان سمعت ابابكر تلاها فعقرت حتى ما تقلني رجلای وحتى اهويت الى الارض حين سمعته تلاها ان النبيؐ قدمات

"ابوسلمہ نے اُم المومنین عائشہ سے روایت کی ہے کہ ابوبکر اپنے مکان واقع محلہ سخ میں سے گھوڑے پر آئے، اُترے، داخل مسجد ہوئے۔ لوگوں سے بات نہ کی۔ اُم المومنین عائشہ کے پاس گئے۔ پھر سرورِ کونینؐ کے پاس آئے۔ آپ یمنی کپڑے کے نیچے

تھے۔ منہ سے کپڑا ہٹایا، جھکے، بوسہ لیا، روئے۔ پھر کہا: میرے ماں باپ قربان بخدا اللہ آپ کو دو موتیں ہرگز نہیں دے گا۔ وہ موت جو آپ کا مقدر تھی آپ کو مل گئی۔

زہری کہتا ہے کہ مجھے ابو سلمہ نے عبداللہ ابن عباس کی زبانی سنایا کہ پھر ابوبکر باہر آئے۔ عمر لوگوں سے گفتگو کر رہا تھا۔ ابوبکر نے کہا: اے عمر! بیٹھ جا۔ عمر نے بیٹھنے سے انکار کردیا۔ لوگ ابوبکر کی طرف متوجہ ہو گئے اور عمر کو چھوڑ دیا۔ چنانچہ ابوبکر نے کہا: امابعد! تم میں سے جو شخص محمدؐ کی عبادت کرتا تھا تو یقین رکھو محمدؐ مر گیا ہے اور جو اللہ کی عبادت کرتا تھا تو اللہ حی لایموت ہے۔

ارشاد قدرت ہے: محمدؐ نہیں مگر رسول سے شاکرین تک کی آیت پڑھی ـــــ بخدا لوگوں کے علم میں بھی نہیں تھا کہ اللہ نے یہ آیت بھی بھیج رکھی ہے حتیٰ کہ ابوبکر نے پڑھی تو لوگوں نے ابوبکر سے حفظ کی۔ میں نے جس انسان سے بھی سنا وہ یہی آیت پڑھ رہا تھا: مجھے سعید ابن نے بتایا ہے کہ عمر کہتا ہے: ـــــ بخدا جب میں نے ابوبکر سے یہ آیت سنی تو میں جیسے سن ہو گیا۔ میری ٹانگیں میرا بوجھ اٹھانے سے جواب دینے لگیں اور میں نے جب سنا کہ سرور کونینؐ مر چکے ہیں۔ میں کھڑا نہ رہ سکا"۔

(۸۴) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۷۰۰، حدیث ۱۵۶۸

عن ابیه عن عائشة قالت مات النبیؐ وانه لبین حاقنتی وذا قنتی فلا اکره شدت الموت لاحد بعد النبیؐ

"اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ

سرورِ کونینؑ میرے سینہ اور ٹھوڑی کے درمیان فوت ہوئے۔
سرورِ کونینؑ کے بعد مجھے کسی کے لیے بھی موت کی سختی ناپسند نہیں"۔

(۸۵) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۷۰۶، حدیث ۱۵۸۴

عروة ابن الزبير عن عائشة ان رسول الله توفي وهو ابن ثلاث وستين

"عروہ ابن زبیر اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؑ تریسٹھ برس کی عمر میں فوت ہوئے"۔

(۸۶) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۷۰۶، حدیث ۱۵۸۳

عروة ابن الزبير عن عائشة ان النبیؐ توفي وهو ابن ثلاث وستين

"عروہ ابن زبیر اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ وقتِ وفات سرورِ کونینؑ تریسٹھ برس کے تھے"۔

(۸۷) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۷۰۴، حدیث ۱۵۷۵

عبدالله ابن عتبه عن عائشة ان ابابكر قبل النبیؐ بعد موته

"عبداللہ ابن عتبہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ابوبکر نے سرورِ کونینؑ کا مرنے کے بعد بوسہ لیا"۔

(۸۸) جلد اول، کتاب الجنائز، ص ۴۹۰، حدیث ۱۲۰۵

قال ابن عباس فلما مات عمر ذكرت ذلك لعائشة فقالت رحم الله عمر ما حدث رسول الله ان الله ليعذب المومن ببكاء اهله عليه ولكن رسول الله قال .

ان اللّٰه لیزید الکافر عذابا ببکاء اهله اللّٰه علیه وقالت
حسبکم القرآن لا تزر وازرة وزر اُخریٰ

''ابن عباس کہتا ہے کہ جب عمر مرگیا تو میں نے (میت پر رونے سے عذاب کا) ذکر اُم المومنین عائشہ سے کیا تو اس نے کہا: اللہ عمر پر رحم کرے۔ سرورِ کونینؐ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ مومن کی موت پر اس کے گھر والوں کے رونے سے میت پر اللہ عذاب بھیجتا ہے بلکہ سرورِ کونینؐ نے تو فرمایا تھا کہ کافر کی موت پر اس کے گھر والوں کے رونے سے اللہ کافر میت کے عذاب میں اضافہ کرتا ہے اور تمہارے لیے قرآن کافی ہے۔ قدرت کا ارشاد ہے: کوئی دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھاتا''۔

(۸۹) جلد سوم، کتاب اللباس، ص ۳۱۱، حدیث ۷۶۰

ابوسلمه ابن عبدالرحمٰن ابن عوف ان عائشة اخبرته
ان رسول اللّٰه حین توفی سجی ببردة حبرة

''ابوسلمہ ابن عبدالرحمٰن ابن عوف نے اُم المومنین عائشہ سے نقل کیا ہے کہ جب سرورِ کونینؐ کی وفات ہوچکی تو آپ کو یمنی چادر سے ڈھانپ دیا گیا''۔

(۹۰) جلد سوم، کتاب الرقاق، ص ۵۳۰، حدیث ۱۴۳۰

ابوعمر وذکوان مولٰی عائشة اخبره ان عائشة کانت تقول، ان رسول اللّٰه کانت بین یدیه رکوة او علبة فیها ماء یشك عمر فجعل یدخل یده فی الماء فیمسح بهما وجهه ویقول لا اله الا اللّٰه ان للموت سکرات ثم

نصب یدہ فجعل یقول فی الرفیق الاعلٰی حتّٰی قبض وما لت یدہ

''ابوعمرو ذکوان اُم المومنین عائشہ کا غلام بی بی سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونین ک پاس پانی کا پیالہ یا طشت رکھا تھا۔ شک ابوعمرو کو ہے۔ آپ اس میں ہاتھ ڈال کر چہرہ پر پھیرتے تھے اور کہتے تھے: لا الہ الا اللّٰہ۔ سکرات موت بھی کتنے سخت ہوتے ہیں۔ پھر آپؐ نے ہاتھ بلند کیا اور کہا: فی الرفیق الاعلٰی حتّیٰ کہ فوت ہوگئے اور ہاتھ جھک گیا''۔

(۹۱) جلد سوم، کتاب المرضٰی، ص ۵۶، حدیث ۶۰۵

عن مسروق عن عائشۃ قالت ما رأیت احد اشد علیہ الوجع من رسول اللّٰہ

''مسروق اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ جتنا مبتلائے درد (بوقت وفات) ہوئے میں نے کسی کو نہیں دیکھا''۔

جائزہ

- جلد دوم، حدیث ۸۶۷ جو کچھ بتایا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:
- جب سرورِ کونین کی وفات ہوئی اس وقت ابوبکر اپنے گھر محلّہ سخ میں تھے جو مدینہ سے اتنے فاصلہ پر تھا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر آنا پڑتا تھا۔
- ابوبکر سیدھے اپنی بیوہ بیٹی کے پاس آئے پھر سرورِ کونینؐ کے پاس آئے۔
- چہرہ سے کپڑا اٹھایا، بوسہ لیا اور روئے۔
- باہر نکلے، عمر لوگوں میں تقریر کر رہا تھا۔ ابوبکر نے عمر کو دو مرتبہ بیٹھنے کو کہا، عمر نہ مانا۔
- ابوبکر نے کلمہ شہادت پڑھا۔ لوگوں نے عمر کو چھوڑ دیا اور ابوبکر کے گرد ہو گئے۔

- ابو بکر نے تقریر کی۔ دورانِ تقریر ایک ایسی آیت پڑھی جو اس سے قبل کسی کو معلوم نہ تھی۔

● جلد دوم، ص ۸۶۷ کا خلاصہ یوں ہے:

- سرورِ کونین کی وفات ہوئی تو ابو بکر اپنے گھر واقعہ محلہ سخ میں تھا۔
- عمر نے تقریر شروع کی کہ سرورِ کونین کی وفات نہیں ہوئی اور قسم کھا کر کہا۔
- عمر کا خیال یہ تھا کہ خدا معلوم کیا چکر ہے۔ کیا پتہ کہ ابھی اللہ اسے پھر اٹھا دے اور اُٹھ کر سرورِ کونین لوگوں کے ہاتھ اور ٹانگیں کاٹنے لگیں۔
- پھر ابو بکر آیا، آپؐ کے چہرہ سے کپڑا ہٹایا اور بوسہ لیا، پھر باہر آ گیا۔
- عمر کو تقریر سے منع کیا۔ عمر نے ابو بکر کو بولتے دیکھ کر چپ سادھ لی اور بیٹھ گیا۔
- ابو بکر نے تقریر میں وہ آیت پڑھی جو پہلے کسی نے نہ سنی تھی۔
- ابو بکر کی تقریر سن کر سب لوگ رونے لگے۔
- انصار سقیفہ بنی ساعدہ میں سعد ابن عبادہ کے پاس جمع ہوئے اور کہا: ایک امیر تمہارا ہوگا ایک ہمارا ہوگا۔
- ابو بکر، عمر اور ابو عبیدہ بن جراح سقیفۂ بنی ساعدہ میں آ گئے۔
- عمر نے کچھ کہنے کا ارادہ کیا۔ ابو بکر نے روک دیا۔
- عمر کا خیال تھا کہ آج کے دن کے لیے تقریر کی جو تیاری میں نے کر رکھی ہے ابو بکر اتنا تیار نہ ہوگا۔
- ابو بکر نے ایسی تقریر کی کہ عمر کو اعتراف کرنا پڑا کہ یہ مجھ سے بھی زیادہ تیار تھا۔
- ابو بکر نے کہا: ہم حکمران ہوں گے تم وزیر رہو گے۔ انصار نے انکار کیا۔
- ابو بکر نے مہاجرین کے فضائل گنے اور عمر اور ابو عبیدہ میں سے کسی ایک کی بیعت کرنے کی تجویز دی۔

- عمر نے ابوبکر کے فضائل گنے اور کہا: لاؤ ہم تمہاری بیعت کرتے ہیں، بیعت ہوگئی۔
- اُم المومنین عائشہ کہتی ہے کہ ابوبکر و عمر دونوں کی تقریریں انتہائی مفید تھیں۔
- سقیفہ میں موجود لوگوں میں نفاق تھا۔
- وہ نفاق عمر کی دھمکی سے ختم ہوگیا۔
- ابوبکر نے ہدایت کی اور حق کا تعارف کرایا۔

● جلد دوم، حدیث ۱۵۶۴ کا خلاصہ یہ ہے:

- سرورِ کونین کا معمول تھا جب بیمار ہوتے تو دم کرتے۔
- بی بی نے آپ کو دم کیا۔
- سرورِ کونینؐ نے آخری وقت فی الرفیق الاعلیٰ کہا۔
- بی بی کا بھائی عبدالرحمٰن ایک تازہ شاخ لیے گزرا۔
- بی بی نے سرورِ کونینؐ کی رغبت دیکھ کر وہ شاخ لی، اسے چبایا اور مسواک بنا کر دیا۔
- سرورِ کونینؐ نے مسواک کیا۔ پھر بی بی کو واپس کردیا یا آپ کے ہاتھ سے گر گیا۔
- دنیا کے آخری دن اور آخرت کے پہلے دن بی بی اور سرورِ کونین کا لعابِ دہن مل گیا۔

● جلد دوم، حدیث ۱۵۷۴ کا خلاصہ یہ ہے:

- ابوبکر اپنے محلہ واقعہ محلہ سخ سے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے۔
- پہلے سیدھے اپنی بیوہ بیٹی کے پاس آئے پھر سرورِ کونینؐ کے پاس گئے۔
- چہرہ سے کپڑا ہٹایا، جھکے، بوسہ لیا اور باہر نکل آئے۔
- عمر تقریر کر رہا تھا، اسے منع کیا۔ عمر نہ رکا۔ لوگوں نے عمر کو چھوڑ دیا اور ابوبکر کے پاس آ گئے۔
- ابوبکر نے مؤثر تقریر کی اور ایسی آیت پڑھی جسے پہلے کسی نے نہ سنا تھا۔
- عمر کہتا ہے کہ ابوبکر کے منہ سے موتِ رسولؐ والی آیت سن کر میں کھڑا نہ رہ سکا،

بیٹھ گیا۔

● جلد دوم، حدیث ۱۰۶۸ کا خلاصہ: سرورِ کونینؐ کے سکرات موت دیکھنے کے بعد مجھے کسی کے سکرات موت میں شدت نظر نہیں آتی، یعنی اتنے شدید سکرات تھے کہ دوسروں کے معمولی نظر آتے ہیں۔

● جلد دوم، حدیث ۱۵۸۳ اور جلد دوم، حدیث ۵۴۸: ان دو حدیثوں میں سرورِ کونینؐ کی عمر بتائی گئی ہے۔

● جلد دوم، حدیث ۱۵۷۵ میں بعد از وفات ابوبکر کا سرورِ کونین کو بوسہ دینا مذکور ہے۔

● جلد اول، حدیث ۱۲۰۵ میں عمر کے اس قول کی تردید ہے کہ میت پر رونے سے میت معذب ہوتا ہے۔

● جلد سوم، حدیث ۷۶۰ میں بتایا گیا ہے کہ سرورِ کونینؐ پر یمنی چادر ڈال دی گئی تھی۔

● جلد سوم، حدیث ۱۴۳۰ کا خلاصہ: سرورِ کونینؐ کی اپنی زبانی سکرات موت کی تلخی بتائی گئی ہے۔

<u>چند سوالات</u>

* ابوبکر اتنے نازک وقت میں سرورِ کونین کو چھوڑ کر اتنے فاصلہ پر کیوں چلے گئے تھے؟

* اُم المومنین عائشہ کی ان احادیث صحیحہ کے مطابق ابوبکر کا گھر اتنے فاصلہ پر تھا کہ گھوڑے پر سوار ہو کر آنے کی ضرورت تھی تو پھر:

 ا: خوخہ ابوبکر والی حدیث کا کیا بنے گا؟

 ب: جب ابوبکر کا گھر مسجد نبویؐ کے قریب نہیں تو کھڑکی کیسے کھلی رکھی گئی؟

ج: کیا یہ صرف حضرت علیؑ کا مقابلہ کرنے کے لیے جعلی حدیث نہیں بنائی گئی؟

د: کیا خوخۂ ابوبکر کی حدیث کے راوی جھوٹے نہیں ہوں گے؟

* جب ابوبکر داخلِ خانہ ہوئے تو سرورِ کونینؐ کے پاس جانے سے پہلے بیٹی کے پاس کیوں گئے؟
* کیا بی بی عائشہ نے جنازۂ رسول کو تنہا چھوڑ رکھا تھا؟
* اگر تنہا چھوڑ رکھا تھا تو کیوں؟
* اگر تنہا نہیں چھوڑا تھا تو ابوبکر کا بی بی کے پاس آنے کا کیا مطلب؟
* ابوبکر سرورِ کونین کا بوسہ لینے کے بعد کیوں روئے؟
* کیا ابوبکر کو اس مسئلہ کا علم نہیں تھا کہ کسی میت پر رونے سے میت پر عذاب ہوتا ہے؟
* اگر علم نہیں تھا تو کیوں؟
* اگر علم تھا تو کیا عمداً سرورِ کونین کو مبتلائے تکلیف کرنے کی خاطر روئے تھے؟
* ابوبکر نے اپنی بیٹی کو کوئی تسلی کیوں نہیں دی؟
* ابوبکر وفاتِ رسول کا سن کر خود آئے تھے یا کسی نے بلایا تھا؟
* اگر بلایا تھا تو کس نے بلایا تھا اور بلانے کی خاطر کسے بھیجا تھا؟
* ابوبکر کے آنے سے قبل عمر لوگوں سے کس موضوع پر بات چیت کر رہا تھا۔
* عمر وفاتِ رسولؐ سے قبل یا بعد خانۂ رسولؐ میں آیا تھا یا نہیں؟
* اگر آیا ہے تو کس تاریخ میں ہے؟
* اگر نہیں آیا تو کیوں؟
* کیا عمر کو اپنی بیٹی کے بیوہ ہونے کا افسوس نہیں تھا؟
* ابوبکر کے آنے سے قبل عمر لوگوں سے کس قسم کی گفتگو کر رہا تھا؟
* جب ابوبکر نے عمر کو بولنے سے منع کیا تو عمر نے کیوں انکار کیا؟

* جلد دوم، حدیث ۸۶۷ میں عمر کے اس جملہ کا کیا معنی ہے کہ مجھے یہی خیال تھا کہ ابھی اللہ رسول کو اُٹھا دے گا اور لوگوں کے ہاتھ کاٹنا اور ٹانگیں توڑنا شروع کر دیں گے۔
* کیا عمر کو وفاتِ رسولؐ پر اطمینان نہیں ہوا تھا؟
* اگر اطمینان نہیں تھا تو کیوں؟
* اگر اطمینان نہیں تھا تو یہ ہاتھ کاٹنا اور ٹانگیں توڑنا کس بنیاد پر منسوب کیا ہے؟
* کیا شدتِ غم سے حواس کھو بیٹھا تھا؟
* اگر حواس کھو بیٹھا تھا تو لوگوں سے باتیں کیسے کر رہا تھا؟
* اگر حواس بجا تھے سرورِ کونینؐ کو رحمت للعالمین نہیں سمجھتا تھا؟
* اگر رحمۃ للعالمینؐ سمجھتا تھا تو اُٹھنے کے بعد فوراً ہاتھ کاٹنے اور ٹانگیں توڑنے کا کیا معنی ہے؟
* ابوبکر نے وفاتِ رسولؐ کی جو آیت پڑھی یہ پہلے قرآن میں تھی یا نہیں؟
* اگر نہیں تھی تو ابوبکر نے کیا اپنی طرف سے بنائی تھی؟
* اگر تھی تو یہ کیوں کہا گیا ہے کہ لوگوں نے یاد بھی اس وقت کی؟
* جب ابوبکر نے تقریر شروع کی تو ایسا انداز کیوں اختیار کیا جس سے لوگ رونے لگے؟
* کیا عمر کی نقل کردہ اس حدیث کہ میت رونے والوں کی بدولت مبتلائے تکلیف ہوتا ہے، پر ایمان نہیں تھا۔
* اگر تھا تو شیعوں کی طرح وفاتِ رسولؐ پر ذاکری کر کے لوگوں کو کیوں رُلانے لگے؟
* کیا یہی مقصد تھا کہ سرورِ کونینؐ کو تکلیف زیادہ ہو؟
* کیا وفاتِ سرورِ کونینؐ پر آپ کی وفات کا تذکرہ کر کے لوگوں کو رُلانا سیرت ابوبکر نہیں؟

* جلد دوم، حدیث ۸۶۷ کے مطابق سقیفۂ بنی ساعدہ میں انصار کیسے جمع ہو گئے؟
* انہیں کسی نے جمع کیا تھا یا از خود جمع ہو گئے؟
* جب وفاتِ سرورِ کونین کا علم ہوا تو انصار خانۂ رسولؐ کی طرف آنے کے بجائے سقیفۂ بنی ساعدہ کی طرف کیوں گئے؟
* انصار نے: ایک امیر ہم میں سے اور ایک تم میں سے، کا مطالبہ کس سے کیا؟
* کیا یہ سلسلہ وفاتِ رسولؐ سے پہلے شروع تھا یا وفاتِ رسولؐ کے بعد اچانک شروع ہو گیا؟
* اگر وفاتِ رسولؐ سے پہلے تھا تو اس کا محرک کون تھا؟ اور سرورِ کونینؐ سے کیوں نہ پوچھا گیا؟
* اگر وفاتِ رسولؐ کے بعد تھا تو تحریک کس نے کی؟
* جب حیاتِ رسولؐ میں ہر معاملہ مسجد میں طے ہوتا تھا تو خلافت کا مسئلہ سقیفہ میں کیوں طے کیا گیا؟
* ابوبکر، عمر اور ابوعبیدہ ابن جراح اگر اجتماعِ انصار سے ناواقف تھے تو سقیفہ میں کس کے بلاوے پر گئے یا از خود چلے گئے؟
* اگر کسی کے بلاوے پر گئے تھے تو بلانے والا کون تھا؟
* بلانے والے نے اپنی طرف سے اطلاع دی تھی یا ابوبکر و عمر نے اس کے ذمہ لگا دیا ہوا تھا؟
* سقیفہ میں پہنچ کر ابوبکر نے عمر کو بولنے کی اجازت کیوں نہ دی؟
* جلد دوم، حدیث ۸۶۷ کے مطابق عمر کا یہ کہنا کہ: قد هيأت كلامًا قد اعجبني ان لا يبلغه ابوبكر (میں نے ایسی تقریر تیار کر رکھی تھی کہ میرے خیال کے مطابق ابوبکر اسے نہ پا سکے گا) یہ کیسی تقریر تھی؟

* اس تقریر کی تیاری وفاتِ رسولؐ سے قبل تھی یا بعد؟
* اگر قبل تھی تو کہاں کی تھی؟
* اگر بعد میں تیار ہوئی تو کس ضرورت کے پیش نظر؟
* طویل بحث ومباحثہ کے بعد ابوبکر نے عمر اور ابوعبیدہ کا نام کیوں پیش کیا؟
* کیا مہاجرین میں دوسرا کوئی اس قابل نہ تھا؟
* کیا تمام مہاجرین کی رائے یہی تھی؟
* اگر تمام مہاجرین کی رائے بھی یہی تھی تو وضاحت کی جائے کہ یہ رائے کہاں پاس ہوئی تھی اور اس میں کون کون لوگ شریک تھے؟
* عمر نے ابوبکر کے استحقاق میں امامت ابوبکر کا تذکرہ کیوں نہیں کیا؟
* کیا امامت ابوبکر کا افسانہ بعد کی پیداوار نہیں؟
* اگر امامت ابوبکر پہلے سے تھی تو پھر نیابت کے مسئلہ میں انصار کو کیوں نہ کہا گیا کہ یہاں لڑنے کی کیا بات ہے؟ رسولؐ نے ابوبکر کو امام جماعت بنا کر فیصلہ کر دیا ہے؟
* اُم المومنین عائشہ کے اس جملہ کہ ابوبکر وعمر کے ان خطبوں نے جو سقیفہ میں دیے گئے عظیم فائدہ ہوا کا کیا معنی ہے؟
* کیا یہی فائدہ ہے کہ حکومت اور اقتدار پر قبضہ ہو گیا ہے؟
* بی بی کے مطابق عمر نے لوگوں کو دھمکی دی یہ کیسی دھمکی تھی اور کس بات پر دھمکی تھی اور اس کی ضرورت کیوں پیش آئی؟
* کیا عمر کی دھمکیوں نے اجماع اُمت پیدا کیا؟
* اگر اجماع دھمکیوں کا نتیجہ ہے تو کیسا اجماع ہے؟
* اگر اجماع دھمکیوں سے نہیں تو پھر یہ دھمکیاں کس بات کی تھیں؟
* بی بی کے بقول سقیفہ میں منافق تھے یہ کون تھے؟

- انصار منافق تھے یا مہاجرین؟
- اگر انصار منافق تھے تو تمام یا کچھ؟
- اگر تمام منافق تھے تو درست ہے لیکن یہ بتایا جائے کہ انعقاد حکومت کے بعد پھر یہ منافق حکومت کے حلقہ بگوش ہو گئے یا حزبِ اختلاف میں چلے گئے؟
- اگر حزبِ اختلاف میں چلے گئے تو کس تاریخ میں ہے؟
- اگر حکومت کے حلقہ بگوش ہو گئے تو منافق کیسے تھے؟
- اگر تمام منافق نہیں تو کتنے افراد تھے اور کون کون سے؟
- اگر انصار منافق نہیں تھے اور مہاجرین منافق تھے تو سب یا بعض؟
- اگر سب منافق تھے تو اقتدار پر قبضہ کس نے کیا؟
- اگر بعض منافق تھے تو ان کی فہرست مہیا کی جائے؟
- پھر جو منافق تھے حصولِ اقتدار کے بعد وہ حزبِ اختلاف میں چلے گئے یا کچھ لے دے کر حزبِ اقتدار کے ہمنوا ہو گئے؟
- یہ عبدالرحمٰن ابن ابوبکر تازہ شاخ لیے کہاں جا رہا تھا؟
- بقول بی بی کے عبدالرحمٰن گزرا، بی بی نے مسواک لی، کیا خانہ رسولؐ کہیں جانے کا راستہ تھا؟
- اگر کہیں جا نہیں رہا تھا تو کیا سرورِ کونینؐ کی عیادت کے لیے آیا تھا؟
- اگر عیادت کے لیے آیا تھا تو عبدالرحمٰن نے اپنے بہنوئی کی نازک حالت دیکھ کر اپنی بہن سے کوئی تعاون کیا یا نہیں؟
- اگر کیا تو کیسے؟
- اگر نہیں کیا تو کیوں؟
- کیا وفاتِ رسولؐ کی اطلاع حاصل کرنے کی خاطر تو نہیں آیا تھا؟

* مسواک دینے کے بعد یہ کہاں چلا گیا؟
* جلد دوم، حدیث ۱۵۷۴ کے مطابق ابوبکر سے آیتِ وفات سن کر عمر پر کیا دورہ پڑ گیا تھا؟
* کیا یہ شدتِ غم کا احساس تھا یا شادیٔ مرگ کی کیفیت تھی؟
* جلد دوم، حدیث ۱۰۶۸ کے مطابق بی بی سرورِ کونینؐ کے لیے کون سے سکرات موت کا تذکرہ کرتی ہے؟
* سکرات موت کس گناہ کی پاداش میں تھے؟
* کیا اُمت رسولؐ کے بہت سے صالح افراد سکرات موت سے دوچار ہوئے بغیر اس دنیا سے کوچ نہیں کر گئے؟
* اگر اُمت کا عام آدمی سکرات کی تلخی سے دوچار نہیں ہوتا تو سرورِ کونینؐ پر سکرات کیسے تھے؟
* بی بی کہیں تلخی سکرات کے سایہ میں لَد تو نہیں چھپا رہی؟
* سابق زہر کے زیرِ عنوان بخاری شریف کی ان احادیث کا مطالعہ فرما چکے ہیں جن میں سرورِ کونین کو بزورِ لَد پلانے کا تذکرہ ہے۔ وہ دوا کیسی تھی جس سے آپ منع کرتے رہے اور بی بی نے بزور منہ کھول کر پلادی؟
* کیا سرورِ کونینؐ نے بی بی کے علاوہ زہر خیبر کا تذکرہ کسی اور زوجہ یا صحابی کے سامنے بھی کیا؟ اگر کیا ہے تو کہاں ہے؟ اگر نہیں کیا تو وفات کے موقعہ پر بی بی کو زہر خیبر کا ذکر کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ کیا زہر خیبر کا تذکرہ کسی اندرونی پریشانی پر پردہ تو نہیں؟
* کیا واقعاً یہ سکرات ہیں یا پلائی گئی دوا کا نتیجہ ہے؟

میرے دوستو! بخاری شریف کی ان احادیث کی بناء پر جو اُم المومنین عائشہ کی

بیان کردہ ہیں۔ ان کے مطابق ہر فکر سلیم رکھنے والا جو کچھ سوچ اور سمجھ سکتا ہے وہ یہ ہے کہ:

* ابوبکر و عمر اور ابوعبیدہ ابن جراح نے ہی اپنے اثر و رسوخ سے لشکر اسامہ کو روک رکھا تھا؟
* الملل والنحل شہرستانی کے مطابق چونکہ سرورِ کونینؐ نے فرمادیا تھا کہ: لعن اللّٰه من تخلف عن جیش اسامه (جو کبھی بھی لشکر اسامہ میں شامل نہیں ہوگا اس پر اللہ کی لعنت ہوگی) یہ دونوں حضرات سرورِ کونین کو منہ نہ دکھاتے تھے۔
* ان کی طرف سے خلافت کی کوئی تجویز لیک آؤٹ ہوچکی تھی جس کی وجہ سے وفاتِ رسولؐ کے بعد انصار نے خانۂ رسول کی بجائے سقیفہ کا رُخ کیا۔
* بقول عمر کے میں نے سقیفہ کے لیے تقریر تیار کر رکھی تھی اور میرا خیال تھا کہ ابوبکر ویسی تقریر نہ کرسکے گا لیکن ابوبکر نے بہت عمدہ تقریر کی۔ اس بات کا یقین ہوجاتا ہے کہ یہ دونوں حضرات ایک طرف تو سردارِ کونینؐ کے سامنے اس لیے نہ آئے کہ لشکر اسامہ میں جانے پر مجبور نہ کریں اور دوسری طرف تقریروں کی تیاری کرتے رہے۔
* اندرونی معاملات کو اُم المومنین نے بخوبی سنبھال رکھا تھا اور بیرونی محاذ پر یہ دونوں کام کر رہے تھے۔
* سرورِ کونین کو دواء کے نام پر کچھ پلایا گیا اور پھر اسے زہر خیبر کے لیبل میں چھپانے کی ناکام کوشش کی گئی۔
* ذرا بخاری شریف میں احادیث لَد کا محلِ وقوع ملاحظہ فرمائیں۔ کتاب الدیات میں احادیث لَد ہیں۔ امام بخاری نے باب کو جو عنوان دیا ہے، قابلِ غور ہے۔ ایک مقتول اور بہت سے قاتل۔ یہ ہے عنوان جس میں سرورِ کونین کو دواء پلانے کا ذکر ہے۔

* عبدالرحمٰن ابن ابوبکر صرف یہی معلوم کرنا آتا تھا کہ ابھی تک کتنا وقت باقی ہے؟
* اسی لُد کو چھپانے کی خاطر ایک طرف زہر خیبر کا لیبل لگایا اور دوسری طرف سکرات موت کی سرخی جمائی گئی اور یوں شہادت سرورِ کونینؐ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آپؐ کے ساتھ دفن ہو گئی۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ آج تک وفاتِ سرورِ کونینؐ کا دن باقاعدگی سے نہیں منایا جاتا کیونکہ اس دن کی عظمت کے پیشِ نظر آپ کے یومِ وفات پر ان چیزوں کے طشت ازبام ہونے کا خطرہ لاحق ہے اور بارہ ربیع الاول جو یومِ وفات ہے اسے عید میں بدل دیا گیا ہے اور میرے خیال میں تمام مذاہبِ عالم میں سے ایک ہم مسلمان بدنصیب ہیں کہ جن کے محسنِ اعظمؐ کے یومِ وفات پر عید ہوتی ہے۔

* عبدالرحمٰن ابن ابوبکر صرف یہی معلوم کرنا آتا تھا کہ ابھی تک کتنا وقت باقی ہے؟
* اسی لدّ کو چھپانے کی خاطر ایک طرف زہر خیبر کا لیبل لگایا اور دوسری طرف سکرات موت کی سرخی جمائی گئی اور یوں شہادت سرورِ کونینؐ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے آپؐ کے ساتھ دفن ہوگئی۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ آج تک وفات سرورِ کونینؐ کا دن باقاعدگی سے نہیں منایا جاتا کیونکہ اس دن کی عظمت کے پیشِ نظر آپؐ کے یومِ وفات پر ان چیزوں کے طشت ازبام ہونے کا خطرہ لاحق ہے اور بارہ ربیع الاول جو یومِ وفات ہے اسے عید میں بدل دیا گیا ہے اور میرے خیال میں تمام مذاہبِ عالم میں سے ایک ہم مسلمان بدنصیب ہیں کہ جن کے محسنِ اعظمؐ کے یومِ وفات پر عید ہوتی ہے۔

خودکشی

صرف ایک حدیث:

* جلد سوم، کتاب النکاح، حدیث ۱۹۵، راوی قاسم

(۹۲) جلد سوم، کتاب النکاح، ص ۱۱۷، حدیث ۱۹۵

قاسم عن عائشة ان النبیؐ کان اذا خرج اقرع بین نسائه فطارت القرعة لعائشة وحفصة والنبی اذا کان باللیل سار مع عائشة یتحدث فقالت حفصه ألا ترکبین اللیلة بعیری وارکب بعیرك تنظرین وانظر فقالت بلی فرکبت فجاء النبیؐ الی جمل عائشة وعلیه حفصه فسلم علیها ثم سار حتی نزلوا وافتقدته عائشه فلما نزلوا جعلت رجلیها بین الاذخر وتقول یارب سلط علی عقربًا او حیةً تلدغنی ولا استطیع ان اقول له شیئًا

"قاسم اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ جب کبھی باہر جاتے تو قرعہ اندازی کرتے جس کا قرعہ نکل آتا اسے ساتھ لے جاتے۔ ایک مرتبہ قرعہ عائشہ اور حفصہ کا نکلا۔ رات کے وقت سرورِ کونینؐ اُم المومنین عائشہ کے محمل کے ساتھ چلتے اور باتیں کرتے تھے۔ حفصہ نے کہا: کیا آج ایسا نہ کریں تو میرے اُونٹ پر سوار ہو جا اور میں تیرے اُونٹ پر بیٹھ جاؤں۔ عائشہ نے

قبول کرلیا۔ سرورِ کونینؐ حسبِ معمول محمل عائشہ کے پاس آئے سلام کیا اور چلنے لگے۔ حتیٰ کہ قیام کے لیے اُترے۔ اُم المومنین عائشہ نے جب سرورِ کونین کو نہ پایا تو اپنے پاؤں گھاس میں دیتی تھیں اور کہتی تھیں: اے اللہ! کوئی سانپ یا بچھو مسلط کردے جو مجھے کاٹ لے، میں آپ کو تو کچھ نہیں کہہ سکتی"۔

جائزہ

اس موضوع کی یہ واحد حدیث ہے جس میں بی بی نے ایک انتہائی قدم اٹھایا ہے۔ یوں تو جلد اول میں اُم المومنین خدیجہ الکبریٰ سے حسد کے زیرِ عنوان بھی اس قسم کی احادیث دیکھ چکے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں امامت ابوبکر کے زیرِ عنوان اُم المومنین حفصہ کا یہ جملہ ما کنت لاصیب منك خیرًا (مجھے کبھی بھی تیری طرف سے کوئی اچھائی نہیں ملی)۔ اور جلد اول ہی میں بی بی اور علیؑ کے زیرِ عنوان بھی آپ بی بی کا جذبۂ انتقامی ملاحظہ فرما چکے ہیں لیکن سابقہ کردار اور زیرِ نظر حدیث میں کچھ فرق ہے۔

- احادیث مغافیر میں سرورِ کونینؐ کے ایک جامِ شربت پینے کا جو انتقام لیا گیا وہ سرورِ کونینؐ ہی سے تھا اور بنے بنائے پلان کے مطابق یہ کہا گیا تھا کہ آپؐ سے بدبو آرہی ہے۔
- اُم المومنین خدیجہ سے صاحبِ اولاد ہونے کا انتقام جو لیا گیا اس کا نشانہ اُم المومنین خدیجہ کی کمسن اور معصومہ بیٹی فاطمہؑ سے یوں لیا گیا کہ اپنے پدر بزرگوار کے بعد بقول بی بی کے چھ ماہ سے زیادہ زندہ نہ رہ سکیں۔
- اُم المومنین حفصہ کو اس بات پر آمادہ کرکے کہ تو کہہ ابوبکر نرم دل ہے آپ عمر کو نماز پر مقرر کریں۔ سرورِ کونینؐ سے جھڑکی دلوائی گئی۔

* امیر المومنین علی ابن ابی طالبؑ کو اس مشورہ کے عوض جو واقعۂ افک میں سرورِ کونینؐ نے آپؑ سے لیا تھا اور آپؑ نے صرف اتنا فرمایا تھا کہ "عورتوں کی کمی نہیں اور اللہ نے آپؐ پر کوئی پابندی نہیں لگائی ویسے آپؐ بی بی کی کنیز بریرہ سے مزید تحقیق کرلیں"۔

یوں نشانۂ انتقام بنایا گیا کہ آپ بی بی اور علیؑ کے زیرِ عنوان جلد اول میں بھی ملاحظہ کر چکے ہیں اور زیرِ نظر کتاب میں امامت ابوبکر کے زیرِ عنوان دی گئی احادیث میں بھی دیکھ چکے ہیں کہ بی بی عباس کا نام تو لیا ہے لیکن حضرت علیؑ کا نام لینے کے بجائے رجل اٰخر کوئی دوسرا آدمی کہہ دیا ہے۔ جبکہ زیرِ نظر حدیث میں بی بی اپنے جذبۂ انتقام کا نشانہ خود بن رہی ہے۔ حالانکہ اُم المومنین حفصہ کی درخواست پر سواریوں کا تبادلہ بھی برضا و رغبت کیا۔ اپنی خوشی سے حفصہ کے اُونٹ پر بیٹھنا قبول کرلیا لیکن بعد میں برداشت نہ ہوسکا اور اللہ میاں سے سانپ یا بچھو کے مسلط کرنے کی نہ صرف دعا مانگتی ہیں بلکہ گھاس میں پاؤں بھی ڈالتی ہیں۔

<u>چند سوالات</u>

اصل واقعہ دیکھنے کے بعد ذہن میں چند سوالات آتے ہیں امید ہے علمائے بخاری شریف گرہ کشائی فرمائیں گے:

* بی بی نے واقعۂ افک کی طرح اس حدیث میں بھی مقصدِ سفر نہیں بتایا کہ کیا تھا؟
* کیا سرورِ کونینؐ کسی جنگ پر گئے تھے یا تفریحی سفر تھا؟
* اگر جنگ پر گئے تھے تو کون سی جنگ تھی؟
* واقعۂ افک میں جملہ احادیث سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ سرورِ کونینؐ سفر پر روانہ ہونے سے قبل ازواج میں جو قرعہ اندازی فرماتے تھے وہ قرعہ اندازی صرف ایک زوجہ کو ساتھ لے جانے کی خاطر ہوتی تھی لیکن زیرِ نظر حدیث میں خلافِ معمول

سرورِ کونینؐ دو بیویوں کو لے کر کیوں چلے؟

* جب دونوں ساتھ تھیں تو سرورِ کونینؐ ایک کے ساتھ ترجیحی سلوک کیوں کرتے تھے اور دوسری کو عدمِ توجہی کا شکار کیوں بنا رکھا تھا کیا یہ عدلِ نبویؐ کے خلاف نہیں؟
* اگر ترجیحی سلوک کرنا تھا تو پھر دوسری کو گھر سے لے کر کیوں چلے تھے؟
* جب دونوں بیویوں نے باہمی رضامندی سے سواریوں کا تبادلہ کرلیا تو پھر بی بی عائشہ کیوں ناراض ہوگئی؟
* جب سواریوں کا تبادلہ ہو چکا تھا۔ بی بی نے سرورِ کونینؐ کو مطلع کیوں نہ کردیا کہ آج میں حفصہ کے اُونٹ پر ہوں گی تاکہ سرورِ کونینؐ حفصہ کے اُونٹ کے ساتھ چل کر باتیں کرتے؟
* اگر بیوی نے مطلع کردیا تھا اور سرورِ کونینؐ اس کے باوجود بھی بی بی حفصہ کے اُونٹ کے پاس آئے تو کیا یہی مطلب نہ ہوگا کہ یہ پریم کی کہانیاں سب افسانے ہیں؟
* جب سرورِ کونینؐ کو سلام کرنے کے بعد علم ہوگیا تھا کہ اس اُونٹ میں عائشہ نہیں بلکہ حفصہ ہے تو پھر بی بی کو کیوں نظر انداز کردیا کیا سوال نمبر ۹ کی تائید نہیں ہوتی؟
* بی بی کا جذبۂ انتقام سے مغلوب ہو کر دعائے موت مانگنا نظامِ مصطفیٰ میں جائز ہے؟
* اگر جائز ہے تو کوئی مثال؟
* اگر جائز نہیں تو بی بی کے سلسلہ میں کیا توجیہہ ہوگی؟
* بی بی کا جذبۂ انتقام سے مغلوب ہو کر سانپ اور بچھو کاٹنے کی جگہ گھاس میں پاؤں رکھ دینا کیا اقدامِ خودکشی نہیں؟
* اگر اقدامِ خودکشی نہیں تو کیسے؟
* اگر اقدامِ خودکشی ہے تو نظامِ مصطفیٰؐ میں اقدامِ خودکشی جائز ہے؟

- اگر جائز ہے تو کہاں ہے؟
- اگر جائز نہیں تو بی بی نے درست کیا ہے یا غلط؟
- اگر درست ہے تو کیسے؟
- اگر غلط کیا تو کیا کبھی اس کی توبہ بھی کی ہے؟
- اگر توبہ کی ہے تو کب؟
- اگر توبہ نہیں کی تو کیوں؟
- بی بی نے یہ نہیں بتایا کہ ایک سفر کتنے دن تک رہا؟
- یہ بھی معلوم نہیں کہ سفر سے واپسی پر بی بی نے سرورِ کونینؐ سے کوئی شکوہ بھی کیا یا نہیں؟
- یہ بھی معلوم نہیں کہ اس سفر کا انجام کیا ہوا؟
- یہ بھی معلوم نہیں کہ سواریوں میں تبادلہ منسوخ کر دیا گیا یا باقی رہا؟

کفن سرورِ کونینؐ

کُل پانچ احادیث ہیں:

* جلد اول، کتاب الجنائز، حدیث ۱۱۸۴، راوی عروہ
* جلد اول، کتاب الجنائز، حدیث ۱۱۹۱ "
* جلد اول، کتاب الجنائز، حدیث ۱۱۹۲ "
* جلد اول، کتاب الجنائز، حدیث ۱۱۹۳، راوی ہشام
* جلد اول، کتاب الجنائز، حدیث ۱۲۹۷ "

(۹۳) جلد اول، کتاب الجنائز، ص ۲۸۳، حدیث ۱۱۸۴

عروة عن ابيه عن عائشة ان رسول الله كفن في ثلاثة اثواب يمانية بيض سحولية من كرسف ليس فيهن قميص ولا عمامة

''عروہ اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ کو تین یمنی سحولی اور سفید کپڑوں میں کفن دیا گیا۔ ان میں قمیص تھی نہ عمامہ''۔

(۹۴) جلد اول، کتاب الجنائز، ص ۲۸۵، حدیث ۱۱۹۱

عروة ان عائشة ان رسول الله كفن في ثلاثة اثواب سحول كرسف

''عروہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ کو تین

سحولی، سوتی کپڑوں میں کفن دیا گیا"۔

(۹۵) جلد اول، کتاب الجنائز، ص ۴۸۵، حدیث ۱۱۹۲

حدثنی ابی عن عائشة ان رسول اللّٰہ کفن فی ثلاثة اثواب لیس فیها قمیص ولا عمامة

"میرے باپ نے اُم المومنین عائشہ سے نقل کیا ہے کہ سرورِ کونینؐ کو تین کپڑوں میں کفن دیا گیا تھا ان میں قمیص اور عمامہ نہیں تھا"۔

(۹۶) جلد اول، کتاب الجنائز، ص ۴۸۵، حدیث ۱۱۹۳

هشام ابن عروة عن ابیه عن عائشة ان رسول اللّٰہ کفن فی ثلاثة اثواب بیض سحولیة لیس فیها قمیص ولا عمامه

"ہشام ابن عروہ اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ کو تین سفید سحولی کپڑوں میں کفن دیا گیا جن میں قمیص اور عمامہ نہیں تھا"۔

(۹۷) جلد اول، کتاب الجنائز، ص ۵۲۱، حدیث ۱۲۹۷

هشام عن ابیه عن عائشة قالت دخلت علی ابن بکرة فقال فی کم کفنتم النبیؐ قالت فی ثلاثة اثواب بیض سحولیة لیس فیها قمیص ولا عمامة قال لها فی ای یوم توفی رسول اللّٰہ قالت یوم الاثنین قال فای یوم هذا قالت یوم الاثنین قال ارجوا فیما بینی وبین اللیل فنظر الی ثوب علیه کان یمرض فیه به ردع من زعفران قال اغسلوا ثوبی هذا وزیدوا علیه ثوبین

فكفنوني منهما قلت ان هذا خلق قال ان الحي احق بالجديدة من الميت انما هو للمهلة فلم يتوف حتّٰى امر من الليلة الثلاثاء ودفن قبل ان يصبح

''ہشام اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں ابوبکر کے پاس گئی (تو یوں باتیں ہوئیں)

ابوبکر: تم نے سرورِ کونینؐ کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا تھا؟

بی بی: تین سحولی کپڑوں میں جن میں قمیص اور عمامہ نہیں تھے؟

ابوبکر: سرورِ کونینؐ کی وفات کس دن ہوئی تھی؟

بی بی: سوموار کے دن۔

ابوبکر: آج کون سا دن ہے؟

بی بی: سوموار کا دن ہے۔

ابوبکر: مجھے امید ہے کہ رات تک گزر جاؤں۔ پھر ابوبکر نے ایامِ مرض میں پہنے جانے والے کپڑوں کو دیکھا ان میں زعفران کا دھبہ تھا۔ کہنے لگے: میرے اس کپڑے کو دھولو اور دو اور کپڑے شامل کر لینا اور مجھے کفن پہنا دینا۔ میں نے کہا: یہ تو پرانا ہے۔ ابوبکر نے کہا: مُردہ کی نسبت زندہ نئے کپڑے پہننے کا زیادہ حقدار ہے۔ چنانچہ اس دن فوت نہ ہوئے حتیٰ کہ منگل کی رات آ گئی (یعنی منگل کی رات کو فوت ہوئے)۔ صبح سے قبل دفن کر دیئے گئے''۔

جائزہ

- جلد اول، حدیث ۱۱۸۴ میں اُم المومنین بتاتی ہیں کہ: یمنی، سفید کرسف کے سحولی تین کپڑے تھے۔

- جلداول، حدیث ۱۱۹۱ میں اُم المومنین سفید اور یمنی کی صفت اُڑا کر کرسف کے سحولی تین کپڑے بتاتی ہے۔
- جلداول، حدیث ۱۱۹۲ میں بلا کوئی صفت بتائے صرف تین کپڑے بتاتی ہے اور قمیص اور عمامہ کی نفی کرتی ہے۔
- جلداول، حدیث ۱۱۹۳ میں یمنی اور کرسف کی صفت اڑا کر سفید سحولی تین کپڑے بتاتی ہے۔
- جلداول، حدیث ۱۱۹۱ کے علاوہ دیگر ہر سہ احادیث میں قمیص اور عمامہ کی نفی کرتی ہے جبکہ مذکورہ حدیث میں قمیص و عمامہ کا ذکر ہی نہیں یعنی نہ نفی ہے اور نہ اثبات ہے۔

ان چار احادیث میں آپ نے اختلاف ملاحظہ فرمالیا ہے کہیں فرماتی ہیں: یمنی تھے، کہیں کہتی ہیں سفید تھے، کہیں کہتی کرسفی تھے اور کہیں تین اوصاف گنواتی ہیں ــــ یہ تو معلوم ہوگیا کہ احادیث میں تکرار نہیں بلکہ ہر حدیث کا بیان جدا ہے۔ اب ذرا وقت وفات ابوبکر والی حدیث بھی ملاحظہ فرمالیجیے جس میں قابلِ غور تین چیزیں ہیں:

الف: ابوبکر پوچھتا ہے کہ تم نے رسولؐ کو کتنے کپڑوں میں کفن دیا تھا؟ گویا ابوبکر اقرار کر رہا ہے کہ میں کفنِ رسولؐ کے وقت نہیں تھا۔ اگر کفنِ رسولؐ کے وقت ہوتا تو بیٹی سے نہ پوچھتا۔

سرورِ کونینؐ کس دن فوت ہوئے تھے؟ بیٹی نے بتایا کہ سوموار کے دن۔

ب: گویا ابوبکر کو یہ علم نہیں تھا کہ آپؐ کی وفات کس دن ہوئی تھی۔ ہونا بھی نہیں چاہیے تھا کیونکہ وفات سے قبل آپ سقیفہ میں ہونے والی کی تقریر کی تیاری میں مصروف تھے اور وفات کے بعد تین دن سقیفہ میں اقتدار پر قبضہ کرنے کی اسکیمیں بنتی رہیں اور پھر اقتدار کا بوجھ کندھوں پر پڑا۔ کیسے وہ دن یاد رکھا جاتا جس دن اپنے محبوب

محسن کی وفات ہوئی تھی۔

آپ خواہش کرتے ہیں کہ چونکہ سرورِ کونین کی وفات سوموار کے دن ہوئی تھی اس لیے اللہ میری وفات بھی اسی دن فرمائے گا لیکن بقول بی بی کے سوموار کا دن گزر گیا۔ منگل کی رات آ گئی۔ آپ کی وہ خواہش تو پوری نہ ہو سکی۔ منگل کی رات انتقال ہوا اور صبح سے قبل دفن بھی کر دیے گئے۔

اس جائزہ کے بعد چند سوالات ہیں اگر اطمینان خاطر کے لیے کوئی جواب عنایت فرماوے تو نوازش ہوگی۔

چند سوالات

* کفن رسولؐ کا معاملہ انتہائی اہم تھا۔ بی بی کو کفن کے اوصاف یاد نہ رہے تھے یا ان کی نگاہ میں یہ چیز اہم نہ تھی؟
* کہیں راوی کے اختلاف سے مسئلہ تو نہیں بدل رہا؟
* کفن دفن کا کام تو مردوں نے کیا تھا، بی بی کو یہ کیسے علم ہوا کہ قمیص اور عمامہ نہ تھے؟
* ابوبکر کفن رسولؐ میں شامل کیوں نہ ہوا؟ کیا دوستی کا تقاضا یہی تھا؟
* دوستی کے علاوہ ابوبکر کا نازک رشتہ اور بھی تھا اور وہ یہ کہ فوت ہونے والا ابوبکر کا داماد تھا بیٹی کا سہاگ اُجڑ گیا تھا۔ بس وفات کا پتہ چلا، آیا، بوسہ لیا، لوگوں میں تقریر کی اور پھر ایسے غائب ہوئے کہ پلٹنے کا نام بھی نہ لیا۔ آخر کیا وجہ تھی؟
* کہیں ابوبکر نے اپنی دوستی اور رشتہ کا پھل پا تو نہیں لیا تھا؟
* کہیں رشتہ اور دوستی کی غرض و غایت وہی تو نہیں تھی جو مل گئی تھی؟
* کیا وجہ ہے کہ ابوبکر کے دفن کرنے کے لیے دن چڑھنے کا انتظار نہیں کیا گیا؟
* بی بی نے یہ نہیں بتایا کہ منگل کی رات کو پہلے حصہ میں انتقال ہوا یا دوسرے حصہ میں؟

* کیا حکمرانِ وقت کے جنازہ میں شریک ہونے کی رعیت کو خواہش نہ تھی؟
* کیا یہ تعجب نہیں کہ اُمت مسلمہ کا اتنا بڑا حکمران اور یوں چپکے چپکے دفن ہو جائے کہ رات میں انتقال ہوا اور صبح ہونے سے قبل زیرِ زمین پہنچا دیا جائے؟
* کسی اسلامی اعزاز و اکرام کے بغیر کیوں دفنائے گئے؟
* کہیں ایسا تو نہیں کہ جس طرح ابوبکر نے رشتہ اور دوستی کا پھل حاصل ہوتا ہوا دیکھ کر جنازہ سرورِ کونین کو چھوڑ کر سقیفہ میں جانے کو ترجیح دی تھی اسی طرح وفاتِ ابوبکر پر بھی پروانہ نیابت لکھا چکنے والے طوطا چشم ہو گئے ہوں؟

نسائے اُمت پر ناراضگی

کُل تین احادیث ہیں:

* جلد دوم، کتاب التفسیر، حدیث ۱۸۹۸، راوی ہشام
* جلد سوم، کتاب التفسیر، حدیث ۱۸۹۸ "
* جلد سوم، کتاب النکاح، حدیث ۱۰۲ "

(۹۸) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ۸۸۸، حدیث ۱۸۹۸

هشام عن ابيه عن عائشة قالت كنت اغار على اللاتى وهبن انفسهن لرسول الله واقول أتهب المرأة نفسها– فلما انزل الله ترجى من تشاء منهن وتؤدى اليك من تشاء ومن ابتغيت ممن عزلت فلا جناح عليك– قلت ما ارئ ربك الا يسارع في هواك

"ہشام اپنے والد کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ مجھے ان عورتوں پر بڑی غیرت آتی تھی جو اپنے کو رسولؐ خدا کے لیے ہبہ کر دیتی تھیں۔ میں کہا کرتی تھی کہ کیا کوئی عورت بھی کسی کو اپنا آپ ہبہ کرتی ہے لیکن جب اللہ نے یہ بات نازل فرمائی کہ: "جنھیں چاہے رکھ لے اور جنہیں چاہے فارغ کر کے بھیج دے اور جن سے علیحدگی اختیار کر چکے ہو تو کوئی حرج نہیں تو میں نے کہا: اے رسولؐ خدا! اللہ آپ کی منشاء کا بڑا ہی خیال کرتا ہے"۔

(۹۹) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ۸۸۹، حدیث ۱۸۹۸

هشام عن ابيه عن عائشة قالت كنت اغار على اللاتي وهبن انفسهن واقول أتهب المرأة نفسها - فلما انزل الله ترجي من تشاء منهن وتؤدي اليك من تشاء ومن ابتغيت ممن عزلت فلا جناح عليك قلت ما اری ربك الا يسارع في هواك

''ہشام اپنے والد کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ مجھے ان عورتوں سے غیرت آتی تھی جو اپنے کو ہبہ کر دیتی تھیں۔ جب اللہ نے یہ آیت نازل کی: ''جنھیں چاہے رکھ لے اور جنھیں چاہے فارغ کر کے بھیج دے اور جن سے علیحدگی اختیار کر چکے تو کوئی حرج نہیں''۔

تو میں نے کہا: اے رسولؐ خدا! اللہ آپ کی خواہش کا بڑا خیال رکھتا ہے۔

(۱۰۰) جلد سوم، کتاب النکاح، ص ۸۳، حدیث ۱۰۲

هشام عن ابيه قال كانت خولة بنت حكيم من اللاتي وهبن انفسهن للنبيؐ فقالت عائشة اما تستحي المرأة ان تهب نفسها للرجل فلما نزلت: ترجي عن تشاء منهن قلت ، يارسول الله ما اری ربك الا يسارع في هواك

''ہشام اپنے باپ کے ذریعہ روایت کرتا ہے کہ خولہ بنت حکیم ان عورتوں میں سے ہے جنہوں نے اپنے آپ کو سرورِ کونینؐ کے لیے ہبہ کر دیا تھا۔ اُم المومنین عائشہ نے کہا کیا عورتوں کو شرم نہیں

آتی کہ وہ اپنے کو مرد کے پیش کر دے۔ جب یہ آیت آئی: "ان میں سے جنھیں چاہے روک لے ...الخ۔ تو اس نے کہا: "یارسولؐ اللہ! اللہ آپ کی خواہشات کا کتنا خیال رکھتا ہے"۔

جائزہ

ہر سہ احادیث جدا جدا ہیں اور ان میں کوئی تکرار نہیں۔ نہ ہی احادیث مکررات کے ذیل میں آسکتی ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

- جلد دوم، حدیث ۱۸۹۶ میں اُم المومنین اُمت کی ان مظلوم عورتوں سے غیرت کرتی ہیں جو اپنی جذباتی عقیدت اور محبت کی بنا پر سرورِ کونینؐ کو اپنی خدمات بطور ہبہ پیش کرتی ہیں۔

جلد سوم، حدیث ۱۸۹۸ میں اُم المومنین اُمت کی ان مستورات سے غیرت کرتی ہیں جو اپنے کو کسی مرد کے پیش کرتی ہیں۔ ملاحظہ فرمالیں زیرِ نظر حدیث میں بی بی کے الفاظ میں ایسا کوئی اشارہ نہیں ہے جس سے یہ سمجھا جائے کہ سرورِ کونینؐ کو ہبہ کرنے والوں پر ناراض ہو رہی ہیں بلکہ اللاتي وهبن انفسهن جن عورتوں نے اپنا آپ ہبہ کر رکھا تھا جبکہ سابقہ حدیث میں ہے: اللاتي وهبن انفسهن لرسول الله "جن عورتوں نے اپنے آپ کو سرورِ کونینؐ کی خدمت میں پیش کر رکھا تھا"۔

- جلد سوم، حدیث ۱۰۲ میں تو بی بی نے انتہائی غصیلے الفاظ استعمال کیے ہیں: أما تستحي المرأة ان تهب نفسها للرجل "کیا عورت کو مرد کی خدمت میں اپنا آپ پیش کرنے سے شرم نہیں آتی"۔

البتہ ہر سہ حدیث میں جو مشترکہ نکات ہیں وہ بھی قابلِ غور ہیں: ما اری الا یسارع فی هواك "اللہ آپ کی خواہش کا بڑا خیال رکھتا ہے"۔

یہ ترجمہ تو تھا مترجمین کا جو تکلفاً اور عقیدۃً بدلا گیا ہے ورنہ صحیح ترجمہ یوں ہوگا:

''میں نہیں دیکھتی آپ کے رب کو، مگر یہ کہ جلدی کرتا ہے آپ کی خواہش میں۔ یعنی آپ کا خدا آپ کی خواہش کو پورا کرنے میں جلدی کرتا ہے''۔

بی بی یہ نہیں فرماتی کہ میرا اللہ یا ہمارا اللہ بلکہ سرورِ کونینؐ سے خطاب کرتے ہوئے فرماتی ہے ـــــ تیرا خدا!

اگر آپ کو تاریخ سے دلچسپی ہے تو ذرا خالد ابن ولید کا معرکہ پڑھیں جو اس نے مانعینِ زکوٰۃ سے لڑا تھا اور جس میں مالک ابن نویرا کو شہید کیا تھا۔ اس میں مالک ابن نویرہ نے بھی خالد سے بات کرنے میں بالکل وہی انداز اختیار کیا تھا اور سرورِ کونینؐ کے متعلق فرمایا تھا کہ: ما امر صاحبکم هذا ''آپؐ کے رسولؐ نے ایسا کوئی حکم نہیں دیا''۔ خالد نے اسی جملہ کو بہانہ بنا کر مالک کو شہید کر دیا تھا اور کہا تھا کہ کیا سرورِ کونین صرف ہمارے صاحب ہیں اور تمہارے نہیں۔ گویا رسالت کا منکر ہے اور واجب القتل ہے۔ اب ازروئے انصاف ملاحظہ فرمائیں بی بی اسی انداز میں فرما رہی ہے کہ: ربك آپ کا رب!

کیا کوئی ہوش مند یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ فرمانے کے بعد بی بی خدا پر ایمان نہیں رکھتی تھی (نعوذ باللہ)۔

چند سوالات

* جب ذاتِ احدیت کی طرف سے سرورِ کونین کو عورتوں کی طرف سے قبولِ ہبہ کی اجازت تھی تو بی بی کو کیوں ناپسند تھا؟
* کیا یہ بی بی ہی کا حسد تھا جس کی وجہ سے ذاتِ احدیت نے احزاب:۵۱ نازل کر کے سرورِ کونین کو اختیار دے دیا کہ جسے چاہے رکھ لے اور جسے چاہے طلاق دے دے؟
* بی بی کا یہ اظہارِ ناپسندیدگی اجازت خالق کو چیلنج تو نہیں؟

- اگر چیلنج نہیں تو کیسے؟
- اگر چیلنج ہے تو جائز ہے یا ناجائز؟
- اگر جائز ہے تو کیسے؟
- اگر ناجائز ہے تو اس کی کوئی تاویل کیا ہوگی؟
- ازواجِ سرورِ کونین ؐ میں سے کسی دوسری زوجہ نے بھی ایسے حسد کا اظہار کیا ہے؟
- اگر کیا ہے تو اس کا نام اور انجام کیا ہے؟
- اگر نہیں کیا تو پھر بی بی تنہا اس میدان میں کیوں آگے آگے ہے؟
- کیا یہ نظام اسلام سے جنگ تو نہیں؟
- اگر جنگ ہے تو اس کا جواز؟

نظامِ مصطفیؐ

احادیث کو دیکھ لینے کے بعد آئیے اور ان سے اخذ ہونے والے مسائل بھی ملاحظہ فرما لیجیے تاکہ اصل مقصد یونہی رہ نہ جائے اور ہم نظامِ مصطفیؐ سے بھی بہرہ ور ہو لیں۔

- ٭ رؤیت خالق کا مدعی کذاب ہے۔ (جلد دوم، حدیث ۴۶۷، ۴۶۸، ۱۹۶۳)
- ٭ سرورِ کونینؐ کے لیے علمِ غیب کا مدعی کذاب ہے۔ (جلد دوم، حدیث ۱۹۶۳)
- ٭ سرورِ کونینؐ نے اسلام کا کوئی مسئلہ نہیں چھپایا۔ (جلد دوم، حدیث ۱۹۶۳)
- ٭ سرورِ کونینؐ علمِ غیب جانتے تھے۔ (جلد اول، حدیث ۱۹۷۶)
- ٭ انبیاء ملائکہ کو دیکھ بھی سکتے ہیں ان کی بات بھی سن سکتے ہیں۔ (جلد دوم، ۴۵۰، ۹۵۴)
- ٭ ازواجِ نبیؐ ملائکہ کو نہ دیکھ سکتی ہیں نہ ان کی آواز سن سکتی ہیں۔ (جلد سوم، ۱۱۸۳، ۱۱۷۹)
- ٭ اگر دورانِ سفر زوجۂ نبی کا ہار گم ہو جائے تو نبی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ہار کو تلاش کرنے کی خاطر خود بھی رُک جائے اور اپنی فوج کو بھی روک لے۔ (جلد اول، ۳۲۴)
- ٭ رُکے ہوئے لوگ نبی کے سسر سے رکنے کا مشورہ کر سکتے ہیں۔ (جلد اول، ۳۲۴)
- ٭ جب جستجوئے ہار کی خاطر فوج رکی رہی ہو تو نبی اپنی بیوی کی ران پر سر رکھ کر سو سکتا ہے۔ (جلد اول، ۳۲۴)
- ٭ نبی کا سسر لوگوں کی شکایت پر اپنی بیٹی کو سخت و سست بھی کہہ سکتا ہے اور بیٹی کی کمر

پر ہاتھ سے ضربیں بھی لگا سکتا ہے۔ (جلداول،۳۲۴)

* جب نبی اپنی زوجہ کی ران پر سر رکھے ہوئے سو رہا ہو اور نبی کا سُسر اپنی بیٹی کو سخت وسُست کہنے کے ساتھ ساتھ ضربیں بھی لگا رہا ہو تو زوجۂ نبیؐ کو اس خیال سے کہیں کہ میرا محبوب شوہر بے آرام نہ ہو جائے، اپنے باپ سے پہنچنے والی ہر تکلیف خاموشی سے سہہ لینی چاہیے۔ (جلداول،۳۲۴)
* جب زوجۂ نبی کا ہار گم ہو جائے نبی تلاش ہار کی خاطر رک کر لوگوں کو تلاش ہار کا حکم دے کہ اپنی من موہنی زوجہ کی ران پر سر رکھ کر چین سے سو جائے۔ تلاش ہار کے دوران نماز کا وقت ہو جائے اور وضو کے لیے پانی نہ ہو تو اللہ میاں کو زوجۂ نبیؐ سے اظہارِ محبت کے بطور تیمم کا حکم دے دینا چاہیے۔ (جلداول،۳۲۴)
* کہیں سفر پر جانا ہو تو کسی عزیز سے زیور مانگ کر پہن لینا جائز ہے۔ (جلداول، ۳۲۶)
* اگر زوجۂ نبیؐ کسی سے مانگ کر کوئی زیور پہن کر نبی کے ہمسفر ہو اور مانگا ہوا زیور گم ہو جائے تو نبی کو حق ہے کہ وہ کسی کو بھیج کر ہار کی جستجو کرالے۔ (جلداول، ۳۲۶)
* اگر زوجۂ نبیؐ کسی سفر میں نبی کے ہمراہ ہو عین ایسے وقت میں جب فوج کو کوچ کا حکم دے دیا گیا ہو، زوجۂ نبی اپنے شوہر کو بتائے بغیر رفع حاجت کے لیے جا سکتی ہے۔ (جلداول،۲۴۷۳)
* رفعِ حاجت سے فارغ ہو کر جب زوجۂ نبی واپس آ رہی ہو تو اسے اپنے زیورات کا سنبھال لینا ضروری ہے۔ (جلداول،۲۴۷۳)
* جب زوجۂ نبی کو رفعِ حاجت سے واپسی پر کوئی زیور گم نظر آئے تو کسی کو بتائے بغیر مقامِ رفعِ حاجت پر واپس پلٹ کر گمشدہ زیور تلاش کرنے بیٹھ جانا چاہیے۔

(جلداول، ۲۴۷۳)

* جب قافلہ روانہ ہونے لگے تو نبی کے لیے کوئی ضروری نہیں کہ وہ اپنی ہمسفر بیوی کو سنبھال لے کہ وہ بھی قافلہ میں موجود ہے یا نہیں۔ (جلداول، ۲۴۷۳)
* جب قافلہ جا چکے اور زوجۂ نبیؐ کو روانگی قافلہ کے بعد اپنی گمشدہ شے مل جائے تو اسے واپس اسی جگہ آ کر بیٹھ جانا چاہیے جہاں سے اُٹھ کر گئی تھی۔ (جلداول، ۲۴۷۳)
* اگر روانگی قافلہ کے بعد زوجۂ نبیؐ پڑاؤ پر آئے اور اسے نیند آنے لگے تو بے فکر ہو کر سو جانا چاہیے۔ (جلداول، ۲۴۷۳)
* جنگ سے واپسی پر اگر کوئی فوجی لشکر سے پیچھے رہ جائے تو کوئی حرج نہیں جس طرح صفوان ابن معطل سلمی بی بی کی بتائی ہوئی جنگ سے واپس آتے ہوئے پیچھے رہ گیا تھا۔ (جلداول، ۲۴۷۳)
* صفوان ابن معطل سلمی کی طرح قافلہ سے پیچھے آئے ہوئے کسی سوئے ہوئے انسان کا شبہ ہو جائے تو ازالۂ اشتباہ کی خاطر اس جگہ ضرور آنا چاہیے۔ (جلداول، ۲۴۷۳)
* سویا ہوا انسان کسی کے اُونٹ بٹھانے کی آواز پر جاگ سکتا ہے۔ (جلداول، ۲۴۷۳)
* صفوان ابن معطل سلمی صحابی کی طرح انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ جہاں کہیں کسی بے یار و مددگار عورت کو دیکھے تو اپنی سواری پر بٹھا لے۔ (جلداول، ۲۴۷۳)
* زوجۂ نبی تک کے لیے نامحرم کے ساتھ سفر کرنا جائز ہے۔ (جلداول، ۲۴۷۳)
* زوجۂ نبیؐ پر نامحرم کے ساتھ سفر کرنے پر بدظنی جائز نہیں۔ (ایضاً)
* صحابیٔ رسولؐ منافق ہو سکتا ہے جس طرح عبداللہ ابن ابی سلول۔ (ایضاً)
* سفر سے واپسی کے بعد انسان بیمار ہو سکتا ہے۔ (ایضاً)

* شوہر کے عدمِ التفات سے زوجہ مشکوک ہوسکتی ہے۔(ایضاً)
* اگر بیوی کے بارے میں کوئی شک ہوتو شوہر بے توجہی برت سکتا ہے۔(ایضاً)
* اگر گھر میں رفعِ حاجت کا انتظام نہ ہوتو عورتیں رات کے وقت رفعِ حاجت کی خاطر صحرا میں جاسکتی ہیں۔(ایضاً)
* اگر راہ چلتے ہوئے عورت کو ٹھوکر لگ جائے تو اسے اپنے بدعمل بیٹے پر لعنت کرنے کا حق ہے خواہ بدعمل بیٹا صحابیِ رسول کیوں نہ ہو۔(ایضاً)
* اگر کسی کو کسی کی بدزبانی کا علم نہ ہوتو وہ اسے لعنت کرنے والے کو منع کرسکتا ہے۔(ایضاً)
* اگر کسی کو اپنے متعلق علم نہ ہو کہ لوگوں میں میرے متعلق کیا چہ میگوئیاں ہورہی ہیں تو جسے علم ہو، اسے کسی نہ کسی بہانے متعلق فرد کو مطلع کردینا چاہیے۔جس طرح اُمِ مسطح نے مسطح پر لعنت بھیج کر بی بی عائشہ کو پورے واقعۂ افک سے مطلع کردیا۔(ایضاً)
* زوجۂ نبی کو اگر اپنے شوہر کے گھر حالات کا صحیح علم نہ ہوسکتا ہوتو وہ اپنے نبی شوہر سے میکے جانے کی اجازت لے سکتی ہے۔(ایضاً)
* بی بی کی ماں کے بقول جس عورت کی سوکنیں زیادہ ہوں اور وہ اپنے شوہر کی پسندیدہ ہو اسے سوکنوں کی طرف سے لگائے گئے اتہامات سے بے نیاز رہنا چاہیے۔(ایضاً)
* انسان کے لیے اپنے غم میں رونا اور نہ سونا جائز ہے۔(ایضاً)
* اگر شوہر اپنی زوجہ کے خلاف کوئی بات سنے تو اسے تحقیق کرنا چاہیے۔(ایضاً)
* اگر زوجۂ نبی پر اتہام عائد ہو اور دوسرے لوگوں کی طرح نبی بھی مشکوک ہوجائے تو اللہ میاں کو حق حاصل ہے کہ وہ سلسلۂ وحی روک لے۔(ایضاً)
* شوہر اپنی بیوی کے خلاف کوئی بات سنے تو اسے اپنے معتمد ساتھیوں سے بیوی کی

* شوہر کے عدمِ التفات سے زوجہ مشکوک ہو سکتی ہے۔ (ایضاً)
* اگر بیوی کے بارے میں کوئی شک ہو تو شوہر بے توجہی برت سکتا ہے۔ (ایضاً)
* اگر گھر میں رفعِ حاجت کا انتظام نہ ہو تو عورتیں رات کے وقت رفعِ حاجت کی خاطر صحرا میں جا سکتی ہیں۔ (ایضاً)
* اگر راہ چلتے ہوئے عورت کو ٹھوکر لگ جائے تو اسے اپنے بدعمل بیٹے پر لعنت کرنے کا حق ہے خواہ بدعمل بیٹا صحابیِ رسول کیوں نہ ہو۔ (ایضاً)
* اگر کسی کو کسی کی بدزبانی کا علم نہ ہو تو وہ اسے لعنت کرنے والے کو منع کر سکتا ہے۔ (ایضاً)
* اگر کسی کو اپنے متعلق علم نہ ہو کہ لوگوں میں میرے متعلق کیا چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں تو جسے علم ہو، اسے کسی نہ کسی بہانے متعلق فرد کو مطلع کر دینا چاہیے۔ جس طرح اُم مسطح نے مسطح پر لعنت بھیج کر بی بی عائشہ کو پورے واقعۂ افک سے مطلع کر دیا۔ (ایضاً)
* زوجۂ نبی کو اگر اپنے شوہر کے گھر حالات کا صحیح علم نہ ہو سکتا ہو تو وہ اپنے نبی شوہر سے میکے جانے کی اجازت لے سکتی ہے۔ (ایضاً)
* بی بی کی ماں کے بقول جس عورت کی سوکنیں زیادہ ہوں اور وہ اپنے شوہر کی پسندیدہ ہو اسے سوکنوں کی طرف سے لگائے گئے اتہامات سے بے نیاز رہنا چاہیے۔ (ایضاً)
* انسان کے لیے اپنے غم میں رونا اور نہ سونا جائز ہے۔ (ایضاً)
* اگر شوہر اپنی زوجہ کے خلاف کوئی بات سنے تو اسے تحقیق کرنا چاہیے۔ (ایضاً)
* اگر زوجۂ نبی پر اتہام عائد ہو اور دوسرے لوگوں کی طرح نبی بھی مشکوک ہو جائے تو اللہ میاں کو حق حاصل ہے کہ وہ سلسلۂ وحی روک لے۔ (ایضاً)
* شوہر اپنی بیوی کے خلاف کوئی بات سنے تو اسے اپنے معتمد ساتھیوں سے بیوی کی

طلاق کا مشورہ لے لینا چاہیے۔(ایضاً)

* مشیروں کو حق پہنچتا ہے کہ وہ شوہر کو زوجہ کی کنیز سے تحقیق حال کا مشورہ دیں۔ (ایضاً)
* شوہر کو حق حاصل ہے کہ اپنی بیوی کو متہم کرنے والے شخص کے خلاف اپنے دوسرے ساتھیوں سے مدد مانگے۔(ایضاً)
* تحقیق حال کے بعد شوہر قسم کھا کر برسرِ منبر اپنی بیوی کی بے گناہی بیان کر سکتا ہے۔(ایضاً)
* جس کے ساتھ بیوی کو متہم کیا گیا ہو، شوہر اس کی بے گناہی بھی بیان کر سکتا ہے۔ (ایضاً)
* نبی کی موجودگی میں اس کے صحابہ باہم تو تکار کر سکتے ہیں۔(ایضاً)
* سعد ابن عبادہ جو بنی خزرج کا سردار تھا، منافقین کا ایجنٹ تھا۔(ایضاً)
* جب صحابہ باہم لڑنے لگیں تو نبی کو اصل مسئلہ چھوڑ کر انھیں لڑنے سے منع کرنا چاہیے۔(ایضاً)
* دوسرے کا غم ہلکا کرنے کی خاطر اس کے ساتھ بیٹھ کر رونا جائز ہے۔
* ایک دفعہ برسرِ منبر اپنی بیوی کی بے گناہی کی قسم کھا چکنے کے بعد پھر از سرِ نو تحقیق شروع کی جا سکتی ہے اور بذاتِ خود بیوی سے واقعہ کی تصدیق یا تردید کرائی جا سکتی ہے۔(ایضاً)
* اگر کوئی شخص اپنے جرم کا اعتراف کر کے معافی مانگ لے تو اس پر کوئی شرعی حد نہیں۔(ایضاً)
* اگر بیٹی متہم ہو تو والدین کو تہمت کے سلسلہ میں کچھ نہیں کہنا چاہیے۔(ایضاً)
* اگر ماں بیٹی سے شوہر کی طرف اُٹھنے کا کہے تو بیٹی کو نہ ماننے کا اختیار ہے۔(ایضاً)

* اگر کوئی شخص زوجۂ نبی کو متہم کرے تو اس پر حدِ قذف نہیں ہوگی۔ (ایضاً)
* بیٹی کے غم میں باپ آنسو بہا سکتا ہے۔ (جلد دوم، ۱۸۶۷)
* اگر بیٹی کسی وجہ سے میکے آجائے تو باپ کو حق حاصل ہے کہ وہ اسے اپنے گھر نہ بیٹھنے دے بلکہ واپس سسرال بھیج دے۔ (جلد دوم، ۱۸۶۷)
* ہر مریض اپنے آخری وقت میں اپنی بیٹی کو بلا کر زوجہ کی موجودگی میں سرگوشی کر سکتا ہے۔ (جلد دوم، ۱۵۵۹)
* بیٹی اپنے باپ کی خبرِ مرگ سن کر رو سکتی ہے۔ (ایضاً)
* انسان اپنی خبرِ موت سن کر مسکرا سکتا ہے۔ (ایضاً)
* نبیؐ کے کسی راز کو ظاہر کرنا جائز نہیں ہے۔ (جلد دوم، ۸۲۷)
* جب راز کا وقت ختم ہو جائے تو اسے بتایا جا سکتا ہے۔ (ایضاً)
* نبی کی موت بھی عام لوگوں جیسی تکلیف سے ہوتی ہے۔ (جلد دوم، ۱۶۹۹)
* ہر انسان تعددِ ازواج کی صورت میں ایامِ مرض میں اپنی محبوبہ بیوی کی باری کا پوچھ سکتا ہے۔ (جلد اول، ۱۲۹۹)
* بیوی مسواک چبا کر اپنے شوہر کے منہ میں دے سکتی ہے۔ (جلد دوم، ۳۴۲)
* انسان ایامِ مرض میں اپنی دیگر بیویوں سے اجازت لے کر اپنی محبوبہ بیوی کے گھر آ سکتا ہے۔ (جلد دوم، ۳۴۱)
* نبیؐ پر بھی ویسے ہی سکرات موت ہوتے ہیں جیسے عام انسانوں پر۔ (جلد دوم، حدیث ۱۵۷۱، ۱۰۶۸۔ جلد سوم، ۱۴۳۰، جلد اول، ۶۰۵)
* بوقتِ مرض انسان اپنے آپ پر دم کر سکتا ہے۔ (جلد سوم، حدیث ۸)
* بیوی اپنے شوہر کو دم کر سکتی ہے۔ (ایضاً)
* نظرِ بد سے بچنا اور دوسروں کو بچنے کی تلقین کرنا سنتِ رسولؐ ہے۔ (جلد سوم، ۶۸۹)

* بخار والے کو تعویذ دیا جاسکتا ہے۔ (جلد سوم، ۶۹۲)
* اگر کسی انسان کو زہر دیا گیا ہو اور زہر تکلیف دینے لگے تو اپنے تمام یار و انصار اور دیگر ازواج کو چھوڑ کر صرف ایک زوجہ سے تذکرہ کرسکتا ہے۔ (جلد دوم، ۵۵۰)
* انسان اپنے مرض میں کسی دوا پلانے سے منع کرسکتا ہے۔ (جلد دوم)
* مریض کے منع کرنے کے باوجود اُوپر والے بزور مریض کو دوا پلا سکتے ہیں۔ (جلد دوم)
* بزور دوا پلانے کے بعد اگر مریض بے ہوش ہوجائے تو ہوش میں آنے کے بعد بزور دوا پلانے پر باز پرس کرسکتا ہے۔ (جلد دوم)
* بزور دوا پلانے والوں کو مریض کہہ سکتا ہے کہ تم بھی یہی دوا پی لو۔ (جلد دوم)
* اگر کسی کو مجروح کرنے میں عورتیں اور مرد سب شامل ہوں تو مجروح تمام سے قصاص لے سکتا ہے۔ (جلد سوم، ۱۷۸۰)
* اگر مقتول ایک ہو اور قاتل بہت سے ہوں تو تمام قاتلوں سے بدلہ یا قصاص کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے؟ (جلد سوم، ۱۷۹۰)
* پیش نماز اپنے مرض میں کسی دوسرے کو نماز پڑھانے کا کہہ سکتا ہے۔ (جلد اول، ۶۲۹)
* حکمِ رسولؐ سے انحراف کرنا جائز ہے۔ (جلد اول، ۶۲۹)
* جب پیش نماز اپنے کو بیماری سے ہلکا محسوس کرے تو اسے بذاتِ خود جماعت کرانے کی خاطر چلے جانا چاہیے۔ (ایضاً)
* اگر انسان کسی سے ناراض ہو تو اس کا نام لینا جائز ہے۔ (ایضاً)
* نماز پڑھاتے ہوئے انسان اِدھر اُدھر دیکھ سکتا ہے۔ (ایضاً)
* نماز پڑھانے والا شخص اصل پیش نماز کو دیکھ کر پیچھے ہٹ سکتا ہے۔ (ایضاً)

* اصل پیش نماز عارضی پیش نماز کو اشارے سے جگہ چھوڑنے کا کہہ سکتا ہے۔ (ایضاً)
* داماد کے وقتِ وفات سُسر کو داماد کے گھر نہیں ہونا چاہیے۔
* مرنے کے بعد اور غسل سے قبل میت کو بوسہ دیا جاسکتا ہے۔
* مرنے والا انسان اگر بہت بڑا آدمی ہو تو اس کے چاہنے والوں کو چاہیے کہ اس کی تجہیز و تکفین وغیرہ سے قبل اس کا جانشین منتخب کر لیں۔ (جلد دوم، ۸۶۷)
* مرنے والا انسان اگر بہت بڑا آدمی ہو تو اس کے ساتھیوں کو اس کی جانشینی کی خاطر تقریر پہلے سے تیار کر لینی چاہیے۔ (ایضاً)
* مرنے والے کی جانشینی دفن سے پہلے ہو جانی چاہیے۔ خواہ دھونس اور دھاندلی سے کام کیوں نہ لینا پڑے۔ (ایضاً)
* میت پر رونا جائز ہے۔ (جلد اول، ۱۲۰۵)
* عمر غلط کہتے تھے کہ میت پر رونے سے میت معذب ہوتی ہے۔ (ایضاً)
* کوئی کسی کے گناہ کا جواب دہ نہیں ہوتا۔ (ایضاً)
* اگر کسی کی دو بیویاں سفر میں ساتھ ہوں تو ایک بیوی کو نظر انداز کر کے دوسری بیوی کے ساتھ پیار و محبت کی باتیں کی جاسکتی ہیں۔ (جلد سوم، ۱۹۵)
* نظر انداز کردہ بیوی حیلہ سے محبوبہ بیوی کو شوہر سے دُور کر سکتی ہے۔ (ایضاً)
* جب محبوبہ بیوی اپنے شوہر کو سوکن کے پاس دیکھ لے تو جلاپے میں آ کر اقدامِ خودکشی کر سکتی ہے۔ (ایضاً)
* کفن صرف تین کپڑوں میں دیا جاسکتا ہے۔ (جلد اول، ۱۱۸۴)
* قمیص اور عمامہ کے بغیر بھی دفن کر دینا درست ہے۔ (ایضاً)
* اگر کوئی عورت اپنے کو سرورِ کونینؐ کے لیے ہبہ کر دے تو زوجہ کو ان سے غیرت کھانے کا حق حاصل ہے۔ (جلد دوم، ۱۸۹۸)

●●●

متفرق

عنوان	تعداد احادیث	جلد نمبر	کتاب کا نام	حدیث نمبر	راوی
رؤیت رب	۴	دوم	کتاب بدء الخلق	۴۶۷	قاسم
		"	"	۴۶۸	مسروق
		"	کتاب التفسیر	۱۹۶۴	"
		اول	کتاب البیوع	۱۹۷۶	نافع بن جبیر
جبریلؑ اور بی بی	۴	دوم	کتاب بدء الخلق	۴۵۰	ابو سلمہ
		"	کتاب الانبیاء	۹۵۴	"
		سوم	کتاب الاستیذان	۱۱۸۴	"
		"	"	۱۱۷۹	"
افک	۴۴	اول	کتاب التیمم	۳۲۴	قاسم
		"	"	۳۲۶	عروہ
		"	کتاب الشہادات	۲۲۷۴	عبداللہ ابن عتبہ
		جلد دوم	کتاب المغازی	۱۱۹۸	عبیداللہ ابن عبداللہ
		"	"	۱۳۰۵	عتبہ ابن مسعود
		اول	کتاب التفسیر	۱۶۹۶	ہشام
		"	"	۱۷۲۰	قاسم
		"	"	۱۷۲۱	"
		"	"	۱۸۰۱	عبیداللہ ابن عبداللہ

افک	۲۴	دوم	کتاب التفسیر	۱۸۰۲	مسروق ابن اجدع
		"	"	۱۸۶۰	عروہ
		"	"	۱۸۶۱	عتبہ ابن مسعود
		"	"	۱۸۶۷	ہشام ابن عروہ
		"	"	۱۸۶۶	مسروق
		سوم	کتاب النکاح	۱۳۹	ہشام
		"	کتاب اللباس	۸۲۶	"
		"	کتاب الایمان والنذر	۱۵۶۸	عبیداللہ ابن عبداللہ
		"	کتاب النکاح	۲۳۴	قاسم
		"	کتاب المحاربین	۱۷۴۰	"
		"	"	۱۷۴۱	"
		"	کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ	۲۲۲۴	عبداللہ
		"	"	۲۲۲۵	عروہ
		دوم	کتاب المغازی	۱۳۰۸	ابن ابی ملیکہ
		"	کتاب الجہاد	۱۳۲	عبیداللہ ابن عبدالرحمن
سرورِ کونینؐ اور دخترِ رسولؐ	۴	دوم	کتاب المغازی	۱۵۵۹	عروہ
		"	کتاب الانبیاء	۸۲۷	مسروق
		سوم	کتاب الاستیذان	۱۳۱۴	"
		دوم	کتاب الانبیاء	۹۱۰	عروہ
دارِفانی سے رخصت	۱۶	"	کتاب التفسیر	۱۶۹۹	عروہ
		اول	کتاب الجنائز	۱۳۹۹	"
		دوم	کتاب الوصایا	۱۴	اسود
		"	کتاب الجہاد	۳۴۲	ابن ابی ملیکہ

		دوم	کتاب الجہاد	۳۴۱	عتبہ ابن مسعود
		"	کتاب المغازی	۱۵۸۱	سعید ابن مسیب
		"	"	۱۵۶۵	عبداللہ ابن زبیر
		"	"	۱۵۶۳	قاسم
		سوم	کتاب المرضی	۶۳۴	عباد ابن عبداللہ
		دوم	کتاب المغازی	۱۵۶۰	عروہ
		"	"	۱۵۶۱	"
		"	"	۱۵۶۲	"
		"	"	۱۵۷۴	"
		سوم	کتاب النکاح	۲۰۱	ہشام
		دوم	کتاب المغازی	۱۵۷۷	اسود
		"	"	۱۵۷۱	ذکوان
دم	۱۲	سوم	کتاب التفسیر	۸	عروہ
		"	کتاب الطب	۶۸۶	"
		"	"	۶۸۹	عبداللہ ابن شداد
		"	"	۶۹۲	عبدالرحمٰن ابن اسود
		"	"	۶۹۴	مسروق
		"	"	۶۹۵	عروہ
		"	"	۶۹۶	عمرہ
		"	"	۶۹۷	"
		"	"	۶۹۹	عروہ
		"	"	۷۰۱	مسروق
		"	کتاب التفسیر	۹	عروہ
		دوم	کتاب الاثبیاء	۱۵۶۴	"

زہر	۵	دوم	کتاب المغازی	۱۵۵۰	عروہ
		"	"		علی ابن یحییٰ
		سوم	کتاب الطب	۶۶۵	عبیداللہ ابن عبداللہ
		"	کتب الدیات	۱۷۸۰	"
		"	"	۱۷۹۰	"
امامت ابوبکر	۹	اول	کتاب الاذان	۶۷۸	عروہ
		دوم	کتاب الانبیاء	۹۱۰	"
		سوم	الاعتصام بالکتاب والسنۃ	۲۱۶۳	"
		اول	کتاب الاذان	۶۲۹	اسود
		"	"	۶۴۲	ہشام
		"	"	۶۴۷	عروہ
		"	"	۶۵۱	عبیداللہ ابن عبداللہ
		"	"	۶۷۴	اسود
		"	"	۶۷۵	"
الوداع	۱۳	اول	کتاب الجنائز	۱۱۶۳	ابوسلمہ
		دوم	کتاب الانبیاء	۸۶۷	عروہ
		"	"	۱۵۶۴	"
		"	کتاب المغازی	۱۵۷۳	ابوملیکہ
		"	"	۱۵۷۴	ابوسلمہ
		"	"	۱۰۶۸	عبدالرحمٰن
		"	"	۱۵۸۳	عروہ
		"	"	۱۵۷۵	عبداللہ ابن عتبہ
		"	کتاب الانبیاء	۷۴۸	عروہ
		اول	کتاب الجنائز	۱۲۰۵	ابن عباس

		سوم	کتاب اللباس	۷۶۰	ابوسلمہ ابن عبدالرحمٰن
		"	کتاب الرقاق	۱۴۳۰	ابوعمرو ذکوان
		اول	کتاب المرضیٰ	۲۰۵	مسروق
خودکشی	۱	سوم	کتاب النکاح	۱۹۵	قاسم
کفن سرورِ کونینؐ	۵	اول	کتاب الجنائز	۱۱۸۴	عروہ
		"	"	۱۱۹۱	"
		"	"	۱۱۹۲	"
		"	"	۱۱۹۳	ہشام
		"	"	۱۲۹۷	"
نسائے اُمت پر ناراضگی	۳	دوم	کتاب التفسیر	۱۸۹۸	"
		سوم	"	۱۸۹۸	"
		"	کتاب النکاح	۱۰۲	"
		"	"	۱۵۲	"

کُل راوی		روایت کردہ احادیث	
۱-قاسم:۹	عبداللہ ابن شداد ۱-	ہشام	۱۰
۲-مسروق:۸	عبدالرحمٰن ابن اسود ۱-	ابن ابوملیکہ	۲
۳-نافع ابن جبیر:۱	علی ابن یحییٰ ۱-	عبیداللہ ابن عبدالرحمٰن	۳
۴-ابوسلمہ:۷	ابوملیکہ ۱-	اسود	۵
۵-عبداللہ ابن عتبہ:۳	ابن عباس ۱-	سعید ابن مسیب	۱
۶-عبداللہ ابن عبداللہ:۸		عبداللہ ابن زبیر	۱
۷-عروہ: ۳۱		عباد ابن عبداللہ	۱
۸-عتبہ ابن مسعود:۳		ذکوان	۲

☆☆☆

بخاری شریف جلد اول سے احادیث

۱-	کتاب البیوع	۱۹۷۶
۲-	کتاب التیمم	۳۲۴
۳-	"	"
۴-	کتاب الشہادات	۲۲۷۳
۵-	کتاب الجنائز	۱۲۹۹
۶-	کتاب الاذان	۶۲۹
۷-	"	۶۴۲
۸-	"	۶۴۷
۹-	"	۶۵۱
۱۰-	"	۶۷۴
۱۱-	"	۶۷۵
۱۲-	"	۶۷۸
۱۳-	کتاب الجنائز	۱۱۶۳
۱۴-	"	۱۲۰۵
۱۵-	"	۱۱۸۴
۱۶-	"	۱۹۱۱
۱۷-	"	۱۱۹۴
۱۸-	"	۱۱۹۳
۱۹-	"	۱۲۹۷

بخاری شریف جلد دوم سے احادیث

۱-	کتاب بدء الخلق	۴۶۷
۲-	"	۴۶۸
۳-	کتاب التفسیر	۱۹۶۳
۴-	کتاب بدء الخلق	۴۵۰
۵-	کتاب الانبیاء	۹۵۴
۶-	کتاب المغازی	۱۱۹۸
۷-	"	۱۳۰۵
۸-	کتاب التفسیر	۱۷۲۰
۹-	"	۱۷۲۱
۱۰-	"	۱۸۰۱
۱۱-	"	۱۸۰۲
۱۲-	"	۱۸۶۰
۱۳-	"	۱۸۶۱
۱۴-	"	۱۸۶۷
۱۵-	"	۱۸۶۶
۱۶-	کتاب المغازی	۱۳۰۸
۱۷-	کتاب الجہاد	۱۴۲
۱۸-	کتاب المغازی	۱۵۵۹
۱۹-	کتاب الانبیاء	۸۲۷
۲۰-	"	۹۱۰
۲۱-	کتاب التفسیر	۱۶۹۹
۲۲-	کتاب الوصایا	۱۴
۲۳-	کتاب الجہاد	۳۴۱
۲۴-	"	۳۴۲
۲۵-	"	۱۵۶۵
۲۶-	"	۱۵۶۳
۲۷-	"	۱۵۶۰
۲۸-	"	۱۵۶۱
۲۹-	"	۱۵۶۲
۳۰-	"	۱۵۷۲

۳۱-	کتاب الجہاد	۱۵۷۷
۳۲-	کتاب المغازی	۱۵۷۱
۳۳-	"	۱۵۶۴
۳۴-	"	۵۵۰
۳۵-	"	۱۵۷۶
۳۶-	کتاب الانبیاء	۶۱۰
۳۷-	"	۸۶۷
۳۸-	"	۱۵۶۴
۳۹-	کتاب المغازی	۱۵۷۳
۴۰-	"	۱۵۷۴
۴۱-	"	۱۵۶۸
۴۲-	"	۱۵۸۳
۴۳-	"	۱۵۷۵
۴۴-	کتاب الانبیاء	۷۴۸
۴۵-	کتاب المغازی	۱۳۰۹
۴۶-	"	۱۳۱۰
۴۷-	کتاب الانبیاء	۱۵۶۴
۴۸-	کتاب التفسیر	۱۵۹۸

بخاری شریف جلد سوم سے احادیث

۱-	کتاب الاستئذان	۱۱۸۳
۲-	"	۱۱۷۹
۳-	کتاب النکاح	۱۴۹
۴-	کتاب اللباس	۸۲۶
۵-	کتاب الایمان والنذور	۱۵۶۸
۶-	کتاب النکاح	۲۳۴
۷-	کتاب المحاربین	۱۷۴۰
۸-	"	۱۷۴۱
۹-	کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ	۲۲۲۴
۱۰-	"	۲۲۲۵
۱۱-	کتاب الاستئذان	۱۲۱۴
۱۲-	کتاب الرضاء	۶۳۴
۱۳-	کتاب النکاح	۲۰۱
۱۴-	کتاب التفسیر	۸
۱۵-	کتاب الطب	۶۸۶
۱۶-	"	۶۸۹
۱۷-	"	۶۹۲
۱۸-	"	۶۹۴
۱۹-	"	۶۹۵
۲۰-	"	۶۹۶
۲۱-	"	۶۹۷
۲۲-	"	۶۹۹
۲۳-	"	۷۰۱
۲۴-	"	۷۰۲
۲۵-	کتاب التفسیر	۹
۲۶-	کتاب الطب	۶۶۵
۲۷-	کتاب الدیات	۱۷۸۰
۲۸-	"	۱۷۹۰
۲۹-	کتاب اللباس	۷۶۰
۳۰-	کتاب الرقاق	۱۴۳۰
۳۱-	کتاب الرضاء	۶۰۵
۳۲-	کتاب النکاح	۱۹۵
۳۳-	"	۱۰۴

☆☆☆

حصہ سوم و چہارم

نظامِ مصطفیٰ

بزبانِ

زوجۂ مصطفیٰ

حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ اثیر جاڑوی دام ظلہ

ناشر: ایلیا فاؤنڈیشن - بھارت

نظامِ مصطفیٰؐ

بزبانِ

زوجۂ مصطفیٰؐ

حصہ سوم و چہارم

تالیف

حجۃ الاسلام والمسلمین

علامہ اثیر جاڑوی شہید

ایلیا فاؤنڈیشن ہندوستان

جملہ حقوق بحق فاونڈیشن محفوظ

کتاب	:	نظامِ مصطفیٰؐ بزبانِ زوجہ مصطفیٰؐ
		(حصہ سوم وچہارم)
تالیف	:	حجۃ الاسلام والمسلمین علامہ اثیر جاڑوی شہید
موضوع	:	صحاح ستہ کی کتب پر تبصرہ وتوضیح اور تنقید
ایڈیشن	:	سوم وچہارم 2008ء
تعداد	:	1000
ہدیہ	:	350 روپے

ملنے کا پتہ:

ایلیا فاؤنڈیشن ھندوستان

نظامی پریس وکٹوریہ اسٹریٹ، لکھنؤ

حصہ سوم

بسم الله الرحمن الرحيم

ترتیب

حصہ سوم

- انتساب 222
- عرض ناشر 11
- پہلے ملاحظہ فرمایئے 12
- نسبِ رسولؐ 15
- بی بی کے والدین 18
- مادرِ معاویہ 45
- بی بی کا دردِ سر اور سرورِ کونین کی خواہش 50
- یہودیوں پر لعنت 57
- افسوس ناک تہمت 64
- معذرت 67
- امام بخاری کا یقین 68
- امام بخاری کی بے بسی 69
- مقامِ فکر 69
- حسان ابن ثابت اور بی بی 73
- حسان کا جرم 75
- بی بی اور دیگر ازواج 77
- احادیث اُم المومنین حفصہ 81
- اصحاب اور پردہ 82
- غسل و طہارت 87
- فیصلہ: سرورِ کونین کی حکم عدولی کا تذکرہ 97
- حلالی یا حرامی 98
- بی بی عائشہ کا مقصد 113
- اسامہ ابن زید اور زید ابن حارثہ 114
- لیجیے اب تفسیر 117
- یومِ عاشور 119
- یومِ عاشور کی داستان 122
- ناقابلِ تردید 122
- لمحۂ فکریہ 123
- میں تم جیسا نہیں 124
- حرام یا حلال 127
- یہودیوں سے خطاب 131
- لمحۂ فکریہ 141
- روزہ پہلے غسل بعد 142
- سجدہ گاہِ رسولؐ 147
- تکرار کہاں؟ 151
- لمحۂ فکریہ 152
- اہلِ سُنّت کے لیے سُنّت 152
- بیت المال اور آلِ ابوبکر 155
- (۵) حضرت ابوبکر صدیق 156
- عورت یا کتا 160
- نزاع 163
- مقامِ فکر 165
- جاہل صحابہ 167
- مقامِ فکر 169
- منافقین کی پردہ پوشی 169
- بی بی اور عبداللہ ابن زبیر 171
- جاہلانہ سبق 178
- بی بی کا نیا دین 179

✿ خلاصہ	183
✿ دوسری حدیث کا خلاصہ	184
✿ تیسری حدیث کا خلاصہ	185
✿ جائزہ	185
✿ عملِ رسولؐ کے سلسلہ میں چند سوالات	187
✿ تحریفِ قرآن اور بی بی	189
✿ تحریفِ قرآن کا عمل کیسے ہوا؟	191
✿ تحریفِ قرآن کیا ہے؟	193
✿ مولانا وحید الزمان کا تبصرہ	204
✿ اخلاق حضرت عمر یا رحماء بینھم کا مثالی نمونہ	205
✿ علمائے اُمت سے چند سوال	206
✿ تحریفِ قرآن	208
✿ سرورِ کونینؐ کا تحریفِ قرآن کی حمایت کرنا	208
✿ حرفِ آخر	214
✿ نظامِ مصطفیؐ	215
✿ بخاری شریف جلد اول سے احادیث	218

حصہ چہارم

✿ انتساب	222
✿ پیش لفظ	223
✿ بیادِ علامہ کاظم حسین اثیر جاڑوی شہید	225
✿ عرضِ ناشر	227
✿ صرف ایک نظر	228
✿ کتاب الوحی	230
✿ حضرت عمر اور آغازِ وحی	230
✿ ابو سفیان اور آغازِ وحی	231
✿ عبداللہ ابن عباس اور آغازِ وحی	232
✿ حضرت عائشہ اور آغازِ وحی	233
✿ حضرت ابوبکر اور آغازِ وحی	235
✿ حضرت عمر اور آغازِ وحی	239
✿ حضرت عثمان اور آغازِ وحی	239
✿ کتاب الایمان	240
✿ راویوں کی تفصیل بمع حدیث نمبر	240
✿ حضرت عائشہ اور کتاب الایمان	241
✿ حضرت عائشہ اور ایمان	245
✿ کتاب العلم	248
✿ محدثین کی تفصیل مع حدیث نمبر	248
✿ کتاب العلم کا جائزہ	249
✿ حضرت عمر اور کتاب العلم	250
✿ اب تجربہ	251
✿ فکر و تدبیر	252
✿ حضرت عائشہ اور کتاب العلم	255
✿ جائزہ	256
✿ کتاب الوضو	258
✿ خلفائے ثلاثہ اور وضو	260
✿ حضرت عائشہ اور وضو	261
✿ جائزہ	266
✿ حضرت عثمان اور وضو	272
✿ پہلے معذرت	273
✿ جائزہ	274
✿ راویانِ حدیث	274
✿ نتیجہ فکر	276
✿ کتاب الغسل	278
✿ خلفائے ثلاثہ اور کتاب الغسل	279
✿ حضرت عائشہ اور کتاب الغسل	280
✿ جائزہ	281

- فائدہ 284
- جائزہ 284
- باب: بڑے پن میں رضاعت کا بیان 286
- حضرت عمر اور غسلِ جنابت 296
- حضرت عثمان اور غسلِ جنابت 300
- کتاب الحیض 303
- خلفائے ثلاثہ اور کتاب الحیض 303
- حیض کیا ہے؟ 304
- حضرت عائشہ اور احکامِ حیض 306
- جائزہ 307
- مباشرت کا معنی 312
- کتاب التیمم 342
- محدثین کے اسمائے گرامی مع حدیث نمبر 342
- خلفائے ثلاثہ اور تیمم 342
- حضرت عائشہ اور کتاب التیمم 344
- جائزہ 346
- حضرت عمر اور تیمم 353
- مسلمات 354
- کتاب الصلوٰۃ 357
- محدثین کے اسمائے گرامی مع حدیث نمبر 357
- خلفائے ثلاثہ اور کتاب الصلوٰۃ 359
- حضرت عائشہ اور کتاب الصلوٰۃ 361
- جائزہ 365
- بخاری میں نماز کی مختصر فہرست 395
- خلاصۃ الاحکام 406
- آغازِ نماز 407
- حائضہ کی اجتماعی عبادات میں شرکت 407
- ایک کپڑے میں نماز 407
- رسول کریمؐ کی بچپنے میں برہنگی 408
- ریشمی کپڑے میں نماز 408
- لال جوڑا اور سامنے کوئی چیز 408
- بیٹھ کر نماز 408
- بحالتِ حیض نمازی کے سامنے سونا 409
- پرانے بورے پر نماز 409
- چھوٹے مصلّٰی پر سجدہ 409
- نمازی کے سامنے سونا 409
- کپڑے پر سجدہ 410
- نعلین میں نماز 410
- موزوں پر مسح 410
- ہاتھ کھول کر نماز 410
- آدابِ قبلہ 410
- کعبہ کے اندر نماز 410
- سواری پر نماز 411
- نسیانِ نبیؐ 411
- تحویلِ قبلہ 411
- آدابِ مسجد 411
- اذیتِ رسولؐ 411
- گھر میں نماز 411
- بھیڑوں کے باڑہ میں نماز 412
- نمازی کے سامنے کوئی شے ہو 412
- نمازِ کسوف 412
- نوافل گھر میں 412
- مسجد میں سونا 412
- ہدیۂ مسجد 412
- تعمیرِ مسجد 413
- نمازِ باجماعت 413

✿ نمازِ تہجد	413	✿ نمازِ عشاء	447
✿ سنتِ رسولؐ	413	✿ موسمِ گرما میں ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنا	447
✿ نمازی کے سامنے سے گزرنا	413	✿ نماز میں دائیں جانب تھوکنا	447
✿ نمازی کے سامنے گزرنا	413	✿ سجدہ میں کتے کی طرح بازو پھیلانا	447
✿ ستون کے ساتھ نماز	414	✿ صبح وشام نماز پڑھنے کی تاکید	447
✿ بچے کو اُٹھا کر نماز پڑھنا	414	✿ نمازوں میں وقفہ	447
✿ کتاب مواقیت الصلوٰۃ	415	✿ نمازِ عشاء سے پہلے سونا	448
✿ خلفائے ثلاثہ اور مواقیت الصلوٰۃ	416	✿ جمع بین الصلاتین	448
✿ حضرت عائشہ اور دیگر ازواج	419	✿ طلوع وغروبِ آفتاب کے وقت نوافل	448
✿ حضرت عائشہ اور اوقاتِ نماز	423	✿ قضائے نماز کے بعد حکم ادا	448
✿ نمازِ عصر کا وقت	423	✿ آنحضورؐ کی نمازِ صبح قضا	448
✿ جائزہ	424	✿ آنحضورؐ اور حضرت عمر کی نمازِ عصر قضا	448
✿ نمازِ عشاء کا وقت	425	✿ نمازِ عصر کے بعد نوافل نہ پڑھی جائیں	449
✿ جائزہ	426	✿ کتابُ الاذان	452
✿ نمازِ صبح کا وقت	430	✿ محدثین کے اسمائے گرامی مع حدیث نمبر	452
✿ جائزہ	430	✿ خلفائے ثلاثہ اور کتابُ الاذان	454
✿ عصر کے بعد نوافل	431	✿ کتابُ الاذان اور حضرت عائشہ	456
✿ جائزہ	432	✿ جائزہ	457
✿ مواقیت الصلوٰۃ کی احادیث پر سرسری نظر	434	✿ حق دار امامت	496
✿ خلاصۃ الاحکام	445	✿ کتابُ الاذان کا حدیث وار تجزیہ	499
✿ فضیلتِ نماز	445	✿ حدیث کیا ہے؟	512
✿ اوقاتِ پنجگانہ	445	✿ خلاصۃ الاحکام	524
✿ نمازِ صبح کا وقت	446	✿ آغازِ اذان	525
✿ نمازِ ظہر کا وقت	446	✿ مؤذن کا تقرر	525
✿ نمازِ عصر	446	✿ فضیلتِ اذان	525
✿ نمازِ صبح ونمازِ عصر	446	✿ کلماتِ اذان	525
✿ نمازِ صبح ومغرب	446	✿ اذان سننے والوں کے آداب	526
✿ نمازِ مغرب	447		

✿ حی علی الصلوٰۃ کے وقت کیا پڑھنا ہے؟	526
✿ اذان کے بعد دُعا	526
✿ ضرورت کے وقت اذان میں تبدیلی	526
✿ قبل از وقت اذان	527
✿ اذان کے بعد دو رکعت	527
✿ دیر سے اذان	527
✿ ہر ایک اذان نہ کہے	527
✿ دورانِ اذان دائیں بائیں دیکھنا	527
✿ حضرت عمر کا مشورہ اذان	529
✿ نماز با جماعت	530
✿ مصلّٰی پر آنے کے بعد واپس جا کر	530
✿ آنحضورؐ کی نمازِ قضاء	532
✿ اقامت یا تکبیر کے بعد باتیں	533
✿ دین کی ویرانی پر آنسو	533
✿ انتظارِ جماعت کی فضیلت	534
✿ رضی اللہ عنہم کی فہرست	534
✿ نوافلِ صبح	534
✿ عتبان کے گھر نماز	534
✿ کیچڑ میں سجدہ	534
✿ امام کی اقتداء	534
✿ اطاعتِ حکمران	535
✿ بلا وضو نمازِ رسولؐ	535
✿ دوہری نماز	535
✿ نمازِ چاشت	536
✿ پہلے کھانا پھر نماز	536
✿ پہلے نماز پھر نماز	537
✿ نمازِ رسولؐ	537
✿ صحابہ پر ناراضگی	537
✿ اسبابِ ناراضگی	537
✿ جماعت جلد، جلدی	539
✿ آنحضورؐ کی مختصر نماز	539
✿ نسیانِ رسولؐ	539
✿ آدابِ جماعت	539
✿ میں تمہیں پشت پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں	539
✿ شہادت، نمازِ صبح اور نمازِ عشاء کی فضیلت	540
✿ انس کے گھر میں نماز	540
✿ صحابہ کو مسجد سے نکل جانے کا حکم	540
✿ رفع یدین	540
✿ ہاتھ باندھنا	540
✿ سورۂ فاتحہ سے آغاز	540
✿ قرأت سے پہلے دعا	541
✿ نمازِ کسوف	541
✿ قرأت اور طریقۂ قرأت	541
✿ سجدہ پر جانے کا وقت	541
✿ دورانِ نماز جنت وجہنم کا معائنہ	541
✿ دورانِ نماز دیوار صاف کرنا	541
✿ طریقۂ نماز	541
✿ اندازِ قرأت	541
✿ والمرسلات پڑھنا	542
✿ نمازِ مغرب میں طویل سورت	542
✿ نماز میں سورۂ سجدہ	542
✿ ایک رکعت میں دو سورتیں	542
✿ جہری اور سری نماز	542
✿ نمازِ پنجگانہ کے اوقات	542
✿ سورۂ جن کا شانِ نزول	542
✿ حکمِ رسول حکمِ خدا	543

✿ طویل اور مختصر سورتیں	543
✿ آمین کہنا	543
✿ نمازِ علیؑ نمازِ رسولؐ	543
✿ نماز میں بائیس تکبیریں	543
✿ رکوع میں ہاتھ گھٹنوں کے درمیان	543
✿ رکوع اور سجود وغیرہ میں وقت	544
✿ سمع اللہ کے بعد	544
✿ دعائے قنوت	544
✿ ایک عمدہ سی بات	544
✿ رؤیت رب	544
✿ وقت سجدہ ہاتھوں کا دوسرے جسم سے فاصلہ	544
✿ سات اعضاء پر سجدہ	544
✿ شب قدر بھول گئی	545
✿ کتاب الصلوٰۃ	546
✿ محدثین کے اسمائے گرامی مع حدیث نمبر	546
✿ دیگر ازواج اور کتاب الصلوٰۃ	548
✿ خلفائے ثلاثہ اور کتاب الصلوٰۃ	549
✿ حضرت عائشہ اور کتاب الصلوٰۃ	550
✿ احادیث کا سرسری جائزہ	560
✿ خلاصۃ الاحکام	563
✿ کوتاہ تہبند میں نماز پڑھنا جائز ہے	563
✿ اعضائے سبعہ پر سجدہ	563
✿ نمازِ رسولؐ	563
✿ نمازِ حضرت علیؑ نمازِ رسولؐ	563
✿ اعمالِ نماز میں وقفہ	564
✿ تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ	564
✿ طریقۂ اسلام	564
✿ سجدۂ سہو	564
✿ بعد از نماز دعا	564
✿ کیچڑ میں سجدہ	565
✿ نماز کے بعد عورتوں کا مسجد سے فوراً نکلنا	565
✿ عتبان کے گھر نماز	565
✿ آنحضورؐ کی اقتداء میں نماز	565
✿ بعد از نماز ذکر اور تکبیر	565
✿ تسبیح	566
✿ بعد از نماز مقتدیوں کی طرف منہ	566
✿ مومن اور کافر	566
✿ نمازِ عشاء	566
✿ عملِ شیطان	566
✿ نماز کے بعد صدقات کی تقسیم	566
✿ لہسن اور پیاز کی مذمت	566
✿ قبر پر جنازہ	567
✿ غسلِ جمعہ	567
✿ بلا وضو نمازِ رسولؐ	567
✿ نافلہ باجماعت	567
✿ نماز کے سامنے سے گزرنا	567
✿ عورتوں کا نمازِ عید پر جانا	567
✿ عورتوں کو نمازِ عشاء کی اجازت	568
✿ نماز باجماعت مختصر	568
✿ اُم سلیم کے گھر میں نماز	568

☆☆☆

عرضِ ناشر

زیرِ نظر تصنیف اس بات کی محتاج نہیں کہ اس کی تعریف میں کچھ کہا جائے۔ مشک آنست کہ خود ببوید نہ کہ عطار بگوید کے مطابق یہ تیسرا حصہ بھی سابقہ دو حصوں کی طرح انفرادیت کا حامل ہے۔ مؤلف علامہ نے جس طرح قرینے سے صحیح بخاری شریف کی ہزاروں احادیث سے اُم المومنین عائشہ کی احادیث کو جمع کیا ہے۔ پھر ایک ایک عنوان کے تحت احادیث کو منظم و مرتب کیا ہے۔ یہ انہی کا کام تھا اور یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ جس انداز میں مؤلف علامہ نے محنت فرمائی ہے۔ صدیوں پر محیط ماضی میں علمائے اُمت ایسی سعی نہ کر سکے۔ قارئین خود ہی اندازہ کریں گے کہ سرورِ کونینؐ کے قریب ترین زندگی گزارنے والی اُم المومنین عائشہ نے رسولؐ و رسالت کا جو تصور دیا ہے اسے ایک منظم اور مرتب انداز میں آج تک پیش نہیں کیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ مؤلف علامہ نے نہ صرف علمائے اُمتِ مسلمہ پر بلکہ تمام اُمتِ مسلمہ پر ایک احسانِ عظیم کیا ہے۔ اب تصویرِ رسولؐ و رسالت دیکھنا کسی کے لیے بھی مشکل نہیں رہا۔ آخر میں مؤلف علامہ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ انھوں نے اپنی صدیوں کی عظیم تحقیق کی اجازت مرحمت فرمائی ہے، اللہ کرے زورِ قلم اور زیادہ!

○○○

پہلے ملاحظہ فرمائیے

یہ نظامِ مصطفیٰؐ بزبانِ زوجہ باصفا کا تیسرا حصہ ہے۔ امید ہے میرے قارئین کو اس حقیقت سے اتفاق ہوگا کہ اس حقیر نے اپنے تئیں ہر ممکن کوشش کی ہے کہ جذبات سے ہٹ کر، تعصب سے بالا ہوکر صرف اور صرف حقائق پیش کیے ہیں اور صحیح بخاری شریف کا جوہرِ خالص حضرت امیر المومنین عائشہؓ کی احادیث پر اکتفا کیا ہے۔

مجھے واثق امید ہے کہ جس طرح اس کتاب کے پہلے دو حصے مقبولِ عام ہوئے ہیں اور اشاعت کے بعد چند ہفتوں ہی میں ہاتھ ہاتھ لے لیے ہیں۔ اس طرح یہ تیسرا حصہ بھی وہی شرفِ قبولیت حاصل کرے گا، ان شاء اللہ!

چونکہ کتاب میں تعریفی خطوط شائع کرنے کو بندہ مناسب نہیں سمجھتا اس لیے میں وہ بیسیوں خطوط شائع نہیں کرتا جو میرے قارئین نے نظامِ مصطفیٰؐ پڑھنے کے بعد میری حوصلہ افزائی کے لیے لکھے ہیں ورنہ:

● کتنے ذہن مطمئن ہوگئے ہیں؟ ● کتنے افراد نے راہِ حق پہچان لی ہے؟ ● کتنے گم گشتہ راہ صراطِ مستقیم سے ہمکنار ہوئے؟ ● کتنے افراد کی ازروئے جستجو پوری ہوئی؟ ● اور کتنے اندھیرے میں بھٹکنے والوں کو اُجالا ملا؟

اس کا اندازہ ان خطوط سے کیا جا سکتا ہے جو میرے محترم قارئین نے مجھے ارسال فرمائے ہیں۔ قارئین نے یہ بھی جان لیا ہوگا کہ راقم الحروف اعتراض برائے اعتراض یا تنقید برائے تنقید کا ہرگز قائل نہیں۔ بلکہ صرف وہی تنقید کی ہے جس میں تعمیر تھی، شائستگی تھی اور سنجیدگی تھی۔ کسی بھی مقام پر بازاری اور سوقیانہ الفاظ استعمال نہیں

کیے۔ یہ بات نہیں کہ اُم المومنین کی احادیث میں ایسا کوئی موقع نہیں ملا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ حرمِ رسولؐ ہونے کے ناطے ہم شیعہ اثنا عشریہ بھی اپنے سوادِ اعظم بھائیوں کی طرح بی بی کو واجب التعظیم سمجھتے ہیں۔

ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ہمارے ہاں سرورِ کونینؐ کے مقابلے میں بی بی کی حیثیت ثانوی ہے کیونکہ ہم سرورِ کونین کو رسول نہیں مانتے۔ ہمارے نظریئے کے مطابق رسول اور رسالت کی حیثیت اولیٰ ہے اور زوجہ و زوجیت کی حیثیت ثانوی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہم نے سرورِ کونینؐ کی ذاتِ گرامی سے تعارف کا پیمانہ ازواج، اصحاب کے تعارف کا ذریعہ سرورِ کونینؐ کی ذات والا صفات کو قرار دیا ہے اور جہاں کہیں بھی ہمیں ازواج، اصحاب یا اہلِ بیتؑ کی جانب سے سرورِ انبیاء کی عفت، عصمت اور عظمت پر دھبہ نظر آیا، ہم نے شخصیت پرستی کا جوا اُتار کر اس حدیث یا روایت کو غلط کہہ دیا لیکن آپ کی ذات کو داغ دار نہ ہونے دیا۔

حقیقت یہ ہے جو احادیث اُم المومنین عائشہ نے نقل کی ہیں اور جس طرح کا نقشہ انہوں نے سرورِ کونینؐ کے متعلق پیش کیا ہے کہ:

● سرورِ کونینؐ گناہگار تھے ● سرورِ کونینؐ نے اقدام خودکشی کیا ● سرورِ کونینؐ سے مغافیر کی بُو آتی تھی ● سرورِ کونینؐ بزمِ موسیقی کی نہ صرف حمایت کرتے تھے بلکہ منع کرنے والوں کو ڈانٹتے بھی تھے اور بی بی کو محفل موسیقی دکھاتے بھی تھے ● سرورِ کونینؐ جادو کے زیرِ اثر رہے ● سرورِ کونینؐ قرآن بھول جاتے تھے؟ وغیرہ جیسی احادیث اگر اہلِ بیتؑ نبی کا کوئی فرد بھی روایت کرتا تو ہمارا فیصلہ پھر بھی یہی ہوتا جو اَب ہے۔ کیونکہ ایسا نبیؐ جو اُمت کے عام افراد سے بھی گھٹیا کردار ادا کرے، حائضہ بی بی سے مباشرت کرے، شدتِ محبت سے مغلوب ہو کر بی بی کی چوسی ہوئی ہڈی کو اس مقام سے چوسے جہاں سے بی بی چوس رہی تھی کسی کی بیٹی کو اُٹھوا کر باغ میں لے آئے، کو نبی ماننا نہ صرف

اسلام کا مذاق اڑانا ہے بلکہ عقل و خرد کے منہ پر بھی طمانچہ کے مترادف ہے۔ تین سو سے کچھ اُوپر احادیث آپ نے ان تین حصوں میں ملاحظہ فرمالی ہیں۔ بی بی کی باقی احادیث اب ان شاء اللہ "مسندِ ازواج" میں ملاحظہ فرمائیے گا جسے راقم الحروف صحاحِ ستہ سے منتخب کر چکا ہے اور مسند ازدواج میں صرف اور صرف ازواجِ سرورِ کونینؐ کی وہ جملہ احادیث آپ ملاحظہ فرماسکیں گے جو صحاح ستہ میں موجود ہیں۔ اپنے سوادِ اعظم بھائیوں سے توقع رکھوں گا کہ جس طرح انہوں نے نظامِ مصطفیٰؐ کے حصہ اول اور دوم کو قبول کرنے میں وسعتِ قلب کا ثبوت دیا ہے اسی طرح اس تیسرے حصہ کو بھی اسی کشادہ دلی سے قبول فرمائیں گے۔

۲۹ جولائی ۸۵ء　　　　احقر جاڑوی

نسب رسولؐ

دو احادیث ہیں: (۱) جلد دوم، نمبر ۷۴۳ (۲) جلد سوم، نمبر ۱۰۸۲، دونوں کا راوی ہشام ابن عروہ۔

(۱) جلد دوم، کتاب الانبیاء، نمبر ۳۲۹، حدیث ۷۴۳

هشام عن ابيه عن عائشة قالت استأذن حسان النبیؐ
فی هجاء المشركين قال كيف بنسبي؟
فقال حسان لاسلنك منهم كما تسئل الشعرة من
العجين

''ہشام اپنے باپ کے ذریعہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ حسان نے سرورِ کونینؐ سے مشرکین کی ہجو کرنے کی اجازت مانگی۔ آپؐ نے فرمایا: میرے نسب کا کیا بنے گا؟
حسان نے کہا: میں آپ کو مشرکین سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح آٹے سے بال کھینچا جاتا ہے''۔

(۲) جلد سوم، کتاب الآداب، نمبر ۴۱۰، حدیث ۱۰۸۲

هشام ابن عروة عن ابيه عن عائشة ، قال استاذن
حسان ابن ثابت عن رسول الله فی هجاء المشركين
فقال رسول الله فكيف بنسبي؟ فقال حسان لاسلنك
منهم كما تسئل الشعرة من العجين

''ہشام اپنے باپ عروہ کے واسطہ سے اُم المومنین عائشہ سے

روایت کرتا ہے کہ حسان نے سرورِ کونینؐ سے ہجو مشرکین کی اجازت مانگی، آپؐ نے فرمایا: میرے نسب کا کیا بنے گا؟ حسان نے عرض کی کہ میں آپ کو مشرکین سے اس طرح نکال لوں گا، جس طرح آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے"۔

محترم قارئین! یہ دو حدیثیں ہیں۔ دونوں کا راوی عروہ ابن زبیر کا بیٹا ہشام ہے۔ بات صرف یہ ہے کہ:

حسان ابن ثابت سرورِ کونینؐ سے اجازت مانگتا ہے کہ آپؐ مجھے اجازت دیں تا کہ مشرکین کی ہجو کر سکوں۔ سرورِ کونینؐ حسان سے پوچھتے ہیں کہ جب تم مشرکین کی ہجو کرو گے تو میرے نسب کا کیا بنے گا یعنی میں بھی تو مشرکین کی اولاد سے ہوں۔

حسان عرض کرتا ہے قبلہ میں آپ کو مشرکین سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح آٹے سے بال کھینچا جاتا ہے، گویا:

- اُم المومنین عائشہ کے عقیدہ کے مطابق سرورِ کونینؐ کے والدین مشرک تھے۔
- عروہ ابن زبیر کے مطابق سرورِ کونینؐ کے والدین مشرک تھے۔
- امام بخاری کے عقیدہ کے مطابق سرورِ کونینؐ کے والدین کافر تھے۔

اعتقادنا فی والدیہ انهما ماتا علی الکفر

"سرورِ کونینؐ کے والدین کے سلسلہ میں ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ وہ بحالت کفر مرے"۔

ان عقیدوں میں اولاً تو بذاتِ خود اختلاف ہے کیونکہ شرک اور کفر بنیادی طور پر ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ بت پرستی کو شرک کہا جاتا ہے جبکہ نبوت سے انکار کا نام کفر ہوتا ہے۔ چونکہ سرورِ کونینؐ کے والدین کو آپؐ کی رسالت کا زمانہ نصیب نہیں ہوا۔ اس لیے یہی کہنا ہوگا کہ آپؐ کے والدین بقول امام ابوحنیفہ اپنے نبی وقت یعنی حضرت

عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت کے منکر تھے یا ملتِ ابراہیمیؑ کے منکر تھے۔

اب مناسب ہوگا اگر ان عقائد اور ان احادیث کو قرآن سے مربوط کریں۔ اگر قران بھی تصدیق کردے تو شرک یا کفر والدین نبی کا عقیدہ درست ہوگا۔ اگر قرآن تصدیق نہ کرے تو پھر ہمیں والدین نبی کو مشرک یا کافر ماننے اور کہنے والوں کے اپنے ایمان کے متعلق سوچنا ہوگا۔

رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ

"اے اللہ! ہمیں اپنا مخلص بنا اور ہماری ذریت میں سے ایک مسلمان گروہ رکھ"۔ (البقرہ:۱۲۸)

دوسرے مقام پر ارشاد ہے:

وَّ اجْنُبْنِيْ وَ بَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ (ابراہیم:۳۵)

"مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا"۔

وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ (البقرہ:۱۲۹)

"اُمت مسلمہ میں انہی میں سے رسول مبعوث فرما"۔

یہ تین دعائیں ہیں۔ دو دعائیں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی مشترکہ ہیں اور اس وقت مانگی گئی ہیں جب وہ تعمیر کعبہ میں مصروف تھے۔

پہلی دعا یہ ہے کہ ہماری ذُریت میں ایک مسلمان گروہ رکھ۔

دوسری دعا ہے کہ ہماری ذُریت کے اسی مسلمان گروہ میں رسول مبعوث فرما۔

تیسری دعا صرف حضرت ابراہیمؑ کی مانگی ہوئی ہے: اے اللہ! مجھے اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا۔

ان آیات کا تقاضا حضرت ابراہیمؑ و اسماعیلؑ دونوں کی دُعا اور قرآن کی گواہی اس بات کی دلیل ہیں کہ اسماعیلؑ سے لے کر سرورِ کونینؐ تک ذُریت ابراہیم میں ایک

ایسے گروہ کا وجود لازمی ہے جو بت پرستی سے دُور ہو اور مسلمان ہو۔

کیونکہ دعائے ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کے مطابق نبی کی بعثت مسلمان گروہ سے ہو۔ اب جب سرورِ کونینؐ ذُریتِ اسماعیلؑ سے بنی ہاشم میں آئے تو ماننا پڑے گا کہ بنی ہاشم مسلمان تھے اور انہی میں سے سرورِ کونینؐ مبعوث ہوئے۔ جب بنی ہاشم کا بالعموم اسلام ثابت ہو جائے تو سرورِ کونینؐ کے والدین کا اسلام از خود ثابت ہو جائے گا۔

گویا جناب عبداللہ کا شرک اور کفر ثابت کرنے کی ضرورت ہے نہ کہ اسلام کیونکہ اسلام تو قرآن نے بتا دیا ہے۔ اب جو لوگ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ سرورِ کونینؐ کے والدین غیر مسلم تھے تو وہ اپنے دعویٰ کی دلیل دیں۔

جناب عبداللہ اور آمنہ کی بت پرستی، ان کے بت کا نام، ان کا مراسمِ جاہلیت میں ملوث ہونا، ان کی شراب خواری، اُن کی جوابازی، اور اُن جیسے دیگر مشرکانہ اور غیر مسلمانہ اعمال کی فہرست مہیا کریں۔

اگر جناب عبداللہ اور جنابِ آمنہ کا شرک و کفر ثابت نہ ہو سکے تو پھر۔ بی بی عائشہ، امام بخاری اور امام ابوحنیفہ سے ہی علیحدہ ہو جائیں۔

اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو اپنے کو منکرین قرآن کی فہرست میں شمار کریں کیونکہ والدین نبیؐ کا اسلام بنص قرآن ثابت ہے۔ والدین نبیؐ کے اسلام کو تسلیم نہ کرنا نصِ قرآن کا انکار ہے اور نصِ قرآن کا انکار کفر ہے۔

بی بی کے والدین

کُل گیارہ احادیث ہیں:

- ❊ جلد اوّل، نمبر ۴۵۹ راوی عروہ
- ❊ جلد اوّل، نمبر ۲۱۳۸ "
- ❊ جلد دوم، نمبر ۱۰۸۷ "

* جلد اوّل، نمبر ۱۷۶۱ "
* جلد اوّل، نمبر ۱۹۹۵ "
* جلد دوم، نمبر ۱۲۶۲ "
* جلد دوم، نمبر ۱۴۴۵ "
* جلد سوم، نمبر ۶۱۴ "
* جلد سوم، نمبر ۶۳۷ "
* جلد سوم، نمبر ۷۵۳ "
* جلد سوم، نمبر ۱۰۱۳ "

(۳) جلد اوّل، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۴۷، حدیث ۴۵۹

عروہ ابن الزبیر ان عائشة قالت لم اعقل ابوی الا وهما یدینان الدین ولم یمر علینا یوم الا ویأتینا فیه رسول اللّٰه طرفی النهار بکرة وعشیةً ثم بدا لابی بکر فابتنٰی مسجدًا بفناء دارہ فکان یصلی فیه ویقرء القرآن فیقفت علیه نساء المشرکین وابناء هم یعجبون منه وینظرون الیه وکان ابوبکر رجلا بکاء ولا یملك عینیه اذا قرء القرآن فافزع ذٰلك اشراف قریش من المشرکین

''عروہ ابن زبیر بی بی عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ میں نے جب ہوش سنبھالا اپنے والدین کو مسلمان ہی پایا۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا جس دن صبح اور شام سرورِ کونینؐ ہمارے گھر تشریف نہ لاتے ہوں۔ پھر ابوبکر کو خیال آیا اس نے اپنے گھر کے صحن میں

مسجد بنالی اور وہیں نماز پڑھتے تھے، تلاوتِ قرآن کرتے تھے۔ ابوبکر بہت رونے والا آدمی تھا۔ جب قرآن پڑھتا تو اپنے آنسو نہ روک سکتا تھا۔ اس چیز نے سردارانِ قریش کو گھبراہٹ میں ڈال دیا''۔

۴ جلد اوّل، کتاب الکفالہ، ص ۷۹۳، حدیث ۲۱۳۸

عروہ ابن الزبیر ان عائشة قالت لم اعقل ابوی الّا وهما يدينان الدين ولم يمر علينا يوم، الا يأتينا فيه رسول الله طرفي النهار بكرة وعشيته فلما ابتلي المسلمون خرج ابوبكر مهاجرًا قبل الحبشة حتّى اذا بلغ برك الغماد لقيه ابن الدغنة وهو سيد القارة فقال اين تريد يا ابابكر فقال ابوبكر اخرجني قومي فانا اريد اسيح في الارض فاعبد ربي قال ابن الدغنة ان مثلك لا يخرج ولا يخرج فانك تكسب المعدوم وتصل الرحم وتحمل الكل وتقرى الضيف وتعين على نوائب الحق وانا لك جار فارجع فاعبد ربك ببلادك فارتحل ابن الدغنة فرجع ابوبكر فطاف في اشراف قريش فقال لهم ان ابابكر لا يخرج مثله ولا يخرج وأتخرجون رجلا يكسب المعدوم ويصل الرحم ويحمل الكل ويقرى الضيف ويعين على نوائب الحق ، فانقذف قريش جوار ابن الدغنة وامنو ابابكر وقالوا لابن الدغنة مر ابابكر فليعبد ربه في داره فليصل وليقرأ

ماشاء ولا یؤذینا بذلك ولا یستعلق به فانا قد خشینا ان
یفتن ابنائنا ونسائنا قال ابن الدغنة لابی بکر فطفق
ابوبکر یعبد ربه فی دارہ ولا یستعلن بالصلٰوۃ ولا
القرأۃ ثم بدا لابی بکر فابتنٰی مسجدًا بفناء دارہ وبرز
فکان یصلی فیه یقرء القراٰن فیقف علیه نساء
المشرکین وابناء هم یعجبون وینظرون الیه وکان
ابوبکر رجلًا بکاءً لا یملك دمعه حین یقرء القرآن
فافزع ذٰلك اشراف قریش من المشرکین فارسلوا الی
ابن الدغنة فقدم علیهم فقالوا له انا کنّا آجرنا ابابکر
علٰی ان یعبد ربه فی دارہ وانّهٗ جاوز ذٰلك فابتنٰی
مسجدًا بفناء دارہٖ واعلن الصلٰوۃ والقرأۃ وقد خشینا
ان یفتن ابنائنا ونسائنا فانه ، فان احب أن یقتصر علی
ان یعبد ربه فی دارہ فعل وان ابی الا ان یعلق ذٰلك
فاسئله ان یرد الیك ذمتك وانا کرهنا ان نخفرك
ولسنا عقرین لابی بکر الاستعلان قالت عائشة فانی
ابن الدغنة ابابکر وقال قد علمته الّذی عقدت لك
علیه فاما ان تقتصر علی ذٰلك واما ان ترد علی ذمتی ،
فانی لا احب ان تسمع العرب انی اخضرت فی رجل
عقدت له قال ابوبکر انی ارد الیك جوارك وارضی
بجوار اللّٰه ورسوله ، یومئذ بمکة فقال رسول اللّٰه قد
اریت دارهجرتکم رأیت سبخة ذات نخل بین

الابتين وهما الحرتان فهاجر من هاجر من قبل المدينة حين ذكر ذلك رسول الله ورجع الى المدينة بعض من كان هاجر الى الحبشه وتجهز ابوبكر مهاجرًا فقال له رسول الله على رسلك فاني ارجوا ان يؤذن لي، قال ابوبكر هل ترجو ذلك بابي انت وامي قال نعم فحبس ابوبكر نفسه على رسول الله ليصحبه وعلف راحلتين كانتا عنده ورق السمر اربعة الشهر

''عروہ ابن زبیر بی بی عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے والدین کو مسلمان پایا۔ کوئی دن ایسا نہ ہوتا تھا جس دن سرورِ کونین صبح و شام ہمارے ہاں تشریف نہ لاتے ہوں۔

جب مسلمان مبتلائے مصائب ہوئے تو ابوبکر حبشہ کے لیے ہجرت کر کے روانہ ہو گیا۔ جب برک غماد پر پہنچا تو راستہ میں ابن دغنہ ملا یہ قارہ کا سردار تھا۔ ابن دغنہ نے کہا: اے ابوبکر! کہاں جا رہے ہو؟ ابوبکر نے کہا کہ میری قوم نے مجھے نکال دیا ہے۔ اب چاہتا ہوں چل پھر کر اپنے اللہ کی عبادت کروں۔ ابن دغنہ نے کہا: آپ جیسے آدمی کو نہ تو نکلنا چاہیے اور نہ نکالا جانا چاہیے۔ آپ ناداروں کے لیے کماتے ہیں، صلہ رحمی کرتے ہیں، ناچاروں کا بوجھ اُٹھاتے ہیں۔ مہمان نوازی کرتے ہیں اور راہِ حق میں مصائب اٹھاتے ہیں۔ میں تیری ضمانت لیتا ہوں، چل واپس پلٹ اپنے ملک میں اپنے رب کی عبادت کر۔

ابن دغنہ ابوبکر کو لے کر واپس روانہ ہوئے۔ سردارانِ قریش کے پاس گیا اور ان سے کہا: ابوبکر جیسا آدمی نہ تو نکل سکتا ہے اور نہ نکالا جا سکتا ہے۔ کیا تم ایسے آدمی کو نکالتے ہو جو تنگ دستوں کے لیے کماتا ہے، صلہ رحمی کرتا ہے، عاجزوں کا بوجھ اُٹھاتا ہے، مہمان نوازی کرتا ہے اور راہِ حق میں پیش آنے والے مصائب برداشت کرتا ہے۔ قریش نے ابودغنہ کی پناہ منظور کر لی اور ابوبکر کو امان دے کر ابودغنہ سے کہا کہ ابوبکر سے کہو کہ اپنے رب کی عبادت اپنے گھر میں کرے، نماز پڑھے اور جو جی میں آئے پڑھے لیکن ہمیں تکلیف نہ دے اور نہ اس کا اعلان کرے کیونکہ ہمیں اپنے بچوں اور اپنی عورتوں کو مبتلائے فتنہ ہونے کا خطرہ ہے۔ ابوبکر اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرنے لگے، نہ اعلانیہ نماز پڑھتے اور نہ تلاوتِ قرآن اعلانیہ کرتے۔ پھر ابوبکر کے دل میں کوئی خیال آیا اور اس نے اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنالی اور وہاں قرآن و نماز پڑھنے لگے۔ مشرکین کے بچے اور عورتیں جمع ہو کر ابوبکر کو دیکھتے اور تعجب کرتے۔ ابوبکر بہت رونے والے آدمی تھے۔ جب قرآن پڑھتے تو بے اختیار ان کی آنکھیں بہنے لگتیں۔ مشرکین یہ دیکھ کر گھبرائے اور ابن دغنہ کو بلا بھیجا۔ جب ابن دغنہ آیا تو انہوں نے ابن دغنہ سے کہا کہ ہم نے ابوبکر کو اس شرط پر امان دی تھی کہ وہ اپنے گھر میں اپنے رب کی عبادت کرے لیکن اس نے اس شرط سے بڑھ کر اپنے صحن میں مسجد بنالی۔ قرآن اور نماز اعلانیہ پڑھنے لگا ہے۔ ہمیں اپنے بچوں اور

عورتوں کے گمراہ ہونے کا ڈر ہے لہٰذا اس سے جا کر کہو کہ اگر حسبِ سابق شرط کے مطابق کر سکتا ہے تو کرے ورنہ اپنی ضمانت اس سے واپس لے لو کیونکہ ہم نہیں چاہتے کہ تیری امان شکنی ہو اور ہم ابوبکر کی اعلانیہ نماز اور قرآن کو بھی گوارا نہیں کر سکتے۔

ابن دغنہ ابوبکر کے پاس آیا اور کہا: تمہیں معلوم ہے کہ میں نے تمہاری امان مشروط لی ہے یا شرط کے مطابق عمل کرو اور یا میری امان واپس کر دو کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ عالمِ عرب میں یہ بات مشہور ہو جائے کہ ابودغنہ کی امان قریشیوں نے توڑ ڈالی ہے۔

ابوبکر نے کہا: میں تیری امان تجھے واپس کرتا ہوں۔ مجھے اللہ اور رسولؐ کی امان کافی ہے۔ تاحال سرورِ کونینؐ مکہ ہی میں تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے تمہاری ہجرت کا مقام معلوم ہو چکا ہے۔ میں نے ایک شور زمین دیکھی ہے جس میں کھجور کے درخت ہیں اور جو دو پتھریلے کناروں کے درمیان ہے جب آپ نے یہ بات بتائی تو پھر جس نے بھی ہجرت کی مدینہ ہی کی طرف کی اور جو لوگ حبشہ کی طرف ہجرت کر چکے تھے وہ بھی مدینہ کی طرف پلٹ آئے۔ ابوبکر نے بھی ہجرت کی تیاری کی تو رسولؐ اللہ نے فرمایا: تم ٹھیرو، مجھے امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کا حکم ہوگا۔

ابوبکر نے عرض کی: میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں، آپ کو بھی ہجرت کرنا پڑے گی۔ پھر ابوبکر بھی آپؐ کے ساتھ چلنے کی خاطر رُک گئے اور دو اونٹ جو ان کے پاس تھے ان کو چار ماہ تک سمر کے پتے کھلاتے رہے۔

۵ جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ۴۷۰، حدیث ۱۰۸۷

عروہ ابن الزبیر ان عائشة قالت لم اعقل ابوی قط الا وھما یدینان الدین ولم یمر علینا یوم الا یأتینا فیه رسول اللّٰه طرفی النهار بکرة وعشیةً

عروہ ابن زبیر بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے والدین کو مسلمان دیکھا ہے اور کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا جس کی صبح اور شام کو سرورِ کونین تشریف نہ لاتے ہوں"۔

۶ جلد اوّل، کتاب الصوم، ص ۶۷۴، حدیث ۱۷۶۱

ھشام عن ابیه عن عائشة قالت لم قدم رسول اللّٰه المدینة وعك ابوبکر وبلال فکان ابوبکر اذا اخذته الحمٰی یقول: کل امرء مصبح فی اھله ___ والموت ادنٰی من شراك نعله وکان بلال اذا اقلع عند الحی یرفع عقیرته ویقول: ألالیت شعری ھل ابیتن لیلة ___ بوادر حولی اذخر وجلیل ___ وھل اردن یوما میاہ مجنه وھل یبدون لی شامة وطفیل

وقال اللّٰھم اللعن شیبة ابن ربیعة وامیه ابن خلف کما اخرجونا من ارضنا الی ارض الوباء ثم قال رسول اللّٰه اللّٰھم حبب الینا المدینة کحبنا مکه او اشد ، اللّٰھم بارك لنا فی صاعنا وفی مدنا وصححھا لنا وانقل حماھا الی الجحفة قالت وقدمنا المدینة وھی اوباء

اہض اللہ قالت فکان بطحان یجری بخلا

ہشام اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ جب سرورِ کونینؐ مدینہ تشریف لائے تو ابوبکر اور بلال کو بخار ہوگیا۔ ابوبکر کو جب بخار ہوتا تو یہ شعر پڑھتے:

کل امرءٍ مصبح فی اهله
والموت ادنٰی من شراك نعله

"ہر انسان صبح تو اپنے اہل وعیال میں کرتا ہے لیکن موت جوتے کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے"۔

اور بلال کا بخار جب اُتر جاتا تو وہ باآواز بلند یہ شعر پڑھتا:

ألاليت شعری هل ابیتن لیلةً
بوادو حولی اذخر وجلیل
وهل اہ‍دن یومًا میاہ مجنة
وهل یبدون لی شامة وطفیل

"کاش میں ایک رات ہی وادیٔ مکہ میں اس طرح گزار لیتا کہ میرے گرد اذخر اور جلیل جیسی گھاس ہوتی، کاش میں ایک دن مجنہ کا پانی پی لیتا اور کاش ایک مرتبہ شامہ اور طفیل کو دیکھ لیتا"۔

کہا، یا اللہ! شیبہ ابن ربیعہ، عتبہ ابن ربیعہ اور اُمیہ بن خلف پر لعنت کر جس طرح ان لوگوں نے ہمیں ہماری وطن سے دھکیل کر سرزمین وباء میں ڈال دیا۔

یا اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت پیدا کر، جس طرح ہمیں مکہ سے محبت ہے یا اس سے زیادہ (محبت پیدا کر) یا اللہ! ہمارے صاع اور ہمارے مد میں برکت عطا کر، اور یہاں کی آب وہوا ہمارے لیے مناسب کر اور اس کے بخار کو جحفہ کی طرف منتقل کر۔

عائشہ بیان کرتی ہیں کہ ہم مدینہ آئے تو وہ اللہ کی زمین میں سب سے زیادہ وبا والی زمین تھی اور وہاں بطحان ایک نالہ تھا جس سے بہت ہی بدبودار پانی تھوڑا تھوڑا بہتا رہتا۔

(4) جلد اوّل، کتاب البیوع، ص ۷۴۸، حدیث 1995

هشام عن ابيه عن عائشة قالت لقل يوم كان يأتي على النبيؐ الا ياتي فيه بيت ابي بكر احمد طرفي النهار فلما اذن له في الخروج الى المدينة لم يدعنا الا وقد اتانا ظهرًا فخبر به ابوبكر فقال ما جاء نا النبيؐ في هذه الساعة الا لامر حدث فلما دخل عليه قال لابي بكر اخرج من عندك قال يارسول الله انماهما بنتاى يعني عائشة واسماء قال اشعرت انه قد اذن لي في الخروج قال الصحبة يارسول الله قال الصحبة، قال يارسول الله ان عندي ناقتين اعددتهما للخروج فخذ احديهما قال اخذتها بالثمن

"ہشام اپنے والد کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ بہت کم دن ایسا ہوتا جب صبح و شام ابوبکر کے گھر تشریف نہ لاتے۔ جب آپ کو مدینہ ہجرت کرنے کا حکم دیا گیا تو ظہر کے وقت آپ کی تشریف آوری کے باعث ہمارے دل میں خوف پیدا ہوا۔ ابوبکر کو اس کی خبر دی گئی تو کہنے لگے اس وقت کوئی نئی بات پیش آئی ہے جبھی تو آپ تشریف لائے ہیں۔ جب آپ ابوبکر کے پاس پہنچے تو ان سے فرمایا کہ جو لوگ تمہارے پاس ہیں

ان کو ہٹا دو۔ ابوبکر نے عرض کی یہ دونوں میری بیٹیاں عائشہ اور اسماء ہیں۔ آپ نے فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ مجھ کو ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ ابوبکر نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! کیا میں بھی ساتھ رہوں گا۔ آپ نے فرمایا: تم بھی ساتھ رہو گے۔ ابوبکر نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! میرے پاس دو اونٹنیاں ہیں جن کو میں نے سفر کے لیے تیار کیا ہے ان میں سے ایک آپ لے لیجیے۔ آپؐ نے فرمایا: قیمت کے عوض ایک میری ہوگی۔

(۸) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۵۵۷، حدیث ۱۲۶۲

هشام عن ابيه عن عائشة قالت استاذن النبیؐ ابوبكر فی الخروج حین اشتد علیه الاذی فقال له اقم فقال یارسول الله اتطمع ان یوذن لك؟ فكان رسول الله یقول انی لارجو ذلك قال فانتظره ابوبكر فاتاه رسول الله ذات یوم ظهرًا فناداه فقال اخرج من عندك فقال ابوبكر انماهما ابنتای فقال اشعرت انه قد اذن لی فی الخروج فقال یارسول الله الصحبته فقال النبیؐ الصحبته قال یارسول الله عندی ناقتان قد اعددتهما للخروج فاعطی النبیؐ احدیهما وهی جدعاء فركبا فانطلقا حتی ایتاء الغار وهو ثبور فتواریا فیه فكان عامر ابن فهیرة غلامًا لعبد الله ابن الطفیل ابن سخرة اخو عائشة لامها وكان لابی بكر منحة فكان یروح بها ویغد وعلیهم ویصبح فیدبح الیهما ثم یسرح فلا یفطن

به احد من الرعاء فلما خرجا خرج معهما يعقبا حتّٰی قدم المدينة حتّٰی قدما المدينة فقتل عامر ابن فهيرة يوم بئرمعونة

''ہشام اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ نبی سے ابوبکر نے مکہ والوں کی ایذا دیکھتے ہوئے مکہ سے باہر جانے کی اجازت چاہی۔ آپ نے فرمایا: ٹھہر جاؤ۔ ابوبکر نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! کیا آپ کو بھی اجازت ملنے کی توقع ہے۔ آپؐ نے فرمایا: امید تو مجھے ہے۔ ابوبکر نے آپؐ کا انتظار کیا۔ ایک دن ظہر کے وقت آپؐ تشریف لائے۔ ابوبکر کا نام لے کر پکارا اور فرمایا: جو کوئی تیرے پاس ہے اسے باہر نکال دے۔ ابوبکر نے کہا: یارسولؐ اللہ! میری یہی دو بیٹیاں ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تجھے معلوم ہے کہ مجھے بھی جانے کی اجازت مل چکی ہے۔ ابوبکر نے کہا: یارسولؐ اللہ! کیا باہم جائیں گے۔ آپؐ نے کہا: ہاں! باہم جائیں گے۔ ابوبکر نے کہا: میرے پاس دو ناقائیں ہیں جنھیں میں نے ہجرت کے لیے تیار کر رکھا ہے۔ ابوبکر نے ان میں سے ایک آپ کو دے دی۔ یہی آپ کی جدعاء نامی ناقہ تھی۔ دونوں سوار ہوگئے اور چلے گئے۔ غارِ ثور میں آ کر چھپ رہے۔ عامر ابن فہیر، بی بی عائشہ کے مادری بھائی عبداللہ ابن طفیل ابن سخرہ کا غلام تھا۔ وہ ہر صبح و شام دودھ والی ناقہ لے جاتا، انھیں دودھ پلا کر آ جاتا۔ کسی چرواہے کو اس راز سے آگاہی نہیں ہوئی۔ جب یہ دونوں نکل چلے تو عامر بھی ان کے ساتھ مدینہ چلا

آیا۔ پھر عامر بئر معونہ کے دن قتل ہو گیا"۔

(۹) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۶۳۸، حدیث ۱۴۴۵

عطا ابن رباح قال ذرت عائشة مع عبيد ابن عمر فسألها عن الهجرة فقالت لاحجرة اليوم كان المومن يفر احدهم بدينة الى الله والى رسوله مخافة ان يفتن عليه فاما اليوم فقد اظهر الله الاسلام فالمومن منا يعبد ربّه حيث شاء ولكن جهاد ونيّته

"عطاء ابن رباح کہتا ہے کہ میں عبید ابن عمر کے ساتھ بی بی عائشہ کی زیارت کو گیا اور ان سے ہجرت کے متعلق پوچھا تو فرمایا: آج کوئی ہجرت نہیں۔ ہجرت اس وقت تھی جب مسلمان اپنے دین کو بچانے کی خاطر اللہ اور رسولؐ کی طرف بھاگتا تھا لیکن اب اللہ نے اسلام کو غالب کر دیا ہے۔ اب مومن جہاں چاہے اللہ کی عبادت کر سکتا ہے البتہ اب جہاد اور نیت باقی ہیں"۔

(۱۰) جلد سوم، کتاب المرضیٰ، ص ۲۵۸، حدیث ۶۱۴

هشام عن ابيه عن عائشة انها قالت لما قدم رسول الله المدينة وعك ابوبكر وبلال قالت فدخلت عليهما قلت ياابت كيف تجدك ويابلال كيف تجدك قالت وكان ابوبكر اذا اخذته الحمٰى يقول كل امرء مصبح فى اهله والموت ادنٰى من شراك نعله وكان بلال اذا اقلعت عنه يقول:

الألیت شعری هل ابیتن لیلة

بواد وحولی اذخر وجلیل

وهل اردن يومًا مياه مجنة

وهل تبدون لي شامة وطفيل

قالت عائشة فجئت الى رسول الله فاخبرته فقال اللّٰهم حبب الينا المدينة كحبنا مكة او اشد اللّٰهم وصححها وبارك لنا في مدها وصاعها وانقل حماها فاجعلها بالجحفة

''ہشام ابن عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ جب سرورِ کونینؐ مدینہ میں تشریف لائے تو ابوبکر اور بلال کو بخار ہوگیا۔ میں دونوں کے پاس خیریت پوچھنے گئی۔ ابوبکر کو جب بخار آتا تو یہ شعر پڑھتے: ''یوں تو ہر شخص اپنے گھر والوں میں ہوتا ہے لیکن موت اس کی جوتی کے تسمہ سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے''۔

اور بلال کا بخار جب اُترتا تو وہ کہا کرتا تھا: کاش ایسے جنگل میں رات آتی جہاں گردا گرد اذخر اور جلیل ہوتی۔ کاش محبتہ کے چشمہ پر جا سکتا یا شامہ اور طفیل پر ہی پہنچ سکتا۔ پھر میں نے سرورِ کونینؐ کو مطلع کیا۔ آپ نے فرمایا: اے اللہ! ہمارے دلوں میں محبت مکہ یا اس سے بھی زیادہ محبت مدینہ پیدا کر۔ اے اللہ! مدینہ کی آب وہوا کو صحت افزا فرما۔ مدینہ کے مد اور صاع کو بابرکت فرما اور مدینہ کا بخار جحفہ میں منتقل فرما''۔

(۱) جلد سوم، کتاب المرضیٰ، ص ۲۶۷، حدیث ۶۳۷

هشام عن ابيه عن عائشة انها قالت لما قدم رسول الله وعك ابوبكر وبلال قالت فدخلت عليهما فقلت

یاابت کیف تجدك ویابلال کیف تجدك قالت وکان ابوبکر اذا اخذته الحمٰی یقول:

کل امرء مصبح فی اهله
والموت ادنٰی من شراك نعله

وکان بلال اذا اقلع عنه یرفع عقیرته ویقول:

ألاليت شعری هل ابیتن لیلةً
بواد وحولی اذخر وجلیل
وهل اردن یومًا میاه مجنة
وهل تبدون لی شامة وطفیل

قال قالت عائشة فجئت رسول الله فاخبرته فقال اللّٰهم حبب الینا المدینة کحبنا مکة او اشد وصححها وبارك لنا فی صاعها ومدها وانقل حماها فاجعلها باالجحفة

''ہشام اپنے والد کے ذریعہ بی بی عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ جب سرورِ کونینؐ مدینہ تشریف لائے تو ابوبکر و بلال کو بخار ہوگیا۔ میں دونوں کے پاس گئی اور پوچھا: ابا جان! آپ کا کیا حال ہے؟ بلال تم کیسے ہو؟ ابوبکر کو جب بخار آتا تو کہا کرتا تھا:

یوں تو ہر شخص اپنے اہل میں صبح کرتا ہے لیکن موت تسمۂ جوتی سے بھی زیادہ قریب ہوتی ہے اور بلال کا جب بخار اُترتا تو کہا کرتا تھا: کاش میں ایسی وادی میں رات گزارتا جہاں میرے گرد اذخر اور جلیل ہوتی۔ کیا میں مجنہ کا پانی پی سکوں گا اور کیا شاہد اور

طفیل جیسے چشمے میسر آ سکیں گے۔ میں سرورِ کونینؐ کے پاس آئی انھیں اطلاع دی تو آپ نے کہا:

اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی ویسی محبت پیدا کر جیسی مکہ کی ہے۔ مدینہ کی آب و ہوا کو صحت افزا فرما۔ ہمارے لیے مدینہ کے صاع میں برکت فرما۔ مدینہ کے بخار کو مدینہ بدر کر کے جحفہ میں منتقل فرما“۔

(۱۲) جلد سوم، کتاب اللباس، ص ۳۰۸، حدیث ۷۵۳

عروة عن عائشة قالت هاجر الی الحبشة من المسلمین وتجهز ابوبکر مهاجرًا فقال النبیؐ علی رسلك فانی ارجو ان یؤذن لی فقال ابوبکر او ترجوه بابی انت قال نعم فحبس ابوبکر نفسه علی النبیؐ لصحبته وعلف راحلتین کانتا عنده ورق السمر اربعة اشهر قال عروة قالت عائشة فبینا نحن یومًا جلوس فی بیتنا فی نحر الظهیرة فقال قائل لابی بکر هذا رسول الله مقبلا متقنعا فی ساعة لم یکن یاتینا فیها قال ابوبکر فداءٌ له بابی وامی والله ان جاء به فی هذه الساعة الا لامر فجاء النبیؐ فاستاذن فاذن له فدخل فقال حین دخل لابی بکر اخرج من عندك قال انما هم اهلك بابی انت یارسول قال فانی انما ، قد اذن لی فی الخروج قال فالصحبته بابی انت یارسول الله قال نعم ، قال فخذ بابی انت یارسول الله احدی راحلیتی هاتین قال

النبیؐ بالثمن قالت فجهزناهما احث الجهاز وصنعنا لهما سفرة فی جراب فقطعت اسماء بنت ابی بکر قطعة من نطاقها فاوکت به الجراب ولذٰلك كانت تسمی ذات النطاق ثم لحق النبیؐ وابوبکر بغار فی جبل یقال له ثور فمکث فیه ثلاث لیال یبیت عندهما عبدالله ابی بکر وهو غلام شاب لقن ثقف فیرحل من عندهما سحر فیصبح مع قریش بمکة کبائت فلا یسمع امرًا یکاد ان به الا وعاه حتٰی یاتیهما عامر ابن فهیرة مولٰی ابی بکر ویرعٰی علیهما عامر ابن فهیرة مولٰی ابی بکر فتحه من غنم فیریحها علیهما حین تذهب ساعة من العشاء فیبتان فی رسلها حق ینعق بها عامر ابن فهیرة بغلس یفعل ذٰلك کل لیلةٍ من تلك اللیالی الثلاث

''عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ مسلمانوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور ابوبکر نے بھی ہجرت کی تیاری کی۔ سرورِ کونینؐ نے فرمایا: تم ٹھہر جاؤ کیونکہ مجھے بھی اجازت ملنے کی توقع ہے۔ ابوبکر نے کہا: میرا باپ قربان ہو کیا آپ کو بھی ہجرت کا حکم ملے گا؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! ابوبکر آپ کے کہنے سے رُک گئے اور اپنی سواریوں کو چار ماہ تک ببول کے پتے کھلاتے رہے۔ ایک دن ہم اپنے گھر میں دوپہر کے وقت بیٹھے تھے کہ کسی نے کہا سرورِ کونین تشریف لاتے ہیں اور اپنے چہرہ پر نقاب ڈالے ہیں۔ یہ وقت ایسا تھا کہ ایسے وقت میں آپ کبھی ہمارے ہاں تشریف

لاتے ہوں۔ آپ تشریف لائے، اندر آنے کی اجازت مانگی۔ اجازت مل گئی۔ آپ اندر تشریف لائے، اندر آ کر آپ نے فرمایا کہ تمہارے پاس جتنے لوگ ہیں انہیں ہٹا دو۔ ابوبکر نے کہا: یارسولؐ اللہ! آپؐ کے اہل ہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا مجھے بھی ہجرت کا حکم مل گیا ہے۔ ابوبکر نے کہا: میرے والدین قربان جائیں ان دو ناقاؤں میں سے ایک لے لیں۔ آپؐ نے فرمایا: قیمت کے عوض ایک میری ہوگئی۔ ہم نے دونوں کے لیے سامانِ سفر تیار کیا۔ چمڑے کی ایک تھیلی میں رکھا۔ اسماء بنت ابوبکر نے اپنا کمربند دو نیم کر کے ایک ٹکڑے کی ایک تھیلی کا منہ باندھا۔ اسی لیے اسماء کو ذات النطاق کہا جانے لگا۔ چنانچہ آپ اور ابوبکر دونوں کوہِ ثور چلے گئے۔ وہاں تین راتیں قیام کیا۔ عبداللہ ابن ابوبکر جو کہ ایک ذہین اور نوعمر تھا ان کے پاس رات گزارتا اور صبح کو وہاں سے واپس آ جاتا اور دن قریش میں اس طرح گزارتا گویا رات بھی انہی میں رہا ہو۔ جو بات بھی سنتا اسے یاد کرتا اور رات کو اُن کے پاس پہنچ کر انہیں مطلع کرتا۔ ایک گھڑی رات گزرنے کے بعد ابوبکر کا غلام عامر ابن فہیرہ اپنی بکریاں چرانے کے بہانے لے جاتا اور دونوں رات وہیں گزارتے۔ عامر تاریکی ہی میں وہاں سے پلٹ آتا۔ تین رات تک یہ ایسا کرتے رہے''۔

(۱۳) جلد سوم، کتاب الآداب، ص ۳۸۵، حدیث ۱۰۱۳

عروة ابن الزبير ان عائشة زوج النبي قالت لم اعقل

ابوی الّا وھما یدینان الدین ولم یمر علیھما یوم الّا یاتینا فیہ رسول اللّٰہ طرفی النھار وبکرۃ وعشیہ فبینما نحن جلوس فی بیت ابی بکر فی نحر الظھیرۃ قال قائل ھذا رسول اللّٰہ فی ساعۃ لم یکن یاتینا فیھا قال ابوبکر ماجاء بہ فی ھذہ الساعۃ الا امرو ۔ قال انّی قد اذن لی بالخروج

''عروہ ابن زبیر زوجہ رسول کریمؐ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا اپنے والدین کو مسلمان دیکھا۔ کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا جس کی صبح وشام کو سرورِکونینؐ ہمارے ہاں تشریف نہ لاتے ہوں۔ ایک دن ہم دوپہر کے وقت ابوبکر کے گھر بیٹھے تھے کہ کسی نے کہا: رسولؐ اللہ تشریف لاتے ہیں۔ یہ ایسا وقت تھا جس میں آپ کبھی تشریف نہ لاتے تھے۔ ابوبکر نے کہا: اس وقت آپ کسی انتہائی ضروری کام کے لیے آئے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: مجھے ہجرت کا حکم مل گیا ہے''۔

محترم قارئین! اس عنوان میں گیارہ احادیث ہیں جن میں سے کچھ احادیث کا تعلق وقت ہجرت سے ہے اور کچھ کا تعلق ہجرت کے بعد مدنی زندگی سے ہے۔

ہجرت سے متعلق احادیث: ٭ جلد اول، نمبر ۴۵۹ ٭ جلد اول، نمبر ۲۱۳۸ ٭ جلد دوم، نمبر ۱۰۸۷ ٭ جلد سوم، نمبر ۱۰۱۳ ٭ جلد اول، نمبر ۱۹۹۵ ٭ جلد دوم، نمبر ۱۲۶۲ ٭ جلد دوم، نمبر ۱۴۴۵، ٭ جلد سوم، نمبر ۷۵۳

ہجرت کے بعد کی احادیث: ٭ جلد اول، نمبر ۱۷۶۱ ٭ جلد سوم، نمبر ۶۱۴ ٭ جلد سوم، نمبر ۶۳۷

راوی احادیث ہجرت عروہ ابن زبیر: ٭ جلداول، نمبر ۴۵۹ ٭ جلددوم، نمبر ۲۱۳۸ ٭ جلددوم، نمبر ۱۰۸۷ ٭ جلددوم، نمبر ۱۰۹۳ ٭ جلداول، نمبر ۱۹۹۵ ٭ جلددوم، نمبر ۱۲۶۲ ٭ جلدسوم، نمبر ۷۵۳

راوی احادیث ہجرت عطاء ابن رباح ٭ جلددوم، نمبر ۱۴۴۵

راوی احادیث بعد از ہجرت: ٭ جلداول، نمبر ۱۷۶۱ ٭ جلدسوم، نمبر ۶۱۴ ٭ جلدسوم، نمبر ۶۳۷

گویا واقعۂ ہجرت یا بعد از ہجرت کی دس احادیث کا راوی تنہا بی بی کا بھانجا۔ اسماء بنت ابوبکر کا چھوٹا بیٹا، عبداللہ ابن زبیر کا چھوٹا بھائی اور ابوبکر کا چھوٹا نواسہ عروہ ابن زبیر ہے جب کہ صرف ایک حدیث جلددوم، نمبر ۱۴۴۵ کا راوی عطاء ابن ابی رباح ہے۔ یہ خیال رہے کہ عطاء کی حدیث میں واقعۂ ہجرت یا وبائے مدینہ وغیرہ سے تعلق نہیں بلکہ اس نے بی بی عائشہ سے صرف مسئلہ پوچھا ہے کہ آج کل بھی ہجرت کی جاسکتی ہے یا نہیں جس کا جواب بی بی نے نفی میں دیا ہے۔

احادیث ہجرت: ٭ جلداول، نمبر ۴۵۹ ٭ جلددوم، نمبر ۱۰۸۷ اور ٭ جلدسوم، نمبر ۱۰۱۳ میں بی بی عائشہ نے اپنے بھانجے کو صرف اپنے والدین کے مسلمان ہونے کا بتاتی ہے کہ میں نے ہوش سنبھالا تو میرے والدین مسلمان تھے البتہ جلد اول، نمبر ۲۱۳۸ مشترک ہے جس میں والدین کا اسلام بھی ہے اور آخر میں چند ایک جملے ہجرت سے متعلق بھی ہیں۔

بعد از ہجرت کی احادیث:

ان تین احادیث میں بی بی عائشہ صرف یہ بتانا چاہتی ہیں کہ:

- ہجرت سے قبل مدینہ کی آب و ہوا غیر صحت مند تھی۔
- ابوبکر اور بلال بیمار ہوگئے۔

- سرورِ کونینؐ نے آب و ہوائے مدینہ کو صحت افزا بنانے کی دعا مانگی۔
- صحابہ کو مدینہ کی زندگی پسند نہ تھی۔
- صحابہ کو مکہ سے زیادہ محبت تھی۔
- سرورِ کونینؐ نے ابوبکر و بلال کی بیماری کے پیش نظر صحابہ کے دلوں میں مدینہ کی محبت پیدا کرنے اور سرزمین مدینہ سے بخار کو منتقل کر کے وادیٔ جحفہ میں لے جانے کی سفارش کی۔
- ابوبکر ہر بخار میں موت کو یاد کرتا تھا۔
- بلال ہر بخار میں مجنہ، شامہ اور طفیل کے چشموں کے پانی، اذخر اور جلیل گھاس کی خوشبو کو یاد کرتا تھا۔

وقت ہجرت کی احادیث:

- جلد اول، نمبر ۲۱۴۸، بی بی یہ بتاتی ہے کہ جب سے میں نے ہوش سنبھالا میرے والدین مسلمان تھے۔
- سرورِ کونینؐ ہر دن دو مرتبہ ضرور ہمارے گھر تشریف لاتے تھے۔
- جب دوسرے مسلمان مبتلائے تکالیف ہو کر ہجرت کرنے لگے تو ابوبکر نے بھی حبشہ کا رُخ کیا۔
- برک الغماد نامی مقام پر پہنچے تو بنی قارہ کا سردار ابن دغنہ ملا۔
- ابن دغنہ نے ابوبکر سے پوچھا: کہاں جاتے ہو؟ ابوبکر نے وجہ بتائی۔
- ابن دغنہ نے ابوبکر کے اوصاف گنوائے، ابوبکر کو وعدہ امان دیا اور واپس لایا۔
- ابن دغنہ نے قریش مکہ کو ابوبکر کے اوصاف بتائے اور بتایا کہ میں نے اسے امان دی ہے۔
- قریشِ مکہ نے مشروط امان قبول کی۔

- ابوبکر نے قریشِ مکہ کی شرائط قبول کرلی۔
- ابوبکر نے ابن دغنہ کی دی گئی مشروط امان کی خلاف ورزی کی۔
- قریشِ مکہ نے ابن دغنہ کو بلا کر ابوبکر کی عہد شکنی کا شکوہ کیا۔
- ابن دغنہ نے ابوبکر سے شکوہ کیا اور اپنی امان کی واپسی کا مطالبہ کیا۔
- ابوبکر نے ابن دغنہ کو امان واپس کردی۔
- سرورکونینؐ نے صحابہ کو بتایا کہ مدینہ دارالہجرۃ ہے۔
- ابوبکر مدینہ کو ہجرت کے لیے تیار ہوا۔ سرورکونینؐ نے روک لیا۔
- سرورکونینؐ نے فرمایا کہ مجھے بھی حکم ہجرت کی توقع ہے۔
- ابوبکر نے سوال کیا: کیا آپ بھی ہجرت کریں گے۔
- ابوبکر چار ماہ تک اپنی ناقاؤں کو ببول کے پتے کھلاتے رہے۔

یہ ہے اس حدیث کا ماخذ: اب چند سوالات ہیں جو اس ضمن میں کھٹکتے ہیں۔ اگر کوئی بتا دے تو نوازش ہوگی۔

- عروہ ابن زبیر بوقت ہجرت کتنی عمر کا تھا؟
- بی بی عائشہ بوقت ہجرت کتنی عمر کی تھی؟
- قریشِ مکہ کی جانب سے وہ کون سی ایذائیں تھیں جن کی بنیاد پر ابوبکر عازمِ ہجرت ہوتے تھے؟
- ابن دغنہ اور ابوبکر کا آپس میں کیا تعلق تھا؟
- ابوبکر نے اس ہجرت سے قبل سرورکونینؐ سے اجازت لی تھی یا نہیں؟
- اگر اجازت لی تھی تو اس کا ذکر کہاں ہے؟
- اگر اجازت نہیں لی تھی تو کیوں؟
- ابوبکر نے ابن دغنہ کی امان کیوں قبول کی تھی؟

* کیا ابن دغنہ کی امان قبول کرنے میں ابوبکر نے سرورِ کونینؐ سے اجازت لے لی تھی؟
* اگر اجازت لے رکھی تھی تو کہاں ہے؟
* اگر اجازت نہیں لی تھی تو ایک کافر کی امان کس بنا پر قبول کی؟
* ابوبکر نے قریش کی مشروط امان کیوں قبول کی تھی؟
* کیا سرورِ کونین نے اجازت دی تھی؟
* اگر سرورِ کونینؐ کی اجازت تھی تو سرٹیفکیٹ کہاں ہے؟
* جب ابوبکر مشروط امان قبول کر چکا تھا پھر خلاف شرط کیوں کیا؟
* اپنے گھر کے صحن میں مسجد بنانے کا کیا مطلب ہے؟
* کیا ابوبکر بیت اللہ میں نماز نہیں پڑھتے تھے؟
* کیا اور کسی صحابی نے بھی اپنے گھر میں مسجد بنائی تھی؟
* کیا سرورِ کونینؐ نے بھی اپنے گھر میں مسجد بنائی تھی؟
* یہ مسجد ابوبکر نے سرورِ کونینؐ کی اجازت سے بنائی تھی یا از خود۔
* اگر بلا اجازت بنائی تو کیوں؟
* اگر اجازت لے کر بنائی تھی تو اجازت نامہ کہاں ہے؟
* دوسرے مسلمانوں کے خلاف ابوبکر کو اپنے گھر میں مسجد بنانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟
* کیا آج بھی تاریخ میں اس مسجد کا کوئی وجود ہے؟
* کیا فتحِ مکہ کے وقت بھی اس مسجد کا کہیں ذکر ہے؟
* کیا ابوبکر کے گھر کی چار دیواری وغیرہ نہیں تھی؟
* اگر چار دیواری نہیں تھی تو کیا سبب تھا؟

- اگر چار دیواری تھی تو قریش مکہ کی عورتیں اور بچے آپ کی چار دیواری میں آ کر ابوبکر کو نماز اور قرآن پڑھتا دیکھتے تھے؟
- بی بی نے ذکر تو والدین کے اسلام کا کیا ہے لیکن بات صرف ابوبکر کی کی ہے؟
- بی بی کی والدہ اُم رومان کہاں تھی؟
- کیا وہ بھی نماز اور قرآن پڑھتی تھی؟
- اگر پڑھتی تھی تو کہاں موجود ہے؟
- اگر اُم رومان نماز اور قرآن پڑھتی تھی تو قریش کی عورتیں اور بچے بی بی کے باپ ابوبکر کو کیوں دیکھتے تھے۔ بی بی کی ماں کو کیوں نہ دیکھتے تھے؟
- قریشِ مکہ نے ابن دغنہ کے سامنے ابوبکر سے تو خطرہ ظاہر کیا ہے لیکن بی بی کی ماں سے کسی قسم کا خطرہ ظاہر نہیں کیا کہ وہ کیا ہے؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ بی بی صرف اپنے باپ کی قصیدہ خوانی فرما رہی ہوں؟
- کہیں بی بی یہ تو نہیں بتانا چاہتی کہ ابوبکر ابتداء سے مسلمان تھا جب کہ سرورِ کونین کا ابتدائی زمانہ کسی اور رنگ میں گزرا؟
- دیگر احادیث میں بی بی نے نہ تو ہجرت حبشہ کا ذکر کیا ہے نہ ابن دغنہ کی پناہ کا ذکر کیا ہے، کیا وجہ ہے؟
- جب ابوبکر سوئے حبشہ جا رہے تھے تو تنہا تھے یا بی بی بھی ساتھ تھی؟
- اگر تنہا تھے تو ابوبکر اپنے اہل وعیال کو کس کے سپرد کر گئے تھے؟
- اگر یہ سب ساتھ تھے تو اس کا ذکر کہاں ہے؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ سیاسی حالات کے پیش نظر ابن دغنہ کی امان مشروط قبول کر لی اور جب وہ حالات نہ رہے تو عہد شکنی کر کے اللہ اور رسول کی پناہ تلاش کر لی؟
- جو اللہ اور رسولؐ ابن دغنہ کی امان کے وقت موجود تھے وہ امان سے قبل بھی موجود

تھے اور بعد میں بھی موجود ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ایک وقت ان کی امان کو ناقص سمجھ کر سوئے حبشہ چل دیئے۔ پھر ابن دغنہ کافر کی امان قبول کر لی اور پھر ابن دغنہ سے عہد شکنی کر لی۔

جلد اول، نمبر ۱۹۹۵ میں نہ ابوبکر کی سوئے حبشہ ہجرت کا ذکر ہے اور نہ کفار کی تکالیف وغیرہ کا تذکرہ ہے۔ صرف سرورِ کونینؐ کے صبح و شام تشریف لانے کا ذکر ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ سرورِ کونینؐ بوقت ظہر تشریف لاتے۔ ابوبکر نے اس بے وقت آنے سے کسی ہنگامی ضرورت کا اندازہ لگایا۔ آپ نے ابوبکر سے پوچھا کہ کیا تمہیں بھی معلوم ہے کہ مجھے ہجرت کی اجازت مل گئی ہے۔ ابوبکر کا جواب ذکر نہیں۔ پھر ابوبکر نے ساتھ جانے کا پوچھا۔ آپ نے ساتھ جانے کا فرمایا البتہ جب آپ تشریف لائے تو ابوبکر سے کہا کہ تیرے پاس جو کوئی بھی ہے اسے نکال باہر کر۔ ابوبکر نے کہا: صرف میری دو لڑکیاں یعنی عائشہ اور اسماء ہیں۔ آخر میں ابوبکر کے ایک ناقہ پیش کرنے کا بتایا گیا ہے جسے آنحضورؐ نے بشرط معاوضہ قبول کر لیا۔

چند سوالات:

* کیا سرورِ کونینؐ صرف ابوبکر کے گھر تشریف لاتے تھے یا اور کسی صحابی کے گھر بھی جاتے تھے؟
* اگر صرف ابوبکر کے گھر آتے تھے تو کیا خصوصیت تھی؟
* اگر دوسرے صحابہ کے گھر بھی جاتے تھے تو وہ کون تھے؟
* کیا عائشہ کے ساتھ سرورِ کونین کا عقد ہو چکا تھا؟
* اگر ہو چکا تھا تو ابوبکر نے یہ کیوں نہیں کہا کہ ایک آپؐ کی بیوی ہے اور دوسری میری بیٹی ہے؟
* کیا ابوبکر کا یہ کہنا کہ میری یہی دو بیٹیاں ہیں ہجرت سے قبل عقد عائشہ ثابت کرتا

ہے؟

* اگر عقد ثابت ہوتا ہے تو کیسے؟ اگر ثابت نہ ہو تو پھر کب اور کہاں ہوا؟
* سرورِ کونینؐ نے ابوبکر سے کیوں پوچھا کہ کیا تجھے بھی معلوم ہے کہ مجھے اذنِ ہجرت ہو چکا ہے؟
* کیا سرورِ کونینؐ ابوبکر کے پاس جبرئیلؑ آئے یا الہام کے قائل تھے؟
* بی بی عائشہ کی ماں اُم رومان کہاں تھی؟

جلد دوم، نمبر ۱۲۶۲ میں جلد اول، نمبر ۱۹۹۵ جیسے واقعات ہیں البتہ کچھ اضافہ ہے جو ناقہ آپؐ نے ابوبکر سے خریدی تھی اس کا نام جدعاء بتایا گیا ہے۔ غارِ ثور میں پہنچنے کا ذکر ہے۔

عامر ابن فہیر کا ذکر ہے جو بی بی عائشہ کے مادری بھائی عبداللہ ابن طفیل کا غلام تھا اور یہی عامر ایامِ غار میں صبح و شام ان کے پاس آتا تھا، کسی کو معلوم نہ ہو سکا۔ جب آپؐ غار سے باہر آئے اور مدینہ کی طرف چلے تو عامر بھی ساتھ ہو لیا اور بئر معونہ کے دن مارا گیا۔

چند سوالات:

* جب عامر آپ کے ساتھ چلا آیا تو کیا عبداللہ نے اسے تلاش کیا؟
* اگر تلاش کیا تو نہ ملنے پر اس کا ردِعمل کیا تھا؟
* اگر تلاش نہیں کیا تو کیوں؟
* غار میں پہنچنے، وہاں قیام اور مدینہ رسیدگی تک کا واقعہ بی بی نے خود دیکھا ہے یا عامر سے سنا ہے یا آنحضورؐ سے نقل کیا ہے اور ابوبکر سے روایت کیا ہے؟
* خود تو یقیناً نہیں دیکھا جب کسی سے سنا ہی ہے تو اس کا نام کیوں نہیں بتایا؟

جلد سوم، نمبر ۷۵۳ میں بی بی بتاتی ہے کہ دوسرے مسلمانوں کے جا چکنے کے بعد ابوبکر بھی

آمادہ ہجرت ہوا۔ لیکن سرورِ کونینؐ نے روک لیا اور فرمایا کہ ممکن ہے مجھے بھی اجازت مل جائے۔ ابوبکر نے حیران ہوکر پوچھا: کیا آپ کو بھی اجازت ملے گی؟ آپ نے فرمایا: ہاں! پھر ابوبکر اپنی دو ناقاؤں کو ببول کے پتے کھلا کر موٹا کرنے لگے۔ چار ماہ تک ابوبکر ناقاؤں کو ببول کے پتے کھلاتے رہے ___ ایک دن آپؐ دوپہر کو تشریف لائے۔ ابوبکر کو کسی نے اطلاع دی کہ رسولؐ آرہے ہیں۔ ابوبکر سمجھ گئے کہ کوئی ہنگامی معاملہ ہے۔

آپؐ آگئے اجازت مانگی اندر گئے ابوبکر سے کہا: جو کوئی ہے اسے باہر کردے۔ ابوبکر نے کہا: آپؐ کے گھر والے ہیں۔ ہجرت کا پروگرام بنا۔ ابوبکر نے ایک ناقہ پیش کی۔ آپؐ نے بشرط قیمت لے لی۔ تیاری ہوئی، ناشتہ تیار کیا گیا۔ اسماء نے کمر بند دونیم کرکے ایک سے تھیلی کا منہ باندھا۔ دونوں ہجرت کرکے روانہ ہوگئے۔

عبداللہ ابن ابوبکر نوجوان تھا۔ روزانہ رات کو ان کے پاس جاتا، انھیں حالات سے مطلع کرتا اور صبح کو تڑکے واپس آجاتا۔ صبح کو عامر ابن فہیرہ بکریاں چرانے کے بہانے وہاں آجاتا۔ پھر عبداللہ اور عامر دونوں ان کے پاس رات گزارتے۔

سوالات:

* دیگر تمام احادیث میں ابوبکر نے کہا: میری بیٹیاں ہیں لیکن اس حدیث میں کہا کہ آپؐ کے گھر والے ہیں؟ کیا عائشہ اور اسماء دونوں آپ کی گھر والیاں تھیں؟
* ابوبکر حیران ہوکر آپؐ سے کیوں پوچھتا تھا کہ آپ کو بھی ہجرت کا حکم ہوگا؟
* سرورِ کونینؐ دوپہر کو چہرہ پر نقاب کیوں ڈالے ہوئے تھے؟
* اسماء کو کمر بند دونیم کرنے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟
* کیا گھر میں کوئی اور کپڑا یا رسی کا ٹکڑا موجود نہیں تھا؟
* جلد دوم، نمبر ۱۲۶۲ میں عبداللہ ابن طفیل بی بی کا مادری بھائی بتایا گیا ہے جبکہ زیرِ نظر

حدیث میں عامر کو ابوبکر کا غلام بتایا گیا ہے، کیا وجہ ہے؟

- ❊ جلد دوم، نمبر ۱۲۶۲ میں حالات لانے اور لے جانے کی خاطر آنے والا صرف عامر تھا لیکن زیرِ نظر حدیث میں عبداللہ ابن ابوبکر بتایا گیا ہے کوئی وجہ؟
- ❊ سابقاً یہ بتایا گیا تھا کہ عامر بھی ہجرت کر کے مدینہ چلا آیا تھا، لیکن زیرِ نظر حدیث میں نہ ہجرت عامر کا ذکر ہے اور نہ ہی عبداللہ کا۔ کچھ تو بتایا جائے۔
- ❊ یہ اضطراب، یہ بے چینی اور یہ اختلاف بیان اس بات کی علامت تو نہیں کہ یہ سب کچھ اپنی صفائی، اپنی دیانت داری اور اپنے منہ میاں مٹھو بننے کی کوشش تو نہیں۔ کہیں یہ سب کچھ بنایا تو نہیں گیا؟
- ❊ اگر بنایا نہیں گیا تو پھر ایک ہی واقعہ کی اتنی مختلف تعبیریں کیوں ہیں؟
- ❊ حالانکہ راوی ایک ہے، محدث ایک ہے، واقعہ ایک ہے، بات ایک ہے اور ہجرت ایک ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہر روایت دوسری سے مختلف مقصود اور معنی لیے ہوئے ہے؟

مادرِ معاویہ

کُل چھ احادیث ہیں:

- ❊ جلد سوم، نمبر ۳۲۷، راوی عروہ
- ❊ جلد سوم، نمبر ۳۳۲ "
- ❊ جلد دوم، نمبر ۴۳۷ "
- ❊ جلد سوم، نمبر ۳۳۸ "
- ❊ جلد سوم، نمبر ۲۰۴۸ "
- ❊ جلد اول، نمبر ۲۲۸۵ "

(۱۳) جلد سوم، کتاب النفقات، ص ۱۶۹، حدیث ۳۲۷

عروۃ ان عائشۃ قالت جاء ت ھند بنت عتبۃ فقالت

یارسول اللّٰہ ان ابا سفیان رجل مسیك فهل علیٰ حرج ان اطعم من الّذی له عیالنا

''عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ہند بنت عتبہ آئی اور عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ابوسفیان بخیل آدمی ہے اگر میں اس کے مال میں سے بچوں کو کھلاؤں تو کوئی حرج ہے؟

(۱۵) جلد سوم، کتاب النفقات، ص ۱۷۱، حدیث ۳۳۲

هشام قال أخبرنی ابی عن عائشة ان هند بنت عتبة قالت یارسول اللّٰه ان اباسفیان رجل شحیح ولیس یعطینی ما یکفینی وولدی الا ما اخذت منه وهو لا یعلم

''ہشام اپنے والد کے ذریعہ بی بی عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ ہند بنت عتبہ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ابوسفیان انتہائی بخیل آدمی ہے۔ مجھ کو اتنا نہیں دیتا جو میرے اور میرے بچوں کے لیے کافی ہو۔ سوائے اس کے کہ ساتھ شامل کیے جو میں اس کی لاعلمی میں لے لوں''۔

(۱۶) جلد سوم، کتاب الانبیاء، ص ۴۳۸، حدیث ۴۳۷

عروة عن عائشة قالت جاء ت هند بنت عتبة قالت یارسول اللّٰه ما کان علی ظهر الارض من اهل خباء احب الی ان یذلوا من اهل خبائك ثم ما اصبح الیوم علی ظهر الارض اهل خباء احب الی ان یعزوا من اهل خبائك قال وایضا والّذی نفسی بیده قالت یارسول

اللّٰہ ان اباسفیان رجل مسیک فھل علی حرج ان اطعم من الذی لیہ عیالنا قال لا راہ الا بالمعروف

''عروہ بی بی عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ ہند بنت عتبہ سرورِ کونینؐ کے پاس آئی اور کہنے لگی: یارسولؐ اللہ! ایک وقت تھا جب میری نگاہ میں آپؐ کے خیام کی نسبت ذلت کے مستحق کوئی خیمہ نہ تھا لیکن آج میری نگاہ میں روئے زمین پر آپؐ کے خیام سے زیادہ قابلِ عزت کوئی خیمہ نہیں۔ بخدا پھر کہا: یارسولؐ اللہ! ابوسفیان انتہا کا بخیل ہے۔ اگر میں اپنے عیال کو اس کے مال سے (بلااجازت) کھلاؤں تو کوئی حرج نہیں ہے۔ آپؐ نے فرمایا: میں تو جائز طریقہ کے علاوہ اجازت نہیں دوں گا''۔

(۱۷) جلد سوم، کتاب النفقات، ص ۱۷۳، حدیث ۳۳۸

عروۃ عن ابیہ عن عائشۃ قالت ھند یارسول اللّٰہ ان ابا سفیان رجل شحیح فھل علی جناح ان اخذ من مالہ ما یکفینی وبنی

''عروہ اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ہند بنت عتبہ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ابوسفیان حد درجہ کا بخیل ہے۔ اگر میں اس کے مال سے (بلااجازت) اتنا لے لوں جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو تو کیا جائز ہے؟''

(۱۸) جلد سوم، کتاب الاحکام، ص ۷۷۳، حدیث ۲۰۴۸

ھشام عن ابیہ عن عائشۃ ان ھند قالت للنبیؐ ان ابا سفیان رجل شحیح فاحتاج ان اخذ من مالہ

''ہشام اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ ہند نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ابوسفیان انتہا کا بخیل ہے جس کی بدولت مجھے اس کے مال سے (بلااجازت) لینے کی ضرورت پڑتی ہے''۔

(۱۹) جلد اول، کتاب المظالم، ص ۸۴۸، حدیث ۲۲۸۵

عروۃ ان عائشۃ قالت جاء ت ھند بنت عتبہ ابن ربیعہ فقالت یارسول اللّٰہ ان ابا سفیان رجل مسیک فھل علی حرج ان اطعم من الّذی لہ عیالنا فقال لا حرج علیک ان تطعمیھم بالمعروف

''عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ہند بنت عتبہ ابن ربیع آئی اور عرض کیا یارسولؐ اللہ! ابوسفیان انتہائی بخیل ہے اگر میں اس کے مال سے (بلااجازت) اپنے بچوں کو کھلاؤں تو کوئی حرج ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اگر جائز حد تک کھلائے تو کوئی حرج نہیں''۔

محترم قارئین! یہ چھ احادیث ہیں جن کا راوی تنہا بی بی کا بھانجا عروہ بن زبیر ہے۔ کیا ان میں تکرار ہے؟ ممکن ہے ہمارے بعض نادان دوست یہ سمجھ لیں کہ ایک ہی حدیث کو امام بخاری نے بار بار لکھا ہے لہٰذا یہ چھ احادیث نہیں بلکہ ایک حدیث ہے تو آئیے ایک مرتبہ پھر احادیث میں غور فرمائیے اور دیکھیے کہ کیا تکرار ہے۔

- جلد سوم، نمبر ۳۲۷، ان ابا سفیان رجل مسیک جلد سوم، نمبر ۳۳۲ انا ابا سفیان رجل شحیح۔
- جلد سوم، نمبر ۳۲۷ میں سرورِ مومنین کا جواب مذکور ہے جبکہ جلد سوم، نمبر ۳۲۷، ۳۳۲، ۳۳۸، ۲۰۴۸ میں مادرِ معاویہ زوجۂ ابوسفیان کا شکوہ اور اعتراف جرم ہے۔

* جلد دوم، نمبر ۴۲۳۷ اور جلد اول نمبر ۲۲۸۵ میں سرورِ کونینؐ کے جواب کو ملاحظہ فرمائیں۔ دونوں احادیث میں مختلف ہے۔
* جلد دوم، نمبر ۴۲۳۷ میں فرماتے ہیں: **لا اراہ الا بالمعروف** جائز طریقہ کے علاوہ میں اجازت نہیں دیتا۔
* جلد اول، نمبر ۲۲۸۵ میں فرماتے ہیں: **لا حرج علیك ان تطعمیطم بالمعروف** اگر جائز طریقہ سے کھلائے تو کوئی حرج نہیں۔
* اگر فرداً فرداً آپ ایک حدیث کا موازنہ کریں تو آپ کو واضح فرق نظر آئے گا اور یہی فرق ہی اس بات کی واضح دلیل ہے کہ ہر حدیث اپنی ایک مستقل حیثیت رکھتی ہے اور ان میں تکرار نہیں ہے۔

یہ واضح ہو جانے کے بعد اب آیئے ان احادیث میں فکر کریں اور دیکھیں کہ ان احادیث کی روایت میں بی بی کیا بتانا چاہتی ہیں:

جہاں تک میں سمجھتا ہوں بی بی بتانا یہ چاہتی ہیں کہ:

* جد المومنین ابوسفیان بقول جدۃ المومنین ہند مادر معاویہ حد درجہ بخیل تھا۔
* ابوسفیان گھریلو اخراجات کے لیے اتنا نہیں دیتا جو کافی ہوتا۔
* جدۃ المومنین مومنین کے ماموں اور خالاؤں کو کھلانے کے لیے اپنے شوہر کی چوری کرنے پر مجبور تھی۔
* خال المومنین کے گوشت و پوست میں ماں کے چوری کردہ مال کا خون شامل تھا۔ معاویہ کی ماں مسلمان ہونے کے بعد اپنی چوری کو جائز کرنے کی خاطر آپ کے پاس کئی مرتبہ حاضر ہوئی۔
* سرورِ کونینؐ نے چار مرتبہ تو کوئی جواب نہ دیا اور ہند کی بات سن کر خاموش ہو گئے۔
* آپ نے پانچویں اور چھٹی بار بھی جائز طریقہ کے علاوہ اجازت نہ دی۔

مادر معاویہ نے کئی دفعہ مسیک کا لفظ استعمال کیا ہے اور کئی دفعہ شحیح کہا ہے۔

* مسیک کا معنی صرف بخیل ہوتا ہے لیکن شحیح کا معنی لالچی بخیل ہوتا ہے؟

چند سوالات:

* ہند کے نواسے اور معاویہ کے بھانجے نانی کے اس عمل کو کیا نام دیں گے؟
* کیا نانی اماں مسلمانوں کے نانا ابا کی غیبت نہیں کر رہی؟
* کیا اماں جان نے یہ احادیث بیان کر کے اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں درج کر کے ماموں جان کی توہین تو نہیں کی؟
* کیا نانی اماں اسلام سے قبل اور اسلام کے بعد اپنی چوری کا اقرار نہیں کر رہی؟
* کیا تعزیراتِ پاکستان کے مطابق نانی اماں کا یہ عمل قانون کے مطابق ہے؟
* عم رسولؐ سید الشہداء جناب حمزہؓ کا جگر چبانے کے بعد بھی نانی اماں کو کچھ کھانے کی ضرورت ہوتی ہے؟

بی بی کا دردِ سر اور سرورِ کونینؐ کی خواہش

دو احادیث:

* جلد سوم، نمبر ۲۰۸۱، راوی قاسم ابن محمد
* جلد سوم، نمبر ۶۲۶ "

(۲۰) جلد سوم، کتاب الاحکام، ص ۷۸۸، حدیث ۲۰۸۱

قاسم ابن محمد قالت عائشة وراساه! فقال رسول الله ذاك لو كان وانا حي فاستغفر لك واوعولك فقالت عائشة واثكلياه والله انّي لاظنك تحب موتي ولو كان ذاك لظللت اخر يومك معرسا ببعض ازواجك فقال

النبیؐ بل انا وراساه لقد هممت او اردت ان ارسل الی ابی بکر وابنته فاعهد ، ان یقول القائلون او یتمنی المتمنون ثم قلت یابی اللّٰہ ویدفع المومنون او یدفع اللّٰہ ویابی المومنون

''قاسم ابن محمد بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ (ایک دن) شدت دردِ سر کی وجہ سے میں نے کہا: ہائے سر۔ آپ (سُن رہے تھے) نے فرمایا: اگر تو (دردِ سر میں) مرجائے اور میں زندہ ہوا تو تیرے لیے دعا کروں گا اور مغفرت مانگوں گا۔ بی بی نے (تڑپ کر) کہا: میری ماں مجھے گم کرے۔ میں سمجھتی ہوں آپ میری موت ہی کو پسند کرتے ہو۔ بخدا اگر میں مرگئی تو آپ (میری موت کے دن) اپنی کسی بیوی کے ساتھ خوشی منائیں گے۔ آپ نے فرمایا: (یہ کون سی بات ہے لو میں کہتا ہوں) ہائے دردسر۔ میں نے تو چاہا کہ ابوبکر اور اس کی بیٹی کو بلا کر خلیفہ مقرر کردوں تاکہ کوئی کہنے والا یا تمنا کرنے والا تمنا نہ کرے۔ پھر میں نے کہا کہ اللہ انکار کرے گا اور مومن دفع کریں گے یا اللہ دفع کرے گا اور مومن انکار کریں گے''۔

(۴۱) جلد سوم، کتاب المرضی، ص ۲۶۳، حدیث ۴۲۶

قاسم ابن محمد قال قالت عائشة وراساه فقال رسول اللّٰہ لو کان ذاك وانا حی فاستغفر لك وادعولك فقالت عائشة واثکلاه واللّٰہ انی لاظنك تحب موتی ولو کان ذاك لظللت آخر یومك معرسا ببعض ازواجك فقال

النبیؐ بل انا وا رأساہ لقد هممت او اردت ان ارسل الی ابی بکر وابنته واعهد ان یقول القائلون او یتمنی المتمنون ثم قلت یابی اللہ ویدفع المومنون او یدفع اللہ ویابی المومنون

''قاسم ابن محمد روایت کرتا ہے کہ (ایک دن) بی بی عائشہ نے ہائے سر کہا۔ سرورِ کونینؐ نے فرمایا: اگر تو مرگئی اور میں زندہ رہا تو تیرے لیے دعائے مغفرت کروں گا۔ بی بی نے کہا: ہائے میری ماں مجھے گم کرے۔ بخدا میں سمجھتی ہوں کہ آپ میری موت چاہتے ہیں اگر میں مرگئی تو آپؐ اپنی کسی بیوی کے ساتھ خوشی کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا: لو میں ہائے سر کہے لیتا ہوں میں نے تو ارادہ کیا تھا کہ ابوبکر اور اس کی بیٹی کو بلا کر خلافت کا اعلان کردوں لیکن پھر میں نے کہا کہ اللہ انکار کرے گا اور مومنین دفع کریں گے یا اللہ دفع کرے گا اور مومنین انکار کریں گے''۔

اگرچہ یہ دونوں احادیث مختلف ابواب میں مذکور ہیں لیکن راوی الفاظ اور معنی کے اعتبار سے ہم معنی ہیں۔ لہٰذا اگر اسے تکرار کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ بنابریں ہم بھی ان دو احادیث کو ایک کی حیثیت دے کر بات کرنے چلے ہیں۔

راوی قاسم ابن محمد ہے۔ بی بی عائشہ نے راوی کو بتایا کچھ نہیں۔ نہ ہی قاسم بی بی کی زبانی نقل کر رہا ہے بلکہ سرورِ کونینؐ اور بی بی کا یہ مکالمہ قاسم نے خود سنا ہے اور خود ہی نقل کیا ہے۔

قاسم کیا بتاتا ہے:

- بی بی کے سر میں درد ہے، شدتِ درد سے بلبلا کر بی بی کہتی ہے ہائے میرا سر۔

- سرورِ کونینؐ فرماتے ہیں کوئی حرج نہیں اگر یہ سر چلا گیا اور میں زندہ رہا تو ان شاء اللہ تیرے لیے دعائے مغفرت کروں گا۔
- بی بی کہتی ہے ہائے میری ماں مجھے روئے۔ میں تو پہلے سے سمجھ چکی ہوں کہ آپؐ میری موت کے خواہش مند ہیں۔
- آپؐ دعا کیا مانگیں گے بخدا اگر میں مرگئی تو آپؐ اپنی کسی بی بی کے ہاں میری موت کی خوشی منائیں گے۔
- آپؐ فرماتے ہیں: یہ کون سی بات ہے لو میں بھی تیری طرح ہائے سر پکارتا ہوں۔
- میرا ارادہ تو تھا کہ ابوبکر اور اس کی بیٹی کو بلا کر خلافت کا فیصلہ کر دوں تا کہ چہ میگوئیوں کا سلسلہ رہے اور نہ ہی کسی خواہش مند خلافت کی تمنا باقی رہے۔
- لیکن پھر میں نے سوچا کہ میرے اعلانِ خلافت کو اللہ ٹھکرا دے گا اور مومنین انکار کر دیں گے۔
- یا لیکن پھر میں نے سوچا کہ میرے اعلانِ خلافت سے اللہ انکار کر دے گا اور مومنین ٹھکرا دیں گے۔

قارئینِ محترم! یہ ہے اس حدیث کا ماحصل! بات کہاں تھی پہنچی کہاں۔ بات کا آغاز سر کے درد سے ہوا اور تان خلافت پر ٹوٹی۔ کچھ تو آپ بھی سمجھ رہے ہوں گے۔

- آپ ہی بتائیں اعلانِ خلافت اور بی بی کے دردِ سر میں بھی کوئی رابطہ ہے۔اب ذرا آیئے! ان قاسم ابن محمد سے چند سوال ہی کرلیں۔ اگرچہ قاسم ابن محمد اس جہانِ فانی میں موجود نہیں ہیں لیکن سقیفۂ بنی ساعدہ میں خلافت کی کھیر پکانے والوں کے ایجنٹ الحمدللہ لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔ ممکن ہے وہ ہم جیسے ناداروں کی جھولی گل مراد سے بھر دیں اور ہمارے توہمات کو صحیح ڈگر مہیا فرما سکیں۔
- تو میرے محترم قارئین! مناسب ہوگا اگر میں خود ہی اپنی ایک غلطی کا اعتراف کرتا

چلوں بجائے اس کے کہ اپنے سابقہ لکھے ہوئے کو مٹاؤں آپ کو مطلع کردوں کہ یہ ایک حدیث اور مکرر نہیں بلکہ دو حدیثیں ہیں اور مختلف ہیں۔ ذرا ایک مرتبہ پھر غور فرمائیں:

جلد سوم، نمبر ۲۰۸۱: لقد هممت او اردت ان ارسل الی ابی بکر وابنته "میں نے قصد کیا یا ارادہ کیا کہ ابوبکر اور ان کی بیٹی کو بلا بھیجوں"۔

جلد سوم، نمبر ۶۲۶: لقد هممت او اردت ان ارسل الی ابی بکر وابنه "میں نے چاہا کہ ابوبکر اور ان کے بیٹے کو بلا بھیجوں"۔

اگر مترجمین محمد عادل خان اور قاری محمد فاضل صاحب ترجمہ دونوں جگہ بیٹی سے کرتے یا دونوں جگہ بیٹے سے کرتے تو میں بھی یہی سمجھتا کہ عربی متن میں ابن یا ابنۃ کاتب کی غلطی کا نتیجہ ہے لیکن قاری صاحبان کے ترجمہ نے اس غلطی کی طرف متوجہ کردیا اور میں سمجھ گیا کہ حدیثیں دو ہیں۔

ایک میں سرورِ کونینؐ نے ابوبکر اور اس کے بیٹے کو بلانے کا ارادہ کیا ہے جبکہ دوسری حدیث میں آپؐ نے ابوبکر اور اس کی بیٹی کو بلانے کا ارادہ کیا ہے۔

تو میرے محترم قارئین! اب آیئے اور قاسم ابن محمد سے چند سوال کریں۔

- یہ قاسم ابن محمد خود کون ہے؟
- قاسم نے یہ نہیں بتایا کہ یہ واقعہ کسی سفر کا ہے یا گھر کا؟
- قاسم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ بی بی کے دردِسر کے ساتھ اعلانِ خلافت کا کیا رابطہ تھا؟
- قاسم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ بی بی دردِسر کی معمولی تکلیف میں یہ ہائے ہائے کیوں کررہی ہے؟
- قاسم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ بی بی عائشہ کی موت سرورِکونینؐ کے لیے کیوں باعثِ

مسرت تھی؟

- قاسم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ بی بی کے وہ کون سے گناہ تھے جن کی مغفرت کی دعا سرورِ کونینؐ بی بی کی موت کے بعد کرتے۔
- قاسم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ بی بی کو یہ علم کیسے تھا کہ سرورِ کونینؐ میری موت چاہتے ہیں؟
- قاسم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ بی بی کو یہ کیسے معلوم تھا کہ سرورِ کونینؐ میرے مرنے کے بعد اپنی کسی بی بی کے ساتھ خوشی منائیں گے؟
- قاسم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ سرورِ کونینؐ نے کیوں "ہائے سر" کہا؟
- قاسم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ سرورِ کونینؐ ابوبکر کے علاوہ کس بیٹی یا بیٹے کو بلانا چاہتے تھے؟
- قاسم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ جس بیٹی کو آپ بلانا چاہتے تھے وہ بی بی عائشہ تھی یا اسماء یا اُم کلثوم؟
- اگر آپ اسماء یا اُم کلثوم کو بلانا چاہتے تھے تو کس لیے؟
- کیا انھیں بھی باپ کی خلافت میں حصہ دار بنانا تھا؟
- اگر آپ بی بی عائشہ کو بلانا چاہتے تھے تو کہاں سے بلاتے؟
- کیا بی بی عائشہ آپؐ کے گھر میں نہیں رہتی تھی؟
- اگر گھر میں رہتی تھی تو بلانے کی کیا ضرورت تھی؟
- اگر گھر میں نہیں رہتی تھی تو کہاں رہتی تھی اور کیوں رہتی تھی؟
- قاسم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ آپ ابوبکر کے ساتھ ابوبکر کے کون سے بیٹے کو بلانا چاہتے تھے؟
- کیا عبدالرحمٰن ابن ابوبکر کو بلانا چاہتے تھے؟

- کیا عبداللہ ابن ابوبکر جو ہجرت میں معاون تھا کو بلانا چاہتے تھے؟
- کیا کسی اور ابن ابوبکر کو بلانا چاہتے تھے؟
- جسے بھی بلانا چاہتے تھے کیوں بلانا چاہتے تھے؟
- قاسم نے یہ نہیں بتایا کہ آپ کسی صحابی کو بلا کر خلافت کا فیصلہ کیوں نہیں فرمانا چاہتے تھے؟
- قاسم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ آپ خلافت کا فیصلہ کہاں کرنا چاہتے تھے گھر میں یا مسجد میں؟
- اگر گھر میں کرنا چاہتے تھے تو کس بناء پر؟
- کیا دیگر اس قسم کے مسائل اور احکام بھی آپ گھر ہی سے نافذ فرماتے تھے؟
- اگر دیگر احکام گھر سے نافذ نہیں فرماتے تھے تو خلافت کا فیصلہ گھر میں کرنے کی وجہ کیا تھی؟
- اگر آپ مسجد میں بلانا چاہتے تھے تو کیا ضرورت تھی؟
- کیا ابوبکر مسجد میں نہیں آتا تھا اگر آتا تھا تو بلانے کی کیا ضرورت تھی؟
- اگر نہیں آتا تو کیوں؟
- کیا ابوبکر نماز باجماعت نہیں پڑھتا تھا اگر نہیں پڑھتا تھا تو کیوں؟
- جب سرورِ کونینؐ نے ابوبکر کو خلیفہ بنانے کا ارادہ کر لیا تھا تو کیا منشائے ایزدی کے خلاف تھا؟
- اگر آپ کا ارادہ منشائے ایزدی کے خلاف تھا تو اس قسم کے کسی اور ارادہ کی کوئی مثال؟
- کیا سرورِ کونینؐ اس پوزیشن میں تھے کہ وہ رضائے رب معلوم کیے بغیر کسی کام کا ارادہ کریں؟

- جب آپؐ نے ارادہ کرلیا تھا تو پھر اللہ کے انکار اور مومنین کے مسترد کردینے کا کیا معنی؟
- کیا مومنین سرورِ کونینؐ کے فرامین مسترد کرنے کے عادی تھے؟
- اگر مومنین کی یہ عادت تھی تو کیوں؟
- ایسے مومنین جو سرورِ کونینؐ کے احکام سے انکار کردیں مومنین کہلا سکتے ہیں؟
- کیا یہ سب کچھ ابوبکر کی قابضانہ حکومت کے جواز کے سہارے تو نہیں؟
- کیا ابوبکر نے سقیفۂ بنی ساعدہ میں سرورِ کونینؐ کے اس ارادہ کا اظہار کیا تھا؟
- اگر کیا تھا تو کہاں ہے؟
- اگر نہیں کیا تھا تو کیا یہ سب کچھ بعد کی پیداوار نہیں؟
- جن مومنین کے متعلق سرورِ کونینؐ کو خطرہ تھا کہ وہ ابوبکر کو خلیفہ تسلیم نہیں کریں گے وہ کون تھے؟
- سرورِ کونینؐ کی وفات کے بعد یہ مومنین کہاں گئے تھے؟
- جب سرورِ کونینؐ کی زندگی میں اللہ کے انکار اور مومنین کے ٹھکرا دینے کا خطرہ تھا تو سرورِ کونینؐ کے بعد مومنین کو کیسے راضی کیا گیا؟
- آپ کی وفات کے بعد اللہ کی رضامندی کا علم کیسے ہوا؟
- کہیں چودہ صدیوں سے "رضی اللہ" کا لاحقہ اسی خطرہ کے پیشِ نظر تو نہیں؟

یہودیوں پر لعنت

کُل سات احادیث ہیں:

- جلد دوم، نمبر ۱۵۲۶، راوی عروہ
- جلد سوم، نمبر ۱۶۱۷، راوی عبید اللہ ابن عبداللہ
- جلد اوّل، نمبر ۴۲۰

* جلد اوّل، نمبر ۱۲۴۳، راوی عروہ
* جلد دوم، نمبر ۶۷۱، راوی عبیداللہ ابن عبداللہ
* جلد دوم، نمبر ۱۵۶۱ "
* جلد دوم، نمبر ۱۵۶۷ "

(۴۲) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۶۹۸، حدیث ۱۵۶۶

عروة ابن الزبير عن عائشة قالت قال النبيؐ فی مرضه الّذی لم يقم منه لعن اللّٰه اليهود اتخذوا قبور انبياء هم مساجد قالت عائشة لولا ذٰلك لا برز قبره خشی ان يتخذ مسجدًا

"عروہ ابن الزبیر بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ آپ نے اپنے اس مرض میں جسے صحت یاب نہ ہوئے فرمایا: اللہ یہودیوں پر لعنت کرے کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔ اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو سرورِ کونینؐ کے مزار کو بھی ظاہر کردیا جاتا"۔

(۴۳) جلد سوم، کتاب اللباس، ص ۳۱۱، حدیث ۷۱۱

عبيداللّٰه ابن عبداللّٰه ابن عتبه ان عائشة و عبداللّٰه ابن عباس قال لما نزل برسول اللّٰه طفق يطرح خميصة له على وجهه فاذا اغتم كشفها عن وجهه فقال وهو كذٰلك لعنة اللّٰه على اليهود والنصارىٰ اتخذوا قبور انبياء هم مساجد

"عبیداللہ ابن عبداللہ ابن عتبہ بی بی عائشہ اور عبداللہ ابن عباس

نے روایت کرتا ہے کہ جب سرورِ کونینؐ پر بیماری نازل ہوئی تو آپ نے اپنے چہرہ پر رومال ڈال لیتے تھے۔ جب شدتِ غم میں اضافہ ہوتا تو رومال منہ سے ہٹاتے اور فرماتے: یہود ونصاریٰ پر اللہ کی لعنت ہو۔ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا۔ جو کچھ انھوں نے کیا تھا اس سے ڈر کر فرماتے تھے"۔

(۴۴) جلد اول، کتاب الجنائز، ص۵۰۲، حدیث ۱۲۴۳

عروة عن عائشة عن النبیؐ قال فی مرضه الّذی مات فیه لعن اللّٰه الیهود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاء هم مساجد قالت لولا ذٰلك لا برزوا قبره غیر انی اخشی ان یتخذ مسجدًا

"عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ جس مرض میں سرورِ کونینؐ کی وفات ہوئی۔ فرمایا: اللہ یہود ونصاریٰ پر لعنت کرے۔ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔ بی بی کہتی ہے اگر یہ خطرہ نہ ہوتا تو آپ کی قبر بھی ظاہر کردی جاتی۔ علاوہ ازیں مجھے بھی خطرہ ہے کہ کہیں قبرِ نبی کو عبادت گاہ ہی نہ بنالیا جائے"۔

(۴۵) جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص۳۱۲، حدیث ۶۷۱

عبیداللّٰه ابن عبداللّٰه ان عائشة وابن عباس قالا لما نزل برسول اللّٰه طفق یطرح خمیصة له علی وجهه فاذا اغتم کشف عن وجهه فقال وهو کذٰلك لعنة اللّٰه علی الیهود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاء هم مساجد یحذر ما صنعوا

"عبیداللہ ابن عبداللہ، بی بی عائشہ اور ابن عباس سے نقل کرتا ہے کہ جب سرورِ کونینؐ پر تکلیف نازل ہوئی تو آپ بار بار اپنے منہ پر رومال ڈال لیتے۔ جب شدتِ غم میں اضافہ ہوتا، منہ سے رومال ہٹا کر اسی حالت میں کہتے: اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے۔ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔ آپ یہودیوں کے کردار سے ڈرتے تھے"۔

(۲۹) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۶۹۹، حدیث ۱۵۶۷

عبیداللّٰہ ابن عبداللّٰہ ابن عتبہ ان عائشۃ وابن عباس قال لما نزل برسول اللّٰہ طفق یطرح خیصہ لہ علی وجہہ فاذا اغتم کشفہا عن وجہہ وھو کذٰلک یقول لعنۃ اللّٰہ علی الیہود والنصاریٰ اتخذوا قبور انبیاء ھم مساجدا یحذر ما صنعوا

"عبداللہ ابن عبداللہ ابن عتبہ، بی بی عائشہ اور عبداللہ ابن عباس سے روایت کرتا ہے کہ جب سرورِ کونینؐ کی بیماری میں اضافہ ہوا تو آپ اپنے رومال سے چہرہ ڈھانپتے تھے جب شدت میں اضافہ ہوتا، رومال منہ سے ہٹا کر فرماتے: اللہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کرے کہ انھوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا۔ آپ ان کے اس کام سے ڈرتے تھے"۔

محترم قارئین! یہ چھ احادیث آپ کے سامنے ہیں:

- چار احادیث کا راوی عبیداللہ ابن عبداللہ ابن عتبہ ہے جن سے عبیداللہ سے روایت کی ہے وہ بی بی عائشہ اور عبداللہ ابن عباس دو ہیں۔

* عبیداللہ کی چار احادیث میں سے جلد سوم، نمبر۱۶۱۷ دیگر احادیث سے مختلف ہے۔ یعنی جلد اوّل، نمبر۴۲۰، جلد دوم، نمبر۱۷۶ اور جلد دوم، نمبر۱۵۶۷۔ الفاظ مفہوم اور معنی کے لحاظ سے بالکل ایک جیسی ہیں۔

ذرا آپ غور فرمائیں: جلد سوم، نمبر۱۶۱۷ مساجد پر ختم ہوتی ہے جبکہ دیگر تین احادیث کا خاتمہ ما صنعوا کے جملہ پر ہوتا ہے بنابریں عبیداللہ کی احادیث میں تکرار کہا جاسکتا ہے۔

* تین احادیث کا راوی بی بی عائشہ کا بھانجا عروہ ابن زبیر ہے۔ عروہ نے صرف اور صرف بی بی ہی سے روایت کی ہے۔
* عروہ کی دونوں احادیث عبیداللہ کی احادیث سے مختلف ہیں۔

(الف) عبیداللہ کی احادیث کے محدث عبداللہ ابن عباس اور بی بی دونوں ہیں۔ عروہ کی احادیث کی محدث صرف بی بی ہے۔

(ب) عبیداللہ کی احادیث میں یہود و نصاریٰ دونوں کو شمار کیا گیا ہے۔ عروہ کی احادیث میں صرف یہود ہیں نصاریٰ نہیں۔

(ج) عبیداللہ کی احادیث میں ایک کا اختتام صرف مساجد پر ہے اور تین کا خاتمہ سرورِ کونینؐ کے خوف پر گیا ہے۔

عروہ کی احادیث میں سرورِ کونینؐ کے مزار کو مخفی رکھنے کی وجہ بتائی گئی ہے:

* عروہ کی دو احادیث جلد دوم، نمبر۱۵۶۶ اور جلد اول، نمبر۱۲۴۳ ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ان میں تکرار نہیں۔ ملاحظہ فرمائیے:
* جلد اول، نمبر۱۲۴۳ میں قال فی مرضه الّذی مات فیه (جس مرض میں آپ مرگئے اس میں فرمایا) ہے۔ جبکہ جلد دوم، نمبر۱۵۶۶ میں قال النبیؐ فی مرضی الّذی لم یقم منه (جس بیماری کے بعد روبصحت نہ ہوئے اس میں

فرمایا) ہے۔

- جلد اول، نمبر۱۳۴۳ میں غیز انی اخشی ان یتخذ مسجدًا (مجھے خطرہ یہ ہے کہ کہیں آپ کا مزار عبادت گاہ نہ بن جائے) ہے۔ جبکہ جلد دوم، نمبر۱۵۷۶ اخشی ان یتخذ مسجدًا (ڈر محسوس کیا گیا کہ کہیں مزار رسول عبادت گاہ نہ بن جائے) ہے۔

ممکن ہے بازاری مٹھ باز مفتیانِ کرام جن کے شب و روز شیعیانِ آلِ محمد کی عداوت میں بسر ہوتے ہیں اور ہر وقت ان کی زبان پر شیعہ کافر، شیعہ کافر کا ورد رہتا ہے۔ ان باریکیوں کو نہ سمجھ سکیں اور وہ اسے بھی تکرار قرار دیں۔ لیکن علم حدیث کے محرم راز اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ عبیداللہ اور عروہ کی احادیث ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ عبیداللہ کی ایک حدیث دیگر تین احادیث سے مختلف ہے اور عروہ کی دونوں حدیثیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ان میں تکرار نہیں۔

گویا اس عنوان کی چھ احادیث میں سے تین مکررات ہیں اور ہماری فکر کا سامان، ہمارے نظامِ مصطفیٰ کا سرمایہ صرف چار احادیث ہیں۔ عبیداللہ کی چار میں سے دو احادیث اور عروہ کی دو احادیث۔ آیئے اب ان چار احادیث میں سوچیں کہ بی بی کیا بتانا چاہتی ہے اور ہمیں کیا سبق حاصل کرنا چاہیے۔

بی بی اپنے عزیز بھانجے کو یہ بتانا چاہتی ہے کہ:

- سرورِ کونینؐ فوت نہیں ہوئے مر گئے ہیں؟
- لعنت کے مستحق صرف یہود ہیں۔
- انبیاء کے مزاروں کو عبادت گاہ بنانا باعثِ لعنت ہے۔
- اگر سرورِ کونینؐ کے مزار کا عبادت گاہ میں بدلنے کا خطرہ نہ ہوتا تو ضرور ظاہر کیا جاتا۔

* مجھے ڈر تھا کہ سرورِ کونینؐ کا مزار عبادت گاہ بنالیا جائے گا، اسے ظاہر نہیں کیا گیا۔

چند سوالات:

* مزارِ انبیاء کو عبادت گاہ بنانا کیوں جرم ہے؟
* مزارِ انبیاء کو مسجود بنانا تو یقیناً جرم ہے لیکن مسجد بنانے میں کیا خرابی ہے؟
* جب یہود اور عیسائی ہر دو نے اپنے انبیاء کے مزاروں کو عبادت گاہ بنایا ہوا تھا تو لعنت کا طوق صرف یہودیوں کے گلے میں کیوں ڈالا گیا، نصرانیوں کو کیوں معاف کیا گیا؟
* نصرانیوں کا ذکر بی بی نے خود نہیں کیا یا عروہ راوی ہضم کر گیا۔
* اگر بی بی نے نام نہیں لیا یا سرورِ کونینؐ نے ذکر نہیں فرمایا تو یہودیوں سے کیا ناراضگی تھی اور نصرانیوں سے کیا توقع تھی؟
* بی بی نے سرورِ کونینؐ کے ذکر وفات کو یوں جلے کٹے اور روکھے انداز میں کیوں ظاہر کیا ہے؟
* کیا لفظ وفات لانے سے کوئی نقصان تھا؟
* کیا بی بی کے دل میں سرورِ کونینؐ کا اتنا احترام بھی نہ تھا جتنا ایک عام انسان کے لیے ہوتا ہے؟
* اگر موت کا لفظ خلافِ احترام نہیں تو کیا ہمارے بازاری فتویٰ باز اپنے کسی استاد کے ساتھ یہی لفظ استعمال کرنا گوارا کریں گے؟
* اگر ہم اپنے بزرگوں اور دوستوں کے لیے لفظ موت کی نسبت روکھا پن سمجھتے ہیں تو سرورِ کونینؐ کے لیے ہمیں یہ لفظ کیسے پسند ہوگا؟

---

* عبیداللہ کی دو احادیث میں بتانے والا ایک نہیں بلکہ دو ہیں۔

- بی بی اور عبداللہ ابن عباس دونوں بتاتے ہیں کہ آپ شدت مرض کی بدولت کبھی منہ کو رومال سے ڈھانپ لیتے اور کبھی ہٹا لیتے؟
- ہم دونوں آپ کے ان نازک لمحات میں بیک وقت موجود تھے۔
- جب آپؐ منہ سے رومال ہٹاتے تھے یہود و نصاریٰ پر لعنت کرتے تھے؟
- آپ کو ڈر تھا کہ کہیں میرا مزار بھی عبادت گاہ نہ بن جائے؟

چند سوالات

- عروہ کی احادیث اور عبیداللہ کی احادیث میں اختلاف کیوں ہے؟
- احادیث عروہ میں رومال ہٹانے اور ڈالنے کا تذکرہ کیوں نہیں؟
- وفات سرورِ کونینؐ کے سلسلہ احادیث میں رومال ہٹانے اور ڈالنے کا ذکر کیوں نہیں؟
- وفات سرورِ کونینؐ کے سلسلہ کو آپ ذرا نظامِ مصطفیٰ کے حصہ دوم میں ملاحظہ فرمائیں۔ وہاں اولاً سرورِ کونینؐ بار بار اپنی باری کا پوچھتے ہیں۔ پھر آپؐ نماز باجماعت کا پوچھتے ہیں اور آخر میں اللّٰھم الرفیق الاعلیٰ کا ورد کرتے ہیں۔ وہاں تو بی بی نے نہ یہود و نصاریٰ پر لعنت کا ذکر کیا ہے اور نہ صرف یہود پر لعنت کا بتایا ہے، کیا وجہ ہے؟
- کہیں یہ سب کچھ صرف اسی لیے تو نہیں بنا لیا گیا کہ میری اولاد یہ باور کرلے کہ وقت آخر میں ہی موجود تھی؟
- اپنی اندرونی اور ذہنی کشمکش کو دبانے کا علاج تو نہیں؟

افسوس ناک تہمت

کُل تین احادیث ہیں:

* جلد سوم، نمبر ۲۳۷، راوی عروہ
* جلد سوم، نمبر ۲۳۸، راوی اسید بن حضیر
* جلد سوم، نمبر ۲۳۹، راوی عبداللہ ابن محمد

(۴۷) جلد سوم، کتاب الطلاق، ص ۱۳۱، حدیث ۲۳۷

عروة عن عائشة ان ابنته الجون لما ادخلت علی رسول الله دنا منها قالت اعوذ بالله منك فقال لها لقد عذت بعظيم الحقي اهلك

"عروہ اُم المومنین عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ جون کی بیٹی جب رسولؐ اللہ کے پاس لائی گئی اور آپؐ اس کے قریب پہنچے تو اس نے کہا: میں تجھ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ آپؐ نے اس سے فرمایا تو نے بہت بلند ذات کی پناہ مانگی ہے اس لیے تو اپنے رشتہ داروں میں چلی جا۔

(امام بخاری نے کہا اس کو حجاج ابن ابی منیع نے اپنے دادا سے انھوں نے زہری سے زہری نے عروہ سے روایت کی کہ حضرت عائشہ نے فرمایا)

(۴۸) جلد سوم، کتاب الطلاق، ص ۱۳۱، حدیث ۲۳۸

عن اسيد قال خرجنا مع النبیؐ حتٰی انطلقنا الی حائط يقال له الشوط حتٰی انتهينا الی حائطين فجلسنا بينهما فقال النبیؐ اجلسوا ههنا ودخل وقد اتی بالجونية فانزلت فی بيت فی نخل فی بيت اميمة بنت النعمان ابن شراحيل ومعها وايتها حاضنةٌ لها فلما دخل عليها

النبیؐ ، قال ھی نفسک لی قالت وھل تھب الملکۃ نفسھا للسوقۃ قال فاھویٰ بیدہ یضع یدہ علیھا لتسکن فقالت اعوذ باللّٰہ منک فقال قد عذت بمعاذ ، ثم خرج علینا فقال یا ابا اسید اکسھا رازقیتین والحقھا باھلھا قال الحسین ابن الولید النسا بوری عن عبدالرحمٰن عن عباس ابن سھل عن ابیہ وابی اسید قالا تزوج النبیؐ امیمۃ بنت شراحیل فلما ادخلت علیہ بسط یدہ الیھا فکانھا کرھت ذٰلک فامر ابا اسید ان یجھزھا ویکسوھا ثوبین رازقیتین

''اسید سے روایت کرتے ہیں کہ ہم نبیؐ کے ساتھ نکل کر ایک باغ میں پہنچے جس کا نام شوط تھا جب ہم اس کی دو دیواروں کے درمیان پہنچے تو ہم وہاں بیٹھ گئے۔ آپؐ نے فرمایا: یہیں بیٹھے رہو۔ آپؐ اندر تشریف لے گئے۔ وہاں جونیہ لائی گئی اور امیمہ بنت نعمان ابن شراحیل کے کھجور کے گھر میں اتاری گئی اور اس کے ہمراہ ایک نگرانی کرنے والی آیا بھی تھی۔ جب نبیؐ اس کے قریب پہنچے تو فرمایا اپنے آپ کو میرے حوالہ کردے۔ اس نے کہا: کیا کوئی شہزادی اپنے آپ کو کسی بازاری کے حوالہ کرسکتی ہے۔ آپؐ نے اپنا ہاتھ بڑھایا تاکہ اس کے سر پر رکھ کر اسے تسکین دیں۔ اس نے کہا: میں تجھ سے اللہ کی پناہ چاہتی ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تو نے ایسی ذات کی پناہ مانگی ہے جس کی پناہ مانگی جاتی ہے۔ پھر آپؐ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے

ابواسید اس کو دو رزاقی کپڑے پہنا کر اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دے۔

حسین ابن ولید نیشاپوری نے بواسطہ عبدالرحمٰن، عباس ابن سہل وہ اپنے والد اور ابواسید سے روایت کرتے ہیں۔ ان دونوں نے بیان کیا کہ نبیؐ نے امیمہ بنتِ شراحیل سے نکاح کیا۔ جب وہ آپ کے پاس لائی گئی۔ آپ نے اپنا ہاتھ اس کی طرف بڑھایا، اس نے ناپسند کیا تو آپ نے ابواسید کو حکم دیا کہ اسے سامان مہیا کر دے اور دو رزاقی جوڑے"۔

(۲۹) جلد دوم، کتاب الطلاق، ص ۱۳۲، حدیث ۲۳۹

حدثنا عبدالله ابن محمد حدثنا ابراهيم ابن ابى الوزير حدثنا عبدالرحمن عن حمزة عن ابيه وعن عباس ابن سعد عن ابيه بهذا

"عبداللہ ابن محمد، ابراہیم ابن ابو الوزیر، عبدالرحمٰن، حمزۃ، اپنے والد اور عباس ابن سہل ابن سعد اپنے والد سے اس حدیث کی روایت کرتے ہیں"۔

معذرت

جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ داستانِ محبت کے زیرِ عنوان راقم الحروف نے تین احادیث پیش کی ہیں۔ جلد سوم، نمبر ۲۳۷ تو اپنے مقصد کے مطابق بی بی عائشہ کی بیان کردہ ہے لیکن نمبر ۲۳۸ اور ۲۳۹ بی بی کی بیان کردہ نہیں بلکہ دوسرے محدثین کی ہیں۔ بی بی کی حدیث مفصل ہوتی تو شاید دیگر دو احادیث کے نقل کرنے کی ضرورت پیش نہ آتی لیکن چونکہ بی بی کی بیان کردہ حدیث میں اجمال تھا، ابہام تھا اور سربستگی تھی جبکہ نمبر ۲۳۸

میں اسی اجمال کی تفصیل تھی۔ کشف ابہام تھا اور وضاحت تھی اس لیے راقم الحروف نے یہ حدیث بھی پیش کردی ہے تاکہ میرے قارئین اور اُم المومنین کے لٹھ باز بیٹے جب وہ میرے خلاف کفر کی لٹھ لے کر واردِ میدان ہوں تو انہیں تاریکی میں ہاتھ پاؤں نہ مارنا پڑیں۔

امام بخاری کا یقین

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے امام بخاری نے اپنا مجموعہ صحیح بخاری پیش کرنے کی خاطر اپنے ذہن کے خزانۂ عامرہ کی سات لاکھ احادیث سے منتخب کر کے صرف سات ہزار کچھ احادیث درج کی ہیں اور چھ لاکھ بانوے ہزار کچھ سو احادیث کو ضعیف سمجھ کر ترک کردیا ہے۔ اب کوئی ایسا محدث تو ہے نہیں جو امام بخاری کے ہم پلّہ ہوسکے اور وہ امام بخاری کی احادیث میں کیڑے نکال سکے۔

لیکن بایں ہمہ جب امام بخاری نے داستانِ محبت کی اس حدیث کو دیکھا تو انہیں بھی کھٹکا ضرور کہ ہوسکتا ہے مستقبل میں کوئی آدمی اُم المومنین عائشہ کے نابالغ ایجنٹوں کو سرورِ کونینؐ کی داستانِ محبت سنا کر تنگ کرے اور اُم المومنین عائشہ کے وکیل جواب نہ پاکر میری احادیث ہی کو ضعیف قرار دے کر جان چھڑانا چاہیں تو امام بخاری نے اسی پیش بندی کے پیش نظر داستانِ محبت کی احادیث کی نگرانی کی خاطر مختلف سلسلہ ہائے سند بھی پیش کردیے ہیں اور بتا دیا ہے کہ یہ داستان محبت صرف بی بی عائشہ ہی کی روایت کردہ نہیں بلکہ اس کی روایت میں وہ افراد بھی شریک ہیں جو موقع کے چشم دید گواہ ہیں جو آپ کے ساتھ تھے اور جنہوں نے سرورِ کونینؐ کے عشق و پیار کو پامال ہوتے بھی دیکھا ہے لہٰذا داستانِ محبت کی یہ حدیث کم وبیش تین ذرائع سے منقول ہے اور انہیں ضعیف کہنا امام بخاری کے یقین پر طمانچہ مارنے کے مترادف ہوگا۔

امام بخاری کی بے بسی

چونکہ دیگر صحابہ کے داستانِ محبت روایت کرنے میں بی بی عائشہ بھی شریک تھیں اس لیے امام بخاری کے پاس اس یقین کے سوا تو چارہ نہ تھا کہ وہ سرورِ کونینؐ کی داستانِ عشق نقل کرے لیکن امام بخاری بیچارے کے لیے یہ مشکل بن گئی کہ وہ اس ناکام محبت کو درج کہاں کرے۔ نہ تو اسے کتاب النکاح میں لایا جاسکتا تھا۔ کیونکہ نکاح ہوتا تو اس حدیث کو وہاں جگہ ملتی۔ نہ ہی کوئی دوسرا باب ایسا تھا جہاں اس کی گنجائش ہوتی۔ امام بخاری غریب نے ہاتھ پاؤں مار کر داستانِ محبت کو جا ٹکایا۔ کتاب الطلاق میں تاکہ بی بی عائشہ کی خواہش بھی پوری ہوجائے۔ پوری اُمت تک سرورِ کونینؐ کی ناکام محبت کی کہانی بھی پہنچ جائے اور سرورِ کونینؐ کا دامنِ عصمت بھی محفوظ رہے۔ کاش امام بخاری کے دل میں سرورِ کونینؐ کی اتنی محبت ہوتی جتنی عقیدت اُم المومنین کے لیے تھی۔

مقامِ فکر

محترم قارئین! آیئے مل کر سوچیں کہ بی بی عائشہ اور آپ کا حلقۂ اثر سرورِ کونینؐ کے لیے کیا تاثر پیدا کرنا چاہتا ہے۔ سقیفہ بنی ساعدہ میں بیٹھ کر دستارِ خلافت پہننے والا یہ گروہ سرورِ کونینؐ کا کیسا سوانحی خاکہ پیش کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ نظامِ مصطفیٰؐ حصہ اول میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ سرورِ کونینؐ کس طرح بزمِ موسیقی کی حمایت کرتے ہیں۔ کس طرح رقص و سرود سے تعاون کرتے ہیں، کس طرح آپ پر جادو ہوتا ہے۔ کس طرح آپ قرآن بھول جاتے ہیں، کس قدر شبِ قدر تلاش کرتے ہیں؟ نظامِ مصطفیٰؐ حصہ دوم میں آپ دیکھ چکے ہیں کہ سرورِ کونینؐ کس کسمپرسی میں اس دنیا سے رخصت ہوتے ہیں کس طرح لُد کے بعد آپ پر زہر کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔ آپ کے جنازہ پر کیا کیا تماشا ہوتا ہے۔ اب آپ سرورِ کونینؐ کی داستانِ محبت ملاحظہ فرمایئے:

ہم مسلمان بدنصیب تو جیسے ہوگا خاموش ہوجائیں گے لیکن یہی داستانِ محبت

جب عرب کے یہود و نصاریٰ نے اس وقت سنی ہوگی یا آج کے غیر مسلم بخاری شریف میں ان داستانِ عشق کو پڑھیں گے تو کیا سوچیں گے اور ہمارے پاس کیا جواب ہوگا۔

* بی بی عائشہ نے تو صرف اتنا بتایا ہے کہ بنت جون جب سرورِ کونینؐ کے پاس لائی گئی۔ آپؐ اس کے قریب ہوئے تو بنت جون نے کہا: میں آپؐ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔ آپ رُک گئے اور بنت جون کو گھر بھیج دیا۔
* اسید صحابی اس اجمال کی تفصیل یوں بتاتے ہیں کہ ہم سرورِ کونینؐ کے ساتھ شوط نامی باغ میں آئے۔
* شوط نامی باغ کی چار دیواری میں آ کر رُک گئے اور سرورِ کونینؐ نے ہمیں وہاں بیٹھنے کو کہا۔
* بنت جونیہ ــــــ اُمیمہ بنت نعمان کے گھر لائی گئی۔
* بنت جونیہ کے ساتھ نگرانی کے لیے اس کی دایہ بھی تھی۔
* سرورِ کونین نے بنتِ جونیہ سے درخواست کی کہ تو اپنے کو میرے حوالے کر دے۔
* بنت جونیہ نے کہا: میں شہزادی ہوں اور تو بازاری مرد ہے کوئی شہزادی اپنے کو کسی بازاری کے حوالہ نہیں کرتی۔
* آپ نے بنت جونیہ کے انکار کے باوجود ہاتھ بڑھا ہی دیا؟
* بنت جونیہ نے کہا: میں آپؐ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں۔
* آپؐ نے ہاتھ واپس کھینچ لیا اور اسید سے کہا کہ اسے کپڑے پہنا کر گھر واپس بھیج دو۔
* یہ ہے خلاصہ اس داستانِ محبت کا جو بی بی عائشہ اور اسید نے بتائی ہے۔
* یہ خیال رہے ان تمام احادیث کا ترجمہ لفظ بہ لفظ وہی ہے جو محمد عادل خان اور قاری محمد فاضل نے لکھا ہے خواہ درست ہے یا نہیں۔ میں نے اس میں نہ کوئی

تصرف کیا ہے اور نہ اپنی طرف سے لکھا ہے۔

چند سوالات

آیئے اس داستانِ عشق میں جو سوالات ذہن میں آتے ہیں، انھیں دیکھ لیں تاکہ ممکن ہے شیعہ کو کافر اور مرتد کہنے والے شریف النسب بی بی عائشہ کے پیش کردہ آئینہ میں سرورِ کونینؐ کا چہرۂ عصمت ملاحظہ فرمالیں۔

* ان احادیث کو کتاب الطلاق میں لکھنے سے کیا حاصل؟
* کیا سرورِ کونینؐ نے بنتِ جونیہ کو طلاق دی تھی؟
* اگر طلاق دی تھی تو کیا نکاح ہوا تھا؟
* اگر نکاح ہوا تھا تو کہاں ہوا تھا؟
* اگر نکاح ہوا تھا تو پھر آپؐ باغ میں کیوں تشریف لائے تھے؟
* کسی اور بی بی کو بھی نکاح کے بعد کسی باغ میں لایا گیا تھا؟
* اگر نکاح ہوا تھا تو بنتِ جونیہ کی رضامندی سے یا بلا رضا؟
* اگر بنتِ جونیہ نکاح پر راضی تھی تو پناہ کیوں مانگی؟
* اگر بنتِ جونیہ نکاح پر راضی نہ تھی تو کیا ایسا نکاح ہو جاتا ہے؟
* اگر ہو جاتا ہے تو کس شریعت میں؟
* بنتِ جونیہ کہاں سے لائی گئی تھی؟
* لانے والے کون تھے؟
* بنتِ جونیہ مسلمان تھی یا غیر مسلم؟
* اگر بنتِ جونیہ بیاہ کر لائی گئی تھی تو سرورِ کونینؐ نے کیوں فرمایا کہ اپنے کو میرے حوالے کردے؟
* بنتِ جونیہ بازاری مرد کسے کہہ رہی ہے؟

- ✽ کیا بنتِ جونیہ دستِ شفقت اور دستِ ہوس میں فرق نہیں جانتی تھی؟
- ✽ جب آپؐ نے دستِ شفقت بڑھایا تو بنتِ جونیہ کیوں گھبرا گئی؟
- ✽ بنتِ جونیہ کو سرورِ کونینؐ سے کیوں نفرت تھی؟
- ✽ کیا سب کچھ سرورِ کونینؐ کی کردار کشی کے لیے نہیں گھڑا گیا؟
- ✽ کیا سرورِ کونینؐ اتنے گر گئے تھے کہ کسی کی بیٹی کو کسی کے باغ میں اٹھوا لاتے ہیں؟
- ✽ بی بی جیسی محبوبہ ہونے کے باوجود بنتِ جونیہ کی کون سی ضرورت تھی؟
- ✽ کیا بی بی عائشہ اور اس کے ہم نواؤں نے سرورِ کونینؐ کے پلّے کچھ چھوڑا ہے؟
- ✽ کیا اس داستانِ محبت کے پیچھے کوئی سازش کارفرما نہیں؟
- ✽ نظامِ مصطفیؐ حصہ اول اور دوم میں دی گئی احادیث بی بی عائشہ کے ساتھ ملا کر اس داستانِ عشق کو دیکھنے سے یہی تاثر نہیں اُبھرتا کہ سرورِ کونینؐ ایک خواہش پرست اور جنسی مریض تھے؟
- ✽ کیا کوئی غیر مسلم اس داستانِ محبت کو پڑھ کر دائرۂ اسلام میں داخل ہونے کی جسارت کرسکتا ہے؟
- ✽ کیا ایسا راوی جو سرورِ کونینؐ کو بازاری مرد کہتا ہے قابلِ نفرین نہیں؟
- ✽ کیا ایسی بی بی جو ایسا واقعہ سناتی ہے قابلِ اطاعت رہ جاتی ہے؟
- ✽ کیا ایسے نبی کا کلمہ کوئی شریف آدمی پڑھ سکتا ہے؟
- ✽ کیا ایسا شخص معصوم کہا جاسکتا ہے؟
- ✽ کیا ایسی کتاب جس میں یہ واقعات درج ہیں قابلِ عمل اور قابلِ اعتماد ہے؟
- ✽ کیا ایسا مذہب جو اس کتاب کو معتبر سمجھے قابلِ تقلید ہے؟
- ✽ کیا ایسا نبی سے خود امام بخاری افضل نہیں؟
- ✽ کیا کوئی بی بی عائشہ کا وکیل اپنے لیے ایسا واقعہ قابلِ فخر سمجھے گا؟

* کیا ایسے مذہب کے ماننے والے اپنے کو مسلمان کہلا سکتے ہیں؟
* ازواج کی فہرست میں کہاں ہے اگر ہے تو کہاں ہے؟ اگر نہیں تو پھر طلاق کا ہے کی؟

حسان ابن ثابت اور بی بی

کُل دو حدیثیں ہیں:

* جلد دوم، نمبر ۱۸۶۶، راوی مسروق
* جلد دوم، نمبر ۱۸۶۶، "

(۴۰) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ۸۶۹، حدیث ۱۸۶۶

مسروق عن عائشة قالت جاء حسان ابن ثابت يستاذن عليها قلت أتاذنين لهذا قالت او ليس قد اصابه عذاب عظيم قال سفيان تعني ذهاب بصره فقال حصان رزان ما تزن بريته ، وتصبح غرثى من محرم الغواقل قالت لكن انت

''مسروق بی بی عائشہ سے روایت کہ حسان نے اندر آنے کی اجازت مانگی میں نے کہا تم ایسے شخص کو کیوں آنے دیتی ہو؟ بی بی نے کہا: اسے بڑا عذاب نہیں لگا۔ سفیان نے کہا یعنی آنکھوں سے اندھا ہو گیا۔ پھر حسان نے یہ شعر پڑھا: پاک دامن ہے، سنجیدہ اور پُر وقار عورت ہے۔ گو گرسنہ رہے لیکن غیبت نہیں کرتی۔ بی بی نے کہا: لیکن تو کرتا ہے۔

(۴۱) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ۸۷۰، حدیث ۱۸۶۶

عن مسروق قال دخل حسان ابن ثابت على عائشة

فشبب قال

حصان رزان ما تزن بریبته
وتصبح غرثی من لحوم الغوافل
قال لست کذاك قلت
تدعین مثل هذا یدخل
علیك وقد انزل الله
والذی تولی کبرہ فهم

فقالت وای عذاب اشد من العمی وقالت وقد کان یرد عن رسول الله

''مسروق بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ حسان نے بی بی عائشہ سے اندر آنے کی اجازت مانگی تو عائشہ کی تعریف میں یہ شعر پڑھا:

پاک دامن ہے، سنجیدہ ہے اور پُر وقار عورت ہے۔
اگرچہ گرسنگی میں بھی ہو کسی کی غیبت نہیں کرتی۔

بی بی نے کہا: تم ایسے نہیں ہو۔ میں نے عرض کیا: کیا آپ ایسے آدمی کو کیوں آنے دیتی ہیں جس کے لیے اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ہے: والذی تولی کبرہ ...... الخ۔

بی بی نے کہا: اندھے ہونے سے زیادہ اور کیا عذاب ہوگا۔ سرور کونین کی طرف سے جواب دیتا تھا۔

محترم قارئین! یہ خیال نہ کر لینا کہ یہ ایک ہی حدیث کا تکرار ہے بلکہ دو علیحدہ علیحدہ حدیثیں ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

* ایک حدیث کا خاتمہ لکن انت لیکن تو غیبت کرتا ہے کے جملہ پر ہے۔
* جبکہ دوسری حدیث کا خاتمہ قد کان یرد عن رسول اللّٰہ سرورِ کونینؐ کا دفاع کرتا تھا کے جملہ پر ہے۔
* ایک حدیث میں مسروق صرف یہ فقرہ کہتا ہے کہ آپ ایسے شخص کو کیوں اجازت دیتی ہیں۔
* جبکہ دوسری حدیث میں مسروق مذکور فقرہ کہنے کے بعد قرآن کی آیت بھی پڑھتا ہے۔

---

* البتہ راوی دونوں کا ایک ہے اور وہ ہے مسروق۔
* گویا حسان دو مرتبہ آیا۔ دونوں مرتبہ مسروق بی بی کے پاس بیٹھا تھا۔ دونوں مرتبہ مسروق کی خواہش یہ ہے کہ حسان کو اجازت نہ ملے۔ دونوں مرتبہ بی بی عائشہ حسان کو اجازت دیتی ہے۔ دونوں مرتبہ حسان بی بی عائشہ کی تعریف میں شعر پڑھتا ہے۔
* البتہ ایک مرتبہ بی بی شعر کے جواب میں کہتی ہے کہ تو تو غیبت کرتا ہے۔
* جبکہ دوسری مرتبہ بات وہی کی لیکن لفظ بدل کر۔

حسان کا جرم

نظامِ مصطفیؐ جلد دوم میں آپ افک کے عنوان میں ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ حسان بھی ان لوگوں سے تھا جنھوں نے بی بی عائشہ پر تہمت لگائی تھی جس کی صفائی بقول بی بی کے اپنے اللہ میاں نے دے دی تھی۔ اس سلسلہ میں حسان کے ساتھ دوسرے کتنے افراد ملوث تھے یہ ایک راز ہے جسے کوئی بھی آج تک نہیں جان سکا۔ ہاں مسطح ابن اثاثہ ایک صحابی تھا جس کی خطا اس وقت معاف کر دی گئی تھی اور اسے ابوبکر کے خزانہ سے ملنے والا

وظیفہ بھی باقاعدہ دیا جاتا رہے۔ عبداللہ ابن ابی سلول بھی اس واقعہ میں شریک تھا۔ اُم المومنین زینب کی بہن حمنہ بھی شریک واقعہ تھی۔ حضرت علیؑ کو قرآن کے مطابق مشورہ دینے کی پاداش میں بھی شریکِ واقعہ کرلیا گیا۔ سعد ابن عبادہ بھی دھر لیے گئے۔ عبداللہ ابن ابی سلول اور مسطح تو معاف کردیے گئے لیکن سعد ابن عبادہ کی سقیفہ میں ہٹائی کی گئی۔ حضرت علیؑ کی کی گئی بیعت توڑ دی گئی۔

چند سوالات:

* ماں کو اپنی اولاد سے اتنا طویل بغض رکھنا کس شریعت کے مطابق ہے؟
* کیا حسان اسی تہمت کے جرم میں اندھا ہوگیا تھا؟
* اگر اس تہمت کے جرم میں حسان اندھا ہوا تھا تو پھر دادا میاں ابوقحافہ کس جرم میں آنکھوں سے محروم ہوا تھا؟
* کیا ابوقحافہ نے بھی کسی اُم المومنین کو متہم کیا تھا؟
* دیگر جو صحابہ آنکھوں سے محروم ہوئے تھے کیا وہ سب اسی جرم میں تھے؟
* اگر وہ اسی جرم میں نہیں تھے تو ان کے کون سے جرائم تھے؟
* مسروق نے بی بی کو حسان کے خلاف کیوں اُبھارنے کی کوشش کی؟
* کیا تمام صحابہ ایک دوسرے کے خلاف یہی کاروبار کرتے تھے؟
* مسروق کو بی بی نے منع کیوں نہ کیا؟
* بی بی نے ساری زندگی اپنے ذہن میں انتقام کو کیوں رکھا؟
* کیا اسلام اس کی اجازت دیتا ہے؟
* اگر اسلام میں اس کی اجازت ہے تو کہاں ہے؟
* اگر اسلام میں اس کی اجازت نہیں تو کیا بی بی کے لیے جائز تھا؟
* اگر جائز تھا تو کیوں؟

* اگر جائز نہیں تھا تو بی بی کی طہارت کا کیا بنے گا؟
* کیا بی بی بھی شیعوں کی طرح بغض صحابہ کی مرتکب نہیں؟
* اگر بی بی کے لیے بغض صحابہ جائز ہے تو پھر شیعوں کا کیا گناہ ہے؟
* کیا صرف انہی صحابہ سے بغض جائز ہے جن سے بی بی کو نقصان پہنچا ہو؟
* اگر بی بی کی رضا اور عدمِ رضا صحابہ سے محبت اور نفرت کا پیمانہ ہے تو اس کا ثبوت؟
* کیا بازاری فتویٰ باز بغض صحابہ کی پاداش میں جو فتویٰ شیعوں پر لگاتے ہیں وہی فتویٰ بی بی پر بھی لگانے کی کوشش کریں گے؟

بی بی اور دیگر ازواج

کُل چار احادیث ہیں:

* جلد اول، نمبر ۱۵۶۷، راوی عبدالرحمٰن
* جلد اول، نمبر ۱۵۶۸، راوی قاسم
* جلد اول، نمبر ۲۴۵۸، راوی عمرہ بنت عبدالرحمٰن
* جلد سوم، نمبر ۹۰

(۳۲)

عبدالرحمٰن ابن قاسم عن عائشة قالت استاذنت سودة النبیؐ لیلة جمع وکانت ثقیلةً ثبطةً فاذن لها

''عبدالرحمٰن ابن قاسم بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سودہ نے مزدلفہ کی رات کو نبیؐ سے روانگی کی اجازت مانگی۔ وہ بھاری بھرکم بدن کی تھیں تو آپ نے انہیں اجازت دے دی''۔

(۳۳) جلد اول، کتاب المناسک، ص ۶۱۳، حدیث ۱۵۶۸

قاسم ابن محمد عن عائشة انها قالت نزلنا المزدلفة

فاستاذنت النبیؐ سودة ان ترفع قبل حطمة الناس واقمنا حتٰی اصبحنا نحن ثم دفعنا نحن بدفعه فلان اکون استاذنت رسول اللّٰه کما استاذنت سودة احب الی مفروح به

"قاسم ابن محمد بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ہم لوگ مزدلفہ میں اُترے تو سودہ نے نبیؐ سے لوگوں کے روانہ ہونے سے پیشتر روانگی کی اجازت مانگی۔ وہ ست رفتار عورت تھی تو آپؐ نے اجازت دے دی۔ وہ لوگوں کے ہجوم سے پہلے ہی روانہ ہوگئی اور ہم لوگ ٹھیرے رہے یہاں تک کہ صبح ہوگئی پھر ہم لوگ آپ کے ساتھ لوٹے اگر میں بھی سودہ کی طرح اجازت مانگ لیتی تو مجھے بہت مسرت ہوتی"۔

(۴۲) جلد اول، کتاب الشہادات، ص ۹۱۰، حدیث ۲۴۵۸

عمرة بنت عبدالرحمٰن ان عائشة اخبرتها ان رسول اللّٰه کان عندها وانها سمعت صوت رجل یستاذن فی بیت حفصة قالت فقلت یارسول اللّٰه هذا رجل یستاذن فی بیتك قالت فقال رسول اللّٰه اراه فلانا لعم حفصة من الرضاعة فقالت عائشة لو کان فلان حیا لعمها من الرضاعة دخل علی فقال رسول اللّٰه نعم ان الرضاعة یحرم ما یحرم من الولادة

"عمرہ بنت عبدالرحمٰن بی بی عائشہ سے روایت کرتی ہے کہ سرورِ کونینؐ میرے پاس تھے اور میں نے ایک مرد کی آواز سنی تو حفصہ

کے گھر میں آنے کی اجازت مانگ رہا تھا۔ میں سمجھ تو گئی کہ یہ فلاں شخص ہے جو حفصہ کا رضاعی چچا ہے لیکن پھر بھی میں نے سرورِ کونینؐ سے عرض کیا کہ دیکھیے تو کوئی شخص آپ کے گھر آنے کی اجازت مانگ رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: میں سمجھتا ہوں یہ فلاں شخص ہے اور حفصہ کا رضاعی چچا ہے۔ میں نے کہا: اگر فلاں شخص زندہ ہوتا جو میرا رضاعی چچا تھا تو وہ بھی میرے پاس آتا۔ آپ نے فرمایا: ہاں! جو چیز نسب سے حرام ہوتی ہے اسے رضاعت بھی حرام کر دیتی ہے"۔

(۳۵) جلد سوم، کتاب النکاح، ص ۷۸، حدیث ۹۰

عمرة بنت عبدالرحمٰن ان عائشة اخبرتها ان رسول الله كان عندها وانها سمعت صوت رجل يستاذن في بيت حفصة قالت فقلت يا رسول الله هذا رجل يستاذن في بيتك فقال النبيؐ اراه فلانا لعم حفصة من الرضاعة قالت عائشة لو كان فلانا حيًا لعمها من الرضاعة دخل على فقال نعم الرضاعة حرم الولادة

"عمرہ بنت عبدالرحمٰن بی بی عائشہ سے روایت کرتی ہے کہ رسولؐ اللہ میرے گھر تشریف فرما تھے کہ میں نے ایک شخص کی آواز سنی جو حفصہ کے گھر میں جانے کی اجازت مانگ رہا تھا۔ میں نے کہا: یا رسولؐ اللہ! کوئی غیر آدمی آپؐ کے گھر میں جانا چاہتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: میں جانتا ہوں کہ یہ فلاں شخص ہے جو حفصہ کا رضاعی چچا ہے۔ میں نے کہا: اگر فلاں شخص جو میرا رضاعی چچا تھا زندہ

ہوتا تو میرے پاس آ سکتا؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں جو رشتہ نسب سے حرام ہوتا ہے وہ دودھ پینے سے بھی حرام ہو جاتا ہے''۔

محترم قارئین! یہ چار احادیث ہیں: ایک حدیث عبدالرحمٰن ابن قاسم نے روایت کی ہے، ایک حدیث قاسم ابن محمد کی روایت کردہ ہے اور دو حدیثیں عمرہ بنت عبدالرحمٰن نے روایت کی ہیں۔

- عبدالرحمٰن ابن قاسم اور قاسم ابن محمد کی احادیث کا تعلق اُم المومنین سودہ سے ہے۔
- عمرہ بنت عبدالرحمٰن کی احادیث اُم المومنین حفصہ سے متعلق ہیں۔
- چاروں احادیث مختلف ہیں ان میں تکرار نہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔ سودہ سے متعلق دونوں احادیث ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور حفصہ سے تعلق رکھنے والی دونوں احادیث میں بھی صراحتاً اختلاف ہے۔
- احادیث اُم المومنین سودہ۔
- بی بی عائشہ بتا رہی ہے کہ سودہ ذرا بھاری بھر کم تھی اور اس کے لیے چلنا مشکل ہوتا تھا۔ اس لیے سودہ نے سرورِ کونینؐ سے مزدلفہ سے کوچ کی اجازت رات ہی کو مانگ لی تاکہ اژدہام سے قبل منٰی کی طرف نکل جائے لیکن ہم وہیں مزدلفہ میں صبح تک رہے۔ بی بی جی فرماتی ہے کہ جس طرح سودہ نے اجازت مانگ لی تھی اور اسے اجازت مل گئی تھی۔ کاش میں بھی اجازت مانگ لیتی۔ سودہ کے ساتھ ہی مزدلفہ سے کوچ کر کے آ جاتی۔

چند سوالات:

- نظامِ مصطفیٰؐ جلد دوم میں افک کے زیرِ عنوان آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ وہاں بی بی نے قافلہ سے پیچھے رہ جانے کی وجہ یہ بتائی تھی کہ مجھے پالکی میں بٹھایا جاتا تھا۔ وہ پالکی اُونٹ پر رکھی جاتی تھی۔ جب مجھے اٹھانے والے آئے انہوں نے پالکی اُونٹ

پر رکھ دی۔ میں پالکی میں موجود نہ تھی۔ اٹھانے والوں کو میری عدم موجودگی کا احساس اس لیے نہ ہوا کہ:

* اس وقت تمام عورتیں کم خوری کی وجہ سے انتہائی ہلکی پھلکی ہوتی تھیں۔
* وہاں بی بی نے بلا استثناء تمام عورتوں کا بتایا ہے کہ وہ ہلکی پھلکی ہوتی تھیں۔
* مگر یہاں سودہ کے متعلق فرماتی ہیں کہ سودہ بھاری بھر کم تھی۔

---

* کیا ہم بی بی جی سے پوچھ سکتے ہیں کہ اس تضاد بیانی کا کیا مطلب ہے؟
* سودہ نے اپنی جسمانی مجبوری کی بدولت کوچ کرنے کی اجازت مانگی تھی۔ بی بی جی کو اجازت مانگنے کی کیا ضرورت تھی؟
* کیا بی بی جی کے لیے سودہ کے ساتھ رہنا زیادہ باعثِ مسرت تھا یا سرورِ کونینؐ کے ساتھ رہنا؟
* اگر سرورِ کونینؐ کی صحبت پسند تھی تو افسوس کس کا ہے؟
* اگر سودہ کا ساتھ محبوب تھا تو کیوں؟

احادیث اُم المومنین حفصہ

ان احادیث میں اماں جی یہ بتاتی ہیں کہ سرورِ کونینؐ میرے گھر تشریف فرما تھے۔ کسی شخص نے اُم المومنین حفصہ کا دروازہ کھٹکھٹایا اور اندر آنے کی اجازت مانگی۔ میں سمجھ تو گئی کہ یہ شخص حفصہ کا رضاعی چچا ہے لیکن اس کے باوجود سرورِ کونین کو بتایا کہ کوئی غیر آدمی آپ کے گھر جانا چاہتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ فلاں شخص ہے اور حفصہ کا چچا ہے۔ میں نے کہا کہ اگر فلاں جو میرا رضاعی چچا تھا زندہ ہوتا تو کیا وہ بھی میرے پاس آ سکتا تھا؟ آپؐ نے فرمایا: ہاں! نسب سے جو چیز حرام ہوتی ہے رضاع سے بھی حرام ہو جاتی ہے۔

چند سوالات:

* جب بی بی کو معلوم تھا کہ فلاں شخص ہے اور حفصہ کا رضاعی چچا ہے تو سرورِ کونین کو یہ کہنے کا کیا مطلب ہے کہ کوئی غیر آپ کے گھر آنا چاہتا ہے؟
* کیا اماں جی سرورِ کونینؐ کو حفصہ کے خلاف اُبھارنے کی کوشش تو نہیں کر رہی؟
* کہیں اس فقرہ میں جذبۂ رقابت تو نہیں؟
* اماں جی نے اس شخص کا نام کیوں نہیں لیا۔ فلاں کہہ کر نام چھپانے سے کوئی خاص مقصد ہے؟
* اگر کوئی خاص مقصد نہیں تو نام کیوں نہیں بتایا؟
* اگر کوئی خاص مقصد ہے تو وہ کون سا؟
* آخر جو کوئی بھی تھا ہوگا تو مسلمان؟
* اگر مسلمان ہوگا تو یقیناً صحابی بھی ہوگا؟
* اگر صحابی ہوگا تو بی بی جی نے نام لینے سے گریز کیوں کیا؟
* کیا بی بی جی کو اس سے کوئی ناراضگی تھی؟
* اگر ناراضگی تھی تو کس بات کی؟
* اگر ناراضگی نہیں تھی تو نام لینا کیوں گوارا نہ کیا؟
* بی بی نے اپنے چچا کا نام کیوں نہیں بتایا؟
* یہ فلاں کی اصطلاح کیوں بنائی گئی؟
* کہیں یہ سب کچھ فرضی تو نہیں؟
* کہیں بی بی کو یہ خطرہ تو نہیں کہ نام لینے سے ممکن ہے کوئی غلطی نکل آئے؟

اصحاب اور پردہ

کُل دو حدیثیں ہیں:

* جلد سوم، نمبر ۱۲۶۱، راوی عروہ
* جلد سوم، نمبر ۱۱۷۰، "

(۳۶) جلد سوم، کتاب النکاح، ص ۱۲۵، حدیث ۲۲۱

هشام عن ابيه عن عائشة قالت خرجت سودة بنت زمعة ليلًا فرأها عمر فعرفها فقال انك والله ياسودة ما تخفين علينا فرجعت الى النبيؐ فذكرت ذٰلك له وهو في حجرتي يتعشّٰى وان في يده لعرقا فانزل عليه فرفع عنه وهو يقول قد اذن لكن ان تخرجن بحوائجكن

''ہشام اپنے باپ عروہ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ایک رات اُم المومنین سودہ بنت زمعہ باہر نکلی۔ عمر نے اسے دیکھ لیا اور پہچان لیا۔ عمر نے کہا: بخدا تو سودہ ہی ہے ہم سے چھپ نہیں سکتی۔ سودہ واپس پلٹی۔ سرورِ کونینؐ میرے گھر کھانا کھا رہے تھے۔ سودہ نے آ کر شکوہ کیا۔ آپؐ کے ہاتھ میں ہڈی تھی۔ آپؐ پر وحی نازل ہوئی۔ جب سلسلۂ وحی ختم ہوا آپؐ نے سر اُٹھایا تو فرمایا: تمھیں اپنی ضروریات کے لیے باہر جانے کی اجازت دے دی گئی ہے''۔

(۳۷) جلد سوم، کتاب الاستیذان، ص ۴۴۰، حدیث ۱۱۷۰

عروة ابن الزبير ان عائشة قالت كان عمر ابن الخطاب يقول لرسول الله احجب نساء ك قالت فلم يفعل وكان ازواج النبيؐ يخرجن ليلًا الى ليل قبل المناصع فخرجت سودة بنت زمعة وكانت امرأة طويلةً فرأها

عمر ابن الخطاب وهو فی المجلس فقال عرفتك
یاسودۃ حرصًا علی ان ینزل الحجاب فانزل اللّٰہ الحجاب

''عروہ ابن زبیر عائشہ سے روایت کرتا ہے۔ عمر ابن خطاب سرورِکونینؐ سے کہا کرتا تھا کہ آپ اپنی بیویوں کو پردہ میں بٹھائیں لیکن سرورِکونینؐ ایسا نہ کرتے تھے۔ ازواج نبیؐ رات کے رات بیرونِ مدینہ جاتی تھیں۔ سودہ بنت زمعہ کافی قدآور تھیں۔ ایک رات باہر نکلی تو عمر نے اپنی محفل میں بیٹھے ہوئے دیکھ لیا اور کہا: اے سودہ! میں نے تجھے پہچان لیا ہے تاکہ پردہ کا حکم نازل ہو۔ پھر اللہ نے پردہ کا حکم نازل کردیا''۔

محترم قارئین! یہ دو احادیث ہیں۔ دونوں کا راوی عروہ ابن زبیر ہے۔ جلد سوم، ص ۲۲۱ میں بی بی عائشہ بتا رہی ہیں کہ سودہ رات کو رفع حاجت کے لیے باہر نکلی، عمر نے دیکھ لیا اور بآواز بلند پکار کر کہا: او سودہ تو کب تک چھپ سکتی ہے۔ ہم نے تجھے پہچان لیا ہے۔ بیچاری سودہ واپس آ گئی۔

سرورِکونینؐ میرے گھر تشریف فرما تھے۔ کھانا کھا رہے تھے اور آپ کے ہاتھ میں ہڈی تھی۔ سودہ نے آ کر شکوہ کیا کہ آپؐ کے صحابہ نے ہمارا دائرۂ حیات تنگ کر رکھا ہے۔ آپؐ پر وحی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ جب وحی ختم ہوگئی تو آپؐ نے سر اُٹھا کر فرمایا: جاؤ اللہ نے تمہیں ضروریات کے لیے باہر جانے کی اجازت دے دی ہے۔

چند سوالات

* بی بی نے اپنی اس روایت میں سرورِکونینؐ کا اپنے گھر تشریف فرما ہونا اور کھانا تناول فرمانا بتایا ہے۔ یہ تو سمجھ میں آنے والی ہے لیکن ہاتھ میں ہڈی کا ہونا اس کی سمجھ نہیں آتی کہ بی بی نے اس کا تذکرہ کیوں کیا؟

* بی بی نے یہ نہیں بتایا کہ ہڈی کو سرورِ کونینؐ چوس رہے تھے یا یونہی پکڑ رکھی تھی؟
* یہ بھی نہیں بتایا کہ جب وحی کا سلسلہ شروع ہوا تو آپ نے ہڈی رکھ دی یا ہڈی کو پکڑے رکھا؟
* بی بی نے یہ بھی نہیں بتایا کہ اس وحی میں کون سی آیت اُتری تھی؟
* بی بی نے یہ بھی نہیں بتایا کہ وہ آیت اب بھی قرآن میں موجود ہے یا نہیں؟
* عمر صاحب نے اُم المومنین کو کیوں اس انداز میں پکارا؟
* کیا یہ پکارنے کا انداز شریفانہ ہے؟
* عمر کا کہنا کہ اے سودہ تو چھپ نہیں سکتی کا کیا مطلب ہے؟
* کیا اُم المومنین کے لیے عمر کا یہ اندازِ کلام گستاخی نہیں؟
* کیا سرورِ کونینؐ کی توہین نہیں؟
* کیا عمر کو سرورِ کونینؐ نے نگران مقرر کر رکھا تھا؟
* عمر نے کس حق کی بنیاد پر یہ جسارت کی؟
* عمر کو زوجۂ رسول سے اس انداز میں کلام کرنے کا کیا حق تھا؟
* کسی اور اُم المومنین سے بھی عمر نے اس انداز میں گفتگو کی تھی؟
* اگر کی تھی تو کب اور کس سے؟
* اگر کسی اور سے ایسی گفتگو نہ کی تھی تو صرف اُم المومنین سودہ سے ایسی گفتگو کیوں کی؟
* کہیں اُم المومنین سودہ سے عمر کو ذاتی عداوت تو نہ تھی؟
* اگر ذاتی عداوت نہ تھی تو یہ سب کچھ کیا ہے؟

جلد سوم، نمبر ۱۱۷۰ میں بی بی فرماتی ہے کہ عمر سرورِ کونینؐ سے اکثر کہا کرتا تھا کہ آپ اپنی عورتوں کو پردہ میں بٹھائیں لیکن سرورِ کونینؐ عمر کی بات نہ مانتے تھے۔ ازواجِ

نبیؐ رات کے رات رفع حاجت کے لیے باہر جاتی تھیں۔ ایک دن اُم المومنین سودہ باہر نکلی تو طویل القامت ہونے کی وجہ سے عمر نے بی بی کو پہچان لیا۔ عمر اپنی کسی محفل میں بیٹھا تھا۔ وہیں سے پکار کر کہا: اے سودہ! میں نے تجھے پہچان لیا ہے۔ عمر کا مقصد یہ تھا کہ پردہ کا حکم نازل ہو، چنانچہ پردہ کا حکم آ گیا۔

چند سوالات

- عمر سرورِ کونین کو ازواج کے پردہ پر کیوں مجبور کرتا تھا؟
- کیا عمر نے اپنے گھر پردہ کو رائج کر دیا تھا؟
- کیا ازواج کا کردار عمر کے لیے باعثِ تشویش تھا؟
- اگر ازواج کا کردار باعثِ تشویش تھا تو سب کا یا کسی ایک کا؟
- خواہ سب کا ہو کسی ایک کا اس کا کوئی ثبوت؟

یہ خیال رہے کہ ہم شیعوں کے ہاں زوجۂ نبیؐ کافرہ یا منافقہ ہو سکتی ہے لیکن بدچلن نہیں ہو سکتی اور ہم شیعہ ہر زوجۂ نبیؐ کی پاک دامنی کا نہ صرف عقیدہ رکھتے ہیں بلکہ ہر زوجۂ نبی کی پاکدامنی ثابت بھی کرتے ہیں۔

- جب ازواج رات کے رات ہی باہر جاتی تھیں تو عمر کو کیا تکلیف تھی؟
- کیا اس نیت سے توہینِ نبیؐ کرنا کہ توہین کرنے والے کی مرضی کے مطابق اللہ کا حکم نازل ہو، جائز ہے؟
- اگر جائز ہے تو کہاں؟
- اگر جائز نہیں تو عمر کا یہ کرتوت کس کھڑی میں بندھے گا؟
- کیا حکمِ پردہ کے بعد ازواجِ نبیؐ اور ازواجِ اصحاب کا باہر آنا جانا موقوف ہو گیا؟
- اگر موقوف ہو گیا تو ثبوت؟
- اگر موقوف نہیں ہوا تو عمر صاحب کے اُم المومنین سودہ کی توہین کرنے کا کیا جواز رہا؟

* اُمہات المومنین کی عظمت کی قسمیں کھانے والے کہاں سورہے ہیں؟
* ایک طرف عمر کی توہینِ ازواج ہے دوسری طرف خود عمر کی محبت ہے۔ دیکھیں فیصلہ کس طرف ہو؟
* خلیفۂ برحق کے خلاف جنگِ جمل میں علمِ جنگ بلند کرنے کی بدولت بی بی عائشہ سے شیعوں کے اظہارِ نفرت پر بلبلا اُٹھنے والے ذرا عمر کے سامنے بھی تو آئیں؟

غسل وطہارت

کُل گیارہ احادیث ہیں:

* جلد سوم، نمبر ۱۰۳۴، راوی مسروق
* جلد سوم، نمبر ۲۱۶۱ "
* جلد اول، نمبر ۲۴۵، راوی عروہ
* جلد اول، نمبر ۲۴۶، راوی ابوبکر ابن حفص
* جلد اول، نمبر ۲۵۶، راوی قاسم
* جلد اول، نمبر ۲۵۷، "
* جلد اول، نمبر ۲۵۸، راوی عروہ
* جلد اول، نمبر ۲۶۷، "
* جلد اول، نمبر ۳۰۳، راوی مجاہد
* جلد اول، نمبر ۲۹۲، راوی اسود
* جلد اول، نمبر ۲۹۹، راوی قاسم

(۳۸) جلد سوم، کتاب الآداب، ص ۳۹۲، حدیث ۱۰۳۴

عن مسروق عن عائشة قالت صنع النبيّ شيئًا فرخص فيه فتنزه عنه قوم فبلغ ذٰلك النبيّ فخطب فحمد اللّٰه

(۴۰) جلد اول، کتاب الغسل، ص ۱۷۶، حدیث ۲۴۵

عروہ عن عائشۃ قالت کنت اغسل انا والنبیؐ من اناء واحد من قدح یقال لہ الفرق

''عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں اور سرورِ کونینؐ دونوں بیک وقت فرق نامی ٹپ سے غسل کیا کرتے تھے''۔

(۴۱) ابوبکر ابن حفص قالت سمعت ابا سلمۃ یقول دخلت انا واخو عائشۃ علی عائشۃ فسالھا اخوھا عن غسل رسول اللہ فدعت باناء نحو من صاع فاغتسلت وافاضت علی رأسھا وبیننا وبینھا حجاب

''ابوبکر ابن حفص نے ابوسلمہ سے روایت کی ہے کہ میں اور بی بی عائشہ کا بھائی بی بی کے پاس گئے۔ بی بی کے بھائی نے بی بی سے غسلِ نبیؐ کا پوچھا تو بی بی نے درمیان میں ایک کپڑا لٹکا دیا اور غسل نبیؐ کر کے دکھایا۔ پہلے سر پر پانی ڈالا۔

(۴۲) جلد اول، کتاب الغسل، ص ۱۷۹، حدیث ۲۵۶

قاسم عن عائشۃ قالت کنت اغسل انا والنبیؐ من اناء واحد تختلف ایدینا

''قاسم بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں اور سرورِ کونینؐ ایک ہی برتن سے باری باری ہاتھ ڈال کر غسل کرتے تھے''۔

(۴۳) جلد اول، کتاب الغسل، ص ۱۷۹، حدیث ۲۵۷

قاسم عن عائشۃ قالت کنت انا اغتسل انا والنبیؐ من اناء واحد تختلف ایدینا فیہ

"قاسم بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں اور سرورِ کونینؐ ایک ہی برتن سے باہم غسل کرتے تھے، ہمارے ہاتھ باری باری پڑتے تھے"۔

(۴۴) جلد اول، کتاب الغسل، ص ۱۷۹، حدیث ۲۵۸

عروہ عن عائشة قالت کنت اغتسل اناء والنبیؐ من اناء واحد من جنابة

"عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں اور سرورِ کونینؐ غسلِ جنابت باہم ایک ہی برتن سے کرتے تھے"۔

(۴۵) هشام ابن عروہ عن ابیه عن عائشة قالت کان رسول اللّٰه اذا اغتسل من الجنابة غسل یدیه وتوضاء وضوءہ للصلٰوة ثم اغتسل ثم تخلل بیدہ شعرہ حتٰی اذا ظن انّه قد روی بشرته افاض علیه الماء ثلاث مرات ثم غسل سائر جسدہ قالت وکنت اغسل انا ورسول اللّٰه من اناء واحد نغرف منه جمیعًا

"ہشام ابن عروہ اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ جب غسلِ جنابت کرنا چاہتے تو پہلے ہاتھ دھوتے پھر نماز کے لیے وضو کرتے، پھر غسل کرتے، پھر اپنے بالوں کو خلال کرتے، حتیٰ کہ جب گمان ہوجاتا کہ چمڑا سیراب ہوچکا ہے تو تین مرتبہ پانی ڈالتے پھر تمام جسم دھو لیتے۔ بی بی فرماتی ہے کہ میں اور سرورِ کونینؐ ایک ہی برتن سے بیک وقت غسل کرتے تھے اور بیک وقت چلّو سے پانی لیتے تھے"۔

(۲۶) جلد اول، کتاب الحیض، ص۱۹۳، حدیث ۳۰۳

عن مجاهد قال قالت عائشة ما كان لاحدينا الاثوب واحد تحيض فيه فاذا اصابه شئی من دم قالت بريقها فمصعه بظفرها

''مجاہد بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ہمارے پاس ایک ہی کپڑا ہوتا تھا اگر خونِ حیض اس کپڑا پر لگ جاتا تو ہم اس پر تھوک کر ناخن سے مَل ڈالتی تھیں''۔

(۲۷) جلد اول، کتاب الحیض، ص۱۹۰، حدیث ۲۹۲

اسود عن عائشة قالت كنت اغتسل انا والنبیؐ من اناء واحد كلانا جنب وكان يامرنی فاتزر فيباشرنی وانا حائض وكان يخرج رأسه الی وهو معتكف فاغسله وانا حائض

''اسود بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں اور سرورِ کونینؐ ایک ہی برتن سے غسل کرتے تھے جبکہ ہم دونوں بحالت جنابت ہوتے تھے۔ آپ سرورِ کونینؐ حالتِ حیض میں مجھے حکم دیتے میں چادر ڈالتی پھر مجھ سے مباشرت کرتے۔ سرورِ کونینؐ جب اعتکاف میں ہوتے مسجد سے سر باہر نکالتے اور میں حالتِ حیض اسے دھوڈالتی''۔

(۲۸) جلد اوّل، کتاب الحیض، ص۱۹۲، حدیث ۲۹۹

قاسم عن ابيه عن عائشة قالت كانت احدينا تحيض ثم تقترض الدم من ثوبها عند طهرها فتغسله وتنضح علی سائره ثم تصلی فيه

''قاسم اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ جب ہم میں سے کسی کو حیض آتا تو ختم ہونے کے بعد خون کو کپڑے سے الگ کر کے دھو لیتے اور باقی کپڑے پر پانی چھڑک کر اسی میں نماز پڑھتے''۔

محترم قارئین! یہ گیارہ احادیث ہیں:

- جلد سوم، نمبر ۱۰۳۴ اور ۲۱۶۱، ان دو کا تعلق صحابہ کی سرورِ کونینؐ کی اقتداء نہ کرنے سے تعلق ہے۔
- جلد اول، نمبر ۲۴۶ میں اُم المومنین عائشہ اپنے بھائی اور دوسرے شخص کو عملی طور پر غسل رسول کر کے دکھاتی ہے۔
- جلد اول، نمبر ۲۴۵، ۲۵۶، ۲۵۸ اور ۲۶۷ میں بی بی عائشہ اور سرورِ کونینؐ باہمی پیار و محبت کا اختتامی مظاہرہ کرتے ہوئے، باہم مل کر ایک وقت میں ایک برتن سے غسل فرماتے ہیں۔
- جلد اول، نمبر ۳۰۳ میں اُم المومنین عائشہ نجس کپڑے کو تھوک سے پاک کرنے کا طریقہ بتاتی ہے۔
- جلد اول، نمبر ۲۹۲ تین مسائل ہیں: داستان محبت کا آخری مظاہرہ ایک برتن سے باہم مل کر غسل، حالت حیض میں مباشرت، حالتِ حیض میں سرورِ کونینؐ کا سر دھونا۔
- جلد اول، نمبر ۲۹۹ کپڑے کی تطہیر کا طریقہ بتایا گیا ہے۔
- جلد سوم، نمبر ۱۰۳۴ اور ۲۱۶۱ کا راوی مسروق ہے۔
- جلد اول، نمبر ۲۴۶ کا راوی ابوبکر ابن حفص ہے۔
- جلد اول، نمبر ۲۴۵، نمبر ۲۵۸ اور ۲۶۷ کا راوی عروہ ابن زبیر ہے۔
- جلد اول، نمبر ۲۵۶ اور نمبر ۲۵۷ کا راوی قاسم ہے۔

- جلد اول، نمبر ۳۰۲ کا راوی مجاہد ہے۔
- جلد اول، نمبر ۲۹۲ کا راوی اسود ہے۔
- جلد اول، نمبر ۲۹۹ کا راوی قاسم ہے۔

جلد سوم، نمبر ۱۰۳۴ اور ۲۱۶۱ میں تکرار ہے۔ گویا یہ ایک حدیث ہے۔ اس میں بی بی عائشہ بتانا چاہتی ہے کہ صحابہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو نہ تو سرورِ کونین کو عالم باللہ سمجھتے تھے اور نہ ہی آپ کو خوفِ خدا رکھنے والا سمجھتے تھے اور یہی وجہ تھی کہ ایسے لوگ صرف انہی کاموں میں آپ کی اقتداء کرتے تھے جنھیں ان کی اپنی فکرِ خام قبول کرتی تھی۔

- کتنا ہی اچھا ہوتا اگر بی بی عائشہ اس کام کا تذکرہ بھی فرما دیتیں جس سے کچھ صحابہ اجتناب کرتے تھے اور ان تمام صحابہ یا بعض کے نام بھی بتا دیتی جو آپ کی اقتداء نہیں کرتے تھے تا کہ کم از کم آنحضورؐ کے بعد ایسے صحابہ پر کڑی نظر رکھی جاتی۔ ان سے تمام اُمت مسلمہ کو خبردار کیا جاتا۔
- کیونکہ جو لوگ آپ کی زندگی میں آپ کی اقتداء سے جی چراتے تھے۔ خدا معلوم آپ کے بعد ان لوگوں نے اسلام کے ساتھ کیا سلوک کیا ہوگا؟
- بہرحال بقول اُم المومنین عائشہ کے ایسے افراد خود سرورِ کونینؐ کی صحبت میں موجود ضرور تھے جو ہر کام میں آنحضورؐ کی اقتداء کو ضروری نہ سمجھتے تھے۔
- ہوسکتا ہے ان لوگوں نے سرورِ کونینؐ کو نبی ماننے کے بجائے ایک دنیاوی حکمران سمجھا ہو اور اپنے مخصوص مفادات کے پیشِ نظر دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے ہوں۔
- خدا معلوم بقول سوادِ اعظم اُم المومنین عائشہ نے ایسے کج فکر لوگوں کے نام کیوں پردۂ خفا میں رکھے؟
- جلد اول، نمبر ۲۲۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸ اور ۲۶۷ میں اُم المومنین عائشہ حسبِ ذیل دو باتیں بتانا چاہتی ہے۔

۱- سرورِ کونینؐ کی بی بی سے بے پناہ محبت
۲- میاں بیوی کا باہم مل کر غسلِ جنابت کرنے کا جواز۔

جہاں تک سرورِ کونینؐ کا بے پناہ محبت کا تعلق ہے وہ تو آپ نظامِ مصطفیٰؐ جلد اول میں بی بی کی اس وقت میں ملاحظہ فرما چکے ہیں جس میں بی بی دمِ آخر اپنے بھانجے عبداللہ ابن زبیر کو وصیت کرتی ہے کہ مجھے روضۂ رسولؐ میں دفن نہ کرنا، میں وہاں پاک نہیں ہوسکوں گی۔

رہا میاں بیوی کا باہم مل کر ایک برتن سے بیک وقت غسل جنابت کرنے کا جواز، اگرچہ جائز ہے لیکن سرورِ کونینؐ کی عظمت نبویہ اور شرافتِ نفس کے پیش نظر یہ بات انتہائی انہونی سی نظر آتی ہے کہ سرورِ کونینؐ کسی عیاش منش انسان کی طرح کوئی کام کریں۔

آپ خود سوچ سکتے ہیں کہ جب ایسا فعل ہم اپنے لیے گوارا نہیں کر سکتے تو سرورِ کونینؐ کیوں ایسی پست حرکت فرما سکتے ہیں۔

ہاں ایک بات سمجھ میں آتی ہے اور وہ یہ کہ بی بی اس قسم کے بیان دے کر اپنی محبت کا اظہار تو کر رہی ہیں لیکن بی بی نے عظمت نبویہ کو بھی اسی ترازو میں تولنے کی کوشش کی ہے جس میں ایک بازاری انسان کو تولا جاتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ بی بی عقیدتاً سرورِ کونینؐ کو عرب کا ایک حکمران سمجھتی ہے۔ اگر بی بی کے ذہن میں سرورِ کونینؐ کی رسالت کا تصور ہوتا تو سرورِ کونینؐ سے ایسی باتیں منسوب نہ کرتی جو ایک عام آدمی بھی نہیں کرتا۔

اب آیئے اُم المومنین عائشہ نے اس سے ایک قدم اور آگے بڑھا کر محبت کا ثبوت پیش کیا ہے۔ یہ ہے جلد اوّل، نمبر ۳۰۳، نمبر ۲۶۹ اور ۲۹۹۔

جلد اول، نمبر ۳۰۳ میں عورت کا ماہانہ خون کا ایک سبق ہے۔ سبق یہ ہے کہ جب

کبھی ہم میں سے کسی کا خون اس کے کپڑے پر لگ جاتا تو وہ اپنے کپڑے پر تھوکتی اور پھر ناخن سے رگڑ دیتی۔

یہ بتا بھی کسی عورت کو نہیں رہی بلکہ ایک مجاہد نامی صحابی کو بتاتی ہیں۔ ممکن ہے مجاہد نے پوچھا ہو یا بی بی اپنے روزمرہ کے معمولات کے مطابق درس دے رہی ہوں۔ اگر ماہواری کے خون کو تھوک کر، ناخن سے رگڑ کر پاک کرنا اسلامی طہارت کے منہ پر طمانچہ نہیں تو شیعوں کو کافر کہنے والے بتائیں کہ وہ بھی اپنے گھروں میں اسی طہارت کا سبق دیتے ہیں۔

عقل سلیم رکھنے والا کوئی انسان اس قسم کی طہارت کو انسانیت کی توہین کے علاوہ کچھ بھی نہیں سمجھ سکتا۔ آخر کافی سے زیادہ لوگ بی بی کے پاس اسلام سیکھنے کی خاطر آتے ہوں گے اور جب وہ طہارت کے سلسلہ میں ایسے سبق لے کے جاتے ہوں گے تو وہ راستہ ہی میں فیصلہ کر لیتے ہوں گے کہ اس اسلام سے تو ہمارا کفر ہی بھلا جس میں کم از کم ماہواری کے خون کو ناخنوں سے تو نہیں رگڑا جاتا۔

جلد اول، نمبر ۲۹۲ کو ایک مرتبہ پھر ملاحظہ فرمالیں۔ اُم المومنین عائشہ بتا رہی ہے کہ جب میں مبتلائے ماہواری ہوتی تو سرورِ کونین مجھے حکم دیتے، میں چادر اوڑھ لیتی پھر مجھ سے مباشرت کرتے۔ حالتِ اعتکاف میں آپ مسجد سے سر باہر نکالتے اور میں بحالت ماہواری سرورِ کونین کا سر دھوتی۔

اگرچہ ان بیانات سے بی بی کا مقصد صرف اور صرف یہ بتانا ہے کہ سرورِ کونین کو مجھ سے بے پناہ محبت تھی حتیٰ کہ ماہواری کے ایام میں بھی مجھ سے جدا نہیں ہوتے تھے اور ایامِ اعتکاف میں بھی میں ہی آپ کی سیوا کرتی تھی۔

لیکن مقامِ فکر یہ ہے کہ اسود کو یہ باتیں بتانے سے کیا حاصل۔ بحالتِ ماہواری مباشرت کا تذکرہ خدا معلوم کس مصلحت سے کیا ہے، ہمیں معلوم ہے کہ مباشرت کا لغوی

معنی جسم کو جسم سے مس کرنا ہوتا ہے لیکن اصطلاحاً مباشرت کا لفظ صرف اور صرف میاں بیوی کی اس مخصوص حیثیت سے متعلق ہے جس کے بعد اگر بیوی صحت مند ہو تو نتیجہ گود ہری ہونے کی صورت میں نکلتا ہے۔ اگر مباشرت کا لفظ بی بی نے دوسرے معنی میں استعمال نہیں کیا اور لغوی معنی میں استعمال کیا ہے تو میری طرف سے سوادِ اعظم کے ہر مکتب فکر کو دعوتِ عام ہے کہ وہ سب مل کر یا ان میں سے کوئی ایک، مباشرت کا لفظ اپنے لیے بھی استعمال کر کے دکھائے۔ اپنی بیٹی، ماں یا بہن میں سے کسی کو گلے لگا کر، بہ بانگِ دہل صرف اتنا کہہ دے، میں نے ماں سے مباشرت کی ہے۔

میں یقین سے کہتا ہوں کہ کوئی شریف النفس عربی سے واقف یہ فقرہ ادا کرنے کی جسارت نہیں کرے گا کیونکہ جسے بھی مباشرت کا معنی معلوم ہے وہ ایسی بے حیائی کا مظاہرہ کبھی نہیں کرے گا۔

اس پس منظر میں، مَیں قارئین سے انصاف کی توقع کروں گا کہ ایسے الفاظ جو علمائے کرام اپنے لیے پسند نہیں کرتے، وہی الفاظ سرورِ کونینؐ کے لیے کیوں پسند کرتے ہیں۔

ایسی کتاب جو سرورِ کونینؐ کے تقدس کو پامال کرنے کا تصور پیدا کرے، کو کیوں قابلِ اعتماد سمجھتے ہیں اور ایسی بیوی جو اپنے عظیم شوہر سے ایسے امور منسوب کرے جنہیں کوئی پست اخلاق شخص بھی قبول کرنے پر تیار نہ ہو، کو کیوں اپنا ہیرو سمجھتے ہیں۔

آخر میں جلد اول، نمبر ۲۴۶ بھی ملاحظہ فرما لیں جس میں بی بی شرعی حدود تو بجائے خود اخلاقی حدود سے بھی آگے بڑھ چکی ہیں۔ ابوبکر ابن حفص راوی ہیں۔ ابوسلمہ ابوبکر ابن حفص کو اپنا چشم دید واقعہ سناتا ہے۔ ابوسلمہ کہتا ہے کہ میں اُم المومنین عائشہ کے ایک بھائی کے ساتھ بی بی کے پاس گیا۔ بی بی کے بھائی نے بی بی سے غسل سرورِ کونینؐ کے متعلق پوچھا۔ بی بی فوراً اُٹھی۔ ہمارے اور اپنے درمیان ایک کپڑا لٹکایا اور غسل کر کے دکھانے لگی۔

محترم دوستو! بات سوچنے کی یہ ہے کہ جنھیں غسل رسول کر کے دکھایا جا رہا ہے وہ دونوں مرد ہیں۔ کپڑے کو اتنا پتلا ہونا چاہیے کہ اس سے کچھ نظر آئے۔ اگر نظر نہ آئے تو پھر کر کے دکھانے کا فائدہ ہی نہیں۔ دیکھنے والا ایک تو بھائی ہے لیکن دوسرا کوئی غیر محرم اجنبی ہے۔

اب بھلا آپ ہی بتائیے یہ دین کی تبلیغ ہے یا اسلام کی خدمت ہے۔ کیا ساتھ دوسروں کو بھی لے ڈوبنا اور توہینِ سرورِ کونینؐ ہے۔ اگر ہمارے بھائیوں کو اصرار ہو کہ بی بی نے بالکل درست اور اسلام کے مطابق کیا ہے تو کبھی اپنی بیوی سے بھی کہہ دیں کہ وہ طریقۂ غسل نامحرموں کو دکھا کر سکھا دیں۔ نہ تو سرورِ کونینؐ نے کبھی ایسا کیا تھا تاکہ اسے سنتِ رسول کہا جا سکے، نہ اور کسی صحابی نے ایسا کیا تھا تاکہ اتباعِ صحابہ کا نام دیا جا سکے اور نہ قرآن نے ایسا حکم دیا ہے تاکہ اطاعتِ قرآن کہا جا سکے۔ جب ان تین صورتوں میں سے کوئی بھی نہیں تو بی بی کے اس عمل کا کیا کیا جائے گا۔

فیصلہ: سرورِ کونینؐ کی حکم عدولی کا تذکرہ

سرورِ کونینؐ کے اظہارِ محبت میں شرعی اور اخلاقی حدود کی پرواہ نہ کرنا، ماہواری کے خون پر تھوکنا اور ناخن سے رگڑنا، سرورِ کونینؐ کی بحالتِ ماہواری مباشرت کا بتانا اور بھائی کے ساتھ آنے والے نامحرم کو غسل کر کے دکھانا۔

ان میں سے کوئی عمل بھی ایسا نہیں ہے جسے کوئی شریف اور غیور مسلمان، اطاعت قرآن کہہ سکے یا سنتِ رسول بتا سکے یا اتباعِ صحابہ کا نام دے سکے۔

بنابریں: بآسانی یہ کہا جا سکتا ہے کہ بی بی سرورِ کونینؐ کے گھر بیٹھ کر سرورِ کونینؐ کے مشن کے خلاف پرچار کرتی رہی۔ باہر رہنے والے یہ کام نہیں کر سکتے تھے جو گھر میں بیٹھ کر بی بی نے سرانجام دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ فتحِ مکہ کے مسلمان بی بی سے ہمیشہ راضی رہے۔

حلالی یا حرامی

کُل چودہ احادیث ہیں:

- جلد اول، نمبر ۱۹۱۶، راوی عروہ
- جلد اول، نمبر ۲۰۶۶ "
- جلد اول، نمبر ۲۲۴۸ "
- جلد اول، نمبر ۲۳۵۴ "
- جلد اول، نمبر ۲۵۱۲، راوی عمرہ بنت عبدالرحمٰن
- جلد دوم، نمبر ۱۸، راوی عروہ
- جلد دوم، نمبر ۱۴۳۹ "
- جلد سوم، نمبر ۱۶۷۰ "
- جلد سوم، نمبر ۱۷۲۰ "
- جلد سوم، نمبر ۲۰۵۰ "
- جلد دوم، نمبر ۷۶۷ "
- جلد دوم، نمبر ۹۲۳ "
- جلد سوم، نمبر ۱۶۷۴ "
- جلد سوم، نمبر ۱۶۷۵ "

(۴۹) جلد اول، کتاب البیوع، ص ۷۲۴، حدیث ۱۹۱۶

عروۃ ابن الزبیر عن عائشۃ قالت کان عتبۃ ابن ابی وقاص اوصٰی ان ابن ولیدۃ زمعۃ منی فاقبضہ قالت فلما کان عام الفتح اخذہ سعد ابن ابی وقاص وقال ابن اخی عھد الی فیہ فقال عبد ابن زمعہ ، فقال اخی

وابن وليدة ابى ولد على فراشه ، فتساوقا الى النبيؐ فقال سعد يارسول الله ابن اخي ، كان قد عهد الى فيه فقال عبد ابن زمعة اخي وابن وليدة ابى ولد على فراشه فقال رسول الله هو لك يا عبد ابن زمعة ثم قال النبيؐ الولد للفراش وللعاهر الحجر ثم قال للسودة بنت زمعة زوج النبيؐ احتجبى فيه لما رأى من شبهه بعتبة فما رأها حتٰى لقى الله

عروہ ابن زبیر بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ عتبہ ابن ابی وقاص نے مرتے وقت اپنے بھائی سعد ابن ابی وقاص کو یہ وصیت کی کہ زمعہ کی لونڈی کا بیٹا میرے نطفے سے ہے۔ اس کو لے لیجئو۔ بی بی کہتی ہے: جس سال مکہ فتح ہوا۔ سعد نے اس بچے کو لے لیا اور کہنے لگے: یہ میرے بھائی کا بچہ ہے، میرے باپ کی حفاظت میں پیدا ہوا۔ آخر دونوں لڑتے جھگڑتے آنحضرتؐ کے پاس آئے۔

سعد نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! یہ میرے بھائی کا بچہ ہے۔ اس نے مجھے وصیت کی تھی کہ اس کو لے لینا۔ عبد ابن زمعہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے اور باپ کی لونڈی سے پیدا ہوا ہے اس کے بچھونے پر۔ تب آنحضرتؐ نے فرمایا: عبد یہ بچہ تجھ کو ملے گا۔ اس کے بعد فرمایا: بچہ اسی کا ہوتا ہے جو جائز شوہر یا مالک ہو اور حرام کار کو پتھر سے سزا ملے گی۔ لیکن اُم المومنین جو زمعہ کی بیٹی اور آنحضرتؐ کی بیوی تھی تم اس سے پردہ کرتی رہنا کیونکہ آپ نے دیکھا اس بچے

کی صورت عتبہ سے ملتی تھی۔ سو اس نے حضرت سودہ کو مرتے تک نہ دیکھا"۔

(۵۰) جلد اول، کتاب البیوع، ص ۷۶۸، حدیث ۲۰۶۶

عروہ عن عائشۃ انہا قالت اختصم سعد ابن ابی وقاص و عبد ابن زمعہ فی غلام فقال سعد ھذا یارسول اللّٰہ ابن اخی عتبۃ ابن ابی وقاص عھد الی انّہ انبہ انظر الی شبہہ وقال عبد ابن زمعہ ھذا اخی یارسول اللّٰہ ولد علی فراش ابی من ولیدتہ فنظر رسول اللّٰہ الی شبہہ فرأی شبہا بینًا بعتبۃ فقال یاعبد ، الولد للفراش وللعاھر الحجر واحتجبی منہ یاسودۃ بنت زمعہ فلم ترہ سودۃ قط

"عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سعد ابن ابی وقاص اور عبد ابن زمعہ کا ایک بچے میں جھگڑا تھا، سعد کا دعویٰ یہ تھا کہ یہ بچہ چونکہ میرے بھائی عتبہ سے مشابہت رکھتا ہے، لہٰذا یہ میرا بھتیجا ہے اور اسے میں لے جاؤں گا۔ عبد ابن زمعہ نے کہا: قبلہ! یہ میرا بھائی ہے، میرے باپ کے گھر اس کی کنیز سے پیدا ہوا ہے۔ آپ نے اس بچے کی صورت کو دیکھا تو اس میں عتبہ کی واضح مماثلت تھی۔ آپؐ نے فرمایا: اے عبد! بچہ اسی کا ہے جس کے بستر پر ہوا ہے، زانی کا حق سنگسار ہوتا ہے، ہاں اے سودہ تو اس سے پردہ کیا کر، پھر سودہ نے اسے کبھی نہ دیکھا"۔

(۵۱) جلد اول، کتاب الخصومات، ص ۸۴۳، حدیث ۲۲۴۸

عروہ عن عائشۃ ان عبد ابن زمعہ وسعد ابن ابی

وقاص اختصما الی النبیؐ فی ابن زمعة ابن امة زمعة (قال) سعد یارسول اللّٰہ اوصانی اخی اذا قدمت ان اقبض ابن امة زمعة فاقبضه فانه ابنی قال عبد ابن زمعة اخی وابن امة ابی ولد علی فراش ابی فرأی النبیؐ شبهًا بینًا فقال هو لك یاعبد ابن زمعة الولد للفراش واحتجبی منه یاسودة

''عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ عبد ابن زمعہ اور سعد ابن وقاص نے سرورِ کونینؐ کے پاس زمعہ کی ایک کنیز کے بیٹے کا نزاع پیش کیا۔ سعد نے کہا: یارسولؐ اللہ! میرے بھائی نے مجھے وصیت کی تھی کہ جب مکہ جانا تو ابن زمعہ کو دیکھ کر اسے لے لینا وہ میرا بیٹا ہے۔ عبد ابن زمعہ نے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ میرا بھائی ہے۔ زمعہ کی کنیز کا بیٹا ہے اور زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ سرورِ کونین کو ابن زمعہ میں عتبہ سے واضح مماثلت نظر آئی۔ فرمایا: اے یہ تیرا بھائی ہے بچہ صاحبِ فراش کا ہوتا ہے۔ ہاں اے سودہ تو اس سے پردہ کیا کر''۔

۵۲ جلداول، کتاب العتق، ص۸۷۲، حدیث ۲۳۵۴

عروة ابن الزبیر ان عائشة قالت ان عتبة ابن ابی وقاص عهد الی اخیه سعد ابن ابی وقاص ان تقبض الیه ابن ولیدة زمعة قال عتبة انه ابنی فلما قدم رسول اللّٰہ زمن الفتح اخذ سعد ابن ولیدة زمعة فاقبل به الی رسول اللّٰہ واقبل معه بعبد ابن زمعة:

فقال سعد یارسول اللّٰہ ھذا ابن اخی عھد الی انّہ انبہ فقال عبد ابن زمعۃ یارسول اللّٰہ ھذا اخی ابن ولیدۃ زمعۃ ولد علی فراشہ فنظر رسول اللّٰہ الی ابن ولیدۃ زمعۃ فاذا ھوا شبہ الناس بہ فقال رسول اللّٰہ ھو لك یاعبد ابن زمعۃ من اجل انّہ ولد علی فراش ابیہ قال رسول اللّٰہ احتجبی منہ یاسودۃ بنت زمعۃ مما رأی من شبہہ بعتبۃ وکانت سودۃ زوج النبیؐ

''عروہ ابن زبیر بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ عتبہ ابن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد ابن ابی وقاص کو وصیت کی کہ زمعہ کی کنیز کا لڑکا میرا ہے، اسے لے لینا۔ جب سرورِ کونینؐ فتح مکہ کے بعد تشریف لائے۔ سعد نے زمعہ کی کنیز کے بیٹے کو پکڑ لیا اور سرورِ کونینؐ کے پاس لے آیا۔ عبد ابن زمعہ بھی ساتھ چلا آیا۔ سعد نے کہا: یارسولؐ اللہ! مجھے میرے بھائی نے وصیت کی تھی کہ زمعہ کی کنیز کا لڑکا میرا ہے لہٰذا یہ میرا بھتیجا ہے۔ عبد ابن زمعہ نے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ میرا بھائی ہے، میرے باپ کی کنیز کا بیٹا ہے۔ میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ سرورِ کونینؐ نے زمعہ کی کنیز کے بیٹے کو دیکھا تو تمام لوگوں کی نسبت عتبہ سے زیادہ مشابہہ تھا۔ آپؐ نے فرمایا: اے عبد یہ تیرا بھائی ہے کیونکہ تیرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ پھر سودۃ بنت زمعہ سے فرمایا کہ تو اس سے پورا پردہ کیا کر کیونکہ آپؐ نے اس میں عتبہ کی مماثلت دیکھی تھی اور سودہ زوجہ سرورِ کونینؐ تھی۔

۵۳ جلد اول، کتاب الصلح، ص ۹۳۷، حدیث ۲۵۱۲

عمرة بنت عبدالرحمٰن قالت سمعت عائشة تقول سمع رسول الله صوت خصوم بالباب عالية اصواتهما واذا احدهما يستوضع الاخرة يسترفقه في شئي وهو يقول والله لا افعل ، فخرج عليهما رسول الله فقال اين المتعالی علی الله لا يفعل المعروف فقال انا يارسول الله وله اهی ذٰلك احب

"عمرہ بنت عبدالرحمٰن بی بی عائشہ سے روایت کرتی ہے کہ سرورِ کونینؐ نے دروازہ پر دو جھگڑنے والوں کی انتہائی بلند آواز سنی۔ ایک دوسرے سے رحم، نرمی اور ترس کی بات کر رہا تھا جب کہ دوسرا قسم کھا کر کہہ رہا تھا کہ میں ایسا ہرگز نہ کروں گا۔ سرورِکونینؐ ان کے پاس تشریف لائے اور پوچھا کہ کون ہے جو اللہ سے بھی بڑا بن رہا ہے اور کہتا ہے کہ میں نیکی کا کام نہ کروں گا۔ اس شخص نے کہا: میں تھا یارسولؐ اللہ! اب میرا ساتھی جو چاہے میں اسے معاف کر دیتا ہوں"۔

۵۴ جلد دوم، کتاب الوصایا، ص ۴۱، حدیث ۱۸

عروة ابن الزبير عن عائشة قالت كان عتبة ابن ابی وقاص عهد الی اخيه سعد ابن ابی وقاص ان ابن وليدة زمعة منی فاقبضه ايلك - فلما كان عامر الفتح اخذ سعد فقال ابن اخی - قد كان عهد الی فيه فقام عبد ابن زمعة فقال اخی و ابن امة ابی ولد علی فراشه

فتساوقا الی رسول اللّٰہ – فقال سعد یارسول اللّٰہ ابن اخی کان عھد الی فیہ – فقال عبد ابن زمعۃ اخی و ابن ولیدۃ ابی – فقال رسول اللّٰہ ھو لک یاعبد ابن زمعۃ الولد للفراش وللعاھرا الحجر – ثم قال یاسودۃ احتجبی منہ لما رأی من شبیھہ بعتبۃ فما رآھا حتّٰی لقی اللّٰہ

"عروہ ابن زبیر بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ عتبہ ابن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد ابن ابی وقاص کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی کنیز کا بیٹا میرا ہے، اسے لے لینا۔ جب فتح مکہ ہوا تو سعد نے اس بچے پر قبضہ کر لیا اور کہا: یہ میرا بھتیجا ہے، اس نے مجھے وصیت کی تھی۔ عبد ابن زمعہ اُٹھا، اس نے کہا یہ میرا بھائی ہے، میرے باپ کی کنیز کا بیٹا ہے۔ میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے، دونوں یہ جھگڑا سرورِ کونینؐ کے پاس لائے۔ سعد نے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ میرا بھتیجا ہے، میرے بھائی نے مجھے وصیت کی تھی۔ عبد ابن زمعہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے، میرے باپ کی کنیز کا بیٹا ہے۔ سرورِ کونینؐ نے فرمایا: اے عبد ابن زمعہ! یہ تیرا بھائی ہے، بچہ صاحبِ فراش کا ہوتا ہے اور زانی سنگسار ہوتا ہے۔ پھر سودہ سے فرمایا کہ تو اس سے پردہ کیا کر۔ کیونکہ آپ کو بچہ میں عتبہ کی مشابہت نظر آتی تھی۔ اس کے بعد اس بچہ نے کبھی سودہ کو نہ دیکھا"۔

(۵۵) جلد دوم، کتاب المغازی، ص ۶۳۶، حدیث ۱۴۳۹

عروۃ ابن الزبیر ان عائشۃ قالت کان عتبۃ ابن ابی

وقاص عهد الی اخیه سعد ان یقبض ابن ولیدة زمعة فاقبل به الی رسول اللّٰه واقبل معه عبد ابن زمعة فقال سعد ابن ابی وقاص هذا ابن اخی عهد الی انّه ابنه ، قال عبد ابن زمعة یارسول اللّٰه هذا اخی ، هذا ابن زمعه ولد علی فراشه فنظر رسول اللّٰه الی ابن ولید زمعة فاذا اشبه الناس بعتبة ابن ابی وقاص فقال رسول اللّٰه هو لك هو اخوك ، یا عبد ابن زمعة من اجل انه ولد علی فراشه وقال رسول اللّٰه احتجبی منه یاسودة لما رأی من شبهه عتبة ابن ابی وقاص قال ابن شهاب قالت عائشة قال رسول اللّٰه: الولد للفراش وللعاهر الحجر

''عروہ ابن زبیر بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ عتبہ ابن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد ابن ابی وقاص کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی کنیز کا بیٹا میرا ہے، اسے لے لینا۔ جب سرورِ کونینؐ فتح مکہ کے وقت مکہ میں آئے تو سعد نے زمعہ کی کنیز کے بیٹے کو پکڑ لیا اور سرورِ کونینؐ کے پاس آیا۔ عبد ابن زمعہ بھی سعد کے ساتھ چلا آیا۔ سعد ابن ابی وقاص نے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ میرا بھتیجا ہے، مجھے میرے بھائی نے وصیت کی تھی۔ عبد ابن زمعہ نے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ میرا بھائی ہے، زمعہ کا بیٹا ہے۔ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ سرورِ کونینؐ نے زمعہ کی کنیز کے بیٹے کو دیکھا تو وہ تمام لوگوں کی نسبت عتبہ سے زیادہ مشابہت رکھتا تھا۔ سرورِ کونینؐ

ثم قال ما بال اقوام يتنزهون عن الشيئى اصنعه فوالله انى لاعلمهم بالله واشدهم له خشيةً

''مسروق بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے کوئی کام کیا اور دوسروں کو کرنے کی اجازت بھی دے دی لیکن بعض لوگوں نے کام نہ کیا جب آپؐ کو اطلاع ملی تو آپؐ خطبہ کے لیے کھڑے ہوئے، حمدِ خدا بجا لانے کے بعد فرمایا:

لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ میں ایک کام کرتا ہوں لیکن وہ نہیں کرتے۔ بخدا میں تمام لوگوں کی نسبت اللہ کو زیادہ جاننے والا اور اللہ سے زیادہ ڈرنے والا ہوں''۔

(۳۹) جلد سوم، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنۃ، ص ۸۱۷، حدیث ۲۱۶۱

عن مسروق قال قالت عائشة صنع النبیؐ شيئًا فرخص وتنزه عنه قوم فبلغ ذٰلك النبیؐ فحمدالله ثم قال ما بال اقوام يتنزهون عن الشيئى اصنعه فوالله انى اعلمهم بالله واشدهم له خشيةً

''مسروق بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے کوئی کام کیا اور دوسروں کو وہ کام کرنے کی اجازت دے دی لیکن ایک گروہ نے وہ کام نہ کیا۔ آپؐ کو اطلاع ملی تو آپؐ نے خطبہ میں حمد باری کے بعد فرمایا کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ کام نہیں کرتے جو میں نے کیا ہے۔ بخدا ان تمام کی نسبت اللہ کو میں زیادہ جانتا ہوں اور زیادہ ڈرتا ہوں''۔

نے عبد سے فرمایا: یہ تیرا ہے، تیرا بھائی ہے اس لیے کہ زمعہ کے بستر پر پیدا ہوا ہے اور آپ نے سودہ سے فرمایا کہ اس سے پردہ کیا کر، کیونکہ اس میں عتبہ ابن ابی وقاص کی مشابہت تھی۔ ابن شہاب کہتا ہے کہ بی بی عائشہ نے فرمایا: سرورِ کونینؐ نے فرمایا کہ بچہ صاحبِ فراش کا ہوتا ہے اور زانی کو پتھر لگتے ہیں"۔

(۵۶) جلد سوم، کتاب الفرائض، ص ۶۱۶، حدیث ۱۶۷۰

عروة عن عائشة انما قالت اختصم سعد ابن ابی وقاص و عبد ابن زمعة فی غلام فقال سعد هذا یا رسول اللّٰه ابن اخی عتبة ابن ابی وقاص عهد الی انه ابنه انظر الی شبهه وقال عبد ابن زمعة هذا اخی یا رسول اللّٰه ولد علی فراش ابی من ولیدة فنظر رسول اللّٰه الی شبهه فرای شبها بینا بعتبة فقال هو لك یا عبد الولد للفراش وللعاهر الحجر ، واحتجبی منه یاسودة بنت زمعة قالت فلم یر سودة قط

"عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سعد ابن ابی وقاص اور عبد ابن زمعہ کا ایک لڑکے کا جھگڑا تھا۔ سعد نے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ میرا بھتیجا ہے، آپ اس کی مشابہت ملاحظہ فرمائیں۔ عتبہ میرے بھائی نے وصیت کی تھی۔ عبد ابن زمعہ نے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ میرا بھائی ہے۔ میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے، میرے باپ کی کنیز کا بیٹا ہے۔ سرورِ کونینؐ نے اس بچے کی مماثلت دیکھی تو عتبہ سے ملتی تھی، پھر فرمایا: اے عبد! یہ تیرا ہے،

بچہ صاحبِ فراش کا ہوتا ہے اور زانی کو پتھر ملتے ہیں۔ اے سودہ بنت زمعہ! تو اس سے پردہ کیا کر۔ بی بی کہتی ہے کہ پھر سودہ کو اس نے کبھی نہ دیکھا"۔

(۵۷) جلد سوم، کتاب المحاربین، ص ۶۳۲، حدیث ۱۷۲۰

عروة عن عائشة قالت اختصم سعد وابن زمعة فقال النبیؐ هو لك یا عبد ابن زمعة الولد للفراش واحتجبی منه یاسودة

"عروہ بی بی عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ سعد اور ابن زمعہ کا جھگڑا تھا۔ سرورِ کونینؐ نے فرمایا: اے عبد ابن زمعہ بچہ تیرا ہے، بچہ صاحبِ فراش کا ہوتا ہے اور اے سودہ تو اس سے پردہ کیا کر"۔

(۵۸) جلد سوم، کتاب الاحکام، ص ۴۷۷، حدیث ۲۰۵۰

عروة ابن الزبیر عن عائشة زوج النبیؐ انها قالت كان عتبة ابن ابی وقاص عهد الی اخیه سعد ابن ابی وقاص ان ابن ولیدة زمعة منی فاقبضه ایلك فلما كان عام الفتح اخذه سعد ، فقام الیه عبد ابن زمعة فقال اخی و ابن ولیدة ابی ولد فراشه فتساوقا الی رسول الله ، فقال سعد یارسول الله ابن اخی كان عهد الی فیه وقال عبد ابن زمعة اخی وابن ولیدة ابی ولد علی فراشه فقال رسول الله هو لك یا عبد ابن زمعة ثم قال رسول الله الولد للفراش وللعاهر الحجر ، ثم قال لسودة بنت زمعة أحتجبي منه لما رای من شبهه بعتبه فما رأها حتی لقی الله تعالی

"عروہ ابن زبیر بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ عتبہ ابن ابی وقاص نے اپنے بھائی سعد ابن ابی وقاص کو وصیت کی تھی کہ زمعہ کی کنیز کا بیٹا میرا ہے، اسے لے لینا۔ جب مکہ فتح ہوا تو سعد نے وہ بچہ لے لیا۔ عبد ابن زمعہ اُٹھا اور اس نے کہا: یہ میرا بھائی ہے، میرے باپ کی کنیز کا بیٹا ہے۔ میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ دونوں اپنا جھگڑا سرورِ کونینؐ کے پاس لائے۔ سعد نے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ میرا بھتیجا ہے، میرے بھائی نے مجھے وصیت کی تھی۔ عبد ابن زمعہ نے کہا: یہ میرا بھائی ہے، میرے باپ کی کنیز کا بیٹا ہے، میرے باپ کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔ سرورِ کونینؐ نے فرمایا: اے عبد ابن زمعہ! یہ تیرا بھائی ہے۔ پھر فرمایا: بچہ صاحبِ فراش کا ہوتا ہے اور زانی کو پتھر ملتے ہیں۔ پھر سودہ سے فرمایا: اس سے پردہ کیا کر، کیونکہ آپ نے اس بچہ میں عتبہ کی مشابہت دیکھی تھی۔ پھر اس بچہ نے سودہ کو کبھی نہ دیکھا تھا۔

(۵۹) جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص۳۴۴، حدیث ۷۶۷

عروہ عن عائشة ان رسول الله دخل عليها مسرورًا برق اسارير وجهه ، قال الم تسمعي ما قال المدلجي لزيد واسامة ورأى اقدامهما ان بعض هذه الاقدام من بعض

"عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ میرے پاس آئے خوشی سے آپ کا چہرہ چمک رہا تھا۔ مجھے فرمایا کہ تو نے وہ نہیں سنا جو ایک قیافہ شناس نے زید اور اسامہ کے متعلق فرمایا ہے۔ اس نے ان دونوں کے پاؤں دیکھے اور کہا کہ یہ دونوں قدم ایک دوسرے سے ہیں"۔

(۹۰) جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ۴۱۱، حدیث ۹۲۳

عروة عن عائشة قالت دخل علی قائف والنبی شاهد واسامة ابن زید و زید ابن حارثه مضطجعان فقال ان هذه الاقدام بعضها من بعض قال فسر بذلك النبیؐ واعجبه فاخبره به عائشة

"عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میرے پاس ایک قیافہ شناس آیا۔ سرورِ کونینؐ دیکھ رہے تھے اسامہ ابن زید اور زید بن حارثہ دونوں لیٹے ہوئے تھے، قیافہ شناس نے کہا: یہ پاؤں ایک دوسرے سے ہیں۔ سرورِ کونینؐ خوش ہو گئے، پھر آپؐ نے مجھے بھی بتایا"۔

(۹۱) جلد سوم، کتاب الفرائض، ص ۶۱۷، حدیث ۱۶۷۴

عروة عن عائشة قالت ان رسول الله دخل علی مسرورًا تبرق اساریر وجهه فقال الم تری ان مجززًا نظر انفا الی زید ابن حارثة واسامه ابن زید فقال ان هذه الاقدام بعضها من بعض

"عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ ہشاش بشاش چہرہ کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تو نے نہیں دیکھا کہ مجزز نے ابھی ابھی زید ابن حارثہ اور اسامہ ابن زید کو دیکھا ہے اور کہا ہے کہ یہ پاؤں ایک دوسرے سے ہیں"۔

(۹۲) جلد سوم، کتاب الفرائض، ص ۶۱۷، حدیث ۱۶۷۵

عروة عن عائشة قالت دخل علی رسول اللهؐ ذات یوم

مسرورًا فقال یاعائشة الم تری ان مجززًا لمدلجی دخل فرأى اسامة و زيد او عليهما قطيفة قد غطيا رؤسهما وبدت اقدامهما فقال ان هذه الاقدام بعضها من بعض

''عروہ بی بی عائشہ سے نقل کرتا ہے کہ ایک دن سرورِ کونین خوشی خوشی میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: اے عائشہ! کیا تو دیکھتی نہیں کہ مجزز قیافہ شناس آیا۔ اس نے اسامہ اور زید کو دیکھا، دونوں نے اپنے سروں کو چادروں سے ڈھانپ رکھا تھا اور پاؤں کھلے تھے، انھوں نے کہا کہ یہ پاؤں ایک دوسرے سے ہیں''۔

محترم قارئین! یہ چودہ احادیث ہیں جن دو صحابیوں کے حلالی یا حرامی ہونے کا ذکر ہے۔ معاملہ بہت نازک ہے اور لکیر بہت ٹیڑھی ہے، خصوصاً معاملہ اسامہ ابن زید، زید ابن حارثہ کا بہت پیچیدہ ہے، زبان بھی معروف صدیقہ کی ہے۔

● تکرار:ــــ آیئے پہلے تو یہ دیکھ لیں کہ امام بخاری نے ایک ہی حدیث کو بار بار درج کیا ہے یا حدیثیں ہی مختلف ہیں:

- سعد ابن ابی وقاص کے بھتیجے کے سلسلے میں ہمارے پاس نو احادیث ہیں۔ پہلے انھیں دیکھ لیتے ہیں پھر اسامہ ابن زید اور ابن حارثہ کی احادیث کو دیکھیں گے۔
- جلد اول، نمبر ۱۹۱۶ میں روایت کا آغاز عتبہ ابن ابی وقاص کی وصیت سے ہوتا ہے۔
- جلد اول، نمبر ۲۰۶۶ میں حدیث کی ابتداء سعد ابن ابی وقاص اور عبد ابن زمعہ کے باہمی نزاع سے ہوتی ہے۔
- جلد اول، نمبر ۲۲۴۸ میں عبد ابن زمعہ کو سعد سے تقدم مکانی حاصل ہے۔
- جلد اول، نمبر ۲۲۵۴ میں قبض ولد کو مستقبل کے صیغہ سے ادا کیا گیا ہے جبکہ

جلد اول، نمبر ۱۹۱۶ میں فعل امر سے حکم دیا گیا ہے۔

* جلد دوم، نمبر ۱۸ میں فما کان عام الفتح کہا گیا ہے جبکہ اس معنی کو جلد اول، نمبر ۲۳۵۴ میں فلما قدم رسول اللّٰہ زمن الفتح سے ادا کیا گیا ہے۔
* جلد دوم، نمبر ۱۴۳۹ میں سعد نے بچے کو پکڑ لیا اور سرور کونینؐ کے پاس آ گیا۔ عبد ابن بھی ساتھ آیا۔ وہاں ہر ایک نے اپنی صداقت کے دلائل پیش کیے جبکہ جلد اول نمبر ۱۹۱۶ میں پہلے تو سعد اور عبد نے ایک دوسرے کو باہر ہی قائل کرنے کی کوشش کی۔ جب وہاں کسی کی دال نہ گلی تو پھر آپ کے پاس آئے۔
* جلد سوم، نمبر ۱۶۷۰ میں اختتام اس پر ہوتا ہے کہ اُم المومنین سودہ کو آپ کے بھائی نے کبھی نہ دیکھا جبکہ جلد اول، نمبر ۲۰۶۶ کا اختتام اس بات پر ہوتا ہے کہ پھر اُم المومنین سودہ نے اپنے بھائی کو کبھی نہیں دیکھا۔

ملاحظہ فرما لیا ہے آپ نے۔ کہیں نہ کہیں اختلاف مل جاتا ہے اور یہی اختلاف ہی اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ احادیث میں تکرار نہیں بلکہ مختلف احادیث ہیں۔

احادیث اسامہ بن زید: کُل چار احادیث ہیں:

* جلد دوم، نمبر ۷۶۷ میں قیافہ شناس کو مدلجی، جلد دوم، نمبر ۹۲۳ میں قیافہ شناس کو قائف، جلد سوم، نمبر ۱۶۷۴ میں قیافہ شناس کا نام مجزز اور جلد سوم، نمبر ۱۶۷۵ میں مجزو مدلجی بتایا ہے۔
* جلد دوم، نمبر ۹۲۳ قیافہ شناس بی بی کے پاس آتا ہے جبکہ دیگر احادیث میں قیافہ شناس کہیں باہر اسامہ اور زید کا موازنہ کرتا ہے۔
* جلد دوم، نمبر ۷۶۷ میں آپ بی بی عائشہ سے یوں خطاب کرتے ہیں: الم تسمعی؟ کیا تو نے نہیں سنا۔
* جلد سوم، نمبر ۱۶۷۴ میں آپ بی بی عائشہ سے خطاب یوں کرتے ہیں: الم تری

کیا تو نے نہیں دیکھا؟

- جلد سوم، نمبر ۱۶۷۵ میں سرورِ کونینؐ اسامہ اور زید کی کیفیت تفصیل سے بتاتے ہیں کہ ان کے سر چادر سے ڈھانپے ہوئے تھے اور پاؤں ظاہر تھے جبکہ دیگر احادیث میں قیافہ شناس صرف پاؤں دیکھتا ہے اور ان میں یہ نہیں بتایا گیا کہ ان کے سر ڈھانپے ہوئے تھے۔

ایک ایک حدیث کا دوسری حدیث سے مقابلہ کرنے کے بعد یہ واضح ہو جاتا ہے کہ ان احادیث میں تکرار نہیں بلکہ ہر حدیث دوسری سے علیحدہ ہے۔

● مقامِ فکر: میرے دوستو! دو صحابی ہیں، ایک اُم المومنین سودہ کا بھائی ہے اور دوسرا سرورِ کونینؐ کے لشکر کا سالار اسامہ بن زید ہے۔

● نزاع: اُم المومنین سودہ بنت زمعہ کے باپ زمعہ کی کنیز ہے جس کا نام یا تو بی بی عائشہ کو معلوم نہیں یا بی بی کسی مصلحت کے پیشِ نظر بتانا نہیں چاہتی۔ اس کنیز کے ساتھ عتبہ ابن ابی وقاص کے ناجائز تعلقات ہیں۔ ان ناجائز تعلقات سے ایک بچہ پیدا ہوتا ہے۔ اس بچے کا نام بھی بی بی عائشہ نہیں بتاتی۔ عتبہ مرتے ہوئے اپنے بھائی سعد کو وصیت کرتا ہے کہ جب کبھی موقع ملے تو اُم المومنین سودہ کا پدری بھائی اس کا پدری بھائی نہیں بلکہ میرا بیٹا ہے۔ وہ اپنے سابقہ کافرانہ رواج کے مطابق لے لینا۔ چنانچہ جب مکہ فتح ہوا اور اسلامی فوج داخلِ مکہ ہوئی تو سعد ابن ابی وقاص نے سب سے پہلے اپنے بھائی عتبہ کی وصیت پر عمل کیا اور اپنے بھائی کے ناجائز بچے پر جا قبضہ کیا۔ اُم المومنین سودہ کے بھائی عبد ابن زمعہ نے مداخلت کی اور کہا کہ یہ عتبہ کا بیٹا نہیں بلکہ میرے باپ زمعہ کا بیٹا اور میرا بھائی ہے، نزاع بڑھ گیا۔ فیصلہ سرورِ کونینؐ کے پاس آیا۔ آپؐ نے ایک طرف شرعی اصول کو دیکھا اور دوسری طرف عربِ جاہلیت کی علامات کو دیکھا۔ اصولِ شرعی کے مطابق وہ بچہ اُم المومنین سودہ کے بھائی کا بنتا تھا اور عربِ جاہلیت کے مطابق وہ بچہ سعد کا

بھیجا اور عتبہ کا بیٹا قرار پاتا تھا۔

کیونکہ شرعی اصول کے مطابق جس کے بستر پر بچہ پیدا ہو اسی کا ہوتا ہے اور عرب جاہلیت کے مراسم کے مطابق بچے کی مشابہت جس سے ہوئی اس کا بیٹا ہوا کرتا تھا۔ سرورِ کونینؐ نے صاحبِ فراش سے نسب کا فیصلہ کردیا کہ چونکہ بچہ کی ولادت زمعہ کے بستر پر ہوئی ہے لہٰذا زمعہ کا بیٹا اور اُم المومنین سودہ کا بھائی ہے اور پردہ کے لیے عرب جاہلیت کے مراسم کو بھی بحال رکھا کہ چونکہ بچہ کی مشابہت عتبہ سے ہے لہٰذا اُم المومنین سودہ کے لیے اس سے پردہ واجب ہے۔ گویا سرورِ کونینؐ کے فیصلہ کے مطابق بچے کے دو پہلو ہیں: ایک حلالی ہونے کا اور دوسرا حرامی ہونے کا۔۔۔۔ نسب کے لحاظ سے بچہ حلالی ہے اور پردہ کے لحاظ سے بچہ حرامی ہے۔۔۔۔ بریں عقل و دانش بباید گریست

بی بی عائشہ کا مقصد

آیئے دیکھیں کہ ان نو احادیث کی روایت و حکایت سے بی بی بتانا کیا چاہتی ہے۔ جہاں تک میں سمجھا ہوں اور میرا خیال ہے کہ ہر عقل سلیم میرے نظریہ کی تائید کرے گی کہ بی بی عائشہ کا مقصد ایک طرف اُم المومنین سودہ کو اپنے رقیبانہ انتقام کا نشانہ بنانا چاہتی ہے کہ تیرا ایک بھائی وہ بھی ہے جو حرام زادہ ہے جس سے تیرا پردہ واجب ہے۔ کسے معلوم نہیں کہ کسی شریف زادی کے لیے ایسا کچھ کہ کتنا سوہانِ روح ہوتا ہے۔ بی بی کے رقیبانہ جذبات اور انتقام کے واقعات آپ بی بی کی اپنی زبانی نظام مصطفیٰؐ حصہ اول میں مغافیر کے زیرِ عنوان اور اسی حصہ سوم میں۔۔۔۔ بی بی کی خودکشی کے زیرِ عنوان ملاحظہ کرچکے ہیں۔

اور دوسری طرف بی بی عائشہ یہ بتانا چاہتی ہے کہ سرورِ کونین کا اپنالایا ہوا ضابطہ حیات یعنی دین مکمل نہ تھا۔ بلکہ آپ کے دین کو جاہلیت کے مراسم کی اشد ضرورت تھی اور جب تک دین اسلام کے ساتھ عرب جاہلیت کا پیوند نہ لگایا جائے اس وقت تک

اسلام مکمل ہی نہیں ہوتا۔

اب یہ قارئین کی ذمہ داری ہے کہ وہ فیصلہ کریں کہ بی بی اسلام سے خود کتنی ہم آہنگ تھی اور اُمت کو کس اسلام کا تعارف کرانا چاہتی ہے۔

اسامہ ابن زید اور زید ابن حارثہ

قبل ازیں بھی گزارش کر چکا ہوں کہ ان احادیث کا تعلق دو صحابہ کے نسب سے ہے، ایک اُم المومنین سودہ بنت زمعہ کا بھائی، جس کے متعلق جتنا مجھے اپنا اخلاق اجازت دیتا ہے اتنا عرض کر چکا ہوں۔

اب آیئے ذرا سالار مسلمین اور محبوب خاتم النبیین، اسامہ ابن زید اور زید ابن حارثہ کے سلسلہ میں بی بی کی چار احادیث کا بغور مطالعہ کرلیں، البتہ ان احادیث کے مطالعہ سے قبل تھوڑے سے وقت کے لیے تفسیر قرآن بھی ملاحظہ فرمالیں تاکہ جو کچھ بی بی عائشہ کہنا چاہتی ہے وہ اچھی طرح ذہن نشین ہوسکے اور بی بی عائشہ رسالت کا جو خاکہ ہم گناہگاروں کو دینا چاہتی ہے بخوبی سمجھ آسکے۔

سورۃ الاحزاب، نمبر ۳۶/۳۷، تفسیر جلالین از علامہ سیوطی، ص ۳۵۵، مطبوعہ اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب آرام باغ، کراچی۔

من یعص اللّٰہ ورسولہ فقد ضلّ ضلالًا مبینا
بیّنًا فزوجھا النبیؐ لزید ثم وقع بصرہ علیھا بعد حین
فوقع فی نفسہٖ حبھا وفی نفس زید کراھتھا ثم قال النبیؐ
لزید فراقھا فقال امسك علیك زوجك كما قال تعالٰی

"واضح گمراہی، پس سرورِ کونینؐ نے زینب بنت جحش کی شادی زید سے کرادی۔ کچھ وقت کے بعد آپؐ کی نگاہ زینب پر پڑی تو آپؐ کے دل میں اس کی محبت پیدا ہوگئی اور زید کے ذہن میں

زینب سے نفرت آ گئی۔ پھر زید نے سرورِ کونینؐ سے کہا: میں زینب کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: اپنی بیوی یعنی زینب کو طلاق نہ دے"۔

واذ تقول للذی انعم اللّٰہ علیہ وانعمت علیہ بالاسلام ، وبالاعتاق وھو زید ابن حارثۃ کان من سبی الجاھلیۃ اشتراہ رسول اللّٰہ قبل البعثۃ واعتقہ وتبناہ

"جب آپ اس شخص سے کہہ رہے تھے جس پر اللہ نے اسلام کا اور آپ نے آزاد کرنے کا انعام کیا ہے۔ یہ زید ابن حارثہ تھا جو زمانۂ جاہلیت کے قیدیوں سے تھا۔ سرورِ کونینؐ نے بعثت سے قبل اسے خریدا تھا اور اپنا بیٹا بنایا تھا"۔

امسک علیک زوجک واتق اللّٰہ: فی امر طلاقھا

"اپنی بیوی کو طلاق دینے کے معاملہ میں اللہ سے ڈر"۔

وتخفی فی نفسک ما اللّٰہ مبدیہ

مظھرہ من محبتھا وان لو فارقھا زید تزوجتھا

"تو اپنے ذہن میں زینب کی محبت کو چھپاتا ہے اور اس بات کو بھی چھپاتا ہے کہ اگر زید نے زینب کو طلاق دے دی تو میں اس سے شادی کروں گا"۔

یہ سورۃ احزاب کی دو آیات ہیں اور ان کی تفسیر عربی میں علامہ جلال الدین سیوطی نے کی ہے جس کا اُردو ترجمہ راقم الحروف نے کیا ہے۔

اب آیئے احادیث اسامہ میں دیکھیں کہ بی بی نے کیا بتایا ہے:

بی بی عائشہ کا بھانجا عروہ ابن زبیر بی بی سے روایت کرتا ہے کہ ایک دن سرورِ کونینؐ بڑے ہشاش بشاش چہرہ کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ اے عائشہ! کیا تو نے قیافہ شناس کی بات سنی ہے جو اس نے اسامہ ابن زید اور زید ابن حارثہ کے متعلق بتائی ہے۔ اسامہ اور زید دونوں نے اپنے سر چادر سے ڈھانپ رکھے تھے۔ ان کے قدم ظاہر تھے۔ مجزز مدلجی نے دونوں کے قدم دیکھ کر تصدیق کر دی ہے کہ یہ قدم ایک دوسرے سے ہیں۔

دوسری حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ میرے پاس ایک قیافہ شناس آیا۔ سرورِ کونینؐ دیکھ رہے تھے۔ اسامہ اور زید لیٹے ہوئے تھے۔ قیافہ شناس نے دونوں کے پاؤں دیکھے اور کہا کہ یہ قدم ایک دوسرے سے ہیں قیافہ شناس کا یہ جملہ کہنے سے سرورِ کونینؐ انتہائی خوش ہوئے۔

یہ دو کہانیاں ہیں جو بی بی نے بتائی ہیں۔ اگرچہ دونوں داستانیں نامکمل ہیں لیکن اگر سوچا جائے تو کہانی کی تکمیل یوں ہوگی کہ:

اسامہ ابن زید کے نسب میں صحابہ مشکوک تھے، صحابہ میں چہ میگوئیاں ہوتی تھیں۔ کچھ صحابہ کہتے ہوں گے کہ اسامہ زید کا بیٹا ہے لیکن کچھ صحابہ نے اسامہ میں کسی دوسرے کی مشابہت دیکھ کر کہتے ہوں گے کہ اسامہ زید کا بیٹا نہیں ہے بلکہ کسی اور کا بیٹا ہے۔ ان چہ میگوئیوں کے پیش نظر یا سرورِ کونینؐ نے مجزز مدلجی کو عرب جاہلیت کے مراسم کے مطابق بلایا ہوگا تاکہ قیافہ شناس دیکھ کر اپنے علمِ قیافہ کے مطابق یہ بتائے کہ اسامہ کس کا بیٹا ہے اور یا بی بی عائشہ نے اُم المومنین زینب بنت جحش سے جذبۂ رقابت کی چنگاری کو بجھانے کی خاطر کسی قیافہ شناس کو بلایا ہوگا۔

کیونکہ تاریخ عرب میں کوئی قابلِ اعتماد قیافہ شناس کبھی کسی گھر میں خود نہیں جاتا تھا بلکہ یا تو بلایا جاتا تھا اور یا ضرورت مند افراد اس کے پاس خود جاتے تھے۔ قیافہ شناس

نے دونوں کو دیکھ کر فیصلہ دیا کہ یہ ایک دوسرے سے ہیں اور اسامہ زید ہی کا بیٹا ہے، اسامہ کس کا بیٹا تھا؟

بی بی عائشہ کے بتائے ہوئے واقعات سے اگرچہ اس بات کا یقین تو نہیں ہوتا کہ نسب اسامہ میں زید کی جگہ دوسرا کون تھا۔ البتہ ایک نظریہ سے ملتا ہے اور وہ ہے سرورِ کونینؐ کی بے پناہ مسرت جیسا کہ بی بی اپنی زبانی بیان فرماتی ہے کہ سرورِ کونین کا چہرہ ہشاش بشاش ہوگیا۔

ہاں تفسیر جلالین سے اس بات کی کچھ نہ کچھ تصدیق بھی ہوتی ہے اور سرورِ کونینؐ کی وجہ مسرت بھی معلوم ہونے لگتی ہے۔

لیجیے اب تفسیر

زید ابن حارثہ سرورِ کونینؐ کا منہ بولا بیٹا تھا۔ زینب بنت جحش سرورِ کونینؐ کی پھوپھی زاد بہن تھی۔ آپ نے زید کو جو کہ پہلے آپ کا غلام تھا آزاد کیا اور پھر زینب سے اس کی شادی کردی۔ شادی کرنے تک تو معاملہ بالکل درست تھا۔ لیکن شادی کے کچھ عرصہ بعد سرورِ کونینؐ کی نگاہ زینب کے حسین وجمیل سراپا پر پڑ گئی۔ سرورِ کونینؐ قابو میں نہ رہے اور دل ہار بیٹھے۔ اب آپ کی خواہش یہ ہوگئی کہ زید اگر زینب کو طلاق دے دی تو پھر میں خود ہی زینب سے شادی کرلوں گا۔ چنانچہ جب سرورِ کونینؐ کے دل میں زینب کی محبت آئی تو دوسری طرف زید کے دل میں زینب کے لیے نفرت آگئی۔ یہ نفرت آہستہ آہستہ زیادہ ہوتی گئی حتیٰ کہ ایک دن زید نے سرورِ کونینؐ سے کہا کہ میں زینب کو طلاق دینا چاہتا ہوں۔

آپ اگرچہ دل سے تو چاہتے تھے کہ کاش زید زینب کو طلاق دے دے لیکن ظاہراً زید سے کہا کہ اللہ سے ڈر اور طلاق نہ دے۔ جب اللہ میاں نے سرورِ کونینؐ کا یہ فقرہ سنا تو فوراً جبرئیل کو بھیجا کہ تو جس چیز کو چھپا رہا ہے۔ میں اس کی حقیقت سے بھی

باخبر ہوں اور جو بات ظاہر کر رہا ہے میں اسے بھی جانتا ہوں۔

تو میرے محترم قارئین! اب ہمارے سامنے دو واقعات ہیں۔ ایک قیافہ شناس کے نسب کی تصدیق اور دوسرے زید کی زینب کو طلاق۔ قیافہ شناس نے صحابہ کے شکوک و شبہات کو دُور کر کے اسامہ کا نسب بتا دیا اور زید نے زینب کو طلاق دے کر سرورِ کونینؐ کی زینب سے محبت پر مہر تصدیق ثابت کردی۔ اور میرے خیال کے مطابق بی بی عائشہ اسی سرورِ کونینؐ کی زینب سے محبت کا سہارا لے کر اسامہ کے مشکوک نسب کو یقینی بنا کر سرورِ کونینؐ کا بے بنیاد مسرت کا اظہار کر رہی ہیں۔

میرے دوستو! جہاں تک مجھے اپنا اخلاق اجازت دیتا تھا تو دونوں داستانوں کی ٹوٹی کڑیاں ملا کر آپ کے سامنے رکھ دی ہیں۔ اس سے آگے نہ تو مجھے میری شرافت اجازت دیتی ہے اور نہ ہی سرورِ کونینؐ کی عصمت اجازت دیتی ہے کہ کچھ کہہ سکوں۔

یہ خود آپ ہی سوچیں کہ بی بی عائشہ سرورِ کونینؐ کا کیسا تصور پیش فرما رہی ہیں اور تفسیر جلالین میں علامہ سیوطی کس طرح نظریہ بی بی عائشہ کی پشتیبانی کر رہے ہیں۔

یہ جو کچھ بھی ہے بخاری شریف اور تفسیر جلالین کی روشنی میں ہے۔ ہمارا تو قلم ٹوٹ جائے، دماغ جل جائے اور دیدے پٹم ہو جائیں اگر ایسی احادیث، ایسے محدثین، ایسی کتاب یا ایسے مذہب کو تسلیم بھی کر لیں۔

ایک بات اور: سابقاً اُم المومنین سودہ کے بھائی کے سلسلہ میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ وہاں سرورِ کونینؐ نے ظاہری علامات کو قطعی ٹھکرا دیا تھا لیکن اسامہ کے معاملہ میں آپ نے قیافہ شناس ہی پر اعتماد کر لیا۔ گویا اُم المومنین عائشہ کے عقیدہ کے مطابق آپ ابن الوقت انسان تھے اور ضرورت کے مطابق سب کچھ کر لینے کو جائز سمجھتے تھے۔ جب ضرورت پڑی قیافہ شناسی کو ٹھکرا کر شریعت پر عمل کر لیا۔ اور جب ضرورت پڑی شریعت کو پسِ پشت ڈال کر قیافہ شناسی پر عمل کر لیا۔

یومِ عاشور

کُل چھ احادیث ہیں:

* جلد اول، نمبر ۱۴۹۱، راوی عروہ
* جلد اول، نمبر ۱۷۶۵ "
* جلد اول، نمبر ۱۸۶۷ "
* جلد اول، نمبر ۱۸۶۸ "
* جلد دوم، نمبر ۱۰۱۳ "
* جلد دوم، نمبر ۱۶۲۱، راوی یحییٰ

(۹۳) کتاب المناسک، ص ۵۸۷، حدیث ۱۴۹۱

عروة عن عائشة قالت كانوا يصومون عاشوراء قبل ان يفرض رمضان وكان يوماً تستر فيه الكعبة فلما فرض الله رمضان قال رسول الله من شاء ان يصومه فليصمه ومن شاء ان يتركه فليتركه

"عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ لوگ ماہِ رمضان کے فرض ہونے سے قبل یومِ عاشور کا روزہ رکھتے تھے۔ اس دن کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا۔ جب اللہ نے ماہِ رمضان فرض کیا تو سرورِ کونینؐ نے فرمایا جو چاہے یومِ عاشورہ کا روزہ رکھے اور جو چاہے ترک کردے"۔

(۹۴) جلد اول، کتاب الصوم، ص ۶۷۵، حدیث ۱۷۶۵

عروة عن عائشة قالت ان قريشًا تصوم يوم عاشوراء في الجاهلية ثم امر رسول الله بصيامه حتى فرض رمضان

وقال رسول الله من شاء فليصمه ومن شاء افطر

''عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ قریش زمانۂ جاہلیت میں عاشوراء کا روزہ رکھتے تھے۔ سرورِ کونینؐ نے بھی اسی دن اپنی اُمت کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ جب ماہِ رمضان فرض ہوگیا تو آپؐ نے فرمایا: اب اگر کوئی رکھنا چاہے تو رکھے کوئی نہ رکھنا چاہے تو نہ رکھے''۔

(۶۵) جلد اول، کتاب الصیام، ص ۷۰۷، حدیث نمبر ۱۸۶۷

عروة عن عائشة قالت كان امر رسول الله بصيام عاشوراء فلما فرض رمضان قال من شاء صام ومن شاء افطر

''عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے یومِ عاشور روزہ رکھنے کا حکم دیا تھا۔ جب ماہِ رمضان فرض ہوا تو آپؐ نے فرمایا: اب تمہیں اختیار ہے چاہے یومِ عاشور روزہ رکھو یا نہ رکھو''۔

(۶۶) جلد اول، کتاب الصیام، ص ۷۰۷، حدیث ۱۸۶۸

عروة عن ابيه عن عائشة قالت كان يوم عاشوراء تصومه قريش في الجاهلية وكان رسول الله يصومه فلما قدم المدينة صام وامر بصيامه فلما فرض رمضان ترك يوم عاشوراء فمن شاء صامه ومن شاء تركه

''عروہ اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں قریش یومِ عاشور کا روزہ رکھتے تھے اور سرورِ

کونین بھی یومِ عاشور کا روزہ رکھتے تھے۔ جب آپ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے تو خود بھی یومِ عاشور کا روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ جب ماہِ رمضان فرض ہوگیا تو آپ نے یومِ عاشور کا روزہ ترک کر دیا۔ اب جس کا جی چاہے رکھے اور جس کا جی نہ چاہے نہ رکھے"۔

(٦٧) جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ٣٣١، حدیث ١٠١٣

هشام عن ابيه عن عائشة قالت كان يوم عاشوراء يومًا تصومه قريش في الجاهلية وكان النبيؐ يصومه فلما قدم المدينة صامه وامر بصيامه فلما نزل رمضان كان رمضان الفريضة ترك عاشوراء فكان من شاء صامه ومن شاء تركه

"ہشام اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ یومِ عاشور ایسا دن تھا جس میں زمانۂ جاہلیت کے قریش روزہ رکھتے تھے۔ جب آپ مدینہ تشریف لائے تو خود بھی روزہ رکھا اور دوسروں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔ جب ماہِ رمضان فرض ہوگیا تو یومِ عاشور کا روزہ ترک ہوگیا۔ پھر ہر ایک کی مرضی تھی چاہے کوئی رکھے یا نہ رکھے"۔

(٦٨) جلد دوم، کتاب التفسیر، ص ٧٢٢، حدیث ١٦٢١

يحيىٰ عن ابيه عن عائشة قالت كان يوم عاشوراء تصومه قريش في الجاهلية فكان النبيؐ يصومه فلما قدم المدينة صامه وامر بصيامه فلما نزل رمضان

الفریضة وترك عاشوراء فكان من شاء صامه ومن شاء
لم يصمه

''یحییٰ نے اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ یومِ عاشورا کا روزہ زمانۂ جاہلیت میں قریش رکھتے تھے اور سرورِ کونینؐ بھی رکھتے تھے۔ جب آپؐ مدینہ تشریف لائے تو آپؐ یہ روزہ خود بھی رکھتے رہے اور روزہ رکھنے کا حکم بھی دیتے رہے۔ پھر جب ماہِ رمضان فرض ہوگیا تو یومِ عاشور کا روزہ ترک ہوگیا پھر ہر ایک کی مرضی تھی چاہے کوئی رکھے یا نہ رکھے''۔

قارئین کرام!

- یہ چھ احادیث ہیں جن میں سے پانچ کا راوی عروہ ابن زبیر ہے اور ایک یحییٰ کی روایت کردہ ہے۔
- اصولِ حدیث کے مطابق آپ کو ہر حدیث دوسری سے مختلف نظر آئے گی۔

یومِ عاشور کی داستان

بی بی کے بیان کے مطابق یومِ عاشور کا روزہ زمانۂ جاہلیت کے تمام قریش رکھتے تھے۔ سرورِ کونینؐ بھی بعثت کے بعد قریش کے جاہلانہ طریقہ پر نہ صرف کاربند رہے بلکہ ہجرت کے بعد تو آپؐ نے تمام مسلمانوں کو یومِ عاشور کا روزہ رکھنے کا حکم دے دیا۔ پھر جب ماہِ رمضان فرض ہوا تو آپ نے یومِ عاشور کے روزے کا اختیار دے دیا اور فرما دیا کہ اب جو چاہے رکھے اور چاہے نہ رکھے۔

ناقابلِ تردید

- زمانۂ جاہلیت کے عرب قبائل میں سے صرف قریش قبیلہ ایسا تھا جو سالانہ یومِ

عاشور کا روزہ رکھتے تھے۔

* چونکہ بیت اللہ بھی قریش کے قبضہ میں تھا اس لیے کعبہ پر غلاف بھی اسی دن چڑھایا جاتا تھا۔
* سرورِ کونین بھی اس جاہلانہ رسم میں قریش کے ہمراہ تھے۔
* بعثت کے بعد بھی تیرہ سالہ مکی زندگی میں اسی جاہلانہ رسم کی اقتداء کرتے رہے۔
* ہجرت کے بعد بھی آپؐ نے اس جاہلانہ رسم کو نہ چھوڑا بلکہ اب تو دوسروں کو بھی اس قبائلی جاہلانہ رسم کا حکم دینے لگے۔

لمحۂ فکریہ

اگر یومِ عاشور کا روزہ تورات میں ہوتا یا زبور میں ہوتا یا انجیل میں ہوتا تو یہودیوں، مجوسیوں اور عیسائیوں میں کہیں نہ کہیں اس کا سراغ ملتا۔ اسی طرف صحفِ ابراہیم میں اگر یومِ عاشور کے روزے کا حکم ہوتا تو نسلِ ابراہیمؑ میں اس کا کہیں سراغ سامنے آتا۔ بی بی کے بقول یومِ عاشور کا روزہ صرف قریشِ مکہ کا معمول تھا اور سرورِ کونین بھی قریش ہونے کے ناطے یومِ عاشور کے روزہ کو اپنا دستور بنایا۔ اگر سرورِ کونینؐ نے اعلانِ نبوت سے قبل یومِ عاشور کے روزہ کو اپنے قبیلہ کے نیک رواج کے بطور اپنایا تھا تو بعثت کے بعد تو اس روزہ کا اس وقت تک کوئی جواز نہ تھا جب تک ذات احدیت کی جانب سے اس کی تائید نہ ہوتی۔ اور قرآن گواہ ہے کہ ذات احدیت نے اپنے پورے کلام میں یومِ عاشور کے روزہ کا ذکر تک نہیں کیا۔ ہاں قرآن میں صرف اتنا ملتا ہے کہ تمہارے پر بھی روزے اسی طرح فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلی اُمتوں پر روزے فرض تھے۔ ایک بات سمجھ آتی ہے کہ بی بی عائشہ صرف یہ بتانا چاہتی ہوں کہ جب تک زمانۂ جاہلیت کے مراسم کو شامل نہ کیا جائے اس وقت تک اسلام مکمل نہیں ہوتا اور بی بی کی طرف سے یہ ایک مسلسل کوشش ہے جسے آپ نظامِ مصطفیٰ حصہ اول اور دوم

میں ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ کبھی تو بی بی گانے کو اسلام بتاتی ہے، کبھی مسجد میں ناچنے کو دین بتاتی ہے، کبھی اپنے رحمت للعالمینؐ شوہر کے خلاف مغافیر سازش کو اسلام کا نام دیتی ہے۔ کبھی سرورِ کونینؐ کو گناہگار بتاتی ہے، کبھی رسولؐ اکرم کی طرف خودکشی کی کوشش منسوب کرتی ہے۔ کبھی سرورِ کونینؐ کو سکرات موت کی تلخیوں میں گھرا ہوا دکھاتی ہے۔ کبھی قیافہ شناسوں سے صحابہ کے نسب کی درستگی بتاتی ہے اور کبھی یومِ عاشور کے روزہ کو سرورِ کونینؐ کا معمول بتاتی ہے۔ بالفاظِ دیگر بی بی کی کوشش یہ ہے کہ جتنے جاہلانہ مراسم تھے رفتہ رفتہ انھیں بھی اسلام میں لاکر اسلام کا جزو بنادیا جائے اور بھلا ہو عروہ ابن زبیر جیسے عزیزوں، بخاری جیسے امام المحدثین اور سستی شہرت حاصل کرنے والے ایجنٹوں کا جنھوں نے بی بی کی اس خواہش میں بی بی سے بھرپور تعاون کیا۔ پھر عمر ابن عبدالعزیز جیسے مروانی حکمران مل گئے۔ انہوں نے بی بی کی احادیث پر عمل کر کے بی بی کے بتائے ہوئے اسلام کو چار چاند لگادیئے۔

ورنہ سرورِ کونینؐ کا مقصد قریش بالخصوص ہوں یا عرب بالعموم کے مراسم کے خلاف جنگ تھا۔ نہ کہ ان مراسم کو مزید رواج دینا اور زمانہ جاہلیت کے مراسم کے قلع قمع کی بجائے انھیں اسلامی تحفظ دینا۔

میں تم جیسا نہیں

کُل تین احادیث ہیں:

* جلد اول، نمبر ۱۸۳۲، راوی عروہ
* جلد اول، نمبر ۱۸۰۶، راوی علقمہ
* جلد اول، نمبر ۲۹۳، راوی عبدالرحمٰن

(۶۹) جلد اول، کتاب الصیام، ص ۷۹۶، حدیث ۱۸۳۲

هشام ابن عروة عن ابيه عن عائشة قالت نهى رسول

اللّٰہ عن الوصال رحمة لهم فقالوا انك تواصل قال انی لست کھیئتکم انه یطعمنی ربی ویسقین

''ہشام ابن عروہ اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے اپنے صحابہ پر ترس کھاتے ہوئے صحابہ کو صوم الوصال سے منع فرمایا۔ صحابہ نے عرض کی: قبلہ آپ خود تو صوم الوصال رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا: میں تمہاری طرح نہیں ہوں، مجھے تو میرا رب کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے''۔

(۴۰) جلد اول، کتاب الصیام، ص ۷۰۵، حدیث ۱۸۰۶

عن علقمه قال قلت لعائشة هل کان رسول اللّٰہ یختص من الایام شیئا ، قالت لا کان عمله ویمة وایکم یطیق ما کان رسول اللّٰہ یطیق

''علقمہ سے مروی ہے کہ میں نے بی بی عائشہ سے پوچھا کہ کیا سرورِ کونینؐ نے کبھی مخصوص ایام کے لیے بھی کوئی ورد یا وظیفہ کیا تو آپؐ نے فرمایا: نہیں بلکہ آپؐ کے تمام وظائف دائمی ہوا کرتے ہیں اور تم میں سے وہ کون ہے جس میں اتنی قوت ہو جو سرورِ کونینؐ میں تھی''۔

(۴۱) جلد اول، کتاب الحیض، ص ۱۹۰، حدیث ۲۹۳

عبدالرحمٰن ابن الاسود عن ابیه عن عائشة قالت کانت احدینا اذا کانت حائضا فاراد رسول اللّٰہ ان یباشرها فامرها ان تتزر فی فور حیضتها ثم یباشرها قالت ایکم یملك اربه کما کان النبیؐ یملك اربه

''عبدالرحمٰن ابن اسود اپنے والد کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ہم میں سے جب کوئی مبتلائے ماہواری ہوتی اور سرورِ کونینؐ اس سے مباشرت کرنا چاہتے تو جوش ماہواری میں اسے چادر اوڑھنے کا حکم دیتے، پھر مباشرت کرتے اور تم میں سے کون ہے جو سرورِ کونینؐ کی طرح اپنی شہوت پر قابو رکھنے کی طاقت رکھتا ہو۔

محترم قارئین! یہ تین احادیث ہیں، تینوں مختلف موضوعات سے متعلق ہیں، تینوں کے راوی جدا جدا ہیں۔

- جلد اوّل، نمبر ۱۸۳۲ کا راوی ہشام ابن عروہ ہے۔ حدیث کا تعلق صوم الوصال سے ہے۔
- جلد اول، نمبر ۱۸۰۶ کا راوی علقمہ ہے۔ حدیث میں سرورِ کونینؐ کا عمل بتایا گیا ہے۔
- جلد اول، نمبر ۲۹۳ کا راوی عبدالرحمٰن اسود ہے، حدیث میں رسول اکرمؐ کے غلبۂ خواہش کا تذکرہ ہے۔
- اگرچہ موضوعات کے اعتبار سے تینوں احادیث ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن تینوں احادیث میں ایک قدر مشترک ہے اور وہ سرورِ کونینؐ میں بے پناہ طاقت اور قوت۔

صوم الوصال کے سلسلہ میں جب آپ نے صحابہ کو منع فرمایا تو انہوں نے اعتراض کیا کہ آپ خود تو صوم الوصال رکھتے ہیں لیکن ہمیں منع فرماتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا کہ نہ میں تم جیسا ہوں اور نہ تم مجھ جیسے ہو۔ مجھے میرا اللہ کھلاتا بھی ہے اور پلاتا بھی ہے جبکہ تمہیں اللہ نہ کھلاتا ہے نہ پلاتا ہے۔ گویا آپ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ خواہ کئی کئی دن

تک بلا کھائے اور پیے زندہ رہ سکتا ہوں جبکہ تمہارے لیے روزہ کے محدود ٹائم کا گزار لینا بھی بڑی بات، لہٰذا مجھ جیسا بننے کی کوشش نہ کرو۔

- علقمہ بی بی عائشہ سے پوچھتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے کبھی کوئی ایسا وظیفہ بھی پڑھا ہے جس کی مدت محدود ہو تو بی بی نے جواب دیا: سرورِ کونینؐ جیسی طاقت تم میں کہاں ہے۔
- عبدالرحمٰن ابن اسود کو بی بی ایامِ ماہواری میں سرورِ کونینؐ کی مباشرت کا بتاتی ہیں اور فرماتی ہیں کہ تم کب سرورِ کونینؐ کی طرح اپنی خواہشات دبا سکتے ہو۔

یہ تینوں احادیث ان لوگوں کے لیے لمحۂ فکریہ ہیں جو سرورِ کونین کو اپنے جیسا نہ صرف مانتے ہیں بلکہ اپنے جیسا ثابت کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور بھی صرف کر سکتے ہیں۔ دیکھنا یہ ہے کہ اُم المومنین کے یہ حلالی بیٹے اپنی ماں کی بات بھی مانتے ہیں یا نہیں۔ بقول بی بی کے آپؐ تو چوبیس چوبیس گھنٹے مسلسل روزے سے رہتے ہیں لیکن یہ ناخلف اولاد غروب کے بعد پانچ منٹ بھی نہیں گزارتے۔ ذرا ماں سے پوچھیں کہ اماں جی ہمارا تو روزہ بھی مکروہ ہو جاتا ہے اور سرورِ کونینؐ جب چوبیں گھنٹے کا روزہ رکھتے تھے تو ان کا کیسے درست ہوتا تھا؟

حرام یا حلال

کُل تین احادیث ہیں:

- جلد سوم، نمبر ۴۷۰، راوی عروہ
- جلد سوم، نمبر ۲۲۵۱ "
- جلد اول، نمبر ۱۹۲۰ "

(۱) جلد سوم، کتاب الذبائح، ص ۲۱۷، حدیث ۴۷۰

هشام ابن عروه عن ابيه عن عائشة ان قومًا قالوا للنبيؐ

ان قومًا یاتونا باللحم لا ندری أذکر اسم اللّٰہ علیہ امر لا فقال سمعوا علیہ انتم وکلوہ قالت وکانوا حدیثی عهد بالکفر

''ہشام ابن عروہ اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ایک گروہ نے سرورِ کونینؐ سے کہا کہ کچھ لوگ ہمیں گوشت دیتے ہیں ہمیں معلوم نہیں ہوتا کہ آیا انھوں نے ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تم خود اللہ کا نام پڑھ کر کھالیا کرو۔ بی بی نے فرمایا کہ یہ لوگ بالکل نئے نئے مسلمان تھے''۔

(۶۳) جلد سوم، کتاب التوحید، ص ۸۵۶، حدیث ۲۲۵۱

هشام ابن عروة عن ابیه عن عائشة قالت قالوا یارسول اللّٰہ ان هنا اقوامًا حدیثًا عهدهم بالشرك یاتونا بالجهان لا ندری یذکرون اسم اللّٰہ علیه امر قال الذکروا انتم اسم اللّٰہ

''ہشام ابن عروہ اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ لوگوں نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! یہاں کچھ قبائل ہیں جو بالکل نئے نئے مسلمان ہیں وہ ہمیں گوشت دیتے ہیں ہمیں معلوم نہیں کہ وہ بوقت ذبح اللہ کا نام لیتے ہیں یا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تم خود اللہ کا نام لیا کرو''۔

(۶۴) هشام ابن عروة عن ابیه عن عائشة ان قومًا قالوا یارسول اللّٰہ ان قومنا یاتوننا باللحم لا ندری ذکروا

اسم اللّٰہ علیہ ام لا فقال رسول اللّٰہ سموا اللّٰہ علیہ وکلوہ

”ہشام ابن عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ کچھ لوگوں نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! کچھ لوگ ہمیں گوشت دیتے ہیں، ہمیں معلوم نہیں کہ انھوں نے بوقت ذبح اللہ کا نام لیا ہے یا نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم اللہ کا نام لے لیا کرو اور کھالیا کرو“۔

محترم قارئین!

- حلال وحرام محمدؐ کے سلسلہ میں یہ تین احادیث بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔ تینوں کا راوی ہشام ابن عروہ ہے اور تینوں میں پوچھنے والے ایسے گوشت کے متعلق پوچھتے ہیں جس کا انہیں علم نہیں کہ کیا صحیح طریقہ سے ذبح کیا گیا ہے یا نہیں۔
- ایک حدیث میں بی بی عائشہ نے یہ بتایا ہے کہ پوچھنے والے نئے نئے مسلمان تھے۔
- دوسری حدیث میں بی بی نے یہ بتایا ہے کہ گوشت لانے والے پہلے مشرک تھے، نئے مسلمان تھے۔
- تیسری حدیث میں نہ پوچھنے والوں کا تذکرہ ہے، نہ گوشت لانے والوں کا ذکر ہے۔
- جب پوچھا گیا تو ملاحظہ فرمایا آپ نے سرورِ کونینؐ نے کیسا حسین جواب دیا، فرماتے ہیں:

سموا علیہ انتم وکلوہ ”تم خود اللہ کا نام لے لو اور کھاؤ“۔

اذکروا انتم اسم اللّٰہ ”تم ہی اللہ کا نام لے لو“۔

سموا للّٰہ علیہ وکلوہ ”تم خود نامِ خدا لو اور کھاؤ“۔

نہ تو آپؐ نے یہ فرمایا ہے کہ گوشت لانے والوں سے پوچھ لو، نہ آپؐ نے یہ فرمایا ہے کہ ان کے اسلام کا یقین کرلو۔ نہ آپؐ نے یہ فرمایا ہے کہ پہلے اس جانور کی تحقیق تو کرلو جس کا گوشت ہے۔ بس آپؐ نے آنکھیں بند کر کے فرما دیا کہ جس کا

گوشت ہے، جیسا گوشت ہے پس اللہ کا نام لو اور کھا لو۔ ملاحظہ فرمائیے کیسا آسان نسخہ اور سستا دین ہے۔

- ذرا بی بی عائشہ کا اندازِ بیان ملاحظہ فرمائیے۔ نہ تو یہ بتاتی ہیں کہ پوچھنے والے کون تھے اور نہ ہی یہ بتاتی ہیں کہ جن کے متعلق پوچھا جا رہا ہے وہ کون ہے، بس کوئی تھے۔
- اندازِ بیان سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ جب پوچھنے والوں نے پوچھا اس وقت بی بی بھی سرورِ کونینؐ کے پاس موجود تھی اگر بی بی موجود نہ ہوتی تو پھر بی بی نے آپ کا جواب کیسے سُن لیا ہے؟
- اگر بی بی بوقتِ سوال موجود تھی تو گویا پوچھنے والے سرورِ کونینؐ کے پاس آپؐ کے گھر میں تشریف لاتے تھے کیونکہ مسجد تو بی بی مردوں میں نہ بیٹھتی ہوگی۔
- اگر پوچھنے والے تینوں مرتبہ بی بی کے گھر میں آئے اور وہیں بی بی کی موجودگی میں سرورِ کونینؐ سے پوچھا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بی بی کے اتنے قریبی رشتہ دار ہوں گے جن سے پردہ واجب نہیں ہوگا۔
- اگر بی بی کے قریبی رشتہ دار ہوں جن سے پردہ واجب نہ تھا تو ظاہر ہے اس میں سے کچھ حصہ بی بی کو بھی ملنا ہوگا۔

میرے دوستو! یہ ہے وہ نظامِ مصطفیٰؐ جو بی بی ہم بدنصیبوں کو بخشنا چاہتی ہے۔ ویسے جہاں تک اندازِ احادیث کا تعلق ہے عقلِ سلیم تو یہ کہتی ہے کہ یہ سب خانہ ساز باتیں ہیں۔ جو بی بی اپنے حجرہ میں بیٹھ کر مسجد میں قرآن پڑھنے والے صحابی رسولؐ کی آواز پہچان لیتی ہے اور سرورِ کونینؐ بی بی ہی سے پوچھتے ہیں کہ واقعاً یہ وہی ہے جو میں نے سمجھا ہے (نظامِ مصطفیٰؐ، حصہ اول)۔ وہ بی بی مسئلہ پوچھنے والوں میں سے کسی ایک کا نام کیوں نہیں بتاتی؟

یہ بھی نہیں سوچا جا سکتا کہ عروہ ابن زبیر نے بی بی کی طرف نسبت غلط دی ہو،

ہے تو یہ یقیناً بی بی ہی کا کلام۔ لیکن بی بی نے زوجیت رسولؐ کے سہارے پر اسلام ہی کا چہرہ مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ اگر مقصد قانونِ قدرت سے آگاہ کرنا ہوتا تو کم از کم سرورِ کونینؐ سے پوچھا جاتا۔ یہاں تو بس صرف اتنا ہے کہ جو بات کہنا ہوئی ــــ کوئی نامعلوم سائل بنا دیا اور نامعلوم مسئول عنہ بنا دیا اور سرورِ کونینؐ کی زبانی بات کردی۔

ورنہ دین کے معاملہ میں ما ینطق عن الھویٰ کا مصداق نبی یہ کیسے فرما سکتا ہے کہ جس جانور پر بوقت ذبح اللہ کا نام نہیں لیا گیا۔ تم لوگ کھانے کے وقت اللہ کا نام لو، اور کھا جاؤ۔ سبحان اللہ کیا کہنے۔ بیٹے تو اتنے آگے بڑھ گئے ہیں کہ اگر ذبح کرنے والا شیعہ ہے تو بیٹوں کی شریعت میں ذبح شدہ جانور مُردار ہے اور اماں جی کے ہاں اتنی وسعت ہے کہ اگر گوشت کے متعلق معلوم نہ ہو کہ اللہ کا نام بھی لیا گیا ہے یا نہیں تو تم ہی اللہ کا نام لے لو اور کھاؤ۔

کاش یہ بازاری علماء اپنی ماں ہی کی مانتے اور ملک کو انتشار و اختلاف سے بچانے کی خاطر اتنا ہی کہہ دیتے کہ شیعوں کا ذبح کیا ہوا اس وقت تک مُردار ہے جب تک تم خود گوشت پر اللہ کا نام نہ لو۔ لہٰذا اس مُردار خوری سے بچنے کا یہی طریقہ ہے جو سرورِ کونینؐ نے اپنے صحابہ کو بتایا تھا کہ تم اللہ کا نام لے لو جن کے اپنے گھر مُردار بھرے ہوں اور جن کے ہاتھ خونِ سرورِ کونینؐ سے رنگین ہوں وہ کس منہ سے کسی کے ذبیحہ کو مُردار کہہ سکتے ہیں۔

یہودیوں سے خطاب

کُل چھ احادیث ہیں:

- جلد سوم، نمبر ۹۶۲، راوی عروہ
- جلد سوم، نمبر ۹۶۷، راوی عبداللہ ابن ملیکہ
- جلد سوم، نمبر ۱۱۸۶، راوی عروہ

* جلد سوم، نمبر ۱۳۱۸
* جلد سوم، نمبر ۱۳۲۴، راوی عبداللہ ابن ابی ملیکہ
* جلد سوم، ۱۸۱۸، راوی عروہ

(۴۵) جلد سوم، کتاب الآداب، ص ۳۶۷، حدیث ۹۶۲

عروة ابن الزبير ان عائشة قالت دخل رهط من اليهود على رسول الله فقال السام عليكم قالت عائشة ففهمتها فقالت وعليكم السام واللعنة ، قالت فقال رسول الله مهلًا يا عائشة ان الله يحب الرفق في الامر كله ، فقلت يارسول الله او لم تسمع ما قالوا ، قال رسول الله قد قلت وعليكم

''عروہ ابن زبیر بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ یہودیوں کا ایک گروہ سرورِ کونینؐ کے پاس آیا اور کہنے لگے: السام علیکم (تم پر تکلیف) بی بی کہتی ہے کہ میں سمجھ گئی اور میں نے کہا: علیکم السام واللعنۃ (تمہارے لئے تکلیف اور لعنت ہو) سرورِ کونینؐ نے فرمایا: اے عائشہ! ذرا حوصلہ کیا کر۔ اللہ کو ہر بات میں نرمی پسند ہے۔ میں نے کہا جو کچھ انہوں نے کہا ہے کیا آپ نے نہیں سنا؟ آپؐ نے فرمایا: میں نے بھی تو جواب میں وعلیکم کہہ دیا تھا۔ بس اتنا ہی کافی تھا''۔

(۴۶) جلد سوم، کتاب الآداب، ص ۳۶۹، حدیث ۹۶۷

عبداللہ ابن ابی ملیکہ عن عائشة ان اليهود اتوا النبیؐ فقالوا السام عليكم فقالت عائشة عليكم ولعنكم الله

وغضب اللّٰه علیکم قال مهلًا یاعائشة علیك با الرفق وایاك والعنف والفحش قالت او لم تسمع ما قالوا قال او لم تسمعی ما قلت رددت علیهم فیستجاب ما قلت ولا یستجاب لهم فی

"عبداللہ ابن ابی ملیکہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ کے پاس یہودی آئے اور انہوں نے السام علیکم کہا۔ میں نے کہا: علیکم، تمہارے لیے بھی اسی جیسی تکلیف ہو۔ ولعنکم اللّٰه، اللہ تم پر لعنت کرے۔ وغضب اللّٰه علیکم۔ آپؐ نے فرمایا: عائشہ ذرا حوصلہ کر۔ فحش کلامی اور بداخلاقی سے پرہیز کیا کر۔ بی بی نے کہا: آپؐ نے ان کی بات نہیں سنی تھی۔ آپؐ نے فرمایا جو کچھ میں نے کہا کیا تو نے نہیں سنا تھا۔ میں نے ان جیسی بات کردی تھی جو کچھ میں نے کہا ہے وہ یقیناً قبول ہوگی لیکن جو کچھ انھوں نے میرے متعلق کہا ہے وہ اللہ قبول نہیں کرے گا"۔

جلد سوم، کتاب الاستیذان، ص ۴۴۶، حدیث ۱۱۸۶

عروه عن عائشة قالت دخل رهط من الیهود علی رسول اللّٰه فقالوا السام علیکم ففهمتها فقلت وعلیکم السام واللعنة فقال رسول اللّٰه مهلًا یاعائشة ان اللّٰه یحب الرفق فی الامر کله فقلت یارسول اللّٰه او لم تسمع ما قالوا قال رسول اللّٰه قد قلت ما قالوا

"عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ یہودیوں کا ایک گروہ

سرورِ کونینؐ کے پاس آیا اور کہا: السام علیکم۔ میں سمجھ گئی چنانچہ میں نے فوراً ان کے جواب میں کہا: وعلیکم السام واللعنة۔ آپؐ نے فرمایا: عائشہ ذرا حوصلہ کیا کر۔ اللہ کو ہر معاملہ میں نرمی پسند ہے۔ میں نے کہا: آپؐ نے ان کی بات نہیں سنی۔ آپؐ نے فرمایا: میں نے بھی تو وعلیکم کہہ دیا تھا۔

(۷۸) جلد سوم، کتاب الدعوات، ص ۴۹۳، حدیث ۱۳۱۸

عروه عن عائشة قالت كان اليهود يسلمون على النبيؐ يقولون السام عليكم ففطنت عائشة الى قولهم فقالت عليكم السام واللعنة فقال النبيؐ مهلًا يا عائشة ان الله يحب الرفق في الامر كله فقالت يانبي الله اولم تسمع ما يقولون قال او لم تسمعي اردّ ذٰلك عليهم فاقول عليكم

''عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ یہودی سرورِ کونینؐ پر جب بھی سلام کرتے تھے تو کہتے تھے: السام علیکم۔ بی بی عائشہ یہودیوں کے اس جملہ کو سمجھ گئی۔ اس نے جواب میں کہا: علیکم السلام واللعنة۔ سرورِ کونینؐ نے فرمایا: اے عائشہ! اللہ ہر معاملہ میں نرمی پسند کرتا ہے ذرا حوصلہ کیا کر۔ بی بی نے کہا: اے نبی اللہ جو کچھ انہوں نے کہا ہے کیا آپؐ نے نہیں سنا۔ آپؐ نے فرمایا: جو کچھ میں نے کہا ہے کیا تو نے اسے نہیں سنا۔ میں واپس پلٹا کر وعلیکم کہتا ہوں۔

(۷۹) جلد سوم، کتاب الدعوات، ص ۴۹۴، حدیث ۱۳۲۴

ابن ابي مليكه عن عائشة ان اليهود اتوالنبيؐ فقالوا

السام علیك فقالت عائشة السام علیکم ولعنکم اللّٰه وغضب علیکم فقال رسول اللّٰه مهلًا یاعائشة علیك بالرفق وأیاك والعنف والفحش قالت او لم تسمع ما قالوا قال او لم تسمعی ما قلت رددت علیهم فیستجاب لی فیهم ولا یستجاب لهم فی

''ابن ملیکہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ یہودی سرورِ کونینؐ کے پاس آئے اور کہا: السام علیکم۔ عائشہ نے کہا: السام علیکم ولعنکم اللّٰه وغضب علیکم۔ سرورِ کونینؐ نے فرمایا: عائشہ ذرا حوصلہ کیا کر، نرمی کو اختیار کر، تلخ کلامی اور فحش کلامی سے پرہیز کیا کر، بی بی نے کہا: جو کچھ انھوں نے کہا ہے، کیا آپؐ نے نہیں سنا۔ آپؐ نے فرمایا: جو کچھ میں نے کہا ہے کیا تو نے نہیں سنا۔ میں نے ان کا جملہ انھی پر پلٹا دیا ہے۔ ان کے خلاف میری دعا قبول ہوگی لیکن اُن کی کوئی دعا میرے خلاف قبول نہیں ہوگی''۔

۸۰ جلد سوم، کتاب استتابۃ المرتد، ص ۶۷۵، حدیث ۱۸۱۸

عروہ عن عائشة قالت استأذن رهط من الیهود علی النبیؐ فقالوا السام علیك فقلت بل علیکم السام واللعنة فقال یاعائشة ان اللّٰه یحب الرفق فی الامر کله قلت او لم تسمع ما قالوا قال وقلت وعلیکم

''عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ یہودیوں کے ایک گروہ نے سرورِ کونینؐ سے آنے کی اجازت مانگی، جب آئے تو

کہنے لگے، السام علیکم۔ میں نے کہا بلکہ علیکم السام واللعنۃ۔ آپؐ نے فرمایا: اے عائشہ، اللہ ہر معاملہ میں نرمی کو پسند فرماتا ہے۔ میں نے عرض کی جو کچھ انھوں نے کہا کیا آپؐ نے نہیں سنا؟ آپؐ نے فرمایا: میں نے بھی تو وعلیکم کہہ دیا تھا۔

یہ میں چھ احادیث، چار احادیث کا راوی عروہ ابن زبیر ہے، دو حدیثیں ابن ابی ملیکہ سے مروی ہیں۔ ہر حدیث دوسری سے جدا ہے، لہٰذا تکرار نہیں ملاحظہ ہو:

- جلد سوم، نمبر ۹۶۲۔ یہودی آئے، انھیں بی بی نے جواب دیا۔ سرورِ کونینؐ نے بی بی کو فرمایا: مهلا یاعائشة ان الله یحب الرفق فی الامر کله۔
- جلد سوم، نمبر ۹۶۷ میں یہودی کی آمد کو لفظ اتوا سے ظاہر کیا گیا ہے جبکہ سابقہ حدیث میں یہودیوں کا آنا لفظ دخل سے بیان کیا گیا ہے۔ بی بی نے جواب دیا۔ سرورِ کونینؐ نے بی بی کو فرمایا: مهلًا یاعائشة علیك بالرفق وایاك والعنف والفحش۔ سابقہ حدیث میں سرورِ کونینؐ نے صرف اپنا جواب عائشہ کو بتایا ہے جبکہ مذکورہ حدیث میں آپؐ یہ بھی فرماتے ہیں جو بددعا یہودیوں نے مجھے دی وہ قبول نہ ہوگی لیکن میں نے جو بددعا دی ہے وہ قبول ہوگی۔
- جلد سوم، نمبر ۱۱۸۶، جلد سوم ۹۶۲ جیسی ہے لہٰذا مکرر ہے۔
- جلد سوم، نمبر ۱۳۱۸ میں عروہ یہودیوں کے معمول کا ذکر کرتا ہے اور ان کے سلام کے الفاظ کے متعلق بتاتا ہے کہ بی بی عائشہ نے سمجھ لیے تھے۔ چنانچہ بی بی نے بھی ویسا ہی جواب دیا اور سرورِ کونینؐ نے بی بی کو روکا۔
- جلد سوم، نمبر ۱۳۲۴ میں یہودی سرورِ کونینؐ کے لیے جمع کا لفظ نہیں بلکہ السام علیکم مفرد کی ضمیر استعمال کرتے ہیں جب کہ دیگر احادیث میں یہودی جمع مذکر مخاطب کی ضمیر السام علیك سے مخاطب کرتے ہیں۔

※ جلد سوم، نمبر ۱۸۱۸ کی ابتداء ہی دیگر احادیث سے مختلف ہے کہ یہودیوں نے آپؐ کے پاس آنے کی اجازت مانگی جبکہ سابقہ کسی حدیث میں یہودیوں کی اجازت مانگنے کا ذکر نہیں۔ گویا ایک حدیث کو چھوڑ کر باقی تمام احادیث ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ان کی تعداد پانچ ہے۔

ان پانچ احادیث کی بنیاد پر یہی سوچا جا سکتا ہے کہ بی بی عائشہ نے یہودیوں کو سرورِ کونینؐ کی موجودگی میں پانچ مرتبہ جواب دیا اور آپؐ نے بھی پانچ مرتبہ بی بی کو روکا۔

※ ایک مرتبہ بی بی کا جواب ہے: علیکم السام واللعنۃ۔

سرورِ کونینؐ نے فرمایا: مھلًا یاعائشۃ ان اللّٰہ یحب الرفق فی الامر کلہ۔

※ دوسری مرتبہ بی بی کا جواب ہے: وعلیکم ولعنکم اللّٰہ وغضب اللّٰہ علیکم۔

سرورِ کونینؐ نے فرمایا: مھلاً یاعائشۃ علیك بالرفق وایاك والعنف والفحش۔

※ تیسری مرتبہ بی بی کا جواب ہے: علیکم السام واللعنۃ۔

سرورِ کونینؐ نے فرمایا: مھلًا یاعائشۃ ان اللّٰہ یحب الرفق فی الامر کلہ۔

※ چوتھی مرتبہ بی بی نے فرمایا: السام علیکم ولعنکم اللّٰہ وغضب علیکم۔

سرورِ کونینؐ نے فرمایا: مھلًا یاعائشۃ علیك بالرفق وایاك العنف والفحش۔

※ پانچویں مرتبہ بی بی نے فرمایا: علیکم السام واللعنۃ۔

سرورِ کونینؐ نے فرمایا: یاعائشۃ ان اللّٰہ یحب الرفق فی الامر کلہ۔

ان پانچ واقعات میں بی بی یہ بتانا چاہتی ہے کہ مجھے سرورِ کونینؐ سے محبت اور عشقِ رسولؐ اتنا شدید اور جذباتی تھا کہ میں سرورِ کونینؐ کے خلاف کوئی بات سن نہ سکتی تھی۔

لیکن عقلِ سلیم ان احادیث سے جو کچھ سمجھ سکتا ہے وہ یہ ہے کہ بی بی نے چار مرتبہ حکمِ رسالت کی نافرمانی کی۔ جب آپؐ نے پہلی مرتبہ روک دیا تھا تو بی بی کو پھر کس بات کا جواب نہیں دینا چاہیے تھا لیکن آپؐ کے بار بار روکنے کے باوجود بی بی نے سرورِ کونینؐ کے حکم کی پرواہ نہ کی۔

* جلد سوم، نمبر ۱۳۱۸ کو چھوڑ کر دیگر احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی آپؐ کے پاس بلا اجازت آئے یا اجازت مانگ کر جب بھی آئے بی بی کی موجودگی میں آئے خواہ سرورِ کونینؐ کے گھر تشریف لائے تو بی بی کی باری میں آئے خواہ مسجد میں آئے تو بی بی کی موجودگی میں آئے۔

سوال یہ ہے کہ کیا بی بی پردہ نہیں کرتی تھی ___ اگر کہا جائے کہ ممکن ہے، یہودیوں کے یہ وفود حکمِ پردہ سے قبل آئے ہوں تو ہم اس بات کو بھی تسلیم کرلیں گے لیکن ایک کانٹا اور ذہن میں کھٹکنے لگتا ہے اور وہ یہ کہ ازواج سرورِ کونینؐ میں سے اور کسی زوجہ نے نہ تو اس قسم کا کوئی واقعہ بیان کیا ہے اور نہ ہی اپنی طرف سے کوئی جواب بتایا ہے۔ جب دیگر ازواج سے ایسی کوئی بات مروی نہیں اور اگر ان کی موجودگی میں یہودیوں نے ایسی کوئی بات کی بھی ہے تو ان کا جواب نہیں۔ پھر بی بی نے سرورِ کونینؐ کی موجودگی میں غیر محرم کفار سے اتنی جرأت و بے باکی سے بات کیوں کی۔

کیا بی بی یہودیوں کو جواب کے پردہ میں یہودیوں کو یہ تو نہیں بتا رہی کہ اس گھر میں میرا پورا قبضہ ہے اور میں جو کچھ چاہوں کرسکتی ہوں حتیٰ کہ اپنے شوہر کریم کی موجودگی میں بھی جو چاہوں کہوں اور جسے چاہے جواب دوں میں کسی کی پابند نہیں۔

امید ہے ہر قاری میری اس بات سے اتفاق کرے گا کیونکہ اگر بی بی سرورِ کونینؐ اور آپؐ کے احکام کو کچھ اہمیت دیتی تو جب ایک مرتبہ نبی کریمؐ نے منع کیا تھا۔ بی بی دوسری مرتبہ آپؐ کے سامنے نہ بولتی۔ چلو دوسری مرتبہ بھی لفظ منہ سے نکل گئے تھے تو

تیسری مان جاتی۔ چار مرتبہ کا اصرار اسی بات کا غماز ہے کہ بی بی یہودیوں کو یہ بتانا چاہتی ہے کہ اس گھر میں مجھ پر کوئی پابندی نہیں لگا سکتا اور کوئی لگائے بھی تو مجھے بالکل پروا نہیں۔

ذرا سرورِ کونینؐ کے ارشادِ گرامی کو بھی ملاحظہ فرمایئے:

مهلًا یاعائشة ان الله یحب الرفق فی الامر کله

"عائشہ حوصلہ کرو، اللہ ہر معاملہ میں نرمی کو پسند کرتا ہے"۔

مهلًا یاعائشة علیك بالرفق وایاك والعنف والفحش

"عائشہ حوصلہ کرو، تجھے نرمی ضروری ہے عنف اور فحش سے بچ"۔

آپؐ نے اپنے نبویانہ انداز میں بی بی کو سمجھانے کی کوشش کی ہے کہ تیرے جیسا لہجہ اور اندازِ گفتگو اللہ کو پسند نہیں۔ آپ کا کام بتانا تھا۔ جب آپؐ نے بی بی کو ایک مرتبہ بتا دیا تھا کہ تیرے جیسا اندازِ کلام اللہ کو پسند نہیں تو حق یہ تھا کہ دوسری، تیسری، چوتھی یا پانچویں مرتبہ پھر بی بی وہ کام نہ کرتی جو اللہ کا پسندیدہ نہ ہو۔ لیکن امام بخاری کی احادیث سے تو یوں معلوم ہوتا ہے جیسے بی بی نے سرورِ کونینؐ کے ارشادِ گرامی اور ذاتِ احدیت کی پسند و ناپسند کو اہمیت ہی نہیں دی اور اپنے جذبات کا اظہار بلا روک ٹوک کرتی رہی گویا بی بی نے دوسری، تیسری اور چوتھی مرتبہ یہودیوں کو جواب دے کر یہی تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ میں اپنی مرضی کی تابع ہوں نہ تو حکمِ رسولؐ میری راہ میں رکاوٹ بن سکتا ہے اور نہ ہی اللہ کی پسند و ناپسند سدِ راہ بن سکتی ہیں۔

سرورِ کونینؐ کے روکنے کا دوسرا انداز انتہائی سخت ہے:

علیك بالرفق، ایاك والعنف والفحش

"تجھ پر نرمی فرض ہے، عنف اور فحش سے دور رہ"۔

آیئے سرورِ کونینؐ کے اس خطاب کو جو آپؐ نے بی بی سے فرمایا ہے، تعصب اور

تنگ نظری سے ہٹ کر عربی لغت میں دیکھیں اور پھر سوچیں کہ بی بی کیا تھی اور سرور کونینؐ نے کیا بتایا ہے۔

المنجد عربی، ص ۵۳۳، العُنفُ ، العَنفُ ، العِنفُ ، ضدہ الرفق الشدہ والقساوۃ

المنجد اُردو، ص ۶۸۶: العَنف ، العُنف العِنف ،سختی ،سنگدلی

المنجد عربی، ص ۵۷۰: الفحش ، القبیح من القول او الفعل

المنجد اُردو، ص ۷۳۱: الفحش قبیح قول یاقبیح فعل۔

ایسی عربی اور اُردو لغت جو نہ تو کسی رافضی کی لکھی ہوئی ہے اور نہ کسی سباعی نے اسے مرتب کیا ہے، سے معنی دیکھ لینے کے بعد اب دیکھیے کہ سرورِ کونینؐ بی بی کو دو چیزوں سے منع فرما رہے ہیں: سنگدلی اور بدگوئی و بدعملی سے۔

جب سرورِ کونینؐ نے بی بی عائشہ کو سنگدلی اور بدگوئی کا مرتکب دیکھا تو بروایت امام بخاری، اور بقول عروہ ابن زبیر آپ نے بی بی کو سختی سے منع فرمایا کہ یہ دونوں کام چھوڑ دے۔

بی بی عائشہ نے خواہ کیسے جذبات کے ماتحت یہودیوں کو جواب دیا تھا۔ سرور کونینؐ نے بی بی کے جواب کو عنف اور فحش سے تعبیر کر کے آئندہ کے لیے منع فرما دیا ہے لیکن بی بی نے آپ کے حکم کا کوئی نوٹس نہ لیا اور پھر جب موقع ملا تو یہودیوں کو ترکی بہ ترکی جواب دیا۔ چنانچہ سرورِ کونینؐ نے پھر وہی ارشاد فرمایا کہ سنگدلی اور بدگوئی چھوڑ دے۔

یہ تو مسلم ہے کہ بی بی نے بدگوئی کی۔ اس بدگوئی کو عربی میں فحش کہا جاتا ہے۔ اب بخاری شریف کی یہ حدیث جو بی بی کی اپنی بیان کردہ ہے کسی رافضی یا سباعی کی نہیں، کو سورہ احزاب کی اس آیت کی روشنی میں ملاحظہ فرمایئے:

من یات منکن بفاحشة

(اے ازواجِ رسولؐ) تم میں سے جس نے بھی فاحشہ کا ارتکاب کیا۔

جو نتیجہ ذات احدیت نے دیا ہے وہ خود ملاحظہ فرمالیں اور بی بی اپنی زبانی ارتکاب فاحشہ کا اقرار واعتراف بخاری میں پڑھ کر پھر آیت تطہیر میں بی بی کی شمولیت یا عدمِ شمولیت کا فیصلہ فرمائیں۔

لمحۂ فکریہ

اگر گراں نہ گزرے اور بار خاطر نہ ہو تو آیئے ہماری بھی مان لیجیے اور وہ یہ کہ نہ یہودی آئے۔ نہ بی بی نے ان کو جواب دیا۔ نہ تو توہینِ رسولؐ ہوئی بلکہ بی بی نے اپنے بھانجے عروہ کے ذریعہ محبت رسولؐ کے پردہ میں صرف اپنی بے باکی ہم تک پہنچائی ہے اور ہم جیسے سادہ لوح بندوں کو بتانے کی کوشش کی ہے کہ میں خانہ رسولؐ میں سرورِ کونینؐ کے ہوتے ہوئے بھی بے باک تھی۔

علاوہ ازیں بی بی نے مسلمان بیویوں کو بھی درس دینے کی کوشش کی ہے کہ شوہر کی موجودگی میں بی بی کے ذہن میں جو بھی آئے بلاخوف وخطر اُگل دینا چاہیے اور شوہر کی کسی نصیحت پر کان نہیں دھرنا چاہیے معاملہ خواہ مردوں کا ہو یا عورتوں کا مردوں کی بات میں ٹانگ اڑا دینا خلاف اسلام نہیں اور جو جو مسلمان عورت مجھے اپنی ماں سمجھتی ہے اسے اپنے شوہر کے ساتھ بات کرنے والے مردوں کو ترکی بہ ترکی جواب دینا اور شوہر کی پرواہ نہ کرنا میری سنت ہے۔

محترم دوستو! یہ ہے وہ اسلام جو بی بی عائشہ ہمیں دینا چاہتی ہے اب اسے اپنائیں یا نہ اپنائیں آپ کی مرضی۔

جہاں تک ہم غریب شیعوں کا تعلق ہے ہم تو اسے اسلام اور پیغمبرِ اسلامؐ کی نہ صرف توہین سمجھتے ہیں بلکہ اسلام اور پیغمبرِ اسلامؐ کے خلاف باقاعدہ منصوبہ بندی سمجھتے ہیں

اور یہی وجہ ہے کہ ہم نے اسلام کے سلسلہ میں صرف ان افراد سے اسلام لینے کی کوشش کی ہے جو سرورِ کونینؐ کے ہر حکم کو حکمِ خدا سمجھتے رہے اور آپؐ کی موجودگی کسی سے فحش کلامی کی توہینِ رسول سمجھ کر مہر بلب رہے۔

روزہ پہلے غسل بعد

کُل چار احادیث ہیں:

- ❊ جلد اول، نمبر ۱۷۹۶، راوی ابوبکر ابن عبدالرحمٰن
- ❊ جلد اول، نمبر ۱۷۹۸، راوی عروہ
- ❊ جلد اول، نمبر ۱۸۰۰ "
- ❊ جلد اول، نمبر ۱۸۰۱، راوی ابوبکر ابن عبدالرحمٰن

(۸۱) جلد اول، کتاب الصوم، ص ۶۸۴، حدیث ۱۷۹۶

ابوبکر ابن عبدالرحمن ابن الحارث ابن هشام ان اباه عبدالرحمٰن اخبر مروان ان عائشة و اُم سلمة اخبرتاه ان رسول اللّٰه کان یدرکه الفجر وهو جنب من اهله ثم یغتسل ویصوم وقال مروان بعبد الرحمٰن ابن الحارث اقسم باللّٰه لتفرغن بها ابا هریرة ومروان یومئذ علی المدینة فقال ابوبکر فکره ذٰلك عبدالرحمٰن ثم قدرلنا ان نجتمع بذی الحلیفة وکانت لابی هریرة هنالك ارض فقال عبدالرحمٰن لابی هریرة انی ذاکر لك امرًا لولا مروان اقسم علی فیه لم اذکره فذکر قول عائشة و اُم سلمة

"ابوبکر ابن عبدالرحمٰن ابن حارث ابن ہشام نے اپنے والد

عبدالرحمٰن سے روایت کی ہے کہ میرے والد نے مروان کو بتایا
کہ عائشہ اور اُم سلمہ نے مجھے روایت کی ہے کہ سرورِ کونینؐ پر صبح
طلوع ہو جاتی تھی جبکہ آپ اپنی کسی زوجہ سے بحالت جنابت
ہوتے تھے۔ طلوعِ صبح کے بعد آپ غسل کرتے، پھر روزہ رکھ
لیتے۔ مروان نے عبدالرحمٰن ابن حارث سے کہا کہ میں تجھے اللہ
کی قسم دیتا ہوں کہ یہ حدیث ابو ہریرہ کو سنا دینا۔ مروان ان دنوں
مدینہ کا گورنر تھا۔ ابو بکر کہتا ہے کہ عبدالرحمٰن کو یہ پسند نہ تھا۔ پھر
اتفاق ایسا ہوا کہ ہم ذی الحلیفہ میں جمع ہوئے۔ ابو ہریرہ کی وہاں
زمین تھی۔ عبدالرحمٰن نے ابو ہریرہ سے کہا: اگر مجھے مروان نے
اللہ کی قسم نہ دی ہوتی تو قطعاً تجھے کچھ نہ بتاتا لیکن اب تجھے ایک
بات یاد دلاتا ہوں۔ پھر عائشہ اور اُم سلمہ کو بات بتائی"۔

(۸۲) جلد اول، کتاب الصوم، ص ۶۸۵، حدیث ۱۷۹۸

هشام عن ابيه عن عائشة قالت ان كان رسول الله
يقبل بعض ازواجه وهو صائم ثم ضحكت

"ہشام نے اپنے باپ کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کی ہے
کہ سرورِ کونینؐ اپنی بعض ازواج کو بحالتِ روزہ بوسہ دیتے تھے۔
پھر بی بی مسکرا دی"۔

(۸۳) جلد اول، کتاب الصوم، ص ۶۸۶، حدیث ۱۸۰۰

عن عروة و ابى بكر عن عائشة ان النبى يدرکه الفجر
فى رمضان من غير حلم فيغسل ويصوم

"عروہ اور ابو بکر بی بی عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ ماہ

رمضان کو سرورِ کونین کو بغیر خواب میں احتلام ہونے کے بحالت جنابت صبح ہوجاتی تھی۔ آپ صبح کے بعد غسل کر کے روزہ رکھ لیتے تھے"۔

(۸۴) جلد اول، کتاب الصوم، ص ۶۸۶، حدیث ۱۸۰۱

ابوبکر ابن عبدالرحمٰن قال کنت انا وابی فذھبت معه حتّٰی دخلنا علٰی عائشة قالت اشھد علٰی رسول اللّٰه ان کان لیصبح جنبا من جماع غیر احتلام ثم یصوم

"ابوبکر ابن عبدالرحمٰن کہتا ہے کہ میں اپنے باپ کے ساتھ بی بی عائشہ کے پاس گئے۔ بی بی نے کہا: میں سرورِ کونینؐ کے لیے شہادت دیتی ہوں کہ آپ صبح ایسی حالت جنابت میں کرتے جو عالمِ خواب میں احتلام کی وجہ سے نہ ہوتی بلکہ اپنی کسی زوجہ سے جماع کی بدولت ہوتی۔ آپؐ صبح کے بعد (غسل کرتے) پھر روزہ رکھ لیتے"۔

چار احادیث ہیں، احادیث خود بتا رہی ہیں کہ ان میں تکرار نہیں۔ دو احادیث کا راوی ابوبکر ابن عبدالرحمٰن ہے اور دو احادیث عروہ سے مروی ہیں۔ تین احادیث کا تعلق غسلِ جنابت اور روزہ سے ہے۔ جب ایک حدیث بحالتِ روزہ بوسہ سے متعلق ہے۔

ہر چہار احادیث میں صرف سرورِ کونینؐ کا عمل بتایا گیا ہے۔ خلاصہ اور ماحصل احادیث یہ ہے کہ بقول بی بی عائشہ کے سرورِ کونینؐ ماہِ رمضان میں بوقتِ شب اپنی زوجہ سے جماع کر کے بحالتِ جنابت سو جاتے تھے، نہ نمازِ تہجد پڑھتے تھے، نہ تلاوتِ قرآن کرتے تھے۔ نیند ہی میں صبح صادق طلوع ہوجاتی تھی۔ آپؐ طلوعِ صبح صادق کے بعد بستر سے اُٹھتے، غسل فرماتے اور پھر روزہ رکھ لیتے۔

بی بی نے انتہائی وثوق اور احتیاط کے ساتھ سرورِ کونین کا یہ عمل بتایا ہے۔ اتنی احتیاط کی ہے، ہر راوی کو کھلے لفظوں میں بتایا ہے کہ سرورِ کونین کی جنابت نیند میں احتلام ہو جانے کی وجہ سے نہیں ہوتی تھی بلکہ جنابت کا سبب صرف اور صرف جماع ہوتا تھا۔

ابوبکر ابن عبدالرحمٰن نے ایک حدیث میں تو تکلفاً بی بی کے ساتھ اُم المومنین اُم سلمہ کو بھی شریکِ داستان کر لیا ہے۔

جلد اول نمبر ۱۷۹۸ میں بی بی عائشہ اپنے بھانجے عروہ ابن زبیر کو مسئلہ بھی بتاتی ہے اور مسکراتی بھی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ سرورِ کونینؐ ہر بی بی کو تو نہیں البتہ اپنی ازواج میں سے ایک بی بی کے بحالتِ روزہ بھی بوسے لیتے تھے۔ پھر مسکراتی ہے تاکہ بھانجا اور سننے والے میرے دوسرے بیٹے سمجھ جائیں کہ وہ خوش قسمت کوئی اور زوجہ نہیں تھی بلکہ عروہ بیٹے تیری ہی خالہ اماں تھی۔

اُم المومنین عائشہ کی نیک اولاد اور بی بی کے بکاؤ ایجنٹ بیٹے کتنے خوش نصیب ہیں کہ بی بی نے جنسی جذبات کو فرو کرنے، جاڑے کے موسم میں ماہِ رمضان کی طویل رات گزارنے اور دن میں روزہ کو مرطوب رکھنے کی کتنی کھلی چھٹی دے دی ہے اور ثبوت میں بانیٔ اسلام کا عمل پیش کر دیا ہے۔ امید ہے برادرانِ سوادِ اعظم اس سنت رسولؐ پر پوری طرح عمل کرتے ہوں گے۔ اگر نہیں کرتے تو انھیں کرنا چاہیے کیونکہ جب مسلک کا نام ہی اہلِ سنت ہے پھر کیوں نہ اس عمدہ اور قابلِ تحسین سنت پر عمل کیا جائے۔

ہر رات کو اطمینان سے جماع کریں، جماع کر کے مزے سے سو جائیں، حسبِ معمول صبح کو اُٹھیں غسلِ جنابت کریں، روزہ رکھ لیں۔ پھر تلاوتِ قرآن میں مصروف ہو جائیں۔ جب ذرا منہ خشک ہونے لگے تو ذائقہ بدلنے کے لیے بیوی کا بوسہ لے لیں، منہ کی خشکی بھی دُور ہو جائے گی اور سنتِ رسول کی اتباع بھی ہو جائے گی۔

شیعوں کو اس جرم میں بُرا کہہ لینا آسان ہے لیکن خدا شاہد ہے اگر اصحاب کے

بتائے ہوئے اسلام میں رتی بھر بھی دین پیغمبرؐ ہوتا تو شیعہ اسے اس حقارت سے نہ دیکھتے جس سے دیکھتے ہیں۔

بھلا بتائیے! کیا یہ اسلام اور پیغمبرِ اسلام سے مذاق نہیں؟ کیا یہ سابقہ دورِ جاہلیت کی جانب رجوع نہیں۔ ذاتِ احدیت تو سرورِ کونینؐ سے فرماتے: قم اللیل الا قلیلا ''رات میں قیام کم کرو''۔

گویا آپؐ کی کثرتِ شب بیداری اس حد تک پہنچ گئی تھی کہ خود خالق کو بھی ترس آ گیا۔ پھر اسی سورۂ مزمل میں نماز پڑھنے کا حکم ہے۔ لیکن بی بی فرماتی ہے نہ آپؐ تہجد پڑھتے ہیں اور نہ رات میں عبادت کرتے ہیں بلکہ بیویوں کے ساتھ عیش کر کے سو جاتے ہیں۔ غسل طلوعِ صبح کے بعد کرتے ہیں اور روزہ بھی طلوعِ فجر کے بعد رکھتے ہیں۔

گویا بقول بی بی کے سرورِ کونینؐ نے ذات احدیت کے دو قرآنی احکام کی کھلی خلاف ورزی کی۔

نمبر۱: سورۂ مزمل میں نمازِ تہجد کا حکم دیا گیا۔ آپؐ نے نمازِ تہجد بھی چھوڑ دی۔

نمبر۲: اتموا الصیام من الفجر الی اللّیل ''روزہ طلوعِ صبح سے رات تک مکمل کرو'' کی بھی نافرمانی کی۔

بھلا آپ ہی بتائیے جو شخص طلوعِ فجر کے بعد اُٹھ کر غسل کرتا ہے پھر روزہ رکھتا ہے۔ کیا اس کا روزہ طلوعِ صبح سے رات تک ہوگا یا طلوعِ صبح کے بعد سے رات تک ہوگا۔

تعجب تو یہ ہے کہ بانیٔ اسلام طلوعِ صبح کے بعد غسل کا وقت نکال کر روزہ شروع کرتا ہے لیکن اُمت طلوعِ صبح سے روزہ شروع کرتی ہے۔

اب افضل کون ہے رسول یا ہم؟

میرے عزیز دوستو!

میں نے قبل ازیں بھی کئی مقامات پر گزارش کی ہے کہ بی بی کا مقصد دین دینا نہیں بلکہ پہنچے ہوئے دین سے کچھ لینا ہے۔ سرورِ کونین کا احترام بتانا بی بی کا مقصد نہیں بلکہ جو کچھ احترام تھا اس سے حتی المقدور کم کر کے آپ کو لوگوں کی نظروں میں گرانا ہے۔

اگر آپ مذہبی تعصب سے ہٹ کر بی بی کی احادیث کو دیکھیں تو آپ یہ حقیقت تسلیم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ بی بی نے ایسے لوگوں کے لیے راستہ صاف کیا ہے جو اپنے کو نبی کہلوانا چاہتے تھے اور ان لوگوں سے بھی بوجھ ہلکا کیا ہے جو فتحِ مکہ کے وقت نہ چاہتے ہوئے مسلمان ہوئے تھے اور ان کی خواہش یہ رہتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح اسلام کے احکام سے جان چھوٹی رہے۔

آپ ملاحظہ فرمائیں۔ مروان نے عبدالرحمٰن کو اللہ کی قسم دے کر کہا کہ ابو ہریرہ کو یہ حدیث ضرور سنانا۔ گویا ابو ہریرہ اس کا قائل نہ تھا اور مروان کی خواہش کے باوجود ابو ہریرہ نے مروان کو اس کی اجازت نہ دی ہوگی۔ جبھی تو مروان نے عبدالرحمٰن سے کہا ہے کہ ابو ہریرہ کو بتا دینا کہ تم تو تیار نہ ہوتے تھے لیکن دیکھ لو ہمیں ہمارا مقصود مل گیا ہے۔ اب روزے جائیں اور ہم جائیں۔ پھر غور فرمائیے جب عبدالرحمٰن نے ابو ہریرہ کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو ابو ہریرہ نے نہ تصدیق کی نہ تردید کی۔ تردید اس لیے نہ کی کہ مروان معاویہ کی طرف سے مدینہ کا گورنر تھا، اموی دور تھا۔ ابو ہریرہ تردید کر کے اموی مظالم برداشت نہ کر سکتا تھا اور تصدیق کرنے کی کوئی وجہ نظر نہ آتی تھی اس لیے خاموش ہو رہا۔

سجدہ گاہ رسولؐ

کُل چھ احادیث ہیں:

* جلد اول، نمبر ۳۷۲، راوی ابوسلمہ

* جلد اول، نمبر ۴۷۳، راوی عروہ
* جلد اول، نمبر ۴۸۵ "
* جلد اول، نمبر ۴۸۶، راوی ابوسلمہ
* جلد اول، نمبر ۱۱۳۰ "
* جلد اول، نمبر ۴۷۴، راوی عروہ

(۸۵) جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۲۰، حدیث ۴۷۲

ابوسلمة ابن عبدالرحمن عن عائشة انها قالت كنت انام بين يدى رسول الله ورجلاى في قبلته فاذا سجد غمزني فقبضت رجلي واذا قام بسطتهما قالت والبيوت يومئذ ليس فيها مصباح

"ابوسلمہ ابن عبدالرحمٰن بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں رسولؐ خدا کے آگے لیٹی ہوتی تھی۔ میرے دونوں پیر آپؐ کے قبلہ (کی جانب) میں ہوتے تھے۔ جب آپ سجدہ کرتے تھے تو مجھے دبا دیتے تھے میں اپنے پیر سکوڑ لیتی تھی اور جب آپ کھڑے ہوجاتے تھے تو میں انھیں پھیلا دیتی تھی۔ عائشہ کہتی ہیں کہ اس وقت تک گھروں میں چراغ نہ تھے"۔

(۸۶) جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۲۰، حدیث ۴۷۳

عروة عن عائشة ان رسول الله كان يصلي وهي بينه وبين القبلة على فراش اهله اعتراض الجنازة

"عروہ ابن زبیر بی بی سے روایت کرتا ہے کہ رسولؐ خدا نماز پڑھتے ہوتے تھے اور وہ (عائشہ) آپ کے اور قبلہ کے درمیان آپ کے گھر کے فرش پر جنازہ کی مثل لیٹی ہوتی تھیں"۔

(۸۷) جلداول، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۵۷، حدیث ۴۸۵

هشام عن ابیه عن عائشة قالت کان النبیؐ یصلی وانا راقدة معترضة علی فراشه فاذا اراذان یوتر فایقظنی فاوترت

''ہشام اپنے والد کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ نبیؐ نماز پڑھتے تھے اور میں آپؐ کے سامنے فرش پر عرضاً سوئی ہوتی تھی۔ پھر جب آپ چاہتے کہ وتر پڑھیں تو مجھے جگا لیتے اور میں (بھی) وتر پڑھ لیتی تھی۔

(۸۸) جلداول، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۵۷، حدیث ۴۸۶

ابوسلمة ابن عبدالرحمٰن عن عائشة انها قالت کان انام بین یدی رسول الله ورجلای فی قبصته فاذا سجد غمزنی فقبضت رجلی فاذا قام بسطتهما قالت والبیوت یومئذ لیس فیها مصابیح

''ابوسلمہ ابن عبدالرحمٰن بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں رسولؐ خدا کے سامنے سوئی ہوتی تھی اور میرے پیر آپؐ کے قبلہ (کی جانب) میں ہوتے تھے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے دبا دیتے اور میں اپنے پیر سمیٹ لیتی۔ جب آپ کھڑے ہو جاتے تو میں پیر پھیلا دیتی۔ عائشہ کہتی ہیں کہ اس وقت گھروں میں چراغ نہ (جلتے) تھے''۔

(۸۹) جلداول، ابواب تقصیر الصلوٰۃ، ص ۴۶۶، حدیث ۱۱۳۰

ابوسلمة عن عائشة قالت کنت امد رجلی فی قبلة

(۸۷) جلداول، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۵۷، حدیث ۴۸۵

هشام عن ابيه عن عائشة قالت كان النبيؐ يصلي وانا راقدة معترضة على فراشه فاذا اراد ان يوتر فايقظني فاوترت

''ہشام اپنے والد کے ذریعہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ نبیؐ نماز پڑھتے تھے اور میں آپؐ کے سامنے فرش پر عرضاً سوئی ہوتی تھی۔ پھر جب آپ چاہتے کہ وتر پڑھیں تو مجھے جگا لیتے اور میں (بھی) وتر پڑھ لیتی تھی۔

(۸۸) جلداول، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۵۷، حدیث ۴۸۶

ابوسلمة ابن عبدالرحمٰن عن عائشة انها قالت كان انام بين يدى رسول الله ورجلاى في قبلته فاذا سجد غمزني فقبضت رجلي فاذا قام بسطتهما قالت والبيوت يومئذ ليس فيها مصابيح

''ابوسلمہ ابن عبدالرحمٰن بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں رسولِؐ خدا کے سامنے سوئی ہوتی تھی اور میرے پیر آپؐ کے قبلہ (کی جانب) میں ہوتے تھے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو مجھے دبا دیتے اور میں اپنے پیر سمیٹ لیتی۔ جب آپ کھڑے ہو جاتے تو میں پیر پھیلا دیتی۔ عائشہ کہتی ہیں کہ اس وقت گھروں میں چراغ نہ (جلتے) تھے''۔

(۸۹) جلداول، ابواب تقصیر الصلوٰۃ، ص ۴۲۶، حدیث ۱۱۳۰

ابوسلمة عن عائشة قالت كنت امد رجلي في قبلة

النبیؐ وھو یصلی فاذا سجد غمزنی فرفعتھما فاذا قام مددتھما

''ابوسلمہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ میں اپنا پاؤں رسولؐ کے سامنے دراز کیے رہتی اور آپؐ نماز پڑھتے۔ جب آپ سجدہ کرتے تو میرا پاؤں دبا دیتے تو میں اس کو اٹھا لیتی۔ جب کھڑے ہوجاتے تو میں اس کو اٹھا لیتی، جب کھڑے ہوجاتے تو میں پھر پھیلا دیتی''۔

(۹۰) جلداول، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۲۱، حدیث ۳۷۴

عن عروۃ ان النبیؐ کان یصلی وعائشۃ معترضہ بینہ وبین القبلۃ علی الفراش الذی ینامان علیہ

''عروہ روایت کرتا ہے کہ نبی نماز پڑھتے ہوتے تھے اور عائشہ آپؐ کے قبلہ کے درمیان میں اس فرش پر جس پر دونوں سوتے تھے بجانب عرض لیٹی ہوتی تھیں''۔

محترم قارئین! یہ چھ احادیث ہیں، تین احادیث کا راوی ابوسلمہ ہے اور تین عروہ ابن زبیر نے نقل کی ہیں۔

* جلداول، نمبر ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴ کو امام بخاری نے اپنی صحیح میں جس باب کے ذیل میں درج کیا ہے وہ ہے: فرش پر نماز پڑھنا۔

ان تین احادیث میں سے دو حدیثیں بی بی عائشہ نے اپنی زبانی ابوسلمہ اور عروہ کو سنائی ہیں جبکہ تیسری حدیث عروہ نے بی بی عائشہ سے سنی نہیں بلکہ بی بی عائشہ اور سرورِ کونینؐ کا عمل بچشم خود دیکھا ہے۔ ملاحظہ ہو، جلداول، نمبر ۳۷۴

عروہ کہتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نماز پڑھتے تھے اور بی بی آپؐ کے اور قبلہ کے درمیان

سوئی ہوئی ہوتی تھی۔ یہاں نقل یا روایت نہیں ہے بلکہ مشاہدہ ہے۔

- جلد اول، نمبر ۴۸۵ کو امام بخاری نے جس باب میں لکھا ہے وہ ہے سوتے ہوئے آدمی کے سامنے نماز پڑھنا۔
- جلد اول، نمبر ۴۸۶ کو امام بخاری نے دوسرے باب میں درج کیا ہے۔ عورت کے سامنے ہوتے ہوئے نفل نماز پڑھنا۔
- جلد اول، نمبر ۱۱۳۰ کو امام بخاری علیحدہ باب میں ٹکایا ہے۔ نماز میں کون سا عمل جائز ہے۔

تکرار کہاں؟

اگر ان چھ احادیث میں تکرار ثابت کرنے کی کوشش کر کے انھیں ایک یا دو احادیث ثابت کیا جائے تو بالکل غلط ہوگا۔ بلکہ ہر حدیث علیحدہ اور مستقل حدیث ہے۔

- جلد اول، نمبر ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴ کو علیحدہ علیحدہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ایک باب میں مسلسل اور بلا فاصلہ ان کا تذکرہ خود اس بات کی دلیل ہے کہ ہر حدیث دوسری سے جدا ہے۔ اگر تکرار ہوتا تو ایک باب میں تکرار کی ضرورت نہ تھی۔

اب دوسری تین احادیث میں غور کریں۔ اگر چہ امام بخاری نے ہر حدیث کو علیحدہ باب میں جگہ دی ہے لیکن بذاتِ خود احادیث میں فکر بتا رہا ہے کہ ہر حدیث دوسری سے جدا ہے۔

جلد اول، نمبر ۴۸۵ کا راوی عروہ ہے اور بی بی بستر رسولؐ پر عرضاً سونے کا بتاتی ہے۔

جلد اول، نمبر ۴۸۶ کا راوی ابوسلمہ ہے اور بی بی اپنے طولاً سونے کا ذکر کرتی ہے۔

جلد اول، نمبر ۱۱۳۰ کا راوی بھی ابوسلمہ ہے۔ بی بی نے بتایا بھی طولاً سونے کا ہے

لیکن صرف اتنا بتایا ہے کہ جب آپ سجدہ کرتے میرا پاؤں دباتے، میں پاؤں سمیٹ لیتی۔ جب آپ کھڑے ہوجاتے تو میں پاؤں پسار لیتی۔ جبکہ جلد اول، نمبر ۴۸۶ میں بی بی یہ بھی بتاتی ہے کہ ان دنوں گھروں میں چراغ نہیں جلتے تھے۔

لمحۂ فکریہ

یہ معلوم ہوجانے کے بعد کہ ان چھ احادیث میں تکرار نہیں۔ ہر حدیث کی حیثیت جدا جدا ہے اور ہر حدیث مستقل علیحدہ مسئلہ کا مآخذ ہے۔ آیئے دیکھیں کہ بی بی بتانا کیا چاہتی ہے۔

بی بی اپنے سونے کی احادیث میں دو کیفیتیں بتاتی ہیں:

نمبر۱: سرورِ کونینؐ جب نماز پڑھتے تو میں جنازہ کی مانند عرضاً آپؐ کے سامنے سوئی ہوئی ہوتی تھی۔

نمبر۲: سرورِ کونینؐ جب نماز پڑھتے تھے تو میری ٹانگیں سرورِ کونینؐ کے قبلہ کی طرف ہوتی تھیں یعنی طولاً سوتی تھی۔

اہلِ سُنّت کے لیے سُنّت

- جو لوگ سنت سرورِ کونینؐ پر عمل کرنے میں ہمیشہ پیش پیش رہتے ہیں صبح و شام سرمہ لگاتے ہیں، عطر استعمال کرتے ہی، جمعہ کا غسل کرتے ہیں، مسواک کرتے ہیں، تراویح پڑھتے ہیں وغیرہ وغیرہ انھیں بی بی عائشہ نے انتہائی دلربا سنت سرورِ کونینؐ سے مطلع فرمایا ہے۔
- مردوں کے لیے سرورِ کونین کا عمل سنت ہے اور عورتوں کے لیے بی بی کا عمل قابلِ تقلید ہے۔ لیجیے دیر نہ کیجیے: شوہر اپنی بیوی کو اپنے سامنے کبھی طولاً اور کبھی عرضاً سلا لیں۔ نوافل کی نیت سے نماز شروع کردیں۔ پھر اندازہ کریں کہ یہ نماز کتنی مقبول ہوتی ہے۔ اس نماز میں کتنا رُوحانی کیف آتا ہے، کتنی لذت حاصل ہوتی ہے۔

شوہر کے بچوں کی ماں جو بچوں کے لیے جنت ہے، آخر بچوں کے باپ کے لیے بھی تو کچھ نہ کچھ ضرور ہوگی۔ نماز بھی پڑھو اور اس ارضی جنت کی سیر بھی کریں۔

❁ خدا شاہد ہے دل تو بہت کرتا ہے لیکن آلِ محمدؐ کے بتائے ہوئے درسِ اخلاق آڑے آجاتے ہیں۔

❁ بی بی نے جس تہذیب اور اخلاق کا درس دیا ہے وہ آپ کے سامنے ہے۔ بی بی نے ابنائے اُمت کو یہ بتایا ہے کہ نماز کوئی اتنی اہم شے نہیں ہے بلکہ اہم شے میاں بیوی کا باہمی پیار ہے۔ آپ دیکھ لیں سرورِ کونینؐ نے بحالتِ نماز بھی میرے پیار کو مقدم رکھا۔ میں ٹانگیں پسارے رہتی تھی۔ سرورِ کونینؐ نماز پڑھتے تھے۔ جب آپ سجدہ پر جھکنے لگتے تو وہ میرا پاؤں دبا دیتے۔ ایک طرف لذت پیار اور دوسری طرف شوق عبادت دونوں حاصل ہو جاتے۔ یہ تو ایک عمومی درس ہے جو بی بی نے عورتوں اور مردوں دونوں کو مشترکہ طور پر دیا ہے۔

❁ انھی چھ احادیث میں ایک درس صرف مردوں کے لیے ہے اور وہ یہ ہے کہ بے شک نوافل پڑھتے ہوئے بیوی کو اپنے سامنے سلا لیں۔ خواہ بیوی کی ٹانگیں آپ کی طرف ہوں یا بیوی جنازہ کی مانند سوتی ہو۔ نماز میں کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ گھبرانے کی بات نہیں ہے۔

❁ ایک درس صرف عورتوں کے لیے ہے اور وہ یہ ہے کہ جب کبھی آپ کے میاں نماز پڑھنے لگیں اور آپ کی ایک دو سوکنیں بھی ہوں، معاملہ باری کا ہو، آپ اپنی باری میں شوہر سے بحالتِ نماز بھی لطف اندوز ہو سکتی ہیں اور وہ یوں کہ آپ اپنے محبوب شوہر کے سامنے میری طرح سو جائیں۔ کبھی ٹانگیں شوہر کی طرف کر لیں اور کبھی جنازہ کی طرح سو جائیں۔ اگر جنازہ کی طرح سوئیں گی تو صرف اسی قدر لطف

حاصل ہو سکے گا کہ آپ شوہر کو دیکھتی رہیں اور شوہر آپ کی طرف دیکھ کر شوق نظارہ پورا کرتا رہے اور جب کبھی شوہر زیادہ متوجہ الی اللہ ہو اور آپ کی خواہش میں زیادہ گرمی ہو تو آپ ٹانگیں شوہر کی طرف کر لیجیے۔ کم از کم جب شوہر سجدہ کے لیے جھکے گا اس وقت تو اسے مجبوراً آپ کو چھونا پڑے گا کیونکہ اسے سجدہ کی جگہ فارغ کرنا ہوگی۔ اس لیے اور نہیں تو اس کے چھونے سے آپ کی گرمی آپ کے شوہر تک بھی پہنچتی رہے گی اور یوں یہ گرمی رفتہ رفتہ اپنا کام کر جائے گی۔ اگر شوہر کا ارادہ بیس رکعت نوافل پڑھنے کا ہوگا تو دو چار مرتبہ پاؤں کو چھو لینے کے بعد ارادہ میں کمی آ جائے گی اور شوہر اللہ میاں سے معذرت کر کے آخر لیٹ ہی جائے گا۔

میرے محترم دوستو!

- یہ ہے نظامِ مصطفیؐ جو بی بی عائشہ نے انتہائی محنت اور کاوش سے ہم تک پہنچایا ہے۔
- یہ ہے سرورِ کونینؐ کی راتوں کی داستانِ عبادت جو بی بی نے سنائی ہے۔
- یہ ہے درسِ اخلاق جو بی بی نے دیا ہے۔
- یہ ہے تہذیب اسلام جو بی بی نے بتائی ہے۔
- یہ ہے تصورِ اسلام جو بی بی نے پیش کیا ہے۔
- یہ ہے مقامِ مصطفیؐ جو بی بی نے بتایا ہے۔
- سابقاً آپ سرورِ کونینؐ کے روزے بھی ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ بحالت جنابت صبح ہو جاتی ہے۔ اب آپ کی نماز بھی دیکھ لیں اور بی بی کو دادِ تحسین دیں کہ بی بی نے کس خوش اسلوبی سے اسلام کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ بخاری شریف کی ان صحیح احادیث کو بھی پڑھ لینے کے بعد اگر آپ بی بی عائشہ اس کے دیئے اسلام کو مسخ کرنے کی کوشش کی ہے۔ بخاری شریف کی ان صحیح احادیث کو بھی پڑھ لینے کے بعد اگر آپ بی بی عائشہ، اس کے دیئے اسلام، اس کی پیش کی گئی تصویر، رسولؐ

اعظم اور بی بی کے دیئے گئے مقامِ مصطفیٰ سے بی بی کے ذہن میں جھانکنے کی کوشش نہ کریں تو پھر کوئی کیا کر سکتا ہے؟

بیت المال اور آلِ ابوبکر

* جلد اوّل، نمبر ۱۹۳۱، راوی عروہ

(۹۱) جلد اول، کتاب البیوع، ص ۷۲۸، حدیث ۱۹۳۱

عروة ابن الزبير ان عائشة قالت لما استخلف ابوبكر الصديق قال لقد علم قومي ان حرفتي لم تكن تعجز عن مؤنته اهلي وشغلت بامرالمسلمين فسياكل ال ابي بكر من هذا المال ويحترف للمسلمين فيه

''عروہ ابن زبیر بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ جب ابوبکر خلیفہ بنائے گئے تو فرمایا کہ میرے پیشے کی آمدنی اہل وعیال کی کفالت کے لیے ناکافی نہ تھی اور اب مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں تو ابوبکر کی اولاد اس مال سے کھائے گی اور مسلمانوں کے لیے اس میں سے تجارت کریں گے''۔

صحیح بخاری شریف میں حضرت ابوبکر کا یہ ارشاد گرامی کسی معمولی ہستی کا نہیں بلکہ آپ کی شریکِ کار اور عزیز بیٹی بی بی عائشہ کا ہے اور راوی بھی کوئی عام آدمی نہیں بلکہ بی بی کا بھانجا اور حضرت ابوبکر کا نواسہ عروہ ابن زبیر ہے۔

آپ فرماتے یہ ہیں کہ پہلے تو میں خود کماتا تھا اور اپنے عیال کی کفالت کرتا تھا لیکن اب چونکہ میں حکومت چلاؤں گا اس لیے میرے عیال کی کفالت رہ جائے گی، لہٰذا اب میری اولاد بیت المال سے کھائے گی اور تجارت بھی کرے گی۔

ابوبکر کے اس آرڈی ننس کو عصرِ حاضر کے ایک مفکر، ابوبکر کے وکیل مخصوص اور

سواد اعظم کے ترجمان مولانا ابوالوحید عبدالمجید خادم ایڈیٹر مسلمان کے نظریہ سے تطبیق دیجیے اور پھر بتایئے کہ بی بی عائشہ اور ابوبکر سچے ہیں یا ان کے وکلائے مخلصین۔

یہ کتاب ہے، اسلام اور دولت معہ دولت مند صحابہ۔ پریس کا نام تو نہیں لکھا البتہ ملنے کا پتا لکھا ہے اور وہ ہے دفتر مسلمان، سوہدرہ ضلع گوجرانوالہ۔ دیباچہ کے اختتام پر تاریخ اشاعت غالباً لکھی ہوتی ہے۔ یکم اکتوبر ۱۹۴۷ء میں اس کتابچہ میں جو کچھ دیا گیا ہے من وعن نقل کر رہا ہوں۔ ص ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵

(۵) حضرت ابوبکر صدیق

حضرت ابوبکر صدیق کے دیگر بے شمار فضائل ومحامد کے علاوہ اگر آپ کی فیاضی، مہمان نوازی، مفلس و بے نواؤں کی دستگیری، مصیبت زدوں کی اعانت، قرابت داروں کی پاسداری وغیرہ اوصاف کو دیکھا جائے تو آپ یقیناً تمام صحابہ میں ممتاز نظر آئیں گے:

* آپ کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے اور دوسرے ملکوں میں تجارت کے لیے جایا کرتے تھے۔ ہزاروں روپے کا لین دین کرتے تھے۔ آپ کا قول ہے کہ میں قریش میں سب سے بڑا متمول تاجر تھا۔ (ابن ماجہ وابن سعد، ج ۳)
* حضرت ابوبکر صدیق کے پاس قبول اسلام کے وقت چالیس ہزار روپے نقد موجود تھے جو سب کے سب اسلام کی راہ میں خرچ ہوئے۔ حضورؐ پُرنور جہاں ارشاد فرماتے آپ خرچ کرتے چلے جاتے تھے۔ (ابن سعد، ج ۲)
* آپ نے بیش بہا روپیہ غلاموں پر خرچ کیا۔ جب کسی غلام کو محض اسلام کی خاطر تکلیف پہنچتی اور حضورؐ کو ان کی تکلیف سن کر دکھ ہوتا تو آپ فوراً جاتے اور مالک کو منہ مانگی قیمت دے کر غلام خرید لیتے اور پھر آزاد کر دیتے جس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بہت خوش ہوتے۔ چنانچہ حضرت بلال، عامر ابن فہیرہ، نذیریہ،

جاریہ بنی مومل، نہدیہ بنت نہدیہ وغیرہ بیسیوں غلام محض حضورؐ ہی کے اشارے سے آزاد ہوئے تھے۔

* مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے لیے جو سب سے پہلے زمین خریدی اس کی قیمت اکیلے ابوبکر صدیق ہی نے ادا کی تھی۔ (فتح الباری، ج ۷، ص ۱۹۲)
* ۹ ہجری میں ایک بار سرورِ دوعالمؐ نے جنگ کے لیے چندہ کی اپیل کی تو سب صحابہ نے حسب ارشاد اس میں حصہ لیا مگر ابوبکر کے پاس جو کچھ موجود تھا وہ سب کچھ لاکر حاضر کر دیا۔ (ابوداؤد و مصری، ص ۱۹۲)
* حضورؐ نے اپنی وفات سے چند یوم قبل یہ فرمایا کہ ابوبکر اپنی صحبت اور مال کے لحاظ سے میرا (یعنی اسلام کا) سب سے بڑا محسن ہے۔ میں نے قریباً اور سب کے احسان اُتار دیئے مگر ابوبکر کا احسان نہیں اُتار سکا۔ اس کا صلہ خود اللہ تعالیٰ ہی اسے دے گا۔ مطلب یہ ہے کہ جتنا روپیہ ابوبکر نے میری اور اسلام کی خاطر تنگی ترشی کے زمانہ میں خرچ کیا اتنا اور کسی نے خرچ نہیں کیا۔ (بخاری، ج ۱)

ایک حدیث کے لفظ یہ ہیں: ما نفعنی ما ل ما نفعنی مال ابی بکر یعنی ابوبکر کے مال سے زیادہ کوئی مال میرے لیے مفید ثابت نہیں ہوا۔ (کنز العمال، ج ۶، ص ۳۱۶)

* رسولؐ اللہ کے قرضوں کا چکانا اور وعدوں کا پورا کرنا ابوبکر نے اپنے ذمہ لے لیا تھا۔ چنانچہ جب بحرین سے آپ کے پاس بہت سا مال آیا تو آپ نے اعلان کر دیا کہ جس جس نے حضورؐ سے کوئی وعدہ کیا ہو وہ آئے اور مجھ سے لے لے۔ چنانچہ جابر نے عرض کیا کہ مجھ سے آنحضرتؐ نے تین دفعہ دونوں ہاتھوں سے بھر بھر کر روپیہ دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ چنانچہ اسی طرح سے انھیں دیا۔ پھر ابوبشیر مازنی کے بیان پر ان کو چودہ سو درہم عطا فرمائے۔ (طبقات ابن سعد)

* آپ اپنے زمانہ خلافت میں بیت المال کا روپیہ بھی غرباء پر اس طرح خرچ کرتے تھے جس طرح اپنا ذاتی روپیہ خرچ کردیتے تھے۔ جب آپ نے انتقال فرمایا تو بیت المال میں صرف ایک درہم باقی تھا۔ حضرت عمر نے خزانچی کو بلا کر پوچھا کہ شروع سے اس وقت تک خزانہ میں کس قدر مال آیا ہوگا جو حضرت ابوبکر نے صدقہ کیا تو اس نے کہا کہ "دو لاکھ" دینار (پونڈ)۔ (طبقات ابن سعد، ج ۳)
* آپ اتنے فیاض تھے کہ اگر حاجت مند آتے اور بیت المال میں کچھ نہ ہوتا تو اپنے نام پر قرض لیتے اور ان کو دے دیتے۔ چنانچہ انتقال پر اپنے صاحبزادے کو فرمایا کہ مجھ پر بیت المال کا چھ ہزار درہم قرض ہے۔ میرا فلاں باغ بیچ کر سب سے پہلے بیت المال کا قرضہ ادا کیا جائے۔ (ابن سعد، ج ۳)
* آپ کے پاس خیبر میں ایک بہت بڑی جاگیر تھی اور اس کے علاوہ اطراف مدینہ اور بحرین میں بھی بہت سی جاگیریں تھیں۔ (طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۳۱)
* مقامِ سخ میں آپ کا ایک عظیم الشان کارخانہ بھی تھا جس میں اعلیٰ پیمانہ پر کپڑے کا کام ہوتا تھا۔ (ابن سعد)

محترم مولانا عبدالمجید نے گیارہ نکات طبقات ابن سعد، ابن ماجہ، فتح الباری اور کنز العمال سے جمع کیے ہیں اور ایک حدیث بخاری شریف سے بھی پیش کی ہے۔ مولانا عبدالمجید کے ان گیارہ نکات کے مطابق:

* ابوبکر کے پاس بوقت اسلام چالیس ہزار روپیہ نقد تھا۔
* ابوبکر غلاموں پر خرچ کرتے تھے۔
* مسجد نبوی ابوبکر کی خرید کردہ زمین ہے۔
* آپ بوقتِ وفات چھ ہزار درہم کے مقروض تھے۔

* مدینہ کے علاوہ بحرین میں بھی آپ کی جاگیر تھی۔
* مقامِ سخ میں آپ کا ایک عظیم الشان کارخانہ تھا۔
* آپ کا ایک باغ بھی تھا۔

محترم قارئین!

* قابلِ غور بات یہ ہے کہ اگر یہ سب کچھ تھا تو پھر اولاد کو بیت المال کا بوجھ بنانے کی وجہ کیا تھی؟
* کارخانہ چلتا رہتا، باغات پھل دیتے رہتے اور جاگیروں کی آمد آتی رہتی۔ ابوبکر حکومت میں مصروف۔
* ابوبکر نے یہ نہیں کہا کہ میں اپنی جاگیروں، باغات اور عظیم الشان کارخانوں کی نگرانی نہیں کرتا۔ بیٹے تھے، پوتے تھے، تقسیم کار کر دیتے اور کہہ دیتے لو بیٹو! آج تک نگرانی کی ہے، اب میں حکومت کی نگرانی کروں گا تم مجھے بھی کھلاؤ اور خود بھی کھاؤ۔ کاروبار جما ہوا ہے، باغات لگے ہوئے ہیں، جاگیریں موجود ہیں۔ صرف نگرانی کرنا ہوگی، نگرانی کرو۔ میں بھی کھاؤں گا اور تم بھی کھاؤ گے۔
* لیکن یہاں معاملہ کچھ ٹیڑھا ہے۔ ابوبکر کہتے ہیں کہ دنیا جانتی ہے کہ میں جو محنت مزدوری کرتا تھا اس سے میرے اور میرے بچوں کی دال روٹی نکل آتی تھی۔ اب میں محنت مزدوری نہیں کرسکوں گا کیونکہ مجھے حکومت چلانا ہے۔ اب آلِ ابوبکر بیت المال سے کھائے گی بھی اور بیت المال ہی سے تجارت بھی کرے گی۔
* بے چارے مریدوں نے اڑانے کی کوشش تو بہت کی لیکن دروغ گورا حافظہ نباشد والی بات بن گئی۔ امام بخاری بیچارے کو کیا معلوم تھا کہ لوگ کیا سوچ رہے ہیں۔ اگر امام بخاری کو ان حالات کی ذرا بھی بھنک پڑجاتی تو قطعاً اس حدیث کو صحیح سمجھ کر درج نہ کرتے۔ دو رکعت نماز بھی بچ جاتی اور استخارہ بھی بچ جاتا۔

* اب اگر بی بی عائشہ اور امام بخاری کو سچا مانیں تو ماننا پڑتا ہے کہ یہ چھ ہزار کا قرض بیت المال سے صدقات کے لیے نہیں تھا بلکہ تجارت کے لیے لیا گیا پیسہ تھا اور اگر مولانا عبدالمجید جیسے علماء کی تحقیق مانیں تو بیچاری بخاری اور بی بی عائشہ کو جھوٹا ماننا پڑتا ہے۔ لہٰذا فائدہ اسی میں ہے کہ ابوبکر کی دولتمندی کی ڈینگیں مارنا چھوڑ دیں اور کھلے دل سے بی بی عائشہ، ابوبکر اور امام بخاری کی بات کو درست مان کر یہ تسلیم کرلیں کہ ابوبکر نے بیت المال سے خوب خوب خرچ کیا۔ خود بھی کھایا، آلِ ابوبکر کو بھی کھلایا اور دیگر اقرباء کو بھی سیر ہو کر نوازا۔

عورت یا کتا

کُل چار احادیث ہیں:

* جلد اول، نمبر ۴۸۱، راوی اسود
* جلد اول، نمبر ۴۸۴، راوی مسروق
* جلد اول، نمبر ۴۸۷، راوی مسروق
* جلد اول، نمبر ۴۹۲، راوی قاسم

(۹۲) جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۵۵، حدیث ۴۸۱

اسود عن عائشۃ قالت اعدلتمونا بالکلب والحمار لقد رأیتنی مضطجعۃً علی السریر فیجیئی النبیؐ فیتوسط السریر فیصلی فاکرہ ان اسخہ فانسل من قبل رجلی السریر حتّٰی انسل من لحافی

اسود بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ (ایک مرتبہ) انہوں نے کہا: کیا تم نے ہمیں کتے اور گدھے کے برابر کردیا۔ میں نے تو یہ دیکھا کہ نبی تشریف لاتے تھے تو تخت کے بیچ میں کھڑے ہو کر

نماز پڑھتے۔ (چونکہ تخت پر سامنے میں لیٹی ہوتی تو میں اس بات کو بُرا جانتی تھی) کہ (نماز میں) آپ کے سامنے رہوں لہٰذا میں تخت کے پایوں کی طرف نکل کر اپنے لحاف سے باہر ہو جاتی تھی"۔

(۹۳) جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۵۷، حدیث ۴۸۴

مسروق عن عائشة انه ذكر عندها ما يقطع الصلٰوة فقالوا يقطعها الكلب والحمار والمرأة فقالت لقد جعلتمونا كلابًا ، لقد رأيت النبيّ يصلي واني بينه وبين القبلة وانا فضطجعة علي السرير فتكون لي الحاجة واكره استقبله فانسل انسلالًا

"مسروق بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ان کے سامنے ان اشیاء کا ذکر ہوا جو نماز کو فاسد کر دیتی ہیں تو لوگوں نے بیان کیا کہ کتا اور گدھا اور عورت نماز کو فاسد کر دیتی ہیں۔ حضرت عائشہ کہنے لگیں کہ بے شک تم نے ہم لوگوں کو کتا بنا دیا۔ میں نے نبی کو نماز پڑھتے دیکھا ہے اس حالت میں کہ میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان میں تخت پر لیٹی ہوتی تھی تو پر مجھے کچھ ضرورت ہوتی (چونکہ) میں اس بات کو بُرا جانتی تھی کہ آپ کے سامنے سے جاؤں تو میں آہستہ سے نکل جاتی تھی"۔

(۹۴) جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۵۸، حدیث ۴۸۷

مسروق عن عائشة ذكر عندها ما يقطع الصلٰوة الكلب والحمار والمرأة فقالت شبهتمونا بالحمر والكلاب والله لقد رأيت النبيّ يصلي واني على السرير بينه

وبین القبلة فصطجعة فتبدولی الحاجة فاکرہ او اجلس فاوذی النبیؐ فانسل من عند رجلیه

''مسروق بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ ان کے سامنے ان چیزوں کا ذکر کیا گیا جو نماز کو فاسد کر دیتی ہیں یعنی کتے کا، گدھے کا اور عورت کا۔ بی بی عائشہ نے کہا کہ تم نے ہم لوگوں کو گدھوں اور کتوں کی مثل بنا دیا۔ واللہ میں نے نبی کو نماز پڑھتے دیکھا ہے اس حال میں کہ میں تخت پر آپ کے اور قبلہ کے درمیان میں لیٹی ہوتی تھی۔ پھر مجھے ضرورت درپیش ہوتی چونکہ میں اس بات کو بُرا جانتی تھی کہ اُٹھ بیٹھوں اور نبی کو تکلیف دوں، لہٰذا میں آپ کے پیروں کی جانب سے نکل جاتی تھی''۔

(۹۵) جلد اول، کتاب الصلوٰۃ، ص ۲۵۹، حدیث ۴۹۲

قاسم عن عائشة قالت بئسما عدلتمونا بالکلب والحمار لقد رأیتنی و رسول الله یصلی وانا فصطجعة بینه وبین القبلة فاذا اراد ان یسجد غمز رجلی فقبضتهما

''قاسم بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ بی بی نے کہا تم نے بُرا کیا جو ہم لوگوں کو کتے اور گدھے کے برابر کر دیا۔ میں نے دیکھا کہ رسولؐ خدا نماز پڑھتے ہوتے تھے اور میں آپ کے اور قبلہ کے درمیان لیٹی ہوتی تھی۔ جب آپ سجدہ کرنا چاہتے تو میرے پیروں کو دبا دیتے تو میں ان کو ہٹا لیتی''۔

محترم قارئین!

* سابقاً سجدہ گاہ رسولؐ کے زیرِعنوان آپ نے صحیح بخاری شریف سے چھ احادیث

ملاحظہ فرمائیں جن میں بی بی عائشہ اپنے سونے کا انداز بتاتی ہیں کہ کبھی تو میں عرضاً سرورِ کونینؐ کے سامنے سو جاتی تھی اور کبھی طولاً سو جاتی تھی جب آپ سجدہ کے لیے جھکتے میری ٹانگ دبا دیتے اور میں ٹانگیں سمیٹ لیتی۔

* اب عورت یا کتا کے زیر عنوان پھر صحیح بخاری کی چار احادیث ملاحظہ فرمائیے۔ جن میں الحمدللہ بی بی نے ایک بات تو یہ کی کہ سابقا احادیث کی توثیق کر دی کہ کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ غلط یا ضعیف ہیں اور دوسرے ایک مسئلہ کی جانب بھی متوجہ کیا اور وہ ہے صحابہ کے ساتھ بی بی کا نزاع۔ اب دیکھتے ہیں کہ بی بی اور صحابہ کے مثلہ بے لوث وکلاء کس کی مانتے ہیں، صحابہ کی مانیں گے تو بی بی کو جھوٹا کہنا ہوگا اور اگر بی بی کی مانیں تو صحابہ کو جھوٹا کہنا ہوگا۔

نزاع

○ صحابہ کا موقف: تین چیزوں سے اگر کوئی ایک نمازی کے سامنے سے اگر گزر جائے تو نمازی کی نماز باطل ہو جاتی ہے: کتا، گدھا، عورت۔

○ بی بی کا موقف: کتا اور گدھا حالتِ نماز میں اگر کسی کے سامنے سے گزر جائے تو میں کچھ نہیں کہتی نماز رہتی یا جاتی ہے لیکن اگر عورت نماز کے سامنے سے گزر جائے تو نماز باطل نہیں ہوتی۔ میں خود سرورِ کونینؐ کے سامنے سوتی بھی رہی اور گزرتی بھی رہی جب رسولِ کونینؐ کی نماز باطل نہیں ہوتی تو اور کون ہے جس کی نماز باطل ہوگی۔

میرے دوستو! یہ ہے نزاع جو صحابہ اور بی بی عائشہ کے درمیان رونما ہوا۔ آیئے پہلے ذرا ان احادیث کا تجزیہ کر لیں اور یہ دیکھ لیں کہ یہ چار احادیث ہیں یا ایک ہی حدیث کا تکرار کیا گیا ہے۔

کُل چار احادیث ہیں: ایک حدیث اسود کی روایت کردہ ہے، ایک کا راوی قاسم ہے اور دو مسروق نے نقل کی ہیں۔

* جلد اول، نمبر ۴۸۱ میں اسود نے بی بی سے جو کچھ نقل کیا ہے وہ یہ ہے کہ بی بی فرماتی ہے: اعدلتمونا بالکلب والحمار "تم نے ہم عورتوں کو کتے اور گدھے کے برابر کیا"۔

اس حدیث میں یہ ذکر نہیں ہے کہ نماز کن چیزوں سے باطل ہوتی ہے صرف بی بی کا اظہارِ افسوس ہے۔

* جلد اول، نمبر ۴۸۲ میں مسروق نے یہ بتایا ہے کہ بی بی کے سامنے ان چیزوں کا ذکر ہوا جن کے سامنے سے گزرنے سے نماز باطل ہوتی ہے۔ ان میں کتے، گدھے اور عورت کا نام لیا گیا تو بی بی نے فرمایا: لقد جعلتمونا کلابا "تم نے ہم عورتوں کو کتا بنا دیا ہے"۔ اس موقع پر بی بی نے صرف کتے کا نام لیا ہے گدھے کا ذکر نہیں کیا۔

* جلد اول، نمبر ۴۸۷ میں مسروق نے بتایا ہے کہ بی بی کے سامنے جب ایسی چیزوں کا ذکر ہوا جو نمازی کے سامنے سے گزریں تو نماز باطل ہو جاتی ہے تو بی بی نے فرمایا: شبہتمونا بالحمر والکلاب "تم نے ہم عورتوں کو گدھوں اور کتوں سے تشبیہہ دی ہے"۔

اس موقع پر بی بی مسروق سے فرماتی ہے کہ تم نے ہم عورتوں کو کتے اور گدھے سے تشبیہہ دی ہے۔ یہاں دونوں نام استعمال کیے ہیں۔ سابقہ احادیث میں آپ کو بی بی کی قسم نہیں ملے گی لیکن یہاں بی بی قسم کھا کر سرورِ کونینؐ کے سامنے اپنا سونا بیان کرتی ہے۔

* جلد اول، نمبر ۴۹۲ میں بی بی قاسم کے سامنے جو کچھ بیان کرتی ہے وہ یہ ہے کہ بئسما عدلتمونا بالکلب والحمار "تم نے بہت برا کیا جو ہم عورتوں کو کتے اور گدھے سے تشبیہہ دی"۔

قاسم کے سامنے بی بی نماز باطل کرنے والی چیزوں کا نام نہیں لیتی بلکہ اظہارِ افسوس کرتی ہے اور قاسم سے کہتی ہے کہ تم لوگوں نے یہ کام کوئی اچھا نہیں کیا بلکہ بُرا کیا ہے۔

میرے دوستو!

آپ نے سجدہ گاہ رسولؐ کے ذیل میں دی گئی احادیث دیکھ کر یہ ضرور سوچا ہوگا کہ شیعہ لوگ صرف بی بی کو بدنام کرنے کی خاطر اُوٹ پٹانگ احادیث تلاش کر کے پیش کر دیتے ہیں لیکن آپ یقین جانیں خدا بہتر جانتا ہے کہ ہمیں بی بی سے نہ کوئی ذاتی رنجش ہے نہ کوئی رقابت ہے۔ جس طرح آپ بی بی کا حرمِ رسولؐ ہونے کی وجہ سے احترام کرتے ہیں اسی طرح ہم بھی بی بی کو واجب التعظیم سمجھتے ہیں۔

اگر ہمیں تکلیف ہوتی ہے تو بس صرف یہی کہ ہمیں بی بی کی ان جیسی احادیث اور ان جیسے احکام اسلام پسند نہیں، اسی لیے ہم بی بی کو واجب الاطاعت نہیں سمجھتے۔ ان احادیث میں بی بی نے اپنے سابقہ بیان اور میری پیش کردہ احادیث کی توثیق کر دی ہے اور اپنے عمل کو پیش کر کے صحابہ کے خلاف احتجاج کیا ہے۔

مقامِ فکر

* واقعۂ افک، گمشدگیٔ ہار، سقیفۂ بنی ساعدہ اور ایامِ جادو زدگی کے حالات میں جس طرح بی بی نے کسی مصلحت کے پیشِ نظر متعلقہ افراد کے ناموں کو پردۂ خفا میں رکھا ہے اور ہم بدنصیبوں کو نہیں بتایا کہ افک میں کون کون لوگ شریک تھے تاکہ ان سے تبرا کیا جائے۔ سقیفۂ بنی ساعدہ میں انصار کو لے جانے والے کون لوگ تھے اور مہاجرین کے ساتھ جھگڑا کرنے والے کون تھے تاکہ ان سے بچا جائے۔ جادو زدگی کے ایام میں اور چاہ زروان پر سرورِ کونینؐ کے ساتھ جا کر حمایت کرنے

والے کون سے لوگ تھے تا کہ ان سے اور ان کی احادیث سے تولیٰ کیا جائے۔

* اسی طرح ان احادیث میں بھی بی بی نے یہ نہیں بتایا کہ: عورتوں کو کتا اور گدھا کہنے والے کون بدبخت ہیں تا کہ ان سے ہوشیار رہا جائے۔

* بہرصورت اتنا تو مسلّم ہے کہ جو بھی تھے بی بی کے اپنے گروپ سے متعلق تھے کیونکہ اگر اہلِ بیتؑ سے متعلق لوگ ہوتے تو بی بی ان کا نام لینے میں بھی دیر نہ لگاتی اور ان کے خلاف جذبات اُبھارنے میں بھی سُستی نہ کرتی، جس طرح جنگِ جمل اور نواسۂ رسولؐ مصلحِ اُمت امام حسنؑ کے جنازہ کو روضۂ رسولؐ میں دفن نہ ہونے کی خاطر بی بی نے تیراندازی کروادی تھی۔ اگر اہلِ بیتؑ کے گروپ سے متعلق کوئی ہوتا تو بی بی فوراً نام لے لیتی۔

علاوہ ازیں فقہ اہلِ بیتؑ جو فقہ جعفریہ کے نام سے معروف ہے اس میں کوئی حدیث بھی سرورِ کونینؐ یا آئمہ اہلِ بیتؑ سے نہیں ملتی جس سے یہ سمجھا جا سکے کہ نمازی کے سامنے سے اگر گدھا گزر جائے یا کتا گزر جائے یا عورت گزر جائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے کیونکہ:

سیدھی سی معقول بات ہے کہ کتا اور گدھا تو حیوان ہیں، انھیں کیا معلوم کی کوئی نماز پڑھ رہا ہے یا کوئی دوسرا کام کر رہا ہے۔ جب ان میں شعور ہی نہیں تو ان کے سامنے سے گزرنے کی سزا انسان کو کیوں ملے؟ رہی عورت تو فقہ جعفرہ کے مطابق اگر کوئی شخص بھی نمازی کے سامنے سے گزرے تو گزرنے والے کو تو اچھا نہیں کہا گیا لیکن نمازی کی نماز میں کسی قسم کا حرج نہیں بتایا گیا۔

بات واضح ہے کہ نمازی کا کیا قصور ہے اگر غلط کیا ہے تو گزرنے والے نے کیا ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ہو۔ نمازی بے چارہ تو اللہ کی بارگاہ میں حاضری دے رہا ہے، گزرے کوئی اور نماز کی محنت رائیگاں جائے نمازی کی، یہ انتہائی غیر معقول بات ہے اور

فقہ اہلِ بیتؑ میں کوئی بھی خلافِ عقل بات نہیں ملے گی۔

جہاں تک میں سمجھتا ہوں، عورتوں کو کتوں اور گدھوں سے تشبیہ دینے والے صحابہ میں سے وہ افراد ہوں گے جو عورت کی اسلامی حیثیت کو تسلیم نہ کرتے ہوں گے اور عورت کے متعلق اسلام کے پیش کیے گئے نظریہ کو نہ مانتے ہوں گے۔ انھی لوگوں نے اپنے دل کی بھڑاس نکالنے اور عورت سے انتقام لینے کی خاطر اپنے جذبات کی آگ کو اس طرح سرد کیا ہوگا کہ جس طرح اگر کتا اور گدھا نمازی کے سامنے سے گزر جائے تو نمازی کی نماز باطل ہو جاتی ہے اسی طرح اگر عورت بھی نمازی کے سامنے سے گزر جائے تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔

اگر بی بی ان افراد میں سے کسی ایک کا نام بھی بتا دیتی تو پھر معاملہ کچھ آسان ہو جاتا اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر اندازہ کر لیا جاتا کہ یہ فلاں گروپ سے، لیکن اس طرح سے تو ہم قطعی طور پر بے بس ہیں۔ کچھ نہیں کہہ سکتے البتہ ان احادیث میں بھی بی بی نے اسی تہذیب و اخلاق کا درس ضرور دیا ہے جس تہذیب و اخلاق کا درس سابقاً سجدہ گاہ رسولؐ کے زیرِ عنوان پیش کی جانے والی احادیث میں پیش کیا ہے۔

آپ صرف یہی سوچ لیں کہ بی بی کس قسم کا اسلام دینا چاہتی ہے اور کیسا مقامِ مصطفیٰؐ پیش کر رہی ہے۔

جاہل صحابہ

کُل دو احادیث ہیں:

- جلد سوم، نمبر ۱۰۰۴، راوی عروہ
- جلد سوم، نمبر ۱۰۰۵، راوی ابن بکیر

(۹۶) جلد سوم، کتاب الآداب، ص ۳۸۲، حدیث نمبر ۱۰۰۴

عروہ عن عائشة قالت قال النبیؐ ما اظن فلانا وفلانا

یعرفان من دیننا شیئًا ، قال اللیث کان رجلین من المنافقین

"عروہ بی بی عائشہ سے روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے (ایک مرتبہ) فرمایا کہ میں نہیں جانتا کہ فلاں فلاں شخص ہمارے دین کی کوئی بات جانتے ہوں۔ لیث نے بیان کیا کہ یہ دونوں منافق تھے"۔

(۹۷) جلد سوم، کتاب الآداب، ص ۴۸۲، حدیث ۱۰۰۵

حدثنا ابن بکیر حدثنا اللیث بھذا وقالت دخل علی النبیؐ یومًا وقال یاعائشۃ ما اظن فلانا وفلانًا یعرفان دیننا الذی نحن علیہ

"ابن بکیر لیث سے (اسی سند سے) یہ حدیث بیان کی کہ حضرت عائشہ نے کہا کہ ایک دن میرے پاس نبیؐ تشریف لائے اور فرمایا: میں فلاں فلاں شخص کے متعلق نہیں گمان کرتا کہ ہم جس دین پر قائم ہیں، اس کے متعلق کچھ بھی جانتے ہوں"۔

یہ دو احادیث ہیں جنہیں امام بخاری نے ایک ہی باب میں لکھا ہے۔ امام بخاری کا ایک باب میں لکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ یہ دونوں حدیثیں جدا جدا ہیں اور ان میں تکرار نہیں۔ ویسے بھی حدیثیں خود بھی بتاتی ہیں کہ دونوں ایک دوسرے سے جدا ہیں کیونکہ ایک حدیث کا اندازِ بیان ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سرورِ کونینؐ بی بی کے پاس بیٹھے ہیں اور باتوں باتوں میں دو افراد کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میرے خیال کے مطابق یہ دونوں ہمارے دین کے احکام سے بے خبر ہیں جبکہ دوسری حدیث میں بی بی فرماتی ہیں کہ سرورِ کونینؐ میرے پاس تشریف لائے اور یہ جملہ فرمایا۔

پھر امام بخاری نے بھی ایک حدیث کے آخر میں لیث کی زبانی یہ تبصرہ کردیا ہے کہ یہ دونوں منافق تھے جبکہ دوسری حدیث کے اختتام پر امام بخاری نے کوئی تبصرہ وغیرہ نہیں کیا۔

مقامِ فکر

یہ تو مسلّم ہے کہ سرورِ کونین کو منافقین کا علم تھا۔ یہ بھی مسلّم ہے کہ آپ نے ان منافقین میں سے دو کا نام بی بی کو بتایا۔ پھر بی بی نے عروہ سے بتایا کہ فلاں فلاں نفاق کی وجہ سے ہمارے دین سے بے خبر ہیں۔

یہ بھی مسلّم ہے کہ بی بی نے یا عروہ نے ہمیں ان دونوں میں سے کسی ایک کا نام نہیں بتایا۔ کاش بی بی کسی کا نام بتا دیتی۔ آخر اس اخفاء اور پردہ پوشی کا مطلب کیا ہوسکتا ہے، کہیں پردہ نشینوں کے نام تو نہ آتے تھے۔

منافقین کی پردہ پوشی

ان مسلمات کے بعد آیئے اور دیکھیں کہ بی بی یا عروہ نے ان منافقین کے نام کیوں چھپائے اگر ان منافقین کے نام بتا دیئے جاتے تو کون سا حرج تھا۔ ظاہر ہے کہ یا تو بی بی نے عروج کے نام بتا کر منع کردیا ہے کہ یہ نام کسی کے سامنے نہ لینا اور یا عروہ نے ازخود ان منافقین کے نام نہیں بتائے۔

قبل ازیں واقعۂ افک، سرورِ کونینؐ کے حادثہ جادو زدگی اور ان جیسے دیگر حادثات میں آپ نے دیکھا ہے کہ راقم الحروف یہ نشان دہی کرتا رہا ہے کہ ایسے افراد کے نام سامنے آنا چاہیے تھے لیکن بی بی نے اپنی بعض مصالح کی بنا پر ایسے لوگوں کے نام نہیں بتائے۔

اب منافقین کی یہ پردہ پوشی خواہ کسی بھی مصلحت کے تحت کی گئی ہو۔ ممکن ہے

بی بی کے اپنے حق میں تو درست ہوگی لیکن اسلام کو جتنا نقصان پہنچا ہے اگر ان کے نام بتا دیئے تو ہر شخص ان سے ہوشیار رہتا۔ ان کے کردار پر کڑی نظر رکھی جاتی۔ ان کی بتائی گئی احادیث کو جانچا اور پرکھا جاتا تاکہ وہ اسلام کے لباس میں خلاف اسلام اقدام پر آمادہ نہ ہوسکیں۔

اب اگر ان لوگوں کے ذریعہ اسلام کو کوئی نقصان پہنچا ہے اور یقیناً پہنچا ہے اور جتنے لوگوں نے ان کی احادیث کو صحیح سمجھ کر عمل کیا ہے کیا بی بی اس میں شریک ہوگی یا نہیں؟

قرآن کریم کی واضح شہادت اور بخاری شریف کی گواہی کے مطابق صحابہ کی اکثریت منافق تھی۔ قرآن تو محتاجِ بیان نہیں۔ ایک سو انتالیس آیات ہیں۔ پھر منافقین کے نام پر ایک سورت بھی موجود ہے۔

بخاری شریف، جلد اول، ص ۱۸۴، باب ۳۶ ملاحظہ فرمایئے:

خوف المومن ان یحبط عمله وهو لا یشعر قال ابراهیم التیمی ما عرضت قولی علی عملی الا خشیت ان اکون مکذبا وقال ابن ابی ملیکة ادرکت ثلاثین من اصحاب النبیؐ کلهم یخاف النفاق علی نفسه

"مومن کا اس بات سے ڈرنا کہ اس کا عمل ضائع کر دیا جائے اور اسے خبر بھی نہ ہو۔ ابراہیم یتیمی نے کہا کہ جب میں اپنے گفتار اور کردار کو ملاتا ہوں تو مجھے اس بات کا خوف ہوتا ہے کہ (کہیں) میں جھٹلانے والوں میں نہ ہو جاؤں۔ ابن ابی ملیکہ نے کہا کہ میں نبی اکرمؐ کے ۳۰ صحابہ سے ملا ان میں سب ا[illegible] منافق ہونے کا خوف کرتے تھے"۔

ملاحظہ فرمایئے: بی بی عائشہ نے امکانی حد تک تمام ان منافقین کے نام چھپائے جن کے نام بی بی کو سرورِ کونینؐ کے ذریعہ معلوم تھے یا اپنے وسائل کے ذریعہ بی بی کو معلوم تھے۔ ابن ابی ملیکہ نے منافقین کا دائرہ اور وسیع کر دیا ہے۔ بی بی نے صرف دو کے متعلق بتایا ہے یا واقعۂ افک میں ایک دو کا نام لیا ہے۔ ابن ابی ملیکہ ۳۰ اصحاب کا ذکر کر رہا ہے۔

یہ پردہ داری کسی منصوبہ کی غماز ہے۔ اگر کوئی منصوبہ نہ ہوتا تو ابن ابی ملیکہ، عروہ ابن زبیر اور بی بی عائشہ منافقین کے نام ضرور بتاتے۔ یہ کہنا غلط ہوگا کہ یہ پردہ داری سنت رسولؐ کے مطابق ہے۔ سنت رسولؐ کے مطابق تو جب ہوتی جب سرورِ کونینؐ بھی چھپاتے۔ حالانکہ آپؐ نے قطعاً نہیں چھپایا اور بی بی کو بتا دیا کہ فلاں فلاں شخص ہمارے دین سے بے خبر ہیں اور لیث نے اس بے خبری کی وجہ بتا دی ہے کہ یہ لوگ منافق تھے۔

اب سنت رسولؐ کا تقاضا تو یہ تھا کہ بی بی عائشہ بھی ان لوگوں کے نام بتا دیتی تا کہ پتہ چل جاتا کہ کون لوگ منافق ہیں۔ اور پھر سقیفہ بنی ساعد اور سقیفہ کے بعد پتہ کیا جاتا کہ یہ لوگ حزبِ اقتدار میں شامل رہے یا حزبِ اختلاف تھے۔

جہاں تک حقائق اور تاریخ کا تعلق ہے یہ لوگ حزبِ اقتدار کے نہ صرف ساتھی رہے بلکہ اچھے اچھے عہدوں اور مناصب پر فائز رہے اور بی بی ابن ابی ملیکہ اور عروہ ابن زبیر کی پردہ داری کی وجہ بھی یہی ہے۔

بی بی اور عبداللہ ابن زبیر

کل دو احادیث ہیں:

* جلد دوم، نمبر ۷۱۹، راوی عروہ
* جلد سوم، نمبر ۱۰۰۹، راوی عوف ابن مالک

(۹۸) جلد دوم، کتاب الانبیاء، ص ۳۲۹، حدیث ۷۱۹

عن عروة الزبير قال كان عبدالله ابن الزبير أحب البشر الى عائشة بعد النبيؐ وابى بكر وكان ابر الناس بها وكانت لا تمسك شيئًا لما جاء ها من رزق الله الا تصدقت فقال ابن الزبير ينبغي ان يوخذ على يديها فقالت أيوخذ على يدى؟ على نذران كلمته۔

فاستشفع اليها برجال من قريش وباخوال رسول الله خاصةً فامتنعت فقال له الذهيريون اخول النبيؐ منهم عبدالرحمٰن ابن الاسود ابن عبد يغوث والمسور ابن محزمة اذا استاذنا فاقتحم الحجاب ففعل فارسل اليها بعشر رقاب فاعتقهم ثم لم تزل تعتقهم حتّٰى بلغت اربعين فقالت وددت انى جعلت حين حلفت عملًا اعمله فافزع

''عروہ ابن زبیر روایت کرتا ہے کہ سرورِ کونینؐ اور ابوبکر کے بعد عبداللہ ابن زبیر بی بی کا محبوب ترین عزیز تھا۔ وہ حضرت عائشہ کی بہت خدمت کیا کرتے تھے اور حضرت عائشہ کا معمول تھا کہ اللہ کے عنایت کردہ مال میں سے جس قدر ان کے پاس آتا تھا وہ اس کو جمع نہ کرتی تھی بلکہ خیرات کر دیا کرتی تھیں۔ عبداللہ ابن زبیر نے کہا کہ بی بی کے ہاتھوں کو پابندی لگانا چاہیے۔ بی بی نے کہا: کیا میرے ہاتھ باندھے گا؟ اب اگر میں نے عبداللہ سے بات کی تو مجھ پر نذر ادا کرنا واجب ہوگا۔ عبداللہ ابن زبیر نے

قریش کے چند لوگوں سے خاص ہو کر آنحضرتؐ کے ننھالوں سے سفارش کرائی لیکن بی بی نہ مانی تو عبداللہ کے سفارشیوں نے جن میں عبدالرحمٰن ابن اسود ابن عبد یغوث اور مسور ابن مخرمہ تھے، نے عبداللہ سے کہا کہ جب ہم اندر جانے کی اجازت مانگیں تو تم بھی اندر چلے آنا۔ پھر ہم تمہاری ان سے صلح کرا دیں گے۔ چنانچہ عبداللہ نے ایسا ہی کیا۔ بی بی کے پاس دس غلام بھیجے۔ بی بی نے ان کو آزاد کر دیا۔ بی بی مسلسل غلام آزاد کرتی رہی حتیٰ کہ چالیس تک تعداد پہنچ گئی اور کہا کرتی تھی کہ کاش کوئی ایسا عمل مجھ سے ہو سکتا ہے جس کے بعد میری قسم کا کفارہ ادا ہو سکتا"۔

(۹۹) جلد سوم، کتاب الآداب، ص ۳۸۳، حدیث ۱۰۰۹

عوف ابن مالك ابن طفيل هو ابن الحارث وهو ابن اخى عائشة زوج النبىؐ لامها ان عائشة حدثت ان عبدالله ابن الزبير قال فى بيع او عطاء اعطته عائشة والله لتنتهين عائشة اولا حجرن عليها فقالت أهو قال هذا؟ قالوا نعم قال هو لله على نذر ان لا اكلم ابن الزبير ابدًا فاستشفع ابن الزبير اليها حين طالت الهجرة فقالت لا والله لا اشفع فيه ابدًا ولا اتحنث الى نذرى فلما طال ذلك على ابن الزبير كلم المسور ابن مخرمة و عبدالرحمٰن ابن الاسود ابن عبد يغوث وهما من بنى زهرة وقال لهما انشدكما بالله لما أدخلتمانى على عائشة — وانها لا يحل لها ان تنذر

قطیعتی فاقبل به المسور و عبدالرحمٰن مشتملین بارديتهما حتّٰی استاذنا علی عائشة فقالا السلام علیك ورحمة الله وبركاته ، أندخل قالت عائشة ادخلوا كلكم ولا تعلم ان معهما ابن الزبير فلما دخلوا دخل ابن الزبير الحجاب فاعتنق عائشة وطفق يناشدها ويبكي طفق المسور و عبدالرحمٰن يناشد انها الا ما كلمته وقبلت منه ويقولان ان النبیؐ نهٰی عما قد علمت من الهجرة كانه لايحل لمسلم ان يهجر اخاه فوق ثلاث ليال فلما اكثروا علی عائشة من التذكرة والتحريج طفقت تذكرهما وتبكي وتقول انی نذرت والنذر شديد فلم يزالا بها حتّٰی كلمت ابن الزبير واعتقت فی نذرها ذٰلك اربعين رقبةً وكانت تذكر نذرها بعد ذٰلك فتبكي حتّٰی تبل دموعها خمارها

"عوف ابن مالک ابن طفیل ابن حارث (جو حضرت عائشہ کے برادر زادہ ہیں) روایت کرتا ہے کہ بی بی عائشہ سے نقل کیا گیا ہے کہ کسی بیع کے متعلق یا کسی عطیہ کے متعلق جو بی بی عائشہ کی طرف سے کسی کو دیا گیا تھا۔ عبداللہ ابن زبیر نے کہا: قسم ہے خدا کی یا عائشہ اس سے باز آ جائیں ورنہ میں اس پر سختی کروں گا۔ بی بی نے کہا: کیا واقعی عبداللہ نے ایسا کہا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ ہاں! بی بی عائشہ نے کہا کہ میں اب سے عہد کرتی ہوں کہ عبداللہ ابن زبیر سے بات نہ کروں گی۔ جب اس جدائی کو بہت عرصہ

گزر گیا تو ابن زبیر نے سفارش کرائی۔ بی بی نے فرمایا: بخدا میں نے کسی کی سفارش قبول نہ کروں گی اور نہ میں اپنی قسم توڑوں گی۔ پھر جب ابن زبیر پر یہ بات شاق گزری تو مسور ابن مخرمہ اور عبدالرحمٰن ابن اسود ابن عبد یغوث (جو بنی زہرہ سے تھے) سے بات کی اور ان دونوں سے کہا کہ تمہیں اللہ کا واسطہ مجھے میری خالہ اماں کے پاس لے چلو۔ کیونکہ میری قطع تعلقی کی قسم کھانا اس کے لیے جائز نہ تھا۔ مسور اور عبدالرحمٰن اپنی اپنی چادر اوڑھ کر ابن زبیر کو ساتھ لے چلے۔ دونوں نے بی بی عائشہ سے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ دونوں نے کہا: السلام علیك ورحمة الله وبركاتہٗ۔ کیا ہم سب اندر آ جائیں۔ بی بی نے کہا: ہاں آ جاؤ۔ بی بی کو یہ معلوم نہ تھا کہ ابن زبیر بھی اندر آیا۔ پردہ کے اندر چلا گیا اور بی بی سے لپٹ کر اسے اللہ کا واسطہ بھی دیتا جاتا تھا اور روتا بھی جاتا تھا۔ مسور اور عبدالرحمٰن بھی بی بی کو اللہ کا واسطہ دیتے گئے کہ بی بی اس سے بات کرو اور اسے معاف کر دو۔ کسی مسلمان کو اپنے مسلمان بھائی سے تین راتوں سے زیادہ ترک تعلق جائز نہیں ہے۔

جب دونوں نے بی بی عائشہ کو سمجھایا اور اصرار کیا تو وہ بھی رو کر سمجھانے لگی کہ میں نے قسم کھائی ہے، منت مانی ہے اور قسم شکنی بہت بُری بات ہے لیکن یہ دونوں اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ بی بی نے ابن زبیر سے بات کی اور نذر کے کفارہ میں چالیس غلام آزاد کیے۔ اس کے بعد جب بھی اپنی نذر کو یاد کرتیں تو اتنا روتیں

کہ ان کا دوپٹہ آنسوؤں سے تر ہو جاتا"۔

محترم قارئین!

یہ دو احادیث ہیں۔ جلد دوم، نمبر ۷۱۹ کا راوی بی بی کا بھانجا اور جلد سوم، نمبر ۱۰۰۹ کا راوی بی بی کا بھتیجا ہے۔ دونوں ایک ہی گھر کے فرد، بی بی کے دونوں عزیز اور قریبی عزیز ہیں۔

دونوں حدیثوں میں مرکزی نقطہ: عبداللہ ابن زبیر سے ناراض ہو کر بی بی عائشہ کے نہ بولنے پر قسم ہے۔ مسور ابن مخرمہ اور عبدالرحمٰن ابن اسود بی بی کو مناتے ہیں۔

ناراضگی کیوں؟

- عروہ کی حدیث میں بی بی کی بے انتہا سخاوت پر عبداللہ ابن زبیر کی برہمی ہے۔
- عوف ابن مالک کی حدیث میں کسی چیز کو کسی کے ہاتھ فروخت کرنے یا عطیہ دینے پر عبداللہ ابن زبیر کی ناراضگی ہے۔
- عروہ کی حدیث میں عبداللہ ابن زبیر ناراض ہو کر صرف ہاتھ روکنے کا کہتا ہے جبکہ عوف کی حدیث میں عوف نے خاصے ترش الفاظ استعمال کیے ہیں۔
- عروہ کی حدیث میں بی بی جلدی مان جاتی ہے، نہ عبداللہ ابن زبیر روتا ہے اور نہ بی بی روتی ہے، جبکہ عوف کی حدیث میں عبداللہ بھی روتا ہے اور بی بی بھی روتی ہے۔ مسور اور عبدالرحمٰن بڑی منت سماجت کرتے ہیں جب کہیں جا کر بی بی راضی ہوتی ہے۔
- عروہ کی حدیث میں بس چپ چاپ بی بی مان جاتی ہے جبکہ عوف کی حدیث میں مسور اور عبدالرحمٰن بی بی کو حدیث رسولؐ سناتے ہیں۔ مسئلے بتاتے ہیں پھر بی بی مانتی ہے۔

عروہ کی حدیث میں پہلے کفارہ قسم کے لیے پہلے دس غلام عبداللہ ابن زبیر بھیجتا ہے

جبکہ عوف کی حدیث میں عبداللہ ابن زبیر کے غلام بھیجنے کا ذکر نہیں ہے۔
عروہ کی حدیث میں بی بی کی ساری زندگی اس قَسم شکنی پر صرف اظہارِ افسوس ہے
جبکہ عوف کی حدیث میں بی بی کا قَسم شکنی پر ساری زندگی رونا ہے۔

یہ تھا دونوں حدیثوں میں فرق جو میں نے عرض کیا ہے۔ اب آیئے ذرا غور کیجیے کہ کیا کسی بی بی کا کسی مومن سے قطع تعلقی پر قَسم کھانا بذاتِ خود جائز تھا؟
عوف کی حدیث ملاحظہ فرمایئے، عبداللہ ابن زبیر کہتا ہے:

لا یحل لها ان تنذر قطیعتی
''خالہ اماں کے لیے مجھ سے قطع تعلقی کی قسم کھانا جائز نہیں''۔

مسور اور عبدالرحمٰن بی بی کو ارشادِ رسولؐ سناتے ہیں:

لایحل لمسلم ان یهجر اخاه فوق ثلاث لیال
''کسی مسلمان کے لیے تین رات سے زیادہ اپنے مسلمان بھائی سے قطع تعلقی جائز نہیں''۔

سرورِ کونینؐ کے ارشادِ گرامی اور عبداللہ ابن زبیر کے فتویٰ کے پیشِ نظر بی بی عائشہ نے عبداللہ ابن زبیر سے قطع تعلقی کی قَسم کھا کر غلطی کی ہے۔ قبل ازیں نظامِ مصطفیٰؐ حصہ اول میں حضرت علیؑ اور بی بی عائشہ کے زیرِ عنوان بخاری شریف ہی سے ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ بی بی عائشہ حضرت علیؑ کا نام تک لینا گوارا نہ کرتی تھی۔ عبداللہ ابن زبیر سے نہ بولنے کی قَسم، حضرت علیؑ کے نام نہ لینے، اسی حصہ میں سابقاً بی بی کی خودکشی کے زیرِ عنوان آپ دیکھ چکے ہیں کہ صرف اُم المومنین حفصہ سے رسول اکرمؐ کے بولنے پر بی بی نے گھاس میں پاؤں دے ڈالے تھے تاکہ کوئی سانپ وغیرہ کاٹ کھائے۔ ان صحیح احادیث کی روشنی میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ بی بی مغلوب الغضب تھی اور اپنے غصہ اور

انتقام کے معاملہ میں بی بی نہ تو سرورِ کونینؐ کے ارشادِ گرامی کا پاس کرتی تھی، نہ احکامِ اسلام کا لحاظ کرتی تھی اور نہ رشتہ دار قرابت کا خیال رہتا تھا۔ جب سرورِ کونینؐ نے صراحت سے منع فرما دیا تھا کہ کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان سے تین رات سے زیادہ قطع تعلق نہ کرے تو اس ارشادِ گرامی کا علم ہو جانے کے بعد حق تو یہ تھا کہ بی بی اپنی کھائی ہوئی قَسم پر آنسو بہاتی کہ میں نے قَسم ہی غلط کھائی تھی جو قَسم حکمِ رسولؐ کے خلاف ہو وہ کیسی قَسم ہے اور اس کی کیا قیمت ہے لیکن آپ ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ بی بی نے حکمِ رسولؐ کے خلاف قَسم بھی کھائی اور پھر کبھی اس فعل پر پشیمانی کا اظہار بھی نہ کیا۔ بلکہ ساری زندگی قَسم شکنی پر آنسو بہاتی رہی۔

میرے دوستو!

یہاں دو ہی صورتیں ہر عقلِ سلیم کے سامنے آئیں گی:

(الف) یا تو بی بی نے سرورِ کونین کا ارشادِ گرامی سنا ہوا تھا یا سنا ہوا نہیں تھا۔ اگر سنا ہوا نہیں تھا تو جہاں ہمیں یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ بی بی کا علمی حدودِ اربعہ انتہائی محدود تھا۔ وہاں یہ بھی ماننا پڑے گا کہ اس حدیث کو سننے کے بعد بی بی کا قَسم شکنی پر ساری زندگی آنسو بہانا اس بات کی دلیل ہوگا کہ بی بی کی نگاہ میں سرورِ کونینؐ کے ارشادِ گرامی اور احکامِ اسلام کی کوئی وقعت نہ تھی بلکہ بی بی کے دین پر خواہشات اور نفسیاتی جذبات غالب تھے۔

اور اگر بی بی نے پہلے بھی سنا ہوا تھا تو پھر یہ ماننا ہوگا کہ بی بی نے عمداً حکمِ خدا اور رسولؐ سے انحراف کیا ہے اور بی بی نے سرورِ کونینؐ کے ارشادِ گرامی کو نہ پہلے کبھی اہمیت دی تھی نہ سننے کے بعد اسے اہم سمجھا۔

جاہلانہ سبق

بی بی کا یہ عمل نہ صرف ارشادِ سرورِ کونینؐ سے انحراف ہے بلکہ کھلے عام اپنے عمل

سے دورِ جاہلیت کے سبق کو دہرانا ہے اور خانۂ رسولؐ میں بیٹھ کر مشنِ رسولؐ عالمین کے خلاف تبلیغ و ترویج کرنا ہے کیونکہ دورِ جاہلیت میں ہر قسم کی قسم کھا لینا درست تھا اور جس قِسم کی قَسم بھی کھالی جاتی تھی اس کا نبھانا فرض اور لازم ہوجاتا تھا۔ بی بی کا عمل بھی اسی دور کا اعادہ ہے خواہ جائز یا ناجائز جیسی بھی تھی، تھی تو قَسم، اسے نباہنا ضروری ہے۔ ورنہ اسلام میں اس قِسم کی قَسم کی کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی اور خلافِ اسلام قَسم کھانا یونہی ایک لغو اور بے سود کام کے سوا کچھ نہیں۔

جیسا کہ سابقاً میں نے عرض کیا ہے کہ بی بی نے سرورِ کونینؐ کے گھر بیٹھ کر ایک طرف منافقین کی پردہ پوشی کی ہے اور دوسری طرف خود بھی اس کوشش میں رہی ہے کہ کسی نہ کسی طرح اسلام کے صحیح احکام رواج نہ پا جائیں۔

بی بی کا نیا دین

(۱۰۰) جلد سوم، کتاب الآداب، ص ۳۸۳، حدیث ۱۰۰۹

عن عوف ابن مالك ابن طفيل هو ابن الحارث وهو ابن اخي عائشة زوج النبي لامها ان عائشة حدثت ان عبدالله ابن الزبير قال في بيع او عطاء اعطته عائشة لتنهين عائشة اولا حجرن عليها فقالت أهو قال هذا قالوا نعم قال هو لله علي نذر ان لا اكلم ابن الزبير ابدًا فاستشفع ابن الزبير عليها حين طالت الهجرة فقالت لا والله لا اشفع فيه ابدًا ولا اتحنث الى نذري فلما طال ذٰلك على ابن الزبير كلم المسور ابن مخزمه وعبد الرحمٰن ابن الاسود ابن عبد يغوث وهما من بني زهرة وقال لهما انشدكما بالله لما او خلتماني على عائشة

وانها لاتحل لها ان تنذر قطيعتي فاقبل به المسور و عبدالرحمٰن مشتملين بارديتهما حتّٰى استاذنا على عائشة فقالا السلام عليك ورحمة الله وبركاته أندخل قالت عائشة ادخلوا قالوا كلنا قالت نعم ادخلوا كلكم ولا تعلم ان معهما ابن الزبير فلما دخلوا دخل ابن الزبير الحجاب واعتنق عائشة وطفق نياشدها ويبكي وطفق المسور و عبدالرحمٰن نياشد انها الا ما كلمته وقبلت منه ويقولان ان النبي نهى عما قد علمت من الهجرة فانه لا يحل لمسلم ان تهجر اخاه فوق ثلاث ليال فلما اكثروا على عائشة من التذكرة والتخريج طفقت تذكرهما وتبكي وتقول انى نذرت والنذر شديد فلم يزالا بها حتّٰى كلمته ابن الزبير واعتقت في نذرها ذٰلك اربعين رقبةً وكانت تذكر نذرها بعد ذٰلك فتبكي حتّٰى تبل دموعها خمارها

''اُم المومنین کا مادری بھتیجا عوف ابن مالک بی بی سے روایت کرتا ہے کہ عبداللہ ابن زبیر نے کسی بیع یا عطیہ کے سلسلہ میں جو بی بی نے کیا تھا، کہا عائشہ کو ایسے معاملات سے رُک جانا چاہیے ورنہ میں اس پر پابندی لگا دوں گا۔ بی بی نے پوچھا: کیا ابن زبیر نے ایسا کہا ہے؟ جواب دیا گیا کہ اس نے ایسا کہا ہے۔ بی بی نے کہا: میں منت مانتی ہوں کہ آج کے بعد ابن زبیر سے تاحیات بات نہیں کروں گی۔ جب بی بی کا فراق طویل ہوگیا تو ابن زبیر

نے سفارش کروائی۔ بی بی نے جواب دیا کہ میں نہ تو سفارش قبول کروں گی اور نہ ہی قسم توڑوں گی۔ جب عرصہ فراق اور طویل ہوگیا تو ابن زبیر نے بنی زہرہ کے مسور ابن مخزمہ اور عبدالرحمٰن ابن اسود ابن عبدیغوث سے بات کی اور انہیں کہا کہ تمہیں اللہ کی قسم ہے۔ مجھے ایک مرتبہ عائشہ کے روبرو لے جاؤ۔ عائشہ کے لیے شرعاً یہ جائز نہیں ہے کہ وہ میری قطع کلامی کی منت مانے۔ چنانچہ مسور اور عبدالرحمٰن، ابن زبیر کو اپنی چادروں میں چھپا کر لائے گا۔ عائشہ سے اجازت مانگیں۔ انہوں نے کہا: السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ کیا ہم اندر آجائیں۔ عائشہ نے کہا: آجاؤ۔ انھوں نے کہا: ہم سب آجائیں۔ بی بی نے کہا: ہاں سب آجاؤ۔ بی بی کو یہ علم نہیں تھا کہ ابن زبیر بھی ان کے ساتھ ہے۔ جب وہ دونوں داخل ہوئے تو ابن زبیر بھی پردہ کے اندر داخل ہوگیا اور بی بی سے لپٹ کر واسطے دینے لگا اور رونے لگا۔ مسور اور عبدالرحمٰن بھی بی بی کو واسطے دینے لگے کہ آپ ابن زبیر سے بات کریں۔ ان دونوں نے کہا کہ ہماری نسبت آپ اچھی طرح جانتی ہیں کہ سرورِ کونینؐ نے قطع کلامی سے منع فرمایا ہے کہ کسی مسلمان کے لیے تین رات سے زیادہ کسی مسلمان سے قطع کلامی ناجائز ہے۔ جب ان لوگوں نے احادیث اور سفارشات کا بہت زیادہ اصرار کیا تو بی بی نے ان دونوں سے روتے ہوئے کہا۔ میں نے منت مانی ہے اور منت بہت سخت ہوتی ہے لیکن وہ دونوں برابر اصرار کرتے رہے حتیٰ کہ بی بی نے ابن زبیر سے

بات کی اور بطور کفارہ نذر چالیس غلام آزاد کیے۔ بعد میں جب بھی کبھی بی بی اس منت کو یاد کرتی تو اتنا روتی تھی کہ آنسوؤں سے بی بی کی چادر بھیگ جاتی تھی"۔

(۱۰۹) جلد سوم، کتاب الآداب، ص ۳۷۰، حدیث ۹۶۹

عروة عن عائشة ان رجلًا استاذن علی النبی فلما رأه قال بئس اخوه العشیرة وبئس ابن العشیرة فلما جلس تطلق النبی فی وجهه وانبسط الیه فلما انطلق الرجل قالت له عائشة یارسول الله حین رأیت الرجل قلت له کذا وکذا ثم تطلقت فی وجهه وانبسطت الیه فقال رسول الله یاعائشة متی عهدتنی فحاشًا ان شرالناس عندالله منزلةً یوم القیامة من ترکه الناس اتقاء شره

"عروہ بی بی سے روایت کرتا ہے کہ ایک شخص نے سرورِ کونینؐ سے اجازت مانگی۔ جب آپؐ نے آنے کی اجازت دی اور اسے دیکھا تو فرمایا: یہ شخص قبیلہ کا بدترین بھائی اور بدترین بیٹا ہے۔ جب وہ آپؐ کے سامنے بیٹھا تو آپ حسنِ اخلاق اور خوش روئی سے پیش آئے۔ جب وہ چلا گیا تو بی بی نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! جب آپؐ نے اس شخص کو دیکھا تھا آپؐ نے اس طرح فرمایا، جب وہ آ کر بیٹھ گیا تو آپؐ نے حسنِ ظن کا مظاہرہ کیا؟ آپؐ نے فرمایا: اے عائشہ تو نے کبھی مجھے بداخلاق بھی دیکھا ہے۔ قیامت میں بارگاہِ توحید میں بدترین وہ شخص ہوگا جسے لوگ اخلاقِ قبیحہ کی بدولت چھوڑ جائیں"۔

(۱۰۲) جلد سوم، کتاب الآداب، ص ۴۰۱، حدیث ۱۰۶۳

عروة ابن الزبير ان عائشة اخبرته انه استاذن على النبي رجل فقال ائذ نواله فبئس ابن العشيرة او بئس اخو العشيرة فلما دخل لان له الكلام فقلت له يارسول الله قلت ما قلت ثم لنت له في القول فقال اى عائشة ان شر الناس منزلة عند الله من تركه اوودعه الناس اتقاء فحشه

''عروہ ابن زبیر بی بی سے روایت کرتا ہے کہ ایک شخص نے سرورِ کونینؐ سے اجازت مانگی۔ آپؐ نے فرمایا: اسے آنے کی اجازت دے دو۔ بدترین برادر قبیلہ ہے جب وہ آ گیا تو آپ نے انتہائی حسنِ اخلاق سے باتیں کیں۔ میں نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! پہلے تو آپ بہت کچھ فرما رہے تھے۔ پھر نرم پڑ گئے۔ آپؐ نے فرمایا: اے عائشہ! اللہ کے ہاں وہ شخص بدترین خلائق ہے جسے لوگ اس کی بدکلامی کے ڈر سے چھوڑ جائیں''۔

خلاصہ

پہلی حدیث میں بی بی کوئی چیز بیچتی ہیں یا کسی کو بخشتی ہیں۔ عبداللہ ابن زبیر کو جب اس فروخت یا بخشش کا علم ہوتا ہے تو چیں بچیں ہو کر کہتا ہے کہ اگر عائشہ اس فعل سے باز نہ آئی تو میں اس پر پابندی لگوادوں گا۔ جب بی بی کو بتایا گیا تو بی بی نے بتانے والے سے بطور تصدیق پوچھا کیا واقعاً عبداللہ ابن زبیر نے ایسا کہا ہے۔ بتانے والے نے وہی بات دہرائی تو بی بی نے منت مانی کہ آج کے بعد سے تا زندگی ابن زبیر سے نہ بولوں گی۔ جب بی بی نے ابن زبیر سے قطع کلامی کر لی۔ ابن زبیر کو معلوم ہو گیا اور کافی

دن گزر گئے تو ابن زبیر نے سفارش بھجوائی کہ خالہ جان اب بھانجے کی خطا معاف کردو اور بولنا شروع کردو۔ بی بی نے کہا کہ اس سلسلہ میں، میں نہ کوئی سفارش قبول کروں گی اور نہ ہی اپنی منت کو توڑوں گی۔ جب عرصہ اور زیادہ گزرا تو ابن زبیر کی بے چینی بھی بڑھ گئی۔ چنانچہ اس نے مسور ابن مخزمہ اور عبدالرحمٰن ابن اسود کو قسم دی کہ مجھے ایک مرتبہ میری خالہ اماں کے پاس پہنچا دیں۔ پھر میں جانوں اور وہ ــــ مسور ابن مخزمہ اور عبدالرحمٰن نے ابن زبیر کو اپنی چادروں میں چھپا لیا اور بی بی کے دروازہ پر آئے، دق الباب کیا۔ یہ دونوں بنی زہرہ سے تھے۔ بی بی نے اندر آنے کی اجازت دی۔ انہوں نے پوچھا کہ ہم سب کو اندر آنے کی اجازت ہے۔ بی بی کو معلوم نہیں تھا کہ ابن زبیر بھی ان کے ساتھ ہے۔ بی بی نے کہا: سب کے سب اندر آجاو۔ جب یہ تینوں اندر داخل ہوئے تو عبداللہ ابن زبیر روتے ہوئے بی بی سے لپٹ گیا اور معافی مانگنے لگا۔ ادھر مسور اور عبدالرحمٰن بھی بی بی کے سامنے حدیث خوانی کرنے لگے کہ بقول سرورِ کونینؐ کسی کو یہ حق نہیں کہ دوسرے مومن سے تین راتوں سے زیادہ بائیکاٹ کرے۔ جب ابن زبیر کا گریہ اور دونوں سفارش کنندگان کی حدیث خوانی مقام اصرار تک پہنچ گئی تو بی بی نے رو کر کہا: آپ بھی سچ کہتے ہیں۔ منت بھی بہت سخت ہے۔ بالآخر بی بی نے ہتھیار پھینک دیئے اور ابن زبیر سے بات کرنے لگی اور اس منت کی مخالفت کو بطور کفارہ دیا۔ پھر بی بی اس منت شکنی کو یاد کر کے اتنا روتی تھی کہ بی بی کی اوڑھنی آنسوؤں میں بھیگ جاتی۔

دوسری حدیث کا خلاصہ

کوئی شخص سرورِ کونینؐ کے پاس آنا چاہتا تھا۔ اس نے اجازت مانگی۔ آپؐ نے اجازت تو دے دی لیکن فرمایا: یہ شخص اپنے قبیلہ! بھائی ہونے کی حیثیت میں بھی اور بیٹا ہونے کی حیثیت میں بھی بدترین ہے۔ جب وہ آگیے تو آپ نے انتہائی خوشروئی سے باتیں کیں۔ جب وہ واپس چلا گیا تو بی بی نے عرض کی: یارسولؐ اللہ! پہلے تو آپ اس

شخص کے لیے بڑے گرم گرم الفاظ فرمارہے تھے۔ جب آ گیا تو آپؐ اس کے سامنے بچھ گئے۔ آپؐ نے فرمایا: اے عائشہ! بھلا تو نے مجھے کبھی بداخلاق بھی دیکھا ہے۔ یاد رکھ دربارِ الٰہی میں وہ شخص انتہائی ملعون ہوگا جسے لوگ اس کی بدکلامی اور بداخلاقی کی بدولت چھوڑ گئے ہوں۔

تیسری حدیث کا خلاصہ

یوں تو تیسری حدیث میں بھی دوسری حدیث جیسی ہے البتہ صرف اتنا فرق ہے کہ راوی کو اس بات میں شک ہے کہ سرورِ کونینؐ نے ابن العشیر کہا ہے یا اخو العشیرہ کہا ہے۔ علاوہ ازیں بھی لفظی ایک دو فرق ہیں۔ معنوی لحاظ سے کوئی فرق نہیں۔

جائزہ

- حدیث اوّل: بی بی عائشہ اور عبداللہ ابن زبیر کا باہمی معاملہ ہے اور بی بی کا ذاتی عمل ہے لہٰذا اس کو حدیث نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ بی بی کا روٹھ جانا نہ قولِ رسولؐ ہے اور نہ عملِ رسولؐ ہے۔
- دوسری اور تیسری حدیث میں بی بی عملِ رسولؐ کی حکایت فرماتی ہیں۔
- گویا دینِ رسولؐ اور دینِ اُم المومنین کا آپس میں تصادم ہے۔
- دینِ رسولؐ کے مطابق خواہ کوئی شخص کتنا ہی برا کیوں نہ ہو اس سے نہ تو قطع کلامی کرنا چاہیے اور نہ ہی اس کے سامنے ترش روئی کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔
- جبکہ بی بی کا دین یہ ہے کہ اگر کوئی چغل خور چغلی کھائے، کسی کی غیبت کرے تو اس کی بات مان کر ایک مسلمان سے خواہ وہ بھانجا ہی کیوں نہ ہو، قطع کلامی کی منت مان لینا نہ صرف جائز ہے بلکہ اُم المومنین عائشہ کی سیرت وسنت ہے۔
- کاش بی بی نے زوجیت رسولؐ میں اسلام کے معاشرتی تقاضوں کو ہی سمجھ لیا ہوتا۔

چند سوالات

* راوی بی بی کے مادری بھائی کا بیٹا ہے۔ اس نے یہ نہیں بتایا کہ وہ کون سی ایسی چیز تھی جس کی فروخت یا ہبہ پر عبداللہ ابن زبیر اتنا سیخ پا ہوگیا؟
* بی بی اپنے مال کی خود مالک تھی، عبداللہ ابن زبیر کو کیا حق پہنچتا تھا کہ وہ کسی کو اپنے مال میں تصرف کرنے سے روکے؟
* کہیں کوئی ایسی چیز تو نہ تھی جو بی بی کی وفات کے بعد عبداللہ کو بطور وراثت ملنے والی تھی؟
* جن لوگوں نے بی بی کو عبداللہ کی ناراضگی سے مطلع کیا وہ بی بی کے وظیفہ خوار جاسوس تھے یا کوئی اور؟
* اگر باقاعدہ ان کا تعلق سی آئی ڈی کے شعبہ سے نہ تھا تو انھیں کیا حق پہنچتا تھا کہ وہ ایک مسلمان کی غیبت کریں؟
* بی بی نے انھیں غیبت کرتے وقت ڈانٹ کر منع کیوں نہ کردیا کہ خبردار غیبت کرنا خلافِ اسلام ہے۔
* بی بی کانوں کی اتنی کچی کیوں تھی؟
* بی بی نے ابن زبیر سے بذاتِ خود اس بات کی تصدیق کیوں نہ کرلی؟
* کیا از روئے اسلام و اخلاق بی بی کا یہ حق نہ تھا کہ براہِ راست عبداللہ ابن زبیر سے پوچھتیں کہ بیٹے تو نے ایسی بات کی ہے یا نہیں۔ اگر کی ہے تو کس بنیاد پر؟
* کیا اسلام اس بات کی اجازت دیتا ہے کہ جو بات جس آدمی سے سن لو بلا چون و چرا اس پر عمل کرلو اور تحقیق کی کوئی ضرورت نہیں۔
* کیا اسلامی نقطۂ نگاہ سے کوئی شخص کسی غلط بات کی منت مان سکتا ہے؟
* کیا کوئی یہ منت مان سکتا ہے کہ میں فلاں سے ناراض ہوکر نماز نہیں پڑھوں گا۔ یا

روزہ نہیں رکھوں گا یا فلاں جرم کروں گا؟

* جب بقول مسور اور عبدالرحمٰن کے کہ سرورِ کونینؐ نے تین دن سے زیادہ کسی مسلمان سے قطع کلامی کی اجازت نہیں دی تو بی بی نے اس ارشادِ نبویؐ کو کیوں بھلا دیا؟
* کیا یہ بھی اسلام ہی کا کوئی رکن ہے کہ اپنے جذبات کو سامنے رکھو، دین نبی رہے یا نہ رہے؟
* ازروئے اسلام بی بی کی یہ منت گناہ ہے۔۔۔ یا
* اگر ثواب ہے تو کیسے؟
* اگر گناہ ہے کیا اس کی کوئی تعزیر بھی ہوگی۔ اگر ہوگی تو کون سی؟ اگر نہ ہوگی تو کیوں؟
* اگر سرے سے یہ منت ہی غلط تھی تو بی بی نے یہ کفارہ کیوں ادا کیا؟
* بی بی کا یہ کفارہ کسی آیت کے مطابق ہے یا حدیث کے مطابق؟
* اگر آیت کے مطابق ہے تو وہ کون سی آیت ہے اور اگر حدیث ہے تو کون سی حدیث ہے؟
* جب منت شکنی کا کفارہ ادا ہو گیا تو پھر کیا وجہ تھی کہ بی بی اپنے اس گناہ سے مطمئن نہ رہیں؟
* وہ کون سی چیز تھی جس کی بنیاد پر بی بی ہمیشہ اس منت شکنی کو یاد کر کے اتنا روتی تھیں کہ چادر بھیگ جاتی تھی؟
* کیا خلافِ اسلام منت ماننا، اسے پورا کرنا، پھر کفارہ ادا کرنا اسلام میں بدعت نہیں؟

عملِ رسولؐ کے سلسلہ میں چند سوالات

* وہ شخص کون تھا جس نے سرورِ کونینؐ سے اجازت مانگی؟

* بی بی نے اس کا نام صیغہ راز میں کیوں رکھا؟
* آخر اتنا تو یقین ہے کہ وہ شخص صحابہ ہی میں سے تھا۔ جب صحابی تھا تو وہ کون صحابی تھا جس کے متعلق سرورِ کونینؐ کے اتنے سخت ریمارکس تھے؟
* تاریخ صحابہ میں زیادہ سے زیادہ دو یا تین ایسے افراد مل سکتے ہیں جن کے متعلق آپ کے ریمارکس ایسے ہوں، بی بی نے نام کیوں نہیں بتایا؟
* ان احادیث صحیحہ کے مطابق کہ وہ شخص مبغوض بارگاہ احدیت ہے جس کی بدکلامی سے لوگ ڈرتے رہیں۔ حضرت عمر کا کیا بنے گا جس کے تشدد کو عدالت کے غلاف میں چھپایا جاتا ہے۔
* اگر حضرت عمر اپنے تشدد میں عادل تھے تو سرورِ کونینؐ کے متعلق کیا حکم ہوگا؟
* کیا ہم حضرت عمر کے مقابلہ میں سرورِ کونین کو غیر عادل کہہ سکتے ہیں؟
* بی بی کی ان روایت کردہ احادیث کے پیش نظر ان روایات کا کیا بنے گا جو نظامِ مصطفیٰؐ حصہ اول میں حضرت علی اور اُم المومنین عائشہ کے زیرِ عنوان بخاری شریف سے پیش کی گئی ہیں؟
* حضرت علیؑ کا کوئی قصور جس کی بنیاد پر بی بی حضرت علیؑ کا نام تک لینا گوارا نہیں کرتی تھی؟
* اگر کوئی قصور ہے تو بتایا جائے؟
* اگر کوئی قصور نہیں تو بی بی کی وکالت میں جو کچھ کہا جائے ہمیں بھی نوازا جائے کہ کیا ہے؟
* اگر حضرت علیؑ کا کوئی قصور بھی نہ ملے اور بی بی کی طرف سے وکالت بھی نہ ہو سکے تو پھر کیا یہ اعتراف کیا جا سکتا ہے کہ بی بی کی آلِ محمدؐ سے عداوت ڈھکی چھپی نہ تھی؟

* کیا یہ تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ فدک سے لے کر سانحۂ کربلا تک آلِ محمدؐ کے ساتھ جو کچھ ہوا اس میں بی بی بھی برابر کی شریک تھی؟

تحریفِ قرآن اور بی بی

اہم گزارش

تحریفِ قرآن اور بی بی کے زیرِ عنوان کچھ احادیث لکھنے سے قبل ضروری ہے کہ ایک درخواست کرتا چلوں۔ درخواست یہ ہے کہ دو سال ہونے کو ہیں۔ غلہ منڈی جھنگ صدر کے خطیب محترم بخاری صاحب نے ایک پمفلٹ شائع فرمایا تھا جس میں بیسیوں علماء علمائے سوادِ اعظم کے فتاویٰ تھے اور ان فتاویٰ میں شیعہ کو کافر اور مرتد لکھا گیا تھا۔ راقم الحروف نے وقتی طور پر تو "کافر کون؟" کے عنوان سے ایک پمفلٹ شائع کر کے بھیجا تھا۔ اس انتظار میں رہا کہ محترم خامہ فرسائی فرمائیں گے اور جواب سے نوازیں گے لیکن آج مورخہ ۱۵ جون ۱۹۸۵ء تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔

اپنے مقام پر یہ ایک علیحدہ موضوع ہے کہ محترم نے شیعہ کو کافر یا مرتد کس بناء پر کہا ہے؟

* یہ بھی ممکن ہے کہ مولانا محترم جذبات کی رو میں بہہ گئے ہوں اور انھوں نے کافر و مرتد کے معنی پر توجہ نہ دی ہو۔
* یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مولانا کافر و مرتد کے معانی سے ناواقف ہوں۔
* اور یہ بھی امکان ہے کہ مولانا کا یہ خیال ہو کہ جو کچھ میں لکھ رہا ہوں کون ہے جو مجھ سے اس کا محاسبہ کرے۔

بہر صورت حقیقت جو بھی ہو، مولانا نے شیعہ کے لیے کافر یا مرتد کا لفظ استعمال کر کے اپنے علمی مقام کو گرا دیا ہے کیونکہ:

○… کافر وہ ہوتا ہے جو سرورِ کونینؐ کو سرے سے نبی ہی نہ مانے ——— جبکہ

شیعہ تاریخ اور مولانا کا لٹریچر چودہ صدیوں سے شاہد ہے کہ شیعہ نے کبھی نبوت سرورِ کونینؐ سے انکار نہیں کیا بلکہ ہمارا آج تک کا لٹریچر اس بات کا بھی گواہ ہے کہ شیعہ لٹریچر میں سے کوئی ضعیف سے ضعیف حدیث بھی ایسی نہ ملے گی جو نظریۂ ختم نبوتؐ کے منافی ہو۔ جبکہ مولانا کا اپنا لٹریچر چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ جو بھی ختم نبوتؐ سے انکار کرنا چاہے میں اس کی پشت پناہی کو موجود ہوں ـــــ یہی وجہ ہے کہ آج تک کوئی بھی شیعہ مذہب رکھنے والا دعوائے نبوت نہ کر سکا جبکہ مولانا کے ہم مسلک مدعیانِ نبوت کی ایک طویل فہرست ہے جس سے مولانا بے خبر نہیں ہوں گے۔ ان حقائق کے پیش نظر شیعہ کو کافر کہنا مولانا کی اپنی علمی کمزوری کی دلیل کے سوا کچھ نہیں۔

○... مرتد وہ ہوتا ہے جو سرورِ کونینؐ کو نبی مان کر آپؐ کی نبوت سے انکار کر دے۔ مثال کے طور پر بھی مولانا کو ہمارے چودہ صد سالہ لٹریچر میں ایسا کوئی اشارہ یا ایسی کوئی گنجائش نہ مل سکے گی جسے بنیاد بنا کر ہمیں مرتد کہا جا سکے ـــــ ہاں اگر حضرت ابوبکر کو خلیفۂ اول تسلیم نہ کرنے والے مرتد کہلائیں تو پھر یہ تخصیص حضرت ابوبکر سے نہیں ہوگی بلکہ حضرت عمر کی بیعت نہ کرنے والوں کو بھی مرتد کہنا ہوگا۔ حضرت عثمان کی بیعت نہ کرنے والوں کو بھی مرتد کہنا ہوگا اور حضرت علیؑ کی بیعت نہ کرنے والوں کو بھی مرتد ہی کہنا ہوگا۔

اب فیصلہ مولانا خود فرمائیں گے!

حضرت ابوبکر کی بیعت نہ کرنے والوں میں سرفہرست دخترِ رسولؐ ہے جس نے آخر دم تک بقول بی بی عائشہ حضرت ابوبکر سے بیعت تو کجا بات کرنا تک گوارا نہ کیا اور دوسرے نمبر پر مولانا کا چوتھا خلیفہ راشد ہے جس نے بقول مولانا کے چھ ماہ تک حضرت ابوبکر کی بیعت نہیں کی۔ کیا دخترِ رسولؐ اور حضرت علیؑ کو بھی مرتد کہا جائے گا؟ اور حضرت علیؑ کی بیعت نہ کرنے والوں میں اُم المومنین عائشہ اور خال المومنین معاویہ شامل ہیں۔ کیا مولانا ہمت سے کام لے کر شیعوں کی طرح ان کے لیے بھی ارتداد کا فتویٰ

صادر فرماسکیں گے؟

بہر طور یہ ایک علیحدہ بات ہے جو میں یہاں کرنا نہیں چاہتا ہوں۔ میں تو تحریفِ قرآن کے سلسلہ میں کچھ عرض کرنے چلا تھا۔ تو اس پمفلٹ میں مولانا نے شیعہ کے کفر وارتداد کے جو اسباب بتائے تھے ان میں دو اسباب یہ بھی تھے:

* شیعہ چونکہ قذف اُم المومنین عائشہ کے قائل ہیں لہٰذا کافر ہیں۔ الحمدللہ نظامِ مصطفیٰ (حصہ دوم) میں بخاری شریف سے بی بی عائشہ کی زبانی احادیث قذف پیش کر کے میں واضح اور چیلنج کر چکا ہوں کہ شیعہ قطعاً کسی بھی زوجۂ نبی کو فاجرہ ماننے کے لیے تیار نہیں۔ اور اگر شیعہ لٹریچر میں قذف عائشہ کا واقعہ مل جائے تو مولانا نشاندہی فرماسکتے ہیں۔ جیسا کہ آپ نے نظامِ مصطفیٰ (حصہ دوم) ملاحظہ فرمالیا ہے کہ واقعۂ قذف کی بنیاد اس شخص نے رکھی جو حضرت ابوبکر کے دسترخوان پر کھاتا تھا یعنی مسطح ابن اثاثہ، یا واقعۂ قذف میں ملوث حسان ابن ثابت اور ابن بن کعب جیسے افراد تھے —— اور تاریخ شاہد ہے کہ شیعہ لٹریچر نے ان افراد کو کبھی منہ تک نہیں لگایا۔ البتہ مولانا محترم کے اپنے لٹریچر میں ان لوگوں کا ایک خاص مقام ہے اور دربارِ اقتدار میں بھی ان کا خاصا اثر ورسوخ نظر آتا ہے۔
* دوسرا سبب مولانا نے یہ لکھا تھا کہ چونکہ شیعہ تحریف قرآن کے قائل ہیں۔ اس لیے کافر و مرتد ہیں۔ تو میں چاہتا ہوں کہ اس عنوان میں، مَیں صرف اُم المومنین عائشہ تک محدود نہ رہوں بلکہ برادرانِ اہلِ سنت کے سامنے صحاح ستہ کا شفاف آئینہ پیش کردوں تاکہ مولانا کا یہ فائر بھی آپ کی اپنی چار دیواری میں دھماکہ کر کے رہ جائے۔

تحریفِ قرآن کا عمل کیسے ہوا؟

جہاں تک ملتِ شیعہ کا تعلق ہے تو ہم یہ بات کہنے کی پوزیشن میں ہیں کہ سرورِ

کونینؐ کے یومِ وفات سے آج تک ہم ہمیشہ محرومِ اقتدار رہے۔ صرف اتنا ہی نہیں سوادِ اعظم کی تاریخ شاہد ہے کہ سوادِ اعظم کے اولیائے اقتدار نے شیعہ کو نابود کرنے کی کیسی کیسی اسکیمیں تیار کیں؟ کس طرح ہمیں صفحۂ ہستی سے نابود کرنے کی کوششیں کی گئیں۔ درِ دخترِ رسولؐ سے لے کر محرم ۱۹۸۵ء تک ہماری مساجد اور عزاخانوں کو نذرِ آتش کرنے کی ایک تاریخ ہے۔ مولانا خود اس بات کی گواہی دیں گے کہ شیعہ کو کبھی یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں، سکھوں اور ہندوؤں سے نقصان نہیں پہنچا جو سوادِ اعظم کے دستِ جبر و ظلم سے پہنچا ہے۔

ان مظلومانہ حالات میں اگر ہمارے درمیان بھی مسطح ابن اثاثہ اور حسان ابن ثابت جیسے راوی گھس آئے ہوں اور انھوں نے حزبِ اقتدار کی خوشنودی کے لیے ہمارے مذہبی مسلمات کو تارپیڈو کرنے کی کوشش کی ہو تو اس میں ہم معذور رہے ہیں۔ چونکہ ایسے افراد کو نہ گلے لگایا جاسکتا ہے اور نہ دھکیلا جاسکتا ہے۔

جبکہ سوادِ اعظم کے پاس نشر و اشاعت، تنقیح و تہذیب اور اختیار و اقتدار کے سارے مواقع میسر تھے۔ حضرت ابوبکر سے لے کر پاکستان کے موجودہ اربابِ اقتدار تک ہر حکومت نے سوادِ اعظم کے مسلک کی نشر و اشاعت کو اپنا ایمان سمجھا۔

ان حقائق کے پیشِ نظر اگر شیعہ لٹریچر میں تحریفِ قرآن کی روایات مل جائیں تو ہماری مجبوری ہوگی البتہ ہمارا اختیار یہ ہے کہ ہم نے کبھی ان جیسی روایات کو آج تک تسلیم نہیں کیا اور نہ ہی آیندہ کریں گے کیونکہ اس قسم کی روایات ہمارے مسلمات کے قطعی خلاف ہیں۔

لیکن اگر تحریفِ قرآن کی روایات سوادِ اعظم کے لٹریچر میں ملیں اور پھر صحاحِ ستہ جیسے ریڑھ کی ہڈی لٹریچر میں دستیاب ہوں تو ہر دانش مند کے لیے مقامِ فکر ہوگا کہ جن

کے پاس دولت رہی، اقتدار رہا، ذرائع ابلاغ رہے، عدلیہ رہی، پھر تحریف قرآن کی روایات یہاں کیوں آ گئیں؟

یہی جواب دیا جائے گا کہ سوادِ اعظم کے لٹریچر میں تحریفِ قرآن لانے والے شیعہ تھے لیکن جب ایک ایک راوی کی ہسٹری شیٹ کھلے گی اور ہر علم رجال کی کتب کو کھنگالا جائے گا تو ان تمام راویوں میں ایک بھی شیعہ راوی نہ ملے گا۔ تمام کے تمام حضرت ابوبکر کے دسترخوان سے لے کر بنی عباس کے آخری تاجدار کے دسترخوان تک سرکاری اور درباری وظیفہ خوار نظر آئیں گے۔

لہٰذا یہ ماننا ہوگا کہ جب سوادِ اعظم کے حزبِ اقتدار نے ایک طرف ترتیب قرآن کو دیکھا تو ان کے لیے اس کے سوا کوئی چارہ نہ رہا کہ وہ عملاً تحریفِ قرآن کو تسلیم کر لیں یا ان راویوں کو جھٹلا دیں جو تحریف قرآن کے راوی تھے۔ چونکہ سوادِ اعظم کی بنیاد شخصیت پرستی پر تھی اس لیے راویوں کو جھٹلانا ان کے بس سے باہر تھا لہٰذا چپ کر کے تحریف قرآن کو تسلیم کر لیا اور الزام شیعہ کے سر تھوپ دیا کہ شیعہ تحریفِ قران کے قائل ہیں۔ اگر تحریفِ قرآن کا قائل کافر و مرتد ہے تو اب صحاحِ ستہ کی ان احادیث کا مطالعہ فرمایئے اور پھر فیصلہ کیجیے کہ کتنے بڑے بڑے بت پاش پاش ہوئے ہیں۔

تحریفِ قرآن کیا ہے؟

احادیث تحریفِ قرآن پیش کرنے سے قبل مختصر الفاظ میں یہ سمجھ لیں کہ تحریفِ قرآن ہے کیا چیز؟

- ترتیب قرآن کو بدلنا تحریفِ قرآن ہے یعنی مکی سورتوں کو بعد میں اور مدنی سورتوں کو پہلے لکھنا یہ بھی تحریفِ قرآن ہے۔ اس وقت پوری دنیا میں جو قرآن ہے وہ حضرت عثمان کا جمع کردہ ہے۔ ہر سورۃ کے ساتھ مکی اور مدنی لکھا ہوا ہے۔ انصاف کا ترازو ہاتھ میں لے کر اُٹھیے، کسی مسجد سے قرآن اٹھایئے اور ورق گردانی شروع کیجیے۔

پھر دیکھئے کہ ترتیب قرآن کا حلیہ کس طرح بگڑا ہوا ہے ـــــ اور یہ حلیہ کس نے بگاڑا ہے؟ حضرت عثمان نے اگر تحریفِ قرآن کا قائل کافرو مرتد ہے تو کیا تحریفِ قرآن کا عامل مسلمان ہوگا؟ اگر مسلمان ہوگا تو قائل کس طرح کافر یا مرتد کہلائے گا؟ ـــــ اگر تحریفِ قرآن کا عامل بھی کافرو مرتد ہوگا تو کیا مولانا محترم اتنی اخلاقی جرأت فرما سکیں گے کہ اپنے فتویٰ میں شیعہ کے ساتھ حضرت عثمان کی مقرر کردہ کمیٹی کو بھی شامل فرمالیں؟ اگر اتنی ہمت ہو جائے تو ہم خوش آمدید کہیں گے۔

● قرآن میں کمی بیشی بھی تحریفِ قرآن ہے۔ میرے سامنے اس وقت تفسیر اتقان جلد اوّل ہے جو مصر مطبع میمنیہ سے چھپی ہے، ملاحظہ ہو: تفسیر اتقان، جلد اول، ص۶۰...... ان عمرا آتٰی بایۃ الرجم فلم یکتبھا لانہ کان واحدًا ـــــ عمر آیۂ الرجم لایا۔ زید نے آیۂ رجم کو قرآن میں درج کرنے سے انکار کردیا کیونکہ عمر تنہا تھا اور زید نے دو گواہوں کے ساتھ آیت کو درج کرنے کی شرط لگا رکھی تھی۔ چودہ صدیوں سے موجودہ قرآن آیت رجم سے محروم ہے ـــــ کیا یہ کمی نہیں؟ اگر کمی ہے تو کیا تحریف نہیں؟ ـــــ اگر تحریف ہے تو کیا اس کا قائل مرتد ہے ـــــ اگر قائل مرتد ہے تو کیا اس کا عامل بھی مرتد ہے؟ اگر قائل اور عامل دونوں مرتد ہیں تو کیا آج پوری اُمت مسلمہ میں کوئی مسلمان ہے؟ جبکہ کوئی بھی مسلمان اس آیت کو قرآن میں نہیں دیکھتا؟

● تفسیر اتقان، جلد اوّل، ص ۶۷ نقل صاحب الاقناع ان البسملۃ ثابتۃ براءۃ فی مصحف ابن مسعود ـــــ صاحب اقناع نے لکھا ہے کہ ابن مسعود کے مصحف میں سورۂ برات کی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بھی ہے، جبکہ موجودہ مصحف عثمان میں یہ آیت نہیں ہے۔ کیا یہ کمی نہیں؟ اگر کمی ہے تو کیا تحریف اسی کو نہیں کہتے؟ اگر تحریف ہے تو کیا اس کا قائل اور عامل مرتد ہوں گے؟

● تفسیر اتقان، جلد اوّل، ص ۶۷ فی مصحف ابی مأۃ ست عشرۃ

سورۃ لانہ کتب فی آخر سورۃ الحفد اور سورۃ خلع۔۔۔ ابی کے مصحف میں قرآن کی ایک سوسولہ سورتیں ہیں جبکہ موجودہ مصحف عثمان میں ایک سو چودہ سورتیں ہیں۔ مصحف ابی میں سورۃ حفد اور سورہ خلع زائد ہیں۔ اگر مصحف ابی درست ہے تو مصحف عثمان میں کمی ہے۔ اور اگر مصحف عثمان درست ہے تو مصحف ابی میں بیشی ہے کیا یہ تحریف نہیں۔ اگر قائل تحریف مرتد ہے تو حضرت عثمان اور ابی میں سے کون مسلمان ہوگا۔

● تفسیر اتقان، جلد اول، ص ۶۷ عن عبداللّٰہ ابن زریر الغافقی قال قال عبدالملک ابن مروان لقد علمت ما حملک علی حب ابی تراب الا انک اعرابی جان فقلت واللّٰہ لقد جمعت القرآن من قبل ان یجمع ابواک ولقد علمنی منہ علی ابن ابی طالب سورتین علمھما ایاہ رسول اللّٰہ ما علمتھما انت ولا ابواک۔۔۔ عبداللہ ابن زریر غافقی کہتا ہے کہ مجھے عبدالملک ابن مروان نے کہا کہ مجھے معلوم ہے کہ تو ابوتراب سے محبت کیوں کرتا ہے تو ایک گنوار دیہاتی ہے۔ میں نے کہا: بخدا! میں نے اس وقت قرآن جمع کیا جب تیرے والدین قرآن سے ناآشنا تھے اور مجھے اس وقت ابوتراب نے سرورِ کونین کا تعلیم کردہ قرآن پڑھایا۔ جب نہ تو قرآن پڑھا تھا اور نہ ہی تیرے والدین قرآن پڑھتے تھے اور وہ دو سورتیں تھیں جو یہ ہیں: اللّٰھم انا نستعینک ونستغفرک ونثنی علیک ولا نکفرک ونخلع ونترک من یفجرک الخ[1]۔۔۔ اگر یہ درست ہے تو پھر اب مصحف عثمان میں یہ کہاں ہیں؟ کیا اسی کا نام تحریف نہیں؟

● تفسیر اتقان، جلد دوم، ص ۳۵، عن ابن عمر قال لا یقولن احد کم قد اخذت القرآن وما یدریہ ما کلہ قد ذھب منہ قران کثیر ولکن لیقل قد اخذت منہ ما ظھر، عبداللہ ابن عمر نے فرمایا کہ خبردار کوئی شخص تم سے یہ نہ کہے مت کہے کہ مجھے پورا قرآن حفظ ہے، اسے کیا علم کہ پورا قرآن کتنا تھا۔ قرآن کا اکثر

حصہ تو ضائع ہو گیا ہے البتہ یہ کہہ سکتے ہو جو مل سکا ہے وہ لے لیا ہے۔

اگر تحریفِ قرآن کا قائل کافر و مرتد ہے تو حضرت عمر کے اس فرزند ارجمند کا کیا بنے گا جو کھلے لفظوں میں اعتراف کر رہا ہے کہ اکثر قرآن ضائع ہو گیا ہے۔ اگر شیعہ کے ہاں کوئی روایت ملے گی تو ایک سورۃ یا ایک آیت کی تحریف کے متعلق ہو گی جبکہ حضرت عمر کا لائق فرزند اور خال المومنین کہہ رہا ہے کہ اکثر قرآن ضائع ہو گیا ہے۔ کیا مولانا محترم اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کرتے ہوئے حضرت عمر کے اس فرزند عزیز کو بھی شیعوں کے ساتھ شامل کریں گے؟

● تفسیر اتقان، جلد دوم، ص ۲۵، عروة ابن الزبیر عن عائشة قالت كانت سورة الاحزاب تقرأني زمن النبي مائتي آية فلما كتب عثمان المصحف لم نقدر منها الّا ما هو الان ___ سچی اور صدیقہ ماں فرماتی ہیں کہ زمانہ سرورِ کونینؐ میں سورۂ احزاب کی دوسو آیات کی تلاوت کی جاتی تھی۔ جب عثمان نے قرآن جمع کیے تو ہمیں یہ سورہ صرف اتنی ہی مل سکی جو اس وقت موجود ہے۔

اب خدا کے لیے اٹھایئے قرآن اور سورۂ احزاب کی آیات شمار کیجیے۔ اب قرآن میں آپ کو صرف اور صرف تہتر آیات مل سکیں گی۔ یہ ایک سوتیس آیات کہاں جائیں گی۔ کیا یہ روایت بیان کر کے اُم المومنین عائشہ تحریفِ قرآن کی قائل نہیں ہو گئیں۔ اگر ہو گئی ہے تو کیا مولانا محترم شیعہ کے ساتھ ساتھ تحریفِ قران کے قائل ہونے کے جرم میں اُم المومنین عائشہ پر بھی کفر و ارتداد کا فتویٰ صادر فرماسکیں گے۔ اگر ہو جائے تو بڑی اچھی بات ہو گی؟

بی بی کی تائید میں اسی صفحہ پر ذرا آگے ملاحظہ فرمائیں:

●عن زر ابن جيش قال قال لي ابي ابن كعب كاين تعد سورة الاحزاب قلت اثنتين وسبعين اية او ثلاثه وسبعين آية قال انكانت

لتعدل سورة البقرة وان كنا لنقر فيها اية الرجم قال ، اذا زنا الشيخ والشيخة فارجمواهما البتة نكالا من الله والله عزيز حكيم ”زرابن جیش کہتا ہے کہ مجھ سے ابن ابی کعب نے پوچھا: سورہ احزاب کی کتنی آیات شمار کرتے ہو۔ میں نے کہا: یہ سورۃ سورۂ بقرہ کے برابر تھی اور اسی میں ہم آیۂ الرجم بھی پڑھا کرتے تھے۔ میں نے کہا: وہ آیۂ رجم کیا ہے۔ اس نے کہا: الشيخ والشيخه فارجموها نكالًا من الله والله عزيز حكيم“۔

اگر مولانا آنکھیں کھول کر دیکھیں تو ان کے فتوے کفر و ارتداد میں شیعوں سے پہلے ان کے اپنے ایسے ایسے افراد آئیں گے جنھیں دائرۂ کفر میں دیکھ کر انھیں اپنا اسلام تلاش کرنا پڑے گا۔

حمیدہ بنت ابی یونس قالت قرأ علی ابن ابی وهو ابن ثمانين ستة في مصحف عائشة أن الله وملائكته يصلون على النبي ، يايها الذين امنوا صلّوا عليه وسلموا تسليما وعلى الذين يصلون الصفوف الاول قالت قبل أن يغبر عثمان المصاحف ”حمیدہ بنت ابی یونس کہتی ہے کہ ابی ابن کعب نے میرے سامنے اس وقت تلاوتِ قرآن کی جب وہ اسی برس کا تھا اور اس کے پاس مصحف عائشہ تھا۔ اس نے یہ آیت اس طرح پڑھی ـــــ ان الله وملٰكته يصلون على النبي يايها الذين امنوا صلّوا عليه وسلّموا تسليمًا وعلى الذين يصلون الصفوت الاول۔ لیکن یہ آیت اس طرح اس وقت پڑھی جاتی تھی جب عثمان نے قرآن کو بدلا نہیں تھا۔“

اب مولانا کا کیا خیال ہے صرف شیعہ تحریفِ قرآن کے قائل ہیں یا یہ لوگ جو آیات پیش کر رہے ہیں اور کھلے لفظوں میں اعلان کر رہے ہیں کہ عثمان نے قرآن کو بدل ڈالا ہے۔

● عن عطاء ابن یسار عن ابی واقد اللیثی قال کان رسول اللہ اذا اوحی الیہ ایتناہ مغلمنا مما اوحی الیہ قال نجئت ذات یوم فقال ان اللہ یقول انا انزلنا المال لاقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ ولو ان لابن آدم وادیا لاحب ان یکون الیہ الثانی ولو کان الیہ الثانی لاحب ان یکون الیھما الثالث ولا یملاء جوف ابن آدم الا اتراب ویتوب اللہ علی من تاب'' عطاء ابن یسار ابو واقد لیثی سے روایت کرتا ہے کہ جب سرورِ کونینؐ پر وحی آتی تھی تو ہم آپ کے پاس آتے، آپؐ ہمیں وہ تعلیم دیتے۔ ایک دن میں آیا تو آپؐ نے یہ آیت پڑھی:

> انا انزلنا المال لاقام الصلوٰۃ وایتاء الزکوٰۃ ولو ان لابن آدم وادیا لاحب ان یکون الیہ الثانی ولو کان الیہ الثانی لاحب ان یکون الیھما الثالث ولا یملأ جوف ابن آدم الا اتراب ویتوب اللہ علی من تاب.

کیا یہ لوگ تحریفِ قرآن کے قائل نہیں تھے؟ اگر تھے تو کیا ان کا شیعہ سے کوئی واسطہ ہے؟ اگر ان کا شیعہ سے کوئی واسطہ نہیں تو کیا ان کا سوادِ اعظم کے حزبِ اقتدار سے بھی کوئی تعلق نہیں۔ اگر نہیں تو مولانا ان سے تبرا فرمائیں۔ اگر ان کا حزبِ اقتدار کی جڑوں سے رشتہ ہے تو پھر مولانا شیعہ کے ساتھ انھیں بھی کافر و مرتد کہہ لیں، ہم خوش آمدید کہیں گے۔

> ابن ابی ملیکہ عن مسور ابن مخزمہ قال قال عمر لعبد الرحمٰن ابن عوف الم تجد فیما انزل علینا ان جاھدوا کما جاھدتم اوّل مرۃ فانا لانجدھا قال اسقطت مما اسقط من القرآن

"ابن ابی ملیکہ سے منقول ہے کہ عمر نے عبدالرحمٰن ابن عوف سے پوچھا کہ یہ آیت جب پہلی مرتبہ نازل ہوئی تو کیا اس طرح نہ تھی ـــــ ان جاهدوا كما جاهدتم لیکن اب اس طرح نہیں ہے۔ عبدالرحمٰن نے جواب دیا: یہ بھی اسی طرح ساقط کردی گئی ہے جس طرح قرآن کی دوسری آیات ساقط کردی گئی ہیں۔

اب مولانا ہی فرمائیں یہ سائل کون ہیں ـــــ کیا پوچھنے والا اور جواب دینے والا دونوں تحریفِ قرآن کے قائل نہیں ہیں؟ اگر تحریفِ قرآن کے قائل ہیں تو کیا کفروارتداد صرف شیعہ کے لیے ہے؟ آیئے اور اخلاقی جرأت کا مظاہرہ کر کے انھیں بھی شیعہ کے ساتھ کافرومرتد کہیے۔ پھر حضرت عثمان کے دست دولت میں اقتدار کی چابی دینے والے عبدالرحمٰن ابن عوف اور شوریٰ کی چھے رکنی کمیٹی بنانے والے حضرت عمر کو بھی شیعوں کے کافرومرتد کہیے اور ان دونوں خلفاء کو خلافت راشدہ کی گدی سے ہٹایئے تاکہ صرف حضرت ابوبکر کو مسندِ اقتدار سے علیحدہ کرنا ہم غریب شیعوں کے لیے ذرا اور آسان ہوجائے۔

عن ابی سفیان الكلاعی ان مسلمة ابن مخلد الانصاری قال لهم ذات یوم أخبرنی بایتین فی القرآن لم یكتب فی المصحف فلم یخبروه وعندهم ابوالكنود سعد ابن مالك فقال ابن مسلمة ـــــ ان الذین آمنوا وهاجروا وجاهدوا فی سبیل الله باموالهم وانفسهم الا البشروا انتم المفلحون ـــــ والذین اووهم ونصرو وهم جادلوا عنهم القوم الذین غضب الله علیهم اولئك لا تیلم نفس ما اخفی لهم من قرة اعین جزاء بما كانوا یعملون

"ابوسفیان کلاعی کہتا ہے کہ ایک دن مسلمہ ابن مخلد انصاری نے ہمیں ابوالکنو دسعد ابن مالک کی موجودگی میں کہا کہ مجھے ایسی دو آیتیں بتاؤ جو قرآن میں آئی تو ہیں مگر مصحف میں انہیں لکھا نہیں گیا۔ کسی نے اسے نہ بتایا۔ پھر اس نے خود کہا: وہ دو آیتیں یہ ہیں: ان الذین امنوا وھاجروا وجاھدوا فی سبیل اللّٰہ باموالھم وانفسھم الا ابشروا انتم المفلحون ـــ والذین اووھم ونصروھم جادلوا عنھم القوم الذین غضب اللّٰہ علیھم اولٰئك لا تعلم نفس ما اخفی لھم من قرۃ اعین جزاء بما کانوا یعملون○"

مولانا بتائیں یہ لوگ کون ہیں؟ کیا یہ حضرت علیؑ کو خلیفۂ اول ماننے والے شیعہ یا کہ بزمِ اقتدار میں آپ کے کلاس فیلو اور حضرت علیؑ کو خلیفۂ چہارم ماننے والے ہیں۔ یہ کیسی آیات پیش کر رہے ہیں کیا یہی تحریف نہیں؟

فی المستدرك عن حذیفة قال ما تقرؤون ولعبها یعنی برأۃ

ـــ مستدرک میں حذیفہ سے مروی ہے کہ سورۃ برأت کا تمہیں صرف ۱/۴ حصہ ملا ہے، گویا سورۃ برأت میں سورۂ احزاب کی طرح جامعین قرآن کی قینچی سے نہ بچ سکی۔ کیا یہ تحریف نہیں؟

میرے محترم قارئین! اس مختصر سی تمہید کے بعد آیئے اب صحاح ستہ کی سیر کریں اور دیکھیں کہ حزبِ اقتدار کس طرح اپنا کوڑا کرکٹ شیعہ کے ہاں پھینکنے میں مکاری اور عیاری سے کام لیتا ہے ـــ یہ بھی بتا دوں کہ اس وقت بخاری شریف کا جو نسخہ میرے سامنے ہے، یہ وہ نہیں جو قبل ازیں تھا۔ وہ بخاری شریف تین جلدوں پر مشتمل ہے، اس کا ترجمہ قاری محمد عادل وغیرہ نے کیا ہے اور وہ اس وقت جناب حامد عبداللہ صاحب ایڈووکیٹ

جھنگ صدر کے پاس ہے۔ اس وقت جو نسخہ میرے پاس ہے یہ مولانا وحید الزماں صاحب کا ترجمہ کردہ ہے۔ تاج کمپنی نے شائع کیا ہے بلکہ تاحال شائع ہو رہا ہے۔ اس وقت تک میرے پاس اس کی سات جلدیں پہنچی ہیں اور میرے سامنے چھٹی جلد ہے۔

✱ صحیح بخاری، جلد ۶، پارہ ۲۰، ص ۴۳۹، حدیث ۴۴۶، کتاب التفسیر:

حدثنا یحییٰ قال سئالت ابا مسلمة ای القرآن انزل اول؟ فقال یاایها المدثر فقلت انبئت انه اقرا باسم ربك الذی خلق فقال ابوسلمة سئالت جابر ابن عبدالله ؓ ای القرآن انزل اول فقال یاایها المدثر فقلت انبئت انه اقراء باسم ربك الذی خلق فقال لا اخبرك الا بما قال رسول الله ﷺ قال رسول الله جاورت فی حراء فلما قضیت جواری هبطت فاستبطنت الوادی فنودیت فنظرت امالی وخلفی وعن یمینبی وعن شمالی فاذا هوا جالس علی عرش بین السماء والارض فاتیت خدیجة فقلت دثرونی وصبوا علی ماءً بارگا وانزل علی یاایها المدثر قم فانذر وربك فکبر

"یحییٰ ابن کثیر نے کہا: میں نے ابوسلمہ سے پوچھا: قرآن شریف میں کون سی آیت پہلے اُتری ہے۔ انہوں نے کہا: یاایها المدثر، میں نے کہا: لوگ تو مجھ سے کہتے ہیں: اقرا باسم ربك الذی خلق پہلے اتری ہے۔ انھوں نے کہا: میں تجھ سے بیان کرتا ہوں جو آنحضرتؐ نے خود فرمایا ہے، آپؐ نے فرمایا: میں حرا پہاڑ میں اعتکاف کر رہا تھا۔ جب میرا اعتکاف ختم ہو چکا

تو میں پہاڑ سے نیچے اُترا۔ نالہ کے اندر گیا۔ اس وقت ایک آواز
آئی۔ میں نے آگے پیچھے دائیں اور بائیں سب طرف دیکھا۔ کیا
دیکھتا ہوں وہی فرشتہ آسمان وزمین کے بیچ ایک تخت پر بیٹھا ہے۔
میں وہاں سے خدیجہ کے پاس آیا۔ میں نے کہا: ایک کپڑا مجھ پر
اوڑھا دو اور ٹھنڈا پانی اُوپر سے ڈال دو۔ اس وقت یہ آیت نازل
ہوئی: یاایہا المدثر قم فانذر وربك فکبر۔

ہاں تو یہ ہے صحیح بخاری شریف جس میں ایک حدیث بھی غلط نہیں، ہمارے لیے کوئی فرق نہیں کہ پہلے اُترنے والی آیت اقراء باسم ربك الذی خلق ہو۔ یا یاایہا المدثر ہو۔ اس وقت جو مصحفِ عثمان اُمت مسلمہ کے درمیان موجود ہے اس میں نہ پہلی آیت یاایہا المدثر ہے اور نہ ہی اقراء باسم ربك الذی خلق ہے۔ اگر یہ تحریف نہیں تو کیا ہے؟ اور اس کا ذمہ دار کون ہے؟___ کیا جامعین قرآن میں کوئی شیعہ تھا؟ اگر تحریف کا قائل ہونا کفر وارتداد ہے تو امام بخاری اور ان محدثین کے لیے کیا فتویٰ ہوگا؟ (صحیح بخاری، ج ۶، پارہ ۲۰، کتاب التفسیر ص ۵۰۲، حدیث ۵۱۴)

نوٹ: یہی حدیث لفظی اور معنوی ہر لحاظ سے متحد انداز میں دیگر صحاح خمسہ میں بھی موجود ہے۔

عن عروۃ ابن الزبیر ان المسور ابن مخزمہ وعبد
الرحمٰن ابن عبدالقادی حدثاہ انہما سمعا عمر ابن
الخطاب یقول سمعت ہشام ابن حکیم یقرأ سورۃ
الفرقان حیاۃ رسول اللہ فاستمعت لقرأۃ فاذا ہو یقرأ
علی حروف کثیرۃ لم یقرئینہا رسول اللہ فکدت
اساورہ فی الصلوٰۃ فتصبرت حتی سلم فلیتہ بردائہ

فقلت من اقرأك هذه السورة التي سمعت تقراء قال اقراء ينها رسول الله فقلت كذبت فان رسول الله قد اقراء ينها على غيره قرأت فانطلقت به اقوده الى رسول الله فقلت انى سمعت هذا يقرأ بسورة الفرقان على حروف لم تُقرأينها فقال رسول الله ارسله اقراء ياهشام فقراء عليه القرأة التي سمعته يقراء فقال رسول الله كذٰلك انزلت ثم قال اقرأ ياعمر فقرأت القرأة التي اقرأني فقال رسول الله كذٰلك انزلت ان هذا القرآن انزل على سبعة احرف فاقرء واما تيسر منه

"عروہ ابن زبیر نے بیان کیا ان سے مسور ابن مخرمہ اور عبدالرحمٰن ابن عبدالقاری نے، ان دونوں حضرات عمر ابن خطاب سے سنا وہ کہتے تھے: میں نے ہشام ابن حکیم کو آنحضرتؐ کی زندگی میں سورۂ فرقان پڑھتے سنا، میں سنتا رہا، دیکھا تو وہ ایسے کثرت حروف کے ساتھ پڑھ رہے ہیں جو آنحضرتؐ نے مجھے نہیں پڑھائے۔ میں تو عین نماز ہی میں اس پر حملہ کرتا مگر خیر میں نے نماز سے فراغت تک صبر کیا۔ جب انہوں نے سلام پھیرا، میں نے چادر ان کے گلے میں ڈالی، ان سے پوچھا: یہ سورت تم کو کس نے پڑھائی ہے؟ انہوں نے کہا: آنحضرتؐ نے۔۔۔ میں نے کہا: نہیں تم جھوٹے ہو، آنحضرتؐ نے تو خود مجھ کو یہ سورت اور طرز پر پڑھائی تم کو اس کے خلاف کیسے پڑھا سکتے ہیں؟ آخر میں ان کو کھینچتا ہوا آنحضرتؐ کے پاس لایا۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہؐ! یہ سورۂ

فرقان کو اور طرح سے پڑھتا ہے جس طرح آپؐ نے مجھ کو نہیں پڑھائی۔ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا: اچھا ہشام کو چھوڑ دو۔ پھر فرمایا کہ ہشام پڑھ۔ انھوں نے اسی طرح پڑھا جس طرح میں پہلے میں نے ان کو پڑھتے سنا تھا۔ جب وہ فارغ ہوئے تو آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ سورت اسی طرح اُتری ہے۔ پھر مجھ سے فرمایا اب تو پڑھ۔ میں نے اس طرح پڑھی جس طرح آپؐ نے مجھے سکھائی تھی جب میں پڑھ چکا تو آپؐ نے فرمایا: ہاں اسی طرح اُتری ہے پھر فرمایا دیکھو یہ قرآن سات محاوروں پر اُترا ہے جو محاورہ تم پر آسان معلوم ہو اسے پڑھو"۔

مولانا وحید الزمانؒ کا تبصرہ

بعضوں نے اس حدیث سے یہ مطلب نکالا ہے کہ قرآن میں ایک لفظ کی جگہ اور دوسرا لفظ اس کا ہم معنی پڑھنے تو درست ہے مگر صحیح یہ ہے کہ جو لفظ آنحضرتؐ سے ثابت ہے اس کے سوائے نیا لفظ پڑھنا درست نہیں اور بعد میں علماء کا اس پر اجماع ہوگیا۔

○ جائزہ: اس حدیث کا مطالعہ کئی پہلوؤں سے کیا جانا چاہیے کیونکہ اس میں صرف تحریفِ قرآن نہیں بلکہ بہت کچھ ہے۔ ● اخلاقِ حضرت عمر ● تحریفِ قرآن ● سرورِ کونین کا تحریفِ قرآن کی حمایت کرنا۔

نظامِ مصطفےؐ حصہ اول اور دوم میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ جہاں کہیں بھی ایسا مقام آیا کہ کسی فرد کے تعین کی ضرورت محسوس ہوئی تو اُم المومنین عائشہ نے اس شخص کا نام گول کر دیا اور ہم آج تک لٹکتے پھر رہے ہیں۔ بی بی کی طرح حضرت عمر نے بھی زیرِ نظر حدیث میں وہی انداز اختیار کیا ہے۔ یہ تو فرمایا کہ ہشام حروفِ کثیرہ سے پڑھ رہا

تھا ـــــ اب ظاہر ہے کہ حروفِ کثیرہ کے مقابلہ میں حروفِ قلیلہ ہوں گے تو گویا حضرت عمر سورۂ فرقان کو حروفِ قلیلہ سے پڑھتے تھے ـــــ مقامِ افسوس تو یہ ہے کہ حضرت عمر نے ہشام کے حروفِ کثیرہ بتائے نہیں کہ وہ کون کون سے تھے جو قرأت ہشام میں زائد تھے۔

اخلاق حضرت عمر یا رحماء بینھم کا مثالی نمونہ

بخاری شریف کی حدیث اور مولانا وحید الزمان کا ترجمہ دونوں آپ کے سامنے ہیں۔ ہشام حضرت عمر کے خیال کے مطابق سورۂ فرقان غلط پڑھ رہا ہے:

* حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ہشام نماز پڑھ رہا تھا۔
* یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر نماز سے فارغ ہو چکے تھے یا نماز ابھی شروع نہیں کی تھی یا ویسے ہشام کی نگرانی کر رہے تھے۔
* حضرت عمر نے یہ نہیں بتایا کہ یہ نماز کون سے وقت کی تھی؟ اور سرورِ کونین کہاں تھے؟ کیونکہ یہ تو یقین ہے کہ آنحضرتؐ وہاں موجود نہ تھے۔ اگر ہوتے تو حضرت عمر ہشام کے گلے میں کپڑا ڈال کر کشاں کشاں کھینچ نہ لاتے۔
* حضرت عمر نے سورۂ فرقان سنتے ہی اپنا موڈ بنا لیا اور ارادہ کر لیا کہ اسے نماز ہی میں دبوچ لوں لیکن خدا معلوم کیوں ترس آ گیا کہ نماز تک انتظار میں بیٹھے رہے۔
* جب ہشام نے نماز ختم کر لی تو بس پھر کیا تھا۔ چادر بھی ہشام کی اپنی اور گلا بھی ہشام کا اپنا، حضرت عمر نے ہشام کے گلے میں چادر ڈالی اور پوچھا: یہ سورۃ تجھے کس نے پڑھائی ہے؟
* ہشام کا جواب سنا اور کہا تو جھوٹا ہے۔ پھر کشاں کشاں سرورِ کونینؐ کے پاس لے آیا اور جب تک آپ نے نہ فرمایا، اس وقت ہشام کی گلوخلاصی نہ ہوئی گویا یہ اختلاف فقط قرأت کا نہ تھا۔ اختلاف بہت بڑا تھا۔ اگر صرف قرأت کا اختلاف

ہوتا تو حضرت عمر اتنے جذبات سے کام نہ لیتے اور ایک اچھے خاصے صحابی کو جھوٹا کہہ کر سرورِ کونینؐ کے پاس نہ پہنچاتے۔ راوی نے اگرچہ حضرت عمر کی وکالت کی خاطر اختلاف صرف قرأت کا بتایا ہے لیکن حالات بتاتے ہیں کہ یہ اختلاف صرف قرأت کا نہ تھا۔

علمائے اُمت سے چند سوال

- حضرت عمر نے ہشام سے ایسا سلوک کیوں کیا؟
- کیا اسلامی اخلاق ایسا سلوک کرنے کی اجازت دیتا ہے؟
- حضرت عمر نے اپنا یہ رعب اور دبدبہ کسی جنگ میں کیوں نہ استعمال کیا؟
- حضرت عمر کے اس فعل کو شجاعت کہا جائے گا یا کچھ اور؟
- حضرت عمر نے سرورِ کونینؐ کے سامنے جا کر آپؐ کی عظمت کے پیشِ نظر ہشام کو ازخود کیوں نہ چھوڑا؟
- کیا حضرت عمر کے دل میں سرورِ کونینؐ کی عظمت تھی؟
- اگر تھی تو کیا یہ اسی کا مظاہرہ تھا؟
- رحمۃ للعالمینؐ کے زیرِ تربیت رہنے والے سے ایسے اخلاق کی اُمید کیسے کی جا سکتی ہے؟
- کیا حضرت عمر اتنا آزاد منش تھا کہ اس کے ذہن میں کسی کی عزت عزت نہ تھی۔
- کیا یہ حقیقت نہیں کہ حضرت عمر ایسے اخلاق سے نہ صرف مسلمانوں کو بلکہ خود سرورِ کونینؐ کو بھی مرعوب کرنے کی کوشش کرتے رہتے تھے؟
- کیا یہ حقیقت نہیں کہ حضرت عمر سرورِ کونینؐ اور اسلام کی نسبت خود سازی میں مصروف تھے؟
- کیا یہ حقیقت نہیں کہ حضرت عمر نے ثقیفۂ بنی ساعدہ میں بھی اپنے اسی "حسنِ

اخلاق" کی بناء پر خلافت کی بازی جیتی تھی؟

* حضرت عمر کے اس کردار کے پیش نظر جو سرورِ کونین کی بزم میں رونما ہوتا رہتا تھا کیا یہ حقیقت نہیں کہ دخترِ رسولؐ کے دروازہ کو آگ لگائی گئی تھی؟

تحریفِ قرآن

ہشام کی قرأت اور حضرت عمر کی قرأت میں فرق تھا۔ قرأت ہشام میں حروف کی کثرت تھی اور قرأت حضرت عمر میں حروف کی قلت تھی۔ اگر ہشام کی قرأت درست تھی تو حضرت عمر کی قلیل حروف والی قرأت کیسے ہوسکتی ہے؟ اور اگر حضرت عمر کی آخری حروف والی قرأت درست تھی تو ہشام کی کثرت حروف والی قرأت کو کیسے درست کہا جاسکتا ہے؟

شیعہ کو تحریفِ قرآن کا قائل بتلا کر کافر و مرتد کہنے والے اپنے گریبان میں جھانک کر نہیں دیکھتے۔ اگر تھوڑی سی گردن نیچی کر کے اپنے گریبان میں جھانک لیں تو انہیں نظر آجائے گا کہ تحریفِ قرآن کا راستہ صاف کرنے کی خاطر زمانۂ رسالت تک ہاتھ دراز کیے جاچکے تھے اور ایسا کرنے والا کوئی معمولی انسان نہیں بلکہ حضرت عمر خود تھے ـــــ مولانا وحید الزمان کا ذاتی تبصرہ دیکھئے اس سے بخوبی واضح ہوجاتا ہے کہ یہ حضرت عمر اور ہشام کی قرأت میں اختلاف زبر زیر یا قبائلی لغت کا اختلاف نہ تھا بلکہ اختلاف الفاظ کا تھا۔ ہشام کے پاس جو سورت تھی اس کے الفاظ زیادہ تھے اور حضرت عمر کے پاس جو سورۃ تھی اس کے الفاظ کم تھے۔ اب موجودہ مصحف عثمان میں خدا معلوم ہشام سے نقل کردہ سورۂ فرقان ہے یا حضرت عمر سے منقول سورۂ فرقان ہے۔ جو بھی ہو تحریف ثابت ہے۔ اگر حضرت عمر کی نقل کردہ ہے تو یقیناً کم ہے اور کمی بھی تحریف کہلاتی ہے اور اگر ہشام کی نقل کردہ سورت ہے تو یقیناً بیشی ہے اور بیشی بھی تحریف ہی کہلاتی ہے۔

اب میں درخواست کروں گا کہ تحریفِ قرآن کے قائل کو مولانا کافر و مرتد کہتے

ہوئے شیعوں کے ساتھ حضرت عمر کو بھی نہ بھولیں۔

سرورِ کونینؐ کا تحریفِ قرآن کی حمایت کرنا

کتنا تعجب ہے کہ بقول حضرت عمر سرورِ کونینؐ نے سورۂ فرقان کی دونوں روایتوں کو درست تسلیم کرلیا۔ حضرت عمر کا دعویٰ بھی یہی ہے کہ مجھے رسولؐ نے پڑھائی تھی اور ہشام کا دعویٰ بھی یہ ہے کہ مجھے آپ ہی نے تعلیم دی ہے۔ پھر دونوں سناتے بھی ہیں۔ آپ دونوں سے سن کر دونوں کو کہتے ہیں کہ اللہ نے اسی طرح نازل کی ہے گویا بالفاظِ دیگر سرورِ کونینؐ خود اختلاف کی اجازت دے رہے ہیں اور کمی بیشی کی نسبت اللہ کی طرف جارہی ہے ـــــ حدیث کا مفہوم اور سرورِ کونینؐ کی تصدیق یہ بتاتی ہے کہ سورۂ فرقان دو مرتبہ نازل ہوئی۔ ایک مرتبہ کی نازل کردہ سورہ ہشام نے پڑھی جو کثیر الحروف تھی اور دوسری مرتبہ کی نازل کردہ حضرت عمر کو پڑھایا جو قلیل الحروف تھا۔ اگر ایک مرتبہ نازل ہوا ہوتا تو یقیناً سرورِ کونینؐ یا حضرت عمر کو کہتے کہ تیری قرأت درست ہے اور ہشام کو کہتے کہ تو ویسے پڑھ رہا ہے جیسے نازل ہوا ہے لیکن یہاں حضرت دونوں سے فرماتے ہیں کہ تم دونوں درست پڑھ رہے ہو یعنی جس کی قرأت میں حروف کم ہیں وہ بھی ٹھیک ہے اور جس کی قرأت میں حروف زیادہ ہیں وہ بھی ٹھیک ہے۔ کیا کہنے اس رسول اعظمؐ کے، کیا بات ہے اس خلیفۂ راشد کی ـــــ اور کیا عقیدت ہے مولانا بخاری کی ـــــ تضاد واضح ہے لیکن سب اچھا۔

✱ صحیح بخاری، پارہ ۲۰، کتاب التفسیر، ج ۶، ص ۵۰۳، حدیث ۵۱۵:

يوسف ابن مالك قال انى عند عائشة أُم المؤمنين اذ جاء ها عراقى فقال اى الكفن خير قالت ويحك وما يضرك قال يا اميرالمؤمنين ارينى مصحفك قالت ولم قال لعلى اولف القرآن عليه فانّه يقرأ غير مؤلف قالت

وما يضرك ايه قرأت قبل انما نزل اوّل ما نزل منه سورة من المفصل فيها ذكر الجنة والنّار حتّٰى اذا ثاب النّاس الى الاسلام نزل الحلال والحرام ولو نزل اوّل شيئى ــــ لا تشربوا الخمر لقالوا الا ندع الخمر ابدًا۔ ولو نزل لا تزنوا لقالوا لا ندع الزنا ابدًا لقد نزل بمكة على محمد وانى جارية العب ــــ بل الساعة موعدهم ادهى وامر وما نزلت البقرة والنساء الا وانا عنده – قال فاخرجت له المصحف فاملّت عليه اى السور

"یوسف ابن مالک نے کہا کہ میں حضرت عائشہ کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں عراق کا ایک شخص آیا۔ وہ پوچھنے لگا: کفن کیسا ہونا چاہیے۔ انھوں نے افسوس! اس سے کیا مطلب کس طرح کا بھی کفن ہو۔ تجھے کیا نقصان ہوگا پھر وہ کہنے لگا: اُم المومنین! ذرا اپنا مصحف تو مجھے دکھلایئے۔ انہوں نے کہا: کیوں؟ اس نے کہا: میں آپ کا مصحف دیکھ کر سورتوں کی ترتیب پہچان لو۔ بعض لوگ اس کو بے ترتیب پڑھتے ہیں۔ حضرت عائشہ نے کہا: پھر اس میں کیا قباحت ہے جون سی سورت تو چاہے پہلے پڑھ جون سی سورت تو چاہے بعد میں پڑھ۔ اگر اُترنے کی ترتیب دیکھتا ہے تو پہلے تو مفصل کی ایک سورت اُتری: اقراء باسم ربك جس میں بہشت کا ذکر ہے۔ جب لوگوں کا دل اسلام کی طرف رجوع ہوگیا۔ اس کے بعد حلال حرام کے احکام اُترے اگر کہیں شروع ہی میں یہ اُترتا کہ شراب نہ پینا تو لوگ کہتے ہم تو کبھی شراب پینا

نہ چھوڑیں گے۔ اگر شروع ہی میں یہ اترتا کہ دیکھو زنا نہ کرنا تو لوگ کہتے ہم تو زنا نہ چھوڑیں گے۔ میں بالکل چھوٹی بچی کھیل رہی تھی اس وقت مکہ میں آنحضرتؐ پر یہ آیت اُتری: بل الساعۃ موعدھم (جو سورۃ قمر میں ہے) اور سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء اس وقت اُتریں جب میں آنحضرتؐ کے پاس تھی۔

● جائزہ: حدیث آپ کے سامنے ہے، کتنی عجیب حدیث ہے۔ سائل کفن کے متعلق پوچھتا ہے کہ کیسا ہونا چاہیے۔ بی بی فرماتی ہیں جیسا بھی ہو۔ تجھے کیا نقصان ہے یعنی حلال ہو یا حرام ہو، پاک ہو نجس ہو، مباح ہو، غصبی ہو، کوئی فرق نہیں۔

سائل فوراً اپنے پہلے سوال کا جواب چھوڑ کر عرض کرتا ہے مجھے اپنا مصحف دکھائیں۔ بی بی کہتی ہے وہ کیوں؟ سائل کہتا ہے کہ میں اپنے قرآن کی ترتیب کو آپ کے مصحف کی ترتیب کے مطابق کرنا چاہتا ہوں۔ بی بی کہتی ہے اگر ترتیب نہ ہو تو کیا فرق پڑتا ہے، یہ تیری مرضی ہے جو سورۃ پہلے پڑھ اور جو بعد میں پڑھے۔

دیکھ لیا ہے آپ نے بی بی خود تحریف کی ترغیب دے رہی ہے۔ گویا بی بی کے اسلام میں قرآن کی کوئی ترتیب نہیں۔ جسے جس کا جی چاہے پڑھ لے۔ علمائے سوادِ اعظم تو اس بات کے روادار نہیں کہ ہم صرف اتنا کہہ سکیں کہ مصحف عثمانی ازروئے ترتیب تحریف شدہ ہے۔ جونہی ہم کہتے ہیں فوراً دھاریں مارنے لگتے ہیں کہ وہ دیکھو شیعہ اس قرآن کو نہیں مانتے لہٰذا یہ کافر ہیں۔ بھلا اب کفر کون کر رہا ہے۔ بی بی تو سرے سے ترتیب کی قائل ہی نہیں اور اپنے بچوں سے فرماتی ہیں کہ بیٹو! کوئی فرق نہیں پڑتا جیسے چاہو پڑھ لو ـــــ اگر یہ تحریف ہے تو ہمارے ساتھ بی بی بھی قائل تحریف اور فتوے کفر و ارتداد میں برابر کی شریک ہیں ـــــ اور اگر یہ تحریف نہیں تو پھر شیعہ کی تحریفِ قرآن کہنا چھوڑ دیا جائے۔ اگر آپ ذرا عقیدت کی پٹی آنکھوں سے ہٹا کر سوچیں تو

بی بی کے اس جملہ میں کہ جو چاہو پڑھو اور جیسے چاہو پڑھو، آپ کو بہت کچھ مل سکتا ہے اور اس کی تائید بی بی کی وہ تمام احادیث کرتی ہیں جو نظامِ مصطفیٰ حصہ اول، دوم اور زیر نظر حصہ سوم میں موجود ہیں۔

اگر بی بی کی احادیث کے پیش نظر کوئی شخص یہ کہہ دے کہ

* جو زوجہ سرورِ کونین کو خودکشی کا مرتکب قرار دیتی ہے۔
* جو بی بی سرورِ کونین کو دوسری ازواج سے روکنے کی خاطر گھٹیا قسم کے پلان بناتی ہے۔
* جو بی بی خانۂ رسولؐ میں گروہ بندی کی سرپرستی کرتی ہے۔
* جو بی بی سرورِ کونین کو جادو زدہ بتلاتی ہے۔
* جو بی بی سرورِ کونینؐ کے قرآن بھول جانے کا پروپیگنڈہ کرتی ہے۔
* جو بی بی سرورِ کونینؐ کے شب قدر کے بھول جانے کا ڈھنڈورا پیٹتی ہے۔
* جو بی بی آیت تیمم کو اپنی طرف منسوب کرنے کی خاطر ہار کی گمشدگی کا فسانہ بناتی ہے۔
* جو بی بی آیات افک کو اپنے ساتھ منسوب کرنے کی خاطر اتنے طویل قصے تراشتی ہے۔
* جو بی بی دم رگ وصیت کرتی کہ مجھے روضۂ رسولؐ میں دفن نہ کیا جائے میں وہاں پاک نہیں ہوسکوں گی۔
* جو بی بی سرورِ کونین کو ایک عام انسان سے بھی پست کر کے پیش کرتی ہے۔
* جو بی بی آتشِ حسد میں جل کر خودکشی کی کوشش کرتی ہے۔

وہ اسلام، بانئ اسلام اور ضابطۂ اسلام کو کیا سمجھتی ہے؟ اور اس کی نظروں میں اس کی کیا اہمیت ہے۔ کیا ترتیب قرآن کی اہمیت گھٹانا، یہ نہیں بتاتا کہ بی بی دل و جان سے یہ چاہتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح بانئ اسلام کی طرح آئینِ اسلام کی عظمت بھی پارہ پارہ ہو جائے۔

✱ صحیح مسلم، ج ۲، ص ۲۷۹، مطبوعہ مکتبہ ایوبیہ، ارٹلری میدان نمبرا، کراچی نمبرا

عن علقمه قال قدمنا الشام ابوالدرداء فقال فيكم احديقه على قرأة عبدالله فقلت نعم انا قال فكيف سمعت عبدالله يقرء والليل اذا يغشى والذكر والانثى قال وانا والله هكذا سمعت رسول الله يقرتها ولكن هولاء يريدون ان اقرأ وما خلق فلا اتابعهم

''علقمہ نے کہا: ہم شام کو گئے تو ابودرداء ہمارے پاس آئے اور کہا تم میں کوئی عبداللہ کی قرأت پڑھنے والا ہے۔ میں نے کہا: ہاں میں ہی ہوں۔ انہوں نے کہا کیونکر سنا تم نے اس آیت کو عبداللہ کو پڑھتے ہوئے، والليل اذا يغشى والذكر والانثى۔ انھوں نے کہا: اللہ کی قسم! میں نے بھی رسولؐ اللہ سے یونہی پڑھتے سنا ہے اور یہاں کے لوگ چاہتے ہیں کہ میں پڑھوں: ماما خلق الذكر والانثى۔ تو میں ان کی نہیں مانتا۔

● جائزہ: لیجیے یہ ہیں امام مسلم، فرماتے ہیں کہ مصحفِ عثمان اور مصحفِ ابن مسعود میں کافی اختلاف تھا۔ مصحفِ عثمان میں کچھ اضافے کیے گئے اور مصحف ابن مسعود میں کچھ کمیاں رہ گئیں۔ جب زیادتی ثابت ہوجائے تو کمی کا امکان بھی ہوتا ہے۔ ممکن ہے اس آیت میں مصحفِ عثمانی میں اضافہ ہوا اور دوسرے کسی مقام پر مصحفِ عثمانی میں کمی ہو۔ اب مقامِ فکر یہ ہے کہ کیا علقمہ، ابوالدرداء اور امام مسلم وغیرہ بھی تحریفِ قرآن کے قائل ہوکر ہمارے ساتھ دائرۂ کفرِ اعظم کو جواب دینا ہوگا کہ وہ کیوں ہمارے ساتھ شامل نہیں ہوں گے۔

✱ صحیح ترمذی، جلد دوم، ص ۳۴۷، حدیث ۸۴۰

انس ابن مالك ان النبي قرأ ، ان النفس بالنفس
والعين بالعين

''انس ابن مالک کہتا ہے کہ سرورِ کونینؐ نے اس آیت کو یوں
پڑھا ہے: ان النفس بالنفس والعين بالعين۔

جبکہ موجود مصحف عثمانی میں لفظ 'ان' موجود نہیں ہے کیا یہ تحریف نہیں؟ اگر تحریف نہیں تو کیسے؟ جبکہ ایک پورا لفظ موجود نہیں ہے اور اگر تحریف ہے تو پھر تحریفِ قرآن کے قائل ہونے کے جرم میں شیعہ پر جو کفر وارتداد کا فتویٰ ہے اس میں انس ابن مالک اور امام ترمذی شامل ہوں گے یا نہیں؟

❋ صحیح ترمذی، جلد دوم، ص ۳۵۰، حدیث ۸۵۰

عبدالرحمٰن ابن يزيد عن عبدالله ابن مسعود قال
اقرأني رسول الله انّي انا الرزاق ذوالقوة المتين

''عبدالرحمٰن ابن یزید، عبداللہ ابن مسعود سے روایت کرتا ہے کہ
سرورِ کونینؐ نے مجھے یہ آیت اس طرح پڑھائی تھی ـــــ انی انا
الرزاق ذو القوة المتين۔

بھلا اب مصحفِ عثمانی میں ملاحظہ فرمایئے کیا آیت اسی طرح ہے؟ دو ہی صورتیں ہوں گی یا ماننا ہوگا کہ عبداللہ ابن مسعود تحریفِ قرآن کا قائل تھا اور یا حضرت عثمان کی جامع کمیٹی تحریفِ قرآن کی قائل تھی کیونکہ اگر عبداللہ کی آیت درست ہے تو موجودہ قرآن تحریف شدہ ہے۔ اور اگر موجودہ قرآن درست ہے تو عبداللہ کا قرآن تحریف شدہ ہے۔ علمائے سوادِ اعظم تحریفِ قران کے قائل پر جو فتویٰ بھی صادر کریں ہم خوش آمدید کہیں گے۔

حرفِ آخر

میرے محترم قارئین! ـــــ یہ مشتے نمونہ از خروارے کے بطور چند ایک کتب صحاح سے چند ایک احادیث پیش کی گئی ہیں جہاں تک روایات کا تعلق ہے وہ دونوں طرف موجود ہیں۔ اگر یہی چیز موجب کفر وارتداد ہے تو پھر اس حمام میں سب ہی ننگے ہیں ـــــ میں نے آغازِ بحث میں بھی عرض کیا تھا کہ ہماری داستان مظلومیت کے پیشِ نظر ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے اندر ایسے افراد گھسا دیئے گئے جنھوں نے ہمارے مسلمات کو پامال کرنے اور ہمیں بدنام کرنے کی خاطر ایسی روایات اپنی طرف سے جمع کرتے گئے۔ لیکن چونکہ سوادِ اعظم وفات سرورِ کونینؐ سے تادم تحریر ہمیشہ مسند اقتدار پر براجمان رہا ہے اس لیے ان کے پاس ایسا کوئی عذر نہیں۔ پھر سوادِ اعظم کے اساطین تحریفِ قرآن کے قائل نظر آتے ہیں اور جہاں تک ایمان واعتقاد کا تعلق ہے تو وہ یہ ہے کہ تمام اُمت مسلمہ اس بات پر متفق ہے کہ جو کچھ بھی موجود ہے یہ کلامِ خدا اور قرآن ہے۔ اس میں قطعی کوئی تحریف نہیں ہوئی۔

لہٰذا معقولیت پسندی کا تقاضا یہ ہے کہ فریقین اپنی روایات سے قطع نظر اپنے اصول وایمان کو سامنے رکھتے ہوئے مسئلہ تحریفِ قران کو قطعی طور پر ختم کردیں اور ایک دوسرے کے خلاف اس سلسلہ میں نہ کوئی کیچڑ اُچھالیں اور نہ ہی سستے فتوے شائع کر کے سستی شہرت خریدنے کی کوشش کریں۔ اس میں اُمت کا بھلا ہے، اسلام کا بھلا ہے، ملک کا بھلا ہے اور ملت وقوم کی خیر خواہی ہے۔ بصورت دیگر ہم مجبور ہوں گے کہ آئندہ جواب ہمارا انہی الفاظ وانداز میں جن الفاظ کی زبان سے خود واقف ہیں اور جس انداز کو وہ کبھی بھول نہیں سکتے۔

نظامِ مصطفیؐ

لیجیے ارشادات اُمّ المومنین عائشہ سے ہمیں جو روزمرہ پیش آنے والے امور میں رہنمائی حاصل ہوتی ہے، بطور خلاصہ وہ بھی نوٹ کرلیں۔

* نبیؐ کے والدین کافر ہوسکتے ہیں۔
* غیر مسلم کی امان قبول کی جاسکتی ہے۔
* غیر مسلم سے شعائرِ اسلامی بظاہر ادا نہ کرنے کا وعدہ کیا جاسکتا ہے۔
* غیر مسلم سے عہد شکنی کی جاسکتی ہے۔
* اسلام کی خاطر ہجرت کرنے کے بعد انسان اپنے وطن کو یاد کرسکتا ہے۔
* آج کل ہجرت کا زمانہ نہیں ہے۔
* بیوی اپنے شوہر کے عیوب بتا سکتی ہے۔
* بیوی شوہر کے بخل کے باوجود نان ونفقہ کے لیے شوہر کی چوری کرکے خرچ کرسکتی ہے۔
* بیوی شوہر سے کہہ سکتی ہے کہ تو میرے مرنے پر خوش ہوگا۔
* اگر مومنین کا خطرہ ہو تو نبیؐ اپنی مرضی کے مطابق کچھ بھی نہیں کرسکتا۔
* خلافِ اسلام کرنے والوں پر لعنت جائز ہے۔
* قبورِ انبیاءؑ کو عبادت خانہ بنانے والے ملعون ہیں۔
* نبیؐ کسی کی نامحرم بیٹی کو اُٹھوا کر منگوا سکتا ہے۔
* نبیؐ کسی نامحرم عورت سے اپنی خواہش کا اظہار کرسکتا ہے۔
* عورت کے راضی نہ ہونے کے باوجود نبیؐ اس کی طرف ہاتھ بڑھا سکتا ہے۔

- اُٹھوا کر منگوائی گئی عورت رسولؐ کو بازاری مرد کہہ سکتی ہے۔
- ایک شخص کسی کو دوسرے کے خلاف بھڑکا سکتا ہے۔
- صحابہ سے بغض بی بی عائشہ کی سنت ہے۔
- سکون سے رقابت کی بنا پر سوکن جیسے کام کی خواہش کی جاسکتی ہے۔
- بیوی سوکن کے خلاف اپنے شوہر کو بھڑکا سکتی ہے۔
- اُمتی ازواج نبی کو بآواز بلند پکار کر شرمندہ کر سکتے ہیں۔
- اُمتی اپنے نبیؐ کے عمل سے پہلوتہی کر سکتے ہیں۔
- شوہر اور بیوی ایک برتن سے بیک وقت غسل کر سکتے ہیں۔
- ہر ایسی عورت جو عالمہ ہو، اپنے بھائی اور کسی نامحرم کو عملی طور پر غسل کر کے دکھا سکتی ہے۔
- غسلِ جنابت سے قبل وضو کر لینا چاہیے۔
- غسلِ جنابت کے وقت بالوں میں خلال کرنا چاہیے۔
- خون خواہ ماہواری کا ہو یا دوسرا، اس پر تھوک کر اسے ناخن سے رگڑ دیا جائے تو کپڑا پاک ہو جاتا ہے۔
- ماہواری والی عورت سے مباشرت کی جاسکتی ہے۔
- بحالت اعتکاف مرد مسجد سے سر باہر نکال کر ماہواری والی عورت سے سر دھلوا سکتا ہے۔
- ماہواری خون اگر کپڑے پر لگ جائے تو اسے کاٹ دینا چاہیے۔
- زمانۂ جاہلیت کے زنا سے پیدا ہونے والے بچے کو اپنا بچہ کہا جاسکتا ہے۔
- بچہ میں علامات خواہ کسی کی کیوں نہ ہوں وہ اسی کا بیٹا ہوگا جس کے بستر پر پیدا ہوا ہے۔

- سرورِ کونینؐ ابتدائے اسلام میں جاہلیت کے مراسم پر عمل کرتے رہے۔
- صوم وصال رکھنا جائز نہیں۔
- نبیؐ صوم الوصال رکھ سکتا ہے۔
- نبیؐ اُمت جیسا نہیں ہوتا۔
- غیر مسلموں سے ملا ہوا گوشت اللہ کا نام لے کر کھایا جا سکتا ہے۔
- شوہر کی موجودگی میں بیوی غیر محرموں سے تُرش گفتگو کر سکتی ہے۔
- اگر شوہر بیوی کو منع کرے تو بیوی شوہر سے بھی ترش بات کر سکتی ہے۔
- زوجۂ نبیؐ فحش گو اور ترش کلام ہو سکتی ہے۔
- شوہر اپنی بیوی کو فحش گوئی اور ترش کلامی سے روک سکتا ہے۔
- ماہِ رمضان میں طلوعِ صبح کے بعد غسلِ جنابت کر کے روزہ رکھا جا سکتا ہے۔
- بحالت روزہ شوہر کا بیوی کے بوسے لینا سنتِ رسولؐ ہے۔
- اگر شوہر نماز پڑھ رہا ہو اور کبھی طولاً اور عرضاً بیوی شوہر کے سامنے سو جانا بی بی عائشہ کی سنت ہے۔
- اگر بیوی طولاً سو رہی ہو تو سجدہ پر جاتے ہوئے شوہر کا بی بی کی ٹانگ دبا دینا سنتِ رسولؐ ہے۔
- مسندِ رسالتؐ پر بیٹھنے والے کے اہل و عیال کا بوجھ بیت المال کے کندھوں پر ہوگا۔
- اسلامی حکمران کے اہل و عیال اسلامی خزانہ سے تجارت کر سکتے ہیں۔
- عورت، کتا اور گدھا اگر نمازی کے آگے سے گزر جائیں تو نماز باطل ہو جاتی ہے۔
- منافقین کی پردہ پوشی بی بی عائشہ کی سنت ہے۔
- ہر مسلمان ذاتی عناد کی بدولت دوسرے مسلمان سے قطع تعلق پر قسم کھا سکتا ہے۔

بخاری شریف جلد اول سے احادیث

راوی کا نام	حدیث نمبر
عروہ	۴۵۹
"	۲۱۳۸
"	۱۷۶۱
"	۱۹۹۵
"	۲۲۸۵
عبیداللہ ابن عبداللہ	۴۲۰
عروہ	۱۲۳۳
عبدالرحمٰن	۱۵۶۷
قاسم	۱۵۶۸
عمرہ بنت عبدالرحمٰن	۲۴۵۸
عروہ	۲۲۵
ابوبکر بن حفص	۲۲۶
قاسم	۲۵۶
"	۲۵۷
عروہ	۲۵۸
"	۲۶۷
مجاہد	۳۰۳
اسود	۲۹۲
قاسم	۲۹۹
[illegible]	۱۹۱۶
	۲۰۶۶
	۲۲۴۸

راوی کا نام	حدیث نمبر
عروہ	۱۴۹۱
"	۱۷۶۵
"	۱۸۶۷
"	۱۸۶۸
"	۱۸۳۳
علقمہ	۱۸۰۶
عبدالرحمٰن	۲۹۳
عروہ	۱۹۲۰
ابوبکر ابن عبدالرحمٰن	۱۷۹۶
عروہ	۱۷۹۸
"	۱۸۰۰
ابوبکر ابن عبدالرحمٰن	۱۸۰۱
ابوسلمہ	۳۷۲
عروہ	۳۷۳
"	۴۸۵
ابوسلمہ	۴۸۶
"	۱۱۳۰
عروہ	۳۷۴
"	۱۹۳۱
اسود	۴۸۱
مسروق	۴۸۴
مسروق	۴۸۷

"	۲۳۵۴
عمرہ بنت عبدالرحمن	۲۵۱۲

قاسم	۴۹۲

بخاری شریف جلد دوم سے احادیث

راوی کا نام	حدیث نمبر
عروہ	۷۴۳
"	۱۰۸۷
"	۱۲۶۴
"	۱۴۴۵
"	۴۳۷
"	۱۵۶۶
عبیدہ ابن عبداللہ	۱۵۶۷
"	۶۷۱
"	۱۵۶۱

راوی کا نام	حدیث نمبر
مسروق	۱۸۶۶
"	۱۸۶۶
عروہ	۱۸
"	۱۴۳۹
"	۷۶۷
"	۹۲۳
"	۱۰۱۳
یحییٰ	۱۶۲۱
عروہ	۷۱۹

بخاری شریف جلد سوم سے احادیث

راوی کا نام	حدیث نمبر
عروہ	۱۰۸۲
"	۶۱۳
"	۶۳۷
"	۷۵۳
"	۱۰۱۳
"	۳۶۷
"	۳۳۲
"	۳۳۸

راوی کا نام	حدیث نمبر
مسروق	۲۱۶۱
عروہ	۱۶۷۴
"	۱۶۷۰
"	۱۷۲۰
"	۲۰۵۰
"	۱۶۷۵
"	۴۷۰
عروہ	۲۲۵۱

"	۲۰۳۸
قاسم	۲۰۸۱
"	۶۲۶
عبیداللہ ابن عبداللہ	۷۶۱
عروہ	۲۳۷
اسید ابن حضیر	۲۳۸
عمرہ بنت عبدالرحمٰن	۹۰
عروہ	۲۲۱
"	۱۱۷۰
مسروق	۱۰۳۴

"	۹۶۲
"	۹۶۷
"	۱۱۸۶
"	۱۳۱۸
عبداللہ ابن ابی ملیکہ	۱۳۲۴
عروہ	۱۸۱۸
"	۱۰۰۴
ابن بکیر	۱۰۰۵
عوف بن مالک	۱۰۰۹

***

حصہ چہارم

انتساب

میں اس کتاب کو

مفسر قرآن حجۃ الاسلام

علامہ حسین بخش جاڑا مرحوم

حجۃ الاسلام علامہ کاظم حسین اثیر جاڑوی شہید

کوثر رضا جاڑا شہید

عمار کاظم جاڑا شہید

سے منسوب کرتا ہوں

پیش لفظ

آج آپ نظامِ مصطفیٰؐ بزبانِ زوجہ سید الانبیاء کا حصہ دوم یعنی جلد سوم و چہارم پڑھ رہے ہیں۔ آپ کو اس کتاب کا انتظار تھا۔ کتاب تو آپ کے ہاتھوں تک پہنچ گئی ہے لیکن آپ اس کتاب کے مصنف اور محققِ وقت کو کبھی نہ دیکھ سکیں گے۔ جن کی شب و روز کی محنت نے نظامِ مصطفیٰؐ لکھ کر بہت سی باتوں سے پردہ اٹھایا اور شیعیت پر ایک عظیم احسان کیا۔

حجۃ الاسلام استاد العلماء علامہ کاظم حسین اثیر جاڑوی جنہیں اپنے جواں سال بیٹے کوثر رضا کے ساتھ ۲۸ مارچ ۹۲ء بمطابق ۲۳ رمضان المبارک کو شہید کر دیا گیا اور اس حادثہ سے بچ جانے والے آپ کے ایک اور معصوم فرزند عمار کاظم بھی اپنے باپ اور بھائی کی مظلومانہ شہادت کو اپنی آنکھوں کے سامنے دیکھنے کے تین ماہ بعد ۱۶ جولائی ۹۲ء کو اپنی جان خالقِ حقیقی کے سپرد کر کے اپنے باپ اور بھائی سے جا ملے اور شہادت کا رتبہ پایا۔ علامہ اثیر جاڑوی شہید اپنی وصیت جو انہوں نے ۱۹۹۰ء میں لکھی تھی، لکھتے ہیں:

> ''جب سے میں نے نظامِ مصطفیٰؐ لکھی ہے کیونکہ اس کتاب کا تحریری جواب تو ان لوگوں کے پاس نہیں ہے اور نہ ہی قیامت تک وہ اس کا جواب دے سکتے ہیں، لیکن وہ لوگ مجھے قتل کرنے کے منصوبے بنا رہے ہیں اور ہوسکتا ہے کہ میں اُن کے ہاتھوں کسی موڑ پر قتل ہو جاؤں''۔

اور دو سال پہلے لکھی ہوئی وصیت کے یہ الفاظ ۹۲ء میں حقیقت بن گئے۔ جب

وہ ۲۳ رمضان المبارک کو لاہور سے دریا خاں جا رہے تھے۔ اُن کے ساتھ ان کے دو فرزند کوثر رضا اور عمار کاظم تھے۔ جوہر آباد کے قریب شام ۷:۳۰ بجے اُن ظالموں سے نہ بچ سکے۔

یہ ایک عالمی حقیقت ہے کہ اگر کسی بات کا جواب آپ کے پاس نہ ہو تو پھر بات لڑائی تک پہنچتی ہے، تشدد ہوتا ہے۔ ہاں! انھوں نے اس ذہن کو تو سلا دیا جس نے بخاری شریف سے احادیث چن کر عام لوگوں تک پہنچائیں اور بتایا کہ وہ اُمہات المومنین جن کے بارے میں ہمارے بھائی ہمیں کافر کہتے ہیں وہ نبیوں کے سلطان کو کیا سمجھتی تھیں اور اُن کا رسالت کے بارے میں نظریہ کیا تھا؟

لیکن انھیں معلوم ہونا چاہیے کہ علامہ شہید کی یہ تحقیق قیامت تک رہے گی اور جھوٹوں کے لیے اعلانِ حق ہوتا رہے گا۔

نظامِ مصطفیٰؐ کے اس حصے کی اشاعت آپ کی ایک دیرینہ آواز تھی۔ لیکن مالی کمزوریوں کی وجہ سے آپ اسے شائع نہ کرا سکے کیونکہ ایک کتاب کو چھپوانا بہت بڑا کام ہوتا ہے جس کے لیے ایک معقول سرمائے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس کتاب کے علاوہ بھی آپ نے کچھ کتابیں لکھیں، لیکن وہ بھی طبع ہونے سے رہ گئیں۔

اب آپ کے سامنے آپ کی ایک عظیم تصنیف ہے۔ اسے پڑھیں اور علامہ شہید کے لیے ہدیہ کریں تا کہ خداوند قدوس آپ کے درجات بلند فرمائے۔

یونس رضا جاڑا

ابن شہید علامہ اثیر جاڑوی

بیاد

علامہ کاظم حسین اثیر جاڑوی شہید

چراغ علم و عمل اے شعاع فکر و نظر!
تجھے اجل کی ہوا نے بجھا دیا کیسے؟
ابھی زمیں کو ضرورت تھی روشنی تیری
قضا نے تجھ کو لحد میں چھپا دیا کیسے؟
تو اپنی ذات میں اِک کارواں تھا سب کے لیے
کسے بتائیں کہ اب کارواں اُجڑ بھی گیا!
کسے کہیں تیری فرقت کی داستاں کہ ابھی
یقین ہی نہیں آتا کہ تو بچھڑ بھی گیا!
کسے خبر کہ تیرے بعد اب رُکے گا کہاں؟
وہ سیل درد کہ دل کی تہوں سے پھوٹ پڑا
ترے فراق میں یوں سوگوار بیٹھے ہیں
کہ جیسے ہم پہ کوئی آسمان ٹوٹ پڑا!!
تری زباں پہ رہی مدح آل پیغمبرؐ
ترا قلم ترے سچ کی دلیل بن کے رہا!

نہ پوچھ مرتبہ اپنا کہ تو زمانے میں
علیؑ ولی کا حقیقی وکیل بن کے رہا
تجھے تو خیر شہادت کا روپ راس آیا
وقار دیں پہ نچھاور کیا لہو تُو نے
تو وہ خطیب کہ جس نے ہر ایک محفل میں
درِ مودت آلِ رسولؐ باز کیا!
بلند کر کے قلم کا علم لبفیض جنوں
حسینیتؑ کو زمانے میں سرفراز کیا!
بھرے جہاں میں ابوذر مزاج تیرا خمیرا
کہ بابِ زر پہ جھکائی نہ تو نے اپنی جبیں
ترے لہو کی بکھرتی ہوئی شعاعوں سے
دمک رہی ہے تری قتل گاہ کی سرخ زمیں
"اثیرؔ" تیرے نقوش قدم کے ذرّوں سے
سراغ منزلِ صد انقلاب ہم لیں گے
ہمیں قسم ہے ترے منصب شہادت کی
ترے لہو کا جہاں سے حساب ہم لیں گے

حمادِ اہلِ بیت
سید محسن نقوی شہید

عرضِ ناشر

قارئین محترم!

جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت آپ کے ہاتھ میں نظامِ مصطفیؐ بزبان زوجہ باصفا کی جلد چہارم ہے۔ قبل ازیں آپ اس کتاب کی تین جلدیں ملاحظہ فرما چکے ہیں جن میں آپ کی فکر سلیم نے یہ فیصلہ دیا ہوگا کہ عمدۃ المحققین حضرت علامہ اثیر جاڑوی نے اپنی شب و روز کی محنت شاقہ دن رات کی عرق ریزی سے ہمیں صرف صحیح بخاری شریف سے حضرت عائشہ کے ان تصورات سے متعارف کرایا جو انھوں نے رسولؐ اور رسالت کے سلسلہ میں پیش کیے ہیں۔

ہم مصنف علامہ کے مشکور ہیں کہ انھوں نے نظامِ مصطفیؐ بزبانِ زوجہ باصفا کی جلد چہارم کی اشاعت کا ہمیں شرف بخشا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ نظامِ مصطفیؐ کی پہلی تین جلدوں میں مصنف علامہ نے جن نئے گوشوں سے نقاب کشائی کی ہے وہ ان کا مخصوص اور منفرد حصہ ہے۔ ہمیں یہ اعتراف کرتے ہوئے فخر محسوس ہو رہا ہے کہ مصنف موصوف نے زیرنظر جلد میں ذرا وسعت نظر پیدا کر کے حضرت عائشہ کے ساتھ ساتھ خلفائے ثلاثہ، دیگر ازواج اور ابنائے خلفائے ثلاثہ سے منقول احادیث سے بھی متعارف کرانے کے علاوہ ان احادیث پر نئے انداز میں تبصرہ فرمایا ہے اور حضرت عائشہ اور دیگر نام بردہ محترم احادیث کو اسلام اور قرآن کی کسوٹی پر پرکھا ہے۔

امید ہے قارئین محترم ہمیں دعائے خیر سے یاد فرمائیں گے۔

صرف ایک نظر

میرے دوستو! اپنے مخلص قارئین کی نسبت مجھے ان افراد کا شکریہ ادا کرنا چاہیے جن افراد نے ''نظامِ مصطفیٰ'' کی پہلی تین جلدوں کو تعصب اور فرقہ واریت سے بالا ہو کر دیکھا ہے، پڑھا ہے، اطمینانِ قلب کے لیے بخاری شریف سے احادیث کو منطبق کیا ہے اور پھر انہیں صراطِ مستقیم بھی نظر آ گئی۔

اس وقت پہلی تین جلدوں کا پہلا ایڈیشن بالکل ختم ہو چکا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ میرے قارئین جلد چہارم کا شدت سے انتظار کر رہے ہیں کیونکہ جو خطوط مجھے اپنے شریف قارئین سے موصول ہوتے ہیں ان میں ہی پوچھا جاتا ہے کہ چوتھی جلد کب آ رہی ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ میرے قارئین کی دعاؤں نے مجھے کافی حوصلہ اور ہمت عطا کی ہے جس کی وجہ سے تبلیغ اور تدریس کی بہت زیادہ مصروفیات کے باوجود میں اس قابل ہوا کہ ''نظامِ مصطفیٰ'' کی جلد چہارم ان کی نذر کر سکوں۔

میں اپنے اُن علمائے اُمت کا شکریہ ادا کیے بغیر نہیں رہ سکتا جنھوں نے میری اس مخلصانہ، سنجیدہ اور بے ضرر پیش کش کو مخالفت برائے مخالفت کے رنگ میں پیش کرنے کی کوشش فرمائی۔

امید ہے ایسے اذہان اب یہ حقیقت سمجھ گئے ہوں گے کہ نہ تو بخاری شریف کی صحت پر زبان طعن دراز کی جا سکتی ہے، نہ حضرت عائشہ کے بیانات بخاری شریف سے حذف کیے جا سکتے ہیں اور نہ اثیر جاڑوی کے خلاف کچھ کہا جا سکتا ہے۔

میں اپنے ان نادان دوستوں کی خدمت میں عرض کروں گا کہ کسی کو کافر کہہ دینے

سے نہ اسلام کی خدمت ہوتی ہے اور نہ ملک کو فائدہ ہوسکتا ہے۔ منبروں پر مجمع بازی کر کے امن عامہ کو نقصان پہنچانے سے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ میں جھنگ میں کم وبیش بارہ برس موجود رہا۔

اگر ہمارے خلاف کوئی شکوہ ہو تو براہِ راست ہم سے شکوک وشبہات رفع کیے جاسکتے ہیں۔

تشدد اور جارحیت شکست خوردہ ذہنیت کی مذبوحی حرکات کہلاتی ہیں جو اہلِ علم کو ہرگز زیبا نہیں۔ امید ہے سوادِ اعظم کا معتدل طبقہ ایسے افراد کو کچھ سمجھانے کی کوشش کرے گا۔

وما علینا الا البلاغ

کتاب الوحی

کُل احادیث چھے ہیں۔ راویوں کے مطابق تفصیل:

① حضرت عمر، حدیث نمبر ا

② ابوسفیان، حدیث نمبر ٦

③ حضرت عائشہ، حدیث نمبر ۲ و ۳

④ عبداللہ ابن عباس، حدیث ۴ و ۵

حضرت عمر اور آغازِ وحی

بخاری شریف کا حرف اول حضرت عمر کی خدیث ہے۔ اس حدیث کا تعلق کتاب الوحی سے نہیں ہے بلکہ اس میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ: الاعمال بالنیات۔

کتاب الوحی سے بالکل غیر متعلق حدیث سے آغاز کا مطلب صرف ایک ہی ہوسکتا ہے اور وہ یہ کہ امام بخاری تبرکاً اپنی کتاب کا آغاز حضرت عمر کے نام سے کرنا چاہتے تھے۔

امام بخاری یہ حدیث نقل کر کے حضرت عمر کے فضائل میں اضافہ کرنا چاہتے تھے کہ حضرت عمر ایسی فضیلت کے حامل ہیں کہ امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری کا آغاز حضرت عمر کی حدیث سے کیا ہے۔ حالانکہ اگر حقیقت پسندی سے دیکھا جائے تو امام بخاری نے حضرت عمر کے فضائل میں اضافہ نہیں فرمایا بلکہ حضرت ابوبکر کی توہین کی ہے کیونکہ بخاری شریف کے مطابق حضرت ابوبکر کے اتنے احسانات تھے جن کا اعتراف

آنحضورؐ نے کئی بار کیا جبکہ حضرت عمر کے ایک احسان کا ذکر بھی نبی کریمؐ نے کبھی نہیں کیا۔

علاوہ ازیں خود حضرت عمر نے بوجوہ ستار خلافت حضرت ابوبکر کے سر پر سجائی تھی۔ حق تو یہ تھا کہ امام بخاری تبرکاً اپنے خلیفۂ اول کے نام سے شروع کرتے۔

اگر امام بخاری نے ایسا نہیں کیا تھا تو کم از کم ہمارے برادران سوادِ اعظم امام بخاری کے اس توہین آمیز رویہ کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے۔ لیکن خدا معلوم کیا وجہ ہوئی کہ نہ تو امام بخاری نے خلیفۂ اول کو اپنی کتاب میں مناسب مقام دیا اور نہ ہی ہمارے بھائیوں نے اس کے خلاف کوئی احتجاج کیا۔

ویسے آغازِ کتاب حضرت عمر کے نام سے ہو یا کسی اور نام سے یہ کوئی فضیلت کا پیمانہ بھی نہیں۔ اگر اسے فضیلت کا پیمانہ سمجھ لیا جائے تو دوسرے صحاح کے مؤلفین کا معاملہ بگڑ جائے گا۔ اسے امام بخاری کی حضرت عمر سے عقیدت تو کہا جاسکتا ہے حضرت عمر کی فضیلت نہیں کیونکہ کتاب کی ابتداء ہر مصنف کی اپنی صوابدید پر ہوتی ہے۔ جس لفظ سے اور جس نام سے چاہے کرسکتا ہے نہ اسے کوئی روکنے والا ہوتا ہے اور نہ کوئی مؤلف یا مصنف کسی کے روکے رُکتا ہے۔

ابوسفیان اور آغاز وحی

جہاں تک ابوسفیان کے کلام کو حدیث بنا دینے کا تعلق ہے یہ بھی امام بخاری کے کمالات میں سے ایک کمال ہے ورنہ آپ حدیث ۶ کے عنوان سے ابوسفیان کا کلام دیکھیں۔ نہ تو اس میں قولِ رسولؐ ہے نہ عملِ رسولؐ ہے اور نہ کیفیت وحی سے تعلق ہے۔

ویسے آغازِ اسلام سے فتح مکہ تک ابوسفیان کا جو کردار رہا ہے وہ اظہر من الشمس ہے اور اسلامی جمعیت و غیرت کے تقاضا کے مطابق صحیح بخاری میں ابوسفیان کا نام تک نہیں آنا چاہیے تھا چہ جائیکہ ابوسفیان کو محدثین کی پاکیزہ فہرست میں شمار کر دیا گیا۔

* کہیں امام بخاری یہ تاثر تو نہیں دینا چاہتے ہیں کہ میری صحیح میں معدودے چند محدثین کے سوا باقی تمام ابوسفیان مزاج تھے؟
* اگر امام بخاری واقعاً یہی تاثر دینا چاہتے ہیں تو یقیناً ناقابلِ عفو توہینِ صحابہ ہوگی۔
* یہ بھی ممکن ہے کہ بعض اموی حضرات کی رضاجوئی کے لیے امام بخاری نے ابوسفیان کو نانائے اُمت سمجھ کر ان کے بیان کو حدیث کا رنگ دے کر تبرکاً اپنی صحیح میں درج کردیا ہو۔

بہرصورت وجہ خواہ کوئی بھی ہو، بخاری کی حدیث ۶ نہ حدیث ہے اور نہ ہی کتاب الوحی سے متعلق کوئی بات۔ اگر اس میں کوئی فضیلت ہے تو وہ صرف اور صرف اس بات میں ہے کہ امیر معاویہ کے باپ یزید کے دادا اور سید الشہداء امیر حمزہ کا جگر چبانے والی اُم معاویہ کی ماں، یزید کی دادی اور ابوسفیان کی زوجہ ہند کے شوہر کا بیان ہے۔

اگر اُم المومنین حضرت اُم حبیبہ کے ناطے سے اسے اپنی صحیح میں درج کیا گیا ہوتا تو دیگر اُمہات المومنین کے آباء کے بیانات بھی ضرور درج صحیح کیے ہوتے۔

عبداللہ ابن عباس اور آغازِ وحی

اب انہیں جناب عبداللہ ابن عباس کی حدیث نمبر ۴ و ۵ تو وہ بھی اس قابل نہیں کہ انھیں درخورِ اعتنا سمجھا جائے۔

اولاً ــــــ عبداللہ ابن عباس کی احادیث کا تعلق بدء الوحی (آغازِ وحی) سے نہیں بلکہ علی الاطلاق وحی سے ہے جبکہ صحیح بخاری کا عنوان ــــــ بدء الوحی (آغازِ وحی) سے ہے۔ ابن عباس نے صرف اتنا بتایا ہے کہ ــــــ وقت وحی آپؐ کے لیے نہایت سنگین ہوتا تھا۔ بوقتِ وحی آپؐ صرف زبان ہلایا کرتے تھے اور جبریل ماہِ رمضان میں ہر شب آپؐ کے پاس آتا تھا ــــــ آپ احادیث دیکھ کر ہماری بات کی تصدیق فرما سکتے ہیں۔

ثانیاً ــــــ تذکرۃ الحفاظ علامہ ذہبی مترجم حافظ محمد اسحاق مطبوعہ اسلامک پبلشنگ

ہاؤس، لاہور جلد اول، ص ۵۳ کے مطابق آنحضرتؐ کی وفات کے وقت ان کی عمر تیرہ سال تھی۔

علامہ ذہبی کی اس وضاحت کے بموجب ابن عباس کی ولادت نبوت کے دسویں برس بنتی ہے یعنی کفیل رسول اور محسن اُمت حضرت ابوطالبؑ کے سالِ وفات ابن عباس کی ولادت ہوئی۔

گویا جب وحی کا آغاز ہوا اس وقت ابن عباس اس دنیا میں موجود ہی نہ تھے۔ جب ایک شخص بوقتِ آغاز وحی کی کیفیت اور اس سے متعلق دیگر حالات کیا بتا سکتا ہے اور اگر وہ بتائے تو وہ قابلِ اعتماد کس طرح ہو سکتے ہیں۔

جب آج کسی تیرہ سالہ بچے کی بات کو بالخصوص دین کے معاملہ میں قابلِ اعتنا نہیں سمجھا جاتا تو آج سے چودہ صدیاں قبل کیسے قابل اعتماد ہو سکتا ہے۔ البتہ ایک بات ہے اور وہ یہ ہے کہ غالباً امام بخاری کو بنی عباس کے آغازِ حکومت میں وقت ملا ہے اس لیے بنی عباس کی خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر ان کی ہر بات کو حدیث کا درجہ دے کر صحیح میں شامل کرتے چلے گئے تاکہ حکومت وقت کی نظر میں پذیرائی رہے۔

حضرت عائشہ اور آغازِ وحی

حضرت عائشہ کی دو احادیث ۲و۳ یقیناً مفصل ہیں۔ ان میں بی بی نے آغازِ وحی کے متعلق بہت کچھ بتایا ہے۔ ہم نظامِ مصطفیٰ جلد اول میں دونوں احادیث پیش کر چکے ہیں اور ان پر مناسب ترجمہ بھی کر چکے ہیں۔ یہاں دہرانا بیکار ہے، شائقین وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

یہاں صرف ایک بات عرض کریں گے اور وہ یہ ہے کہ صحیح بخاری میں بی بی کے اپنے بقول جب بی بی کی شادی ہوئی اس وقت بی بی کی عمر نو برس تھی اور ہجرت کے پہلے سال بی بی کی شادی ہوئی۔ نبوت کے تیرہ برس مکہ میں گزر چکے تھے۔

گویا بی بی کی ولادت سے چار سال قبل وحی کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ ایسی صورت میں بی بی کا آغازِ وحی کے متعلق کیسے کچھ بتا سکتی ہیں؟

حقیقت امر یہ ہے کہ آغازِ وحی کے متعلق اگر کچھ بتا سکتے تھے تو وہ صرف چار افراد تھے جنہوں نے آغازِ وحی کے وقت نہ صرف آپؐ کی کیفیت آپؐ کی زبان سے سنی تھی بلکہ اپنی آنکھوں سے دیکھی بھی تھی اور بقول حضرت عائشہ کسی حد تک آپؐ کو سنبھالا بھی تھا۔

یہ چار افراد ہیں: حضرت ابوطالبؑ حضرت خدیجۃؑ الکبریٰ بقول سوادِ اعظم مسلم اول حضرت ابوبکر اور مسلمِ اول حضرت علیؑ۔ ان چار میں سے جس سے بھی پوچھا جاتا اور آغازِ وحی اور کیفیت وحی بتا سکتے تھے لیکن

* بدقسمتی سے بعض سیاسی مصالح کی بنا پر حضرت ابوطالب جو صحابی اول بھی تھے کفیلِ سرورِ انبیاء بھی تھے اور مومن اول بھی تھے، کو بعض سیاسی مصالح کی بنا پر سوادِ اعظم کے اربابِ اقتدار دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔
* اُم المومنین حضرت خدیجہ جو بلا اختلاف اسلام کی پہلی خاتون ہیں، محسنہ اسلام بھی ہیں اور امینۂ نسلِ رسول بھی ہیں کو صرف اس جرم کی وجہ سے اچھا نہیں سمجھا جاتا کہ وہ دخترِ رسولؐ کی ماں ہیں۔ بخاری شریف میں حضرت عائشہ نے اپنی اس ناپسندیدگی کا کھلا اظہار کیا ہے۔ نظامِ مصطفیٰ جلد اول میں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔
* حضرت علیؑ کی بھی کچھ یہی کیفیت ہے۔ حضرت علیؑ کا ایک قصور تو یہ ہے کہ آپ حضرت ابوطالبؑ کے بیٹے تھے۔ دوسرا قصور یہ ہے کہ آپؑ دخترِ رسولؐ کے شوہر تھے۔ تیسرا قصور یہ ہے کہ آپؑ صحابی اول تھے۔ چوتھا قصور یہ ہے کہ آپؑ مومن اول تھے اور سب سے بڑا قصور یہ ہے کہ بنی اُمیہ کے بڑے بڑے چوہدری جنگِ بدر میں حضرت علیؑ کے ہاتھوں واصلِ جہنم ہوئے اس لیے حضرت عائشہ اور دیگر

ارباب اقتدار کی نظر میں حضرت علیؑ اس قابل نہ تھے کہ ان سے آغازِ وحی کے متعلق کچھ پوچھا تھا۔ حضرت علیؑ سے حضرت عائشہ کی نفرت نظامِ مصطفیٰؐ جلد اول میں بخاری شریف میں ''حضرت علیؑ اور ام المومنین عائشہ'' کے زیرعنوان ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔

حضرت ابوبکر اور آغازِ وحی

چوتھی ہستی جس سے آغازِ وحی کے متعلق کچھ معلوم ہوسکتا تھا وہ ہیں سوادِاعظم کے خلیفۂ اول حضرت ابوبکر۔ لیکن خدا معلوم انہوں نے کس بناء پر نہ تو صحبت نبویؐ میں اور نہ اپنے دورِاقتدار میں اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش فرمائی بلکہ انہوں نے آغازِ وحی کے سلسلہ میں تو کیا کسی بھی اسلامی حکم کے سلسلہ میں آنحضورؐ سے سنی گئی باتوں میں سے ایک بات تک گوارا نہ کیا۔

البتہ اس سلسلہ میں علامہ ذہبی کا بیان ممکن ہے۔ کسی تاریک ذہن میں کوئی چمک پیدا کردے۔ ہم من وعن پیش کیے دیتے ہیں۔ زیادہ تبصرہ تو ہم نہ کرسکیں گے۔ ممکنہ حد تک ہم صرف آپ کی توجہ مبذول کرائیں گے۔

تذکرہ الحفاظ، ج ا، مترجم شیخ الحدیث حافظ محمد اسحاق، ص ۲۷...... آنحضرتؐ کی وفات کے بعد صدیق اکبر نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: تم رسولؐ اللہ کی احادیث بیان کرتے ہو تو اس میں اختلاف کرتے ہو۔ تمہارا یہ حال ہے تو تمہارے بعد آنے والے لوگ تو اس سے بھی زیادہ اختلاف کریں۔ اس سے بہتر ہے کہ تم آنحضرتؐ کی احادیث بیان نہ کرو۔ اگر کوئی مسئلہ پوچھے تو کہ ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب موجود ہے۔ اس کی حلال کی ہوئی چیز کو حلال جانو اور حرام کی ہوئی چیز کو حرام سمجھو۔

ص ۲۹...... اُم المومنین عائشہ کا بیان ہے کہ میرے والد حضرت صدیق اکبر کے پاس آنحضرتؐ کی پانچ سو احادیث کتابی صورت میں جمع تھیں۔ ایک رات وہ بستر پر

ارباب اقتدار کی نظر میں حضرت علیؑ اس قابل نہ تھے کہ ان سے آغازِ وحی کے متعلق کچھ پوچھا تھا۔ حضرت علیؑ سے حضرت عائشہ کی نفرت نظامِ مصطفیؐ جلد اول میں بخاری شریف میں "حضرت علیؑ اور ام المومنین عائشہ" کے زیر عنوان ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔

حضرت ابوبکر اور آغازِ وحی

چوتھی ہستی جس سے آغازِ وحی کے متعلق کچھ معلوم ہوسکتا تھا وہ ہیں سوادِ اعظم کے خلیفۂ اول حضرت ابوبکر۔ لیکن خدا معلوم انہوں نے کس بناء پر نہ تو صحبت نبویؐ میں اور نہ اپنے دورِ اقتدار میں اس گتھی کو سلجھانے کی کوشش فرمائی بلکہ انہوں نے آغازِ وحی کے سلسلہ میں تو کیا کسی بھی اسلامی حکم کے سلسلہ میں آنحضورؐ سے سنی گئی باتوں میں سے ایک بات تک گوارا نہ کیا۔

البتہ اس سلسلہ میں علامہ ذہبی کا بیان ممکن ہے۔ کسی تاریک ذہن میں کوئی چمک پیدا کردے۔ ہم من وعن پیش کیے دیتے ہیں۔ زیادہ تبصرہ تو ہم نہ کرسکیں گے۔ ممکنہ حد تک ہم صرف آپ کی توجہ مبذول کرائیں گے۔

تذکرۃ الحفاظ، ج ا، مترجم شیخ الحدیث حافظ محمد اسحاق، ص ۲۷ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد صدیق اکبر نے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا: تم رسولؐ اللہ کی احادیث بیان کرتے ہو تو اس میں اختلاف کرتے ہو۔ تمہارا یہ حال ہے تو تمہارے بعد آنے والے لوگ تو اس سے بھی زیادہ اختلاف کریں۔ اس سے بہتر ہے کہ تم آنحضرتؐ کی احادیث بیان نہ کرو۔ اگر کوئی مسئلہ پوچھے تو کہ ہمارے درمیان اللہ تعالیٰ کی کتاب موجود ہے۔ اس کی حلال کی ہوئی چیز کو حلال جانو اور حرام کی ہوئی چیز کو حرام سمجھو۔

ص ۲۹......اُم المومنین عائشہ کا بیان ہے کہ میرے والد حضرت صدیق اکبر کے پاس آنحضرتؐ کی پانچ سو احادیث کتابی صورت میں جمع تھیں۔ ایک رات وہ بستر پر

پریشانی کے ساتھ کروٹیں بدلنے لگے۔ میں نے گھبرا کر پوچھا: ابا جان! آپ بیماری کی وجہ سے کروٹیں بدل رہے ہیں یا کسی خوش گوار خبر نے پریشان کردیا ہے؟ اس وقت تو خاموش رہے۔ صبح ہوتے ہی مجھ سے کہنے لگے: بیٹی! احادیث کا جو مجموعہ تمہارے سپرد کیا تھا وہ لے آؤ۔ چنانچہ میں نے وہ حاضر کردیا۔ آپؓ نے آگ منگوائی اور مجموعہ کو جلا کر راکھ کردیا۔ میں نے پوچھا: ابا جان! آپ نے اس کو کیوں جلایا ہے؟

فرمایا: مجھے خطرہ پیدا ہوگیا تھا کہ کہیں میں مرجاؤں اور یہ میرے گھر میں پڑی رہیں۔ ممکن ہے ان میں ایسی احادیث ہوں جو میں نے کسی آدمی سے اسے ثقہ اور قابلِ اعتماد جان کر لی ہوں اور اس نے صحیح بیان نہ کی ہوں اس طرح ان کے نقل کرنے کی ذمہ داری مجھ پر آپڑے۔

یہ ہے حضرت ابوبکر کا بیان ـــ ایک بیان میں انہوں نے صحابہ کو جمع کرکے فرمایا کہ احادیث پیغمبر چھوڑ دو کیونکہ تم اختلاف کرتے ہو۔

سوال یہ ہے کہ:

* حضرت ابوبکر نے صحابہ کو جمع کر کے یہ کیوں نہ فرمایا کہ تم سب بعد میں مسلمان ہوئے ہو، میں مسلم اول ہوں۔ آنحضرتؐ کے ساتھ مکہ میں رہا۔ ہجرت کے دوران رہا اور ہجرت کے بعد مدینہ میں رہا۔ لہٰذا جب کبھی اختلاف ہوجائے تو مجھ سے پوچھ لیا کرو۔
- میں نے آنحضرتؐ کو اعمال کرتے دیکھا بھی ہے اور سنا بھی ہے؟

دوسرے بیان میں حضرت ابوبکر نے مجموعہ احادیث کو اس لیے جلادیا کہ ممکن ہے میں نے کسی کو قابلِ اعتماد سمجھ کر حدیث لکھی ہو اور وہ قابلِ اعتماد نہ ہو۔

مقامِ فکر یہ ہے کہ پانچ سو احادیث میں سے:

* کیا کوئی ایک حدیث بھی ایسی نہ تھی جو حضرت ابوبکر نے خود سنی ہو۔

* جب آپ نے سنی ہوئی احادیث ہی جمع کی تھیں تو کیا حضرت ابوبکر آنحضرتؐ سے ان احادیث کی تصدیق نہیں کر سکتے تھے؟
* اگر ۲۳ برس میں پانچ سو احادیث سنی اور وہ بھی دوسرے افراد سے پھر ان کی صحت یا درستی کی تصدیق کرانا بھی مناسب نہ سمجھا۔ آنحضرتؐ کی زندگی تک انہیں رکھے رہے اور آپؐ کے بعد انھیں نذرِ آتش کر دیا تو عام آدمی اس سے کیا سمجھیں گے؟
* ہماری طرح یہ تو حضرت ابوبکر کو بھی معلوم ہوگا قرآن میں ہر مسئلے کا حل موجود نہیں مثلاً قرآن میں کہیں لکھا ہوا نہیں کہ کتا کھانا حرام نہیں لیکن کوئی مسلمان بھی کتے کو حلال نہیں سمجھتا۔ آخر حدیث ہی سے کتے کی حُرمت معلوم ہوگی۔
* حضرت ابوبکر نے اپنے جمع کردہ سرمایہ احادیث کو نذرِ آتش کر دیا اور دوسروں کو نقلِ حدیث سے منع کر دیا۔ اس کے مضرات کیا ہو سکتے ہیں؟ ہم اس سے زیادہ کچھ بھی عرض نہیں کر سکتے۔
* علامہ ذہبی نے حضرت عائشہ کا مجموعہ احادیث جلانے والا واقعہ لکھ کر آخر میں لکھتے ہیں مگر یہ غلط ہے۔
* علامہ ذہبی کے کسی بات کو غلط کہہ دینے سے تو کوئی بات غلط نہیں ہو جاتی جب تک اس کی دلیل نہ ہو۔ حضرت عائشہ کے واقعہ کی تصدیق تو صحاح ستہ بالعموم اور صحیح بخاری سے بالخصوص ہو جاتی ہے کہ حضرت ابوبکر سے نہ ہونے کے برابر احادیث منقول ہیں لیکن علامہ ذہبی کے دعوٰی کی تصدیق کہیں سے بھی نہیں ہو سکتی۔ احادیث جلانے کا واقعہ صحیح تاریخ ہے۔ علامہ ذہبی کا غلط کہنا علامہ ذہبی کا ذاتی نظریہ ہے۔ ہم ان کی تاریخی روایت کو صحیح سمجھتے ہیں۔
* حضرت ابوبکر کی احادیث میں اختلاف پر تشویش، نقل احادیث پر پابندی اور اپنے مجموعہ احادیث کو جلانے سے ایک چیز جو واضح ہو جاتی ہے وہ یہ ہے کہ:

زمانۂ رسالت ہی میں کچھ ایسے راوی پیدا ہوگئے تھے جو جھوٹے تھے اور انھوں نے جھوٹ موٹ نقل کرنا شروع کردیا تھا۔ اس حقیقت کے پیشِ نظر ابوبکر کا مملکت اسلامیہ کے سربراہ ہونے کی حیثیت سے پہلا فرض یہ بنتا تھا کہ وہ سچے اور جھوٹے راویوں کی فہرست مرتب کر کے اُمت میں تقسیم کرادیتے یا کم از کم قرآن کریم کی طرح ایک مجموعۂ احادیث صحیحہ ہی جمع کرا کے جہاں جہاں قرآن کریم کا ایک ایک نسخہ بھی بھجوایا تھا وہاں وہاں احادیث کا ایک ایک نسخہ بھی پہنچا دیتے تا کہ لوگ غلط راویوں اور غلط روایات سے محفوظ رہ جاتے۔

ہمارے خیال میں اسلامی حدود کے تحفظ، اسلامی مملکت کی وسعت اور اسلامی تبلیغ میں سے ہر ایک کی نسبت سب سے اہم کام قرآن کی طرح مجموعہ احادیث کا تھا۔ لیکن تاریخ اور حالات شاہد ہیں کہ حضرت ابوبکر کے دورِ حکومت کے آغاز سے لے کر حضرت عثمان تک کسی سربراہ مملکت نے اس طرف معمولی سی توجہ بھی نہیں دی۔ بلکہ اس کے خلاف حضرت ابوبکر نے پہلی فرصت میں نقل حدیث پر پابندی عائد کردی۔ اپنے پاس جمع شدہ احادیث کو جلا ڈالا۔ حضرت عمر نے چند صحابہ کو جھوٹی احادیث نقل کرنے پر سزا دی اور نقل حدیث پر پابندی عائد کی۔ لیکن اصلاح کی طرف کوئی مثبت قدم نہیں اٹھایا گیا۔ حالانکہ پابندی عائد کرنا علاج نہیں تھا۔ غلط روایات و احادیث کے مقابلہ میں صحیح احادیث پیش کرنا حقیقی اور سودمند علاج تھا۔

خدا معلوم ایسا عمداً کیا گیا ہے یا قلتِ وقت مانع تھی، جہاں تک قلتِ وقت کا تعلق ہے۔ یہ محض عذر لنگ ہوگا کیونکہ حضرت ابوبکر، حضرت عمر یا حضرت عثمان کو خود تو کچھ بھی نہیں کرنا پڑتا تھا۔ قرآن کمیٹی کی طرح حدیث کمیٹی تشکیل دے کر اس کے ذمہ اس کے یہ کام سپرد کردیا جاتا جو زیادہ سے زیادہ دو تین برس تک مکمل ہوجاتا اور آج اُمت مسلمہ فرقہ واریت کی دلدل میں نہ پھنسی ہوتی۔

جہاں تک ہم سمجھتے ہیں، ایسا عمداً کیا گیا ہے خواہ اس میں سیاسی مصالح تھیں یا کچھ اور؟

حضرت عمر اور آغازِ وحی

حضرت ابوبکر کے بعد حضرت عمر کا حق تھا کہ وہ آغازِ وحی کے سلسلہ میں نقاب کشائی کرتے ہیں لیکن جیسا کہ ــــ کتاب بدء الوحی ــــ کا تمام ترکہ آپ کے سامنے ہے۔ حضرت عمر بھی خاموش ہیں اور اس سلسلہ میں ان سے ایک روایت تک نہیں ملتی۔

آخر کیا وجہ ہے؟

حضرت عثمان اور آغازِ وحی

حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی طرح حضرت عثمان بھی اس سلسلہ میں قطعی خاموش رہے۔

- ہم نے حقیقتِ حال آپ کے سامنے رکھ دی ہے۔

اب یہ سوچنا کہ:

- ایسا کیوں ہوا؟ کیوں کیا گیا؟ اس کا ذمہ دار کون ہے؟
- اس کے مضمرات کیا ہیں؟

اگر دفعہ ۲۹۵ الف کا ڈر نہ ہوتا تو شاید ہم کچھ عرض کر دیتے لیکن اب تعزیرات پاکستان کا تحفظ جو شاید مخصوص مقاصد کے لیے مخصوص افراد کو فراہم کیا گیا ہے اس لیے ہم اتنا ہی عرض کر سکتے تھے جتنا عرض کر دیا۔ مزید سوچنا آپ کا کام ہے ــــ امید ہے نظامِ مصطفیٰ کی پہلی تین جلدوں کی طرح ان حضرات پر سوچنے کے لیے بھی چند ایک ذہن جمع ہو جائیں گے اور انہیں راہِ حق مل جائے گی۔

والسلام علٰی من اتبع الھدیٰ

کتاب الایمان

❊ کُل احادیث: ۵۰ ..... ❊ کُل محدثین: ۱۸

راویوں کی تفصیل بمع حدیث نمبر

❊ حضرت ابوہریرہ، حدیث نمبر: ۸، ۱۳، ۲۵، ۳۲، ۳۴ تا ۳۸، ۴۰، ۴۵، ۴۸

❊ حضرت عبداللہ ابن عمر، حدیث نمبر: ۷، ۹، ۱۱، ۲۳، ۲۴، ۲۷، ۳۳

❊ حضرت انس ابن مالک، حدیث نمبر: ۱۲، ۱۴ تا ۱۶، ۲۰، ۴۲

❊ حضرت ابوسعید خدری، حدیث نمبر: ۱۸، ۲۱، ۲۲

❊ حضرت عبداللہ ابن عباس، حدیث نمبر: ۲۸، ۴۸، ۵۰

❊ حضرت سعد بن ابی وقاص، حدیث نمبر: ۲۶، ۵۳

❊ حضرت عبداللہ ابن مسعود، حدیث نمبر: ۳۱، ۴۶

❊ حضرت عمر، حدیث نمبر: ۴۳، ۵۱

❊ حضرت جریر بن عبداللہ، حدیث نمبر: ۵۴، ۵۵

❊ حضرت براء ابن عازب، حدیث نمبر: ۳۹

❊ حضرت طلحہ ابن عبداللہ، حدیث نمبر: ۴۴

❊ حضرت نعمان ابن بشیر، حدیث نمبر: ۴۹

❊ حضرت ابومسعود، حدیث نمبر: ۵۲

❊ حضرت ابوموسیٰ اشعری، حدیث نمبر: ۱۰

* حضرت عبادہ بن صامت، حدیث نمبر: ۱۷، ۴۷
* حضرت عائشہ، حدیث نمبر: ۱۹، ۴۱
* حضرت ابوبکر، حدیث نمبر: ۲۹
* حضرت ابوذر، حدیث نمبر: ۳۰

حضرت عائشہ اور کتاب الایمان

محدثین اور ان سے منقول احادیث کی تفصیل تو آپ نے دیکھ لی ہے۔ ان اٹھارہ محدثین میں سے سولہ عام صحابی ہیں۔ ایک حضرت عائشہ اُم المومنین ہے اور ایک خلیفۂ دوم حضرت عمر ہیں۔

چونکہ ہمارا موضوع صرف حضرت عائشہ کی احادیث ہیں۔ اس لیے دیگر اصحاب کی احادیث کے متعلق بالعموم یہی عرض کر دینا کافی ہوگا کہ ان احادیث ایمان کسی ایک حدیث میں بھی ـــــ خیرہ وشرہ من اللّٰہ (نیکی و بدی طرفوں اللہ تعالیٰ دے) نہیں ہے۔

حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان نے ایمان کے بارے میں اُمت کو ایک لفظ بھی نہیں دیا، نہ اپنی طرف سے اور نہ آنحضورؐ کی طرف سے۔

* یا تو ان ہر دو حضرات نے آنحضورؐ سے کچھ سنا نہیں اور یا ان سے ایمان کے سلسلہ میں کسی راوی نے کچھ نہیں سنا۔
* لکھا، سوچا اور کہا تو بہت کچھ جا سکتا ہے کہ آخر اُمت کا خلیفۂ اول اسلام میں بقول سوادِ اعظم، مسلم اول اور اتنے عظیم شخص سے ایمان کے سلسلہ میں ایک لفظ بھی منقول نہیں، کیوں؟

لیکن ہم یہ سب کچھ قارئین کی فکر پر چھوڑتے ہیں کیونکہ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

خلیفۂ سوم حضرت عثمان کو بھی آنحضورؐ کے بعد کافی وقت ملا تھا لیکن ایمان کے سلسلہ میں اُمت مسلمہ ان کے بھی کسی بیان سے محروم ہی رہی ہے ــــــ کیوں؟

البتہ تبرکاً حضرت عمر کی کتاب الایمان میں منقول ہر دو احادیث پیش کیے دیتا ہوں۔ آپ پڑھیں اور سوچیں بھی:

① صحیح بخاری، ج ۱، ص ۴۰، حدیث ۴۳، کتاب الایمان۔ باب ایمان کے گھٹنے اور بڑھنے کے بیان میں:

عن عمر ابن الخطاب ان رجلًا من الیهود قال له یا امیرالمومنین آیة فی کتابکم تقرؤنها لو علینا معشر الیهود نزلت لاتخذنا ذٰلك الیوم عیدًا

قال ای آیة؟ قال اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ـ

قال قد عرفنا ذٰلك الیوم والمکان الذی نزلت فیه علی النبی وهو قائم بعرفة یوم جمعة

''حضرت عمر سے ہے، ایک یہودی ان سے کہنے لگا: اے امیرالمومنین تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے جس کو تم پڑھتے رہتے ہو۔ اگر وہ آیت ہم یہودی لوگوں پر اُترتی تو ہم اس دن کو عید کا دن ٹھیرا لیتے۔

حضرت عمر نے کہا: وہ کون سی آیت ہے؟

یہودی نے کہا: یہ آیت ــــــ ''آج میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کیا اور اپنا احسان تم پر تمام کردیا اور اسلام کا دین تمہارے لیے پسند کیا''۔

حضرت عمر نے کہا: ہم اس دن کو جانتے ہیں اور اس جگہ کو بھی جس
میں یہ آیت اُتری تھی۔ جمعہ کے دن آپؐ عرفات میں کھڑے تھے۔

(۲) بخاری، ج ۱، کتاب الایمان، حدیث ۵۱، ص ۴۹۔ باب اس بات کا بیان کہ عمل بغیر نیت اور خلوص کے صحیح نہیں ہوتا:

عن عمر ان رسول اللّٰہ قال الاعمال بالنیته ولکل امرءٍ
ما نوٰی فمن کانت ھجرته الی اللّٰہ ورسوله ومن کانت
ھجرته لدنیا یصیبھا او امرأة یتزوجھا فھجرته الی ما
ھاجر الیھا

"حضرت عمر نے فرمایا: آنحضورؐ نے فرمایا: عمل نیت ہی سے
ہوتے ہیں اور ہر آدمی کو وہی ملے گا جو نیت کرے۔ پھر جو کوئی اپنا
دیس اللہ اور رسولؐ کے لیے چھوڑے گا اس کی ہجرت اللہ اور
رسولؐ کی طرف ہوگی اور جو کوئی دنیا کمانے کے لیے یا کسی عورت
کو بیاہنے کے لیے چھوڑے گا تو اس کی ہجرت انہی کاموں کے
لیے ہوگی۔

دونوں حدیثیں آپ کے سامنے ہیں۔ کسی بھی حدیث میں ایمان کی بات نہیں کی گئی۔ کعب نے حسرت سے اکمال دین کی آیت پڑھی۔ حضرت عمر نے صرف اتنا کہا کہ ہمیں وہ دن اور مقام دونوں معلوم ہیں۔

پھر اس حدیث کو اس باب کے عنوان سے ملاحظہ فرمائیے جس باب میں دی گئی ہے تو اور بھی حیرت ہوتی ہے کہ بخاری اپنے عنوان کو بھی نہ نبھا سکا۔

باب میں ایمان کا گھٹنا بڑھنا ہے اور حدیث میں گھٹنے بڑھنے کا لفظ تک استعمال نہیں۔

حضرت عمر کی دوسری حدیث کا تعلق اعمال سے ہے جبکہ ایمان کا تعلق اصول سے ہے اور اعمال فروع سے متعلق ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس حدیث کا تعلق کتاب الایمان میں ہونے کے باوجود کتاب الایمان سے نہیں۔ پھر بھی اس حدیث میں چند امور توجہ طلب ضرور ہیں:

① یہ حدیث حضرت عمر کے دورِ اقتدار میں منقول ہے۔
② آپ نے دورانِ خطبہ یہ حدیث لوگوں کو سنائی ہے۔
③ حضرت عمر کی اس حدیث سے بہت کچھ گتھیاں سلجھ جاتی ہیں۔
④ بقول حضرت عمر آنحضورؐ نے مہاجرین کو تین اقسام میں بانٹا ہے:
(ا): ایسے مہاجر جن کا نصب العین اللہ اور رسولؐ کی خوشنودی تھی۔
ب: ایسے مہاجرین جن کا مقصد ہجرت کسی مخصوص عورت کا حصول تھا۔
ج: ایسے مہاجرین جو دولت کے لیے ہجرت کر کے آئے تھے۔
⑤ گویا تمام مہاجرین نہ تو اسلام میں مخلص تھے اور نہ ہجرت میں مخلص تھے۔
⑥ حضرت عمر نے اپنے دورِ اقتدار میں برسرِ منبر یہ کہا تو آخر ایسے ہی تو نہ کہا ہوگا۔ ان کی نگاہ میں اس وقت کچھ ایسے افراد ہوں گے جو عورت اور دولت کے لیے مکہ چھوڑ کر آئے ہوں گے اور حضرت عمر انہی کو تنبیہ کرنا چاہتے ہوں گے۔
⑦ یقیناً حضرت عمر کی اس نقل کردہ حدیث سے متعلق تمام افراد مہاجر صحابہ ہوں گے اور آنحضورؐ نے حضرت عمر کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے انہی صحابہ کو مدنظر رکھ کر سنایا ہوگا۔
⑧ یہ بھی ممکن ہے کہ آنحضورؐ نے حضرت عمر کو مہاجر صحابہ سے ہوشیار رہنے کی خاطر متنبہ کیا ہو۔
⑨ کہ ہر مہاجر صحابی پر اعتبار نہ کرنا کیونکہ ان مہاجر صحابہ میں سے معدودے چند مخلص

ہیں۔ کچھ حصولِ زن کی خاطر اسلام لا کر مہاجر بنے ہیں اور کچھ حصولِ زر کے لیے دائرۂ اسلام میں داخل ہو کر ہجرت کر آئے ہیں۔ یہ تو تھی حدیث۔ اسی سلسلہ میں اگر آیاتِ قرآن دیکھتا ہوں تو مطلوب الطالب از ایمان ابوطالب ملاحظہ فرمائیں۔ ایسے افراد کو ذاتِ احدیت نے منافقین سے تعبیر فرمایا ہے۔ گویا تمام مہاجرین مومن نہیں تھے بلکہ مہاجرین میں ایسے بھی موجود تھے جن کے کلمہ پڑھنے کا مقصد زر اور زن تھا۔ کاش حضرت عمران صحابہ میں سے کسی ایک کا نام ہی بتا دیتے۔ تو پھر اس صحابی کے اردگرد کا جائزہ لے کر دیگر پردہ نشینوں کے نام بھی معلوم ہو جاتے۔

حضرت عائشہ اور ایمان

۞ بخاری، ج ۱، ص ۲۳، حدیث ۱۹، کتاب الایمان۔ باب: آنحضورؐ کا فرمانا کہ میں تم سب سے زیادہ اللہ کا جاننے والا ہوں۔

> عن عائشة قالت كان رسول الله اذا امرهم بما يطيقون قالوا انا لسنا كهيئتك يا رسول الله ان الله قد غفرلك ما تقدم من ذنبك وما تأخر فيغضب حتى يعرف الغضب في وجهه ثم يقول وانا اتقاكم واعلمكم بالله۔
>
> ''حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ جب صحابہ کو کوئی حکم دیتے تو انھی کاموں کا حکم دیتے، جن کو وہ کر سکتے۔ وہ عرض کرتے: یارسولؐ اللہ! ہم آپ کی طرح تھوڑے ہیں آپ کے تو اللہ نے اگلے اور پچھلے سب گناہ معاف کر دیے ہیں''۔

یہ سن کر آپ اتنا غصے ہوتے کہ آپ کے چہرے پر غصہ نمودار ہوتا۔ پھر آپ فرماتے تم سب میں زیادہ پرہیزگار اور اللہ کو جاننے والا میں ہوں۔

(۲) بخاری، ج ا، ص ۳۹، حدیث ۴۱، کتاب الایمان

باب: اسلام کی خوبی کا بیان:

عن عائشة ان النبی دخل علیها وعندها امرأة قال من هذه قالت فلانة تذکر من صلاتها ، قال مه علیکم بما تطیقون فواللّٰه لا یمل اللّٰه حتّٰی تملوا وکان احب الدین الیه مادام علیه صاحبه

''حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ ان کے پاس تشریف لائے وہاں ایک عورت تھی۔ آپ نے پوچھا: یہ کون ہے؟ حضرت عائشہ نے کہا: فلانی عورت ہے اور اس کی نماز کا حال بیان کرنے لگیں۔ آپؐ نے فرمایا: چپ رہ! وہ کام کرو جو کر سکتے ہو، کیونکہ قسم خدا کی! اللہ تو تھکے گا نہیں، تم ہی تھک جاؤ گے اور آنحضرتؐ کو وہ عمل بہت پسند تھا جس کا کرنے والا اس کو ہمیشہ کرے''۔

محترم قارئین! ایمان کے سلسلہ میں امام بخاری کو حضرت عائشہ سے منقولہ احادیث صرف یہی دو مل سکی ہیں۔ حدیث ۱۹ میں باب کا عنوان آنحضورؐ کا صحابہ کو اپنی معرفت مقصود ہے۔ مذکورہ حدیث ہم نے نظامِ مصطفیؐ جلد اول میں لکھ دی ہے۔ شائقین حضرات وہاں رجوع کر سکتے ہیں۔

حدیث ۴۱ میں کسی نامعلوم عورت کا تذکرہ ہے۔ بی بی نے چاہا کہ اس نامعلوم عورت کے زہد و تقویٰ کو آنحضورؐ کے سامنے نہایت اچھے انداز میں پیش کرے لیکن آنحضورؐ نے مہ (خاموش رہ) کہہ کر اس کا موقع ہی نہیں دیا۔

❊ اب سوال یہ ہے کہ کتاب الایمان میں بی بی کی ان احادیث سے کیا فائدہ ہوا؟

- ٭ کہیں امام بخاری نے صرف بھرتی کے لیے تو یہ حدیثیں درج نہیں کیں؟
- ٭ آنحضورؐ کے اتقی الناس اور اعرف باللّٰہ ہونے کا ہمارے ایمان سے کیا تعلق ہے؟
- ٭ کسی نامعلوم عورت کے زاہدہ اور پرہیزگار ہونے کا ہمارے ایمان پر کیا اثر پڑتا ہے؟
- ٭ حدیث ۴۱ کا عنوان حدیث یعنی باب سے کیا ربط ہے؟
- ٭ کیا بی بی کو آنحضورؐ سے یہ نہیں پوچھنا چاہیے تھا کہ کون سے عقائد ایمان کو کمزور اور کون سے طاقتور کرتے ہیں؟
- ٭ کیا بی بی کا یہ حق نہیں تھا کہ ہمیں بتاتی کہ میرے بچو! فلاں فلاں عقائد سے پرہیز کرنا ان سے ایمان چوپٹ ہوجاتا ہے اور فلاں فلاں عقائد کو مت چھوڑنا ان سے ایمان پختہ ہوتا ہے؟
- ٭ کیا ایسا تو نہیں کہ جس چیز کی ایمان کے سلسلہ میں ضرورت تھی وہ بی بی نے بیان نہیں کی اور جو بیان کیا ہے وہ کتاب الایمان سے مربوط نہیں؟
- ٭ کہیں ایسا تو نہیں کہ بی بی کی نگاہ میں ایمان کا لفظ ایک ضرورت تھی اور بس؟

کتاب العلم

❊ کُل احادیث: ۸۱...... ❊ کل محدثین: ۳۰

محدثین کی تفصیل مع حدیث نمبر

- ❊ حضرت ابوہریرہ، حدیث نمبر: ۵۶، ۸۵، ۹۸، ۱۱۰، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۱
- ❊ حضرت عبداللہ ابن عمر، حدیث نمبر: ۵۷ تا ۵۹، ۷۲، ۸۲، ۸۳، ۹۵، ۱۱۶، ۱۲۶، ۱۳۳، ۱۳۵، ۱۳۶
- ❊ حضرت انس ابن مالک، حدیث نمبر: ۶۲، ۶۳، ۶۹، ۸۰، ۸۱، ۹۳، ۹۴، ۱۰۸، ۱۳۰، ۱۳۱، ۶۵
- ❊ حضرت عبداللہ ابن عباس، حدیث نمبر: ۶۴، ۷۴ تا ۷۶، ۸۴، ۸۷، ۹۷، ۱۱۴، ۱۱۷، ۱۲۳، ۷۸
- ❊ حضرت عبداللہ ابن مسعود، حدیث نمبر: ۷۰، ۷۳، ۱۲۷
- ❊ حضرت ابوموسیٰ اشعری، حدیث نمبر: ۷۹، ۹۲، ۱۲۵
- ❊ حضرت علیؓ، حدیث نمبر: ۱۰۶، ۱۱۱، ۱۲۹
- ❊ حضرت ابوبکرہ، حدیث نمبر: ۶۷، ۱۰۵
- ❊ حضرت ابوسعید خدری: حدیث نمبر ۱۰۱، ۱۰۲
- ❊ حضرت اُم سلمہ: حدیث ۱۱۵، ۱۳۲
- ❊ حسن بصری: حدیث نمبر ۶۰ ❊ امام مالک: حدیث نمبر ۶۱

* ابوواقد: حدیث نمبر ۶۶ * حضرت محمود ابن ربیع: حدیث نمبر ۷۷
* حضرت اسماء بنت ابوبکر: حدیث ۸۶ * حضرت عقبہ ابن حارث: حدیث ۸۸
* حضرت عمر: حدیث نمبر ۸۹ * حضرت ابومسعود: حدیث نمبر ۹۰
* حضرت زید ابن خالد: حدیث ۹۱ * حضرت عبداللہ ابن دینار حدیث ۹۹
* عبداللہ ابن عمرو ابن عاص: حدیث ۱۰۰ * حضرت ابن ابی ملیکہ: حدیث ۱۰۳
* ابوشریح: حدیث ۱۰۴ * حضرت زبیر: حدیث ۱۰۷
* حضرت سلمہ ابن اکوع: حدیث ۱۰۹ * حضرت ابوفدیک: حدیث ۱۲۰
* حضرت جریر: حدیث ۱۲۲ * حضرت ابی ابن کعب: حدیث ۱۲۴
* حضرت عائشہ: حدیث ۱۲۸ * حضرت مقداد: حدیث ۱۳۴

کتاب العلم کا جائزہ

جن صحابہ سے امام بخاری نے کتاب العلم کی احادیث نقل کی ہیں۔ آپ ان کے اسماء گرامی مع احادیث نمبر ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ان اکیاسی احادیث میں خلفائے ثلاثہ میں سے امام بخاری کو حضرت عمر کی صرف ایک حدیث مل سکی ہے۔

جہاں تک حضرت ابوبکر اور حضرت عثمان کا تعلق ہے تو امام بخاری کو ان ہر دو خلفاء سے علم کے سلسلہ میں ایک لفظ بھی نہیں ملا۔ اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ یہ تو امام بخاری اور ان کے شرکائے مسلک ہی بتا سکتے ہیں کہ ۲۳ سالہ صحبتِ رسالتؐ میں حضرت ابوبکر نے علم کے سلسلہ میں آنحضورؐ سے ایک لفظ تک سنا نہیں یا سنا تو بہت کچھ تھا لیکن اُمت کو اس سے قطعی بے بہرہ رکھا؟

چونکہ کتاب علم میں حضرت عائشہ سے بھی امام بخاری کو ایک حدیث سے زیادہ کچھ نہ مل سکا۔ اس لیے مناسب ہوگا اگر حضرت عائشہ اور حضرت عمر ہر دو کی احادیث کو تبرکاً دیکھ لیں تاکہ تشنگانِ علم کی اگر کلی نہیں تو کچھ پیاس بجھ جائے۔

حضرت عمر اور کتابُ العلم

① بخاری، ج۱، ص۸۷، حدیث۸۹۔ باب علم حاصل کرنے کے لیے باری مقرر کرنا:

عن عمر قال كنت انا وجاء لي من الانصار في بني امية ابن زيد وهي من عوالي المدينة وكنا نتناوب النزول على رسول الله ينزل يومًا وانزل يومًا فاذا انزلته جئته بجز ذلك اليوم من الوحي وغيره واذا انزل فعل مثل ذلك منزل صاحبي الانصاري يوم نوبته فضرب بابي ضربًا شديدًا فقال اثم هو ، ففزعت فخرجت اليه فقال قد حدث امر عظيم فدخلت على حفصة فاذا هي تبكي فقلت اطلقكن رسول الله؟ قالت لا ادري ثم دخلت على النبي فقلت وانا قائم اطلقت نساء ك؟ قال لا فقلت الله ، الله اكبر

حضرت سے منقول ہے انہوں نے کہا: میں اور میرا ایک انصاری پڑوسی دونوں بنی امیہ بن زید کے گاؤں میں جو مدینہ سے پورب کی طرف بلند گاؤں میں سے ہے رہا کرتے تھے اور ہم دونوں باری باری آنحضرتؐ کے پاس اُترا کرتے تھے۔ ایک روز وہ اُترتا اور ایک روز میں اُترتا۔ جس دن میں اُترتا تو اس دن کی ساری خبر وحی وغیرہ جو آپؐ پر اُترتی اس کو بتلا دیتا اور جس دن وہ اُترتا تو وہ بھی ایسا ہی کرتا۔ ایک دن ایسا ہوا کہ میرا ساتھی انصاری اپنی باری کے دن اترا تھا۔ اس نے وہاں سے آ کر میرا دروازہ زور سے کھڑکایا اور کہنے لگا: عمر ہیں؟ میں گھبرا کر باہر نکل

آیا۔ وہ کہنے لگا: آج تو بڑا سانحہ ہوا۔ آنحضرتؐ نے اپنی بیبیوں کو طلاق دے دی۔ یہ سن کر میں اپنی بیٹی حفصہ کے پاس گیا اور وہ رو رہی تھی۔ میں نے کہا کیا آنحضرتؐ نے تم کو طلاق دے دی؟ اس نے کہا: میں نہیں جانتی۔ پھر میں آنحضرتؐ کے پاس حاضر ہوا، میں نے کھڑے ہی کھڑے پہلے عرض کیا: کیا آپؐ نے اپنی بیبیوں کو طلاق دے دی؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں تو میں نے کہا: اللہ اکبر!

یہ تو تھی حدیث اور مولانا وحید الزمان کا ترجمہ۔ حاشیہ میں مولانا وحید الزمان نے حضرت عمر کے پڑوسی کے نام ــــ عتبان ابن مالک ــــ یا ــــ اوس ابن خولی نے لکھا ہے۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ مولانا وحید الزمان نے کچھ تعارف تو کرا دیا ہے۔ اگر حضرت عمر کی طرح مولانا بھی پڑوسی کا نام صیغۂ راز میں رکھتے تو بہت توہمات جنم لے سکتے تھے۔

اب تجزیہ

- حضرت عمر بقول ان کے اپنے مدینہ سے باہر ایک گاؤں میں پہاڑی پر رہتے تھے۔
- حضرت عمر کے ساتھ آپ کا ایک انصاری پڑوسی عتبان ابن مالک یا اوس ابن خولی بھی رہتا تھا۔
- حضرت عمر روزانہ دربارِ رسالت میں تشریف نہیں لاتے تھے بلکہ ایک دن خود آئے اور ایک دن اپنے پڑوسی کو بھیجتے۔ گویا مدنی زندگی کے دس سالہ دورِ رسالت میں حضرت عمر نے صرف پانچ برس صحبتِ نبویہؐ میں گزارے۔
- ایک دن انصاری کی باری تھی کہ مدینہ میں افواہ اُڑ گئی۔ آنحضورؐ نے اپنی بیبیوں کو طلاق دے دی ہے۔

- انصاری نے فوراً جا کر حضرت عمر کو اطلاع دی۔
- حضرت عمر بلاتاخیر سب سے پہلے اپنی بیٹی حفصہ کے پاس آئے۔
- حضرت عمر نے حضرت حفصہ سے پوچھا: کیا تمہیں طلاق ہے؟ حضرت حفصہ نے لاعلمی کا اظہار کیا۔
- حضرت عمر فوراً آنحضورؐ کے پاس آئے اور ان سے پوچھا: آپ نے فرمایا: میں نے طلاق نہیں دی۔ حضرت عمر نے صدائے تکبیر بلند کی۔

فکر و تدبیر

حدیث کے مطابق یہ تو طے ہے کہ مدینہ میں غلط یا صحیح یہ افواہ اُڑ گئی تھی کہ آنحضرتؐ نے اپنی بیبیوں کو طلاق دے دی ہے۔ انصاری نے حضرت عمر کو بلاتحقیق کیے جا کر وہ خبر سانحہ عظیم کے انداز میں پیش کی۔ حضرت عمر فوراً تشریف لائے اور تحقیق کی تو پتہ چلا کہ خبر غلط تھی۔

- گویا حضرت عمر نے مدینہ کی دس سالہ حیاتِ نبی اکرمؐ میں آنحضور کی صحبت میں پانچ برس گزارے۔
- کیا یہ ممکن نہیں کہ حضرت عمر کے انصاری پڑوسی نے جس طرح بلاتحقیق کیے طلاق ازواج کی اطلاع حضرت عمر کو پہنچا دی۔ اسی طرح اور بھی کتنی اطلاعات انصاری نے پہنچائی ہوں گی؟
- حضرت عمر نے صرف اس اطلاع کی تحقیق کیوں کی اور دوسری اطلاعات کو صحیح کیسے سمجھ لیا؟
- حضرت عمر بیرونِ مدینہ کیوں رہتے تھے؟
- کیا مدینہ کی آبادی میں اتنی گنجائش نہ تھی؟
- حضرت عمر نے اپنے انصاری پڑوسی کے نام کو صیغۂ راز میں کیوں رکھا؟

- حضرت عمر کا یہ پڑوسی وفاتِ نبویؐ تک زندہ تھا یا پہلے اللہ کو پیارا ہو گیا تھا؟
- اگر وفاتِ نبی اکرمؐ سے پہلے فوت ہوا تھا تو کسی جنگ میں یا یونہی کسی بیماری سے؟
- اگر زندہ تھا تو اس کا انجام کیا ہوا؟ حزبِ اقتدار سے وابستہ رہا یا حزبِ اختلاف سے؟
- اگر حزبِ اقتدار سے وابستہ رہا تو کسی عہدے پر یا یونہی عوامی حیثیت میں؟
- یہ بنی بن زید والے جن کے ہاں حضرت عمر رہتے تھے کون تھے؟
- یہ لوگ مسلمان تھے یا کافر؟
- اگر کافر تھے تو حضرت عمر کے وہاں رہنے کا کیا جواز ہوگا؟
- اگر مسلمان تھے تو حضرت عمر سے ان کی کیا رشتہ داری تھی یا ویسے اسلامی بھائی چارہ کی بنا پر رہتے تھے؟
- جس دن حضرت عمر کی باری کا دن تھا اس دن حضرت عمر کیا کرتے تھے؟
- اسلام کی تبلیغ کرتے تھے یا دوست واحباب سے ملاقاتیں کرتے تھے یا ریسٹ کرتے تھے یا معاشی امور میں مصروف رہتے تھے؟
- اگر تبلیغ اسلام کرتے تھے تو کتنے کفار کو مسلمان کیا؟
- اگر دوست واحباب سے ملاقات کرتے تھے تو وہ دوست واحباب کون تھے؟
- اگر آرام فرماتے تھے تو اس کا جواز کیا ہے؟
- اگر معاشی امور میں گزارتے تھے تو آپ کا ذریعہ معاش کیا تھا؟
- امام بخاری نے یہ واقعہ کتاب العلم میں کیوں لکھا ہے؟

حضرت عمر نے اپنے ساتھی کی بات پر اعتماد کیوں نہ کیا؟ اور تحقیق حال کے لیے کیوں روانہ ہوئے؟ حالانکہ آپ کا ساتھی بھی آپ کی طرح کا صحابی تھا۔ کیا صحابی کی اطلاع پر شک کرنا جائز ہے؟ جس طرح حضرت عمر نے اپنے ساتھی کی بات پر شک کر

کے تحقیق کی کیا اُمت کو حضرت عمر کی کسی حدیث پر شک کرنے کا اختیار ہے؟ اگر نہیں تو کس بات پر؟

- کیا قبل ازیں بھی حضرت عمر نے اپنی ساتھی کی کسی بات کی تحقیق کی تھی؟
- اگر کی تھی تو وہ کون سی بات تھی؟
- حضرت حفصہ نے بزمِ عزا کیوں سجا رکھی تھی؟
- حضرت حفصہ کس بات پر رو رہی تھی؟ جب حضرت حفصہ کو طلاق یا عدمِ طلاق میں سے کسی بات کا علم نہ تھا تو کس بات کا رونا تھا؟
- حضرت عمر نے اپنے پارہ جگر کو رونے سے منع کیوں نہ کیا؟
- کیا ایسا گریہ اور ایسی عزاداری اسلام میں جائز ہے؟
- اگر جائز ہے تو کس آیت یا حدیث کی رُو سے؟
- حضرت عمر جب آنحضورؐ کے پاس گئے تو اجازت لی تھی؟
- اگر اجازت لی تھی تو حدیث کے کس لفظ میں مذکور ہے؟
- اگر اجازت نہیں لی تھی تو کیا اسلام میں کسی کے گھر بلا اجازت چلے جانا جائز ہے؟
- حضرت عمر نے آنحضورؐ سے کھڑے کھڑے طلاقِ ازواج کا سوال تو کیا ہے لیکن آنحضورؐ کو سلام نہیں کیا، کیا ایسا کرنا جائز ہے؟
- کیا یہ افواہ صرف حضرت حفصہ کی طلاق کی تھی یا تمام ازواج کی؟
- اگر تمام ازواج کی تھی تو دیگر ازواج نے حضرت حفصہ کی طرح بزمِ عزا بنائی تھی؟
- اگر عزاداری کی تھی تو کہاں مذکور ہے؟
- اگر نہیں کی تھی تو کیا انہیں طلاق ملنے کی خوشی تھی؟
- دیگر ازواج کے والدین نے بھی حضرت عمر کی طرح تحقیق کی تھی؟
- اگر کی تھی تو کہاں مذکور ہے؟

- اگر دیگر والدین نے اپنی بیٹیوں کی افواہ طلاق کی تحقیق نہیں کی تو کیا وہ سب بیٹیوں کی طلاق چاہتے تھے؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ آنحضورؐ نے صرف حضرت حفصہ کو اپنے رشتۂ زوجیت سے جدا کیا تھا؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ حضرت حفصہ کے غم میں حضرت عمر کو آنحضورؐ کے گھر میں جانے کی اجازت لینا اور سلام کرنا وغیرہ جیسے احکام اسلام کا خیال نہ رہا؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ آنحضورؐ نے صرف حضرت حفصہ کو طلاق دی اور حضرت عمر نے جب بصیغہ جمع تمام ازواج کا سوال کیا تو آنحضورؐ نے تمام ازواج کی طلاق کی نفی کی اور حضرت حفصہ کی طلاق کی نفی نہ کی ہو؟
- کیا تمام ازواج کی نفی طلاق سے ایک بیوی کی نفی طلاق سمجھی جاسکتی ہے؟
- حدیث کے مطابق حضرت عمر کا جارحانہ انداز میں آنحضورؐ کے پاس بلا اجازت چلے جانا اور بلا سلام جارحانہ انداز میں سوال طلاق آدابِ رسولؐ و رسالت کے منافی تو نہیں؟
- اگر منافی نہیں تو کیسے؟
- اگر منافی ہے تو اس کا جواز کیا ہوگا؟
- ان سوالات کے جوابات اگر مل جائیں تو ہمیں بڑی شدت سے انتظار رہے گا۔

حضرت عائشہ اور کتاب العلم

بخاری، ج۱، ص ۱۰۵، حدیث ۱۲۸، باب: اس شخص کا بیان کہ جس نے بعض جائز چیزوں کو اس طرح سے ترک کر دیا کہ بعض ناسمجھ لوگ اس سے زیادہ سخت باب میں مبتلا ہو جائیں گے۔

- اگر دیگر والدین نے اپنی بیٹیوں کی افواہ طلاق کی تحقیق نہیں کی تو کیا وہ سب بیٹیوں کی طلاق چاہتے تھے؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ آنحضورؐ نے صرف حضرت حفصہ کو اپنے رشتۂ زوجیت سے جدا کیا تھا؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ حضرت حفصہ کے غم میں حضرت عمر کو آنحضورؐ کے گھر میں جانے کی اجازت لینا اور سلام کرنا وغیرہ جیسے احکام اسلام کا خیال نہ رہا؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ آنحضورؐ نے صرف حضرت حفصہ کو طلاق دی اور حضرت عمر نے جب بصیغہ جمع تمام ازواج کا سوال کیا تو آنحضورؐ نے تمام ازواج کی طلاق کی نفی کی اور حضرت حفصہ کی طلاق کی نفی نہ کی ہو؟
- کیا تمام ازواج کی نفی طلاق سے ایک بیوی کی نفی طلاق سمجھی جاسکتی ہے؟
- حدیث کے مطابق حضرت عمر کا جارحانہ انداز میں آنحضورؐ کے پاس بلا اجازت چلے جانا اور بلا سلام جارحانہ انداز میں سوال طلاق آدابِ رسولؐ و رسالت کے منافی تو نہیں؟
- اگر منافی نہیں تو کیسے؟
- اگر منافی ہے تو اس کا جواز کیا ہوگا؟
- ان سوالات کے جوابات اگر مل جائیں تو ہمیں بڑی شدت سے انتظار رہے گا۔

حضرت عائشہ اور کتاب العلم

(۱) بخاری، ج ۱، ص ۱۰۵، حدیث ۱۲۸، باب: اس شخص کا بیان کہ جس نے بعض جائز چیزوں کو اس طرح سے ترک کر دیا کہ بعض ناسمجھ لوگ اس سے زیادہ سخت باب میں مبتلا ہو جائیں گے۔

عن الاسود قال قال لی ابن الزبیر کانت عائشة تسر
الیك کثیرًا فما حدثتك فی الکعبة؟
فقالت قالت لی - قال النبی یاعائشة لولا قومك حدیث
عهدهم ـــ قال ابن الزبیر بکفر نقضت الکعبة
فجعلت لها بابین بابا یدخل الناس وبابا یخرجون ـــ
ففعله ابن الزبیر ـــ

''اسود سے منقول ہے کہ عبداللہ ابن زبیر نے مجھ سے کہا۔ حضرت عائشہ چپکے چپکے تم سے بہت باتیں کیا کرتیں تھیں تو کعبے کے باب میں بھی انہوں نے کچھ تم سے کہا تھا؟ میں نے کہا: انہوں نے یہ کہا تھا کہ آنحضرتؐ نے مجھ سے فرمایا:
عائشہ اگر تیری قوم نو مسلم نہ ہوتی ـــ ابن زبیر نے کہا یعنی کفر کا زمانہ ابھی نہ گزرا ہوتا ـــ تو میں کعبے کو توڑ کر اس میں دو دروازے لگاتا ایک دوسرے میں لوگ اندر جاتے اور ایک دروازے سے باہر نکلتے ـــ پھر ابن زبیر نے اپنی حکومت کے زمانہ میں ایسا ہی کیا ـــ

جائزہ

یہ ہے مدینۂ علم نبوی کی خلوت و جلوت میں خوشہ چینی کرنے والی محبوب بی بی کا گل ترکہ جو امام بخاری کو کتاب العلم کے لیے میسر آسکا۔

- یہ کعبے غریب پر تان کیوں ٹوٹی ہے؟
- اس حدیث کا کتاب العلم سے کیا رابطہ ہے؟
- یہ اسود کون ہے جس سے بی بی کی طویل سرگوشیوں کو بی بی کے بھانجے عبداللہ ابن

زبیر تک نے نوٹ کیا ہے؟

- اسود کو اگر علامہ ذہبی کے تذکرۃ الحفاظ میں تلاش کریں تو طبقۂ اول میں اس کا کہیں نام ونشان تک نہیں پھر یہ کہاں سے آیا ہے؟
- علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں اسود ابن یزید کا تذکرہ دوسرے طبقہ کے محدثین میں کیا ہے لیکن اس اسود ابن یزید کے اساتذہ میں حضرت عائشہ کا نام کہیں نہیں؟
- کہیں یہ اسود حضرت عائشہ کا رضاعی بھانجا تو نہ تھا؟
- آنحضورؐ نے بالخصوص صرف بی بی کی قوم کے اسلام تو کا ذکر کیوں کیا ہے؟
- آنحضورؐ نے صرف حضرت عائشہ کو مخاطب کیوں کیا ہے؟
- کہیں حضرت عائشہ کی تمام قوم اس وقت کے مطابق کپڑوں کی کارخانہ دار تو نہ تھی؟
- کعبے کے دو دروازے بنانے میں کیا راز تھا؟
- بی بی کی قوم کو کعبے میں دوسرا دروازہ بنانے پر کیوں اعتراض تھا؟
- کتاب العلم کے لیے امام بخاری کو حضرت عائشہ سے کوئی اور حدیث کیوں نہ مل سکی؟
- حضرت عائشہ نے آنحضورؐ سے علم کے فضائل سنے نہ تھے یا خود بی بی نے تو آنحضورؐ سے علم کے بہت فضائل سنے تھے لیکن بوجوہ اُمت کو فضائل علم سے عمداً بے بہرہ رکھا؟

کتاب الوضو

※ کُل احادیث:۱۱۱...... ※ کُل محدث:۳۰

※ حضرت ابوہریرہ، حدیث نمبر: ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۵۷، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۶، ۱۷۳، ۱۷۴،
۱۷۶، ۲۱۹، ۲۳۸، ۲۳۹

※ حضرت عبداللہ ابن زید: حدیث: ۱۳۹، ۱۶۰، ۱۷۷، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۶

※ حضرت عبداللہ ابن عباس: حدیث: ۱۴۰، ۱۴۵، ۱۵۹، ۱۶۳، ۲۰۶، ۳۱۵، ۲۱۰،
۲۱۷، ۱۴۲، ۱۴۳

※ حضرت اسامہ بن زید: حدیث: ۱۴۱، ۱۸۱

※ حضرت انس بن مالک: حدیث: ۱۴۴، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۹۴،
۱۹۹، ۲۰۰، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۶، ۲۱۸، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۳۴، ۲۳۵

※ حضرت ابوایوب: حدیث: ۱۴۶

※ حضرت عدی ابن حاتم: حدیث: ۱۷۵

※ حضرت عبداللہ ابن عمر: حدیث: ۱۴۷، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۶۴، ۱۶۷، ۲۴۷

※ حضرت عائشہ: حدیث: ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۶۹، ۱۹۷، ۲۱۱، ۲۲۲، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱،
۲۳۲، ۲۳۳، ۲۴۳

※ حضرت ابوقتادہ: حدیث: ۱۵۵، ۱۵۶

※ حضرت اسود: حدیث: ۱۵۸

※ حضرت حمران: حدیث: ۱۶۱، ۱۷۹، ۱۹۵

* حضرت محمد بن حنفیہ: حدیث: ۱۷۸
* حضرت ابوسعید خدری: حدیث: ۱۸۰
* حضرت مغیرہ بن شعبہ: حدیث: ۱۸۲، ۲۰۲، ۲۰۵
* حضرت اسماء بنت ابوبکر: حدیث: ۱۸۴، ۲۲۷
* حضرت ابوجحیفہ: حدیث: ۱۸۷
* حضرت محمود ابن ربیع: حدیث: ۱۸۸
* حضرت صائب ابن یزید: حدیث: ۱۸۹
* حضرت وہیب: حدیث: ۱۹۲
* حضرت جابر ابن عبداللہ: حدیث: ۱۹۳
* حضرت ابوموسیٰ اشعری: حدیث: ۱۹۵، ۲۲۶، ۲۴۵
* حضرت یحییٰ: حدیث: ۱۹۸
* حضرت سعد ابن ابی وقاص: حدیث: ۲۰۱
* حضرت عمرو ابن امیہ ضمری: حدیث: ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۷
* حضرت سوید ابن نعمان: حدیث: ۲۰۸، ۲۱۴
* حضرت میمونہ: حدیث: ۲۰۹، ۲۳۶، ۲۳۷
* حضرت اُم قیس: حدیث: ۲۲۳
* حضرت حذیفہ: حدیث: ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۳۶
* حضرت فاطمہ بنت جیش: حدیث: ۲۲۸
* حضرت عبداللہ بن مسعود: حدیث: ۲۴۰، ۲۴۱
* حضرت مسعود ابن مخرمہ: حدیث: ۲۴۲
* مروان ابن حکم: حدیث: ۲۴۲

* حضرت سہل ابن سعد: ۲۴۴
* حضرت براء ابن عازب: حدیث: ۲۴۸

خلفائے ثلاثہ اور وضو

بخاری شریف کی کتاب الوضوء میں تمام محدثین مع حدیث نمبر کا نقشہ آپ کے سامنے ہے۔ خلفائے ثلاثہ سے وضو کے بارے میں مجال ہے جو ایک لفظ بھی آپ کو مل جائے، گویا:

- نہ خلفائے ثلاثہ نے آنحضورؐ سے متعلق کچھ پوچھا اور نہ ہی اُمت کے کسی فرد نے خلفائے ثلاثہ سے وضو کے متعلق کوئی سوال کیا۔
- نہ خلفائے ثلاثہ نے آنحضورؐ کو وضو کرتے دیکھا اور نہ ہی اُمت کے کسی فرد نے خلفائے ثلاثہ کو وضو کرتے دیکھا۔

کیونکہ اگر ان محترم حضرات نے آنحضورؐ سے کچھ سنا ہوتا تو اُمت کو ضرور بتاتے اور اگر اُمت کے کسی فرد نے ان سے کچھ سنا ہوتا تو وہ ہم تک ضرور پہنچتا۔ اگر محترم خلفائے ثلاثہ میں سے کسی نے آنحضورؐ کو وضو کرتے دیکھا ہوتا تو ضرور کسی دن کسی نہ کسی فرد کے سامنے تذکرہ کر بیٹھے کہ میں نے آنحضورؐ کو اس طرح وضو کرتے دیکھا تھا اور نہ ہی اُمت کے کسی فرد نے ان محترم ہستیوں کو کبھی وضو کرتے دیکھا ورنہ کوئی خوش نصیب تو بتاتا کہ میں نے حضرت ابوبکر یا حضرت عمر یا حضرت عثمان کو وضو کرتے دیکھا تھا۔ وہ اس طرح وضو کر رہے تھے۔

ان مسلمہ حقائق کے پیش نظر کیا ہم غریب شیعہ یہ سوال کر سکتے ہیں کہ وضو جو نماز کے شرائطِ اولیہ میں سے ہے اور وضو کے بغیر نماز نہیں ہوتی، کے سلسلہ میں خلفائے ثلاثہ سے ایک بات تک کیوں نہیں ملتی؟ خلفائے ثلاثہ کا وضو کے متعلق نہ کچھ پوچھنا، نہ دیکھنا، نہ بتانا اور نہ وضو کر کے دکھانا۔ اس کے مضمرات کیا تھے؟

حضرت عائشہ اور وضو

حضرت عائشہ سے بارہ احادیث منقول ہیں، لیجیے ملاحظہ فرمائیے:

(1) بخاری، ج ۱، ص ۱۱۹، حدیث ۱۴۸۔ باب: عورتوں کا پاخانہ پھرنے کو نکلنا

عن عائشة قالت ان ازواج النبي كن يخرج بالليل اذا تبرزن الى مناصع وهو صعيد اضبح فكان عمر يقول للنبي احجب نساء ك فلم يكن رسول الله يفعل فخرجت سودة بنت زمعة زوج النبي ليلة من الليالي عشاء وكانت امراة طويلة فناداها عمرًا لاقد عرفناك ياسودة رحها على ان ينزل الحجاب فانزل الله الحجاب

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ ہے کہ آنحضرتؐ کی بیبیاں رات کو پاخانے کے لیے مناصع کی طرف نکلتیں اور مناصع ایک کھلا میدان ہے اور حضرت عمرؓ کئی دن سے آنحضرتؐ سے کہہ رہے تھے، اپنی عورتوں کو پردے میں بٹھائیے لیکن آنحضرتؐ ایسا حکم نہیں دیتے تھے۔ ایک رات ایسا ہوا کہ حضرت سودہ بنت زمعہ آپ کی بی بی رات کو عشاء کے وقت پاخانہ کے لیے نکلیں وہ لمبی قد آور عورت تھیں۔ حضرت عمر نے ان کو پکارا خبردار! سودہ ہم نے تم کو پہچان لیا ہے۔ حضرت عمر کو حرص تھی کہ پردے کا حکم اُترے۔ آخر اللہ نے پردے کا حکم اتارا''۔

یہ ہے حدیث اور اس کا ترجمہ۔ اب ذیل کے چند سوالات میں اگر کوئی جواب دے دے تو عنایت ہوگی:

* حضرت عائشہ کا اس بیان سے مقصود کیا ہے عورتوں کے باہر جانے کی آزادی یا

ممانعت؟

* حضرت عائشہ کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عمر کے فضائل کا بیان ہے یا احکامِ وضو؟
* حضرت عائشہ کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عمر تمام صحابہ سے زیادہ غیور تھے؟
* کیا حضرت عائشہ کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عمر آنحضورؐ سے بھی زیادہ غیور تھے؟
* کیا دیگر صحابہ کو ازواجِ نبیؐ کے پردہ کی اتنی حرص تھی جتنی حضرت عمر کو تھی؟
* کیا دیگر صحابہ نے بھی کبھی آنحضورؐ کے سامنے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا تھا؟
* اگر دیگر صحابہ نے بھی اس خواہش کا اظہار کیا تھا تو وہ کہاں مذکور ہے؟
* کیا دیگر اصحاب ِازواج نبیؐ کا پردہ میں بیٹھ جانا گوارا نہیں کرتے تھے؟
* اگر دیگر اصحاب کو ازواجِ نبیؐ کا پردہ میں بیٹھنا گوارا نہیں تھا تو تمام اصحاب کو بعض اصحاب کو؟
* اگر تمام اصحاب کو گوارا نہیں تھا تو اس کی وجہ اور ثبوت؟
* اگر بعض اصحاب کو گوارا نہیں تھا تو ان کے نام کیا تھے؟
* حضرت عمر کو صرف ازواجِ نبیؐ کے پردہ کا خیال کیوں تھا؟
* کیا حضرت عمر کی نگاہ میں (نعوذباللہ) بعض ازواج کا کردار مشکوک تھا؟
* حضرت عمر نے ازواجِ نبیؐ کو پردہ میں بٹھانے کے بجائے ازواجِ نبیؐ کے لیے رفعِ حاجت کا گھر میں انتظام کیوں نہ کردیا؟
* حضرت عمر نے پکارنے کے لیے صرف حضرت سودہ بنت زمعہ کا انتخاب کیوں کیا؟
* کیا حضرت عمر کو معلوم تھا کہ ازواجِ نبیؐ بالعموم یا حضرت سودہ بالخصوص کس وقت رفعِ حاجت کو باہر تشریف لے جاتی ہیں؟ اگر یہ علم تھا تو اس علم کے حصول کی وجہ کیا تھی اور ذرائع کیا تھے؟
* حضرت عمر کا بوقت شب رفعِ حاجت پر جاتے ہوئے جنابِ سودہ کا نام لے کر

باآوازِ بلند پکارنا ازواجِ نبیؐ کی توہین نہیں؟

* اگر توہین نہیں تو احترام کی تعریف کیا ہوگی؟
* اگر توہین ہے تو اس کا جواز کیا ہوگا؟
* کیا حضرت عمر اپنی خواہشِ پردہ کا اظہار کسی اور طریقہ سے نہیں کر سکتے تھے؟
* کیا شیعہ کو کافر کہنے والے اپنے کسی مقرب ترین دوست اور جانثار ساتھی کا یہ رویہ اپنی اہلیہ کے ساتھ برداشت کرلیں گے؟
* کیا حضرت عمر آنحضورؐ سے زیادہ غیور تھے؟
* اگر حضرت عمر آنحضورؐ سے زیادہ غیور تھے تو اس میں آنحضورؐ کی توہین ہوگی یا احترام؟
* حضرت عمر کے اس عمل سے آنحضورؐ کو اذیت تو نہ پہنچی ہوگی؟

(۲) بخاری، ج ۱، حدیث ۱۴۹، ص ۱۲۰، باب ایضاً

عن عائشة عن النبی قال - قد اذن ان تخرجن فی حاجاتکن قال هشام یعنی ابراز

ترجمہ: از مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے انھوں نے آنحضورؐ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے اپنی بیویوں سے فرمایا: تم کو اجازت ہے حاجت کے لیے گھر سے نکلنے کی۔ ہشام نے کہا: حاجت سے مراد پاخانہ ہے''۔

* مولانا وحید الزمان نے اسی حدیث کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ: حکمِ حجاب آچکنے کے بعد جنابِ سودہ باہر تشریف لے جا رہی تھیں جس پر حضرت عمر نے انہیں ٹوکا۔
* مولانا وحید الزمان کے اس فٹ نوٹ کا مطلب یہ ہے کہ قصور حضرت عمر کا نہ تھا بلکہ حضرت سودہ کا قصور تھا کیونکہ وہ حکمِ حجاب آچکنے کے بعد حکمِ خدا اور رسولؐ کی

نافرمانی کر کے باہر جا رہی تھی جس پر حضرت عمر نے انہیں ٹوکا حالانکہ سابقہ حدیث ۱۳۸ ملاحظہ فرمائیں۔ حضرت عائشہ کے بیان کے مطابق جب حضرت عمر نے حضرت سودہ کو باہر جانے سے منع کیا تو اس کے بعد حکمِ حجاب آیا۔

سچ کہتے ہیں:......دروغ گورا حافظہ نباشد

* مولانا وحید الزمان حضرت عمر کی وکالت کرتے ہوئے خود بھی پھنس گئے اور حدیث ۱۳۹ کا حاشیہ لکھتے ہوئے حدیث ۱۳۸ سرے سے ان کے ذہن میں نہ رہی۔

بہر صورت اس حاشیہ سے یہ تو مسلم ہو جاتا ہے کہ مولانا وحید الزمان کو حضرت عمر کا اس انداز میں اُم المومنین سودہ سے خطاب پسند نہیں آیا۔ اسی لیے انھوں نے توجیہہ کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔

* مولانا وحید الزمان نے حضرت عمر کی وکالت میں اُم المومنین سودہ بنت زمعہ پر خدا و رسول کی نافرمانی کی جو الزام تراشی کی ہے کوئی ہے غیور اہلِ سنت جو بخاری شریف کے اس فٹ نوٹ پر صدائے احتجاج بلند کرے؟

(۳) بخاری شریف، ج ۱، ص ۱۳۲، حدیث ۱۶۹۔ باب: وضو اور غسل میں دائیں جانب

عن عائشة قالت كان النبي يعجبه التيمن في تنعله وترجله وطهوره وفي شانه كله

''حضرت عائشہ سے انہوں نے کہا: آنحضرتؐ کو ہر کام میں داہنی طرف سے شروع کرنا اچھا لگتا تھا جوتا پہننا میں اور کنگھی کرنے میں اور طہارت کرنے میں۔

(۴) بخاری، ج ۱، ص ۱۵۲، حدیث ۱۹۷۔ باب: لگن اور پیالے اور لکڑی اور پتھر کے برتن میں سے غسل اور وضو کرنا:

عائشة قالت لما ثقل النبي واشتدبه وجعه استاذن

ازواجه في ان يمرض في بيتي فاذن له فخرج النبي بين رجلين تخط رجلاه في الارض بين عباس – رجل آخر قال عبيد الله فاخبرت عبدالله ابن عباس– فقال اتدري عن الرجل الأخر اقبلت لا قال هو علي وكانت عائشة تحدث ان النبي قال بعد ما دخل بيته واشتد وجعه هو يقوا علي من سبع قرب لم تحلل اوكيتهن لعلي اعهد الى الناس واجلس في مغضب لحفصة زوج النبي ثم تفقنا نصب عليه تلك القرب حتى طفق يشيه الينا قد فعلستن ثم خرج الى الناس –

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: حضرت عائشہ نے فرمایا: جب آنحضرتؐ بیمار ہوئے اور آپ کی بیماری سخت ہوگئی تو آپ نے اپنی بیویوں سے میرے گھر میں تیمارداری ہونے کی اجازت لی۔ انہوں نے اجازت دی۔ آپ دو آدمیوں کے بیچ میں (ان پر ٹیکا دے کر) نکلے۔ آپ کے دونوں پاؤں زمین پر لکیر کرتے جاتے تھے۔ وہ دو آدمی عباس تھے اور ایک اور شخص۔

عبیداللہ نے کہا: میں نے یہ حدیث عبداللہ ابن عباس سے بیان کی۔ انہوں نے کہا: تو جانتا ہے دوسرا شخص کون ہے؟ میں نے کہا: میں نہیں جانتا۔ انہوں نے کہا: وہ علی ابن ابی طالبؑ تھے۔

اور حضرت عائشہ بیان کرتی تھیں کہ آنحضرتؐ جب اپنے گھر (یعنی میرے حجرے میں) آگئے اور آپ کی بیماری سخت ہوگئی تو آپؐ نے مجھ سے فرمایا: مجھ پر ایسی سات مشکیں بہاؤ جن کے

ڈاٹ نہ کھولے گئے ہو۔ شاید میں لوگوں کو وصیت کرسکوں۔ پھر
آپ کو اُم المومنین حفصہ کی ایک لگن میں بٹھایا (وہ تانبے کی تھی)
اور ہم نے یہ مشکیں آپ پر بہانا شروع کیں یہاں تک کہ آپ
ہم کو اشارہ کرنے لگے بس بس تم اپنا کام پورا کرچکیں پھر آپ
لوگوں پر برآمد ہوئے''۔

جائزہ

حدیث نمبر ۱۶۹ اور ۱۹۷ کا جائزہ لے لیں تاکہ طول نہ ہو جائے۔

- یہ تو آپ کو معلوم ہے کہ یہ کتاب الوضو ہے اور اس میں صرف وضو کے احکام بیان ہوں گے یہ معلوم ہو جانے کے بعد پہلے حدیث ۱۶۹ میں آپ وضو کا کوئی مسئلہ تلاش کریں۔ اگر کہیں مل جائے تو ہمیں بھی مطلع فرما دیجیے گا۔
- حدیث ۱۶۹ کا جو عنوان امام بخاری نے دیا ہے، اس کے مطابق وضو اور غسل میں دائیں کی اہمیت ہے لیکن بی بی نے جو حدیث بیان کی ہے اس میں وضو اور غسل کے علاوہ ہر چیز کا ذکر ہے۔
- حدیث ۱۹۷ میں آنحضورؐ کے دم آخر غسل کا تذکرہ ہے۔
- حدیث ۱۹۷ میں بی بی نے عباس کے ساتھ والے آدمی کا نام نہیں لیا جو حضرت علیؑ تھا اس کے متعلق ہم آگے عرض کریں گے، ان شاء اللہ!
- حدیث ۱۹۷ میں حضرت عائشہ نے بتایا ہے کہ آنحضرتؐ کو اتنی شدت کی گرمی محسوس ہو رہی تھی کہ آپ نے حکم دیا۔ مجھ پر سات مشک پانی کی ڈال دو۔

آخر آپ کے وجود میں اتنی شدت کی گرمی کیوں پیدا ہوگئی تھی؟ کہیں کسی دوا وغیرہ کے اثرات تو نہ تھے۔ اس سوال کا جواب ممکن ہے آپ کو نظامِ مصطفیٰؐ جلد دوم میں مل جائے گا۔ نظامِ مصطفیٰؐ جلد دوم میں ہم نے ''زہر'' کے عنوان سے اُس سوال کا جواب

تلاش کرنے کی کوشش کی ہے؟

یہاں چونکہ ہمارے موضوع سے خارج ہے اس لیے اس موضوع کو نہیں چھیڑتے اگر شوق جستجو ہو تو نظامِ مصطفیٰؐ بزبان زوجہ باصفا جلد دوم میں بتایا گیا۔ عنوان ملاحظہ فرمالیں۔ ہمیں قوی امید ہے آپ کے سامنے کافی تاریکی چھٹ جائے گی اور آپ کافی دُور تک جھانک بلکہ دیکھ سکیں گے۔

* سات مشکیں ڈلوانے کا نام نہ تو غسل ہے اور نہ وضو۔ خدا معلوم امام بخاری نے اس حدیث کو کتاب الوضو میں کس بنیاد پر لکھ دیا ہے؟

(۵) بخاری، ج ۱، ص ۱۵۹، حدیث ۲۱۱۔ باب

عن عائشة ان رسول الله قال اذا نعس احدكم وهو يصلى فليرقد حتى يذهب عنه النوم فان احدكم اذا صلى وهو ناعس لا يدرى لعله يستغفر فيسب نفسه

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ جب کوئی تم سے نماز پڑھنے میں اونگھے تو وہ سو رہے۔ یہاں تک کہ نیند کا غلبہ اُس پر جاتا رہے کیونکہ اونگھنے میں اگر کوئی نماز پڑھے تو معلوم نہیں (منہ سے کیا نکلے وہ چاہے بخشش مانگنا اور گلے اپنے تئیں کوسنے برا کہنے''۔

جائزہ

کتاب الوضوء میں حضرت عائشہ کی بارہ حدیثوں سے پانچویں حدیث ہے اس میں بھی بی بی نے وضو کے متعلق کچھ نہیں بتایا۔

(۶) بخاری، ج ۱، ص ۱۶۵، حدیث ۲۲۲۔ باب: بچوں کا پیشاب

عن عائشة اُم المومنين انها قالت اتى رسول الله بصبى

نیال علی ثوبه فدعا بماء فاتبعه ایاه

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ ایک بچے کو آنحضرتؐ کے پاس لائے۔ اس نے آپؐ کے کپڑے پر پیشاب کر دیا۔ آپؐ نے پانی منگوایا اور اس پر ڈال دیا''۔

جائزہ

کتاب الوضوء میں حضرت عائشہ کی بارہ حدیثوں میں سے یہ چھٹی حدیث ہے۔ حدیث آپ کے سامنے ہے۔ اس میں بچے کے پیشاب سے کپڑے کی طہارت کا ذکر تو ہے لیکن وضو کے متعلق ایک بات بھی نہیں۔

(۷) بخاری، ج۱، ص ۱۹۸، حدیث ۲۲۸، باب: خون دھونا

عن عائشة قالت جاء ت فاطمة بنت جيش الى النبى فقالت يارسول الله انى امرأة استحاض هذا طهرًا فادع الصلوٰة فقال رسول الله لا انما ذٰلك عرق وليسن لحيض فاذا اقبلت حفتك فدعى الصلوٰة واذا ادبرت فاغسلى عنك الدم ثم صلى

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ فاطمہ ابوجیش کی بیٹی آنحضرتؐ کے پاس آئی اور کہنے لگی: یارسولؐ اللہ! میں ایسی عورت ہوں جو کہ استحاضہ سے پاک نہیں ہوتی کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپؐ نے فرمایا: نماز مت چھوڑ، یہ ایک رگ کا خون ہے اور حیض نہیں ہے۔ پھر جب تیرے (معمول کے) حیض کے دن آئیں تو نماز پڑھ اور جب وہ دن گزر جائیں تو خون (اپنے بدن اور کپڑے سے) دھو ڈال، پھر نماز پڑھ''۔

جائزہ

کتاب الوضوء میں حضرت عائشہ کی بارہ احادیث میں سے ساتویں حدیث ہے۔ اس میں بی بی نے استحاضہ (لیکوریا) کا حکم تو بتایا ہے لیکن وضو کے سلسلہ میں کچھ نہیں دیا۔ نہ ہی حدیث میں وضو کا نام لیا ہے۔

۸ بخاری، ج ۱، ص ۱۶۹، حدیث ۲۲۹۔ باب: منی کا دھونا، اور کھرچنا اور عورت سے جو لگ جائے اس کا دھونا:

> عن عائشة قالت كنت اغسل الجنابته من ثوب النبي ، فخرج الى الصلٰوة وان بقع الماء في ثوبه
>
> ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے انھوں نے کہا کہ میں آنحضرتؐ کے کپڑے پر سے منی کو دھو ڈالتی پھر جب آپ نماز کے لیے نکلتے اور پانی کے دھبے آپؐ کے کپڑے پر ہوتے''۔

۹ بخاری، ج ۱، ص ۱۶۹، حدیث ۲۳۱، باب ایضاً

> قال سئالت عائشة عن المني يصيب الثوب فقالت كنت اغسله من ثوب رسول الله فخرج الى الصلٰوة واثر الغسل في ثوبه بقع الماء
>
> ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''(راوی کہتا ہے) میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا: منی کپڑے سے لگ جائے تو کیا کرے۔ انھوں نے کہا: میں آنحضرتؐ کے کپڑے سے منی دھو ڈالتی۔ پھر آپؐ نماز کے لیے برآمد ہوتے اور دھونے کے نشان یعنی پانی کے دھبے آپؐ کے کپڑے پر ہوتے''۔

جائزہ

کتاب الوضوء میں حضرت عائشہ کی آٹھویں اور نویں دو حدیثیں آپ کے سامنے ہیں۔ اِن دونوں حدیثوں کو ایک باب میں لکھا گیا ہے اس لیے جائزہ میں ہم نے بھی دونوں حدیثوں کو ایک جگہ لکھ دیا ہے۔

دونوں حدیثیں منی کپڑے پر لگ جانے سے متعلق ہیں اور منی سے نجس کپڑے کو پاک کرنے کا بتایا گیا ہے لیکن وضو کے متعلق ایک بات بھی نہیں۔

(۱۰) بخاری، ج ۱، ص ۱۷۰، حدیث ۲۳۲۔ باب: جب جنابت وغیرہ دھوئے اور اس کا اثر زائل نہ ہو:

قالت عائشة کنت وغسله من ثوب رسول اللّٰه ثم یخرج الی الصلٰوة واثر الغسل فیه بقع الماء

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ نے فرمایا کہ میں آنحضرتؐ کے کپڑے سے اس کو دھو ڈالتی تھی۔ آپ نماز کے لیے نکلتے اور دھونے کے نشان کے دھبے اس پر رہتے''۔

(۱۱) بخاری، ج ۱، ص ۱۷۰، حدیث ۲۳۳، باب ایضاً

عن عائشة انها کانت تغسل المنی من ثوب النبی ثم اراہ فیه بقعة او بقعا

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے وہ کہتی تھیں کہ میں آنحضرتؐ کے کپڑے سے منی دھو ڈالتی پھر اس کا ایک دھبہ یا کئی دھبے اس کپڑے میں دیکھتی''۔

جائزہ

کتاب الوضوء میں حضرت عائشہ کی بارہ حدیثوں میں دسویں اور گیارھویں

حدیث آپ کے سامنے ہے۔ ان دونوں احادیث میں بی بی نے یہ بتایا ہے کہ آنحضورؐ کی منی اتنی گاڑھی ہوتی تھی کہ میں اگرچہ کپڑے سے دھوتی تھی لیکن پھر بھی منی کے آثار کپڑے میں موجود رہ جاتے تھے۔ خدا معلوم بی بی اس سے کون سا درس دینا چاہتی تھی یا کیا بتانا چاہتی ہیں۔

بہر حال بی بی کا مقصد جو کچھ ہو اس سے ہمیں غرض نہیں۔ وضو کے متعلق ان ہر دو احادیث سے کچھ حاصل نہیں ہوتا اور نہ ہی وضو کے متعلق بی بی نے کچھ بتایا ہے۔

(۱۲) بخاری، ج ۱، ص ۱۷۸، حدیث ۲۴۳۔ باب: نبیذ اور نشہ آور شے سے وضو جائز نہیں

عن عائشة عن النبي قال كل شراب اسكر فهو حرام

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: ہر ایک پینے کی چیز جو نشہ کرے وہ حرام ہے''۔

جائزہ

- کتاب الوضوء میں حضرت عائشہ کی بارہ احادیث میں سے یہ بارہویں حدیث ہے جسے امام بخاری نے نشہ آور چیز سے وضو کے جائز نہ ہونے کی دلیل میں پیش کیا ہے؟ لیکن:
- قارئین سے گزارش ہے کہ وہ مسئلہ کو ذرا سمجھنے کی کوشش فرمائیں تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ امام بخاری پٹڑی سے اُتر گئے ہیں۔ ورنہ مذکورہ حدیث کو اس عنوان میں پیش نہ کرتے اور نہ ہی مولانا وحید الزمان اس حدیث سے استدلال کرتے۔
- کیونکہ حرام اور حلال کا تعلق کھانے سے ہے اور پاک و نجس کا تعلق نماز سے ہے۔ ہر وہ چیز جس کا کھانا حرام ہو اس کا طہارت میں استعمال ناجائز نہیں ہوتا۔ بطور مثال عرض کر دوں۔ مٹی کا کھانا حرام ہے لیکن اگر پاک ہو تو بصورت نایابی آب تیمم میں استعمال کرنی جائز ہوتی ہے۔

حضرت عثمان اور وضو

(1) بخاری، ج۱، ص۱۲۷، حدیث ۱۶۱۔ باب: وضو تین تین ہے:

عمران مولٰی عثمان اخبرہ (انہ رأی عثمان ابن عفان دعا جانًاء فافرغ علی کفیہ ثلاث مرار فغسلهما ثم ادخل یمینه فی الانائ فمضمض واستنثر ثم غسل وجهه ثلاثا ویدیه الی المرفقین ثلاث مراء ثم مسح براسه ثم غسل رجلیه ثلاث مراء الی الکعبین ثم قال قال رسول اللّٰه عن توضأ نحو وضوئی هذا ثم صلی رکعتین لا یحدث فیهما نفسه غفرله ما تقدم من ذنبه) وعن ابراهیم قال قال صالح ابن کیسان قال ابن شهاب ولکن عروة یحدث عن عمران فلما توضا عثمان قال ألا احدثکم حدیثًا لولا آیة ما حدثتکموہ سمعت النبی یقول (لا یتوضا رجل یحسن وضوئه ویصلی الصلٰوة الا غفرله ما بینه وبین الصلواة حتٰی یصلیها قال عروة الایة ، ان الذین یکتمون ما انزلنا من البّینات

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حمران نے خبر دی جو غلام تھے حضرت عثمان کے، انھوں نے دیکھا حضرت عثمان نے پانی کا برتن منگوایا پہلے اپنے دونوں پہنچوں پر تین بار پانی ڈالا اور ان کو دھویا، پھر اپنا

داہنا ہاتھ برتن میں ڈالا۔ پھر کلی کی اور ناک سنکی، پھر اپنا منہ تین بار دھویا اور دونوں ہاتھ کہنیوں تک تین بار دھوئے، پھر مسح کیا۔ ایک ہی بار پھر دونوں پاؤں ٹخنوں تک تین بار دھوئے پھر کہا: آنحضرتؐ نے فرمایا: جو کوئی میرے اس وضو کی طرح وضو کرے پھر دو رکعتیں تحیۃ الوضوء پڑھے اور دل میں کوئی خیال دنیا وغیرہ کا ان میں نہ پکائے تو اس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔

اسی عبدالعزیز ابن عبداللہ نے اس حدیث کو ابراہیم سے روایت کیا۔ انھوں نے صالح ابن کیسان سے انھوں نے شہاب سے کہا کہ عروہ اس حدیث کو حمران سے یوں نقل کرتے تھے: جب حضرت عثمان وضو کر چکے تو کہنے لگے: میں تم کو ایک حدیث سناتا ہوں اگر قرآن کی آیت نہ ہوتی تو میں تم کو یہ حدیث نہ سناتا۔ میں نے آنحضرتؐ سے سنا آپؐ فرماتے تھے: جو شخص اچھی طرح سے وضو کرے اور اس کے بعد نماز پڑھے کوئی فرض نماز تو جتنے گناہ اس نماز سے دوسری نماز کے پڑھنے تک ہوں گے وہ بخش دیے جائیں گے۔ عروہ نے کہا: آیت یہ ہے (سورۂ بقرہ کی) جو لوگ ہماری آیتیں چھپاتے ہیں......الخ۔

پہلے معذرت

ہم نے کتاب الوضوء کے آغاز میں خلفائے ثلاث اور وضو کے نام سے چند معروضات کیے ہیں۔ ممکن یہ حدیث دیکھ کر کسی کو غصہ آجائے اور وہ اسے بہانہ بنا کر ہمیں صلواتیں سنانا شروع کر دے تو اُن کی خدمت عالیہ میں گزارش ہے کہ وہ عنوان لکھتے ہوئے بھی مذکورہ حدیث ہماری نظر میں تھی مگر ہم نے عمداً اس حدیث سے صرفِ نظر

کیا تھا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔ اب ہم جائزہ لیں گے تو آپ ہماری تصدیق کریں گے کہ ان کی مذکورہ حدیث اس قابل نہیں کہ اسے مقامِ استدلال میں پیش کیا جائے۔

جائزہ

- عمران سے روایت کرنے والے دو افراد ہیں: ① عطا ابن شہاب ② عروہ ابن زبیر۔ دونوں کی روایت میں اختلاف ہے کہ اس طرح وضو کرنے سے دو نمازوں کے درمیان کے گناہ معاف ہو جائیں گے۔
- عطا ابن شہاب کی روایت میں عمران نے حضرت عثمان کا صرف وضو کرنا بتایا ہے۔
- عروہ ابن زبیر کی روایت میں عمران نے وضو کر چکنے کے بعد آیت کا حوالہ دے کر حدیث نبویؐ سنائی ہے۔

راویانِ حدیث

ان واضح اختلافات کے علاوہ ذرا عروہ اور عطا ابن شہاب کے علاوہ اس حدیث کے دوسرے راویوں کا حال علم رجال کے مسلّمہ علماء سے پوچھئے، پھر فیصلہ فرمائیے کہ حدیث کہاں تک قابلِ اعتماد اور قابلِ عمل ہے۔

● پہلا راوی، عبدالعزیز بن عبداللہ اویسی۔ میزان الاعتدال، علامہ ذہبی، ج ۲، ص ۶۳۰، نمبر ۵۱۰۸

> قال ابوداؤد ضعیف – ثم وجدت فی سوالات ابی عبیداللہ الاجری لابی داؤد عبدالعزیز الاویسی ضعیف
>
> ''ابوداؤد نے کہا ہے کہ عبدالعزیز اویسی ضعیف ہے۔ پھر میں نے ابوعبداللہ اجری کے ان سوالات کو دیکھا جو ابوداؤد سے کیے گئے تھے ان میں بھی لکھا تھا عبدالعزیز اویسی ضعیف ہے''۔

● دوسرا راوی ابراہیم ابن سعد۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۳۴-۳۵، نمبر ۹۷

عبداللّٰہ ابن احمد (ابن امام حنبل) سمعت ابی یقول ذکر عند یحیی ابن سعید عقیل و ابراھیم ابن سعد فجعل کانہ یضعفھا یقول عقیل و ابراھیم وقال ابن معین ابراھیم ابن سعد ثقة حجة وساق له ابن عدی عدة غرائب عن الزھری لما خولف فی استادھا یبدل تابعتا بآخر

امام احمد بن حنبل کے فرزند ارجمند عبداللہ ابن احمد نے بتایا ہے کہ میں نے اپنے والد گرامی (امام حنبل) سے سنا وہ فرمارہے تھے کہ یحییٰ ابن سعید کے سامنے عقیل ابن اسعد اور ابراہیم ابن کا تذکرہ کیا گیا تو انھوں نے اس انداز میں عقیل اور ابراہیم سے کہا جیسے وہ غیر اہم اور ضعیف سمجھتے ہوں۔

ابن معین نے کہا ہے کہ ابراہیم ابن سعد قابلِ اعتماد اور حجت ہے، البتہ ابن عدی نے ابراہیم سے زہری کے ذریعے چند ایسی غریب احادیث نقل کی ہیں جن کے سلسلۂ سند میں اختلاف کیا گیا ہے اور ان میں ابراہیم نے ایک تابعی سے منقول حدیث کو دوسرے سے منسوب کردیا ہے"۔

◆ تیسرا راوی عطا ابن یزید۔ میزان الاعتدال، علامہ ذہبی، ج ۳، ص ۷۷، نمبر ۵۶۵۲

عطا ابن یزید مولی سعید ابن المسیب عن سعید قال العقیلی لا یصح اسنادہ

"عطا ابن یزید سعید ابن میتب کا غلام ہے، سعید سے روایت کرتا ہے مگر اس کا اسناد درست نہیں ہوتا"۔

◆ الضعفا الکبیر، ج ۳، ص ۴۰۸، نمبر ۱۴۴۵

عطاء ابن یزید مولٰی سعید ابن مسیب عن سعید ابن المسیب لا یصح اسناده

"عطا ابن یزید سعید ابن میتب کا غلام ہے۔ سعید ابن میتب سے روایت کرتا ہے مگر اس کا سلسلۂ سند صحیح نہیں ہوتا"۔

◆ چوتھا راوی عمران۔ میزان الاعتدال، ج ا، ص ۶۰۴، نمبر ۲۲۹۱

قد اورده البخاری فی الضعفاء

"امام بخاری نے عمران کو ضعیف راویوں کی فہرست میں شمار کیا ہے"۔

یہ میں راوی علم رجال کا کوئی قابلِ اعتماد عالم ان راویوں کو قابلِ اعتماد سمجھنے پر راضی نہیں۔ خدا معلوم امام بخاری نے کس بنا پر ان کی روایت کو قبول کرلیا ہے۔ جب اصل راوی عمران ہی مخدوش ہے تو دیگر راوی کس شمار میں ہوں گے۔

ان حقائق کے پیش نظر حضرت عثمان کی روایت کالعدم ہوگئی۔ لہٰذا ہمارا وہ عنوان: "خلفائے ثلاثہ اور وضو" مع اپنے مختصر بیان کے مبنی برحق رہا اور خلفائے ثلاثہ سے وضو کے سلسلہ میں کوئی قابلِ اعتماد حدیث نہ مل سکی۔ جو اپنے مقام پر ایک بہت بڑا المیہ ہے اور مقامِ فکر ہے۔

نتیجۂ فکر

صحیح بخاری کی کتاب الوضوء میں نہ تو حضرت خلفائے ثلاثہ سے اُمت کو کچھ مل سکا اور نہ اُمہات المومنین ازواجِ رسول اکرمؐ سے کچھ ہاتھ آسکا حالانکہ ہمارے پاس یہی

وہ سب سے بڑے ذرائع تھے جن سے ہمیں اسلام ملنے کی توقع تھی۔

ایسا کیوں ہوا؟ عمداً کیا گیا یا سہواً؟ اس کے مضرات کیا تھے؟

یہ ایسے امور ہیں جو قارئین کے سوچنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ہم نہ تو کچھ عرض کرسکتے ہیں اور نہ ہی ہمارے موجودہ حالات اس بات کی اجازت دیتے ہیں حالانکہ حق یہ تھا کہ خلفائے ثلاثہ اور اُمہات المومنین وضو جیسی اہم اور بنیادی شے کے متعلق تفصیل سے بتاتے کہ:

● وضو کب کرنا چاہیے؟ ● وضو کی نیت کس وقت کرنی چاہیے؟ ● وضو کرنا کیوں ضروری ہے؟ ● وہ کون سے اسلامی امور ہیں جن کے لیے وضو شرط ہے؟ ● وہ کون سے اسلامی اعمال ہیں جو بلا وضو سرانجام دیے جاسکتے ہیں؟ لیکن ان کے لیے بھی وضو کرنا باعثِ ثواب ہے۔

● وضو کے لیے پانی کیسا ہونا چاہیے؟ ● غصب شدہ پانی سے بھی وضو ہوسکتا ہے یا نہیں؟ ● وضو کیسے کرنا چاہیے؟ ● وضو میں فرض کتنے ہیں اور سنت کتنے ہیں؟ ● وضو کے آداب کیا ہیں؟ ● کن امور سے وضو ٹوٹ جاتا ہے؟ وغیرہ وغیرہ۔

لیکن شومئی قسمت آنحضورؐ کی مسند اقتدار سنبھالنے والوں میں سے کسی نے بھی ہمیں کچھ نہ دیا۔

کتابُ الغسل

❊ کُل احادیث: ۴۳...... ❊ کُل محدثین: ۱۴

محدثین کے اسمائے گرامی مع حدیث نمبر:

❊ حضرت عائشہ، حدیث نمبر: ۲۴۸، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۸، ۲۶۱ تا ۲۶۳، ۲۶۷، ۲۷۰ تا ۲۷۲، ۲۷۶، ۲۸۴، ۲۸۶

❊ حضرت میمونہ، حدیث نمبر: ۲۴۹، ۲۵۷، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۷۳، ۲۷۵، ۲۷۹

❊ حضرت جابر ابن عبداللہ، حدیث نمبر: ۲۵۲، ۲۵۵

❊ حضرت عبداللہ ابن عباس، حدیث نمبر: ۲۵۳

❊ حضرت جریر ابن عبداللہ، حدیث نمبر: ۲۵۴

❊ حضرت محمد حنفیہ، حدیث نمبر: ۲۵۶

❊ حضرت انس ابن مالک، حدیث نمبر: ۲۶۴، ۲۶۸، ۲۸۲

❊ حضرت ابو ہریرہ، حدیث نمبر: ۲۷۴، ۲۷۷، ۲۸۱، ۲۸۳، ۲۸۹

❊ حضرت عبداللہ ابن عمر، حدیث نمبر: ۲۸۵، ۲۸۷، ۲۸۸

❊ حضرت عثمان، حدیث نمبر: ۲۹۱

❊ حضرت ابی ابن کعب، حدیث نمبر: ۲۹۲

❊ حضرت علی، حدیث نمبر: ۲۶۹

❊ حضرت اُم سلمہ، حدیث نمبر: ۲۸۰

خلفائے ثلاثہ اور کتاب الغسل

کتاب الوحی، کتاب الایمان، کتاب العلم اور کتاب الوضوء کی طرح کتاب الغسل کی احادیث اور محدثین کا مکمل نقشہ آپ کے سامنے ہے۔ جس طرح سابقہ کتب کے لیے امام بخاری کو خلفائے ثلاثہ سے کچھ نہ مل سکا۔ اسی طرح غسل جیسے اہم اور بنیادی اسلامی حکم کے لیے امام بخاری کو خلفائے ثلاثہ سے کچھ بھی نہ مل سکا۔ حضرت عثمان سے ایک حدیث مروی ہے جو ہم ان شاء اللہ پیش کریں گے اور آپ خود مطالعہ کرلیں گے۔ پھر آپ ہی فیصلہ دیں گے کہ اس حدیث سے غسل کے کتنے احکام معلوم ہوئے ہیں۔

ہم غریب اور کمزور شیعہ تو کچھ کہہ نہیں سکتے کیونکہ ہمیں تو فوراً منکرِ صحابہ کا سرٹیفکیٹ دے دیا جاتا ہے اور پھر اسپیکروں پر سبّ و شتم اور گالی گلوچ کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہوجاتا ہے۔ صحابہ کرام کے نام کی دہائی دی جاتی ہے، دفاع صحابہ کانفرنسیں لگ جاتی ہیں اور کئی غیر معروف اور جاہل مرکب افراد اپنا سیاسی قد بڑھانے کی کوشش میں مصروف ہوجاتے ہیں۔

لہٰذا قارئین سے گزارش ہے کہ ازراہ لطف آپ ہی صحابہ کرام کے ڈنڈے مار اور ڈنڈی مار وکلا سے صرف اتنا پوچھ لیں کہ:

- خلفاء سے غسل کے متعلق کوئی ایک حدیث تک کیوں منقول نہیں؟
- کیا صحابہ کرامؓ نے آنحضورؐ سے غسل کے متعلق کبھی نہ پوچھا تھا؟
- اگر نہ پوچھا تھا تو کیوں؟
- اگر پوچھا گیا تو امام بخاری نے وہ کہاں گم کردیا ہے؟
- کیا خلفائے ثلاثہ سے آنحضورؐ کی زندگی میں یا بعد میں ان کے اپنے زمانۂ اقتدار میں اُمت کے کسی فرد نے غسل کے متعلق کچھ نہ پوچھا تھا؟
- اگر اُمت کے کسی فرد نے خلفائے ثلاثہ سے غسل کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا تو

کیوں؟ اگر پوچھا گیا ہے تو انھوں نے جو بھی جواب دیا ہے وہ کہاں مذکور ہے؟

حضرت عائشہ اور کتابُ الغسل

کتابُ الغسل کی چوالیس احادیث میں سے حضرت عائشہ کی چودہ احادیث ہیں اور حضرت میمونہ سے نو احادیث منقول ہیں جب کہ کُل راوی چودہ ہیں۔ گویا چوالیس احادیث میں سے تینتیس احادیث صرف دو ازواجِ نبیؐ سے مروی ہیں اور باقی اکیس احادیث کے راوی دیگر بارہ اصحابِ نبیؐ ہیں۔

غسل کے سلسلہ میں ازواج کو جتنا حصہ لینا چاہیے تھا اتنا حصہ لیا ہے چونکہ اس جلد چہارم میں بھی ہمارا موضوع صرف حضرت عائشہ ہی ہیں اس لیے ہم اُم المومنین میمونہ کی احادیث پیش نہ کرسکیں گے۔ اگر وقت مل گیا تو ان شاء اللہ پروگرام میں ہے کہ حضرت عائشہ کے سوا دیگر تمام ازواج کے پیش کردہ اسلام کو ایک علیحدہ جلد میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کروں گا۔ اگر مجھے زندگی نے مہلت نہ دی تو کوئی اور یہ کام کردے گا، ان شاء اللہ!

① بخاری، ج۱، ص۱۸۳، حدیث ۲۴۸۔ باب غسل سے پہلے وضو کا بیان:

عن عائشة زوج النبی ان النبی کان اذا اغتسل من الجنابة بدأ فغسل یدیه ثم توضاء کما یتوضاء للصلٰوة ثم یدخل اصابعه فی الماء فیخلل بها اصول الشعر ثم یصب علی رأسه ثلاثه غرف بیدیه ثم یفیض الماء علی جلده کله

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: "حضرت عائشہ سے جو بی بی تھیں آنحضرتؐ کی کہ آنحضرتؐ جب غسل کرنا چاہتے تو (برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے) شروع میں دونوں ہاتھ دھوتے پھر نماز

کے وضو کی طرح وضو کرتے پھر اپنی انگلیاں پانی میں ڈال کر
بالوں کی جڑوں کا خلال کرتے۔ پھر دونوں ہاتھوں سے تین چلّو
لے کر اپنے سر پر ڈالتے پھر اپنے سارے بدن پر پانی بہاتے''۔

* غسل کے لیے کسی نیت وغیرہ کی کوئی ضرورت نہیں؟
* غسل میں سر کے بعد کسی ترتیب کی ضرورت نہیں؟
* غسل کے لیے پانی پاک ہو یا نجس ہو، ہر دو سے ہو جاتا ہے؟
* غسل کے لیے پانی غصبی ہو یا غیر غصبی ہو جاتا ہے؟
* غسل کے لیے جسم کو غسل سے پہلے پاک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں؟

(۲) بخاری، ج ۱، ص ۱۸۴، حدیث ۲۵۰۔ باب: عورت کا اپنے مرد کے ساتھ غسل کرنا:

عن عائشة قالت کنت اغتسل انا والنبی من انا و واحد
من قدح یقال له الفرق

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ میں اور
آنحضرتؐ (دونوں مل کر) ایک برتن سے غسل کرتے تھے وہ برتن
کیا تھا ایک کونڈا جس کو فرق کہتے ہیں''۔

جائزہ

شرم و حیا کچھ لکھنے سے مانع نہیں حدیث کے معترات آپ خود سوچ لیں کہ بی بی
کس قسم کا درس دینا چاہتی ہے۔ ہے کوئی مائی کا لال جو اس سنت پر عمل کرتا ہو؟

(۳) بخاری، ج ۱، ص ۱۸۴، حدیث ۲۵۱۔ باب: ایک صاع یا اس کے برابر سے غسل کرنا:

ابوبکر ابن حفص قال سمعت وباسلمة یقول دخلت انا
واخو عائشة علی عائشة فسألها اخوها عن غسل النبی
مذعت باناءٍ نحو من صاع فاغتسلت وافاضت علی

رأسها وبيننا وبينها حجاب

ترجمہ: وحید الزمان: ابو حفص نے کہا: میں نے ابو سلمہ عبداللہ ابن عبدالرحمٰن ابن عوف سے سنا، وہ کہتے تھے: میں اور عائشہ کا ایک (رضاعی) بھائی (عبداللہ ابن یزید) ان کے پاس گئے، ان کے بھائی نے ان سے پوچھا: آنحضرتؐ (جنابت کا) غسل کیونکر فرماتے تھے۔ انہوں نے ایک برتن منگوایا جس میں ایک صاع برابر پانی ہوگا۔ پھر انہوں نے غسل کیا اور سر پر پانی بہایا اور ہمارے اور ان کے بیچ میں ایک پردہ پڑا ہوا تھا"۔

یہ ابو سلمہ حضرت عائشہ کے رضاعی بھانجے تھے۔ بعض نے کہا: حضرت عائشہ کے بھائی سے کثیر ابن عبداللہ کوفی مراد ہیں۔ بہرحال دونوں حضرت عائشہ کے محرم تھے۔ اسی لیے انھوں نے ان کے سامنے غسل کیا، پردہ ڈال کر اور ان لوگوں نے حضرت عائشہ کا سر اور اُوپر کا بدن دیکھا جو محرم کو دیکھنا درست ہے۔

حضرت عائشہ نے خود نہا کر ان کو غسل کی تعلیم دی۔ یہ تعلیم کا اچھا طریقہ ہے کہ کام کر کے دکھانا۔

جائزہ

مولانا وحید الزمان کے ترجمۂ حدیث کے بعد جو کچھ پیش کیا ہے وہ بھی مولانا وحید الزمان ہی کا حاشیہ ہے۔ مولانا وحید الزمان کے مطابق: ابو سلمہ کا نام عبداللہ تھا اور یہ عبدالرحمٰن ابن عوف کا بیٹا تھا اور حضرت عائشہ کا رضاعی بھانجا تھا۔ ابو سلمہ کے ساتھ عبداللہ ابن یزید جو حضرت عائشہ کا رضاعی بھائی تھا۔

ہمارے خیال میں اگر یہی حدیث صحیح مُسلم سے بھی دیکھ لیں تو زیادہ مناسب رہے گا کیونکہ بخاری کی طرح مسلم بھی صحیح ترین مجموعۂ احادیث ہے اور جو حدیث بخاری

اور مسلم ہر دو میں مل جائے تو گویا سونے پر سہاگہ ہو گیا اور لاکھ کوئی شخص اس حدیث میں کیڑے نکالے وہ اپنی مذموم کوشش میں ناکام رہے گا۔ دونوں کتابوں سے حدیثیں پیش کر کے جائزہ اکٹھا لیں گے۔

میرے پاس صحیح مسلم کے جو نسخے ہیں ان میں سے جس نسخہ سے حدیث پیش کر رہا ہوں۔

اس صحیح مسلم کو مکتبہ ایوبیہ ناشران و تاجرانِ کتب کراچی نے چھے جلدوں میں شائع کیا ہے۔ تاریخ اشاعت ستمبر ۱۹۶۷ء مکتبہ ایوبیہ اڑٹلری میدان نمبر ۱، کراچی نمبر ۱ میں ہے:

صحیح مسلم، ج ۱، ص ۱۴۳۱ مع شرح نووی۔ باب: غسل جنابت میں کتنا پانی لینا بہتر ہے:

عن ابی سلمة ابن عبدالرحمٰن قال دخلت علی عائشة انا واخوها من الرضاعة فسألها عن غسل النبی من الجنابة فدعت باناء قدر الصاع فاغتسلت وبيننا وبينها ستر وافرغت علی رأسها ثلاثا قال وكان ازواج النبی ياخذن من رؤوسهن حتی تكون كالوفرة

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ابو سلمہ ابن عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ میں اور حضرت عائشہ کا رضاعی بھائی (عبداللہ ابن یزید) ان کے پاس گئے اور غسلِ جنابت کو پوچھا کہ رسولؐ اللہ کیونکر کرتے تھے؟ انھوں نے ایک برتن منگوایا جس میں صاع بھر پانی آتا تھا اور نہائیں اور ہمارے اور ان کے بیچ میں ایک پردہ تھا۔ انھوں نے اپنے سر پر پانی ڈالا۔ ابو سلمہ نے کہا: رسولؐ اللہ کی بیبیاں بال کترواتی تھیں اور کانوں تک بال رکھتی تھیں"۔

فائدہ

ظاہر حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوسلمہ اور عبداللہ ابن یزید نے ان کا سر اور اُوپر کا بدن دیکھا اور نہ ان کے سامنے پانی منگوانے سے اور نہانے سے کوئی فائدہ نہ تھا۔ عبداللہ تو رضاعی بھائی تھے اور عبداللہ رضاعی بھانجے تھے۔ کیونکہ اُم کلثوم ابی بکر نے ان کو دودھ پلایا تھا اور یہ دونوں محرم ہیں اور محروم کو اُوپر کا بدن دیکھنا درست ہے۔

حدیث میں وفرہ لفظ ہے۔ اصمعی نے کہا: وفرہ ، لمہ سے بڑھ کر ہے اور لمہ ان بالوں کو کہتے ہیں جو مونڈھوں تک ہوں، اوروں نے کہا: وفرہ ، لمہ سے کم ہے یعنی جو بال کانوں تک ہوں۔ ابوحاتم نے کہا: وفرہ وہ بال ہیں جو کانوں پر ہوں۔ قاضی عیاض نے کہا: عرب کی عورتیں تو چوٹیاں نکالا کرتیں اور رسولؐ اللہ کی بیبیوں نے آپؐ کی وفات کے بعد شاید ایسا کیا زینت کے ترک کرنے کے لیے۔ نووی نے کہا: قاضی عیاض کی طرح اور علماء نے بھی کہا ہے اور یہ گمان نہیں ہوتا کہ انھوں نے رسولؐ اللہ کی حیات میں ایسا کیا ہو اور اس حدیث سے یہ بات نکلتی ہے کہ عورت کو بال کم کرنا درست ہے۔ (انتھیٰ)

صحیح مسلم میں مولانا وحید الزمان کا ترجمہ اور علامہ نووی کی تشریح و توضیح لفظ بہ لفظ آپ کے سامنے ہیں۔

جائزہ

- پہلے دونوں احادیث میں فرق دیکھ لیجیے۔
- بخاری کی حدیث میں لفظ حجاب ہے اور مسلم کی حدیث میں لفظ ستر ہے۔
- بخاری کی حدیث میں لفظ حجاب سے پہلے غسل کا بیان ہے اور مسلم کی حدیث میں لفظ ستر کے بعد غسل کا بیان ہے۔
- بخاری کی حدیث لفظ حجاب پر ختم ہو جاتی ہے جب کہ مسلم میں حدیث لفظ ستر پر ختم نہیں ہوتی بلکہ مسلم میں حدیث کا خاتمہ اس بات پر ہوتا ہے۔

❁ ازواجِ نبیؐ اپنے بال کٹوایا کرتی تھیں اور ان کے بال کانوں تک چھوٹے ہوا کرتے تھے۔

اختلافی نکات نہ تو اتنے کم ہیں کہ انھیں نظر انداز کیا جاسکے اور نہ ہی اتنے شدید ہیں کہ ان اختلافات کی بدولت بخاری اور مسلم کی دونوں احادیث میں کسی قسم کا تضاد پیدا کر سکے۔ لہٰذا اگر دونوں احادیث میں بیان کردہ امور کو یکجا کر کے دیکھیں تو وہ واقعہ کچھ اس طرح بنے گا:

❁ ابوسلمہ حضرت عائشہ کا رضاعی بھانجا اور اُم کلثوم بنت ابوبکر کا رضاعی بیٹا تھا۔
❁ ابوسلمہ کے ساتھ آنے والا عبداللہ ابن یزید حضرت عائشہ کا رضاعی ہے۔
❁ ابوسلمہ عبداللہ، حضرت عبدالرحمٰن ابن عوف کا بیٹا تھا۔ اُم کلثوم حضرت عائشہ کی کمسن بہن تھیں۔

ازروئے تاریخ یہ وہی اُم کلثوم بنت ابوبکر ہے جو محمد ابن ابوبکر کی مادری پدری بہن ہے ان دونوں کی ماں اسماء بنت عمیس ہے جو حضرت جعفر طیار کی بیوی تھی۔ جنگِ موتہ میں حضرت جعفر طیار کی شہادت کے بعد اسماء نے حضرت ابوبکر سے شادی کر لی تھی۔ حضرت ابوبکر سے محمد ابن ابوبکر اور اُم کلثوم بنت ابوبکر پیدا ہوئے۔ حضرت ابوبکر کی وفات کے بعد حضرت علیؑ نے اسماء سے عقد کر لیا چونکہ محمد اور اُم کلثوم کمسن تھے اس لیے ماں کے ساتھ حضرت علیؑ کے گھر آ گئے اور حضرت علیؑ کے گھر پلے بڑھے۔ یہی وہ کمسن اُم کلثوم بنت ابی بکر ہے جس سے حضرت عمر نے کمسنی ہی میں نکاح کیا تھا چونکہ اس بچی کو لایا حضرت علیؑ کے گھر سے تھا اس لیے بعد کے مؤرخین نے حضرت عمر کا آلِ محمدؐ سے ناطہ جوڑنے کی خاطر اُم کلثوم بنت ابوبکر کی جگہ اُم کلثوم بنت علیؑ لکھ دیا اور اسی اُم کلثوم کا حوالہ زیرِ نظر حدیث میں مولانا وحید الزمان نے دیا ہے کہ عبداللہ ابن عبدالرحمٰن ابن عوف نے چونکہ اُم کلثوم بنت ابوبکر کا دودھ پیا تھا اس لیے حضرت عائشہ کا رضاعی بھانجا تھا۔

اور خال المومنین محمد ابن ابوبکر حضرت علیؑ ہی کے گھر رہا۔ جنگِ جمل میں بھی حضرت عائشہ کے مخالف حضرت علیؑ کی فوج میں تھا اور محمد ہی نے حضرت عائشہ کی جنگِ جمل سے شکست کھانے کے بعد اُونٹ سے اُتارا تھا۔

ہمارا موضوع چونکہ یہ نہیں اس لیے کہیں اس مسئلہ میں اُلجھ کر نہ رہ جائیں، اپنے موضوع کی طرف پلٹتے ہیں۔

مولانا وحید الزمان کے مطابق ابوسلمہ حضرت عائشہ کا رضاعی بھانجا اور اُم کلثوم بنت ابوبکر زوجہ حضرت عمر فاروق کا رضاعی بیٹا تھا اور یہی وہ اُم کلثوم بنت حضرت ابوبکر ہے جو حضرت عائشہ کے حکم سے جوان جوان اور بالغ بالغ لڑکوں کو دودھ پلا کر رضاعی بیٹا بناتی تھی اور حضرت عائشہ رضاعی بھانجے بناتی تھی۔ ملاحظہ ہو: موطا امام مالک، ترجمہ مولانا وحید الزمان، مطبوعہ اسلامی اکیڈمی، اُردو بازار، لاہور، الکتاب پریس، ۱۳۹۹ھ

باب: بڑے پن میں رضاعت کا بیان

أخبرنی عروة ابن الزبیر ان ابا حذیفة ابن عتبه ابن ربیعه وکان من اصحاب رسول الله وکان قد شهد بدرا وکان تبنی سالمًا الذی کان یقال له سالم مولی ابی حذیفة کما تبنی رسول الله زید ابن حارثة وانکح ابوحذیفة سالمًا وهو یری انه ابنه انکحه ابنته اخیه فاطمة بنت الولید ابن عتبه ابن ربیعه وهی یومئذ من المهاجرات الاول وهی یومئذ من افضل ویامی قریش فلما أنزل الله تعالٰی فی کتابه فی زید ابن حارثه ما انزل فقال ادعوهم لابائهم هو اقسط عندالله فان لم تعلموا ابائهم فاخوانکم فی الدین

وموالیکم او کل واحد تبنی من اولئك الی ابیه فان لم یعلم ابوہ رد مولاہ فجاءت سهلة بنت سهیل وهی امرأة ابی حذیفة وهی من بنی عامر ابن لوی الی رسول اللّٰه فقالت یارسول اللّٰه کنا نری سالمًا ولدًا وکان یدخل علی وانا فضل ولیس لنا الا بیت واحدة فماذا تری فی شانه فقال لها رسول اللّٰه ارضعیه خمس رضعات فیحرم بینها وکانت تراہ ابنا من الرضاعة فاخذت بذلك عائشة أم المومنین فیمن کانت تحب ان یدخل علیها من الرجال فکانت تامر اختها أم کلثوم بنت ابی بکر الصدیق وبنات اخیها ان یرقعن من احبت ان یدخل علیها من الرجال وابی سائر ازواجه النبی ان یدخل علیهن تلك الرضاعة احد من الناس وقلن لا واللّٰه ما تری امر به رسول اللّٰه سهلة بنت سهیل الا رخصته عن رسول اللّٰه فی رضاعة سالم وحدهٗ لا واللّٰه لا یدخل علینا بهذہ الرضاعة احد فعلی هذا کان ازواج النبی فی رضاعة الکبیر

مجھ سے عروہ ابن زبیر نے بیان کیا، حذیفہ ابن عتبہ ابن ربیعہ جو رسولؐ اللہ کے صحابہ میں تھے اور جنگِ بدر میں آنحضرتؐ کے ساتھ تھے۔ انھوں نے بیٹا بنایا تھا سالم کو، تو سالم مولی کہلاتے ابوحذیفہ کے، جیسے زید کو بیٹا کہا تھا رسولؐ اللہ نے۔ اور حذیفہ نے سالم کا نکاح اپنی بھتیجی فاطمہ بنت ولید سے کر دیا تھا جو ہجرت

کرنے والوں میں تھی اور تمام قریش کی ثیبہ عورتوں میں افضل تھی، جب اللہ نے اپنی کتاب میں اُتارا زید ابن حارثہ کے حق میں کہ ان کو اپنے باپ کا بیٹا کہو، یہ اچھا ہے اللہ کے نزدیک ــــ اگر ان کے باپ کا نام معلوم نہ ہو تو بھائی اور مولیٰ سمجھو جتنے متبنیٰ تھے سب اپنے باپوں کی طرف منسوب ہونے لگے۔ اگر کسی کے باپ کا نام معلوم نہ ہوتا تو اپنے مالک کی طرف نسبت کیے جاتے تو سہلہ بنت سہیل ابوحذیفہ کی جورو جو بنی عامر بن مولی کی اولاد میں سے تھے رسولؐ اللہ کے پاس آئی اور کہا: یارسولؐ اللہ! ہم تو سالم کو اپنا بچہ سمجھتے تھے۔ ہم ننگے کھلے ہوتے تھے وہ اندر چلا آتا تھا۔ اب کیا کرنا چاہیے۔ دوسرا گھر بھی ہمارے پاس نہیں ہے۔ جب رسولؐ اللہ نے فرمایا: اس کو پانچ بار دودھ پلا دے تو وہ تیرا محرم ہو جائے گا۔ پھر ابوحذیفہ کی بیوی نے ایسا ہی کیا اور سالم کو اپنا رضاعی بیٹا سمجھنے لگی۔

حضرت اُم المومنین عائشہ اسی حدیث پر عمل کرتی تھیں جس مرد کو چاہتیں کہ اپنے پاس آیا جایا کرے تو اپنی بہن اُم کلثوم کو حکم کرتیں اور اپنی بھتیجیوں کو کہ اس شخص کو اپنا دودھ پلا دیں لیکن رسولؐ اللہ کی اور بیبیاں اس کا انکار کرتی تھیں کہ بڑھ پن میں کوئی دودھ پی کر ان کا محرم بن جائے اور اُن کے پاس آیا جایا کرے اور وہ یہ کہتی تھیں کہ یہ خاص رخصت تھی رسولؐ اللہ کی طرف سے سہلہ بنت سہیل کو۔ قسم خدا کی! ایسی رضاعت کی وجہ سے ہمارا کوئی محرم نہ بن سکے گا۔

اگر چہ حدیث رضاع ضمناً آ گئی ہے لیکن جی چاہتا ہے کہ اسلام کے ٹھیکے داروں سے اس سلسلہ میں بھی چند ایک سوالات کر لیے جائیں۔ مگر پہلے حدیث غسل:

* صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے مطابق یہ مسلّم ہے کہ حضرت عائشہ نے اپنے بھائی اور بھانجے کے سامنے برہنہ غسل کیا۔
* صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے مطابق یہ بھی مسلّم ہے کہ حضرت عائشہ اور اُن کے بھائی و بھانجے کے درمیان پردہ حائل تھا۔
* صحیح مسلم کے مطابق یہ بھی مسلّم ہے کہ تمام عرب عورتوں میں بال کٹوانے کا رواج نہ تھا۔
* صحیح مسلم کے مطابق یہ بھی مسلّم ہے دیگر ازواج نبیؐ بال کٹواتی ہوں یا نہ حضرت عائشہ یقیناً بال کٹواتی تھیں۔
* مولانا وحید الزمان کے مطابق یہ بھی مسلّم ہے کہ درمیانی پردہ اتنا پتلا تھا جس کے دوسری طرف بی بی کے بھائی اور بھانجے نے بی بی کا سر اوپر کا جسم دیکھا۔ اگر چھوٹا ہوگا تو دونوں کے جنسی اور فطری جذبات کافور ہو جاتے ہوں گے یا بھڑک اُٹھتے ہوں گے؟
* حضرت عائشہ کے لیے افراد کو اپنے پاس آزادانہ آنے جانے کے لیے بھانجا بناتی تھیں اور کیوں؟
* کیا حضرت عائشہ دیگر ازواج کی طرح بھانجا بنائے بغیر مسائل حل نہیں کر سکتی تھیں؟
* یہ کیسا اسلام ہے؟ کیسا مذہب ہے؟ کیسا دین ہے؟ کیا کوئی غیر مسلم ایسے کردار کو دیکھ کر اسلام لانا قبول کرے گا؟
* حضرت عائشہ سیاسی مصالح کی بنا پر بیٹے بناتی تھیں یا اسلامی مصالح کی بنا پر؟

* حضرت عائشہ نے اپنی زندگی میں کتنے ایسے خوش نصیب افراد کو بیٹا بنایا؟
* کیا آج بھی حضرت عائشہ کا کوئی عقیدت مند کسی کو بیٹا بنانے پر تیار ہے؟ اگر کوئی تیار ہے تو ہمیں مطلع کر دے؟
* کیا یہی وہ نظامِ مصطفیٰ ہے جس کے نفاذ کا شب و روز مطالبہ کیا جا رہا ہے؟
* کیا یہی وہ خلافتِ راشدہ کا نظام ہے جس کے انکار کے جرم میں شیعوں کا حقہ پانی بند کیا جا رہا ہے۔

(۴) بخاری، ج ۱، ص ۱۸۸، حدیث ۲۵۸۔ باب: حلاب یا خوشبو سے غسل کرنا:

عن عائشة قالت كان النبي اذا اغتسل من الجنابة وما بشئى نحو اطلاب فاخذ بكفه جندًا بشق راسه الامين ثم الايسر فقال بهما على رأسه

''حضرت عائشہ سے منقول ہے، انھوں نے کہا: آنحضرتؐ جب جنابت کا غسل کرنے لگتے تو حلاب کے برابر کوئی چیز یعنی برتن منگواتے پھر پانی کا چلّو لیتے، پھر سر کے داہنے حصے پر ڈالتے، پھر بائیں حصے پر ڈالتے، پھر چندیا پر ڈالتے''۔

(۵) بخاری، ج ۱، ص ۱۹۰، حدیث ۲۶۱، باب: اگر جس کو نہانے کی حاجت ہو وہ اپنا ہاتھ دھونے سے پہلے برتن میں ڈال دے اور اس پر سوا جنابت کے اور کوئی نجاست نہ ہو تو کیا حکم ہے؟

عن عائشة قالت كنت اغتسل انا والنبي من اناء واحد تختلف ايدينا فيه

''حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ میں اور آنحضرتؐ دونوں مل کر ایک برتن میں غسل کیا کرتے، ہم دونوں کے ہاتھ اس میں باری

باری پڑتے"۔

۶ بخاری، ج۱، ص۱۹۰، حدیث۲۶۲، باب ایضاً:

عن عائشة قالت کان رسول اللّٰہ اذا اغتسل من الجنابة غسل یدہ

"حضرت عائشہ سے منقول ہے، انھوں نے کہا کہ آنحضرتؐ جب جنابت کا غسل کرنے لگتے تو پہلے اپنا ہاتھ دھوتے"۔

۷ بخاری، ج۱، ص۱۹۱، حدیث۲۶۳، باب ایضاً

عن عائشة قالت کنت اغتسل انا والنبی من اناء واحد من جنابته

"حضرت عائشہ سے منقول ہے انہوں نے کہا: میں اور آنحضرتؐ دونوں مل کر جنابت کی حالت میں ایک برتن سے نہاتے"۔

۸ بخاری، ج۱، ص۱۹۳، حدیث۲۶۷۔ باب: جماع کے بعد بے غسل کیے پھر جماع کرے تو کیسا اور جو کوئی اپنی سب عورتوں کے پاس ہو آئے پھر ایک ہی غسل کرے۔

عن ابراھیم ابن محمد ابن المنتشر عن ابیه قال ذکرته لعائشة فقالت یرحم اللّٰہ ابا عبدالرحمٰن کنت اطیب رسول اللّٰہ فیطوف علی نسائه ثم یصبح محرما ینفخ طیبًا

ابراہیم ابن محمد ابن منتشر نے اپنے باپ محمد ابن منتشر سے نقل کیا ہے، محمد کہتا ہے کہ میں حضرت عائشہ کے سامنے عبداللہ ابن عمر کا قول نقل کیا ہے، کہتا ہے کہ میں حضرت عائشہ کے سامنے عبداللہ ابن عمر کا قول نقل کیا تو انھوں نے کہا: اللہ ابو عبدالرحمٰن پر رحم

کرے تو میں نے آنحضرتؐ کے خوشبو لگائی تو پھر آپ اپنی سب بیبیوں کے پاس آتے، پھر دوسرے دن احرام باندھتے ہوئے خوشبو جھاڑتے رہتے"۔

⑨ بخاری، ج۱، ص۱۹۵، حدیث ۲۷۰۔ باب: خوشبو لگا کر نہانا اور خوشبو کا اثر رہ جانا:

سألت عائشة فذكرت لها قول ابن عمر احب ان اصبح محرما انضخ طيب فقالت انا طيبت رسول الله ثم طاف في نسائه ثم اصبح محرمًا ۔

"(راوی کہتا ہے) میں نے حضرت عائشہؓ سے پوچھا اور ان سے عبداللہ ابن عمر کا یہ قول بیان کیا کہ ـــــ میں پسند نہیں کرتا کہ صبح کو احرام باندھے ہوں، خوشبو جھاڑ رہا ہوں ـــــ حضرت عائشہ نے کہا: میں نے آنحضرتؐ کے خوشبو لگائی پھر آپ اپنی سب بیبیوں کے پاس گھوم آئے۔ پھر صبح کو احرام باندھا"۔

⑩ بخاری، ج۱، ص۱۹۵، حدیث ۲۷۱، باب: ایضاً

عن عائشة قالت كاني انظر الى وبيص الطيب في مفرق النبي وهو محرم

"حضرت سے ہے انھوں نے کہا: گویا میں آنحضرتؐ کی مانگ میں خوشبو کی چمک دیکھ رہی ہوں جب آپ احرام باندھے ہوئے ہیں"۔

⑪ بخاری، ج۱، ص۱۹۶، حدیث ۲۷۲۔ باب: بالوں میں خلال کرنا:

عن عائشة قالت كان رسول الله اذا اغتسل من الجنابة غسل يديه وتوضا وضوءه للصلٰوة ثم اغتسل

ثم یخلل بیدہ شعرہ حتّٰی اذا ظن انه قد اروی بشرته افاض علیه الماء ثلاث مرات ثم غسل سائر جسدہ وقالت کنت اغتسل انا ورسول اللّٰه من انا واحد نغرف منه جمیعًا

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ جب جنابت کا غسل کرتے تو پہلے اپنے ہاتھ دھوتے اور جیسے نماز کے لیے وضو کیا کرتے ویسے ہی وضو کرتے، پھر غسل شروع کرتے تو اپنے ہاتھوں سے بالوں کا خلال کرتے، آپ کے بال بہت گھنے تھے جب آپ یہ سمجھ لیتے کہ اندر کا بدن بھگو چکے تو تین بار بالوں پر پانی بہاتے پھر اپنا باقی جسم دھوتے اور حضرت عائشہ نے کہا: ''میں اور آنحضرتؐ دونوں مل کر ایک ہی برتن سے نہاتے اس میں سے دونوں چلّو لیتے جاتے''۔

(۱۴) بخاری، ج۱، ص۱۹۹، حدیث۲۷۶، باب: غسل میں سر کے داہنے طرف سے شروع کرنا

عن عائشة قالت کنا اذا اصابت احدا انا جنابة اخذت بیدیها ثلاثًا فوق رأسها ثم بیدها علی شقها وبیدها الاخریٰ علی شقها الایسر

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ نے کہا: ہم میں سے کسی کو نہانے کی احتیاج ہوتی یعنی جنابت تو پہلے دونوں ہاتھ سے تین چلّو لے کر اپنے سر پر ڈالتی، پھر ہاتھ سے پانی لیتی اور بدن کی داہنی جانب پر ڈالتی اور دوسرے ہاتھ سے لے کر بدن کے بائیں جانب ڈالتی''۔

ثم يخلل بيده شعره حتى اذا ظن انه قد اروى بشرته
افاض عليه الماء ثلاث مرات ثم غسل سائر جسده
وقالت كنت اغتسل انا ورسول الله من اناء واحد نغرف
منه جميعًا

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ”حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ جب جنابت کا غسل کرتے تو پہلے اپنے ہاتھ دھوتے اور جیسے نماز کے لیے وضو کیا کرتے ویسے ہی وضو کرتے، پھر غسل شروع کرتے تو اپنے ہاتھوں سے بالوں کا خلال کرتے، آپ کے بال بہت گھنے تھے جب آپ یہ سمجھ لیتے کہ اندر کا بدن بھگو چکے تو تین بار بالوں پر پانی بہاتے پھر اپنا باقی جسم دھوتے اور حضرت عائشہ نے کہا: ”میں اور آنحضرتؐ دونوں مل کر ایک ہی برتن سے نہاتے اس میں سے دونوں چلّو لیتے جاتے“۔

⑫ بخاری، ج۱،ص۱۹۹،حدیث۲۷۶،باب: غسل میں سر کے داہنے طرف سے شروع کرنا

عن عائشة قالت كنا اذا اصابت احدانا جنابة اخذت
بيديها ثلاثًا فوق رأسها ثم بيدها على شقها وبيدها
الاخرىٰ على شقها الايسر

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ”حضرت عائشہ نے کہا: ہم میں سے کسی کو نہانے کی احتیاج ہوتی یعنی جنابت تو پہلے دونوں ہاتھ سے تین چلّو لے کر اپنے سر پر ڈالتی، پھر ہاتھ سے پانی لیتی اور بدن کی داہنی جانب پر ڈالتی اور دوسرے ہاتھ سے لے کر بدن کے بائیں جانب ڈالتی“۔

(۱۳) بخاری، ج۱، ص۲۰۴، حدیث ۲۸۴۔ باب: جنب کی حالت میں گھر رہ سکتا ہے جب کہ غسل سے پہلے وضو کرے:

قال سألت عائشة کان النبی بہ قد وھو جنب قالت نعم ویتوضّأ

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''(راوی کہتا ہے) میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کیا آنحضرتؐ جنابت کی حالت میں آرام فرماتے تھے؟ انھوں نے کہا: ہاں اور آپ وضو کر لیتے''۔

(۱۴) بخاری، ج۱، ص۲۰۵، حدیث ۲۸۶۔ باب: جنب کو غسل کر کے سونا:

عن عائشة قالت کان النبی اذا اراد ان ینام وھو جنب غسل فرجه وتوضا للصلٰوة

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ جب جنابت کی حالت میں سونا چاہتے تو اپنی شرمگاہ دھو ڈالتے اور وضو کر لیتے''۔

قارئین محترم! یہ ہیں چودہ احادیث کتاب الغسل میں جو حضرت عائشہ سے منقول ہیں۔ ان احادیث سے غسل کے کتنے احکام معلوم ہوئے ہیں۔ یہ آپ بھی اب مجھ سے بہتر جان گئے ہوں گے۔ ایک مرتبہ پھر احادیث پر ایک نظر ڈال لیں۔

* حدیث ۲۵۸ میں حضرت عائشہ نے آنحضورؐ کا سر کو تین حصوں میں کر کے دھونا بتایا ہے۔
* حدیث ۲۶۱ کا عنوان کچھ اور ہے۔ عنوان آپ خود ملاحظہ فرمالیں۔ بیان میں خود عرض کیے دیتا ہوں۔ حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ میں اور آنحضرتؐ ایک برتن میں ایک ساتھ مل کر غسل کرتے تھے۔ اگر تہذیب و شرافت مانع نہ ہوتی تو بہت کچھ

پوچھنے کو دل چاہتا ہے۔

* حدیث ۲۶۲ میں بی بی نے غسل سے پہلے ہاتھ دھونا بتایا ہے۔
* حدیث ۲۶۳ میں بی بی نے حدیث ۲۶۱ کی طرح داستانِ پریم ہی دہرائی ہے کہ میں اور آنحضرتؐ باہم مل کر غسل کرتے تھے۔
* حدیث ۲۶۷ میں بی بی نے آنحضورؐ کی جنسی خواہش کو آخری حد تک پہنچا دیا ہے۔ فرماتی ہیں: حج کے دنوں میں احرام کی حالت میں اور زندگی کے آخری سال آنحضرتؐ کی جنسی خواہش کا یہ عالم تھا کہ ایک رات میں نو ازواج کو بھگتا لیتے تھے۔ خدا معلوم یہ احترام ہے یا توہینِ نبیؐ؟ کہیں راجپال نے انھی احادیث کو جمع کر کے تو اُمت مسلمہ کے منہ پر رنگیلے رسول کا طمانچہ نہیں مارا تھا؟
* حدیث ۲۷۰ میں بھی ۲۶۷ کی بات دہرائی ہے۔ ذرا آپ پڑھیں احادیث بی بی کتنے چٹخارے لے لے کر بیان کرتی ہے۔
* حدیث ۲۷۱ میں بی بی نے بحالت احرام آنحضورؐ کا خوشبو استعمال کرنا بتایا ہے۔ اس حدیث کا کتاب الغسل سے کوئی تعلق یا رابطہ نہیں۔
* حدیث ۲۷۲ میں البتہ بی بی نے آنحضورؐ کے غسل کا کچھ طریقہ بتایا ہے لیکن ساتھ بی بی پریم کہانی کو بھی نہیں بھولیں۔ طریقۂ غسل سے بے جوڑ ہونے کے باوجود پریم کا پیوند لگا ہی دیا ہے اور فرمایا ہے کہ میں اور آنحضورؐ ایک برتن پر ایک ساتھ مل کر غسل کیا کرتے تھے۔
* حدیث ۲۷۶ میں بی بی نے طریقۂ غسل جنابت صحیح انداز میں بتایا ہے۔ یہی طریقہ غسل ائمہ اہلبیتؑ سے بھی منقول ہے اور وہ یہ ہے کہ

پہلے سر کو دھویا جائے، پھر دائیں جانب کندھے پر پاؤں تک اور آخر میں بائیں جانب بائیں کندھے سے بائیں پاؤں تک دھوئی جائے۔

خدا معلوم اہلحدیث طبقہ کا اس حدیث پر عمل ہے یا نہیں۔ اور فقہ حنفیہ والے غسل کیسے کرتے ہیں۔ اگر اہلحدیث برادری اور فقہ حنفیہ والے وسیع تر اتحاد کی خاطر حضرت عائشہ کی اس حدیث پر عمل کریں تو کم از کم غسل کے سلسلہ میں تو وحدت عمل ہو سکتی ہے۔

* حدیث ۲۸۴ میں جنبی شخص کا بحالت جنابت وضو کر کے سونا بتایا ہے کہ آنحضورؐ ایسا کرتے تھے لیکن یہ حدیث سورۂ مزمل میں قم اللیل الا قلیلا (رات کو کم کھڑا کر......) کے واضح ارشاد ربانی کے خلاف ہے۔ اگر قدرت آنحضورؐ کے قیامِ شب کی گواہی دے اور حضرت عائشہ آنحضورؐ کی حالت جنابت شب باشی کی کہانی سنائیں تو ہم شیعہ غریب اس بات پر مجبور ہیں کہ بی بی کی بات کو تسلیم نہ کریں اور اللہ کی شہادت کو قبول کر لیں۔ ممکن ہے برادرانِ اسلامی کے نزدیک بی بی کی عظمت زیادہ ہو لیکن ہم اسے توہینِ رسولؐ ہی سمجھتے ہیں۔
* حدیث ۲۸۶ میں بھی بی بی نے ۲۸۴ ہی کی بات کو دہرایا ہے۔

حضرت عمر اور غسلِ جنابت

اگرچہ براہِ راست حضرت عمر سے غسل کے سلسلہ میں کچھ بھی منقول نہیں ہے لیکن بالواسطہ حضرت عبداللہ ابن عمر چونکہ ایک حدیث موجود ہے اس لیے نذر قارئین کرتا ہوں تاکہ برادرانِ اسلامی کو یہ بات کہنے کا موقع نہ ملے کہ حضرت عمر سے تعصب برتا گیا ہے۔

بخاری، ج ۱، ص ۲۰۵، حدیث ۲۸۷

> عن عبداللہ ابن عمر قال وستغتٰی عمر النبی أینام احدنا وھو جنب قال نعم اذا توضاء
>
> ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ سے حضرت عمر نے پوچھا کہ ہم میں سے کوئی شخص جنابت

کی حالت میں سوسکتا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: جب وضو کرلے"۔

(۲) بخاری، ج۱، ص ۲۰۶، حدیث ۲۸۸

عن عبداللّٰہ ابن عمر قال ذکر عمر ابن الخطاب لرسول اللّٰہ بانہ تصیبہ الجنابۃ من اللّیل فقال لہ رسول اللّٰہ توضاء واغسل ذکرک ثم نم

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: "عبداللہ ابن عمر سے منقول ہے کہ حضرت عمر نے آنحضرتؐ سے عرض کیا: کبھی رات کو مجھ کو جنابت ہوتی ہے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا: تو ایسا کر کہ وضو کو کرلے اور اپنا ذکر دھو ڈال پھر سورہ۔

(۳) بخاری، ج۱، ص ۲۰۵، حدیث ۲۸۵

عن ابن عمر ان عمر ابن الخطاب سئل رسول اللّٰہ أیرقد احدنا وھو جب قال نعم اذا توضأ احدکم

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: "عبداللہ ابن عمر سے منقول ہے کہ حضرت عمر نے آنحضرتؐ سے پوچھا: کیا جنابت کی حالت میں ہم میں سے کوئی سو سکتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ہاں جب وضو کرلے تو جنابت کی حالت میں سوسکتا ہے"۔

حضرت عمر کی ہر سہ احادیث پیش کردی ہیں ان میں سے ہمیں صرف ایک مسئلہ مل سکا ہے:

* غسل کے کتنے مسائل ہیں؟

اگرچہ میرا مقصد کسی تفصیل میں جانا نہیں، تاہم چند ایک مسائل کی طرف آپ کی توجہ دلاتا ہوں:

* غسل کے لیے نیت ضروری ہے یا نہیں؟
* اگر نیت ضروری ہے تو کس وقت ضروری ہے اور کیسی نیت ہونا چاہیے؟
* غسلِ جنابت بذاتِ خود غسلِ میت کی طرح ضروری ہے یا نماز وغیرہ جیسے احکام کی خاطر ضروری ہے؟
* غسل اگر غوطہ لگا کر کیا جائے تو اس کی صورت کیا ہوگی؟
* غسل میں استعمال ہونے والا پانی پاک ہو یا نجس؟
* عرق گلاب وغیرہ جیسے مائع سے بھی غسل ہوسکتا ہے یا نہیں؟
* غسل میں استعمال ہونے والا پانی مباح ہو یا غصبی پانی سے بھی غسل ہو جاتا ہے؟
* چونکہ یہ کتاب الغسل ہے اس لیے خلفائے ثلاثہ اور حضرت عائشہ کو بتانا چاہیے تھا کہ کتنے اور کون کون سے غسل فرض ہیں؟ کتنے اور کون کون سے غسل سنت ہیں؟
* مرد کے کتنے غسل ہوتے ہیں؟ عورت کے کتنے غسل ہوتے ہیں اور مرد و عورت کے مشترکہ غسل کتنے اور کون کون سے ہوتے ہیں؟
* جس جگہ غسل کیا جا رہا ہے وہ جگہ مباح ہو یا غصبی جگہ پر بھی غسل ہوسکتا ہے؟
* غسل کے واجبات، مستحبات، مکروہات، شرائط اور مبطلات کون کون سے اور کتنے امور ہیں؟
* بخاری شریف کی کتاب الغسل آپ کے سامنے ہے۔ ہزار بار پڑھیں یا ایک بار، آپ کو اس میں طریقۂ غسل کے متعلق کسی بھی صحابی کا ایک لفظ تک نہ ملے گا۔ آخر کیوں؟
* کیا صحابہ غسل جنابت نہیں کرتے تھے؟
* اگر نہیں کرتے تھے تو نماز و روزہ وغیرہ کی کیا صورت تھی؟
* اگر کرتے تھے تو آنحضرتؐ سے طریقۂ غسل کیوں نہ پوچھا؟

* اگر کسی نے پوچھا ہے تو کہاں مذکور ہے؟
* کیا امام بخاری نے اس سلسلہ کی تمام احادیث کو ضعیف سمجھ کر درج بخاری نہیں کیا؟
* خلفائے ثلاثہ سے طریقۂ غسل کے سلسلہ میں ایک لفظ تک مذکور نہیں، آخر کیا وجہ ہے؟
* آنحضورؐ کے بعد آنے والے مرد کیا ازواج سے غسلِ جنابت کا طریقہ پوچھتے تھے؟
* معلمِ اسلام کے اردگرد بیٹھنے والے صحابہ نے طریقۂ غسل کیوں نہ دریافت کیا؟
* حضرت عائشہ کے علاوہ اور کسی زوجۂ نبی نے یہ نہیں بتایا کہ میں بھی آنحضورؐ کے ساتھ مل کر غسل کرتی تھی۔ کیا آنحضورؐ نے دیگر ازواج کو اس شرف سعادت سے محروم رکھا؟ یا انھوں نے خود اس پریم کہانی کا ذکر مناسب نہ سمجھا؟
* اگر آنحضورؐ نے دیگر ازواج کو اس سعادت سے محروم رکھا تو کیوں؟
* اگر اس سعادت میں تمام ازواج کا حصہ برابر تھا تو پھر انھوں نے حضرت عائشہ کی طرح اُمت کو محروم رکھنے میں بخل سے کام لیا ہے یا شرم کے مارے وہ نہ بتا سکیں؟
* اگر دیگر ازواج نے اُمت کو اس فضیلت سے بے بہرہ رکھنے میں بخل سے کام لیا تو کیا وجہ تھی؟
* اگر وجہ بخل نہ تھا بلکہ ازواج کی شرم تو کیا دیگر ازواج شرم میں عائشہ سے زیادہ تھیں۔ مولانا وحیدالزمان اور امام بخاری کو اس حدیث میں چھپا ہوا یہ مسئلہ تو نظر آ گیا کہ عورت اور مرد کا ایک دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھنا جائز ہے لیکن کیا امام بخاری اور مولانا وحیدالزمان کو اس حدیث سے یہ سنت نظر آئی کہ اس شرم وحیا میں ڈھلی ہوئی سنت نبوی اور سنت حضرت عائشہ پر عمل کرنا ہر سُنّی کے لیے ضروری ہے؟
* کیا آج بھی کوئی اہلِ سنت عالم اس باذوق سنت پر عمل کرتا ہے؟

* کیا امام بخاری اور مولانا وحیدالزمان کو یہ نظر نہ آسکا کہ اس حدیث کو بیان کر کے بی بی عائشہ آنحضورؐ کا تعارف ایک جنسی مریض مرد کے بطور کرا رہی ہے؟
* کیا امام بخاری اور مولانا وحیدالزمان کو اس حدیث سے یہ نظر نہ آسکا کہ اس حدیث میں حضرت عائشہ آنحضورؐ کے معاشرے کے گھٹیا ترین افراد سے بھی گرا کر پیش کر رہی ہے؟
* کیا امام بخاری اور مولانا وحیدالزمان کو اس حدیث سے یہ نظر نہ آسکا کہ اس حدیث کے بیان سے نبی اکرمؐ کی توہین ہوگی؟
- کتنے حیرت کا مقام ہے کہ حضرت عائشہ کے لیے تو اُمت مسلمہ کے دل تڑپ تڑپ اُٹھتے ہیں۔ نبی اکرمؐ کے معاملہ میں کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔

شیعہ کو کافر کہنے والے غیور افراد میں سے ہے کوئی جو بخاری میں موجود توہینِ رسولؐ کے خلاف آواز بلند کرے اور اتنی اخلاقی جرأت کر لے کہ یا بخاری سے ان احادیث کو بخاری بدر کیا جائے یا بخاری کو صحاح کی فہرست سے خارج کر کے ناقابلِ عمل قرار دیا جائے۔

حضرت عثمان اور غسلِ جنابت

حضرت عمر کے بعد آیئے حضرت عثمان کا ایک فرمان بھی سن لیجیے۔ اس سلسلہ میں حضرت عثمان کی ایک اکلوتی حدیث ہے، ملاحظہ ہو:

(1) بخاری، ج ۱، ص ۲۰۷، حدیث ۲۹

زید ابن خالد جهنی اخبر انه سئل عثمان ابن عفان فقال ارأیت اذا جامع الرجل امرأته فلم یمن؟ قال عثمان یتوضأ للصلٰوة ویغسل ذکره قال عثمان سمعته من رسول اللّٰه

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''خبر دی زید ابن خالد جہنی نے انھوں نے حضرت عثمان سے پوچھا: بتلایئے جب مرد اپنی عورت سے صحبت کرے اور منی نہ نکلے (تو غسل لازم ہوگا)۔ حضرت عثمان نے کہا: نماز کے وضو کی طرح وضو کرلے اور اپنا ذکر دھو ڈالے (غسل کرنا ضروری نہیں)۔ حضرت عثمان نے کہا: میں نے تو یہ آنحضرتؐ سے سنا ہے''۔

یہ ہے حضرت عثمان کا وہ کُل ترکہ جو انھوں نے غسل کے سلسلہ میں آنحضورؐ سے لے کر اُمت کے سپرد کیا ہے۔ جو سوالات سابقاً ہم نے دیے ہیں آپ خود ہی بتایئے کہ کتنے مسائل کا حل ہے یہ فرمان:

ہمیں بے شک کافر کہیے۔ مگر اپنے مقام پر خدا کے لیے اتنا سوچئے کہ:

* بقول آپ کے حضرت ابو بکر مسلم اوّل ہیں۔ جس شخص نے رسالت کے ۲۳ برس گزارے ہیں۔ اس نے اتنے طویل عرصہ میں اسلام اور طہارت کے بنیادی امور کے سلسلہ میں ایک لفظ تک نہیں دیا۔ آخر کیوں؟
* حضرت عمر جنہیں مرادِ رسولؐ بتایا جاتا ہے انھوں نے اسلام کو کیا دیا؟
* حضرت عثمان جنہیں ذوالنورین کہا جاتا ہے انھوں نے اسلام کو کیا دیا؟
* کیا کشور کشائی کا نام اسلام ہے؟
* کیا ملک گیری کا نام اسلام ہے؟
* کیا مسند اقتدار سنبھال لینے کا نام اسلام ہے؟
* کیا آلِ محمدؐ کے استحصال کا نام اسلام ہے؟

ذرا تاریخ سے پوچھیے:

* کوفہ میں عبدالرحمٰن ابن ملجم کس کے ہاں ٹھیرا تھا؟

- کیا عبدالرحمٰن ابن ملجم کا میزبان اشعث ابن قیس کندی نہیں تھا؟
- کیا یہ اشعث ابن قیس جس کے گھر سے عبدالرحمٰن ابن ملجم اُٹھ کر آیا تھا رأس الخوارج نہیں تھا؟
- کیا یہ اشعث بن قیس کندی مسلم اول حضرت ابوبکر کا بہنوئی نہیں تھا؟
- کیا جعدہ ابن اشعث جس نے نواسۂ رسولؐ امام حسنؑ کو زہر دی تھی حضرت ابوبکر کی بھانجی نہیں تھی؟
- کیا میدانِ کربلا میں نیزہ بازوں کا سالار محمد ابن اشعث نواسۂ رسولؐ کے مقابلہ میں حضرت ابوبکر کا بھانجا نہ تھا؟

کتابُ الحیض

* کُل احادیث: ۳۷..... * کُل محدث: ۹

محدثین کے اسمائے گرامی مع حدیث نمبر:

* حضرت عائشہ، حدیث نمبر: ۲۹۳ تا ۲۹۶، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۵ تا ۳۰۹، ۳۱۱ تا ۳۱۴، ۳۱۶ تا ۳۱۸، ۳۲۲، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۷
* حضرت اُم سلمہ، حدیث نمبر: ۲۹۷، ۳۱۹، ۳۲۰
* حضرت میمونہ، حدیث نمبر: ۳۰۰، ۳۲۹
* حضرت ابوسعید خدری، حدیث نمبر: ۳۰۱
* حضرت اسماء بنت ابوبکر، حدیث نمبر: ۳۰۴
* حضرت اُم عطیہ: حدیث نمبر ۳۱۰، ۳۲۱، ۳۲۳
* حضرت انس ابن مالک، حدیث نمبر: ۳۱۵
* حضرت عبداللہ ابن عباس، حدیث نمبر: ۳۲۶
* حضرت سمرۃ ابن جندب، حدیث نمبر: ۳۲۸

خلفائے ثلاثہ اور کتابُ الحیض

کتابُ الحیض میں کُل ۳۷ احادیث ہیں جن میں سے ۳۳ احادیث مستورات کی احادیث ہیں اور چار احادیث صحابہ کرام سے منقول ہیں۔

صحابہ میں سے حضرت ابوسعید خدری، حضرت انس ابن مالک، حضرت عبداللہ

ابن عباس اور حضرت سمرہ ابن جندب ہیں۔ ان چار اصحاب میں کہیں بھی خلفائے ثلاثہ کا نام نہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ چونکہ کتاب الحیض کا تعلق عورتوں سے ہے اور اس سلسلہ میں جتنے مسائل ہیں وہ سب عورتوں سے متعلق ہیں اس لیے خلفائے ثلاثہ سے اس سلسلہ میں کچھ منقول نہیں۔

جواب میں ہم گزارش کریں گے کہ اولاً تو کتاب الوحی، کتاب العلم، کتاب الوضوء اور کتاب الغسل سے متعلق مسائل تو عورتوں اور مردوں کے مشترکہ مسائل تھے۔ اگر بات عورتوں اور مردوں کے مسائل کی تھی تو کم از کم بخاری شریف کی سابقہ کتب میں ان حضرات سے کوئی حدیث تو منقول نہیں۔

ثانیاً: جس نبی عالمین سے دیگر مسائل سننا اور پوچھنا تھا وہ نبی بھی تو مرد ہی تھا۔ عورتوں سے متعلق مسائل جتنے بھی ہیں سب کے سب مردوں ہی نے جمع کیے تھے اور آج تک اس سلسلہ میں جتنی بھی کتابیں لکھی گئی ہیں، ہر کتاب میں کتاب الحیض موجود ہے خواہ صحاح ستہ ہوں یا فقہ کی کتابیں۔ تو پھر خلفائے ثلاثہ کو حیض سے متعلقہ مسائل روایت کرنے میں کون سی رکاوٹ حائل تھی۔

ثالثاً: حضرت ابوسعید خدری، حضرت انس ابن مالک، حضرت عبداللہ ابن عباس اور حضرت سمرہ ابن جندب جیسے صحابہ بھی تو مرد ہی تھے۔ جب ان بزرگواروں نے حیض کے سلسلہ میں مسائل اُمت کو دیے ہیں تو خلفائے ثلاثہ نے کیوں کچھ نہ دیا۔

حیض کیا ہے؟

مسائل حیض بتانے سے قبل ضروری ہے کہ حیض کا مختصر سا تعارف کراتے چلیں تا کہ قارئین کرام اس شش و پنج میں نہ رہیں کہ یہ کیا ہے؟

حیض وہ خون ہے جسے پاکستان کی اصطلاح میں ماہواری سے تعبیر کیا جا رہا ہے

لہٰذا ہم آئندہ عربی نام کی جگہ اپنے معروف نام سے لکھیں گے؟

ماہوری کا ایسا خون ہے جس پر نسلِ انسان کا دارومدار ہے۔ ہر تندرست وتوانا اور صحت مند عورت کو مہینہ میں ایک مرتبہ یہ خون دیکھنا ہوتا ہے۔ صرف وہی عورت قابلِ اولاد ہوتی ہے جسے ماہواری صحیح طور پر آتی رہے۔ جب تک ماہواری شروع نہیں ہوتی اس وقت تک عورت شادی کے قابل نہیں ہوتی اور جب ماہواری ختم ہوجاتی ہے اس وقت عورت یائسہ کہلاتی ہے اور اولاد پیدا کرنے کی قابلیت سے محروم ہوجاتی ہے۔

جب کبھی ماہواری کے نظام میں خلل پڑ جائے، عورت بیمار ہوجاتی ہے اور عورت کے اکثر امراض کا سبب ماہواری میں بے قاعدگی وغیرہ جیسے اسباب ہوتے ہیں۔

اسلام نے ماہواری کو طہارت کے مسائل میں سے ایک مستقل حیثیت دی ہے۔ انتہائی شرح وبسط سے ماہواری کے احکام بتائے ہیں۔ اسلام کے مطابق ماہواری کم از کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہوتی ہے۔ تین دن سے کم ہوتو اسے بھی ماہواری نہیں کہا جاتا اور دس دن سے زیادہ آنے والے خون کو بھی ماہواری نہیں کہا جاتا بلکہ اسے استحاضہ یا سیلان الرحم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

جن عورتوں کو ماہواری کا خون آتا ہے اسلام نے انھیں کم از کم تین اقسام میں تقسیم کیا ہے اور ہر قسم سے متعلق عورتوں کے احکام علیحدہ بتائے ہیں۔ ماہواری کے علاوہ دو خون اور بھی ہیں جن سے عورت دوچار ہوتی ہے۔ ایک وہ خون ہے جو بچہ کی ولادت کے وقت عورت دیکھتی ہے اسے اسلامی اصطلاح میں نفاس کہا جاتا ہے، اس کی کم از کم مقدار چند قطرے بھی ہوسکتی ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن تک بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ ولادت سے لے کر دس دن کی مدت میں عورت کے احکام اسلام نے بتائے ہیں۔

ایک اور خون بھی ہوتا ہے جسے اسلامی اصلاح میں استحاضہ اور طبی اصطلاح میں لیکوریا یا سیلان الرحم کہا جاتا ہے۔ یہ خون ماہواری کے نظام میں گڑبڑ اور عورت کے

لہٰذا ہم آئندہ عربی نام کی جگہ اپنے معروف نام سے لکھیں گے؟

ماہوری کا ایسا خون ہے جس پر نسلِ انسان کا دارومدار ہے۔ ہر تندرست وتوانا اور صحت مند عورت کو مہینہ میں ایک مرتبہ یہ خون دیکھنا ہوتا ہے۔ صرف وہی عورت قابلِ اولاد ہوتی ہے جسے ماہواری صحیح طور پر آتی رہے۔ جب تک ماہواری شروع نہیں ہوتی اس وقت تک عورت شادی کے قابل نہیں ہوتی اور جب ماہواری ختم ہوجاتی ہے اس وقت عورت یائسہ کہلاتی ہے اور اولاد پیدا کرنے کی قابلیت سے محروم ہوجاتی ہے۔

جب کبھی ماہواری کے نظام میں خلل پڑ جائے، عورت بیمار ہوجاتی ہے اور عورت کے اکثر امراض کا سبب ماہواری میں بے قاعدگی وغیرہ جیسے اسباب ہوتے ہیں۔

اسلام نے ماہواری کو طہارت کے مسائل میں سے ایک مستقل حیثیت دی ہے۔ انتہائی شرح وبسط سے ماہواری کے احکام بتائے ہیں۔ اسلام کے مطابق ماہواری کم از کم تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہوتی ہے۔ تین دن سے کم ہو تو اسے بھی ماہواری نہیں کہا جاتا اور دس دن سے زیادہ آنے والے خون کو بھی ماہواری نہیں کہا جاتا بلکہ اسے استحاضہ یا سیلان الرحم سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

جن عورتوں کو ماہواری کا خون آتا ہے اسلام نے انھیں کم از کم تین اقسام میں تقسیم کیا ہے اور ہر قسم سے متعلق عورتوں کے احکام علیحدہ بتائے ہیں۔ ماہواری کے علاوہ دو خون اور بھی ہیں جن سے عورت دوچار ہوتی ہے۔ ایک وہ خون ہے جو بچہ کی ولادت کے وقت عورت دیکھتی ہے اسے اسلامی اصطلاح میں نفاس کہا جاتا ہے، اس کی کم از کم مقدار چند قطرے بھی ہوسکتی ہے اور زیادہ سے زیادہ دس دن تک بھی دیکھا جاسکتا ہے۔ ولادت سے لے کر دس دن کی مدت میں عورت کے احکام اسلام نے بتائے ہیں۔

ایک اور خون بھی ہوتا ہے جسے اسلامی اصلاح میں استحاضہ اور طبی اصطلاح میں لیکوریا یا سیلان الرحم کہا جاتا ہے۔ یہ خون ماہواری کے نظام میں گڑبڑ اور عورت کے

امراض نسواں میں مبتلا ہو جانے کی وجہ سے آتا ہے۔ سیلان الرحم کے دنوں میں عورت کے احکام صوم وصلوٰۃ جدا ہوتے ہیں۔

اسلام نے ماہواری، نفاس اور سیلان الرحم میں سے ہر ایک کے انتہائی تفصیل سے احکام بتائے ہیں۔ کچھ احکام تو قرآنِ کریم نے بھی بتائے ہیں لیکن وہاں تفصیل نہیں بلکہ اجمال ہے۔ کچھ احکام حدیث نبویؐ نے بتائے ہیں اور یہ مفصل ہیں اور کچھ احکام علماء نے قرآن وسنت کے پیش نظر بطور اجتہاد بیان کیے ہیں۔

ہمارا مقصد چونکہ خون کی ان تین اقسام بتانا نہیں بلکہ اپنے قارئین کو اسلام کی وسعتِ نظر اور مسلمان کی زیادہ سے زیادہ طہارت و پاکیزگی کی اہمیت سے آگاہ کرنا ہے اس لیے بطور اختصار ہم نے مسلمان عورت کے ان ابتلاءات کے متعلق عرض کر دیا ہے تاکہ بخاری شریف جو سوادِ اعظم کی اہم ترین کتاب ہے میں سے حضرت عائشہ کی احادیث جب پڑھیں تو آپ کے ذہن میں ایک اجمالی سا خاکہ ہو اور آپ یہ دیکھ سکیں کہ بخاری پر عمل کرنے والی مسلمان عورت کس حد تک اپنے کو پاکیزہ رکھنے میں کامیاب ہو سکتی ہے اور اگر بخاری شریف سے تمام احکام نہ مل سکیں تو اسے کیا کرنا چاہیے۔

حضرت عائشہ اور احکامِ حیض

کتاب الحیض کی ۳۷ احادیث میں ۲۴ احادیث یعنی ۲/۳ حصہ حضرت عائشہ سے مروی ہے۔

۞ بخاری، ج ۱، ص ۲۱۰، حدیث ۲۹۳۔ باب: حیض کا آنا کیونکر شروع ہوا:

سمعت عن عائشة خرجنا لا يزيد الا الحج فلما كنا بصرف حضتُ فدخل علي رسول الله وانا ابكي فقال مالك؟ انفست؟ قلت نعم قال ان هذا امر كتبه الله على بنات آدم فاقضي ما يقضي الحاج غير ان لا تطوفا

بالبيت وضحى رسول الله عن نسائه بالبقر

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''(راوی کہتا ہے) میں نے حضرت عائشہ سے سنا وہ کہتی تھیں: ہم صرف حج کی ہی نیت سے نکلے۔ جب ہم صرف پہنچے تو مجھ کو حیض آ گیا۔ آنحضرتؐ میرے پاس تشریف لائے تو میں رو رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: کیوں کیا حال ہے؟ کیا تجھ کو حیض آ گیا؟ میں نے عرض کیا: جی۔ آپؐ نے فرمایا: یہ تو وہ امر ہے جو اللہ نے آدم کی بیٹیوں پر لکھ دیا ہے۔ تو حاجیوں کے سب کام کرتی رہو، فقط بیت اللہ کا طواف مت کر۔ حضرت عائشہ نے کہا اور آنحضرتؐ نے اپنی بیبیوں کی طرف سے ایک کی قربانی کی''۔

جائزہ

امام بخاری نے اس حدیث کو تاریخ آغاز حیض کے بطور لکھا ہے جیسا کہ باب کے عنوان سے واضح ہے اور یہ اس وقت کی بات ہے جب آنحضورؐ نبوت کے بائیس برس گزار چکے ہیں کیونکہ حضرت عائشہ کے مطابق یہ حجۃ الوداع کا واقعہ ہے۔ ہجرت کے بعد آپؐ نے صرف ایک ہی حج کیا جو آپ کی زندگی کا پہلا اور آخری حج تھا۔ اس حقیقت کے پیش نظر:

- گویا آنحضورؐ نے پہلے کبھی حیض کی تاریخ نہیں بتائی تھی؟
- اس حدیث سے ایک مسئلہ معلوم ہوتا ہے کہ حائضہ عورت بیت اللہ میں داخل نہیں ہو سکتی۔ حج کے دیگر تمام اعمال بجالا سکتی ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ:

- نبوت کے آخری برس آپؐ نے تاریخ حیض کیوں بتائی؟

* کیا اس سے قبل حضرت عائشہ نے کبھی پوچھا نہ تھا یا آپؐ نے بتایا نہ تھا؟
* اگر بی بی نے کبھی پوچھا نہ تھا تو کیوں؟ اور اگر آپؐ نے بتایا نہ تھا تو کیوں؟

(۲) بخاری، ج ۱، ص ۲۱۰، حدیث ۲۹۴۔ باب حیض والی عورت اپنے خاوند کا سر دھو سکتی ہے اور اس میں کنگھی کر سکتی ہے:

عن عائشة قالت كنت ارجل رأس رسول الله واذا حائض

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے انھوں نے کہا کہ میں حیض کی حالت میں آنحضرتؐ کے سر مبارک میں کنگھی کیا کرتی تھی''۔

(۳) بخاری، ج ۱، ص ۲۱۱، حدیث ۲۹۵، باب ایضاً

اخبرتني عائشة انها كانت ترجل رسول الله وهي حائض ورسول الله حينئذ مجاور في المسجد يدلي راسه وهي في حجرتها فترجله وهي حائض

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ نے مجھ سے بیان کیا کہ وہ آنحضرتؐ کے سر میں حیض کی حالت میں کنگھی کیا کرتی تھیں اور آپ اس وقت مسجد میں اعتکاف میں ہوتے (مسجد ہی میں سے) اپنا سر اُن کے قریب کر دیتے وہ اپنے حجرے میں رہتیں اور حیض کی حالت میں آپ کے سر میں کنگھی کرتیں''۔

جائزہ

حدیث ۲۹۴ اور ۲۹۵ آپ نے پڑھ لی ہیں اور باب کا عنوان بھی دیکھ لیا ہے۔
اولاً تو باب کا عنوان اور احادیث کے مندرجات دیکھ کر ایک شک بھی پڑ رہا ہے کہ کہیں

بخاری شریف میں دست تحریف کا دیمک تو نہیں لگ گیا کیونکہ عنوان میں سر دھونے اور کنگھی کرنے کی بات ہے لیکن باب کی دونوں احادیث آپ کے سامنے ہیں۔ ان میں کنگھی کرنے کا ذکر تو ہے لیکن سر دھونے کا ذکر نہیں۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ امام بخاری نے حضرت عائشہ کی زبانی یہ بھی بتایا ہو کہ میں حالتِ حیض میں آپ کا سر بھی دھوتی تھی اور سر دھونے کے بعد کنگھی کرتی تھی اور بعد میں یار لوگوں نے سر دھونے کا لفظ اُڑا دیے ہوں۔

امید ہے آپ میری تائید کریں گے اور یہ تسلیم کریں گے کہ بخاری میں تحریف کی گئی ہے اور یقیناً کی گئی ہے ورنہ امام بخاری ایسے کم عقل تو نہیں تھے کہ جس بات کا حدیث میں ذکر تک نہیں اس بات کو باب کا عنوان قرار دیں۔

ثانیاً: اس حدیث سے حیض کے کتنے احکام معلوم ہوتے ہیں:

① آنحضورؐ نے حضرت عائشہ کے حجرہ اور مسجد کی درمیانی دیوار میں ایک کھڑکی رکھی ہوئی تھی کیونکہ بی بی فرماتی ہیں: میں حجرہ میں ہوتی تھی آپ مسجد سے سر کو حجرہ میں لٹکا دیتے تھے اور میں کنگھی کر دیتی تھی۔

② آنحضورؐ خود اتنے مصروف ہوتے تھے کہ آپ کو اپنے ہاتھ سے کنگھی کرنے کا وقت ہی نہیں ملتا تھا۔

③ آپؐ کو مجھ سے اس قدر محبت تھی کہ آپؐ کنگھی مجھ ہی سے کرواتے تھے۔

جہاں تک ہم سمجھتے ہیں اسی آخری بات کی خاطر بی بی نے یہ سب کچھ کیا ہے۔ انھی احادیث کو ایک غیر مسلم کی نگاہ سے دیکھیں، پھر رنگیلا رسول اُٹھائیں اور راجپال کی تحریر پڑھیں۔ پھر آئینہ میں اپنے رسولِ اعظمؐ کی تصویر دیکھ کر غیر مسلموں کو دعوتِ اسلام دیں۔

④ بخاری، ج۱، ص۲۱۲، حدیث ۲۹۶۔ باب: مرد اپنی عورت کی گود میں جب وہ حیض سے ہو، قرآن پڑھ سکتا ہے:

عائشة حدثتها ان النبی کان یتکئی فی حجری وانا
حائض ثم یقرء القرآن

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''ان سے حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ آنحضرتؐ میری گود پر تکیہ لگاتے اور میں حیض سے ہوتی اور آپؐ قرآن پڑھتے''۔

جائزہ

اولاً: تو ذرا اس امکان پر غور کیجیے کہ دس بارہ برس کی نوخیز بچی اور ترپن چون برس کا ڈھلا ہوا مرد۔ کیا یہ ممکن بھی ہے کہ ڈھلا ہوا مرد بچی کی گود میں بیٹھ جائے۔ وہ گود کتنی ہوگی اور اس میں کتنی گنجائش ہوگی؟

ثانیاً: حضرت عائشہ بتانا کیا چاہتی ہیں۔ کیا بی بی آنحضورؐ کا صرف جنسی مریض کے بطور تعارف کرانا چاہتی ہیں کہ ایامِ حیض میں جب اور کچھ نہ ہوسکتا تو اپنی جنسی خواہش کو فرو کرنے کا آخری وسیلہ یہی ہوتا تھا کہ وہ میری گود میں بیٹھ کر قرآن خوانی کیا کرتے تھے۔ ایک طرف ثوابِ تلاوت اور دوسری طرف لذتِ پیار۔

کیا یہی ہمارا رسول عالمین اور از آدمؑ تا عیسیٰؑ تمام انبیاء کی نبوت کا وارث تھا؟

(۵) بخاری، ج ۱، ص ۲۱۲، حدیث ۲۹۸، باب: حیض والی عورت سے مباشرت کرنا:

عن عائشة قالت کنت اغتسل انا والنبی من اناء واحد
وکلانا جنب وکان تامرنی ما تزر فیها شرنی وانا حائض
وکان یخرج راسه الی وهو معتکف فاغسله وانا حائض

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ میں اور آنحضرتؐ (دونوں مل کر) ایک برتن میں غسل کیا کرتے اور دونوں جنب ہوتے اور میں حیض سے ہوتی اور آپ حکم کرتے میں

ازار باندھ لیتی۔ پھر آپؐ مجھ سے مباشرت کرتے اور آپ
اعتکاف کی حالت میں اپنا سر میری طرف نکال دیتے میں اس کو
دھو دیتی اور میں حیض سے ہوتی"۔

بخاری، ج ۱، ص ۲۱۳، حدیث ۲۹۹، باب ایضاً:

عن عائشة قالت كانت احدانا اذا كانت حائضًا فاراد رسول الله ان يباشرها فامرها ان تتذر في فور حيضتها ثم يباشرها وايكم يملك اربه كما كان النبي يملك اربه

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: "حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ ہم میں جب کسی کو حیض آتا آنحضرتؐ اس سے مباشرت چاہتے تو اس کو ازار باندھنے کا حکم دیتے۔ اس وقت حیض زور پر ہوتا۔ پھر اس سے مباشرت کرتے۔ حضرت عائشہ نے کہا: تم میں کون ایسا ہے جو اپنی شہوت پر ایسا اختیار رکھے جیسے آنحضرتؐ رکھتے تھے"۔

جائزہ

مناسب ہوگا اگر ان احادیث کا جائزہ اسی جگہ لے لیں۔ ان دو احادیث میں بی بی نے جو کچھ بتایا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

الف: میں اور آنحضرتؐ بحالتِ جنابت باہم مل کر ایک برتن سے غسل کرتے تھے۔

ب: ایامِ حیض میں آنحضرتؐ مجھے چادر باندھنے کا حکم دیتے۔ میں چادر باندھ لیتی پھر آپ مجھ سے مباشرت کرتے۔

ج: آپؐ اعتکاف کے دنوں میں مسجد کی دیوار سے میرے حجرہ میں سر نکالتے اور

میں بحالتِ حیض آپ کا سر دھوتی۔

د: ازواج میں سے کسی بھی زوجہ کو شبابِ حیض میں چادر باندھنے کا حکم دیتے۔ وہ بی بی چادر باندھ لیتی آپ اس سے مباشرت کرتے۔

ہ: جس طرح آنحضورؐ کو اپنے جذبات اور اپنی خواہشات پر قابو تھا۔ اس طرح تم میں سے کسی کو نہیں۔ آنحضرتؐ کا حضرت عائشہؓ کے ساتھ باہم مل کر ایک برتن سے غسل کرنے کا واقعہ از کتاب الغسل، حدیث نمبر ۲۶۱ اور ۲۶۳ میں بھی گزر چکا ہے۔ مگر بی بی شاید مطمئن نہیں ہوتی۔ شاید بی بی کا مقصد یہ ہو کہ عالمِ اسلام چپے چپے تک میری زندگی ہی میں یہ پریم کہانی اُمت مسلمہ کے ہر فرد کے کان تک پہنچ جائے اور کوئی علاقہ یا کوئی فرد ایسا نہ رہے جو میری داستانِ محبت سے خالی یا بے بہرہ رہ جائے اور جب اُمت مسلمہ اپنی گفتگو میں غسل کا نام لے تو میرا نام ضرور لیا جائے اور کوئی غیر مسلم ان احادیث کو سنے تو وہ اسلام لانے کی زحمت گوارا نہ کرے۔

مسئلہ ب اور مسئلہ د ایک ہی نوعیت کے دو مسائل ہیں، فرق صرف یہ ہے کہ مسئلہ ب میں بی بی نے ایامِ حیض میں صرف اپنے ساتھ آنحضورؐ کی مباشرت کا ذکر کیا ہے اور مسئلہ د میں تمام ازواج کو اپنے ساتھ شامل کیا ہے کہ صرف مجھ پر کیا موقوف ہے۔ تمام ازواج کی حالت ایک جیسی تھی اور اگر کوئی یہ سمجھے کہ آغازِ حیض میں جب خون تھوڑا تھوڑا ہو جاتا ہے یا اختتامِ حیض پر گھٹ جاتا ہے آنحضورؐ مباشرت نہیں کرتے تھے بلکہ آپؐ حیض کے عین عالمِ شباب میں مباشرت کرتے تھے۔

مباشرت کا معنی

ہمارے بعض عربی نا آشنا دوست مباشرت کا معنی نہیں سمجھتے۔ جب ان سے بخاری کی حدیث بیان کی جائے اور حضرت عائشہؓ کے متعلق بتایا جائے تو شاید وہ فتویٰ باز اور بازاری مجمع باز علماء سے جا کر پوچھتے ہیں وہ آئیں بائیں شائیں کر کے ٹال دیتے

ہیں۔ مناسب ہوگا اگر ہم قرآن اور لغت سے مباشرت کا معنی پیش کر دیں تا کہ متلاشیانِ حق جب کسی مجمع باز سے مباشرت کا معنی پوچھیں تو ان کے اپنے ذہن میں پہلے سے کچھ مواد ہو اور وہ کسی کے ٹالنے سے بآسانی نہ ٹل سکیں۔

اولاً تو انہی احادیث کے ذیل میں مولانا وحید الزمان جو فٹ نوٹ دیا ہے وہ مولانا کے ذہنی اضطراب کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ محترم نے حدیث شروع کرنے سے پہلے ہی اپنی فکری بے چینی ظاہر کر دی ہے۔ باب کا عنوان لکھ کر رقمطراز ہیں:

مباشرت کہتے ہیں: بوس و کنار کو، چمٹانے کو، بدن سے بدن لگانے کو۔

ممکن ہے مولانا وحید الزمان نے لغت کی کسی کتاب میں مباشرت کا مذکورہ معنی دیکھا ہو۔ کاش مولانا نے جس لغت کی کتاب میں یہ معنی دیکھا تھا اس کا نام بھی بتا دیتے تا کہ ہم بھی مستفید ہو لیتے۔ مولانا کا کسی کتاب لغت کا حوالہ نہ دینا خود اس بات کی دلیل ہے کہ مولانا نے صرف اپنے ذہنی اطمینان کے لیے مباشرت کا خانہ ساز اور خود ساختہ معنی لکھ دیا ہے۔

کاش مولانا کو یہ حقیقت معلوم ہوتی کہ استعمال خود ایک ناطق لغت ہے اور عربی پڑھنے والے حضرات اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ لغت صامت کی نسبت ہر اہلِ قلم اور اہلِ دانش ہر زبان میں لغت ناطق کو زیادہ قابلِ ترجیح سمجھتے ہیں۔ اس بنا پر مباشرت، مجامعت اور مقاربت تینوں ہم معنی لفظ ہیں اور یہ تینوں الفاظ میاں بیوی کے عالمِ خلوت میں اس مخصوص تعلق کو ظاہر کرنے کے لیے بولے جاتے ہیں اور جس میں میاں بیوی ایک دوسرے میں گم ہو کر تو من شدی من تو شدم کے مرحلہ سے گزر رہے ہوتے ہیں اور جس عمل کے نتیجے میں اور ثمرہ کے طور پر اولاد حاصل ہوتی ہے۔

اگر مولانا وحید الزمان آج ہوتے تو ہم اُن سے صرف ایک سوال کرتے کہ اگر مباشرت کا معنی وہی ہے جو آپ نے کیا ہے تو کیا۔

ہیں۔ مناسب ہوگا اگر ہم قرآن اور لغت سے مباشرت کا معنی پیش کردیں تا کہ متلاشیانِ حق جب کسی مجمع باز سے مباشرت کا معنی پوچھیں تو ان کے اپنے ذہن میں پہلے سے کچھ مواد ہو اور وہ کسی کے ٹالنے سے بآسانی نہ ٹل سکیں۔

اولاً تو انہی احادیث کے ذیل میں مولانا وحید الزمان جو فٹ نوٹ دیا ہے وہ مولانا کے ذہنی اضطراب کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ محترم نے حدیث شروع کرنے سے پہلے ہی اپنی فکری بے چینی ظاہر کردی ہے۔ باب کا عنوان لکھ کر رقمطراز ہیں:

مباشرت کہتے ہیں: بوس و کنار کو، چمٹانے کو، بدن سے بدن لگانے کو۔

ممکن ہے مولانا وحید الزمان نے لغت کی کسی کتاب میں مباشرت کا مذکورہ معنی دیکھا ہو۔ کاش مولانا نے جس لغت کی کتاب میں یہ معنی دیکھا تھا اس کا نام بھی بتا دیتے تا کہ ہم بھی مستفید ہو لیتے۔ مولانا کا کسی کتاب لغت کا حوالہ نہ دینا خود اس بات کی دلیل ہے کہ مولانا نے صرف اپنے ذہنی اطمینان کے لیے مباشرت کا خانہ ساز اور خودساختہ معنی لکھ دیا ہے۔

کاش مولانا کو یہ حقیقت معلوم ہوتی کہ استعمال خود ایک ناطق لغت ہے اور عربی پڑھنے والے حضرات اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ لغت صامت کی نسبت ہر اہلِ قلم اور اہلِ دانش ہر زبان میں لغت ناطق کو زیادہ قابلِ ترجیح سمجھتے ہیں۔ اس بنا پر مباشرت، مجامعت اور مقاربت تینوں ہم معنی لفظ ہیں اور یہ تینوں الفاظ میاں بیوی کے عالمِ خلوت میں اس مخصوص تعلق کو ظاہر کرنے کے لیے بولے جاتے ہیں اور جس میں میاں بیوی ایک دوسرے میں گم ہوکر تو من شدی من تو شدم کے مرحلہ سے گزر رہے ہوتے ہیں اور جس عمل کے نتیجے میں اور ثمرہ کے طور پر اولاد حاصل ہوتی ہے۔

اگر مولانا وحید الزمان آج ہوتے تو ہم اُن سے صرف ایک سوال کرتے کہ اگر مباشرت کا معنی وہی ہے جو آپ نے کیا ہے تو کیا۔

آپ کہہ سکتے ہیں کہ میں نے ماں سے مباشرت کی یا ماں نے مجھ سے مباشرت کی کیونکہ بیٹے کا ماں کو اور ماں کا بیٹے کو چومنا قطعاً جائز ہے۔

ثانیاً: اس وقت میرے سامنے عربی کی معروف لغت المنجد کے دو نسخے رکھے ہیں۔ ایک عربی تو عربی ہے اور دوسرا عربی تو اُردو ہے۔ المنجد کا عربی نسخہ محتاجِ تعارف نہیں البتہ اُردو ترجمہ جن علمائے کرام نے کیا ہے ان کا تعارف ہم کرائے دیتے ہیں:

- ..... المنجد کے اُردو ترجمہ کا مقدمہ مولانا محمد شفیع صاحب نے لکھا ہے۔
- ...... عربی سے اُردو میں ترجمہ کرنے والی جماعت علماء ہے جو تمام کے تمام برصغیر کے باسی ہیں اور بحمد اللہ تمام ہندو پاک کی معروف ہستیاں ہیں:

①	مولانا سعد حسن خان یوسفی	فاضل ندوۃ العلماء
②	پروفیسر عبد الصمد صارم ازہری	فاضل مصر و فاضل دیوبند
③	مولانا سید حسن صاحب	استاد دار العلوم دیوبند
④	مولانا نور احمد صاحب قاسمی	عربی پروفیسر بہاولپور
⑤	پروفیسر محبوب الٰہی	فاضل دیوبند و دہلی

اس ترجمہ پر نظر ثانی اور تحقیق و تصحیح جن علمائے کرام نے فرمائی ہے اُن کے نام یہ ہیں:

①	مولانا ظہور احمد صاحب	استاد دار العلوم دیوبند
②	مولانا سبحان محمود صاحب مظاہری	سہارنپور
③	مولانا اصلح الحسینی صاحب	فاضل دیوبند
④	مولانا ولی حسن صاحب ٹونکی	فاضل ندوۃ لکھنؤ

المنجد کے اس اُردو ترجمہ کو دار الاشاعت مقابل مولوی مسافر خانہ، کراچی نمبرا نے شائع کیا ہے۔

دیوبند، جامع الازہر مصر، ندوۃ العلماء، بہاولپور اور سہارنپور کے دس جید علماء نے
۔۔۔ مباشرت ۔۔۔ کا جو معنی کیا ہے ملاحظہ ہو، ص ۸۸

باشر المرأۃ ۔۔۔ جماع کرنا۔

باشر فعل ماضی ہے جس کا مصدر مباشرہ ہے۔

عربی المنجد کے ص ۴۰ پر ۔۔۔ باشر ۔۔۔ مباشرت مصدر سے فعل ماضی کا معنی یوں کیا ہے۔

باشر المرأۃ ۔۔۔ دل علیہا ۔۔۔ عورت سے دخول کیا۔

ہم نہیں سمجھتے کہ مولانا وحید الزمان کو مباشرہ کا معنی بدن سے بدن لگانا کہاں سے ملا ہے؟ اور کس گردے سے مولانا نے مباشرہ کا معنی لکھ دیا ہے؟

المنجد کے ترجمہ کرنے والے دس نامور علماء نے ۔۔۔ البشر ۔۔۔ سے مشتاق ہونے والے الفاظ کے جتنے بھی معانی لکھے ہیں ان میں کسی بھی معنی سے مولانا وحید الزمان کے کیے گئے ترجمہ کا ہلکا سا اشارہ بھی نہیں ہوتا۔

ثالثاً: فقہ خواہ حنفی ہو یا شافعی، مالکی ہو یا حنبلی اور خواہ جعفری کسی فقہ کی کسی بھی کتاب میں ۔۔۔ مباشرت ۔۔۔ کا معنی بدن سے بدن لگانا نہیں ملے گا بلکہ ہر ملکیت فقہ کی کتاب میں مباشرت، مجامعت اور مقاربت یہی تین الفاظ میاں بیوی کے اس مخصوص عمل کے لیے استعمال کیے جاتے جس کے نتیجہ میں اولاد ہوتی ہے یا جس عمل کو انگریزی میں مہذب طبقہ انٹرکورس کہتا ہے۔

نظامِ مصطفیٰؐ جلد سوم میں ہم نے اس معنی کا ایک اور پہلو بھی تفصیل سے عرض کر دیا ہے اگر شوق ہو تو وہاں ملاحظہ فرمایا جا سکتا ہے۔

رابعاً: اس وقت میرے سامنے سوادِ اعظم کی معروف تفسیر مظہری ہے جسے علامہ قاضی محمد ثناء اللہ عثمانی نے لکھا ہے۔ مولانا عبد الدائم الجلالی نے تشریحی ترجمہ مع ضروری

اضافات لکھے ہیں اور سعید منزل، ادب منزل، پاکستان چوک کراچی نے شائع کیا ہے، ملاحظہ ہو:

تفسیر مظہری، ج ۱، ص ۳۴۸، سورۃ بقرہ کی دو آیات کی تفسیر اور ترجمہ پیش خدمت ہے۔ فالان باشروھن (پس اب تم ان سے ہم بستر ہو) یعنی اب حلال طور سے مجامعت کرو، مباشرت بول کر صحبت مراد لی ہے۔

ولا تباشروھن وانتم عاکفون فی المساجد

اور نہ ہم بستر ہونا ان سے جس حالت میں کہ تم اعتکاف میں بیٹھے ہو، مسجدوں میں۔ عکوف کے معنی لغت میں کسی شے پر اقامت کرنے اور ٹھہرنے کے ہیں اور اصطلاح اہلِ شرع میں اعتکاف مسجد میں نیت کے ساتھ اللہ کی عبادت پر ٹھہرے اور اقامت کرنے کو کہتے ہیں۔ علامہ بغوی نے فرمایا ہے کہ یہ آیت چند صحابہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ وہ مسجد میں اعتکاف کرتے تھے۔ جب کسی کو ان میں اپنی زوجہ کے پاس جانے کی ضرورت ہوتی تھی تو اعتکاف سے نکل کر اس سے صحبت کر لیتے اور پھر غسل کر کے مسجد میں آ جاتے تھے پھر اس آیت سے رات اور دن دونوں میں اعتکاف سے فارغ ہونے تک عورت کے پاس جانا حرام ہو گیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ جماع سے اعتکاف ٹوٹ جاتا ہے اور سب کے نزدیک اعتکاف میں جماع حرام ہے۔ انتہیٰ

علامہ ثناء اللہ نے انتہائی وضاحت کے ساتھ مباشرت کا معنی وہی کیا ہے جو ہم نے بتایا ہے۔

خامساً: خود حضرت عائشہ نے اختتام حدیث پر از روئے چیلنج کہا ہے: تم میں سے کس میں اتنی ہمت ہے کہ اپنی خواہشات پر آنحضورؐ کی طرح قابو پا سکے۔ حضرت عائشہ کا یہ چیلنج ایک واضح اور صلائے عام ہے کہ جب آنحضورؐ اتنے مضبوط کردار کے ہونے کے باوجود شباب حیض میں مباشرت سے نہ رہ سکے تو پھر تم کس باغ کی مولی ہو اور کب اپنے

جنسی جذبات کو اپنے قابو میں رکھ سکتے ہو۔

امید ہے ان پانچ واضح اور غیر مبہم دلائل کے بعد آپ کے ذہن کسی حد تک صاف ہو چکے ہوں گے اور مولانا وحید الزمان کا جادو ذہن سے اُتر چکا ہوگا۔ ان مسلّمہ حقائق کے پیش نظر اب سوال یہ ہے کہ:

- حضرت عائشہ اس بیان سے کس قسم کا درس دینا چاہتی ہیں؟
- ان دو احادیث میں بی بی نے حیض کے کتنے مسائل بیان کیے ہیں؟

ہمارے خیال میں اتنا کافی ہے ہم نے آپ کا کافی وقت لے لیا ہے۔ اس لیے اب آگے پڑھیے:

(۷) بخاری، ج ۱، ص ۲۱۴، حدیث ۳۰۲۔ باب: حیض والی عورت حج کے سب کام کرتی رہے صرف خانہ کعبہ کا طواف نہ کرے:

عن عائشة قالت خرجنا مع النبی لا انذکر الا الحج فلما جئنا سرف طمثت فدخل علی النبی وانا ابکی فقال یبکیك قلت لوددت واللّٰه انی لم احج العام قال لعلك نفست قلت نعم ، قال فان ذٰلك شیئی کتب اللّٰه علی بنات اٰدم فافعلی ما یفعل الحاج غیر ان لا تطوفی بالبیت حی تطهری

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ہم آنحضرتؐ کے ساتھ نکلے حج ہی کا ذکر کرتے تھے جب سرف میں پہنچے تو مجھ کو حیض آ گیا۔ آنحضرتؐ میرے پاس آئے، میں رو رہی تھی۔ آپؐ نے فرمایا: کیوں روتی ہے؟ میں نے کہا: مجھے آرزو ہے کاش میں اس سال حج کے لیے نہ آئی ہوتی۔ آپؐ نے

فرمایا: شاید تجھ کو نفاس آ گیا۔ میں نے کہا: جی ہاں۔ آپؐ نے فرمایا: پھر یہ تو ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ نے آدمؑ کی بیٹیوں کے لیے لکھ دیا ہے۔ اب تو حاجیوں کے سب کام کرتی رہ فقط خانہ کعبہ کا طواف نہ کر جب تک پاک نہ ہو جائے"۔

جائزہ

سابقاً حدیث نمبر ۲۹۳ کتاب الحیض کی حضرت عائشہ سے مروی پہلی حدیث آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ایک مرتبہ پھر ملاحظہ فرمائیے۔ زیرِ نظر حدیث اور ۲۹۳ میں کے احکام میں کوئی فرق نہیں۔ وہاں امام بخاری نے اس حدیث کو آغازِ حیض کے عنوان سے لکھا ہے اور اس جگہ حائضہ عورت کی بیت اللہ میں داخل نہ ہو سکنے کے عنوان میں درج کیا ہے۔ ویسے حدیثیں دونوں مختلف ہیں اس لیے اسے تکرار نہیں کہا جا سکتا۔ فرق ملاحظہ فرمائیے:

① حدیث نمبر ۲۹۳ میں بی بی نے آغاز میں آنحضورؐ کا ذکر نہیں۔
حدیث نمبر ۳۰۲ میں خرجنا مع النبی (ہم آنحضورؐ کے ساتھ نکلے) کہہ کر آنحضورؐ کا ذکر کیا ہے۔

② حدیث نمبر ۲۹۳ میں حضرت عائشہ نے حِضتُ (مجھے حیض آ گیا) کہا ہے۔
زیرِ نظر حدیث ۳۰۲ میں بی بی نے طمثتُ (مجھے حیض آ گیا) کہا ہے۔

③ حدیث نمبر ۲۹۳ میں بی بی نے آنحضورؐ کے آنے کو رسولؐ اللہ سے تعبیر کیا ہے۔
زیرِ نظر حدیث ۳۰۲ میں النبی سے ذکر کیا ہے۔

④ حدیث نمبر ۲۹۳ میں بی بی نے اپنی کسی حسرت کا ذکر نہیں کیا۔
زیرِ نظر حدیث ۳۰۲ میں بی بی نے حسرت کا اظہار کیا ہے کہ کاش میں اس سال حج کو نہ آتی۔

⑤ حدیث نمبر۲۹۳ میں آنحضورؐ کا ارشاد ان الفاظ میں ہے: فاقضی ما یقضی الحاج۔
زیرِ نظر حدیث ۳۰۲ میں بی بی نے آنحضورؐ کا ارشاد ان الفاظ سے سنایا ہے:
فافعل ما یفعل الحاج۔

⑥ حدیث ۲۹۳ کا خاتمہ بی بی نے اس بات پر کیا ہے کہ آنحضورؐ نے اپنی بیبیوں کی طرف سے گائے کی قربانی دی۔
زیرِ نظر حدیث ۳۰۲ میں حضرت عائشہ نے حدیث کو اس بات پر ختم کیا ہے حتیٰ کہ تو پاک ہو جائے۔

مذکورہ چھے واضح اختلافات کی وجہ سے ان دو احادیث کو تکرار نہیں کہا جا سکتا۔ چونکہ دونوں میں بات ایک ہے اس لیے اس حدیث پر مزید تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ حدیث نمبر۲۹۳ پر حسبِ اخلاق مناسب تبصرہ کیا جا چکا ہے۔

⑧ بخاری، ج۱، ص۲۱۶، حدیث۳۰۳، باب ایضاً

عن عائشة انها قالت قالت فاطمة بنت بنت جیش برسول الله یارسول الله انّی لا اطهر أفادع الصلٰوة؟ فقال رسول الله انما ذٰلك عرق ولیس بالحیضة فاذا اقبلت الحیضة فاترکی الصلٰوة فاذا اذهب قدرها فاغسلی عنك الدم وصلی

''حضرت عائشہ سے مروی ہے انھوں نے کہا کہ فاطمہ جیش کی بیٹی نے آنحضرتؐ سے عرض کیا: یارسول اللہ! میں پاک نہیں ہوتی کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آنحضرتؐ نے فرمایا: یہ ایک رگ کا خون ہے، حیض نہیں ہے تو جب حیض کا خون آئے تو نماز چھوڑ دے۔

پھر جب وہ گزر جائے تو اپنے بدن سے خون دھو ڈال اور نماز پڑھ"۔

جائزہ

حدیث آپ کے سامنے ہے فاطمہ بنت جیش نے غالبًا سیلان الرحیم کا شکوہ کیا ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا ہے کہ یہ حیض نہیں ہے بلکہ ایک رگ کا خون ہے اگر:

- سائلہ یہ جانتی کہ حیض کب آتا ہے اور کب جاتا ہے تو اسے آنحضورؐ کے پاس آنے کی کیا ضرورت تھی؟
- کیا آنحضورؐ کا فرض نہیں تھا کہ سائلہ کو خونِ حیض کی علامات کم از کم مدت اور زیادہ سے زیادہ مدت بتا کر فرماتے۔ اگر خون میں اس قسم کی علامات ہوں تو اسے حیض سمجھ لے ورنہ استحاضہ یا سیلان الرحم ہوگا۔
- اس مبہم جواب سے حیض کے کتنے احکام معلوم ہوئے ہیں؟
- کیا یہ ممکن نہیں کہ آنحضورؐ نے سائلہ کو انتہائی تفصیل سے سب کچھ بتایا ہو اور بی بی نے بعض وجوہ کی بناء پر اُمت کو ان احکام سے مطلع نہ کیا ہو؟

(۶) بخاری، ج ۱، ص ۲۱۸، حدیث ۳۰۵، باب: حیض کا خون دھونا

عن عائشة قالت كانت احدأينا تحيض ثم تقصرص الدم عن ثوبها عند طهرها فتغسله وتنضح على سائره ثم تصلى فيه

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: "حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ ہم میں سے کسی کو حیض آتا پھر وہ پاک ہوتی تو خون اپنے کپڑے پر کھرچ ڈالتی پھر اس کو دھوتی اور سارے کپڑے پر پانی چھڑک دیتی پھر اس میں نماز پڑھتی"۔

جائزہ

- اس میں بی بی نے یہ بتایا ہے کہ خون کے کپڑے سے کھرچ کر دھوتے تھے لیکن یہ نہیں بتایا کہ دھونے سے پہلے کھرچنے کی کیا ضرورت ہوتی تھی؟
- پھر دھونے کے بعد پانی چھڑکنے کا کیا مطلب ہے؟
- بی بی نے کپڑے کو پاک کرنے کا یہ طریقہ کہاں سے سیکھا؟
- کیا آنحضورؐ نے ایسا طریقہ بتایا تھا اگر آپ نے بتایا تھا تو کہاں مذکور ہے؟
- اگر آپ نے بتایا نہیں تھا تو کیا اس انداز میں کپڑے کی طہارت آنحضورؐ کے روبرو کی گئی تھی؟
- اگر آنحضورؐ کے سامنے اس طریقہ سے کپڑا کب پاک کیا گیا؟ کس نے کیا اور کہاں کیا؟

(۱۰) بخاری، ج۱، ص۲۱۸، حدیث ۳۰۶، مستحاضہ اعتکاف کرسکتی ہے:

عن عائشة ان النبی اعتکف معه بعض نسائه وهی مستحاضة تری الدم فزلما وضعت الطهت تحتها

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ کے ساتھ آپ کی ایک بی بی نے اعتکاف کیا۔ ان کو استحاضہ کی بیماری تھی کبھی خون کی وجہ سے اپنے طشت میں رکھ لیتیں"۔

(۱۱) بخاری، ج۱، ص۲۱۹، حدیث ۳۰۷، باب ایضاً:

عن عائشة قالت اعتکف مع رسول الله امراة من ازواجه فکانت تری الدم والصفرة والطست تحتها وهی تصلی

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ آنحضرتؐ کے ساتھ آپ کی بیبیوں میں سے ایک نے اعتکاف کیا۔ وہ خون اور زردی دیکھا کرتیں اور طشت ان کے نیچے وہ نماز پڑھتی رہتیں"۔

④ بخاری، ج ۱، ص ۲۱۹، حدیث ۳۰۸، باب ایضاً:

عن عائشة ان بعض اُمهات المؤمنين اعتكف وهي مستحاضة

"حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ کی بیبیوں میں سے ایک بی بی نے استحاضے کی حالت میں اعتکاف کیا"۔

جائزہ

یہ تین احادیث ایک ہی باب سے متعلق ہیں جس میں بی بی نے ازواجِ نبیؐ میں سے ایک زوجۂ نبیؐ کے سیلان الرحم کی کیفیت بتائی ہے۔ اگرچہ باب کا عنوان اعتکاف کا جواز میں مسجد میں قیام ہے۔ لیکن ذرا احادیث کے مضمرات میں غور کریں تو آپ کو اندازہ ہوجائے گا کہ بی بی اس زوجۂ نبیؐ کے سیلان الرحم کو انتہائی تفصیل سے بتا رہی ہیں۔ بی بی نے کیا بتایا ہے؟

- اعتکاف کرنے والی زوجہ سیلان الرحم کی صورت میں اپنے نیچے طشت رکھ کر نماز پڑھتی تھی۔

اب سوال یہ ہے کہ:

- حضرت عائشہ کو کثرتِ خون کے اظہار کی خاطر زوجۂ نبیؐ کے بحالتِ نماز نیچے طشت رکھنے کی اطلاع کیوں ضروری تھی؟
- کیا حضرت عائشہ صرف اتنا نہیں کہہ سکتی تھیں کہ سیلان الرحم خواہ کتنا ہی زیادہ کیوں

نہ ہوایسی عورت مسجد میں جاسکتی ہے؟

* بی بی نے یہ بتایا ہے کہ سیلان الرحم والی زوجۂ نبی اپنے نیچے طشت رکھ کر نماز پڑھتی تھیں لیکن یہ وضاحت نہیں کی کہ:
* مذکورہ زوجۂ نبیؐ بیٹھ کر نماز پڑھتی تھیں یا قیام بھی کرتی تھیں؟
* اگر قیام کرتی تھیں تو بصورت رکوع اور سجود طشت کا مقام وہ خود بدلتی رہتی تھیں یا یہ کام کوئی کنیز انجام دیتی تھیں؟
* اگر پوری نماز بیٹھ کر پڑھتی تھیں تو طشت میں بیٹھ کر پڑھتی تھیں یا طشت ایک طرف رکھا ہوتا تھا؟
* اگر طشت میں بیٹھ کر نماز پڑھتی تھیں تو جب خون طشت میں بہہ کر کپڑوں پر بھی لگ جاتا ہوگا بلکہ کپڑے خون میں لتھڑ جاتے ہوں گے تو کپڑوں کی تبدیلی کا کوئی انتظام بھی تھا یا انہی کپڑوں سے نماز جاری رکھتی تھیں؟
* اگر طشت ایک طرف رکھا ہوتا تھا تو پھر اس طشت رکھنے کا فائدہ کیا ہوا؟
* حضرت عائشہ نے اس زوجۂ نبی کے طشت رکھنے کا بتا کر حیض کے کتنے مسائل بتائے ہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ بی بی حضرت عائشہ کے مخالف گروہ سے ہوں اور بی بی ان کے اس واقعہ کو ایک مستقل قصہ کے طور پر بیان کرنے لگیں تاکہ انھیں مخالفت کا مزہ چکھایا جاسکے؟

(۴۳) بخاری، ج۱، ص ۲۱۹، حدیث ۳۰۹۔ باب: جس کپڑے میں عورت کو حیض آئے کیا وہ اس میں نماز پڑھ سکتی ہے؟

قالت عائشة ما كان لاخدنا الاثوب واحد تحيض فيه
فاذا اصابه شيىء من دم قالت بريقها فمصعته بظفرها

''حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ ہم سے کسی کے پاس ایک ہی

کپڑا ہوتا وہ حیض میں بھی اس کو پہنتی جب اس میں کوئی خون لگ
جاتا تو تھوک لگا کر ناخن سے اس کو چھیل ڈالتی"۔

جائزہ

لو مسلمانو! حضرت عائشہ کے پاکیزہ ذہن بیٹو! اُم المومنین کے مقدس لٹھ باز بھائیو! ماں نے اپنے بیٹوں کو کیسا مقدس تحفہ دیا ہے اور اپنی بیٹیوں کو کیسا طریقۂ طہارت بتایا ہے۔

اُٹھو اور شیعوں کو کافر کہنا شروع کردو۔ اگر ہو سکے تو ایک دو شیعوں کا خون بھی بہا دو۔ نعرہ بازی شروع کردو، حکومت سے مطالبہ کرو کہ نظامِ مصطفیٰ کو ضبط کرلے۔ کیونکہ کوئی عیب دہشت پسندی اور جارحیت کے بغیر نہیں چھپ سکتا ـــــ ہمیں جو کہو تمہاری مرضی اور ہمارے ساتھ جو سلوک تم کرو کر سکتے ہو لیکن یہ یقین رکھو حقائق پر پردہ ڈالنا تمہارے بس میں نہیں ہے۔ جب تک بخاری شریف موجود ہے اور اس صحیح بخاری شریف میں حضرت عائشہ کی مقدس احادیث موجود ہیں۔ اس وقت تک تم کسی کا بھی کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

غلط اتہامات تراش کر، تحریفِ قرآن کا الزام دے کر شیعوں کو کافر کہنے کا ڈھنڈورا پیٹنے سے کچھ نہیں بنے گا۔ دیانت اور امانت کا تقاضا یہ ہے کہ اپنے غریب اور سادہ عوام کو حقائق بتاؤ کہ:

اصل مسئلہ تحریف کا نہیں ہے شیعہ بیچارے تو چودہ صدیوں سے اسی قرآن پر عمل کرتے چلے آرہے ہیں۔ تحریف کی روایات بھی ہم ہی نے بڑی کوششوں سے شیعوں کی کتب میں داخل کرائی ہیں۔ اپنے کتنے راویوں کو شیعہ بنا کر شیعوں میں گھسیڑا اور انہی نے آئمہ شیعہ سے غلط روایات منسوب کردیں ـــــ یہ بھی اس لیے کرنا پڑا کہ اس کے بغیر ہمارے پاس چارہ نہ تھا۔ ہماری اپنی معتبر ترین کتب میں روایات تحریف اس کثرت

سے موجود تھیں کہ اگر ہم شیعہ کتب میں تحریف قرآن کی روایات داخل نہ کراتے تو آج تک شیعہ ہمیں کھا جاتے۔

بتاؤ اپنے لوگوں کو کہ اصل مسئلہ تحریفِ قرآن کا نہیں ہے بلکہ اصل مسئلہ یہ ہے کہ اگر ہم شیعوں کو کافر نہ کہیں تو ہمارا اپنا کفر نہیں چھپتا۔ اور ہماری صحیح بخاری میں جو کچھ موجود ہے وہی ہمارے خلاف کافی ہے۔ شیعوں کو تو صرف اس لیے کافر کہتے ہیں کہ ہمارے اپنے عوام کی توجہ اپنے لٹریچر سے ہٹی رہے اور ہماری جیبیں بھری رہیں۔

یہ صحیح بخاری ہے جسے آپ نے قرآن کریم کے بعد دوسرا درجہ دیا ہوا ہے اور صحیح بخاری میں کسی ایرے غیرے کی حدیث نہیں ہے بلکہ حضرت عائشہ کی روایت ہے۔ اس میں بی بی نے خونِ حیض سے کپڑے کو پاک کرنے کا طریقہ تعلیم کیا ہے۔

اُمت کی بیٹیوں کو اُمت کی ماں نے سبق دیا ہے کہ خونِ حیض اگر کپڑے پر لگ جائے تو اس پر تھوک لگا دو اور پھر ناخن سے چھیل ڈالو پھر مصلیٰ پر کھڑے ہو کر نماز پڑھ لو۔ پاکیزہ لباس سے اگر اللہ نے نماز قبول نہ کی تو کسی اور لباس میں کب قبول ہو سکتی ہے۔

خدا کے لیے اتنا بتا دو۔ اس طریقۂ طہارت میں اسلام ہے یا اسلام سے مخالفت؟ اس کے مضمرات کیا ہیں؟ بی بی اسلام کے قریب لانا چاہتی ہے یا اسلام سے دُور؟

(۱۴) بخاری، ج ۱، ص ۲۲۱، حدیث ۳۱۱۔ باب: عورت جب حیض کا غسل کرے تو اپنا بدن ملے اور غسل کیونکر کرے اس کا بیان اور مشک لگا ہوا، روئی کا ایک پھایہ لے کر خون کے مقام پر پھیرے:

عن عائشة ان امرأة سألت النبی عن غسلها من الحيض فامرها كيف تغتسل قال خذی فرصته مَن مِسك فتطهری بها قال كيف اتطهر بها قال النبی تطهری

فاجتبذبتها الی فقلت تتبعی بها اثرالدم

''حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے آنحضرتؐ سے پوچھا کہ حیض کا غسل کیونکر کروں؟ آپؐ نے اس کو بتلایا اس طرح غسل کرے۔ فرمایا: مشک لگا ہوا روئی کا ایک پھایہ لے، اس سے پاکی کر، وہ کہنے لگی کیونکر پاکی کروں؟ آپؐ نے فرمایا: اس سے پاکی کر، وہ کہنے لگی کیونکر؟ آپؐ نے فرمایا: سبحان اللہ پاکی کر۔ حضرت عائشہ نے کہا: میں نے اس عورت کو اپنی طرف کھینچ لیا اور اس کو سمجھا دیا کہ خون کے مقام (یعنی شرمگاہ) پر اس کو لگا''۔

جائزہ

- حضرت عائشہ نے اپنی پالیسی کے مطابق اس عورت کا بھی خدا معلوم نام کیوں نہیں بتایا؟
- حضرت عائشہ نے طریقۂ غسل سنا تو ہے لیکن بی بی نے اُمت کو نہیں بتایا کیا وجہ ہے؟
- حضرت عائشہ نے مقامِ خون پر مشک لگانے کو کس لیے بیان کیا ہے؟
- کیا مقامِ خون پر مشک نہ لگایا جائے تو نماز روزہ وغیرہ میں کوئی خلل پڑتا ہے؟
- کیا مقامِ خون پر مشک لگانے کی جگہ اگر حضرت عائشہ طریقۂ غسل بتا دیتی تو زیادہ مناسب نہ تھا؟
- کیا حضرت عائشہ نے آنحضورؐ کی جنسی خواہشات کو زیادہ اُچھالنے پر توجہ نہیں دی؟
- مقامِ خون پر مشک لگانے کے نبوی حکم کو جنسی تسکین کے سوا کوئی دوسرا نام بھی دیا جاسکتا ہے؟
- مقامِ خون پر مشک لگانے سے اسلام کی کتنی خدمت ہو جاتی ہے؟
- اگر مقامِ خون پر مشک نہ لگایا جائے تو کیا دین میں کوئی حرج ہوگا؟

❁ اگر غسلِ حیض صحیح طریقہ پر نہ کیا جائے تو کیا کوئی حرج ہوگا؟

بخاری، ج ا، ص ۲۲۱، حدیث ۳۱۲، باب: حیض کا بیان

عن عائشة ان امرأة من الانصار قالت للنبی کیف اغتسل من المحیض؟ قال خذی فرحته ممسکته وتوضئ ثلاثًا – ثم ان النبی استحیا فاعرض بوجهه او قال وتوضئ بها فاخذتها فجذبتها فاخبرتها بما یرید النبی

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ انصار کی ایک عورت نے آنحضرتؐ سے عرض کیا: میں حیض کا غسل کیونکر کروں؟ آپؐ نے فرمایا: مشک لگا ہوا ایک پھایہ لے اور تین بار پاکی کر۔ پھر آنحضرتؐ کو شرم آئی۔ آپؐ نے اس کی طرف سے منہ پھیر لیا یا آپؐ نے یوں فرمایا: اس سے پاکی کر۔ حضرت عائشہ نے کہا: میں نے اس کو گھسیٹ لیا اور آنحضرتؐ کا جو مطلب تھا وہ اس کو سمجھا دیا''۔

جائزہ

❁ حضرت عائشہ نے اس حدیث میں بھی انصاری عورت کا نام نہیں لیا، کیوں؟
❁ انصاری عورت نے آنحضورؐ سے غسل حیض کا طریقہ پوچھا تھا کیا آپؐ نے بتا دیا؟
❁ اگر آپؐ نے بتا دیا تو وہ کہاں مذکور ہے؟
❁ اگر آپؐ نے نہیں بتایا تو کیوں؟
❁ کیا ایسا نہیں کہ آنحضرتؐ نے تو طریقہ بتایا ہو لیکن حضرت عائشہ نے اپنے مخصوص منصوبہ کے مطابق اُمت کو بتانے سے عمداً گریز کیا ہو؟

- اگر کسی کو مشک نہ مل سکے تو وہ کیا کرے؟
- کیا غسل حیض سے پہلے یا بعد میں مقامِ خون کو معطر کرنا اسلامی فرائض سے ہے؟
- آنحضورؐ کو کس بات سے شرم آ گئی تھی؟
- کیا احکامِ اسلام بتانے میں آنحضورؐ کے لیے شرم جائز تھی؟
- اگر آنحضورؐ کو طریقۂ غسل بتاتے شرم آ گئی تھی تو شرم گاہ کو معطر کرنے کا بتاتے ہوئے شرم کیوں نہ آئی؟

(۱۹) بخاری، ج۱، ص۲۲۲، حدیث ۳۱۳۔ باب: حیض سے نہاتے وقت بالوں میں کنگھی کرنا:

عن عائشة قالت اهللت مع رسول الله فی حجة الوداع فکنت ممن تمتع ولم یسق الهدی فزعمت انها حاضت ولم تطهر حتی دخلت لیلة عرفة فقالت یارسول الله هذه لیلة عرفة وانما کنت تمعت بعمرة فقال لها رسول الله انقضی رأسك وامتشطی وامسکی عن عمرتك ففعلت فلما قضیت الحج امر عبدالرحمن لیلة العصبته فاعمرنی من التنعیم فکان عمرتی التی نسکت

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت سے منقول ہے کہ میں نے حجۃ الوداع میں آنحضرتؐ کے ساتھ احرام باندھا۔ میں ان لوگوں میں سے تھی جنھوں نے تمتع کیا تھا اور قربانی اپنے ساتھ نہیں لے گئے۔ حضرت عائشہ نے کہا: ان کو حیض آ گیا اور نویں شب تک ذوالحجہ کے پاک نہیں ہوئیں۔ انھوں نے کہا: یارسولؐ اللہ! یہ تو عرفہ کی رات آ گئی اور میں نے عمرے کا احرام باندھا تھا۔ آنحضرتؐ نے ان سے فرمایا: اپنا سر کھول ڈال اور کنگھی کرو اور

عمرے کو موقوف رکھ۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب کر چکی تو آپؐ نے محصب کی رات میں عبدالرحمٰن میرے بھا ا کو حکم دیا۔ انہوں نے اس عمرے کے بدل جن کا میں نے پہلے احرام باندھا تھا مجھ کو دوسرا عمرہ تنعیم سے کرایا"۔

جائزہ

یہ تاریخی مسلمات سے ہے کہ ہجرت کے بعد آنحضورؐ نے صرف ایک حج کیا جسے حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ حدیث زیرِنظر بھی آپ نے دیکھ لی ہے اور قبل ازیں حدیث نمبر ۲۹۳، ۳۰۲ بھی ملاحظہ فرمالیں۔ وہ دونوں احادیث بھی سفرِ حج سے متعلق ہیں۔ ان میں آنحضرتؐ نے صرف بیت اللہ کا طواف کرنے سے منع فرمایا ہے۔ یہ حدیث بھی سفرِ حج سے متعلق ہے۔ اس میں بی بی نے حیض کے نام پر عمرہ کو ختم کر دیا ہے۔

❁ یہ تضاد بیانی ہے یا کچھ اور؟

❁ اگر تضاد بیانی ہے تو اس کا حل کیا ہے؟

(۱۷) بخاری، ج ۱، ص ۲۲۳، حدیث ۳۱۴، باب: حیض کا غسل کرتے وقت عورت کا اپنے بال کھولنا:

عن عائشة قالت خرجنا مواخين لهلال ذی الحجة فقال رسول اللّٰه من احب ان يهلل بعمرة فليهلل فانی لولا انی اهديت لاحللت بعمرة فاهل بعضهم بعمرة واهل بعضهم بحج وكنت انا ممن اهل بعمرة فادركنی يوم عرفة وانا حائض فشكوت الی النبی فقال دعی عمرتك وانقضی رأسك وامتشطی واهلی بحج ففعلت حتٰی اذا كان ليلة العصبة ارسل معی اخی عبدالرحمٰن ابن ابی

بکر فخرجت الی التنعیم فاهللت بعمرة مکان عمرتی

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ ہم ذی الحجہ کے چاند کے قریب نکلے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا جس کا جی چاہے عمرے کا احرام باندھے، وہ عمرے ہی کا احرام باندھے اور اگر میں قربانی ساتھ نہ لایا ہوتا تو میں بھی عمرے کا احرام باندھتا۔ اب بعضوں نے عمرے کا احرام باندھا اور بعض نے حج کا۔ اور میں ان میں تھی جنھوں نے عمرے کا احرام باندھا تھا۔ عرفہ کا دن آن پہنچا اور میں حیض سے تھی۔ میں نے اس کا شکوہ آنحضرتؐ سے کیا۔ آپؐ نے فرمایا: اپنا عمرہ چھوڑ دے اور سر کھول ڈال، کنگھی کر لے اور حج کا احرام باندھ لے۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ جب محصب کی رات ہوئی تو آپؐ نے عبدالرحمٰن میرے بھائی کو میرے پاس بھیجا۔ میں تنعیم تک گئی۔ وہاں سے اگلے عمرے کے بدل دوسرے عمرے کا احرام باندھا"۔

(۱۸) بخاری، ج ۱، ص ۲۲۴، حدیث ۳۱۶۔ باب: حیض والی عورت حج یا عمرے کا احرام کیسے باندھ سکتی ہے؟

عن عائشة قالت خرجنا مع النبی فی حجة الوداع فمنا من اهل بعمرة ومنا من اهل بحج فقدمنا مکة فقال رسول الله من احرم بعمرة ولم یهد فلیحلل ومن احرم بعمرة واهدیٰ فلا ینحر هدیة ومن اهل بحج فلیتم حجة قالت فحضت فلم ازل حائضا حتی کان یوم عرفة ولم اهلل الا بعمرة فامرنی النبی ان انقض

رأسي واقشط واهل بحج واترك بعمرة فقعلت ذٰلك حتٰى قضيت حجي فبعث معي عبدالرحمٰن ابن ابى بكر وامرني ان اعتمر مكان عمرتي من التسعيم

''حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرتؐ کے ساتھ حجۃ الوداع میں نکلے۔ ہم میں سے کسی نے تو عمرے کا احرام باندھا ہوا اور کسی نے حج کا۔ خیر جب ہم مکہ پہنچے تو آنحضرتؐ نے فرمایا: دیکھو جس نے عمرے کا احرام باندھا ہو اور قربانی ساتھ نہ لایا ہو، تو احرام کھول ڈالے اور جس نے عمرہ کا احرام باندھا ہو وہ حج پورا کرے۔ حضرت عائشہ نے کہا: مجھ کو حیض آ گیا اور عرفہ کے دن تک برابر آتا رہا اور میں نے عمرے ہی کا احرام باندھا تھا۔ آخر آنحضورؐ نے مجھ کو یہ حکم دیا کہ اپنا سر کھول ڈالوں اور بالوں میں کنگھی کروں اور اپنا احرام حج کا باندھوں۔ عمرہ موقوف کروں۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ یہاں تک کہ اپنا حج پورا کرلیا۔ اس وقت آپؐ نے عبدالرحمٰن ابن ابوبکر کو میرے ساتھ دے کر یہ حکم دیا کہ تنعیم سے میں اپنے عمرے کے بدل دوسرے عمرے کا احرام باندھوں''۔

جائزہ

قبل ازیں حدیث نمبر ۲۹۳ اور ۳۰۲ اسی کتاب الحیض گزر چکی ہیں۔ ذرا انھیں ملاحظہ فرمائیے اور پھر خود فیصلہ کیجیے کہ ان چار احادیث میں کون سی حدیث سچی ہے، کون سا واقعہ صحیح ہے اور کون سا واقعہ غلط ہے کیونکہ ان چار واقعات میں سے یقیناً یا ایک واقعہ صحیح ہوگا اور یا چاروں غلط ہوں گے۔ اگر ان چار واقعات کو ملا کر پڑھئے تو آپ کو پتہ

چل جائے گا کہ ان میں سے کوئی بھی حقیقت نہیں ہے۔ تمام مصنوعی واقعات ہیں جو صرف اس لیے سنائے گئے ہیں کہ اُمت مسلمہ اسلامی احکام میں سے کسی ایک حکم کا فیصلہ نہ کرسکیں۔ ایک ہی واقعہ ہے اور اسے کتنے رنگ دیئے ہیں۔

- حدیث ۲۹۳ میں بی بی بتاتی ہے میں حیض آنے پر رو رہی تھی۔
- حدیث ۳۰۲ میں بی بی نے بتایا ہے کہ میں رو رہی تھی۔
- زیرِ نظر حدیث ۳۱۴ میں بی بی نے رونے کا ذکر نہیں کیا۔
- زیرِ نظر حدیث ۳۱۶ میں بھی رونے کا ذکر نہیں۔
- حدیث ۲۹۳ میں آنحضورؐ نے بی بی کو روتا دیکھ کر پوچھا: کیا نفاس آ گیا ہے؟
- حدیث ۳۰۲ میں آنحضورؐ بی بی کو روتا دیکھ کر پوچھتے ہیں کیا مبتلائے طمث ہوگئی ہے؟
- زیرِ نظر حدیث ۳۱۴، ۳۱۶ میں نہ بی بی روئی ہے نہ آنحضورؐ نے کوئی سوال کیا ہے؟
- حدیث ۲۹۳ میں آنحضورؐ بی بی کی اشک شوئی کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ حیض تو آدم کی ہر بیٹی سے منسلک ہے۔
- حدیث ۳۰۲ میں آنحضرتؐ نے انھی الفاظ سے اشک شوئی کی ہے۔
- زیرِ نظر حدیث ۳۱۴ اور ۳۱۶ میں اس قسم کی کوئی بات نہیں۔
- حدیث ۲۹۳ میں آنحضورؐ نے حکم دیا ہے کہ طواف بیت اللہ کے علاوہ تمام حاجیوں والے اعمال کر۔
- حدیث ۳۰۲ میں بھی آنحضورؐ نے یہی حکم دیا ہے۔
- زیرِ نظر حدیث ۳۱۴، ۳۱۶ میں آپؐ نے فرمایا ہے کہ عمرہ کو ختم کر کے حج کا احرام باندھ، اس جگہ آپؐ نے طواف بیت اللہ کرنے کا حکم نہیں دیا۔
- حدیث ۲۹۳، ۳۰۲ میں بی بی نے یہ نہیں بتایا کہ میرا پہلا احرام عمرے کا تھا یا حج کا، البتہ دونوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ بی بی کا احرام عمرے کا نہیں حج کا تھا۔

- حدیث ۳۱۴، ۳۱۶ میں بی بی نے اپنے ساتھ کچھ صحابہ کو بھی شامل کر کے بتایا ہے کہ میری طرح کئی اور بھی عمرے کا احرام باندھے ہوئے تھے؟
- حدیث ۲۹۳ میں بی بی نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے ازواج کی طرح سے گائے کی قربانی دی، باقی کی تین احادیث میں سے کسی بھی ازواج کی طرف سے قربانی دینے کا ذکر نہیں ہے۔
- زیرِنظر حدیث ۳۱۴، ۳۱۶ میں بی بی نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے عبدالرحمٰن ابن بکر کے ساتھ مجھے دوبارہ عمرہ کرایا لیکن اسی واقعہ کی سابقہ احادیث ۲۹۳ اور ۳۰۲ میں ایسی کوئی بات نہیں کی۔

امید ہے آپ نے اندازہ کرلیا ہوگا کہ بی بی نے اُمت مسلمہ کو اندھیرے میں رکھنے اور احکامِ اسلام سے دُور رہنے کے لیے کتنے رنگوں میں ایک واقعہ بیان کیا ہے۔

- اگر بی بی نے آنحضورؐ کے ساتھ چار حج کیے ہوتے تو پھر کوئی بات نہ تھی، ہم خاموشی سے مان لیتے لیکن جب خود آنحضورؐ نے بھی ہجرت کے بعد صرف ایک حج کیا تو پھر بی بی نے ایک حج میں پیش آنے والے ایک واقعہ کو چار مختلف رنگوں میں پیش کیوں کیا؟

(۱۹) بخاری، ج ۱، ص ۲۲۶، حدیث ۳۱۷۔ باب: حیض کے شروع ہونے اور ختم ہونے کا بیان:

> عن عائشة ان فاطمة بنت جيش كانت تستحاض فسالت النبي فقال ذٰلك عرق وليست بحيضته فاذا اقبلت الحيضه فدعى الصلٰوة واذا ادبرت فاغتسلى وصلى
>
> ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ”حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ فاطمہ بنت جیش کو استحاضہ ہوا کرتا۔ انھوں نے آنحضرتؐ سے

پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ ایک رگ ہے اور حیض نہیں ہے۔ پھر جب حیض آئے تو نماز چھوڑ دے اور جب حیض گزر جائے تو غسل کر اور نماز پڑھ"۔

جائزہ

سابقاً اسی فاطمہ بنت جیش کا واقعہ حدیث ۳۰۲ میں گزر چکا ہے۔ ذرا ایک مرتبہ پھر وہی حدیث ملاحظہ فرمالیں اور پھر بی بی کے بیان کی داد دیں کہ ایک ہی واقعہ کو کتنے مختلف انداز میں بیان فرماتی ہیں:

- حدیث ۳۰۳ میں بی بی کی زبانی فاطمہ بنت جیش آنحضورؐ سے سوال کرتی ہے کہ میں کبھی پاک نہیں ہوتی کیا میں نماز پڑھا کروں؟ آنحضورؐ فرماتے ہیں: یہ حیض نہیں ہے ایک رگ کا خون ہے۔ زیرنظر حدیث ۳۱۷ میں فاطمہ بنت جیش نے صرف استحاضہ کا سوال کیا ہے، نماز کا ذکر نہیں کیا۔
- کوئی تو بتائے کہ بی بی ایک واقعہ کو مختلف انداز سے کیوں بیان فرماتی ہے یہ تو ممکن نہیں کہ بنت جیش نے دو مرتبہ سوال کیا ہو؟ کیونکہ ایک مرتبہ کے سوال کے بعد جب جواب مل گیا تو پھر دوسری مرتبہ پوچھنے کی کیا ضرورت تھی؟ اگر حکم ہر دو احادیث میں ایک ہے لیکن ایک ہی محدثہ کے الفاظ ہر جگہ کیوں بدل جاتے ہیں؟ اس کے مضمرات کوئی تو بتا دے؟

(۴۰) بخاری، ج۱، ص۳۲۶، حدیث ۳۱۸، باب: حیض والی عورت نماز کی قضا نہ پڑھے:

ان امرأة قالت لعائشة أتجزى احدانا صلاتها اذا طهرت؟ فقالت أحرورية انت؟ كنا نحيض مع النبى فلا يامرنا به او قالت فلا نفعله

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: "ایک عورت نے حضرت عائشہ سے

کہا: کیا کوئی عورت ہم میں حیض سے پاک ہو تو نماز کی قضا پڑھے؟ انہوں نے کہا: کیا تو حروریہ (خارجیہ) ہے؟ ہم کو تو آنحضرتؐ کے زمانے میں حیض آتا پھر آپ ہم کو نماز کی قضا پڑھنے کا حکم نہیں دیتے تھے"۔

جائزہ

یہ حکم درست ہے چونکہ ہمیں اس سے کوئی اختلاف نہیں اس لیے بی بی کا انداز بیان خواہ کیسا ہی ہو چلو کچھ نہ کچھ ہے تو پڑا ہے اور ایک حکم حیض تو معلوم ہوا ہے۔

(۲۱) بخاری، ج ۱، ص ۲۳۰، حدیث ۳۲۲۔ باب: اگر ایک ہی مہینے میں عورت کو تین بار حیض آ جائے، اس کا بیان اور حیض اور حمل میں عورتوں کی بات سچ ماننے کا:

عن عائشة ان فاطمة بنت جيش سألت النبي قالت انى استحاض فلا اطهر أفادع الصلوٰة؟ فقال لا ان ذٰلك عرق ولكن دعى الصلوٰة قدر الايام التى كنت تحيضين فيها ثم اغتسلى وصلى

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: "حضرت عائشہ سے ہے کہ فاطمہ ابو جیش کی بیٹی نے آنحضرتؐ سے پوچھا: عرض کیا: مجھ کو استحاضہ رہتا ہے میں پاک ہی نہیں ہوتی، کیا میں نماز چھوڑ دوں؟ آپؐ نے فرمایا: نہیں، یہ ایک رگ ہے تو ایسا کر جتنے دنوں تجھ کو حیض آیا کرتا تھا اتنے دنوں نماز کو چھوڑ دے پھر غسل کر اور نماز پڑھتی رہ"۔

جائزہ

❁ اسی فاطمہ بنت جیش کا یہی سوال ۳۰۳، ۳۱۷ میں گزر چکا ہے۔ ان دونوں مقامات

پر دنوں کا تذکرہ نہیں۔ ممکن ہے فاطمہ نے آنحضورؐ سے تین مرتبہ سوال کیا ہو؟

✵ لیکن آنحضورؐ کا جواب ہر مرتبہ ایک ہی رہا ہے۔ البتہ ۳۱۷ میں فاطمہ کا یہ سوال نہیں ہے کہ کیا میں نماز چھوڑ دوں، جب کہ ۳۰۳ اور زیرِ نظر ۳۲۲ میں فاطمہ نے سوال کیا ہے کہ کیا میں نماز چھوڑ دوں؟

✵ حدیث ۳۰۳ میں آنحضورؐ نے دنوں کا تذکرہ نہیں کیا لیکن زیرِ نظر حدیث ۳۲۲ میں آنحضورؐ نے دنوں کا تذکرہ بھی کیا ہے؟

✵ لیکن سوال یہ ہے کہ امام بخاری اور مولانا وحید الزمان ہر دو نے باب میں ایک ماہ میں تین مرتبہ حیض آنے کا ذکر کیا ہے جبکہ فاطمہ سے متعلق ایک واقعہ کی تینوں مختلف رنگوں میں حضرت عائشہ نے کسی مقام پر تین مرتبہ کا ذکر نہیں کیا، امام بخاری اور مولانا وحید الزمان کو ـــــ یہ تین مرتبہ ـــــ کہاں سے ملا ہے؟ اور انھوں نے ایک ماہ میں تین مرتبہ کی تعیین کیسے کر لی ہے؟

✵ پھر حمل اور حیض کے معاملہ میں عورتوں کی بات مان لینا اگرچہ اسلام میں درست ہے لیکن فاطمہ کی تینوں حدیثیں آپ دیکھ لیں ان میں ہلکا سا اشارہ بھی اس طرف نہیں ہے۔ امام بخاری اور مولانا وحید الزمان نے یہ کہاں سے سمجھا ہے؟ ہمیں تو کہیں نہ تین مرتبہ نظر آتے ہیں اور نہ ہی دوسری بات۔ اگر کسی کو نظر آ جائے تو ہمیں بھی مطلع کر دیں۔

✵ ہاں ایک بات سمجھ میں آتی ہے کہ ممکن ہے حدیث میں اور بھی بہت کچھ ہو لیکن بعد میں آنے والوں نے حدیث میں بعض سیاسی مقاصد و مصالح کی بناء پر حدیث میں تحریف کر دی ہو۔

(۴۲) بخاری، ج ۱، ص ۲۲۱، حدیث۔ باب: حیض کے دنوں کے سوا اور دنوں میں خاکی اور زرد رنگ کا کیا حکم ہے؟

عن عائشة زوج النبی ان اُم حبیبة استحیضت سبع
سنین فسألت رسول الله عن ذٰلك فامرها ان تغتسل
فقال هذا عرق فكانت تغتسل لكل صلٰوة

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ اُم حبیبہ بنت جحش کو سات برس تک استحاضہ رہا۔ انھوں نے آنحضرتؐ سے اس کا مسئلہ پوچھا۔ آپؐ نے فرمایا: غسل کر لے، پھر فرمایا: یہ رگ ہے تو اُم حبیبہ ہر نماز کے لیے غسل کیا کرتیں"۔

جائزہ

اس میں شک نہیں کہ استحاضہ کے سارے احکام اگرچہ نہ مل سکے لیکن کم از کم ایک مسئلہ تو ہاتھ لگا ہے کہ استحاضہ والی عورت ہر نماز کے لیے غسل کرے لیکن امام بخاری اور مولانا وحیدالزمان نے جو باب باندھا ہے اور جس عنوان کے تحت یہ حدیث لکھی ہے اسے ایک مرتبہ پھر ملاحظہ فرمائیں:

- باب میں زرد اور خاکی رنگ کا ذکر ہے لیکن حدیث میں کہیں زرد یا خاکی رنگ کا ذکر نہیں، کہاں اس حدیث میں تحریف تو نہیں کردی گئی؟
- اگر تحریف نہیں تو پھر باب اور حدیث میں مطابقت کیسے ہوگی؟

(۲۳) بخاری، ج ۱، ص ۲۳۲، حدیث ۳۲۵، باب: اگر عورت کو طواف الزیارۃ کے بعد حیض آئے:

عن عائشة زوج النبی انها قالت لرسول الله – یا رسول
الله ان صفیة بنت حیی قد حاضت قال رسول الله لعلها
تحبسنا ألم تكن طافت معكن فقالوا بلٰی قال فاخرجی

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: "حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ

انھوں نے آنحضرتؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ صفیہ بنت حی ابن اخطب کو حیض آ گیا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: شاید وہ ہم کو روک رکھے گی۔ کیا اس نے تمھارے ساتھ طواف نہیں کیا؟ انھوں نے کہا: طواف تو کر چکی۔ آپؐ نے فرمایا: تو بس اب چل کھڑی ہو"۔

جائزہ

* حیض صفیہ کو آیا اور آنحضورؐ کو صفیہ کی بجائے حضرت عائشہ نے بتایا۔
* جس طرح حضرت عائشہ کو شرف زوجیت حاصل تھا اسی طرح تھی تو صفیہ بھی زوجہ پھر کیا وجہ ہے کہ صفیہ نے خود اپنی تکلیف بیان نہیں کی؟
* آنحضورؐ کو بتایا حضرت عائشہ نے ہے لیکن آنحضورؐ کے طواف کا اپنے صحابہ سے سوال کیا ہے؟
* ملاحظہ ہو جواب میں قالوا جمع مذکر غائب کا صیغہ ہے۔ حالانکہ آپ نے معکن جمع مونث مخاطب کی ضمیر استعمال کی ہے، یعنی آپ نے عورتوں سے پوچھا کہ کیا صفیہ تمھارے ساتھ طواف کر چکی ہے؟ تو جواب عورتوں کی بجائے مردوں نے دیا ہے اس کی کوئی وجہ بتلا دے تو عنایت ہوگی؟
* حدیث ۲۹۳ اور ۳۰۲ کے مطابق خود بی بی طواف سے محروم تھی کیونکہ بی بی کو بھی حیض آیا ہوا تھا۔ پھر آپ نے طواف کی تصدیق بی بی سے کیسے کی؟
* امام بخاری نے یہ کیسے معلوم کرلیا کہ یہ طواف زیارۃ کی بات تھی حالانکہ آنحضورؐ کے سوال میں تو صرف لفظ طواف ہے، اس میں نہ طواف حج کا ذکر ہے اور نہ طواف زیارت کا پھر یہ تعیین کیسے ہوا کہ آنحضورؐ نے طواف زیارت کا سوال کیا ہے؟

(۴۴) بخاری، ج ۱، ص ۲۲۳، حدیث ۳۲۷۔ باب: مستحاضہ حیض سے پاک ہو جائے:

عن عائشة قالت قال النبي اذا اقبلت الحيضه فدعي

الصلوٰۃ واذا ادبرت فاغتسلی عنك الدم

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: جب حیض آنے لگے تو نماز چھوڑ دے اور جب حیض رخصت ہو تو اپنے خون کو دھوڈال اور نماز پڑھ''۔

جائزہ

حدیث میں مخاطب معلوم نہیں کہ آپ نے کس سے خطاب فرمایا ہے؟

محترم قارئین! کتاب الحیض کی سینتیس احادیث میں دو تہائی احادیث جو حضرت عائشہ سے مروی ہیں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ان چوبیس احادیث سے جو احکام معلوم ہوتے ہیں وہ احکامِ حیض کا عشر عشیر بھی نہیں ہیں۔ ان احادیث سے معلوم ہونے والے احکام ایک نظر میں آپ دیکھ لیں۔

① حدیث ۲۹۳ میں حائضہ عورت بیت اللہ کا طواف نہیں کر سکتی۔
② حدیث ۲۹۴ میں حائضہ عورت اپنے شوہر کے بالوں میں کنگھی کر سکتی ہے۔
③ حدیث ۲۹۶ میں حائضہ عورت کی گود میں بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کی جا سکتی ہے۔
④ حدیث ۲۹۸ میں حائضہ عورت سے مباشرت جائز ہے۔
⑤ حدیث ۳۰۳ میں حائضہ عورت سے نماز مع قضا معاف ہے۔
⑥ حدیث ۳۰۶ میں استحاضہ والی عورت نماز پڑھ سکتی ہے۔
⑦ حدیث ۳۰۷ میں استحاضہ والی عورت نماز پڑھ سکتی ہے۔
⑧ حدیث ۳۰۹ میں خونِ حیض کپڑے پر لگ جائے تو اس پر تھوک لگا کر کھرچ لینے سے کپڑا پاک ہو جاتا ہے۔

⑨ حدیث ۳۱۱ میں حائضہ عورت حیض سے فارغ ہونے کے بعد غسل کرے اور شرمگاہ میں روئی کا معطر پھایہ رکھے۔

یہ ہیں وہ احکام جو ان چوبیس احادیث سے معلوم ہوتے ہیں۔ اب سوال یہ ہے کہ کیا:

* حضرت عائشہ کو حیض کے بس یہی احکام معلوم تھے؟
* حضرت عائشہ نے حیض کے جو احکام بتائے ہیں صرف یہی ہیں یا کچھ اور بھی ہیں؟
* اگر حیض کے اور احکام بھی ہیں تو حضرت عائشہ نے وہ احکام کیوں نہیں بتائے؟
* حیض اور استحاضہ کے خون میں فرق کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟
* حیض زیادہ سے زیادہ کتنے دن اور کم از کم کتنے دن ہوتا ہے؟
* اگر ایک نوخیز لڑکی کو اپنا زندگی کا پہلا خون آیا ہے تو وہ اسے حیض سمجھے یا استحاضہ؟
* حیض سے فراغت کے بعد غسل کیسے کیا جائے؟
* حائضہ عورت قرآن پڑھ سکتی ہے یا نہیں؟
* حائضہ عورت مسجد میں جا سکتی ہے یا نہیں؟
* حائضہ عورت میت کو غسل دے سکتی ہے یا نہیں؟
* حائضہ عورت میت کے قریب جا سکتی ہے یا نہیں؟
* حائضہ عورت روزہ رکھ سکتی ہے یا نہیں؟
* اگر عورت کو ایک ماہ میں ایک سے زیادہ مرتبہ خون آ جائے تو کتنے دن حیض قرار دے اور کتنے دن استحاضہ؟

ان کے علاوہ دیگر بیسیوں مسائل ہیں جو حیض سے متعلق ہیں۔ یہ مسائل مخصوص عورتوں سے تعلق رکھتے ہیں اور حضرت عائشہ سے زیادہ ان مسائل کا عالم اور نہیں ہو سکتا۔ پھر کیا وجہ ہے بی بی نے ان مسائل کو تفصیل سے کیوں نہیں بتایا؟

* خون کی ایک اور قسم بھی ہوتی ہے جو وقتِ ولادت آتا ہے اُسے خونِ نفاس کہتے ہیں۔
* نفاس کے احکام بی بی نے نہیں بتائے کیا وجہ ہے؟
* استحاضہ کے احکام تفصیل سے نہیں بتائے کیا رکاوٹ تھی؟
* حضرت عائشہ کا یہ بتانا کہ میں ایامِ حیض میں آنحضورؐ کا سر دھوتی تھی اور بالوں میں کنگھی کرتی تھی۔

اِن اعمال کا احکامِ حیض سے کیا تعلق ہے۔ یہ تو ہر انسان فطرتاً جانتا ہے کہ چونکہ حیض نہ کنگھی دینے سے مانع ہوتا ہے اور نہ بال دھونے سے اس لیے یہ سب کچھ تو ہر ایک کو معلوم ہے۔

کتاب التیمم

* کُل احادیث: ۱۵...... * کُل محدث: ۶

محدثین کے اسمائے گرامی مع حدیث نمبر

* حضرت عائشہ، حدیث نمبر: ۳۳۰، ۳۳۲
* حضرت جابر ابن عبداللہ انصاری، حدیث نمبر: ۳۳۱
* حضرت ابوجہیم، حدیث نمبر: ۳۳۳
* حضرت عمار یاسر، حدیث نمبر: ۳۳۴ تا ۳۳۹
* حضرت عمران ابن حصین، حدیث نمبر: ۳۴۰، ۳۴۴
* حضرت ابوموسیٰ اشعری، حدیث نمبر: ۳۴۱ تا ۳۴۳

خلفائے ثلاثہ اور تیمم

بخاری شریف کے چھے راویوں کی فہرست مع حدیث نمبر آپ کے سامنے ہے۔ ان میں سے کسی حدیث کا راوی خلفائے ثلاثہ میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔

نہ تو حضرت ابوبکر جنہوں نے اسلام کی تیئس بہاریں دیکھیں، اسلام کا آغاز بھی دیکھا، اسلام کا شباب بھی دیکھا، بانیٔ اسلام کے ساتھ سفرِ ہجرت بھی کیا۔ تین دن تک غار میں بھی آپ کے ساتھ رہے۔ ہر سفر میں، ہر جنگ میں اور ہر امن میں آپ کے ساتھ رہے، لیکن حیرت ہے کہ بانیٔ اسلام سے تیمم کے بارے میں ایک لفظ تک نہ سنا اور نہ ہی مہاجرین و انصار میں سے حضرت ابوبکر سے زمانۂ نبوت میں بھی اور دورِ رسالت کے بعد

زمانہ خلافت میں بھی ایک لفظ نہ سنا۔ نہ حضرت ابوبکر نے آنحضورؐ کو کبھی تیمّم کرتے دیکھا اور نہ ہی حضرت ابوبکر کو کسی نے کبھی تیمّم کرتے دیکھا۔

حضرت عمر نے جنھیں مرادِ رسول بتایا جاتا ہے، ہجرت سے پہلے مکہ میں ہجرت کے بعد دس برس مدینہ میں آنحضورؐ کے ساتھ رہے، لیکن اس طویل عرصہ میں حضرت عمر نے تیمّم کے بارہ میں آنحضورؐ سے ایک لفظ تک نہ پوچھا اور نہ سنا۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر کے دورِ حکومت میں پھر اپنے زمانہ اقتدار میں کسی مہاجر کسی انصار اور کسی صحابیٔ رسولؐ یا اُمت مسلمہ کے ایک فرد نے بھی حضرت عمر سے تیمّم کے سلسلہ میں نہ ایک لفظ سنا اور نہ پوچھا۔

حضرت عثمان جنھیں مہاجر حبشہ بھی بتایا جاتا ہے، ذوالنورین بھی بتایا جاتا ہے۔ آنحضورؐ کے ساتھ طویل صحبت گزارنے کے باوجود تیمّم کے بارے میں نہ ایک لفظ سنا اور نہ پوچھا۔ آپ کی وفات کے بعد حضرت ابوبکر کے دورِ حکومت حضرت عمر کے زمانۂ اقتدار اور پھر اپنے ایامِ حکومت میں نہ تو کسی اُمتی نے حضرت عثمان نے تیمّم کا کوئی مسئلہ پوچھا نہ حضرت عثمان نے ازخود کچھ بتایا۔

اگر اصحابِ ثلاثہ آنحضورؐ سے اسلام اور احکامِ اسلام نہیں سیکھتے تھے۔ تو کوئی بتائے کہ کیا سیکھتے تھے؟ نہ ان حضرات میں سے کبھی کوئی سفارت پر گیا نہ کبھی کسی علاقہ کی گورنری پر مامور ہوا تاکہ یہ کہا جائے کہ تیمّم کا مسئلہ آنحضورؐ نے ان کے زمانہ غیبت میں بتایا تھا اس لیے خود موجود نہ تھے اور دوسروں کو قابلِ اعتبار نہ سمجھا۔ رہے بھی زندگی بھر آپ کے ساتھ اور نہ وحی کے سلسلہ میں کچھ سنا نہ پوچھا، نہ علم کے متعلق کچھ سنا نہ پوچھا، نہ وضو کے متعلق کچھ سنا نہ پوچھا، نہ کسی کو بتایا نہ حیض کے مسائل آنحضورؐ سے پوچھے، نہ سنے اور نہ کسی کو بتائے اور نہ ہی تیمّم کے متعلق آنحضورؐ سے کچھ سنا نہ کچھ پوچھا، اور نہ پھر کسی کو کچھ بتایا۔

کتاب الوحی ہو یا کتاب الایمان، کتاب العلم ہو یا کتاب الوضوء، کتاب الغسل ہو یا کتاب الحیض اور کتاب التیمم، احکامِ اسلام کی ہر کتاب اور ہر باب میں ان کے بیانات اور ان کی روایات سے خالی ہے۔ اس کی وجہ اور مضمرات کیا ہیں؟ یا ہو سکتے ہیں؟ آپ ہی سوچئے اور بتائیے۔

شیعوں کو کافر کہہ لینا آسان ہے لیکن خلفائے ثلاثہ کے احکامِ اسلام سے نا آشنا ہونے یا نا آشنا رکھنے کا جواب حاصل کرنا مشکل ہے۔

ہاں اگر ذہن مذہبی تعصبات، عداوتِ آلِ محمدؐ اور دشمنی آلِ محمدؐ سے خالی ہو۔ مقصد صرف دین اور احکامِ دین کی تلاش ہو تو پھر اس سوال کا جواب انتہائی آسانی سے تلاش کیا جا سکتا ہے کہ خلفائے ثلاثہ نے اسلام اور احکام کے سلسلہ میں اُمت کو کچھ کیوں نہیں دیا؟

حضرت عائشہ اور کتاب التیمم

(1) بخاری، ج ا، ص حدیث ۳۳۰، باب ندارد

عن عائشة زوج النبي قالت خرجنا مع رسول الله في اسفاره حتى اذا كنّا بالبيداء او بذات الجيش انقطع عقد لي فاقام رسول الله على التماسه واقام الناس معه وليسوا على ماءٍ فاتى الناس على ابي بكر الصديق فقالوا ألا ترى ما صنعت عائشة؟ اقامت برسول الله والناس ليسوا على ماءٍ وليس معهم ماءً فجاء ابوبكر ورسول الله واضع رأسه على فخذي قد نام فقال حبست رسول الله والناس وليسوا على ماءٍ وليس معهم ماءً فقالت عائشة فعاتبني ابوبكر وقال ماشاء الله ان

یقول وجعل یطعنی بیدہ فی خاصرتی فلا یمنعنی من التحرک الا مکان رسول اللّٰہ علی فخذی، فقام رسول اللّٰہ حین اصبح علی غیر ماءٍ فانزل اللّٰہ اٰیۃ التیمّم فیتمموا فقال اسید ابن الحضیر ما ھی باول برکتکم، یا اٰل ابی بکر قالت فبعثنا البعیر الذی کنت علیہ فاصبنا العقد تحتہ

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ ہم ایک سفر میں آنحضرتؐ کے ساتھ نکلے۔ جب ہم بیدا یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ (جو اسماء سے مانگ کر لیا تھا) آنحضرتؐ اس کی تلاش میں ٹھیر گئے۔ وہاں پانی نہ تھا۔ آخر لوگ ابوبکر صدیق کے پاس آئے اور کہنے لگے: تم نے دیکھا نہیں جو عائشہ نے کیا آنحضرت کو اور لوگوں کو اٹکا رکھا اور یہاں پانی بھی نہیں ملتا نہ ان کے ساتھ کچھ پانی ہے۔ یہ سن کر ابوبکر آئے اور آنحضرتؐ میری ران پر سر رکھے سو گئے تھے۔ ابوبکر نے کہا: (کیوں) تو نے آنحضرت کو اور سب لوگوں کو اٹکا دیا اور یہاں پانی بھی نہیں ہے نہ ان کے ساتھ کچھ پانی ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ ابوبکر نے مجھ پر غصہ کیا اور جو اللہ کو منظور تھا (برا بھلا) وہ انہوں نے کہا اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کونچا مارنے لگے۔ میں تڑپتی مگر آنحضرت کا سر میری ران پر تھا اس وجہ سے نہ ہل سکتی جب صبح ہوئی تو آنحضرتؐ اُٹھے لیکن پانی نہ تھا تب اللہ نے تیمّم کی آیت اُتاری، لوگوں نے تیمّم کر لیا۔ اس وقت اسید

يقول وجعل يطعنني بيده في خاصرتي فلا يمنعني من التحرك الا مكان رسول الله على فخذي، فقام رسول الله حين اصبح على غير ماءٍ فانزل الله آية التيمّم فيتمموا فقال اسيد ابن الحضير ما هي باول بركتكم، يا آل ابي بكر قالت فبعثنا البعير الذي كنت عليه فاصبنا العقد تحته

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: حضرت عائشہ سے منقول ہے کہ ہم ایک سفر میں آنحضرتؐ کے ساتھ نکلے۔ جب ہم بیدا یا ذات الجیش میں پہنچے تو میرا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔ (جو اسماء سے مانگ کر لیا تھا) آنحضرتؐ اس کی تلاش میں ٹھہر گئے۔ وہاں پانی نہ تھا۔ آخر لوگ ابوبکر صدیق کے پاس آئے اور کہنے لگے: تم نے دیکھا نہیں جو عائشہ نے کیا آنحضرت کو اور لوگوں کو اٹکا رکھا اور یہاں پانی بھی نہیں ملتا نہ ان کے ساتھ کچھ پانی ہے۔ یہ سن کر ابوبکر آئے اور آنحضرتؐ میری ران پر سر رکھے سو گئے تھے۔ ابوبکر نے کہا: (کیوں) تو نے آنحضرت کو اور سب لوگوں کو اٹکا دیا اور یہاں پانی بھی نہیں ہے نہ ان کے ساتھ کچھ پانی ہے۔ حضرت عائشہ نے کہا کہ ابوبکر نے مجھ پر غصہ کیا اور جو اللہ کو منظور تھا (برا بھلا) وہ انہوں نے کہا اور اپنے ہاتھ سے میری کوکھ میں کونچا مارنے لگے۔ میں تڑپتی مگر آنحضرتؐ کا سر میری ران پر تھا اس وجہ سے نہ ہل سکتی جب صبح ہوئی تو آنحضرتؐ اُٹھے لیکن پانی نہ تھا تب اللہ نے تیمم کی آیت اُتاری، لوگوں نے تیمم کر لیا۔ اس وقت اسید

ابن حضیر کہنے لگے۔ ابوبکر کے گھرانے والو! یہ کچھ تمہاری پہلی برکت نہیں ہے۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں پھر ہم نے اُس اُونٹ کو اٹھایا جس پر میں سوار تھی تو اس کے نیچے ہم کو ہار بھی مل گیا''۔

④ بخاری، ج۱، ص۲۳۷، حدیث ۲۳۲۔ باب: جب نہ پانی ملے نہ مٹی تو کیا کرے؟

عن عائشة انها استعارت من اسماء تلاوة فهلكت فبعث رسول اللّٰه رجلا فوجدها فادركتهم الصلٰوة وليس معهم ماء فصلوا فشكوا ذٰلك الى رسول اللّٰه فانزل بك امر تكرهنيهٔ الا جعل اللّٰه ذٰلك وللمسلمين فيه خيرًا

جائزہ

اگر چہ واقعہ ایک ہے لیکن اندازِ بیاں ایک دوسرے سے جدا ہے، ان احادیث کے ایک پہلو پر تو ہم نظامِ مصطفیٰؐ بزبانِ زوجہ باصفا جلد دوم میں روشنی ڈال چکے ہیں۔ اب ان کا دوسرا پہلو ہمارے سامنے ہے اور وہ ہے یہ کہ حضرت عائشہ نے اسلام کو کیا دیا؟

حدیث نمبر ۳۳۰ میں آپ پہلے تو بی بی کے اندازِ بیان اور حسنِ ادا پر غور فرمائیں۔ بی بی نے اپنے والد ماجد حضرت ابوبکر کو پوری حدیث میں والد نہیں کہا حالانکہ متعدد مرتبہ نام لیا ہے، ملاحظہ ہو:

① فاتى الناس الى ابى بكر ''لوگ ابوبکر کے پاس آئے''۔

② فجاء ابوبكر ''پس ابوبکر آیا''۔

③ فعاتبني ابوبكر ''ابوبکر نے مجھے بُرا بھلا کہا''

بی بی کے بیان میں تین مقامات پر حضرت ابوبکر کا نام آیا لیکن بی بی نے کسی جگہ نہ تو اسلامی احترام کو ملحوظ رکھا اور نہ معاشرتی اخلاق کو پیش نظر رکھا بلکہ ابوبکر ابوبکر ہی کہتی

رہی۔ اس سے اُمت کی بیٹیوں کو کیا درس ملے گا اور اگر اُمت کی بیٹیاں اپنے والد کو حضرت عائشہ کی سنت پر چل کر روکھے پھیکے نام سے یاد کریں تو معاشرہ پر اسلام کا کتنا رنگ چڑھے گا؟

حدیث نمبر ۳۳۰ میں اسید ابن حضیر نے حضرت عائشہ کو آلِ ابوبکر کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ آلِ رسولؐ کہہ کر خطاب نہیں کیا۔ گویا اسید ابن حضیر جو صحابی بھی تھا اور عرب بھی تھا کو معلوم تھا کہ زوجہ آل میں داخل نہیں ہوتی۔

نہ کسی اور صحابی نے اس کے خلاف احتجاج کیا نہ حضرت ابوبکر نے اسید کو کچھ کہا اور نہ خود حضرت عائشہ نے اسید سے کہا کہ اب میں آلِ ابوبکر نہیں بلکہ آلِ رسولؐ ہوں۔

بی بی نے اپنے پریم کو اس جگہ بھی پیش نظر رکھا ہے کہ آنحضورؐ کو سفر میں بھی میری گود کے سوا کہیں نیند نہیں آتی تھی۔

حدیث نمبر ۳۳۲ دیکھئے، اس میں بی بی نے نہ آنحضورؐ کے ران پر سونے کا ذکر کیا ہے نہ سفر کا ذکر ہے نہ لوگوں کے شکوے کا نام لیا ہے۔ نہ حضرت ابوبکر کے بُرا بھلا کہنے کا تذکرہ کیا ہے نہ کچوکے لگانے کا بتایا ہے اور نہ ہار کی اُونٹ کے نیچے سے بازیابی کا بتایا ہے بلکہ اس حدیث میں یہ بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے ایک آدمی بھیجا وہ تلاش کر کے لے آیا۔

اس حدیث میں اسید نے بی بی کو آلِ ابوبکر کہہ کر بھی مخاطب نہیں کیا بلکہ اسید کا اندازِ تخاطب بھی پہلی حدیث سے قطعی جدا ہے۔

ان دونوں احادیث میں موجود اختلاف کو دیکھ کر چند ایک سوالات ذہن میں آتے ہیں:

- کیا یہ ایک ہی واقعہ کو دو مرتبہ بیان کیا گیا ہے؟
- اگر ایک ہی واقعہ دو مرتبہ بیان ہوا ہے تو اس میں اتنا اختلاف کیوں ہے؟

* کہیں بی بی پہلی مرتبہ بتانے کے بعد دوسری مرتبہ بتاتے وقت پہلے کا بتایا ہوا بھول تو نہیں گئی تھیں؟
* اگر یہ ایک واقعہ نہیں اور دو مختلف واقعات ہیں تو اس کا ثبوت کیا ہوگا؟
* یہ واقعات سفر جنگ سے متعلق ہیں یا ویسے کسی تفریحی سفر سے تعلق رکھتے ہیں یا سفر حج سے وابستہ ہیں۔
* ان واقعات سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ تیمم کا حکم بی بی کے ہار کی گمشدگی کے طفیل ملا ہے۔ اگر بی بی کا ہار گم نہ ہوتا تو شاید تیمم کی سہولت کبھی میسر نہ آتی۔ لیکن ان دو احادیث یا اس باب میں دیگر احادیث سے تیمم کے شرائط، تیمم کے واجبات، تیمم کے مستحبات، تیمم کے مکروہات اور تیمم کس مٹی سے کیا جائے وغیرہ وغیرہ کہاں سے ملیں گے؟
* حدیث نمبر ۳۳۲ کا باب اور حدیث ملاحظہ فرمایئے ان میں کیا ربط ہے؟

باب ہے، جب نہ پانی ملے نہ مٹی، چلو پانی نہ ملے تو تیمم کیا جاتا ہے۔ لیکن اگر مٹی بھی نہ ملے تو تیمم کس چیز سے کیا جائے گا؟

* مولانا وحید الزمان نے حدیث نمبر ۳۳۲ کا ترجمہ لکھنے کے بعد فٹ نوٹ میں لکھا ہے کہ یہ اگلی روایت کے خلاف نہیں ہے۔

یہ تو ہے مولانا وحید الزمان کا دعویٰ کہ حضرت عائشہ کی ان دونوں احادیث میں اختلاف نہیں ہے گویا مولانا نے یہ تو تسلیم کرلیا کہ دونوں حدیثیں ایک ہی واقعہ دو افراد کو سناتے ہوئے مختلف انداز میں سنایا ہے۔

اب لیجیے دونوں احادیث میں جو فرق ہے وہ عرض کیے دیتا ہوں۔ پھر آپ دونوں احادیث کو دیکھ لیں اگر میری بات درست ہو تو وہ تسلیم کرلیں، اگر مولانا وحید الزمان نے سچ کہا ہو تو ان کی بات مان لیں:

* حدیث ۳۳۰ میں بی بی نے کسی سفر سے واپسی یا سفر پر جاتے ہوئے گمشدگیٔ ہار کا ذکر کیا ہے جب کہ حدیث نمبر ۳۳۲ میں ایسی کوئی بات نہیں۔
* حدیث ۳۳۰ میں بی بی نے یہ نہیں بتایا کہ ہار میرا اپنا تھا کسی سے مانگا ہوا تھا جب کہ حدیث ۳۳۲ میں بی بی نے صاف بتا دیا ہے کہ ہار میرا نہیں تھا بلکہ اپنی بڑی بہن اسماء سے مانگ کر پہن کے لے گئی تھی۔
* حدیث ۳۳۰ میں بی بی نے ہار کے ٹوٹ کر گرنے کا ذکر کیا ہے، جب کہ حدیث ۳۳۲ میں بی بی نے صرف گمشدگی کا بتایا ہے۔
* حدیث ۳۳۰ میں بی بی نے بتایا ہے کہ میرا ہار ٹوٹ کر گرا تو آنحضرتؐ نے ہار کو تلاش کرنے کی خاطر پورے قافلے کو روک دیا اور خود میری ران پر سر رکھ کر پریم کہانی دہراتے سو گئے۔ حضرت ابوبکر مجھے برا بھلا کہتے رہے۔ میری کوکھ میں کونچے لگاتے رہے۔ آپ آرام سے سوئے رہے جبکہ حدیث ۳۳۲ میں نہ قافلہ کے رُک جانے کا ذکر ہے اور نہ کوئی دوسری بات۔
* حدیث ۳۳۰ میں بی بی نے آغاز واقعہ ہی میں بتا دیا ہے کہ میرا ہار گم ہی اسی جگہ ہوا جہاں پانی نہ تھا لیکن حدیث ۳۳۲ میں ایسی کوئی بات نہیں۔
* حدیث ۳۳۰ میں نماز کے لیے پانی نہ ملنے کے وقت آنحضورؐ دیگر اصحاب کے شریک نہیں۔ بی بی خود بھی وہاں موجود ہے لیکن حدیث ۳۳۲ میں آنحضورؐ اس جگہ موجود ہیں نہ حضرت عائشہ وہاں موجود ہے۔
* حدیث ۳۳۰ میں ٹوٹ کر گرا ہوا ہار اسی جگہ جہاں قافلہ رُکا تھا، سے اُونٹ کے نیچے سے مل گیا لیکن حدیث ۳۳۶ میں جہاں قافلہ تھا وہاں ہار کو تلاش نہیں کیا گیا بلکہ اسید ابن حضیر کو تلاش ہار کے لیے کسی اور جگہ بھیجا گیا جہاں سے وہ تلاش کر کے لایا۔

* حدیث ۳۳۰ میں اسید ابن حضیر نے بی بی کو آلِ ابوبکر کہہ کر مخاطب کیا ہے لیکن حدیث ۳۳۲ میں اسید نے جزاك الله خیرًا کے دعائیہ جملہ سے مخاطب کیا ہے۔
* حدیث ۳۳۰ میں اسید نے یہ کوئی تمہاری پہلی برکت نہیں سے بی بی کی خوشامد کی ہے اور حدیث ۳۳۲ میں بخدا تجھ پر جو مصیبت بھی آئی کہہ کر بی بی کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کی ہے۔
* حدیث ۳۳۰ میں اسید نے صرف یہ تمہاری پہلی برکت نہیں کہہ کر بات ختم کر دی لیکن حدیث ۳۳۲ میں اسید نے اپنی بات اس جمعہ پر ختم کی ہے کہ تجھ پر جو مصیبت آئی اللہ نے اس کے عوض تمام اُمت مسلمہ کو کسی بھلائی ہی سے دوچار کر دیا۔

ان دس واضح اور غیر مبہم مفارقات کے بعد بھی اگر یہ اصرار کیا جائے کہ دونوں حدیثیں مفہوم اور معنی کے اعتبار سے ایک نہیں تو سوائے اپنے آپ کو جھوٹی تسلی دینے کے اور کچھ بھی نہیں۔

ہاں ان دو احادیث میں اگر کوئی قدر مشترک ہے تو وہ اسید ابن حضیر کی وہ قصیدہ خوانی ہے جو اس نے بی بی کے سلسلہ میں کی ہے اور ہم سمجھتے ہیں کہ امام بخاری نے ان دونوں حدیثوں کو پیش بھی صرف یہی قصیدہ خوانی سنانے کے لیے کیا ہے۔ ورنہ دونوں حدیثوں میں سے کسی بھی حدیث سے نہ تو واجبات تیمّم ملتے ہیں نہ شرائط تیمّم کا پتہ چلتا ہے نہ مستحبات تیمّم کا سراغ ملتا ہے، نہ مکروہات تیمّم ملتے ہیں، نہ طریقہ تیمّم کا پتہ چلتا ہے اور نہ کوئی دوسرا حکم معلوم ہوتا ہے۔

حدیث ۳۳۰ کے راوی اگر بارِ خاطر نہ ہو تو آیئے اس حدیث کے راویوں کا حالِ علمِ رجال سے بھی پوچھ لیں اور یہ دیکھ لیں کہ اس کے راویوں کا حدود اربعہ کیا ہے؟

اس وقت میرے سامنے میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۵۲۸ ہے، علمِ رجال کی مستند کتابوں میں سے ایک ہے اس میں مذکورہ حدیث کے ایک راوی، عبداللہ ابن یوسف کے متعلق یحییٰ ابن بکیر نے ان الفاظ سے تبصرہ فرمایا ہے۔

قال محمد ابن عبداللّٰہ ابن الحکم قد کان یحییٰ ابن بکیر یقول فی عبداللّٰہ ابن یوسف ــــ حتٰی سمع من مالك

محمد ابن عبداللہ ابن حکم نے بتایا ہے کہ عبداللہ ابن یوسف کے متعلق یحییٰ ابن بکیر کہا کرتا تھا۔ عبداللہ ابن یوسف نے کب اور کہاں مالک سے سنا ہے"۔

اسی میزان الاعتدال کے مصنف علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ (جلد اول) میں عبداللہ ابن یوسف کو روات کے ساتویں طبقہ سے شمار کیا ہے اور مالک جس سے عبداللہ ابن یوسف روایت کرتا ہے اس کو علامہ ذہبی نے پانچویں طبقہ میں لکھا ہے۔ جب عبداللہ ابن یوسف اور مالک کے درمیان محدثین کے پورے ایک طبقہ کا فاصلہ ہے تو یحییٰ ابن بکیر کی بات قرین عقل وقیاس معلوم ہوتی ہے کہ عبداللہ ابن یوسف کو مالک سے کچھ سننے کا ہرگز اتفاق نہیں۔ جب راوی نے حدیث سنی ہی نہیں تو پھر اس سے استدلال کیسے کیا جائے گا اور اسے بی بی کی قصیدہ خوانی میں کیسے پیش کیا جائے گا؟

علاوہ ازیں تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۳۰۶) کے مطابق عبداللہ ابن یوسف کی وفات ۲۱۸ھ ہے اور اسی تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۴۰۱) کے مطابق امام بخاری نے ۲۱۰ھ میں اپنی والدہ ماجدہ اور بھائی کے ساتھ سفر پر نکلے۔ بلخ میں مکی ابن ابراہیم، بغداد میں عفان، مکہ میں مقری، شام میں ابوالمغیرہ اور فریابی بصرہ میں ابوعاصم، کوفہ میں عبیداللہ ابن موسیٰ، ..... میں آدم، حمص میں ابوالیمان اور دمشق میں ابومسہر سے حدیث کا سماع کیا۔

اس وقت میرے سامنے میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۵۲۸ ہے، علمِ رجال کی مستند کتابوں میں سے ایک ہے اس میں مذکورہ حدیث کے ایک راوی، عبداللہ ابن یوسف کے متعلق یحییٰ ابن بکیر نے ان الفاظ سے تبصرہ فرمایا ہے۔

قال محمد ابن عبداللّٰه ابن الحکم قد کان یحیٰی ابن بکیر یقول فی عبداللّٰه ابن یوسف ـــــ حتّٰی سمع من مالك

محمد ابن عبداللہ ابن حکم نے بتایا ہے کہ عبداللہ ابن یوسف کے متعلق یحییٰ ابن بکیر کہا کرتا تھا۔ عبداللہ ابن یوسف نے کب اور کہاں مالک سے سنا ہے"۔

اسی میزان الاعتدال کے مصنف علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ (جلد اول) میں عبداللہ ابن یوسف کو رواۃ کے ساتویں طبقہ سے شمار کیا ہے اور مالک جس سے عبداللہ ابن یوسف روایت کرتا ہے اس کو علامہ ذہبی نے پانچویں طبقہ میں لکھا ہے۔ جب عبداللہ ابن یوسف اور مالک کے درمیان محدثین کے پورے ایک طبقہ کا فاصلہ ہے تو یحییٰ ابن بکیر کی بات قرین عقل وقیاس معلوم ہوتی ہے کہ عبداللہ ابن یوسف کو مالک سے کچھ سننے کا ہرگز اتفاق نہیں۔ جب راوی نے حدیث سنی ہی نہیں تو پھر اس سے استدلال کیسے کیا جائے گا اور اسے بی بی کی قصیدہ خوانی میں کیسے پیش کیا جائے گا؟

علاوہ ازیں تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۳۰۶) کے مطابق عبداللہ ابن یوسف کی وفات ۲۱۸ھ ہے اور اسی تذکرۃ الحفاظ (ج ۱، ص ۴۰۱) کے مطابق امام بخاری نے ۲۱۰ھ میں اپنی والدہ ماجدہ اور بھائی کے ساتھ سفر پر نکلے۔ بلخ میں کمی ابن ابراہیم، بغداد میں عفان، مکہ میں مقری، شام میں ابوالمغیرہ اور فریابی بصرہ میں ابوعاصم، کوفہ میں عبیداللہ ابن موسیٰ،...... میں آدم، حمص میں ابوالیمان اور دمشق میں ابومسہر سے حدیث کا سماع کیا۔

یہ ہے تذکرۃ الحفاظ کی لفظ بہ لفظ عبارت جن علمائے حدیث سے امام بخاری کو شرف تلمذ رہا ہے ان میں عبداللہ ابن یوسف کا کہیں نام نہیں۔

* ظاہر ہے کہ جب امام بخاری نے ۲۱۰ھ میں سفر شروع کیا تو یہ تو ممکن نہیں کہ امام بخاری سب سے پہلے عبداللہ ابن یوسف کے پاس گئے ہوں بلکہ امام بخاری بخارا سے بلخ آئے ہوں گے۔ بلخ میں مکی ابن ابراہیم سے کسبِ فیض کیا ہوگا؟ بلخ سے فراغت کے بعد بغداد میں عفان کے پاس آئے ہوں گے۔ بغداد سے فراغت کے بعد کوفہ تشریف لے گئے ہوں گے، کوفہ میں عبداللہ سے کسبِ حدیث سے فراغت کے بعد بصرہ آئے ہوں گے۔ بصرہ میں ابوعاصم سے فارغ التحصیل ہوکر پھر کہیں حمص عسقلان، دمشق، شام وغیرہ جانا ہوا ہوگا۔ زمانہ پیدل سفر کا تھا ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچتے پہنچتے کئی ماہ لگ جاتے ہوں گے۔ ان حقائق کے پیش نظر بلخ، بغداد، کوفہ، بصرہ اور حمص وغیرہ کے سفر اور مدتِ تعلیم کا اندازہ کیا جائے تو بھی امام بخاری کا عبداللہ ابن یوسف سے سماع مشکل ہی نظر آتا ہے۔
* ایک اور بات بھی قابلِ توجہ ہے۔ عبداللہ ابن یوسف ساتویں طبقہ کا محدث ہے اور امام بخاری نویں طبقہ کے محدثین سے ہیں۔ یہاں بھی عبداللہ ابن یوسف اور امام بخاری کے درمیان پورے ایک طبقہ کا فاصلہ ہے اس لیے بھی یہ ناممکن ہے کہ امام بخاری نے عبداللہ ابن یوسف سے کچھ سنا ہو۔
* ایک اور نقطہ بھی نظر انداز کرنے کے قابل نہیں وہ یہ ہے کہ علامہ ذہبی نے تذکرۃ الحفاظ میں عبداللہ ابن یوسف کے تلامذہ میں کہیں بھی عبداللہ ابن یوسف کا نام نہیں ملتا۔
* حدیث ۳۳۰ کی حقیقت معلوم ہوجانے کے بعد اب حدیث ۳۳۲ پر توجہ کیجیے تو اس کا حال اور بھی پتلا نظر آتا ہے۔ اس سلسلہ میں ہم کچھ نہ لکھیں گے، نہ کہیں گے بلکہ کشف الغم عن عمر ام الامہ میں حکیم نیاز احمد دیوبندی ساکن سرگودھا

نے ہشام ابن عروہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ خود پڑھ لیں اور حدیث ۳۳۲ کے راویوں میں ہشام ابن عروہ کا نام دیکھ لینا۔ پھر آپ خود فیصلہ کریں کہ ہشام کس قماش کا راوی تھا اور ہشام کی روایت کا علماء کے نزدیک کیا مقام ہے؟

حضرت عمر اور تیمّم

میں نے آغازِ کتاب میں خلفائے ثلاثہ اور تیمّم کے عنوان سے عرض کیا ہے جس میں مَیں نے کہا ہے کہ دیگر کتب کی طرح کتاب تیمّم بھی روایت خلفاء سے خالی ہے۔ آپ نے محدثین کی فہرست میں حضرت عمار ابن یاسر کا نام اور اس کے علاوہ ان سے مروی احادیث کے نمبر بھی دیکھے ہیں۔ چونکہ امام بخاری نے ان احادیث کو حضرت عمار سے منسوب کیا ہے اس لیے ہم نے بھی ان احادیث کو حضرت عمار ہی کے نام سے لکھا ہے ورنہ حقیقت میں حضرت عمار سے منسوب احادیث نہیں ہیں بلکہ حضرت عمار اور حضرت عمر کا باہمی مکالمہ ہے۔ مناسب ہوگا اگر آپ بھی اس سے مستفید ہولیں البتہ عربی متن لکھنے کے بجائے ہم صرف مولانا وحید الزمان کے ترجمہ پر اکتفا کرتے ہیں۔ (بخاری، ج ا، ص ۲۳۹، حدیث ۳۳۴ ابزیٰ سے ہے کہ ایک شخص حضرت عمر کے پاس آیا اور کہنے لگا: اگر مجھ کو جنابت ہو اور پانی نہ ملے تو کیا کروں؟ عمار یاسر نے حضرت عمر سے کہا: تم کو یاد نہیں ہم تم دونوں ایک سفر میں تھے (اور ہم کو جنابت ہوئی) تم نے تو نماز ہی نہیں پڑھی اور میں مٹی میں لوٹا، اور نماز پڑھ لی۔ پھر میں نے آنحضرتؐ سے یہ بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا: تجھے بس اتنا کرنا تھا پھر آپ نے اپنی دونوں ہتھیلیاں زمین پر ماریں اور ان کو پھونک دیا پھر منہ اور دونوں پہنچوں .... کرلیا۔

مولانا وحید الزمان نے ترجمہ کرنے کے بعد فٹ نوٹ ....

وہ بھی ملاحظہ فرمالیں، ایمان دوچند ہوجائے گا۔

مسلم کی روایت میں اتنا زیادہ ہے کہ حضرت عمر نے کہا: نماز نہ پڑھ.. مولانا

وحید الزمان کے فٹ نوٹ میں لکھے جملہ کے بعد یہ روایت یوں بن جائے گی؟

ایک شخص نے حضرت عمر سے مسئلہ پوچھا کہ اگر جنابت ہو جائے اور پانی نہ ملے تو کیا کروں؟ حضرت عمر نے فرمایا: نماز نہ پڑھ۔ اس وقت عمار یاسر نے وہ واقعہ یاد دلایا جو آپ دیکھ چکے ہیں۔

حدیث ۳۳۴ کی طرح ۳۳۵ تا ۳۳۸ اور ۳۳۹ میں بھی حضرت عمار یاسر اور حضرت عمر کے اس مکالمہ کو دہرایا گیا ہے۔

مسلّمات

- یہ تو یقینی بات ہے کہ سائل نے حضرت عمر کے دورِ حکومت میں آپ سے سوال کیا۔ یہ بھی مسلّم ہے کہ حضرت عمر نے مسندِ رسالت سنبھالنے کے بعد سائل کو خلیفۂ رسول ہونے کی حیثیت سے جواب دیا۔
- یہ بھی مسلّم ہے کہ حضرت عمر نے یہ فتویٰ خلافِ اسلام دیا۔
- یہ بھی طے ہے کہ حضرت عمار یاسر نے حضرت عمر کو ٹوکا۔
- یہ بھی مسلّم ہے کہ حضرت عمر نے جواب میں حضرت عمر کی تردید نہیں کی۔

ان مسلّمات کے بعد اب سوال یہ ہے کہ:

- امام بخاری نے کس خطرہ کے پیشِ نظر حضرت عمر کا نماز نہ پڑھنے کا وہ فتویٰ نقل نہیں کیا جو امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے اور مولانا وحید الزمان نے اس کا حوالہ دیا ہے؟
- کہیں امام بخاری حدیث میں ڈنڈی تو نہیں مار گئے؟
- اگر اس حدیث میں ثابت ہو جائے کہ امام بخاری نے تحریف کی ہے تو پھر دوسری احادیث پر کیا اعتبار رہ جائے گا؟
- حضرت عمر نے سائل کو نماز نہ پڑھنے کا فتویٰ کیوں دیا؟

* کیا حضرت عمر احکامِ اسلام میں ایسا اختیار رکھتے تھے؟
* اگر حضرت عمر کو یہ اختیار تھا تو انھیں یہ اختیار کس نے دیا تھا؟
* حضرت عمر کو یہ اختیار اللہ کی طرف سے ملا تھا یا آنحضورؐ کی طرف سے ملا تھا یا حضرت عمر کو اقتدار سپرد کرنے والے نے یہ حق دیا تھا؟
* کیا حضرت عمر کو پانی نہ ملنے کی صورت میں تیمّم کا حکم معلوم نہ تھا؟
* اگر حضرت عمر کو معلوم نہ تھا تو پھر فتویٰ دینے سے قبل کسی سے پوچھ کیوں نہ لیا؟
* کیا حضرت عمر نے قرآن کی یہ آیت نہ پڑھی تھی جس میں یہ حکم ہے کہ جب کبھی پانی نہ ملے یا کسی عذر کی وجہ سے وضو نہ کرسکو تو تیمّم کرلو؟
* اگر یہ آیت معلوم تھی تو آیت جو نص ہے، کے خلاف فتویٰ کس بنیاد پر دیا؟
* اگر آیت ہی معلوم نہ تھی تو اس کی کیا وجہ تھی؟
* کیا حضرت عمر نے اسلام کے تمام احکام قرآن وحدیث کو پسِ پشت ڈال کر اپنی رائے سے بیان کیے ہیں؟
* اگر ایسا کیا ہے تو کیا یہ اسلام، اسلام نبوی ہوگا یا دین حضرت عمر؟
* اگر حضرت عمر کا دین ہو تو کیا ہر کلمہ گو پر لازم ہے کہ وہ کلمہ تو نبی کا پڑھے لیکن احکام حضرت عمر کے مانے۔
* اگر ہر کلمہ گو اس بات کا پابند ہے تو پھر اسے اپنے کو مسلمان کہلوانا چاہیے یا کچھ اور؟
* اگر اس وقت حضرت عمار موجود نہ ہوتے تو کیا وہ سائل اسی فتویٰ پر عمل نہ کرتا؟
* اگر حضرت عمر کے فتویٰ پر عمل کرتا تو اس کا ثواب کس کے نامۂ اعمال میں جاتا؟
* کیا حضرت عمر کا یہ فتویٰ نصِ قرآن کی کھلی خلاف ورزی نہیں؟
* کیا جہاں حضرت عمر بمقابلہ نصِ قرآن آجائیں وہاں نصِ قرآن مقدم ہوگی یا قولِ حضرت عمر؟

گویا جہاں میراث کی آیت کا مقابلہ حضرت ابوبکر سے ہو جائے تو حضرت ابوبکر کا قول مقدم اور نصِ قرآن پیچھے؟ اور جہاں تیمّم کے سلسلہ میں حضرت عمر بمقابلہ قرآن آ جائے تو قول حضرت عمر مقدم اور آیت قرآن پسِ پشت۔

اگر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر خلافِ قرآن فتویٰ دیں تو ان کا ایمان و اسلام پختہ ہو جاتا ہے اور اگر کوئی شیعہ صرف ان کی خلافت سے انکار کر دے تو کافر۔ حق بھی یہی ہے کیونکہ اسلام نہ تو قرآن سے ملے گا اور نہ آنحضورؐ کے فرمان سے۔ سرچشمۂ اسلام تو بس قولِ خلفاء ہے خواہ قرآن کے مقابلہ میں ہو یا سنت نبویؐ کے مقابلہ میں۔

کتابُ الصلوٰۃ

* کُل محدث: ۱۵۹ * کُل محدثین: ۳۴

محدثین کے اسمائے گرامی مع حدیث نمبر

* حضرت عائشہ، حدیث نمبر: ۳۴۶، ۳۶۸ تا ۳۷۱، ۳۷۹، ۳۸۰، ۴۲۷، ۴۳۰، ۴۴۲، ۴۴۵، ۴۴۹، ۴۵۲، ۴۶۵، ۴۸۶، ۴۹۰ تا ۴۹۴، ۴۹۸، ۴۱۹، ۴۲۶، ۴۰۱
* حضرت اُم عطیہ، حدیث نمبر: ۳۴۷
* حضرت اُم ہانی، حدیث نمبر: ۳۵۳
* حضرت جابر ابن عبداللہ، حدیث نمبر: ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۷، ۳۶۰، ۳۶۶، ۳۹۵، ۴۲۹، ۴۳۴، ۴۳۹، ۴۴۱
* حضرت عمر ابن ابوسلمہ، حدیث نمبر: ۳۵۰ تا ۳۵۲
* حضرت انس بن مالک، حدیث نمبر: ۳۴۵، ۳۶۷، ۳۷۵، ۳۷۷، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۷، ۳۹۸، ۴۰۱، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۹، ۴۱۱، ۴۱۳، ۴۱۵، ۴۲۱، ۴۴۲، ۴۵۴، ۴۷۹، ۴۸۲، ۴۰۴، ۴۴۷، ۴۴۸
* حضرت ابوہریرہ، حدیث نمبر: ۳۵۴ تا ۳۵۶، ۳۶۱، ۳۶۴، ۳۶۵، ۴۰۳، ۴۰۵، ۴۱۰، ۴۱۲، ۴۲۸، ۴۳۳، ۴۴۷، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۸، ۴۶۶، ۴۶۹، ۴۳۱، ۴۴۴
* حضرت سہل ابن سعد، حدیث نمبر: ۳۵۸، ۳۷۴، ۴۱۶، ۴۳۲، ۴۳۸، ۴۷۵

کتابُ الصلوٰۃ

❊ کُل محدث: ۱۵۹ ❊ کُل محدثین: ۳۴

محدثین کے اسمائے گرامی مع حدیث نمبر

❊ حضرت عائشہ، حدیث نمبر: ۳۴۶، ۳۶۸ تا ۳۷۱، ۳۷۹، ۳۸۰، ۴۲۷، ۴۳۰، ۴۴۲، ۴۴۵، ۴۴۹، ۴۵۲، ۴۶۵، ۴۸۶، ۴۹۰ تا ۴۹۴، ۴۹۸، ۴۱۹، ۴۲۶، ۴۰۱

❊ حضرت اُم عطیہ، حدیث نمبر: ۳۴۷

❊ حضرت اُم ہانی، حدیث نمبر: ۳۵۳

❊ حضرت جابر ابن عبداللہ، حدیث نمبر: ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۷، ۳۶۰، ۳۶۶، ۳۹۵، ۴۲۹، ۴۳۴، ۴۳۹، ۴۴۱

❊ حضرت عمر ابن ابوسلمہ، حدیث نمبر: ۳۵۰ تا ۳۵۲

❊ حضرت انس بن مالک، حدیث نمبر: ۳۴۵، ۳۶۷، ۳۷۵، ۳۷۷، ۳۸۲، ۳۸۳، ۴۸۸، ۳۸۹، ۳۹۷، ۳۹۸، ۴۰۱، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۹، ۴۱۱، ۴۱۳، ۴۱۵، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۵۴، ۴۷۹، ۴۸۲، ۴۰۴، ۴۴۷، ۴۴۸

❊ حضرت ابوہریرہ، حدیث نمبر: ۳۵۴ تا ۳۵۶، ۳۶۱، ۳۶۴، ۳۶۵، ۴۰۳، ۴۰۵، ۴۱۰، ۴۱۲، ۴۲۸، ۴۳۳، ۴۴۷، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۸، ۴۶۶، ۴۶۹، ۴۳۱، ۴۴۴

❊ حضرت سہل ابن سعد، حدیث نمبر: ۳۵۸، ۳۷۴، ۴۱۶، ۴۳۲، ۴۳۸، ۴۷۵

- مغیرہ ابن شعبہ، حدیث نمبر: ۳۵۹، ۳۸۵
- حضرت عبداللہ ابن عمر، حدیث نمبر: ۳۶۲، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۹، ۴۱۴، ۴۲۳، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۳۶، ۴۵۷، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۷، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۳، ۴۷۷، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۵۰۲
- حضرت ابوسعید خدری، حدیث نمبر: ۳۶۳، ۴۰۳، ۴۰۵، ۴۰۸، ۴۳۷، ۴۵۵، ۴۸۷، ۴۸۸
- حضرت عقبہ ابن عامر، حدیث نمبر: ۳۷۲
- حضرت ابوجحیفہ، حدیث نمبر: ۳۷۳، ۴۷۴، ۴۸۸، ۴۸۰
- حضرت میمونہ، حدیث نمبر: ۳۷۸، ۴۹۶، ۴۹۷، ۳۷۶
- حضرت جریر، حدیث نمبر: ۳۸۴
- حضرت حذیفہ، حدیث نمبر: ۳۸۶
- حضرت مالک ابن بحینہ، حدیث نمبر: ۳۸۷
- حضرت ابوایوب، حدیث نمبر: ۳۹۰
- حضرت عبداللہ ابن عباس، حدیث نمبر: ۳۹۳، ۴۲۴، ۴۵۶، ۴۷۲
- حضرت عبداللہ ابن مسعود، حدیث نمبر: ۳۹۶، ۴۰۰، ۴۹۹
- حضرت براء ابن عازب، حدیث نمبر: ۳۹۴
- حضرت عتبان ابن مالک، حدیث نمبر: ۴۱۷، ۴۱۸
- حضرت ابوقتادہ، حدیث نمبر: ۴۳۵، ۴۹۵
- حضرت عثمان، حدیث نمبر: ۴۴۰
- حضرت ابوموسیٰ اشعری، حدیث نمبر: ۴۴۲، ۴۶۸
- حضرت حسان ابن ثابت، حدیث نمبر: ۴۴۳

* حضرت کعب، حدیث نمبر:۴۴۶، ۴۶۰
* حضرت اُم سلمہ، حدیث نمبر:۴۵۹
* حضرت سائب ابن یزید، حدیث نمبر:۴۵۹
* حضرت ابوواقد، حدیث نمبر:۴۶۳
* حضرت سلمہ ابن اکوع، حدیث نمبر:۴۷۶، ۴۸۱
* حضرت ابوجہیم، حدیث نمبر:۴۸۹
* حضرت عروہ ابن زبیر، حدیث نمبر ۳۸۱
* حضرت عبداللہ ابن زید۔

خلفائے ثلاثہ اور کتاب الصلوٰۃ

ایک صد انسٹھ حدیث ہے جو امام بخاری نے کتاب الصلوٰۃ میں درج کی ہے۔ اس تعداد کے محدثین کے اسمائے گرامی آپ کے سامنے ہیں۔ کسی مقام پر آپ کو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کا اسم گرامی نہیں ملے گا۔ ہاں حضرت عثمان کا نام ضرور ہے مگر ان سے صرف ایک حدیث منقول ہے جس کا جائزہ ان شاءاللہ ہم لیں گے۔

آپ نے کتاب الوحی بھی دیکھی ہے، کتاب الایمان بھی ملاحظہ فرمائی ہے، کتاب العلم کے راویوں کی فہرست بھی دیکھ لی ہے۔ کتاب الوضوء کے محدثین کو بھی ایک نگاہ دیکھ لیا ہے۔ کتاب الغسل کے محدثین کی فہرست بھی آپ کے پیش نظر ہے۔ کتاب الحیض کے راوی بھی آپ نے دیکھے ہیں اور کتاب التیمم کے محدثین کے نام بھی آپ نے پڑھے ہیں۔ آپ کو کہیں بھی خلفائے ثلاثہ کا نام محدثین کی فہرست میں نظر نہیں آیا۔ یقین کیجیے زیر نظر کتاب الصلوٰۃ بخاری کی آٹھویں کتاب ہے اس میں بھی آپ کو ان مسند نشینان اقتدار میں کسی کا نام نظر نہیں آئے گا۔

یہ نہ سمجھیں کہ ان کے نام تھے ان حضرات نے حدیثیں بھی روایت کی ہیں اور

اثیر جاڑوی نے شیعہ ہونے کی وجہ سے ان کے نام فہرست میں نہیں دیئے۔ یقین کیجیے بخاری شریف آپ کے سامنے ہے۔ آپ خود کسی عالمِ دین کے پاس چلے جائیں۔ ان سے بخاری کا کوئی نسخہ دو تین دن کے لیے مانگ لیں۔ ہماری نظامِ مصطفیٰؐ کی دی گئی فہرست سامنے رکھ لیں۔ آپ خود تلاش کرلیں۔ اگر آپ کو ان حضرات میں سے کسی کا نام اس سے زائد مل جائے جو ہم نے دیا ہے تو جو سزا آپ چاہیں دے لیں۔

اگر کوئی ہیرا پھیری کی ہے اور ان کے اسمائے گرامی سے عمداً تعصب برتا ہے تو وہ ہے امام بخاری۔ ممکن ہے امام بخاری کے پاس ان حضرات سے منقول احادیث آئی ہوں اور انھوں نے اپنی صحیح میں درج نہ کیا ہو۔ اس کی وجہ بھی آپ امام بخاری ہی سے پوچھ سکتے ہیں۔ ہمیں تو آپ سے ذیل کے چند سوالات کے جواب درکار ہیں۔

کتاب الصلوٰۃ میں خلفائے ثلاثہ سے کوئی حدیث مذکور نہ ہونے کی وجہ یہی ہوسکتی ہے کہ:

* خلفائے ثلاثہ نے آنحضورؐ سے زندگی بھر نماز کے متعلق کچھ نہیں سنا اور اُمت کے کسی فرد نے پوری زندگی خلفائے ثلاثہ سے نماز کے بارے میں کچھ نہیں سنا۔
* خلفائے ثلاثہ نے زندگی بھر آنحضورؐ کو نماز پڑھتے نہیں دیکھا اور اُمت کے کسی فرد نے پوری زندگی میں خلفائے ثلاثہ کی نماز نہیں دیکھی کیونکہ نہ تو خلفائے ثلاثہ نے کہیں یہ بتایا ہے کہ ہم نے آنحضورؐ کو اس طرح نماز پڑھتے دیکھا، یا آپ سے نماز کا فلاں مسئلہ اس طرح پوچھا اور نہ ہی اُمت کے کسی فرد نے یہ بتایا ہے کہ ہم نے خلفائے ثلاثہ کو نماز اس طرح پڑھتے دیکھا یا ہم نے خلفائے ثلاثہ سے نماز کا فلاں مسئلہ اس طرح سنا۔
* کیا خلفائے ثلاثہ آنحضورؐ کے ساتھ نہیں رہتے تھے؟
* اگر آنحضورؐ کے ساتھ رہتے تھے تو کیا وہ آپ کو نماز پڑھتے نہیں دیکھتے تھے؟

* اگر آنحضورؐ کو نماز پڑھتے دیکھتے تھے تو کیا وجہ ہے کہ انھوں نے آنحضورؐ کی نماز کسی کو نہیں بتائی؟
* کیا خلفائے ثلاثہ کی موجودگی میں آنحضورؐ سے نماز کے مسائل نہیں پوچھے جاتے تھے؟
* اگر خلفائے ثلاثہ کی موجودگی میں آنحضورؐ سے مسائل نماز پوچھے جاتے تھے تو کیا خلفائے ثلاثہ توجہ سے نہیں سنتے تھے؟
* اگر خلفائے ثلاثہ آنحضورؐ کے بتائے گئے مسائلِ نماز توجہ سے سنتے تھے تو پھر کیا وجہ ہے کہ انھوں نے اُمت کو ان مسائل سے آگاہ نہیں کیا؟
* کیا خلفائے ثلاثہ سے ان کے اپنے دورِ اقتدار میں رعیت نماز کے مسائل نہیں پوچھتی تھی؟
* اگر رعیت مسائلِ نماز پوچھتی تھی تو کیا خلفائے ثلاثہ وہ نمازِ مسائل نہیں بتاتے تھے؟
* اگر رعیت پوچھتی بھی اور خلفائے ثلاثہ مسائلِ نماز بتاتے بھی تھے تو ان سے سننے والوں نے ہمیں خلفائے ثلاثہ کے بتائے گئے احکام سے بے بہرہ کیوں رکھا؟
* کیا سننے والوں نے ہمیں خلفائے ثلاثہ کے بتائے گئے احکام سے کیوں بے بہرہ رکھا؟

حضرت عائشہ اور کتاب الصلوٰۃ

نماز کے سلسلہ میں حضرت عائشہ سے کتاب الصلوٰۃ کی . . . میں سے صرف چوبیس احادیث مروی ہیں۔

یہ تو آپ جانتے ہیں کہ اسلامی عبادت میں نماز وہ واحد عبادت ہے جو سب سے پہلے فرض ہوئی ہے اور مسلمہ روایت کے مطابق حضرت خدیجہؑ اور حضرت علیؑ آنحضورؐ کے ساتھ پہلے نمازیوں میں سے ہیں۔

نماز وہ واحد عبادت ہے جو ایک دن میں کم از کم پانچ مرتبہ پڑھی جاتی ہے اور اس کے متعلق قرآن کریم اور سنت رسولؐ میں جتنی کثرت سے احکام بتائے گئے ہیں اتنی کثرت سے کسی عبادت کے احکام نہیں بتائے گئے۔

نماز کے متعلق سنت میں اتنی تاکید کی گئی ہے کہ دیگر تمام عبادات نماز کی قبولیت کا مرہونِ منت بتایا گیا ہے اور ارشاد نبویؐ ہے:

ان قُبِلَت قُبِل مَا سِوَاھَا وَ اِن رَدَّت رُدَّ ماسواھا

''اگر نماز قبول کر لی گئی تو دیگر تمام اعمال قبول کر لیے جائیں گے
اور نماز ٹھکرا دی گئی تو دوسرے تمام اعمال ٹھکرا دیئے جائیں گے''۔

اتنی اہم عبادت اور اتنی لازمی عبادت کے متعلق یقیناً آنحضورؐ نے انتہائی تفصیل کے ساتھ بتایا ہوگا۔ نماز کا ایک ایک حکم، ایک ایک جزئی بار بار سمجھائی ہوگی۔ صحابہ نے نماز کے سلسلہ میں متعدد بار پوچھا ہوگا اور انتہائی شرح و بسط سے آپ نے سب کچھ بتایا ہوگا۔

ان مسلّمات کے پیش نظر ہمیں حضرت عائشہ کی نماز سے متعلق احادیث کا مطالعہ کرنا ہوگا اور یہ دیکھنا ہوگا کہ اُمت کی اس عظیم ماں نے اسلام کی اس عبادت کے متعلق کیا دیا ہے؟ کتنا دیا ہے؟ اور کیسے دیا ہے؟

***

(۱) بخاری، ج۱، ص۲۵۴، حدیث ۳۴۶، باب: معراج میں نماز کیونکر فرض ہوئی؟

• عن عائشة اُم المومنين قالت فرض الله الصلوٰة حين فرضها ركعتين ركعتين فى الحضر والسفر فاقرت صلوٰة السفر وزيد فى صلوٰة الحضر

ترجمہ: مولانا وحید الزماں: ''حضرت عائشہ نے کہا: اللہ نے جب

(شبِ معراج) نماز فرض کی تو (ہر نماز) دو رکعتیں فرض کیں۔
حضر اور سفر دونوں میں پھر سفر کی نماز تو اپنے حال پر دو رکعتیں
رہیں اور حضر کی نماز بڑھادی گئی"۔

کتاب الصلوٰۃ میں حضرت عائشہ کی یہ پہلی حدیث ہے جو بی بی نے رکعاتِ نماز کے سلسلہ میں بتائی ہے، حدیث کے الفاظ آپ کے سامنے ہیں۔ بی بی نے حدیث میں نہ تو یہ بتایا ہے کہ میں نے آنحضرتؐ سے ایسے سنا تھا اور نہ ہی بی بی نے اپنے بزرگوار حضرت ابوبکر کے حوالہ سے بات کی ہے۔ اس سے معلوم یہی ہوتا ہے کہ جب نماز فرض ہوئی۔ اس وقت بی بی خود موجود تھی۔

اب مقامِ فکر یہ ہے کہ اسی بخاری شریف کے مطابق بی بی کی ولادت اعلانِ نبوت کے چوتھے، پانچویں برس ہوئی کیونکہ بی بی بتاتی ہیں کہ میری شادی نو برس کی عمر میں ہوئی اور ہجرت کے بعد ہوئی۔ نمازِ مکہ میں فرض ہوئی۔ اگر بی بی کی شادی پہلی ہجرت میں فرض کرلی جائے تو بی بی کی ولادت نبوت کے چوتھے یا پانچویں سال بنتی ہے کیونکہ نبوت کے پہلے تیرہ برس مکہ میں گزرے ہیں اور نمازِ اعلان نبوت کے وقت سے فرض ہوچکی تھی۔ گویا جب نماز فرض ہوئی۔ اس وقت تک بی بی صلب حضرت ابوبکر سے منتقل ہوکر اپنی والدہ اُم رومان کے شکم میں بھی نہیں آئی تھی۔

ان حالات کے پیشِ نظر یہ کیسے باور کیا جاسکتا ہے کہ بی بی نے جو کچھ فرمایا ہے وہ درست ہے جن کے سامنے نماز فرض ہوئی اور جنھوں نے اسلام کا آغاز نماز سے کیا ہے۔ انھوں نے تو اس قسم کی کوئی بات نہیں کی۔ یا جو خود بانیٔ اسلام تھے، انھوں نے کچھ نہیں بتایا۔ پھر بی بی کو یہ کیسے معلوم ہوگیا؟

❊ باب کے عنوان سے معلوم ہوتا ہے کہ نمازِ شب معراج فرض ہوئی۔ اگر اسی کو درست مان لیا جائے تو بھی یہ سوال ہوگا کہ معراج مکہ میں ہوا۔ اس وقت بی بی

آنحضورؐ کے گھر تشریف نہیں لائی تھیں کیونکہ شادی نہیں ہوئی تھی۔ پھر بی بی کو کیسے معلوم ہوا کہ نماز کی کتنی رکعتیں فرض ہوئیں۔ ہاں اگر حضرت ابوبکر کچھ بتاتے تو بات قرین قیاس ہوتی یا بی بی حضرت ابوبکر کے حوالہ سے بتاتیں تو بھی مان لینے والی بات تھی۔

* بی بی کا یہ نظریہ خلاف قرآن ہے کیونکہ قرآن میں جہاں نمازِ سفر کا حکم دیا گیا ہے وہاں یہ نہیں بتایا گیا کہ سفر کی نماز وہی رہنے دو جو پہلے فرض تھی اور حضر کی نماز بڑھا دو بلکہ وہاں یہ بتایا گیا ہے کہ ـــــ حضر کی نماز میں سے سفر میں کم کر دو۔ قرآن نے نمازِ حضر کو بنیاد بنا کر نمازِ سفر میں کمی کرنے کا حکم دیا ہے جبکہ بی بی نے نمازِ سفر کو بنیاد بنا کر نمازِ حضر میں اضافہ بتایا ہے۔

اب یہ قارئین پر منحصر ہے کہ وہ کس کی بات مانتے ہیں۔ ویسے سابقہ رویہ تو یہ بتاتا ہے کہ قارئین حضرت عائشہ کی ہی مانیں گے۔

* میراث کے سلسلہ میں جب حضرت ابوبکر بمقابلہ قرآن آئے تو قرآن کی آیت کو پسِ پشت ڈال کر حضرت ابوبکر کے فرمان کو ترجیح دی گئی۔
* حکیم تیمم میں جب حضرت ابوبکر بمقابلہ قرآن آئے تو حضرت عمر کے حکم کو اجتہاد قرار دیا گیا۔

اب نماز کی رکعات کے سلسلہ میں اگر حضرت عائشہ بمقابلہ قرآن آتیں تو یقیناً حضرت عائشہ کے ہی قول کو ترجیح ہونا چاہیے۔ ورنہ عقیدت پارہ پارہ ہوجائے گا اور اصحاب و ازواج کی توہین ہوگی کیونکہ قرآن یا آنحضورؐ کی حیثیت بمقابلہ اصحاب و ازواج ثانوی ہے۔

(۴) بخاری، ج ۱، ص ۲۶۹، حدیث ۳۶۸، باب: عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے:

عن عائشة قالت لقد كان رسول الله يصلي الفجر

فیشهد معه نسائه من المومنات متلفات فی مروطهن ثم یرجعین الی بیوتهن ما یعر فهن احدا

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ صبح کی نماز پڑھتے آپ کے ساتھ (نماز میں) کئی مسلمان عورتیں شریک ہوتیں اپنی چادر لپیٹی ہوئی پھر (نماز کے بعد) اپنے گھروں کو لوٹ جاتیں (اندھیرے کی وجہ سے) کوئی ان کو نہ پہچانتا''۔

جائزہ

- کتاب الصلوٰۃ میں حضرت عائشہ کی دوسری حدیث ہے۔ امام بخاری نے جو عنوان دیا ہے اور جس عنوان میں یہ حدیث بیان کی ہے، ذرا ان کا آپس میں تطابق کیجیے۔ عنوان میں ہے کہ عورت کتنے کپڑوں میں نماز پڑھے اور حدیث میں ہے کہ صبح کی نماز کس وقت پڑھی جاتی تھی؟
- بی بی نے صبح کی نماز کا وقت بتایا ہے کہ کس وقت پڑھنا چاہیے، ہم تو اس سلسلہ میں بی بی سے اتفاق کرلیں گے اور بی بی کے اس وقت کو تسلیم بھی کرلیں گے لیکن کیا بی بی کے عقیدت مند بھی مان لیں گے؟

ممکن ہے زبانی طور پر مان بھی لیں کہ بی بی نے درست کہا ہے لیکن عملاً اس حدیث کا ماننا ممکن نظر نہیں آتا۔ کیونکہ ہم مساجد میں دیکھتے ہیں کہ بی بی کے ماننے والے اذانِ صبح تو وقت پر دیتے ہیں لیکن پھر طلوعِ آفتاب کے انتظار میں بیٹھ جاتے ہیں اور جماعت نہیں کراتے۔ جب طلوعِ آفتاب میں چند منٹ رہ جاتے ہیں تو جماعت کھڑی ہوتی ہے۔

کیا موجودہ عمل اور حدیث میں بتائے گئے وقت کا آپس میں کوئی جوڑ ہے؟

۳ بخاری، ج ۱، ص ۲۶۹، حدیث ۳۶۹، باب: حاشیہ لگے ہوئے کپڑے میں نماز پڑھنا اور اس کو دیکھنا:

عن عائشة ان النبی صلی فی خمیصة لها اعلام فنظر الی اعلامها نظرة فلما انصرف قال اذهبوا الی ابی جهم وأتونی بانجابیته ابی جهم فانها الهتنی أفا عن صلاتی

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک لوئی میں نماز پڑھی جس کو حاشیہ لگا ہوا تھا۔ آپ نے اس کے حاشیہ پر ایک نظر ڈالی جب نماز پڑھ چکے تو فرمایا: یہ لوئی جا کر ابوجہم کو دے دو اور ان کی سادہ لوئی لے آؤ۔ اس لوئی نے ابھی مجھ کو نماز سے غافل کردیا تھا''۔

۴ بخاری، ج ۱، ص ۲۷۰، حدیث ۳۷۰، باب ایضاً

عن عائشة قال النبی کنت انظر الی علمها وانا فی الصلٰوة فاخاف ان تفتیننی

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا: میں نماز میں اس بیل کو دیکھ رہا تھا، میں ڈرتا ہوں کہیں نماز میں خرابی نہ ڈالے''۔

جائزہ

یہ دو مختلف واقعات ہیں: ایک واقعہ کی دو تعبیریں نہیں ہیں۔ ذرا ملاحظہ فرمائیے: پہلی حدیث میں آپ فرماتے ہیں کہ اس لوئی نے مجھ کو نماز سے غافل کردیا اور دوسری حدیث میں آپ فرماتے ہیں کہ مجھے نماز میں خرابی ہونے کا ڈر ہے یعنی ابھی تک اس لوئی میں نماز پڑھی نہیں بلکہ پڑھنے سے قبل آپ کو خطرے کا احساس ہوگیا اور آپ نے

لوئی واپس کردی۔ گویا ایک مرتبہ آپؐ نے لوئی پر نماز پڑھ کر واپس کی اور دوسری مرتبہ نماز پڑھنے سے قبل واپس کردی۔

کیا کہنے اس نبی، رسول، خاتم الانبیاء اور عربی کونین کے کہ کپڑے پر ذرا سا نقش دیکھا اور نماز سے غافل ہوگئے۔ اس قدر محو دید ہوئے کہ خالق بھول گیا، خشوع و خضوع ہرن ہوگئے، دل قابو میں نہ رہا۔

* جب عربی کی یہ حالت ہو، جب معلم کی یہ حد ہو اور جب نبی کونین کا یہ عالم ہو تو تربیت یافتگان، تلامذہ اور اُمت کی کیا حالت ہوگی؟

اس نبی کے اصحاب کے تحفظ کی قسمیں کھائی جاتی ہیں۔ پہلے مقامِ نبوت تو سنبھالو جس نبی کا دل کپڑے پر نقش و نگار کی چمک پر دھڑک دھڑک اُٹھے اور نماز سے غافل ہوجائے اس سے تربیت حاصل کرنے والے خوش نصیب کتنے دل گردے کے مالک ہوں گے؟

یہ فیض بانٹتے پھرتے تھے آنحضورؐ؟ اور اسی فیض کے سمندر سے صحابہ فیض یاب ہوئے تھے؟ جب منبع فیض ہی چند قطرے ہو تو اس سے سیراب ہونے والے کتنے چشمے حاصل کرسکے ہوں گے؟

* کہیں منقش کپڑے سے غفلت کی آڑ میں آنحضورؐ کی توہین تو مقصود نہیں؟
* حضرت عائشہ نے غفلت کی نوعیت نہیں بتائی کہ اس کا سبب کیا تھا؟
* حضرت عائشہ نے یہ نہیں بتایا کہ غفلت کے نتیجہ میں نماز بھول گئے تھے یا کوئی رکعت چھوٹ گئی تھی یا کوئی حادثہ ہوگیا تھا؟
* کیا صرف خضوع و خشوع ضائع ہوئے تھے یا کچھ اور ہوگیا تھا؟
* کہیں منقش کپڑے کی غفلت سے یہ بتانا تو مقصود نہیں کہ نماز میں آنحضورؐ کی توجہ بھی ہمارے جیسی واجبی ہوتی تھی اور بس؟

* اس حدیث سے نماز کا کوئی مسئلہ معلوم ہو یا نہ آنحضورؐ کی حقیقت نماز کی وضاحت تو ہوگئی اور شاید مقصود بھی یہی تھا ورنہ حضرت عائشہ خشوع وخضوع کی اہمیت کسی اور طریقہ سے بھی تو بتا سکتی تھیں؟
* حضرت عائشہ نے یہ بھی نہیں بتایا کہ کپڑے کے نقش ونگار میں ڈوب جانے کے بعد جب نماز ختم ہوگئی اور کپڑا تبدیل ہوگیا تو پھر آنحضورؐ نے نماز کی قضا کی تھی یا اسی غفلت میں پڑھی گئی نماز کو دربارِ خالق میں بھیج کر خاموش ہوگئے۔

(۵) بخاری، ج ا، ص ۲۶۷، حدیث ۳۷۹، باب: بچھونے پر نماز پڑھنا:

عن عائشة زوج النبي انها قالت كنت انا بين يدی رسول الله واجلالی فی قبلته فاذا سجد غمزنی فقبضت رجلی فاذا قام بطتهما قالت والبیوت یوفیه لیس فیها مصباح

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ زوجۂ نبی سے ہے انھوں نے کہا کہ میں آنحضرتؐ کے سامنے سو جاتی اور میرے پاؤں آپ کے قبلہ میں ہوتے تو آپ جب سجدہ کرتے تو مجھ کو چھو دیتے، میں اپنا پاؤں سمیٹ لیتی اور جب آپ کھڑے ہوجاتے تو میں پاؤں پھیلا دیتی ان دنوں گھروں میں چراغ بھی نہ تھے''۔

(۶) بخاری، ج ا، ص ۲۷۷، حدیث ۳۸۰، باب ایضاً

عائشة أخبرته ان رسول الله كان يصلی وهی بينه وبين القبلة علی فراش اهله اعتراض الجنازة

ترجمہ: مولاناً وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ

آنحضرتؐ اپنے گھر کے بچھونے پر نماز پڑھتے اور وہ آپ کے اور
قبلے کے بیچ میں جنازے کی طرح اڑی پڑی ہوتی''۔

جائزہ

یہ دو حدیثیں ہیں ان میں بی بی نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ بھی آپ کے سامنے ہے اور امام بخاری نے جو عنوان دیئے ہیں وہ بھی آپ دیکھ رہے ہیں۔ من چه می سرایم و طنبورۃ من چه می سرایند والی بات ہے۔ بی بی کچھ بتانا چاہتی ہے اور امام بخاری کچھ بتانا چاہتے ہیں۔

بی بی بتانا چاہتی ہے کہ میری اور آنحضورؐ کی اتنی محبت تھی اور اتنا پریم تھا کہ ہم ایک دوسرے سے ایک لمحہ کے لیے بھی جدا نہ ہوتے تھے حتیٰ کہ عین حالتِ نماز میں بھی آپؐ مجھے سامنے رکھتے تھے یا میں آنحضورؐ کی نماز کے وقت بھی آپ کو معاف نہیں کرتی تھی اور امام بخاری بیچارے پڑے ہیں اس چکر میں کہ بچھونے پر نماز جائز ہے اتنا مسئلہ تو پریم کہانی کے بغیر بھی بی بی بتا سکتی تھی کہ کان رسول اللّٰہ یصلی علی فراش الیہ۔ رسولِ خدا اپنے گھر کے بچھونے پر نماز پڑھتے تھے۔

اگر صرف مسئلہ بتانا مقصود ہوتا تو مذکورہ ایک جملہ کافی تھا لیکن بی بی کا مقصد مسئلہ بتانا تو نہیں۔ مسئلے تو امام بخاری جیسے سادہ لوح عقیدت مند از خود نکال لیتے ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ سابقاً پیش کردہ حدیث ۳۶۹ اور ۳۷۰ میں آپ نے بی بی کا بیان پڑھا ہے کہ آنحضورؐ نے منقش لوئی میں نماز پڑھی تو نماز سے غافل ہو گئے۔ بھلا جو شخص منقش لوئی میں نماز پڑھتا ہے اور اس کا دل اپنے قابو میں نہیں رہتا وہ جب ہر سجدہ میں اپنی محبوب ترین بیوی کو چھوتا ہوگا تو اس کی نماز کہاں بچتی ہوگی؟ اور کیسے بچتی ہوگی؟

قبل ازیں کتاب الغسل اور کتاب الحیض میں آپ بی بی کے بیانات ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ میں اور آنحضورؐ باہم مل کر ایک وقت میں ایک برتن میں بیٹھ کر غسل کرتے

تھے۔ ایامِ حیض میں آپ مجھ سے مباشرت کرتے تھے۔ ان بیانات کی روشنی میں بوقت نماز بی بی آنحضورؐ کے سامنے سونا اور آپ کا ہر رکعت کے سجدہ سے قبل بی بی کو چھونا ذہن میں رکھیے اور پھر خود فیصلہ کیجیے کہ:

ان بیانات سے بی بی کا مقصد مسائل بتانا ہے یا آنحضورؐ کو جنسی مریض ثابت کرنا ہے۔ کہیں حضرت عائشہ دخترانِ اُمت کو یہ سبق تو نہیں دے رہی کہ شوہر کو قابو میں رکھنے کا یہ بھی ایک گُر ہے کہ کسی وقت بھی شوہر کی آنکھوں سے اوجھل نہ ہونا، حتیٰ کہ بحالتِ نماز بھی شوہر کے سامنے رہے؟

بخاری، ج ۱، ص ۲۹۰، حدیث ۴۰۱، باب: مسجد میں تھوک لگا ہو تو ہاتھ سے اس کا کھرچ ڈالنا:

> عن عائشة ان رسول الله رأى فى جدار القبلة فحاطًا اوبصاقًا او نخامةً فحكه
>
> ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ”حضرت عائشہ نے کہا کہ آنحضرتؐ نے قبلے کی دیوار پر رینٹ، یا تھوک یا سینے سے نکلا ہوا بلغم دیکھا، اس کو کھرچ ڈالا“۔

جائزہ

- خدا معلوم اس حدیث کا تعلق نماز سے ہے یا کسی اور وقت سے؟
- بی بی نے یہ نہیں بتایا کہ دیوار مسجد کی تھی یا حجرے کی؟
- بی بی نے یہ بھی نہیں بتایا کہ آپ مصروفِ نماز تھے یا یونہی بیٹھے ہوئے تھے؟
- اگر دیوار مسجد کی تھی تو موجود چیز آنحضرتؐ کی اپنی پھینکی ہوئی تھی یا کسی صحابی کی؟
- اگر آپؐ کی پھینکی ہوئی تھی تو کیا آپ کو علم نہ تھا کہ ایسا نہیں کرنا چاہیے؟
- اگر کسی صحابی کی تھی تو کیا اسے معلوم نہ تھا کہ ایسا کرنے سے مسجد کی توہین ہوگی؟

* کسی صحابی نے وہ غلاظت نہ دیکھی جو آنحضورؐ نے دیوار پر دیکھ لی؟
* اگر نہ دیکھی تھی تو صحابہ نے کھرچ کیوں نہ ڈالی؟
* اگر دیوار حجرہ کی تھی تو اس وقت بی بی کہاں تھی؟
* اگر حجرہ میں تھی اور آنحضرتؐ کے سامنے سو رہی تھی تو بی بی نے آنحضورؐ کو یہ تکلیف کیوں کرنے دی اور خود کیوں نہ کھرچ ڈالا؟
* امام بخاری کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ تھوک مسجد کی دیوار پر لگا ہوا تھا؟
* حدیث میں تو کوئی ایسی بات نہیں کہ تھوک مسجد کی دیوار پر تھا یا حجرہ کی دیوار پر؟
* اگر مسجد کی دیوار پر تھا تو بی بی مسجد میں نماز کے لیے آئی ہوگی۔ عورتوں کی صف مردوں کے برابر تو نہ ہوتی ہوگی۔ عورتیں یقیناً پیچھے ہوتی ہوں گی۔ ایسی صورت میں بی بی نے آپ کا دیوار سے تھوک کھرچنا کیسے دیکھ لیا؟

(۸) بخاری، ج ۱، ص ۳۰۱، حدیث ۴۱۹۔ باب: کیا جاہلیت کے زمانے کے مشرکوں کی قبریں کھود ڈالنا اور ان کی جگہ مسجد بنانا درست ہے؟

عن عائشة ان اُم حبیبه و اُم سلمة ذکرتا کینة رأینها بالحبشة فیها تصاویر فذکرتا للنبی فقال ان اولٰئك اذا کان فیهم الرجل الصالح فمات بنوا علٰی قبرہ مسجدًا وصوروا فیه تلك الصور فاولٰئك شرار الخلق عند اللّٰه یوم القیامة

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ نے کہا کہ حضرت اُم حبیبہ اور حضرت اُم سلمہ نے ایک گرجے کا ذکر کیا جس کو حبش کے ملک میں دیکھا تھا اس میں مورتیں تھیں۔ آنحضرتؐ سے اس کا ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ قاعدہ تھا کہ جب

ان میں کوئی اچھا شخص مرجاتا تو اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں یہ مورتیں رکھتے۔ قیامت کے دن یہ لوگ اللہ کے سامنے ساری مخلوق سے بدتر ہوں گے"۔

(۹) بخاری، ج ۱، ص ۳۰۶، حدیث ۴۲۶، باب: گرجا گھر میں نماز پڑھنے کا بیان

عن عائشة ان أم سلمة ذكرت لرسول الله كنيته رأتها بارض الحبشة يقال لها مارية فذكرت له مارأت فيها من الصور فقال رسول الله اولئك قوم اذا مات فيهم العبد الصالح او الرجل الصالح بنو اعلٰى قبره مسجدًا وصور واخيه تلك الصور اولئك شرار الخلق عندالله

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: "حضرت عائشہ سے ہے کہ حضرت بی بی اُم سلمہ نے آنحضرتؐ سے ایک گرجا کا ذکر کیا جس کو انھوں نے حبشہ کے ملک میں دیکھا تھا اس کا نام ماریہ تھا۔ اس میں جو مورتیں دیکھیں وہ بیان کیں تو آنحضرتؐ نے فرمایا کہ وہ لوگ ہیں کہ ان میں جب کوئی نیک بندہ مرجاتا (یا یوں فرمایا نیک مرد) تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور وہاں یہ مورتیں اتارتے اللہ کے نزدیک یہ لوگ ساری مخلوق میں بُرے ہیں۔

جائزہ

اولاً تو عنوان اور احادیث میں کوئی جوڑ دیکھئے اور بتائیے کہ وہ کیا ہے؟

حدیث کا عنوان ہے کہ مشرک کی قبر کھود کر اس پر مسجد بنانا۔ اس کے ذیل میں جو حدیث دی گئی ہے اس میں نہ تو قبر کھودنے کا ذکر ہے اور نہ یہ کہ وہ قبر کسی مشرک کی ہوتی تھی بلکہ حدیث میں عبدِ صالح یا رجلِ صالح کے الفاظ ہیں۔ ان الفاظ سے مشرک کیسے

سمجھا جاسکتا ہے؟

دوسری حدیث کا عنوان ہے گرجے میں نماز پڑھنا۔ اس عنوان کے ذیل میں بھی جو حدیث بیان کی گئی ہے وہ ہے وہی حضرت اُم سلمہ کا حبشہ میں گرجا کا ذکر کرنا لیکن اس میں نہ تو حضرت عائشہ نے اور نہ آنحضورؐ نے یہ فرمایا ہے کہ وہاں نماز پڑھنا درست نہیں۔ آپ بھی کوشش کیجیے ممکن ہے آپ کو کہیں احادیث سے امام بخاری کے بتائے گئے مسائل مل جائیں۔ اگر مل جائیں تو ازراہِ نوازش ہمیں بھی مطلع فرما دیجیے گا۔ ثانیاً مولانا وحیدالزمان نے ترجمہ میں ڈنڈی ماری ہے، خدا معلوم ان کے پیش نظر کیا تھا۔ حدیث نمبر ۴۱۹ میں فقرہ ہے: صور واخیه صورًا۔ اس کا ترجمہ مولانا نے کیا ہے: ''اس میں یہ مورتیں رکھتے''۔

اسی جملہ کا معنی حدیث ۴۲۶ میں ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں: ''وہاں یہ مورتیں اُتارتے''۔

امید ہے آپ بھی ہر دو ترجموں میں واضح فرق محسوس کر رہے ہوں گے۔ مورتیں رکھنے اور مورتیں اُتارنے میں بہت سا فرق ہے۔ مورتیں رکھنے کا مقصد ہے کہ باہر سے مجسمے لا کر گرجا کے اندر رکھتے تھے اور مورتیں اُتارنے کا معنی ہے کہ گرجا کی دیواروں پر نقش و نگار بنا دیتے تھے۔

ویسے ترجمہ دوسرا صحیح ہے، خدا معلوم دوسرا ترجمہ مولانا نے کس موڈ میں کر دیا ہے اور کیوں کر دیا ہے؟ ان دو احادیث سے نماز کے کتنے مسائل معلوم ہوئے۔ یہ مولانا وحیدالزمان اور حضرت عائشہ کے لٹھ مار عقیدت مند ہی بتا سکتے ہیں؟

(۱۰) بخاری، ج ۱، ص ۳۰۶، حدیث ۴۲۷، باب ندارد

عائشة و عبدالله ابن عباس قال لما نزل برسول الله طفق يطرح خميصه له علی وجهه فاذا اغتم بها كشفها

عن وجهه فقال وهو كذلك لعنة الله على اليهود والنصارى اتخذوا قبور انبيائهم مساجد يحذر ما صنعوا

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ اور عبداللہ ابن نے بیان کیا کہ جب آنحضرتؐ کا اخیر وقت ہوا تو آپ ایک چادر اپنے منہ پر ڈالنے لگے، جب گھبراتے تو منہ کھول دیتے اور اسی حال میں یوں فرماتے: اللہ کی پھٹکار ہو نصاریٰ پر انھوں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو مسجد بنالیا، آپ یہ فرما کر (اپنی اُمت کو) ایسے کاموں سے ڈراتے تھے''۔

جائزہ

ہمارے خیال میں آنحضرتؐ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت تو ضرور کی ہوگی لیکن وجہ یہ نہ ہوگی جو بی بی اور ابن عباس نے بتائی ہے بلکہ اصل وجہ لعنت کو گول کر دیا گیا ہے اور مذکورہ خانہ ساز وجہ پیش کر دی گئی ہے۔

کیونکہ جہاں تک نصاریٰ کا اپنے انبیاء کی قبور کو مساجد بنانے کا تعلق ہے۔ یہ قرآن، حدیث، تاریخ اور عقل کے قطعی خلاف ہے۔ نصاریٰ کے متعدد انبیاء نہیں تھے صرف ایک نبی تھا بلکہ ہے جس کا نام حضرت عیسیٰؑ ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے متعلق قرآن، حدیث اور تاریخ اسلام کا واضح اور قطعی فیصلہ یہ ہے کہ وہ تاحال زندہ ہیں اور نہ ہی آج تک حضرت عیسیٰؑ کی قبر کا سراغ لگایا جاسکا ہے، زندہ کی قبر نہ بنائی جاتی ہے اور نہ ہی حضرت عیسیٰؑ کی قبر کسی جگہ ہے۔

البتہ ایک بات سمجھ میں آتی ہے اور وہ یہ کہ عبداللہ ابن عباس کو صرف اس لیے شامل کر دیا گیا ہوگا تاکہ حضرت عائشہ تنہا نہ رہیں ورنہ یہ نظریہ صرف حضرت عائشہ کا ہے۔ سابقہ آپ حدیث [illegible] اور [illegible] ملاحظہ فرما چکے ہیں جن کی روایات تنہا

حضرت عائشہ سے کی گئی ہے ان میں نیک لوگوں کی قبور کو مساجد بنانے کا ذکر ہے۔

زیرِ نظر حدیث اور اس میں پیش کیے گئے نظریہ سے جو بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ حیات مسیح کی قائل نہیں تھیں بلکہ بی بی وفاتِ مسیح کی قائل تھیں چونکہ:

قرآن اور حدیث نے حیاتِ مسیح کا دوٹوک اعلان کر دیا ہے اس لیے بی بی کھلے لفظوں میں ایسی بات نہیں کر سکیں جس سے وفاتِ مسیح کا پرچار ہوتا۔ چنانچہ بی بی نے نصاریٰ کو یہودیوں کے ساتھ ملا کر قبورِ انبیاء کو مساجد بنانے کا حسین نظریہ پیش کر دیا کہ آج نہ سہی کبھی تو کسی کا خیال آ جائے گا کہ میں حیاتِ مسیح کی قائل نہیں تھی۔

اور جہاں تک یہودیوں کے مزار انبیاء کو مساجد بنانے کا تعلق ہے اس سلسلہ میں نہ تو امام بخاری نے، نہ مولانا وحید الزمان اور نہ ہی بی بی کا کوئی وکیل یہودیوں کے کسی نبی کی مزار پر مسجد کی نشاندہی کر سکے گا۔ آخر انبیاء کی قبور اسی خطۂ ارض پر ہی ہوں گی۔ تاریخ عالم نے آج تک کسی گوشۂ زمین پر یہ نشاندہی نہیں کی کہ فلاں مسجد فلاں نبی کے مزار پر بنی ہوئی ہے یہودیوں نے بی بی کو لعنت صرف تبرکاً ہی کیا ہے ورنہ اصل مقصد قرآن وحدیث کے اسلامی نظریہ کی مخالفت میں اپنا نظریہ وفات مسیح پیش کرنا مقصود تھا اور افسوس یہ ہے کہ آج تک بی بی کے عقیدت مند مرید اس نظریہ کی طرف توجہ نہیں دے پائے ورنہ آیت میراث، آیت متعہ اور آیت تیمم کس طرح حیاتِ مسیح کی آیات کی مخالفت کرنا کون سی بڑی بات تھی۔

کیونکہ بی بی کے عقیدت کے مقابلہ میں آیاتِ قرآن کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث سے نماز کے کتنے واجبات، کتنے فرائض، کتنے نوافل، کتنے محرمات اور کتنے مکروہات کا علم ہوتا ہے۔ یہ بھی مولانا وحید الزمان اور بی بی کے وکلا ہی بتا سکتے ہیں۔

حضرت عائشہ سے کی گئی ہے ان میں نیک لوگوں کی قبور کو مساجد بنانے کا ذکر ہے۔

زیرِ نظر حدیث اور اس میں پیش کیے گئے نظریہ سے جو بات واضح طور پر معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ حیات مسیح کی قائل نہیں تھیں بلکہ بی بی وفاتِ مسیح کی قائل تھیں چونکہ:

قرآن اور حدیث نے حیاتِ مسیح کا دوٹوک اعلان کر دیا ہے اس لیے بی بی کھلے لفظوں میں ایسی بات نہیں کر سکیں جس سے وفاتِ مسیح کا پرچار ہوتا۔ چنانچہ بی بی نے نصاریٰ کو یہودیوں کے ساتھ ملا کر قبورِ انبیاء کو مساجد بنانے کا حسین نظریہ پیش کر دیا کہ آج نہ سہی کبھی تو کسی کا خیال آ جائے گا کہ میں حیاتِ مسیح کی قائل نہیں تھی۔

اور جہاں تک یہودیوں کے مزار انبیاء کو مساجد بنانے کا تعلق ہے اس سلسلہ میں نہ تو امام بخاری نے، نہ مولانا وحید الزمان اور نہ ہی بی بی کا کوئی وکیل یہودیوں کے کسی نبی کی مزار پر مسجد کی نشاندہی کر سکے گا۔ آخر انبیاء کی قبور اسی خطۂ ارض پر ہی ہوں گی۔ تاریخ عالم نے آج تک کسی گوشۂ زمین پر یہ نشاندہی نہیں کی کہ فلاں مسجد فلاں نبی کے مزار پر بنی ہوئی ہے یہودیوں نے بی بی کو لعنت صرف تبرکاً ہی کیا ہے ورنہ اصل مقصد قرآن و حدیث کے اسلامی نظریہ کی مخالفت میں اپنا نظریہ وفاتِ مسیح پیش کرنا مقصود تھا اور افسوس یہ ہے کہ آج تک بی بی کے عقیدت مند مرید اس نظریہ کی طرف توجہ نہیں دے پائے ورنہ آیت میراث، آیت متعہ اور آیت تیمم کس طرح حیاتِ مسیح کی آیات کی مخالفت کرنا کون سی بڑی بات تھی۔

کیونکہ بی بی کے عقیدت کے مقابلہ میں آیاتِ قرآن کی کیا حیثیت ہو سکتی ہے۔ علاوہ ازیں اس حدیث سے نماز کے کتنے واجبات، کتنے فرائض، کتنے نوافل، کتنے محرمات اور کتنے مکروہات کا علم ہوتا ہے۔ یہ بھی مولانا وحید الزمان اور بی بی کے وکلا ہی بتا سکتے ہیں۔

① بخاری، ج۱، ص ۳۰۸، حدیث ۴۳۰، باب: عورت کا مسجد میں ہونا:

عن عائشة ان وليدة كانت سوداء لحي من العرب فاعتقوها فكانت معهم قالت فخرجت صبيته لهم عليها وشاح احمر من سيور قالت فوضعته او وقع منها فمرت به حدياة وهو فحيته لحما فحطفته قالت فالتمسوه فلم يجدوه قالت فاتهموني به زعمتم وانا منه بريئة وهو ذا هو قالت فجاء ت الى رسول الله فاسلمت قالت عائشة وكان ولها جناء في المسجد او حفش قالت فكانت تاتيني فتحدث عندي قالت فلا تجلس عندي مجلسًا الا قالت: ويوم الوشاح من تعاجيب ربنا: لا انه من بلدة الكفر بغاني قالت عائشة فقلت لها — ماشانك لا تقعدين معي مقعدًا الا قلت هذا؟ قالت فحدثتني بهذا الحديث

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ عرب کے کسی قبیلے کے پاس ایک کالی لونڈی تھی۔ انھوں نے اس کو آزاد کر دیا تھا۔ وہ ان کے ساتھ رہتی۔ ایک بار ایسا ہوا کہ اس قبیلے کی ایک لڑکی جو دلہن تھی (نہانے کو) نکلی۔ اس کا کمر بند لال تسموں کا تھا، اس نے وہ کمر بند اُتار کر رکھ دیا یا اس کے بدن سے گر گیا، ایک چیل نے اس کو دیکھا وہ پڑا ہوا تھا (لال لال) گوشت سمجھ کر اس کو جھپٹ لے گئی۔ قبیلے کے لوگوں نے وہ کمر بند ڈھونڈا، کہیں نہ ملا۔ ان لوگوں نے اس پر چوری کی تہمت لگائی اور اس کی تلاشی

لینے لگے یہاں تک کہ اس کی شرمگاہ بھی دیکھی۔ اس لونڈی نے کہا: قسم اللہ کی میں (چپ صبر کیے ہوئے) ان کے ساتھ کھڑی تھی۔ اتنے میں وہ چیل آئی اور کمر بند اس نے پھینک دیا۔ وہ ان کے بیچ میں گرا تب میں نے ان لوگوں سے کہا: تم اسی کی چوری مجھ پر لگاتے تھے اور میں اس سے پاک تھی، لو اپنا کمر بند لو۔ حضرت عائشہ نے کہا: پھر وہ لونڈی آنحضرتؐ کے پاس چلی آئی اور مسلمان ہوگئی۔ اس کا خیمہ کا جھونپڑا مسجد میں تھا۔ حضرت عائشہ نے کہا: وہ میرے پاس آئی اور مجھ سے باتیں کرتی مگر جب کبھی میرے پاس آن کر بیٹھتی تو یہ شعر ضرور پڑھتی ــــــ کمر بند کا دن خدا کے عجائب میں سے ہے۔ اسی نے چھڑایا مجھ کو کفر کے ملک سے، حضرت عائشہ نے کہا: میں نے اس سے پوچھا: یہ کیا بات ہے جب تو میرے پاس بیٹھتی ہے تو یہی شعر پڑھتی ہے تب اس نے یہ ساری کہانی بیان کی"۔

جائزہ

- اولاً: اسے حدیث کہنا ہی زیادتی ہے کیونکہ حضرت عائشہ نے ایک کہانی بیان کی ہے اس میں نہ کوئی قولِ رسولؐ ہے اور عملِ رسولؐ ہے۔
- ثانیاً: جس باب کے تحت اسے بیان کیا گیا ہے وہ ہے مسجد میں سونا ــــــ اس باب میں بیسیوں واقعات اور بھی ہوسکتے ہیں۔ خود بی بی بھی کئی مرتبہ، دورانِ اعتکاف مسجد میں سوگئی ہوں گی، دیگر صحابہ بھی مسجد میں سوتے ہوں گے۔ صرف اس لونڈی کے سونے میں کون سی خصوصیت تھی جو امام بخاری کے پیشِ نظر ہو؟
- ثالثاً: بات صرف اتنی تھی کہ مسجد میں سونا جائز ہے اسے حضرت عائشہ ایک مسلمان

عورت کے مسجد میں سونے سے بھی تعبیر کر کے بتا سکتی تھی۔ اس پوری کہانی سے کتاب الصلوٰۃ کو کیا ملا؟

- رابعاً: یہ کنیز کون تھی اس کا نام کیا تھا اور کس قبیلے کی کنیز تھی؟ بی بی نے کیوں نہیں بتایا؟
- خامساً: یہ تو ہر پڑھا لکھا جانتا ہے کہ کوئی کنیز یا غلام کسی قوم کے نہیں ہوا کرتے بلکہ قبیلے میں سے کسی فرد کے کنیز یا غلام ہوتے تھے، اس نامعلوم قبیلے کا وہ کون سا فرد تھا جس کی یہ کنیز تھی؟
- سادساً: حضرت عائشہ کی زبانی معلوم ہوتا ہے کہ چوری کی تلاشی میں اس لڑکی کی شرمگاہ تک کی تلاشی لی گئی۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ بی بی کو اس مقام کی تلاشی کے متعلق بتانے کون سی خاص ضرورت تھی۔ اگر بی بی اس مقام کی تلاشی نہ بتاتی تو اسلام اور نماز کو کتنا نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا؟ اور دوسری بات یہ ہے کہ کیا اس وقت شرمگاہ کو بھی کسی چیز کے چھپانے کی خاطر استعمال کیا جاتا تھا؟ اگر بی بی کا کوئی وکیل اس وقت کی کوئی اور مثال پیش کر دے تو بڑی مہربانی ہوگی؟

(۴) بخاری، ج ۱، ص ۳۱۸، حدیث ۴۴۵، باب: مسجد میں بھالے والوں کا جانا:

عائشة قالت لقد رأيت رسول الله يومًا في باب حجرتي والحبشة يلعبون في المسجد ورسول الله يسترني بردائه انظر الى بعهم

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ نے کہا: میں نے ایک دن آنحضرتؐ کو اپنے حجرے کے دروازے پر دیکھا اور حبشی مسجد میں کھیل رہے تھے، آنحضرتؐ اپنی چادر سے مجھ کو ڈھانپے ہوتے تھے میں ان کا کھیل دیکھ رہی تھی۔''

جائزہ

اس حدیث کو اس جیسی دیگر تمام احادیث کو ہم نے نظامِ مصطفیٰؐ جلد اول میں جمع کر کے اخلاق و تہذیب کے دائرہ میں رہ کر ممکنہ تبصرہ کر دیا ہے۔ شائقین وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ یہاں تو صرف احکامِ نماز کی حیثیت سے ہمیں حدیث کا جائزہ لینا ہے۔

باب کا عنوان ہے: مسجد میں بھالے والوں کا جانا، اس عنوان کا ذیل میں یہ حدیث بیان کی گئی ہے، اب سوال یہ ہے کہ کیا صرف حبشیوں کے پاس بھالے ہوتے تھے، یہ بھالا اس وقت ایک ہتھیار تھا اور ہر جنگجو کے پاس ہوتا تھا؟ اگر تو بھالے صرف حبشیوں کے پاس ہوتے تھے اور کسی کے پاس نہ کوئی بھالا ہوتا تھا؟ اور نہ ہی بھالا بطور ہتھیار کے استعمال ہوتا تھا؟ تو پھر تو حدیث درست ہے لیکن اگر بھالا اس وقت کا ایک جنگی ہتھیار تھا اور یقیناً جنگی ہتھیار تھا، دیگر صحابہ کے پاس بھی تو بھالے ہوتے ہوں گے؟ اور وہ بھی مسجد میں لاتے ہوں گے۔

ایسی صورت میں حبشیوں کے مسجد میں بھالے لے جانے میں کون سی خصوصیت تھی؟ اور امام بخاری نے اس حدیث کو کیوں منتخب فرمایا۔ اس حدیث اور اسلام اور نماز کی کتنی خدمت ہوتی ہے اور نماز کے کتنے مسائل معلوم ہوتے ہیں؟

کہیں مقصد تقدس مسجد کو پامال کرنا تو نہیں اور یہ بتانا تو مقصود نہیں کہ مسجد میں چاہو تو نماز پڑھو اور چاہو تو کھیل لو، مسجد کوئی ایسا مقدس مقام نہیں جہاں عبادت کے سوا اور کوئی کام نہ کیا جا سکے؟

(۱۳) بخاری، ج ۱، ص ۳۱۹، حدیث ۴۴۶، باب: خرید و فروخت کا مسجد میں منبر پر ذکر کرنا:

عن عائشة قالت اتتها بريرة تسألها فى كتابتها فقالت

ان شئت اعطيت اهلك ويكون الولاء لى او قال اهلها

ان شئت اعطيتها ما بقى وقال سفيان مرة ان شئت

اعتقتها ويكون الولاء لنا فلما جاء رسول الله ذكرته ذلك فقال ابتاعيها فاعتقيها فان الولاء لمن اعتق ثم قال رسول الله على المنبر فقال سفيان مرة مضعد رسول الله على المنبر فقال ما بال اقوام يشترطون شروطًا ليس في كتاب الله من اشترط شرطًا ليس في كتاب الله فليس له وان اشترط مأة مرة

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ بریرہ لونڈی ان کے پاس آئی اپنی کتابت کے روپیہ میں ان سے مدد چاہتی تھی۔ حضرت عائشہ نے کہا: اگر مرضی ہو تو میں تیرے مالکوں کو یہ روپیہ دے دیتی ہوں مگر تیرا ترکہ میں لوں گی۔ اس کے مالکوں نے کہا: اگر تم چاہو تو جو کتابت کا روپیہ اس کے ذمّہ باقی ہے وہ دے دو (کبھی سفیان نے یوں کہا) تم چاہو تو اس کو روپیہ دے کر آزاد کردو۔ ہر اس کا ترکہ تو ہم ہی لیں گے۔ جب آنحضرتؐ تشریف لائے تو میں نے آپ سے اس کا ذکر کیا۔ آپؐ نے فرمایا: تو بریرہ خرید لے اور آزاد کردے۔ پھر آنحضرتؐ منبر پر کھڑے ہوئے (کبھی سفیان نے یوں کہا) پھر آنحضرتؐ منبر پر چڑھے اور فرمایا: لوگوں کو کیا ہوا ہے ایسی شرطیں لگاتے ہیں جو اللہ کی کتاب میں نہیں ہیں۔ ایسی شرطیں جو اللہ کی کتاب میں نہ ہوں کوئی سو بار لگائے تو کیا ہوتا ہے اس کو کچھ نہیں ملنے کا''۔

جائزہ

امام بخاری نے جس عنوان کے تحت اس حدیث کو بیان کیا ہے وہ ہے خرید و

فروخت کا مسجد میں منبر پر ذکر کرنا ـــــ اب سوال یہ ہے کہ جو لوگ قرآن پڑھتے ہیں انھیں قرآن میں خرید و فروخت کی آیات پڑھنے کا بھی یقیناً اتفاق ہوتا ہوگا۔ یہ بھی مسلّمہ ہے کہ قرآن کی تمام آیات اور ان کی تفسیر آنحضورؐ ہی نے بیان کر دی تھی اور یہ بھی معلوم ہے کہ آنحضورؐ اسلام کے تمام احکامِ مسجد ہی میں بیان فرماتے تھے اور مسجد میں برسرِ منبر بتاتے تھے۔

ان مسلّمات کے بعد اب کون شخص ہے جسے یہ علم نہ ہو کہ اسلام کے احکام خرید و فروخت کا بیان مسجد میں برسرِ منبر ہوگا۔ البتہ ایک بات سمجھ میں آتی ہے وہ یہ ہے کہ زیرِنظر حدیث میں چونکہ حضرت عائشہ کا نام ہے اور خرید و فروخت کا تعلق بھی حضرت عائشہ ہی سے ہے اس لیے امام بخاری اپنے قارئین کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ حضرت عائشہ کا مقام اتنا تھا کہ ان کی وجہ سے آنحضورؐ نے برسرِ منبر یہ کہہ دیا کہ کتاب اللہ کے خلاف کوئی شرط شرط نہیں اس کے علاوہ اگر قارئین کو اس حدیث میں کوئی خاصیت نظر آ جائے تو راہِ للہ ہمیں بھی مطلع فرما دیں تا کہ دین کے اس پہلو سے ہم بھی بے بہرہ نہ رہیں۔

(۱۴) بخاری، ج ۱، ص ۳۲۱، حدیث ۴۴۹۔ باب: مسجد میں شراب کی سوداگری کو حرام کہنا:

> عن عائشة قالت لما انزلت الأيات من سورة البقرہ في الربا خرج النبي الى المسجد فقرأهن على الناس ثم حرم
>
> ترجمہ: مولانا وحید الزمان: حضرت عائشہ سے ہے جب سود کے باب میں سورۂ بقرہ کی آیتیں اُتریں تو آنحضرتؐ مسجد میں برآمد ہوئے۔ ان آیتوں کو پڑھ کر لوگوں کو سنایا، پھر فرمایا: شراب کی سوداگری حرام ہے"۔

جائزہ

زیرِ نظر حدیث کے باب میں کُل دو احادیث مذکور ہیں۔ باب میں شراب کی سوداگری کا تذکرہ ہے لیکن حضرت عائشہ کی حدیث آپ نے ملاحظہ فرمالی ہے۔ اس میں شراب کا نام تک نہیں بلکہ سود کا ذکر ہے اور حرمت سود بتائی گئی ہے۔ اس باب میں دوسری حدیث حضرت ابوہریرہ سے ہے، ابوہریرہ کی حدیث میں مسجد کی ایک خاکروب عورت کی وفات کے بعد آنحضورؐ کا اس کی قبر پر جنازہ پڑھنے کا ذکر ہے۔

ہمیں تو سمجھ نہیں آتی کہ اِن دونوں حدیثوں کا باب سے کیا تعلق ہے؟ کیا امام بخاری اتنے گئے گزرے تھے کہ انھیں اپنے دیئے گئے عنوان کا خیال بھی نہ رہا کہ میں عنوان کیا دے رہا ہوں اور ذیل میں احادیث کس قسم کی بیان کر رہا ہوں؟

البتہ ایک بات ذہن میں آتی ہے اور آپ بھی تصدیق کریں گے وہ یہ ہے کہ حضرت عائشہ کی حدیث میں سود کا ذکر نہ ہو بلکہ سود کے ساتھ ساتھ شراب کا تذکرہ بھی ہو اور امام بخاری نے بعض سیاسی وجوہ کی بناء پر تحریف کردی۔ جس کی وجہ سے حدیث کا وہ حصہ جو سود سے متعلق تھا لکھ دیا اور جو شراب سے متعلق تھا اسے ہضم کر گئے۔

(۱۵) بخاری، ج ۱، ص ۳۲۳، حدیث ۴۵۲، باب: مسجد میں بیمار وغیرہ کے لیے خیمہ لگانا

عن عائشة قالت اصيب سعد يوم الخندق فى الاكحل فضرب النبى خيمة فى المسجد ليعوده من قريب فلم يرعهم وفى المسجد خيمة من بنى غفار الا الدم يسيل اليهم فقالوا يا اهل الخيمة ما هذا الذى ياتينا من قبلكم فاذا سعد يغذ وجرحه وما فمات فيها

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ”حضرت عائشہ سے ہے سعد بن معاذ

کو خندق کی لڑائی میں زخم لگا۔ ہفت اندام کی رگ میں تو آنحضرتؐ کے مسجد میں ایک خیمہ کھڑا کیا کہ نزدیک سے ان کا حال پوچھ لیا کریں۔ پھر لوگ اس وقت ڈر گئے۔ جب بنی غفار کے خیمہ کی طرف جو مسجد ہی میں تھا خون بہہ بہہ کر آنے لگا۔ انہوں نے کہا: اے خیمہ والو! یہ ہے کیا جو تمہارے پاس سے ہماری طرف بہہ بہہ کر آ رہا ہے دیکھا تو سعد کے زخم سے خون بہہ رہا ہے، آخر وہ اسی سے مر گئے"۔

جائزہ

امام بخاری نے باب کا عنوان ــــ مسجد میں بیمار وغیرہ کے لیے خیمہ لگانا بتایا ہے لیکن حضرت عائشہ نے مسجد میں خون گرانا بتایا ہے۔ بی بی نے یہ نہیں بتایا کہ بعد میں مسجد کو پاک بھی کیا گیا تھا یا نہیں؟ بی بی نے یہ بھی نہیں بتایا کہ مسجد کا خون پاک ہوتا ہے یا نجس۔

اگر حبشیوں کے کھیل والی حدیث کو سامنے رکھ کر زیرِ نظر حدیث کا مطالعہ کریں تو اس کے سوا اس حدیث میں بھی اور کوئی بات نظر نہیں آئی کہ مسجد کوئی مقدس مقام نہیں ہے چاہو تو مسجد میں عبادت کر لو، چاہو تو مسجد میں گتکا کھیل لو اور چاہو تو مسجد میں خون گرا دو۔

اب اس جگہ سوال یہ ہے کہ آنحضورؐ تو اپنے زخمیوں کی مرہم پٹی بھی مسجد میں کیا کرتے تھے اور زخمیوں کا خون فرش پر بہتا بھی رہتا تھا۔ پھر اسی مسجد میں نماز بھی پڑھی جاتی تھی۔ یہ تو ہے سنتِ رسولؐ۔ لیکن آج کل سنت کے نام پر اُمت مسلمہ کو دھوکا دینے والے جب شیعہ ماتمی جلوسوں کی مخالفت کرتے ہیں کہ ان کے دلائل میں سے ایک دلیل

یہ بھی ہوتی ہے کہ چونکہ شیعہ زنجیر زنی کرتے ہیں اور ان کا خون مساجد کی دیوار پر لگتا ہے جس سے مسجد نجس ہوتی ہے لہٰذا ان کے جلوس بند کیے جائیں۔

کیا ان سے پوچھا جاسکتا ہے کہ آپ کی سنت کے مطابق تو مسجد کے اندر خون اگر فرش پر بھی بہتا رہے تو اسلام کا کچھ نہیں بگڑتا اور مسجد نجس ہوتی تو پھر مسجد کی باہر والی دیواروں پر اگر خون کے کچھ چھینٹے لگ جائیں تو اسلام کی کون سی دیوار گر جاتی ہے؟

لیکن چاہے جو تیرا حسنِ کرشمہ ساز کرے۔

(۱۹) بخاری، ج۱، ص۳۳۲، حدیث ۴۶۵، باب: اگر مسجد رستے میں ہو اور لوگوں کو نقصان نہ پہنچے تو کچھ قباحت نہیں:

عائشة زوج النبی قالت لم اعقل ابوی وهما یدینان الدین ولم یمر علینا یوم الّا یاتینا فیه رسول الله طرفی النهار بکرة وعشیة بداء لابی بکر فاتبنٰی مسجدًا بفناء داره فکان یصلی ویقرء القراٰن فیقف علیه نساء المشرکین وابناهم یعجبون منه وینظرون الیه وکان ابوبکر رجلا بکاءً لا یملك عینیه اذا اقرء القراٰن فافزع ذٰلك اشراف قریش من المشرکین

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ مجھے جب سے ہوش آیا میں نے اپنے ماں باپ کو مسلمان ہی پایا اور ہم پر کوئی دن ایسا نہیں گزرتا تھا جس دن آنحضرتؐ ہمارے پاس نہ آئیں صبح و شام آپ دو وقت تشریف لاتے پھر ابوبکر کے دل میں آیا تو انہوں نے اپنے جلوخانے میں ایک مسجد بنالی۔ وہ وہاں

نماز پڑھتے اور قرآن پڑھتے مشرکوں کی عورتیں کھڑی رہ کر سنا کرتیں اُن کے بیٹے بھی سنتے اور تعجب کرتے اور ابوبکر کو تو تکار کرتے اور ابوبکر ایک رونے والے آدمی تھے۔ وہ جب قرآن پڑھتے تو اپنی آنکھوں سے آنسو روک نہ سکتے تھے۔ یہ حال دیکھ کر قریش کے مشرک رئیس گھبرا گئے"۔

جائزہ

حدیث کا باب اور حدیث دونوں دیکھئے پھر اندازہ کیجیے کہ:

اوّلاً: یہ حدیث بھی ہے یا نہیں؟ بُرا ہو اندھی عقیدت کا، زیرِ نظر حدیث میں نہ قولِ رسول ہے اور نہ عملِ رسول ہے لیکن چونکہ حضرت عائشہ کا بیان ہے لہٰذا اسے درج ضرور ہونا چاہیے۔

ثانیاً: باب کا عنوان یہ ہے کہ "مسجد رستہ میں ہو" لیکن حدیث میں بی بی فرماتی ہیں کہ مسجد گھر کے صحن میں تھی۔

مقامِ فکر یہ ہے کہ:

- کیا حضرت ابوبکر کے گھر کی چار دیواری نہیں تھی؟
- اگر چار دیواری نہ تھی تو کیا وجہ تھی؟
- کیا مکہ کے کسی معزز گھرانے کی چار دیواری نہیں ہوتی تھی؟
- اگر کسی بھی گھر کی چار دیواری نہیں ہوتی تھی تو ایک دو مثالیں اور عنایت فرمایئے؟
- اگر دوسرے گھروں کی چار دیواریاں تھیں لیکن حضرت ابوبکر کے گھر کی چار دیواری نہ تھی تو کیا حضرت ابوبکر مکہ کے اشرف سے نہیں تھے؟
- اگر گھر کے گرد چار دیواری تھی اور مسجد گھر کے صحن میں تھی تو پھر امام بخاری نے

حضرت ابوبکر کی اس گھریلو مسجد کو رستہ کی مسجد کیوں کہا ہے؟

- حضرت ابوبکر کے گھر میں مسجد بنانے کی کیا ضرورت تھی
- کیا بیت اللہ اور مسجد الحرام کافی نہ تھیں؟
- کیا دوسرے مسلمانوں نے بھی اپنے گھروں میں مساجد بنائی تھیں؟
- حضرت ابوبکر نے گھر میں مسجد آنحضورؐ کی اجازت سے بنائی تھی یا بلا اجازت؟
- اگر اجازت سے بنائی تھی تو وہ اجازت کہاں مذکور ہے؟
- اگر بلا اجازت بنائی تھی تو کیوں؟
- مدینہ میں بھی مسجد نبویؐ کے مقابلہ میں ایک مسجد بنی تھی۔ مسجد نبوی کے مقابلہ میں بننے والی مسجد اور مسجد الحرام اور بیت اللہ کے مقابلہ میں بننے والی مسجد میں کیا فرق ہوگا؟
- حضرت عائشہ نے اپنے بیان میں تین مقامات پر حضرت ابوبکر کا ذکر کیا ہے۔ پہلے ذکر میں ابوین کہا ہے جس میں بی بی کی والدہ اور والد دونوں شامل ہیں اور دو مقامات پر اپنے والد کا ذکر روکھے پھیکے ابوبکر کے نام سے کیا ہے؟
- کیا بی بی حضرت ابوبکر کو والد نہیں کہتی تھی؟
- اگر نہیں کہتی تھی تو اس کے مضمرات کیا ہیں؟
- اگر کہتی تھی تو سابقاً تیمم کے بیان میں اور زیر نظر حدیث میں بی بی نے ابوبکر کہنے کی جگہ ''ابی'' یا ''والدی'' کیوں نہیں کہا؟
- کیا یہ بھی تربیت نبویؐ کا اثر ہے کہ باپ کو باپ کہنے کی بجائے باپ کا روکھا پھیکا نام لے لو؟
- کیا یہ اسلام کا درس ہے؟

- حضرت عائشہ اپنی اُمت کو یہی درس دینا چاہتی ہیں کہ میری طرح تم بھی اپنے باپ کا روکھا پھیکا نام لیا کرو؟
- کیا بی بی کے وکلاء بھی بی بی کی سنت میں اپنے باپ کا تذکرہ اسی انداز میں کرتے ہیں؟ اگر کرتے ہیں تو انھیں یہ اخلاق مبارک ہو۔
- اگر نہیں کرتے بلکہ باپ، ابا جان وغیرہ جیسے الفاظ سے نام لیتے ہیں تو پھر حضرت عائشہ کی سنت کو ترک کرنے کا کیا جواز ہوگا؟
- اس حدیث سے نماز کے کتنے مسائل معلوم ہوئے ہیں؟

(۱۷) بخاری، ج۱، ص ۳۴۷، حدیث ۴۸۶، باب: چارپائی پر چارپائی کی طرف نماز پڑھنا

عن عائشة قالت اعدلتمونا بالكلب والحمار لقد رأيتني مضطجعة على السرير فيجئ النبي فيتوسط السرير فيصلي فاكره ان السخه فانسل من قبل رجلي السرير حتّٰى انسل من لحافي

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے انھوں نے کہا: تم لوگوں نے ہم کو کتے گدھے کے برابر کردیا ہے۔ میں نے اپنے تئیں دیکھا چارپائی پر لیٹی رہتی ہو۔ پھر آنحضرتؐ تشریف لاتے اور چارپائی کے بیچ میں آجانے سے مجھے آپ کے سامنے پڑا رہنا بُرا معلوم ہوتا تو میں پائتی کی طرف سے کھسک کر لحاف سے باہر نکل جاتی''۔

(۱۸) بخاری، ج۱، ص ۳۵۰، حدیث ۴۹۰، باب: ایک شخص نماز پڑھ رہا ہو، دوسرا اس کی طرف منہ کرکے بیٹھے تو کیسا ہے؟

عن عائشة انه ذكر عندها ما يقطع الصلٰوة فقالوا

یقطعها الکلب والحمار والمرأة قالت لقد جعلتمونا
کلابا لقد رأیت النبی یصلی وانه بینه وبین القبلة
وانا مضطجعة علی السریر فتکون لی الحاجة وکره ان
استقبله فانسل النساء لاً

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے ان کے سامنے ان چیزوں کا ذکر ہوا جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ لوگوں نے کہا: کتے اور گدھے اور عورت کے سامنے آنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ انہوں نے کہا: تم نے ہم کو کتا اور گدھا بنا دیا۔ میں نے دیکھا آنحضرتؐ نماز پڑھتے رہے اور میں آپؐ کے قبلے کے بیچ میں چارپائی پر پڑی رہتی۔ پھر مجھے کچھ کام ہوتا تو میں آپ کے سامنے منہ کرنا بُرا جانتی میں آہستہ سے کھسک جاتی''۔

(۱۹) بخاری، ج ۱، ص ۳۵۱، حدیث ۴۹۱، باب: سوتے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا:

عن عائشه قالت کان النبی وانا راقدة معترضة علی
فراشه فاذا راوان یوتر ایقظنی فاوترن.

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے انہوں نے کہا: آنحضرتؐ نماز پڑھتے رہتے اور میں بچھونے پر آڑی پڑی سوتی ہوتی۔ جب آپ وتر پڑھنے لگتے مجھے جگا دیتے میں وتر پڑھ لیتی''۔

(۲۰) بخاری، ج ۱، ص ۳۵۲، حدیث ۴۹۲، باب: عورت کے پیچھے نفل نماز پڑھنا:

عن عائشة زوج النبی انها قالت کنت انام بین یدی

رسول الله اجلالی فی قبلته فاذا سجد غمزنی فقبضت رجلی فاذا قام بسطتهما قالت ویومئذ لیس فیها مصباح

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ جو آنحضرتؐ کی بیوی تھی سے ہے انھوں نے کہا: میں آنحضرتؐ کے سامنے سوتی رہتی اور میرے پاؤں آپ کے قبلہ میں ہوتے۔ جب آپ سجدہ کرنے لگتے تو ہاتھ سے مجھ کو چھو دیتے، میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی پھر جب آپ نماز میں کھڑے ہوتے تو میں پاؤں پھیلا دیتی۔ ان دنوں گھروں میں چراغ بھی نہ تھے''۔

(۴۱) بخاری، ج ۱، ص ۳۵۲، حدیث ۴۹۳۔ باب: اس شخص کی دلیل جو کہتا ہے نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی

عن عائشة ذکر عندها ما یقطع الصلٰوة الکلب والحمار والمرأة فقالت عائشة شبهتمونا بالحمر والکلاب والله لقد رأیت النبی وانی علی السریر بینه وبین القبلة مضطجعة فتبدولی الحاجة فاکره ان اجلس فاذی النبی فانسل عن عند رجلیه

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے ان کے سامنے ذکر آیا کہ نماز کتے، گدھے اور عورت کے سامنے آنے سے ٹوٹ جاتی ہے۔ انہوں نے کہا: تم نے ہم کو کتوں اور گدھوں کی طرح سمجھا، خدا کی قسم! میں نے دیکھا آنحضرتؐ نماز پڑھتے رہتے اور میں چارپائی پر آپ کے اور قبلے کے درمیان لیٹی

رہتی۔ پھر مجھے کوئی کام ہوتا تو میں بیٹھ کر آپ کو تکلیف دینا بُرا جانتی تو چارپائی کی پائنتی سے میں کھسک کر نکل جاتی"۔

(۴۲) بخاری، ج ا، ص ۳۵۳، حدیث ۴۹۴، باب ایضاً:

عائشة زوج النبی قالت لقد کان رسول اللّٰه یقوم فیصلی من اللیل وانّی لمعترضة بینه وبین القبلة علی فراش اهله

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: "حضرت عائشہ آنحضرتؐ کی بی بی نے کہا: آنحضرتؐ رات کو اُٹھتے اور نماز پڑھتے اور میں آپ کے اور قبلے کے بیچ میں اپنے گھر کے بچھونے پر آڑی پڑی رہتی"۔

(۴۳) بخاری، ج ا، ص ۳۵۴، حدیث ۴۹۸، باب: کیا مرد سجدہ کرتے وقت اپنی عورت کا بدن چھوسکتا ہے، سجدہ کے لیے:

عن عائشة قالت بئسما عدلتمونا بالکلب والحمار لقد رأیتنی ورسول اللّٰه یصلی وانا مضطجعة بینه وبین القبلة فاذا اراد ان یسجد غمز رجلی فقبضتهما

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: حضرت عائشہ سے ہے، انہوں نے لوگوں سے کہا تم نے بہت بُرا کیا جو ہم کو کتے اور گدھے کے برابر کردیا۔ میں نے تو خود اپنے تئیں دیکھا، میں آنحضرتؐ اور قبلے کے بیچ میں لیٹی رہتی اور آپ نماز پڑھتے رہتے۔ جب آپ سجدہ کرنے لگتے تو میرے پاؤں چھو دیتے۔ میں ان کو سمیٹ لیتی"۔

جائزہ

سابقاً ذکر کردہ در احادیث ۳۷۹ اور ۳۸۰ ایک مرتبہ پھر ملاحظہ فرمایئے اور ان احادیث کا موازنہ حدیث نمبر ۴۸۶، ۴۹۰ تا ۴۹۴ اور ۴۹۸ سے کیجیے۔ اگرچہ تکرار تو ہوگا لیکن مناسب ہوگا اگر ان احادیث کے عنوانات بطور فہرست آپ کے سامنے پیش کردوں تاکہ مسائل نماز بآسانی ذہن میں آسکیں؟

- حدیث نمبر ۳۷۹، ۳۸۲ کا باب ہے: بچھونے پر نماز پڑھنا۔
- حدیث نمبر ۴۹۱ کا باب ہے: سوتے ہوئے شخص کے پیچھے نماز پڑھنا۔
- حدیث نمبر ۴۹۲ کا باب ہے: عورت کے پیچھے نفل نماز پڑھنا۔
- حدیث نمبر ۴۹۳ کا باب ہے: اس شخص کی دلیل جو کہتا ہے نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی؟
- حدیث نمبر ۴۹۸ کا باب ہے: کیا مرد سجدہ کرتے وقت اپنی عورت کا بدن چھو سکتا ہے؟

ان چھے عنوانات کے تحت امام بخاری نے حضرت عائشہ سے جو چھے احادیث نقل کی ہیں ان کا خلاصہ یہ ہے کہ جب آنحضورؐ نماز پڑھتے تو میں کبھی طولا اور کبھی عرضاً آپؐ کے سامنے لیٹ جاتی۔ اندھیرا ہوتا تھا۔ جب آپ سجدہ کے لیے جھکتے تو مجھے دبا دیتے، میں اپنے پاؤں سمیٹ لیتی۔ بعض اوقات وتر پڑھتے ہوئے آپ مجھے جگا دیتے۔ میں بھی آپؐ کے ساتھ وتر پڑھ لیتی۔ اگر مجھے کسی ضرورت کے تحت اُٹھ کر جانا ہوتا تو پھر آنحضورؐ کو تکلیف دیئے بغیر چارپائی کی پائنتی کی طرف سے کھسک جاتی۔

- گویا مسئلہ بچھونے پر نماز پڑھنے کا ہو تو بھی امام بخاری کو حضرت عائشہ کے آنحضورؐ کے سامنے سونے کے سوا اور کوئی حدیث نہ ملی۔

* مسئلہ سوتے ہوئے شخص کے پیچھے نوافل پڑھنے کا ہو تو بھی امام بخاری کو آنحضرتؐ کے سامنے حضرت عائشہ کے سونے کے سوا اور کوئی حدیث نہ ملی۔
* مسئلہ عورت کے پیچھے نماز پڑھنے کا ہو تو امام بخاری کو حضرت عائشہ کے آنحضورؐ کے سامنے سونے کے سوا اور کچھ نہ ملا۔
* مسئلہ کسی چیز سے نماز کے نہ ٹوٹنے کی دلیل کا ہو تو بھی امام بخاری کو آنحضرتؐ کے سامنے حضرت عائشہ کے سونے کے سوا کوئی حدیث نہ ملی۔
* اور مسئلہ سجدہ کے وقت عورت کے چھونے کا جواز کا ہو تو بھی امام بخاری کو حضرت عائشہ کے آنحضورؐ کے سامنے سونے کے سوا کوئی مواد نہ ملا۔

یعنی جس طرح حضرت عائشہ چہک چہک کر اپنی پریم کہانی مختلف انداز میں بیان فرماتی رہیں امام بخاری اسی طرح لہک لہک کر بی بی کی داستانِ محبت کو مختلف عنوانات میں بیان فرماتے رہے۔ حالانکہ بات صرف اتنی تھی کہ ان میں سے کسی ایک حدیث کو امام بخاری ایک جگہ بیان فرما کر وضاحت کر دیتے کہ اس حدیث سے یہ پانچ مسئلے معلوم ہوئے ہیں۔ آخر امام بخاری نے ہر مسئلہ کے لیے علیحدہ باب کیوں باندھا؟ ویسے ہم امکان بھر تبصرہ ''نظامِ مصطفیٰؐ'' جلد سوم میں کر چکے ہیں۔ شائقین وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

اب دیگر احادیث یہ ہیں: ۴۸۶، ۴۹۰ اور ۴۹۳، ۴۹۸۔ ان احادیث کو امام بخاری نے جن عنوانات میں بیان کیا ہے ذرا ایک فہرست میں ملاحظہ فرمالیں۔

* حدیث ۴۸۶ کا باب ہے: چارپائی پر چارپائی کی طرف نماز پڑھنا۔
* حدیث ۴۹۰ کا باب ہے: ایک شخص نماز پڑھ رہا ہو، دوسرا اس کی طرف منہ کر کے بیٹھے تو کیسا ہے؟
* حدیث ۴۹۳ کا باب ہے، اس شخص کی دلیل جو کہتا ہے نماز کو کوئی چیز نہیں توڑتی؟

❁ حدیث ۱۹۸ کا باب ہے: کیا مرد سجدہ کرتے وقت اپنی عورت کا بدن چھو سکتا ہے؟

ان چار احادیث میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے: حضرت عائشہ کی موجودگی میں کچھ لوگوں نے ایسی چیزوں کا ذکر کیا ہے جن کے نمازی کے سامنے آنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ ان صحابہ نے کہا کہ اگر کتا، گدھا اور عورت نمازی کے سامنے سے گزر جائے تو نمازی کی نماز ٹوٹ جاتی ہے۔ ان کے اس مسئلہ پر حضرت عائشہ نے نہایت ناراضگی کے ساتھ کہا کہ تم نے ہم عورتوں کو کتوں اور گدھوں کے برابر کر دیا ہے حالانکہ میں خود آنحضورؐ کے سامنے سے نہ صرف گزرتی تھی بلکہ آپ کے اور قبلہ کے درمیان پڑی سوتی رہتی تھی، آپ نماز بھی پڑھتے رہتے اور سجدہ میں آتے ہوئے مجھے چھوتے بھی رہتے تھے۔ جب آنحضورؐ کی نماز میرے سامنے سے نہیں ٹوٹی تو تمہاری نماز کسی عورت کے سامنے گزر جانے سے کیسے ٹوٹ سکتی ہے؟

یہ ہے تلخیص احادیث جو میں نے اپنے الفاظ میں عرض کی ہے۔ ہمارے لیے مقامِ فکر چند باتیں ہیں:

① حضرت عائشہ کے بقول یہ تو مسلم ہے کہ اگر عورت نمازی کے سامنے سوتی رہے یا اس کے سونے یا گزرنے سے نمازی کی نماز نہیں ٹوٹتی۔

② یہ بھی مسلم ہے کہ جن لوگوں نے بی بی کی موجودگی میں یہ مسئلہ بیان کیا وہ صحابہ تھے؟

③ یہ بھی مسلم ہے کہ ان صحابہ نے یہ مسئلہ اپنی طرف سے داخلِ اسلام کیا تھا۔ اب حضرت عائشہ اور بی بی کے وکلاء سے بصد معذرت چند سوالات:

❊ حضرت عائشہ نے ان صحابہ کے نام کیوں نہیں بتائے تا کہ اُمت ان سے ہوشیار ہو جاتی اور ان کی احادیث چھان پھٹک کرنے کے بعد قبول کرتی؟

❊ ممکن ہے یہ لوگ صحابہ نہ ہوں۔ اس صورت میں یہ سوال ہوگا کہ یہ لوگ مسلمان

تھے یا غیر مسلم؟

* اگر غیر مسلم تھے تو مدینہ کے یا بیرونِ مدینہ کے؟
* اگر مسلمان تھے تو مومن تھے یا منافق؟
* اگر منافق تھے تو ان کا بی بی کے پاس بار بار آ کر بیٹھنا کیوں ہوتا تھا؟
* اگر مومن تھے تو حزبِ اقتدار سے وابستہ تھے یا حزبِ اختلاف سے؟
* اگر حزبِ اقتدار سے تھے تو بی بی نے ان کے خلاف کیا کارروائی کی؟
* کیا ان لوگوں کو بی بی کی موجودگی کا بھی احساس نہیں ہوا تھا؟
* کیا ان لوگوں نے ازواجِ نبیؐ کے احترام کا پاس نہیں کیا تھا؟
* کیا یہ لوگ ایسے نہیں کر سکتے تھے کہ کم از کم ازواجِ نبیؐ اس دنیا سے رخصت ہو جاتیں تو یہ مسئلہ بیان کرتے؟
* کیا اس مسئلہ سے دیگر ازواج نبیؐ کی بالعموم اور حضرت عائشہ کی بالخصوص توہین نہیں ہوتی؟
* بی بی نے ان صحابہ کے نام کسی سیاسی مصلحت سے تو نہیں چھپائے؟
* اگر مصلحت سیاسی نہیں تھی تو ان کے نام صیغۂ راز میں رکھنے کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟
* ان چار احادیث سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ صحابہ میں سے کچھ ایسے بھی تھے جو احکام اسلام کو تارپیڈو کرنا چاہتے تھے؟
* کیا ایسے صحابہ مخلص مومن تھے؟
* کیا اُمت کو مومن اور ایسے منافق صحابہ جو احکامِ اسلام کو مسخ کرنا چاہتے تھے، کے لیے کوئی امتیازی علامت معین نہیں کرنا چاہیے؟
* یہ تو ایک مسئلہ تھا جسے بی بی نے چیلنج کر دیا اور کتنے ایسے مسائل ہوں گے، جو بی بی کی عدم موجودگی میں داخل اسلام کیے جاتے ہوں گے؟

* کیا یہ بات مسلّم نہیں کہ بی بی کے حضور میں بیٹھ کر خلافِ اسلام باتیں کرنے والے سبائی نہیں تھے؟
* کیا یہ لوگ ازواجِ نبیؐ کے گستاخ نہیں تھے؟
* ایسے لوگوں کا حلقۂ اثر کتنا تھا اور ان کے دیگر رفقائے کار کتنے اور کون کون سے افراد تھے؟

صحیح بخاری شریف میں بتائی گئی نماز کی مختصر فہرست

حضرت عائشہ کی احادیث کا انفرادی جائزہ لینے کے بعد مناسب ہوگا اگر بخاری شریف میں پیش کردہ احادیث سے نماز کی جو صورت سامنے آتی ہے ایک نظر میں حدیث وار نقشہ پیش کر دیا جائے تا کہ قارئین کو سمجھنے میں آسانی ہو اور اپنی آخرت کے لیے کوئی واضح راہ معین کر سکیں۔

* حدیث ۳۴۵: انس بن مالک سے مروی ہے اس میں انس نے آغازِ نماز کی تاریخ شبِ معراج بتائی ہے اور پچاس نمازوں سے پانچ نمازوں کا فرض حضرت موسیٰؑ کا احسان بتایا گیا ہے۔(آغازِ نماز)
* حدیث ۳۴۶: حضرت عائشہ سے منقول ہے حضرت عائشہ کی احادیث میں دیکھیں۔
* حدیث ۳۴۷: اُم عطیہ سے روایت ہے جس میں حائضہ عورت کو اجتماعی عبادات میں شرکت کی اجازت دی گئی ہے لیکن جائے نماز پر آنے کی ممانعت کر دی گئی ہے۔(حائضہ کی شرکت عبادت)
* حدیث ۳۴۸: جابر سے منقول ہے اس میں ایک کپڑے میں نماز پڑھنے کو جائز بتایا گیا ہے۔(ایک کپڑے میں نماز)
* حدیث ۳۴۹: جابر کی روایت ہے اور حدیث ۳۴۸ کی مؤید ہے۔(ایضاً)

* حدیث ۳۵۰: عمر ابن ابوسلمہ سے مروی ہے ایک کپڑے میں نماز جائز ہے۔ (ایضاً)
* حدیث ۳۵۱: عمر ابن ابوسلمہ کی روایت ہے، حدیث ۳۵۰ کی مؤید ہے۔ (ایضاً)
* حدیث ۳۵۲: عمر ابن ابوسلمہ سے منقول ہے سابقہ دونوں احادیث کی مؤید ہے۔ (ایضاً)
* حدیث ۳۵۳: اُم ہانی سے روایت ہے ایک کپڑے میں نماز کو جائز بتایا ہے۔ (ایضاً)
* حدیث ۳۵۴: ابوہریرہ کی روایت ہے: ایک کپڑے میں نماز کو جائز بتایا ہے۔ (ایضاً)
* حدیث ۳۵۵: ابوہریرہ سے مروی ہے، سابقہ حدیث کی مؤید ہے۔ (ایضاً)
* حدیث ۳۵۶: ابوہریرہ سے " " " " " " "
* حدیث ۳۵۷: جابر کی روایت ایک کپڑے میں نماز کا جواز بتایا ہے۔
* حدیث ۳۵۸: سہل ابن سعد سے مروی ہے ایک کپڑے میں نماز کا جواز ہے۔
* حدیث ۳۵۹: مغیرہ ابن شعبہ سے منقول ہے، احکام نماز سے متعلق ہی نہیں۔
* حدیث ۳۶۰: جابر سے منقول ہے جس میں بچپنے میں آنحضورؐ کی برہنگی بتائی گئی ہے۔
* حدیث ۳۶۱ کا راوی ابوہریرہ ہے، اس میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ کے زمانہ میں نماز کے لیے ایک کپڑا میسر نہ آتا تھا اور حضرت عمر کے زمانہ میں دو کپڑے مل جاتے تھے۔
* حدیث ۳۶۲: عبداللہ ابن عمر سے منقول ہے اس میں نماز سے متعلق کوئی بات نہیں۔
* حدیث ۳۶۳: ابوسعید خدری کی روایت ہے احکام نماز سے مبرا ہے۔
* حدیث ۳۶۴ کا راوی ابوہریرہ ہے، احکامِ نماز سے خالی ہے۔

- حدیث ۳۶۵ کا راوی بھی ابوہریرہ ہے، نماز سے متعلق کوئی مسئلہ نہیں، البتہ سورہ برات کی تبلیغ کا ذکر ہے اور حضرت ابوبکر کی تقرری پھر ان کی معزولی اور حضرت علیؑ کی تقرری کا ذکر ہے۔
- حدیث ۳۶۶ کا راوی جابر ہے اور ایک کپڑے میں نماز کا جواز بتایا ہے۔ (ایک کپڑے میں نماز)
- حدیث ۳۶۷ انس سے روایت ہے، نماز سے متعلق کوئی بات نہیں، انس نے بتایا کہ فتح خیبر سے پہلے آنحضورؐ نے خیبر کی گلیوں میں گھوڑا دوڑایا اور ران سے کپڑا اُتار دیا۔
- حدیث ۳۶۸: حضرت عائشہ کی احادیث میں ملاحظہ فرمایئے۔
- حدیث ۳۶۹: حضرت عائشہ سے روایت ہے۔
- حدیث ۳۷۰ کی راویہ حضرت عائشہ ہے۔
- حدیث ۳۷۱ کی محدثہ حضرت عائشہ ہے۔
- حدیث ۳۷۲: عقبہ بن عامر سے روایت ہے اس میں آنحضورؐ کا ریشم کے (ریشم میں نماز) کپڑے میں نماز پڑھنا بتایا گیا ہے۔
- حدیث ۳۷۳ کا راوی ابوجحیفہ ہے اس نے حسب ذیل مسائل بیان کیے ہیں:
  - لال جوڑا پہننا سنت رسولؐ ہے۔
  - دورانِ نماز نمازی اپنے سامنے کوئی عصا وغیرہ گاڑ کر نماز پڑھ لے اور ایسی صورت میں نمازی کے سامنے سے انسان یا جانور گزر جائے تو نماز ہو جاتی ہے۔ (کوئی شے سامنے رکھی جائے)
- حدیث ۳۷۴: سہل ابن سعد کی روایت ہے اس میں سہل نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے منبر پر کھڑے ہو کر نماز پڑھائی۔ (منبر پر نماز)

* حدیث ۳۷۵: انس سے منقول ہے جس میں انس نے آنحضورؐ کا گھوڑے گرنا اور پنڈلی یا کاندھے کا چھل جانا بتایا ہے۔ اس دوران آنحضورؐ کے جماعت کرانے کا ذکر کیا ہے کہ کوٹھے پر نماز پڑھاتے رہے اور چونکہ خود نہیں اُٹھ سکتے تھے اس لیے صحابہ کو بھی حکم دیا کہ تم بھی بیٹھ کر نماز پڑھا کرو۔ (بیٹھ کر نماز)
* حدیث ۳۷۶: حضرت میمونہ کی روایت ہے جس میں بی بی نے بتایا ہے کہ ایامِ حیض میں اگر بیوی شوہر کے دوران نماز ہوتی رہے تو کوئی ہرج نہیں۔ (نماز کے سامنے ہونا)
* حدیث ۳۷۷: انس سے منقول ہے اس میں پرانے بورے پر نماز پڑھنے کو درست بتایا گیا ہے۔ (پرانے بورے پر نماز)
* حدیث ۳۷۸: حضرت میمونہ کی روایت ہے جس میں چھوٹے مصلّی پر سجدہ کو جائز بتایا گیا ہے۔ (چھوٹے مصلّی پر سجدہ)
* حدیث ۳۷۹: حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
* حدیث ۳۸۰: حضرت عائشہ کی روایت ہے۔
* حدیث ۳۸۱ کا راوی عروہ ابن زبیر ہے۔ اس نے بتایا ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ آنحضورؐ نماز پڑھ رہے تھے اور خالہ اماں حضرت عائشہ آپؐ کے سامنے سو رہی تھی؟ (نمازی کے سامنے سونا)
* حدیث ۳۸۲: انس کی روایت ہے اس میں کپڑے پر نماز کو جائز بتایا ہے۔ (کپڑے پر سجدہ)
* حدیث ۳۸۳ کا راوی بھی انس ہے۔ اس میں نعلین میں نماز پڑھنے کو درست بتایا گیا ہے۔ (نعلین میں نماز)
* حدیث ۳۸۴ کا راوی جریر ہے اس میں موزوں پر مسح کرنے اور موزوں کے ساتھ

نماز پڑھنا بتایا ہے۔(موزوں پر مسح)

- حدیث ۳۸۵ کا راوی مغیرہ ابن شعبہ ہے۔حدیث جریر کی مؤید ہے (موزوں پر مسح)
- حدیث ۳۸۶: حذیفہ ابن یمان کا فتویٰ ہے، حدیث نہیں ہے۔
- حدیث ۳۸۷ کا راوی عبداللہ ابن مالک ابن بحینہ ہے۔اس نے آپؐ کے ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا بتایا ہے۔(ہاتھ کھول کر نماز)
- حدیث ۳۸۸: انس سے روایت ہے اور مسلمان کی تعریف ہے۔
- حدیث ۳۸۹: انس سے منقول ہے اور سابقہ حدیث کی نوید ہے۔
- حدیث ۳۹۰: ابوایوب سے روایت ہے اس میں آدابِ قبلہ بتائے گئے ہیں کہ پیشاب و پاخانہ کے وقت نہ قبلہ کی طرف منہ کرنا چاہیے نہ پشت۔(آدابِ قبلہ)
- حدیث ۳۹۱: عبداللہ ابن عمر سے منقول ہے احکامِ حج بتائے گئے ہیں۔نماز کی کوئی بات نہیں؟
- حدیث ۳۹۲: عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کو جائز بتایا گیا ہے۔(کعبہ کے اندر نماز)
- حدیث ۳۹۳: عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے جو سابقہ بیان کی تردید ہے (کعبہ کے اندر نماز)
- حدیث ۳۹۴: جابر سے روایت ہے جس میں نافلہ کو سواری پر پڑھ لینا جائز بتایا ہے۔(سواری پر نماز)
- حدیث ۳۹۵: عبداللہ ابن مسعود کی روایت ہے جس میں آنحضورؐ کا نماز بھول جانا مذکور ہے۔(نسیانِ رسولؐ)
- حدیث ۳۹۶: انس نے حضرت عمر کا قول نقل کیا ہے حدیث نہیں ہے۔

* حدیث ۳۹۷: عبداللہ ابن عمر نے تحویلِ قبلہ کے متعلق بتایا ہے۔ (تحویلِ قبلہ)
* حدیث ۳۹۸: عبداللہ ابن مسعود نے آنحضورؐ کا نماز بھول جانا بتایا ہے۔ (نسیانِ رسولؐ)
* حدیث ۳۹۹: انس ابن مالک نے آدابِ مسجد نقل کیے ہیں۔ (آدابِ مسجد)
* حدیث ۴۰۰: انس نے آدابِ مسجد بتائے ہیں؟ (ایضاً)
* حدیث ۴۰۱: عبداللہ ابن عمر نے آدابِ مسجد بتائے ہیں۔ (ایضاً)
* حدیث ۴۰۲: حضرت عائشہ کی روایت ہے۔ (ایضاً)
* حدیث ۴۰۳: ابوہریرہ اور ابوسعید خدری نے آدابِ قبلہ بتائے ہیں۔ (ایضاً)
* حدیث ۴۰۴: (ایضاً)
* حدیث ۴۰۵: انس نے آدابِ قبلہ نقل کیے ہیں۔ (ایضاً)
* حدیث ۴۰۶: ابوسعید نے آدابِ قبلہ نقل کیے ہیں۔ (آدابِ مسجد)
* حدیث ۴۰۷: انس نے آدابِ مسجد بتائے ہیں۔ (ایضاً)
* حدیث ۴۰۸ میں ابوہریرہ نے آدابِ قبلہ نقل کیے ہیں۔ (ایضاً)
* حدیث ۴۰۹ میں انس نے آدابِ قبلہ نقل کیے ہیں۔ (ایضاً)
* حدیث ۴۱۰ میں ابوہریرہ نے انی لاء اکم من وراء ظھری نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۱۱ میں انس نے انی لاء واکم من وراء ظھری کما اراکم نقل کیا ہے۔ (روایت رسولؐ)
* حدیث ۴۱۲: عبداللہ ابن عمر نے آنحضورؐ کا گھڑدوڑ لگانا نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۱۳: انس نے عباس ابن عبدالمطلب کا حرص نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۱۴: انس نے آنحضورؐ کا ایک دعوت میں صحابہ کو لے جانا بتایا ہے۔
* حدیث ۴۱۵: سہل ابن سعد نے کسی صحابی کو اپنی بیوی کے ساتھ لعان کا ذکر کیا

ہے۔

* حدیث ۴۱۶: عتبان ابن نے اپنے گھر میں آنحضورؐ کا نماز پڑھنا بتایا ہے۔ (گھر میں نماز)
* حدیث ۴۱۷: عتبان ابن مالک نے آنحضورؐ کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا بتا رہا ہے۔ (ایضاً)
* حدیث ۴۱۸: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* حدیث ۴۱۹: حضرت عائشہ سے روایت ہے۔
* حدیث ۴۲۰: انس نے مسجد نبوی کی تعمیر کا ذکر کیا ہے۔ (تعمیر مسجد)
* حدیث ۴۲۱: انس نے آنحضورؐ کا بھیڑوں کے باڑہ میں نماز پڑھنا بتایا ہے۔ (بھیڑوں کے باڑہ میں نماز)
* حدیث ۴۲۲: عبداللہ ابن عمر نے آنحضورؐ اُونٹ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا نقل کیا ہے۔ (اُونٹ کی طرف نماز)
* حدیث ۴۲۳: عبداللہ ابن عباس نے آنحضورؐ کا نماز کسوف پڑھنا نقل کیا ہے۔ (نمازِ کسوف)
* حدیث ۴۲۴: عبداللہ ابن عمر نے آنحضورؐ کا نوافل گھروں میں پڑھنے کا حکم نقل کیا ہے۔ (گھر میں نوافل)
* حدیث ۴۲۵: عبداللہ ابن عمر نے معذب افراد کے پاس جانے سے ممانعت نقل کی ہے۔
* حدیث ۴۲۶: حضرت عائشہ کی روایت ہے۔
* حدیث ۴۲۷: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* حدیث ۴۲۸: ابوہریرہ نے یہودیوں پر لعنت نقل کی ہے۔

- حدیث ۴۲۹: جابر ابن عبداللہ نے آنحضورؐ کو دیگر انبیاء پر فضیلت نقل کی ہے۔
- حدیث ۴۳۰: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
- حدیث ۴۳۱: عبداللہ ابن عمر نے اپنا عین جوانی میں مسجد میں سونا بتایا ہے۔ (مسجد میں سونا)
- حدیث ۴۳۲: سہل ابن سعد نے آنحضورؐ کا حضرت علیؑ کو ابوتراب کہنا نقل کیا ہے۔
- حدیث ۴۳۳: ابوہریرہ نے اصحابِ صفہ کی غربت نقل کی ہے۔
- حدیث ۴۳۴: جابر نے آنحضورؐ سے اپنے قرض کی وصولی کا ذکر کیا ہے۔
- حدیث ۴۳۵: ابوقتادہ نے دو رکعت ہدیہ مسجد پڑھنے کا حکم نقل کیا ہے۔ (ہدیہ مسجد)
- حدیث ۴۳۶: ابوہریرہ نے نمازی پر ملائکہ کی صلوٰۃ نقل کی ہے۔ (نمازی اور ملائکہ)
- حدیث ۴۳۷: عبداللہ ابن عمر نے مسجد نبویؐ پر لگے ہوئے سامان کی تفصیل بتائی ہے۔
- حدیث ۴۳۸: ابوسعید نے عمار کے لیے تقتلك الفئة الطاغیہ نقل کیا ہے۔
- حدیث ۴۳۹: جابر نے آنحضرت کا منبر بنوانا نقل کیا ہے۔
- حدیث ۴۴۰: جابر نے منبر بنانا نقل کیا ہے۔
- حدیث ۴۴۱: حضرت عثمان نے مسجد سازی کی فضیلت نقل کی ہے۔ (فضیلت مسجد نبویؐ)
- حدیث ۴۴۲: جابر نے مسجد میں نیزوں کی نوکیں تھام کر رکھنے کا حکم نقل کیا ہے۔ (آدابِ مسجد)
- حدیث ۴۴۳: ابوموسیٰ نے مسجد اور بازار میں نیزوں کے پھل تھام کر رہنے کا حکم نقل کیا ہے۔
- حدیث ۴۴۴: حسان نے اپنی فضیلت نقل کی ہے۔

* حدیث ۴۴۵: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* حدیث ۴۴۶: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* حدیث ۴۴۷: کعب ابن مالک نے صحابی سے اپنے جھگڑے کا ذکر کیا۔ (آدابِ مسجد)
* حدیث ۴۴۸: ابوہریرہ نے خاکروب مسجد کی قبر پر جاکر آنحضورؐ کی نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* حدیث ۴۴۹: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* حدیث ۴۵۰: ابوہریرہ نے ۴۴۸ جیسا واقعہ نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۵۱: ابوہریرہ نے ایک قیدی کو چھوڑنے کا واقعہ نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۵۲: حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
* حدیث ۴۵۳: حضرت اُم سلمہ نے بحالت سواری طواف کعبہ نقل کی ہے۔
* حدیث ۴۵۴: انس نے اصحاب نبیؐ میں سے دو کا معجزہ نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۵۵: ابوسعید خدری نے لو کنت متخذا خلیلا لا تخذت ابابکر خلیلا اور لا یبقین فی السجد باب الاسد الاباب ابی بکر نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۵۶: ابن عباس نے لو کنت متخذًا خلیًلا لا تخذت ابابکر خلیًلا اور سدواعنی کل خوخة فی هذا المسجد الاخوخة ابی بکر نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۵۷: عبداللہ ابن عمر نے آنحضرتؐ کا کعبہ کے اندر نماز پڑھنا نقل کیا ہے۔ (کعبہ کے اندر نماز)
* حدیث ۴۵۸: ابوہریرہ نے ایک قیدی کو رہا کرنے کا حکم نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۵۹: سائب ابن یزید نے حضرت عمر کی دھمکی نقل کی ہے۔ (آدابِ مسجد)
* حدیث ۴۶۰: کعب ابن مالک نے مسجد نبویؐ میں ایک صحابی سے جھگڑے کا ذکر کیا

ہے۔(آدابِ مسجد)

* حدیث ۴۶۱: عبداللہ ابن عمر نے نمازِ تہجد نقل کی ہے۔(نمازِ تہجد)
* حدیث ۴۶۲: (ایضاً)
* حدیث ۴۶۳: ابوواقد حبشی نے تین افراد کا مسجد میں آنا بتایا ہے۔(آدابِ مسجد)
* حدیث ۴۶۴: عبداللہ ابن زید نے آنحضرتؐ کا مسجد میں ٹانگ رکھ کر سونا نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۶۵: حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
* حدیث ۴۶۶: ابوہریرہ نے نماز باجماعت کے فضائل نقل کیے ہیں۔(نماز باجماعت)
* حدیث ۴۶۷: عبداللہ ابن عمرو ابن عاص نے آنحضرتؐ کے بعد والوں کی مذمت نقل کی ہے۔
* حدیث ۴۶۸: ابوموسیٰ نے اتفاق کی تعریف نقل کی ہے۔
* حدیث ۴۶۹: ابوہریرہ نے آنحضورؐ کا نماز بھول جانا نقل کیا ہے؟ (نسیان نبی)
* حدیث ۴۷۰: سالم ابن عبداللہ ابن عمر نے مکہ کے راستہ میں کئی مقامات پر آنحضورؐ کے نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔(سنتِ رسولؐ)
* حدیث ۴۷۱: عبداللہ ابن عمر نے آنحضورؐ کا چند مقامات پر نماز پڑھنا نقل کیا ہے۔
* حدیث ۴۷۲: عبداللہ ابن عباس نے آنحضورؐ کے سامنے دورانِ نماز گدھے پر سوار ہو کر گزارنا نقل کیا ہے۔(نمازی کے سامنے گزرنا)
* حدیث ۴۷۳: عبداللہ ابن عمر نے آنحضورؐ کا دورانِ نماز اپنے سامنے لکڑی نصب کر کے نماز پڑھنا نقل کیا ہے۔(نمازی کے سامنے گزرنا)
* حدیث ۴۷۴: ابوجحیفہ نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے اپنے سامنے ایک لکڑی گاڑھ کر نماز پڑھی۔(نمازی کے سامنے شے)

* حدیث ۴۷۵: سہل نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ اور آپ کے مصلّی کے درمیان ایک بکری کے گزرنے کا فاصلہ تھا۔ (نمازی کے سامنے شے)
* حدیث ۴۷۶: سلمہ ابن اکوع نے حدیث سہل کی تائید کی ہے۔ (ایضاً)
* حدیث ۴۷۷: عبداللہ ابن عمر نے آنحضورؐ کا اپنے سامنے برچھا گاڑھ کر نماز پڑھنا بتایا ہے۔ (ایضاً)
* حدیث ۴۷۸: ابوجحیفہ نے حدیث ۴۷۴ کی مؤید نقل کی ہے۔
* حدیث ۴۷۹: انس بن مالک نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ پیشاب کو جاتے تو ساتھ برچھی یا لاٹھی لے جاتے۔
* حدیث ۴۸۰: ابوجحیفہ نے ۴۷۴ اور ۴۷۸ کی مؤید نقل کی ہے۔ (نمازی کے سامنے شے)
* حدیث ۴۸۱: سلمہ ابن اکوع نے آنحضورؐ کا ستون کے پاس کھڑے ہو کر نماز پڑھنا نقل کیا ہے؟ (ستون کے ساتھ نماز)
* حدیث ۴۸۲: انس نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ کے بڑے بڑے صحابی ستون مسجد کے سایہ میں نماز کے لیے جگہ بنانے میں جلدی کرتے تھے۔
* حدیث ۴۸۳: عبداللہ ابن عمر نے آنحضورؐ کا کعبہ کے اندر نماز پڑھنا نقل کیا ہے۔ (کعبہ کے اندر نماز)
* حدیث ۴۸۴: عبداللہ ابن عمر نے ۴۸۳ جیسی حدیث نقل کی ہے۔
* حدیث ۴۸۵: عبداللہ ابن عمر نے آنحضورؐ کا اُونٹنی کو آڑ بنا کر نماز پڑھنا بتایا ہے۔ (نمازی کے سامنے شے)
* حدیث ۴۸۶: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* حدیث ۴۸۷: ابوسعید نے بیان کیا ہے لیکن کچھ نہیں بتایا۔
* حدیث ۴۸۸: ابوسعید نے نمازی کے سامنے گزرنے والے کو شیطان کہا ہے۔

(نمازی کے سامنے گزرنے کی مذمت)

* حدیث ۴۸۹: ابوجہیم نے نمازی کے سامنے گزرنے والے کی مذمت کی ہے۔ (ایضاً)
* حدیث ۴۹۰: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* حدیث ۴۹۱: حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
* حدیث ۴۹۲: حضرت عائشہ کی روایت ہے۔
* حدیث ۴۹۳: حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
* حدیث ۴۹۴: حضرت عائشہ نے روایت کی ہے۔
* حدیث ۴۹۵: ابوقتادہ نے آنحضورؐ کا بچے کو اُٹھا کر نماز پڑھنا بتایا ہے۔ (بچے کو اُٹھا کر نماز پڑھنا)
* حدیث ۴۹۶: حضرت میمونہ سے منقول ہے جس میں بی بی نے بتایا ہے کہ میں بحالتِ نماز آنحضورؐ کے سامنے سوئی رہتی اور آپ نماز پڑھتے رہتے۔ (نمازی کے سامنے سونا)
* حدیث ۴۹۷ حضرت میمونہ سے ہے، حدیث ۴۹۶ کا واقعہ ہے۔ (ایضاً)
* حدیث ۴۹۸ حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
* حدیث ۴۹۹ عبداللہ ابن عمر نے ہجرت سے قبل آنحضورؐ کا نماز پڑھنا، قریش کا آپ سے دورانِ نماز جسارت کرنا اور جنابِ سیدہ کا آنا نقل کیا ہے۔

خلاصۃ الاحکام

حضرت عائشہ سے منقولہ احادیث میں بتائے احکام نماز تو آپ پڑھ چکے ہیں۔ آپ دیگر صحابہ سے منقول احادیث سے معلوم ہونے والے احکام کا خلاصہ بھی ایک نظر میں دیکھ لیں اور پھر خود اپنی نماز کے متعلق سوچیں کہ جو کچھ آپ کر رہے ہیں وہ کہاں سے لیا ہے۔ صحابہ نے نہ آنحضورؐ سے کچھ سنا ہے، نہ بتایا ہے اور نہ امام بخاری نے اپنی

صحیح میں درج کیا ہے۔ پھر یہ کہاں سے آ گیا۔ دین کیسے بن گیا؟ اور آپ اسے اسلام، احکامِ اسلام اور سنتِ رسولؐ کے لیے کیسے کہہ سکتے ہیں؟ ـــــ البتہ یہ یاد رکھیے کہ ان احادیث میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے۔ میں صرف وہی پیش کر رہا ہوں۔ ان تمام احکامات سے ہمارا متفق ہونا ضروری نہیں ہے اور ہمارا حق تبصرہ وغیرہ محفوظ ہے۔

آغازِ نماز

اس سلسلہ میں انس بن مالک نے صرف حدیث ۳۴۵ میں بتایا ہے کہ نماز آغازِ نبوت سے فرض نہیں تھی بلکہ فرضیتِ نماز کا آغاز شبِ معراج سے ہوا ہے اور وہ بھی حضرت موسٰیؑ کی نوازش سے پانچ نمازیں فرض ہوئی ہیں ورنہ آنحضورؐ تو پچاس نمازوں کا بوجھ لے کر معراج سے واپس تشریف لا رہے تھے بھلا ہو حضرت موسٰیؑ کا جن کی بار بار کی رہنمائی سے آنحضورؐ اللہ میاں کے ہاں جاتے رہے اور واپس آتے رہے اور حضرت موسٰیؑ بار بار آپ کو واپس بھیجتے رہے حتیٰ کہ پانچ نمازیں رہ گئیں۔

ذرا آپ مضمرات حدیث کا اندازہ کریں کہ کس حسن و خوبی سے انس نے حضرت موسٰیؑ کی آنحضورؐ پر برتری ثابت کی ہے اور کس حسنِ تدبیر سے اُمت مسلمہ کو یہودیت کا ممنون بنایا ہے۔

حائضہ کی اجتماعی عبادات میں شرکت

حدیث ۳۴۷ میں اُم عطیہ نے بتایا ہے کہ حائضہ عورت کو آنحضرتؐ نے اجتماعی عبادات میں شرکت کی اجازت تو دی ہے البتہ جائے نماز پر کھڑے ہونے کی ممانعت فرمائی ہے۔

ایک کپڑے میں نماز

حدیث ۳۴۸ تا ۳۵۸ اور حدیث ۳۶۱ و ۳۶۲ میں صحابہ نے ایک کپڑے میں

نماز پڑھنے کو جائز بتایا ہے۔ تیرہ احادیث صرف اس لیے نقل کی گئی ہیں کہ ایک کپڑے میں نماز جائز ہے۔

رسول کریمؐ کی بچپنے میں برہنگی

حدیث ۳۶۰ میں جابر ابن عبداللہ نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ بچپنے میں ایک مرتبہ برہنہ ہو گئے اور بے ہوش ہو گئے۔ اس کے بعد آپ کو کسی نے برہنہ نہیں دیکھا۔ اگر اس حدیث کا حضرت عائشہ کی ان احادیث سے موازنہ کیا جائے جن میں بی بی نے بتایا ہے کہ میں اور آنحضورؐ ایک برتن پہ ایک ساتھ غسل کرتے تھے تو سوال یہ پیدا ہوگا کہ جب ایک مرتبہ کے علاوہ آپ کو کسی نے برہنہ نہیں دیکھا تو پھر نظریہ جابر کا درست ہوگا یا حضرت عائشہ کا؟ اس حدیث سے نماز کے کتنے مسائل معلوم ہوئے اور امام بخاری کو اس حدیث کے نقل کرنے سے کتنا ثواب ملا؟ یہ تو اچھا ایجنٹ ہی بتا سکے گا۔

ریشمی کپڑے میں نماز

حدیث ۳۷۲ میں عقبہ ابن عامر نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے ایک مرتبہ ریشمی کپڑے میں نماز پڑھی تھی گویا ریشمی کپڑے میں نماز پڑھنا جائز ہوا۔

لال جوڑا اور سامنے کوئی چیز

حدیث ۳۷۳ میں ابوجحیفہ نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے ایک مرتبہ لال جوڑا پہن کر نماز پڑھی اور اپنے سامنے عصا وغیرہ گاڑھ لیا۔ گویا لال جوڑے میں نماز پڑھنا جائز ہے اور نمازی بوقت نماز اگر اپنے سامنے کوئی شے گاڑھ لے تو کسی کے سامنے گزر جانے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔

بیٹھ کر نماز

حدیث ۳۷۵ میں انس نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ ایک مرتبہ گھوڑے سے گر گئے۔

آپ نے تا شفایابی ایک تو ازواج سے کنارہ کشی کیے رکھی اور دوسرے کوٹھے کی چھت پر نماز پڑھاتے رہے اور حکم دیا کہ جب پیش نماز بیٹھ کر نماز پڑھے تو مقتدیوں کے لیے بھی بیٹھ جانا ضروری ہے۔

گویا مقتدیوں کو ہر صورت میں پیش نماز کی اقتداء کرنا ضروری ہے۔ اگر پیش نماز بصورت مجبوری بیٹھ کر نماز پڑھائے تو مقتدی بصورت اختیار بھی بیٹھ کر نماز پڑھیں۔

بحالتِ حیض نمازی کے سامنے سونا

حدیث ۳۷۶ میں حضرت میمونہ نے بتایا ہے کہ میں ایامِ حیض میں آنحضورؐ کے سامنے سوئی رہتی تھی اور آپ نماز پڑھتے رہتے تھے۔ گویا اگر بیوی ایامِ حیض میں شوہر کے سامنے سو رہے اور شوہر نماز پڑھتا رہے تو کوئی ہرج نہیں۔

پرانے بورے پر نماز

حدیث ۳۷۷ میں انس نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے پرانے بورے پر نماز پڑھی گویا پرانے بورے پر نماز پڑھنا درست ہے۔

چھوٹے مصلّٰی پر سجدہ

حدیث ۳۷۸ میں حضرت میمونہ نے بتایا ہے کہ چھوٹے مصلّٰی پر سجدہ جائز ہے۔

نمازی کے سامنے سونا

حدیث ۳۸۱ میں عروہ نے حضرت عائشہ کا آنحضورؐ کے سامنے دوران نماز سونا بتایا ہے یعنی جس طرح حالتِ حیض میں بیوی دورانِ نماز شوہر کے سامنے سو سکتی ہے۔ اسی طرح بلا حیض بھی نماز کے دوران شوہر کے سامنے سو جانے میں کوئی حرج نہیں۔

کپڑے پر سجدہ

حدیث ۳۸۲ میں انس نے کپڑے پر سجدہ کرنا بتایا ہے، گویا کپڑے پر سجدہ کرنا جائز ہے۔

نعلین میں نماز

حدیث ۳۸۳ میں انس نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے نعلین میں نماز پڑھی۔ گویا جوتے پہن کر نماز پڑھنا جائز ہے۔

موزوں پر مسح

حدیث ۳۸۴ میں جریر اور ۳۸۵ میں مغیرہ بن شعبہ نے موزوں پر مسح اور موزوں میں نماز پڑھنا بتایا ہے۔ گویا موزوں پر مسح بھی جائز ہے اور جوتوں کی طرح موزوں سمیت نماز پڑھنا بھی جائز ہے۔ تعجب ہے موزوں پر مسح تو جائز ہے لیکن ننگے پاؤں پر مسح جائز نہیں ہے۔

ہاتھ کھول کر نماز

حدیث ۳۸۷ میں عبداللہ ابن مالک نے آنحضورؐ کا ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا بتایا ہے۔ گویا ہاتھ کھول کر نماز پڑھنا بھی سنتِ رسولؐ ہے۔

آدابِ قبلہ

حدیث ۳۹۰، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶ میں آدابِ قبلہ بتائے گئے ہیں۔

کعبہ کے اندر نماز

حدیث ۳۹۲، ۳۹۳، ۴۵۷، ۴۸۳، ۴۸۴ میں کعبہ کے اندر نماز پڑھنے کو جائز بتایا گیا ہے۔

سواری پر نماز

حدیث ۳۹۴ میں سواری پر نماز پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔ گویا سواری پر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔

نسیانِ نبیؐ

حدیث ۳۹۵، ۳۹۸، ۴۶۹ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نماز میں بھول گئے۔ نماز ختم ہوجانے کے بعد صحابہ نے یاددلایا۔

تحویلِ قبلہ

حدیث ۳۹۷ میں عبداللہ ابن عمر نے بتایا ہے کہ بیت المقدس سے رُخ موڑ کر بیت اللہ کی طرف کیا گیا۔

آدابِ مسجد

حدیث ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۷، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۳، ۴۶۴، ان تیرہ احادیث میں آدابِ مسجد بتائے گئے ہیں۔

اذیتِ رسولؐ

حدیث ۴۱۰، ۴۱۱ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ جس طرح سامنے سے دیکھ سکتے تھے اسی طرح پشت پیچھے سے بھی دیکھ سکتے تھے۔

گھر میں نماز

حدیث ۴۱۶، ۴۱۷ میں عتبان ابن مالک نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے ہمارے گھر نماز پڑھی۔ گویا کسی کے گھر نماز پڑھنا جائز ہے۔

بھیڑوں کے باڑہ میں نماز

حدیث ۴۲۱ میں انس نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ مسجد بننے سے قبل بھیڑوں کے باڑہ میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ گویا بھیڑوں کے باڑہ میں نماز پڑھنا سنت رسولؐ ہے۔

نمازی کے سامنے کوئی شے ہو

حدیث ۴۲۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۸۰، ۴۸۵، ۴۸۸، ۴۸۹ اور ۴۹۶ میں بتایا گیا ہے کہ نمازی جب نماز پڑھنے لگے تو اپنے سامنے کوئی لاٹھی یا برچھا وغیرہ گاڑھ دے۔

نمازِ کسوف

حدیث ۴۲۳ میں عبداللہ ابن عباس نے آنحضورؐ کا نمازِ کسوف پڑھنا بتایا ہے، گویا نمازِ کسوف پڑھنا سنتِ رسولؐ ہے۔

نوافل گھر میں

حدیث ۴۲۴ میں عبداللہ ابن عمر سے نوافل کا گھر میں پڑھنا بتایا ہے۔ گویا نوافل گھر میں پڑھنا سنتِ رسولؐ ہے۔

مسجد میں سونا

حدیث ۴۳۱ میں عبداللہ ابن عمر نے بتایا ہے کہ میں جب کنوارا اور جوان تھا تو مسجد میں رات گزار لیتا تھا۔ گویا مسجد میں سونا جائز ہے۔

ہدیۂ مسجد

حدیث ۴۳۵ میں ابوقتادہ نے بتایا ہے کہ مسجد میں داخل ہونے کے بعد دو رکعت نماز ہدیۂ مسجد پڑھنا چاہیے۔ گویا ہدیۂ مسجد سنت ہے۔

تعمیر مسجد

حدیث ۴۴۱ میں حضرت عثمان نے اپنے دورِ حکومت تعمیر مسجد کی فضیلت سے متعلق ایک حدیث نقل کی ہے گویا تعمیر مسجد ثواب ہے۔

نمازِ باجماعت

حدیث ۴۹۶ میں ابوہریرہ نے نماز باجماعت کی فضیلت بتائی ہے۔

نمازِ تہجد

حدیث ۴۶۱ اور ۴۶۲ میں عبداللہ ابن عمر نے نمازِ تہجد کے متعلق بتایا ہے۔

سنتِ رسولؐ

حدیث ۴۷۰ میں سالم ابن عبداللہ نے مکہ اور مدینہ کے درمیان ایسے مقامات تلاش کیے ہیں جہاں آنحضورؐ نے دورانِ سفر نماز پڑھی تھی۔ گویا جہاں جہاں آنحضورؐ نے نماز پڑھی وہاں وہاں نماز پڑھنا سنتِ رسولؐ ہے۔

نمازی کے سامنے سے گزرنا

حدیث ۴۷۲ میں عبداللہ ابن عباس نے گدھے پر سوار ہوکر آنحضورؐ کے سامنے سے گزرنے کا ذکر کیا ہے۔ جب آپ مصروفِ نماز تھے گویا نمازی کے سامنے گزر جانے سے نماز میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔

نمازی کے سامنے گزرنا

حدیث ۴۸۸ اور ۴۸۹ میں ابوسعید اور ابوجہیم نے نمازی کے سامنے گزرنے والے کی مذمت نقل کی ہے اور اُسے شیطان کہا ہے۔

عبداللہ ابن عباس اور ابوسعید اور ابوجہیم کے باہمی تضاد کو رفع کرنے کے لیے

امید ہے کوئی اچھا ایجنٹ ہی سامنے آئے گا۔

ستون کے ساتھ نماز

حدیث ۴۸۱ اور ۴۸۲ میں سلمہ ابن اکوع اور انس نے ستون کے ساتھ نماز پڑھنے کے متعلق بتایا ہے۔ گویا مسجد میں ستون مسجد کے ساتھ نماز پڑھنا سنت رسولؐ ہے۔

بچے کو اُٹھا کر نماز پڑھنا

حدیث ۴۹۵ میں ابوقتادہ نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے ایک مرتبہ دورانِ نماز بچے کو اُٹھا رکھا تھا۔ گویا بچے کو اُٹھا کر نماز پڑھنا سنتِ رسولؐ ہے یا کم از کم جائز ہے۔

یہ ہے خلاصۃ الاحکام نماز جو ہمیں صحابہ سے ملا ہے۔ چونکہ ابھی تک احکامِ نماز ختم نہیں ہوئے اس لیے ابھی جاری ہے۔

کتاب مواقیت الصلوٰۃ

٭ کُل روایات: ۷۹ ٭ کُل محدث: ۲۰

- ٭ حضرت عائشہ، حدیث نمبر: ۵۱۹ تا ۵۲۱، ۵۴۱، ۵۴۴، ۵۴۲، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷
- ٭ حضرت عبداللہ ابن مسعود، حدیث نمبر: ۵۰۰، ۵۰۲، ۶۰۵
- ٭ حضرت عبداللہ ابن عباس، حدیث نمبر: ۵۰۱، ۵۱۸، ۵۳۷، ۵۵۵، ۵۵۶
- ٭ حضرت جریر ابن عبداللہ، حدیث نمبر: ۵۰۳، ۵۲۹، ۵۴۷
- ٭ حضرت حذیفہ ابن یمان، حدیث نمبر: ۵۰۳
- ٭ حضرت ابوہریرہ، حدیث نمبر: ۵۰۶، ۵۱۰، ۵۱۲، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۳، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۸، ۵۶۲
- ٭ حضرت انس بن مالک، حدیث نمبر: ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۵، ۵۱۷، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۵۰، ۵۵۲، ۵۷۱، ۵۷۴
- ٭ حضرت ابوبرزہ اسلمی، حدیث نمبر: ۵۱۶، ۵۲۲، ۵۴۴، ۵۴۳، ۵۷۳، ۵۷۵
- ٭ حضرت عبداللہ ابن عمر، حدیث نمبر: ۵۲۷، ۵۳۲، ۵۳۹، ۵۴۵، ۵۵۷، ۵۵۹، ۵۶۳، ۵۷۷
- ٭ حضرت بریدہ ابن خصیب، حدیث نمبر: ۵۲۸، ۵۶۸، ۵۷۰، ۵۷۵
- ٭ حضرت ابوموسیٰ اشعری، حدیث نمبر: ۵۳۳، ۵۴۲، ۵۴۸
- ٭ معاویہ ابن سفیان، حدیث نمبر: ۵۶۱

- حضرت عبدالرحمٰن ابن ابوبکر، حدیث نمبر: ۵۶۷
- حضرت سلمہ ابن اکوع، حدیث نمبر: ۵۳۶
- حضرت عبداللہ مزنی، حدیث نمبر: ۵۳۸
- حضرت سہل ابن سعد، حدیث نمبر: ۵۵۱
- حضرت ابوذر، حدیث نمبر: ۵۱۱، ۵۱۲
- حضرت ابوسعید خدری، حدیث نمبر: ۵۱۳، ۵۶۰
- حضرت رافع ابن خدیجؓ، حدیث نمبر: ۵۳۴
- حضرت جابر ابن عبداللہ، حدیث نمبر: ۵۳۵، ۵۴۰، ۵۷۲، ۵۷۴
- حضرت حارث ابن ربعی، حدیث نمبر ۵۶۹
- حضرت زید ابن ثابت، حدیث نمبر: ۵۴۹

خلفائے ثلاثہ اور مواقیت الصلوٰۃ

کتاب مواقیت الصلوٰۃ یعنی وہ کتاب جس میں نمازوں کے اوقات بتائے جائیں گے، کا آپ سرسری مطالعہ فرمایا ہے کُل احادیث بھی دیکھ لی ہیں۔ تمام محدثین کے نام بھی دیکھ لیے ہیں۔ ان بائیس محدثین میں سے آپ کو حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان کا کہیں بھی کوئی نام نہیں ملے گا، گویا:

ان تینوں حضرات نے نہ تو آنحضورؐ کو کسی وقت نماز پڑھتے دیکھا اور نہ ہی اُمت کے کسی فرد نے ان حضرات کو کسی وقت نماز پڑھتے دیکھا۔ نہ ان حضرات نے آنحضورؐ سے نماز کے کسی وقت کے متعلق کوئی بات پوچھی اور نہ ہی اُمت کے کسی فرد نے ان حضرات سے اوقاتِ نماز کے سلسلہ میں کوئی سوال کیا۔

کیونکہ ایک فطری سی بات ہے اگر ان حضرات میں سے کسی نے آنحضورؐ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا ہوتا یا اوقاتِ نماز کے سلسلہ میں آنحضورؐ سے کچھ دریافت کیا ہوتا تو

ضرور کسی نہ کسی وقت کسی محفل میں بات کر بیٹھتے کہ ہم نے فلاں وقت کی نماز آنحضورؐ کو فلاں جگہ پڑھتے دیکھا تھا۔ اس وقت صبح صادق طلوع ہو چکی تھی یا سورج طلوع نہیں ہوا تھا۔ زوالِ آفتاب ہو چکا تھا یا ابھی غروب نہیں ہوا تھا وغیرہ وغیرہ۔ یا ہم نے آنحضورؐ سے اوقاتِ نماز کی تفصیل فلاں جگہ دریافت کی تھی اور آپ نے یہ بتائی تھی۔

اسی طرح اگر اُمت کے کسی فرد نے ان کو کسی وقت نماز پڑھتے دیکھا ہوتا تو بحیثیت خلیفۂ وقت ہونے کے ان کا قول و فعل زیادہ مؤثر ہوتا اور بوقتِ اختلاف اُمت کا کوئی فرد تو کہتا کہ میں نے ان تینوں خلفاء میں سے فلاں خلیفہ فلاں وقت کی نماز فلاں جگہ نماز پڑھتے دیکھا تھا۔

اس کے مضمرات جو بھی ہوں ہمیں ان سے کوئی سروکار نہیں، یہ معاملہ ہمارا شخصی معاملہ نہیں بلکہ اُمت مسلمہ کا اجتماعی معاملہ ہے اور پوری اُمت کا دردِ سر ہے۔ اگر کبھی اُمت مسلمہ کے اربابِ اقتدار کو شیعہ دشمنی اور شیعہ کُشی سے فراغت مل گئی اور وہ تعصب کا چشمہ اُتار کے سر جوڑ کر بیٹھے تو ہماری کسی مداخلت کے بغیر تاریخ انھیں بتا دے گی کہ اس کے مضمرات کیا تھے اور ان خلفائے ثلاثہ سے کیوں کچھ نہیں ملتا۔

فی الحال تو ہم صرف آپ کی توجہ اس اہم مسئلہ کی طرف منذول کرا رہے ہیں کہ کتاب الوحی، کتاب الایمان، کتاب العلم، کتاب الوضوء، کتاب الغسل، کتاب الحیض، کتاب التیمم اور کتاب الصلوٰۃ کی طرح، کتاب مواقیت الصلوٰۃ بھی ان خلفائے ثلاثہ کے بیان سے قطعی خالی ہے۔

حالانکہ بقول سوادِ اعظم حضرت ابوبکر مسلم اوّل بھی تھے یارِ غار بھی تھے۔ سُسرِ رسولؐ بھی تھے اور خدا معلوم کیا کیا تھے۔ اسی طرح حضرت عمر مرادِ رسولؐ بھی تھے، یارِ نبیؐ بھی تھے، رعب و دبدبہ بھی رکھتے تھے اور حضرت عثمان دامادِ رسولؐ بھی تھے لیکن کتنا تعجب ہے کہ ان تین یاروں میں سے رحمۃ للعالمینؐ جیسے رفیق کی سیرت و کردار کے سلسلہ

میں ایک لفظ تک منقول نہیں۔

یہ کیسے یار تھے کہ نہ اپنے رفیق و محبوب سے وحی ربانی کا ایک لفظ سنتے ہیں نہ پوچھتے ہیں کہ آپ پر وحی کیسے نازل ہوتی ہے نہ ایمان کے سلسلہ میں اپنے رفیق سے پوچھتے ہیں کہ آپ نے تاجِ نبوت جو سر پر سجایا ہے ہمیں اپنے آبائی دین سے علیحدہ کیا ہے ہمیں کفر نگر سے اسلام آباد میں لے آئے ہیں۔ جس ایمان نے ہمیں آبرو دی ہے وہ ایمان کیا ہے اس کی تعریف کیا ہے اس کی شرائط کیا ہیں، ایمان میں خلل ڈالنے والی چیزیں کیا ہیں۔

یہ کیسے یار ہیں کہ اپنے محبوب سے علم کے متعلق کچھ بھی نہیں پوچھتے کہ آپ کا قرآن بھی علم کی ثناخوانی کرتا ہے۔ آپ کے پاس بیٹھنے والے دوسرے احباب بھی علم کے متعلق گفتگو کرتے رہتے ہیں۔ آخر ہمیں بھی تو کچھ معلوم ہونا چاہیے کہ علم کیا ہے، ہم اصحاب کی نسبت آپ سے زیادہ قریب ہیں اگر ہم سے بھی کوئی پوچھ بیٹھے تو کم از کم ہم فضائلِ علم تو سنا سکیں۔

یہ کیسے یار ہیں کہ اپنے محبوب قائد سے یہ تک نہیں پوچھتے کہ آپ جو دین، جو ضابطۂ حیات اور جو نظامِ زندگی لائے ہیں اس میں روزانہ پانچ مرتبہ وضو کرنا پڑتا ہے، دربارِ خالق میں حاضری دینا ہوتی ہے۔ حاضری دینے کے لیے دینے کو حاضری کے قابل بنانا پڑتا ہے۔ آپ ہمیں بتا دیں کہ وضو کیا ہے، وضو کی شرائط کیا ہیں؟ وضو کے واجبات کیا ہیں؟ وضو کے مستحبات کیا ہیں؟ وضو کے مکروہات کیا ہیں؟ کن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

یہ کیسے یار ہیں کہ اپنے حبیب سے نہیں پوچھتے کہ آپ جو اسلام لائے ہیں اس میں غسل بتاتے ہیں، نماز بتاتے ہیں، عورتوں کے لیے ایک غسلِ حیض بتاتے ہیں۔ یہ غسل کیا ہے، اس کی نیت کیا ہے، اس کا طریقہ کیا ہے، عورتوں کو غسلِ حیض کیسے کرنا

چاہیے، کب کرنا چاہیے، حیض کتنے دن ہوتا ہے۔ کم از کم اور زیادہ سے حیض کی مدت کیا ہے؟ آپ جو نماز پڑھاتے ہیں وہ نماز کتنے وقت پڑھنا چاہیے؟ کیسے پڑھنا چاہیے؟ نماز کی شرائط، واجبات، مستحبات، مکروہات اور مبطلات کیا ہیں؟ وغیرہ وغیرہ۔

محترم قارئین! ابو ہریرہ جیسے سات ہجری میں اسلام قبول کر کے چار سالہ قلیل مدت میں تو احکامِ اسلام کے ڈھیر لگا دیں لیکن مسلم اوّل، مرادِ رسولؐ اور دامادِ رسولؐ سے اسلام کے اہم احکام تک کے سلسلہ میں ایک لفظ تک نہ مل سکے۔

کیا یہ تعجب نہیں؟ کیا مقامِ حیرت نہیں؟ کیا آپ کے ذہن میں یہ سوال نہیں اُبھرتا کہ آخر جو لوگ اسلام سے نبرد آزما رہے ان سے بھی اسلام کے سلسلہ میں کچھ نہیں ملتا اور جو اسلام کے نام پر انتہائی قریب رہے ان سے کچھ منقول نہیں، ان دونوں میں فرق کیسے کیا جائے گا؟

حضرت عائشہ اور دیگر ازواج

مواقیت الصلوٰۃ یا اوقاتِ نماز کے باب میں کم و بیش بیاسی احادیث ہیں۔ جن میں سے دس عدد احادیث کی محدثہ تنہا بی بی عائشہ ہے۔ نہ یہ بات حیران کن ہے کہ بی بی نے بکثرت احادیث روایت کی ہیں کیونکہ دس احادیث اتنی کثیر تعداد نہیں ہے اور نہ یہ بات باعثِ تعجب ہے کہ بی بی نے کم احادیث روایت کی ہیں کیونکہ بیاسی میں سے دس احادیث کو جس طرح زیادہ نہیں کیا جاسکتا اسی طرح کم بھی نہیں کیا جاسکتا۔ البتہ باعثِ تعجب اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اوقاتِ نماز کے سلسلہ میں دیگر ازواج سے ایک لفظ بھی منقول نہیں۔

- کیا دیگر ازواج کو اوقاتِ نماز میں بیان کرنے کا موقعہ نہیں دیا گیا؟
- کیا دیگر ازواج کو اوقاتِ نماز سے دلچسپی نہ تھی؟
- اگر دیگر ازواج کو موقعہ نہیں دیا گیا تو اس کے اسباب سیاسی تھے یا اسلامی؟

- اگر اسلامی اسباب کی بنا پر دیگر ازواج کو موقعہ نہیں دیا گیا تو وہ کون سے اسباب تھے؟
- اگر سیاسی اسباب تھے تو اسلام اور احکامِ اسلام کا تقاضا یہی تھا؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ اقتدار پر بی بی کا ہم نوا گروپ چھایا ہوا تھا اس لیے دیگر ازواج کو اس موقعہ سے محروم رکھا گیا؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ اقتدار پر قابض افراد کی نظر میں احکامِ اسلام کا ایک مخصوص نظریہ تھا اور بی بی اس نظریہ پر پوری اُترتی تھی جب کہ دیگر ازواج اس کسوٹی پر پوری نہیں اُترتی تھیں۔
- ممکن ہے یہ کہا جائے کہ صرف اوقاتِ نماز میں دیگر ازواج کی احادیث نہیں ہیں ورنہ دوسرے ابواب میں تو دیگر ازواج سے بھی احادیث منقول ہیں۔ اس لیے یہ خیال غلط ہے کہ اربابِ اقتدار کی نظر میں ایک مخصوص نصب العین تھا، لہٰذا دیگر ازواج کو موقعہ نہیں دیا گیا۔ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو اہلِ بیتؑ کی طرح دیگر ازواج کو بھی پوری صحیح بخاری میں جگہ نہ ملتی۔

اس کے جواب میں اولاً تو یہ گزارش ہے کہ بخاری کے دیگر ابواب میں آپ ملاحظہ فرمالیں۔ دیگر ازواج سے احادیث نہ ہونے کے برابر ہیں اور اگر ہیں تو صرف اسی حد تک جس حد تک دیگر ازواج نے بی بی کی رہنمائی کی ہے۔ دیگر ازواج سے کوئی ایسی حدیث نہیں ملتی جو بی بی کے نظریہ سے متصادم ہو یا وہی حدیث لی گئی ہے جو بالکل الگ راہ بتاتی ہو؟

اس وقت تک کی صحیح بخاری کی گذشتہ احادیث میں سے دیگر ازواج سے معدودے چند منقولہ احادیث انگلیوں پر گنی جاسکتی ہیں اگرچہ ذرا سا طول ہوجائے۔ لیکن یہ طول بھی باعثِ ملول نہیں ہوگا۔ ایک نظر میں دیگر ازواج سے منقولہ احادیث آپ بھی

دیکھ لیں۔

* کتاب الوحی کی کُل چھے احادیث میں سے دو احادیث میں سے ۳/۱ حصہ تنہا بی بی سے منقول ہے اور کسی زوجہ سے اس سلسلہ میں کچھ بھی مروی نہیں حالانکہ دیگر تمام ازواج بھی آنحضورؐ کے حبالۂ عقد میں بعد از ہجرت داخل ہوئی ہیں اور ان کی شادیوں میں اتنا زیادہ فاصلہ بھی نہیں۔ کتاب الوحی میں بی بی سے منقولہ احادیث آپ خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ بی بی نے آنحضورؐ سے روایت نہیں کیں، بلکہ لوگوں سے سنی سنائی بات بتائی ہے، ممکن ہے دیگر ازواج میں سے کسی نے آنحضورؐ سے آغازِ وحی کا واقعہ پوچھا ہو لیکن بی بی کو جگہ ملی ہے اور کسی زوجہ کو موقعہ نہیں دیا گیا حتیٰ کہ اسلام کی خاتونِ اول حضرت خدیجۃ الکبریٰ جو آغازِ وحی کی چشم دید گواہ تھیں سے بھی ایک لفظ تک نقل نہیں کیا گیا۔

* کتاب الایمان کی اُنچاس احادیث میں سے آپ حضرت عائشہ کی احادیث بھی ملاحظہ فرمالیں اور دیگر ازواج میں سے کسی زوجۂ نبیؐ کا نام بھی تلاش کر لیں۔ اگر مل جائے تو ہمیں بھی مطلع کر دیں۔

* کتاب العلم کی بیاسی احادیث میں صرف حضرت اُم سلمہ کو موقعہ فراہم کیا گیا ہے۔ حدیث نمبر ۱۱۵ اور ۱۳۲ صرف دو احادیث حضرت اُم سلمہ سے مروی ہیں جہاں تک ہم سمجھتے ہیں اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ امام بخاری کو حضرت عائشہ کی طرف سے چونکہ کتاب العلم کے سلسلہ میں ایک حدیث ۱۲۸ کے سوا اور کچھ نہ مل سکا اس لیے حضرت اُم سلمہ کو کتاب العلم میں جگہ مل گئی ہے۔ حضرت اُم سلمہ کے سوا آپ اس کتاب کا بار بار مطالعہ کریں۔ آپ کو کسی زوجۂ نبی سے علم کے سلسلہ میں ایک لفظ بھی نہ ملے گا؟

* کتاب الوضوء کی ایک صد بارہ احادیث میں سے حضرت عائشہ کی احادیث اور ان

کی تعداد آپ سابقاً ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ ان کی ایک سو بارہ احادیث میں سے حضرت عائشہ کے علاوہ دیگر آٹھ ازواج میں سے صرف حضرت میمونہ کو ایک جگہ مل سکی ہے اور وہ ہے حدیث ۲۰۹۔ ورنہ اگر ازواج میں سے کسی زوجہ سے بھی ایک لفظ نقل کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔

* کتاب الغسل کو چھیالیس احادیث میں سے آپ نے حضرت عائشہ کی احادیث ملاحظہ فرمائی ہیں جو تعداد میں زیادہ ہیں۔ حضرت میمونہ کی سات اور حضرت اُم سلمہ سے صرف ایک حدیث لی گئی ہے۔ حضرت میمونہ کی احادیث کا موازنہ حضرت عائشہ کی احادیث سے کرلیں۔ لفظی اختلاف کے علاوہ مفہوم چنداں فرق نہیں ہوگا۔ اُمید ہے ہماری وہ بات ذہن میں ہوگی کہ دیگر ازواج سے صرف وہی احادیث قبول کی گئی ہیں جو ایک مخصوص مکتبِ فکر سے تعلق رکھتی تھیں۔

* کتاب الحیض کی اڑتیس احادیث میں سے حضرت عائشہ کی تیئیس احادیث تو آپ نے ملاحظہ فرمالی ہیں۔ اڑتیس میں سے بقیہ پندرہ احادیث میں سے حضرت اُم سلمہ سے تین اور حضرت میمونہ سے صرف ایک حدیث منقول ہے۔ حضرت اُم سلمہ اور حضرت میمونہ کی احادیث کا موازنہ آپ حضرت عائشہ کی احادیث سے کریں۔ لفظی اختلاف کے علاوہ آپ کو کوئی فرق محسوس نہیں ہوگا۔ دیگر چھے ازواج سے ایک لفظ بھی منقول نہیں۔

* کتاب التیمم کی سولہ احادیث میں سے حضرت عائشہ سے تو دو احادیث مروی ہیں لیکن دیگر ازواج سے اس سلسلہ میں ایک لفظ بھی نہیں۔

* کتاب الصلوٰۃ کی ایک صد انسٹھ احادیث میں سے چوبیس احادیث حضرت عائشہ سے منقول ہیں۔ چار احادیث حضرت میمونہ سے مروی ہیں اور ایک حدیث حضرت اُم سلمہ سے نقل کی گئی ہے۔ دیگر چھے ازواج سے بخاری خالی ہے۔ بلکہ

اگر یہ کہا جائے کہ اُمت مسلمہ کو ان کے احکامِ اسلام سے محروم رکھا گیا ہے۔
حضرت میمونہ اور حضرت اُم سلمہ کو بھی جو جگہ دی گئی ہے وہ نہ دینے کے برابر ہے۔

※ زیرِنظر کتاب مواقیت الصلوٰۃ میں تو حضرت عائشہ سے دس احادیث مروی ہیں لیکن دیگر آٹھ ازواج سے ایک لفظ بھی منقول نہیں۔

آخر اس کی کوئی وجہ تو ہونی چاہیے اگر کوئی معقول اور قابلِ قبول وجہ تو بتا دے تو عنایت ہوگی۔ معلوم تو ایسے ہوتا ہے کہ خلفائے ثلاثہ نے بعض مصالح کی وجہ سے اسلام اور احکامِ اسلام میں عمداً حصہ نہیں لیا۔ اور حضرت عائشہ کے سوا دیگر ازواج کو اہلِ بیتؑ کی طرح حصہ لینے نہیں دیا گیا بلکہ محدثین کو دُور رکھا گیا۔

اچھا بہرصورت وجہ جو بھی ہو، آیئے ہم حضرت عائشہ سے اوقاتِ نماز کے مسائل معلوم کریں۔

حضرت عائشہ اور اوقاتِ نماز

نمازِ عصر کا وقت

(۱) بخاری، ج ۱، ص ۴۵۸، حدیث ۵۰۰، باب: نماز کے وقتوں اور ان کی فضیلت کا بیان

حدثتنی عائشة ان رسول الله كان يصلی العصر والشمس فی حجرتها قبل ان تظهر

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''مجھ کو حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ آنحضرتؐ عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جب دھوپ ان کے حجرے میں رہتی تھی اُوپر نہ چڑھتی تھی''۔

ضروری نوٹ: اس حدیث کو امام بخاری نے حدیث ۵۰۰ میں تحریر کیا ہے، اسے علیحدہ نمبر نہیں دیا حالانکہ اس کا سلسلہ سند قطعی جدا ہے۔ اس کا مقصد امام بخاری جانیں ہم نے حدیث کو اسی نمبر سے پیش کر دیا ہے جس کے ذیل میں حدیث ہے۔ کہیں کوئی یہ

نہ کہنے لگے کہ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے ہی نہیں۔

(۳) بخاری، ج ۱، ص ۳۷۱، حدیث ۵۱۹، باب: عصر کا وقت:

عن عائشة ان رسول الله صلى العصر والشمس فی حجرتها لم یظهر الفئ من حجرتها

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ نے کہا کہ آنحضرتؐ عصر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے کہ دھوپ ان کے حجرے میں تھی۔ سایہ وہاں نہیں پھیلا تھا''۔

(۴) بخاری، ج ۱، ص ۳۷۱، حدیث ۵۲۱، باب ایضاً

عن عائشة قالت کان النبی یصلی صلٰوة العصر والشمس طالعة فی حجرتها لم یظهر الفئ بعد

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ عصر کی نماز اس وقت پڑھتے کہ دھوپ میرے حجرے میں رہتی اور ابھی سایہ نہ پھیلا''۔

جائزہ

ان چار احادیث میں بی بی نے صرف عصر کی نماز کا وقت بتایا ہے۔ ان احادیث کے مطابق بی بی کے حجرہ کا دروازہ مغرب کی طرف تھا اور سورج ڈھلنے کے بعد دھوپ بی بی کے حجرہ کے اندر آجاتی تھی چونکہ سعودی عرب عین خط استواء پر واقع ہے لہٰذا سورج ڈھلتے ہی دھوپ بی بی کے حجرہ میں آجاتی ہوگی اور جوں جوں سورج نیچے جاتا ہوگا۔ دھوپ بڑھتی جاتی ہوگی اور عین غروب کے وقت دھوپ بی بی کے حجرہ سے ختم ہوگی۔

اس تمہیدی تحقیق کے بعد اب احادیث میں غور فرمائیے پھر نمازِ عصر کا وقت معین کیجیے۔

☼ حدیث نمبر ۵۰۰ کے لفظ ہیں: والشمس فی حجرتها قبل أن تظهر۔ مولانا

وحیدالزمان: دھوپ ان کے حجرے میں رہتی تھی اُوپر نہ چڑھتی تھی۔

❁ حدیث ۵۱۹ کے لفظ ہیں: والشمس لم تخرج من حجرتها ، مولانا وحیدالزمان: دھوپ ان کے حجرے میں رہتی اُوپر نہ چڑھتی۔

❁ حدیث ۵۲۰ کے لفظ ہیں: والشمس فی حجرتها لم یظهر الفئی من حجرتها، مولانا وحیدالزمان: دھوپ ان کے حجرے میں تھی سایہ وہاں نہیں پھیلا تھا۔

❁ حدیث ۵۲۱ کے لفظ ہیں: والشمس طالعة فی حجرتی لم الفئی بعد، مولانا وحیدالزمان: دھوپ میرے حجرے میں رہتی اور ابھی سایہ نہ پھیلا ہوتا۔

گویا سورج ڈھلنے کے بعد سے غروبِ آفتاب تک عصر کا وقت ہے، کیونکہ حجرے میں دھوپ آنے کے بعد حجرے سے اِس وقت نکل سکتی ہے جب سورج غروب ہو۔ موجودہ دور کے نمازی جو گھنٹوں میں وقت کی تعیین کرتے ہیں اور ان کے مقرر کردہ وقت سے پہلے عصر کی نماز پڑھنے والوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ ذرا ایک مرتبہ حج پر جا کر بخاری شریف کو سامنے رکھ کر مدینہ منورہ میں قیام کے دوران کمرے میں سورج کے آنے اور پھر سایہ کے اُٹھنے کا وقت نوٹ کریں۔ پھر حضرت عائشہ کے ماننے والوں کو بتائیں کہ حضرت عائشہ نے نمازِ عصر کا کون سا وقت بتایا ہے اور یہ لوگ کیسی نمازیں پڑھا رہے ہیں۔

نمازِ عشاء کا وقت

۵ بخاری، ج ۱، ص ۳۸۳، حدیث ۵۴۱، باب: عشاء کی فضیلت:

عائشة اخبرته قالت اعتم رسول الله لیلة بالعشاء وذلك قبل ان یفشو الاسلام فلم یخرج حتی قال عمر نام النساء والصبیان فخرج فقال لاهل المسجد ما ینتظرها احد من اهل الارض غیرکم

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ نے بیان کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک رات عشاء کی نماز میں جب کہ ابھی تک اسلام عام نہیں ہوا تھا، دیر کی تو آپ گھر سے برآمد نہ ہوئے۔ یہاں تک کہ حضرت عمر نے بآواز بلند پکارا۔ عورتیں اور بچے سو گئے۔ اس وقت آپ برآمد ہوئے اور مسجد میں لوگ جمع تھے ان سے فرمایا: تمھارے سوا ساری زمین والوں میں کوئی کوئی اس نماز کا منتظر نہیں''۔

(۹) بخاری، ج ۱، ص ۳۸۵، حدیث ۵۴۴۔ باب: عشاء کی نماز سے پہلے سونا مکروہ ہے:

عائشة قالت اعتم رسول الله بالعشاء حتٰی ناداہ عمر الصلٰوة ـــــ نام النساء والصبیان فخرج فقال ما ینتظرھا احد من اھل الارض غیرکم ولا تصلی یومئذ الا بالمدینة

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ آنحضرتؐ نے عشاء کی نماز میں دیر کی یہاں تک کہ حضرت عمر نے آپ کو پکارا۔ نماز کے لیے تشریف لائیے، عورتیں اور بچے تو سو گئے۔ اس وقت آپ برآمد ہوئے اور فرمایا: ساری زمین میں تمہارے سوا اور کوئی لوگ اس نماز کی انتظار میں نہیں ہیں۔ ان دنوں مدینہ کے سوا اور کہیں نماز ہی نہیں ہوتی تھی''۔

جائزہ

دونوں حدیثیں اور مولانا وحید الزمان کا ترجمہ آپ نے دیکھ اور پڑھ لیا ہے۔
اوّلاً: تو ان ہر دو احادیث نے نمازِ عشاء کا وقت نہیں بتایا بلکہ نمازِ عشاء کی فضیلت بیان کی

ہے، البتہ اس فضیلت کے ذیل میں وقت بھی یوں نکلتا ہے کہ نماز عشاء اتنی تاخیر سے پڑھتے تھے کہ عورتیں اور بچے سونے لگ جاتے تھے۔ تقریباً ہر شخص کو معلوم ہے کہ موسمِ گرما میں دس بجے سے پہلے اور موسمِ سرما میں آٹھ بجے سے پہلے نہ عورتیں سوتی ہیں اور نہ بچے۔ اس لحاظ سے نمازِ عشاء کا وقت آج کل گھڑیوں کے مطابق سردیوں میں آٹھ بجے اور گرمیوں میں دس بجے ہونا چاہیے تھا۔

لیکن آج کل تو ہم دیکھتے ہیں کہ مغرب اور عشاء میں ایک یا ڈیڑھ گھنٹہ کا فاصلہ رکھا جاتا ہے خدا معلوم یہ وقت کہاں سے لیا گیا ہے؟ اور کس نے دیا ہے؟ حالانکہ سنتِ رسولؐ تو یہ نہیں ہے، جانے اہلِ سنت نے اس وقت سے کیسے اغماز کر رکھا ہے؟

ثانیاً: ان دو احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک واقعہ کی دو تعبیریں ہیں بلکہ دو مختلف واقعات ہیں کیونکہ دونوں حدیثوں کے الفاظ اور ترجمہ ہر دو مختلف ہیں۔ گویا آنحضورؐ کے ایک مرتبہ نمازِ عشاء میں تاخیر نہیں کی بلکہ دو مرتبہ تاخیر کی ہے اور تاخیر بھی کسی عذر کی وجہ سے نہیں کی بلکہ عمداً کی ہے ورنہ آپ نے اس وقت تاخیر سے برآمد ہونے کی معذرت کے بجائے اس وقت کی فضیلت بیان کی ہے اور اُمت کو بتایا ہے کہ جتنا ہو سکے نمازِ عشاء تاخیر سے پڑھا کرو۔

ثالثاً: دونوں احادیث میں حضرت عمر کا رویہ قابلِ غور ہے، حضرت عائشہ اور مولانا وحید الزمان کے ترجمہ کے مطابق، بھری مسجد میں سے اور کسی میں اتنی ہمت نہ ہو سکی کہ وہ اتنی بلند آواز سے پکارے، یہ کام صرف حضرت عمر ہی انجام دے سکتے تھے۔

حضرت عمر کے ایسا کرنے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے۔ یہ تو ہمارے بھائی ہی بتا سکتے ہیں البتہ ہم چند سوالات کی طرف متوجہ کر سکتے ہیں:

- حضرت عمر آنحضورؐ کے سُسر ہونے کی وجہ سے آپ کے گھر بھی جا سکتے تھے لیکن حضرت عمر نے اندر جا کر بلانے کی بجائے مسجد سے کھڑے ہو کر کیوں پکارا؟

- کیا حضرت عمر کے اندر جانے پر پابندی تھی؟
- اگر پابندی تھی تو کیوں؟
- اگر پابندی نہیں تھی تو کیا حضرت عمر خود اندر جانا پسند نہیں کرتے تھے؟
- اگر اندر جانا پسند نہیں کرتے تھے تو کیوں؟
- حضرت عمر کے اس رویہ کو مولانا وحید الزمان کے اس تبصرہ کے ذیل میں دیکھئے جو مولانا نے کتاب الصلوٰۃ حدیث ۴۶۹، ص ۳۲۵ میں کیا ہے۔ یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ سے منقول ہے۔ حدیث کافی طویل ہے ہم حسب ضرورت حصے کا ترجمہ از مولانا وحید الزمان پیش کر رہے ہیں:

> ''ابو ہریرہ سے ہے کہ آنحضرتؐ نے ہم کو نماز پڑھائی۔ شام کی دو نمازوں میں سے کوئی نماز (ظہر یا عصر کی) محمد ابن سیدین نے کہا: ابو ہریرہ نے بیان کیا تھا کہ وہ کون سی نماز تھی لیکن میں بھول گیا۔[ف۱] خیر آپ نے ہم کو دو رکعت نماز پڑھا کر سلام پھیر دیا۔ پھر ایک لکڑی کی طرف گئے جو مسجد میں اڑی پڑی ہوئی تھی۔ اس پر ٹیکا دیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا آپ غصے میں ہیں اور اپنا داہنا ہاتھ بائیں پر رکھا اور انگلیوں کو قینچی کیا۔[ف۲] اور اپنا داہنا گال بائیں ہتھیلی کی پشت پر رکھا اور جو لوگ جلد باز تھے۔ وہ مسجد کے دروازوں سے پار ہو گئے۔ تب لوگوں نے آپس میں کہنا شروع کیا۔ کیا نماز میں کمی ہوگی۔ اس وقت لوگوں میں ابوبکر و عمر بھی تھے وہ آپ سے بات کرنے میں ڈرے''۔[ف۳]

حدیث تو آگے بھی جاتی ہے اس حدیث پر مزید تبصرہ تو بعد میں کسی مناسب وقت کیا جائے گا کیوں کہ اس موضوع کی صرف یہی حدیث نہیں ہے بلکہ صحیح بخاری میں

دیگر احادیث بھی ہیں۔ ان شاء اللہ اگر زندگی نے وفا کی تو اس موضوع پر تفصیل سے بات کریں گے۔ ہم نے صرف حسبِ ضرورت ترجمہ پیش کیا ہے۔ ترجمہ میں آپ نے ف ۱، ف ۲ اور ف ۳ دیکھا ہے۔ یہ نمبر مولانا وحید الزمان نے حاشیہ لگانے کے لیے دیئے ہیں۔ حدیث میں آپ نے یہ دیکھ لیا ہے کہ لوگوں میں ابوبکر و عمر بھی تھے۔ وہ آپ سے بات کرنے میں ڈرے۔ ترجمہ کے اس جملہ کا حاشیہ مولانا وحید الزمان نے یوں لکھا ہے:

ف ۳: جتنا کوئی شخص زیادہ مقرب ہوتا ہے، اتنا ہی اس کو ڈر اور لحاظ زیادہ ہوتا ہے۔ ابوہریرہ کے مذکورہ جملہ اور مولانا وحید الزمان کا حاشیہ آپ نے دیکھ لیا ہے۔ اب ابوہریرہ کے اس جملہ اور مولانا وحید الزمان کے اس ترجمہ کو حضرت عائشہ کی زیرِ نظر حدیث کے مقابلہ میں ملاحظہ فرمایئے:

- جب نماز بھول گئے چار رکعت کے بجائے دو رکعت نماز پڑھا دی۔ یہ کوئی معمولی حادثہ نہیں تھا لیکن حضرت ابوبکر و عمر دونوں نے سوال نہ کیا اور آج آنحضورؐ نے ذرا دیر کی تو حضرت عمر بجائے اس کے کہ اندر جا کر آپ کو بلا لاتے مسجد ہی میں کھڑے کھڑے بآواز بلند پکار رہے ہیں۔

ان دونوں تہذیبوں میں کتنا رابطہ ہے؟ اور کتنا تعلق ہے؟ آپ کو مسجد سے کھڑے ہوکر بآواز بلند پکارنا زیادہ اہم تھا۔ یا بھولی ہوئی نماز کے متعلق پوچھنا زیادہ اہم تھا، حالانکہ:

- حضرت عمر خود جانا گوارا نہیں کرتے تھے تو کسی عورت یا بچے کو بھیج کر آنحضورؐ کو کیوں اس بے چینی کی اطلاع نہ دی؟ کہیں مقصد توہینِ رسول اکرمؐ تو نہیں؟
- جہاں نماز بھول گئے وہاں ڈر کا بہانہ کر کے خاموش ہوگئے اور جہاں نماز میں ذرا تاخیر ہوئی تو لگے مسجد سے کھڑے ہو کر آوازیں لگانے۔
- حضرت عائشہ نے حضرت عمر کی پکار کی تو سنائی ہوگی کیونکہ ممکن ہے یہ دونوں راتیں

جن میں حضرت عمر نے آپ کو مسجد میں کھڑے ہو کر پکارا حضرت عائشہ کی باری کی ہو لیکن آپ نے جب میں تشریف لا کر نمازِ عشاء کی فضیلت بیان کی تو بی بی نے وہ کیسے سُن لی؟

- کیا بی بی بھی آنحضرتؐ کے ساتھ تشریف لے آئی تھیں؟
- اگر بی بی ساتھ آئی تھیں تو اس کا کوئی ثبوت؟
- اگر بی بی ساتھ نہیں آئی تھیں تو پھر بی بی کو کس نے بتایا؟

نمازِ صبح کا وقت

(۷) بخاری، ج۱، ۳۹۰، حدیث ۵۵۲، باب: فجر کی نماز کا وقت:

عائشة اخبرته قالت كن نساء المومنات يشهدن مع رسول الله صلوٰة الفجر متعلفقات بمرتهن ثم ينقلبن الى بيوتهن حين يقضين الصلوٰة لا يعرفهن احد من الغسلس

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: "حضرت عائشہ نے بیان کیا ہے کہ آنحضرتؐ کے ساتھ صبح کی نماز میں مسلمان عورتیں اپنی چادریں لپیٹے ہوئے آئیں۔ پھر نماز پڑھ کر اپنے گھروں کو لوٹ جائیں، اندھیروں کی وجہ سے کوئی ان کو نہ پہچان سکتا"۔

جائزہ

یہ تو ہے سنتِ رسولؐ اور نمازِ صبح کا وقت جو آپ نے بی بی کی زبانی سنا ہے؟ اب سوال یہ ہے کہ:

- اہلِ سنت کے بڑے بڑے لوگ کیا نمازِ صبح اسی وقت پڑھتے ہیں؟

- اگر کسی مسجد میں اس سنت پر عمل ہوتا ہے تو اس کی نشان دہی کی جائے؟
- اگر اس سنت پر عمل نہیں ہوتا تو اس کی وجہ کیا ہے؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ اب لوگوں کو بتایا جاتا ہے کہ نمازِ صبح کی جماعت طلوعِ آفتاب کے جتنا قریب پڑھی جائے ثواب اتنا زیادہ ہوتا ہے۔
- کہیں یہ مسئلہ اموی اور عباسی حکمرانوں کے زمانہ کی پیداوار تو نہیں؟
- کہیں اموی اور عباسی حکمرانوں کی خوشامد نے تو اس مسئلہ کو جنم نہیں دیا؟
- اگر یہ مسئلہ شاہی آثار میں سے نہیں تو کس حدیث سے لیا گیا ہے؟

عصر کے بعد نوافل

(۸) بخاری، ج ۱، ص ۳۹۵، حدیث ۵۶۴، باب: عصر کے بعد قضا نمازیں یا اس کی مانند مثلاً جنازے کی نماز وغیرہ پڑھنا:

عائشة قالت والذی ذهب به مائدکهما حتٰی لقی الله وما لقی الله حتٰی ثقل عن الصلٰوة وكان یصلی كثیرًا من صلٰوته قاعدًا ثعتی امر كعتین بعد العصر وكان النبی یصلیهما ولا یصلیهما فی المسجد مخافة ان یثقل علی اُمته وكان یحب ما تحفف عنهم

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہؓ نے کہا: خدا کی قسم! جس نے آنحضرتؐ کو اُٹھا لیا آپؐ نے خدا سے ملنے تک ان دو رکعتوں کو نہیں چھوڑا اور آپؐ خدا سے نہیں ملے یہاں تک کہ نماز سے بوجھل ہوگئے اور آپؐ اپنی نماز اکثر بیٹھ کر پڑھتے تھے دو رکعتوں سے مراد عصر کے بعد دو رکعتیں ہیں اور آنحضرتؐ ان کو پڑھا کرتے لیکن مسجد میں نہیں پڑھتے۔ اس ڈر سے کہ آپ کی

اُمت پر بار نہ ہو اور آپ کو اپنی اُمت کا ہلکا رکھنا پسند تھا"۔

(۹) بخاری، ج۱، ص۳۹۶، حدیث ۵۶۵، باب ایضاً

قالت عائشة ابن اختی ما ترك النبی السجدتین بعد العصر قط

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: "حضرت عائشہ نے کہا: "اے میرے بھانجے آنحضرتؐ نے عصر کے بعد یہ دو رکعتیں کبھی میرے پاس آن کر ناغہ نہیں کیں"۔

(۱۰) بخاری، ج۱، ص۳۹۶، حدیث ۵۶۶، باب ایضاً

عن عائشة قالت رکعتان لم یکن رسول الله یدعهما سرًا وعلانیته رکعتان قبل الصبح ورکعتان بعد العصر

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: "حضرت عائشہ نے کہا: دو رکعتیں صبح کی نماز پہلے یعنی صبح کی سنتیں اور دو رکعتیں عصر کے بعد ان کو آنحضرتؐ نے کبھی نہیں چھوڑا، نہ پوشیدہ نہ کھلے"۔

(۱۱) بخاری، ج۱، ص۳۹۶، حدیث ۵۶۷، باب ایضاً

عائشة قالت ما کان النبی یاتینی فی یوم بعد العصر الاصلی رکعتین

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: "حضرت عائشہ نے کہا کہ آنحضرتؐ جب کبھی عصر کے بعد میرے گھر آتے تو دو رکعتیں پڑھتے"۔

جائزہ

ان چار احادیث میں بی بی نے عصر کے بعد دو رکعتوں کا پڑھنا بتایا ہے۔ گویا

حضرت عائشہ کی ان گیارہ احادیث میں ہمیں جن نمازوں کے اوقات ملے ہیں۔ وہ صرف دو نمازیں ہیں:

- حدیث نمبر ۵۰۰، ۵۱۹، ۵۲۰ اور ۵۲۱ عصر کا وقت بتایا گیا ہے۔
- حدیث ۵۴۱ اور ۵۴۴ میں نمازِ عشاء کی فضیلت بتائی گئی ہے۔
- حدیث ۵۵۲ میں نمازِ صبح کا وقت بتایا گیا ہے۔
- حدیث ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶ اور ۵۶۷ میں عصر کے بعد دو رکعتوں کی اہمیت بتائی گئی ہے۔

نو برس صحبت اور زوجیتِ رسولؐ میں گزارنے کے بعد اوقاتِ نماز کے سلسلہ میں ترکہ یہ ہے جو بی بی نے ہمیں دیا ہے اور ہم نے آپ کے سامنے صحیح بخاری سے چن چن کر پیش کر دیا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ:

- بی بی نے نمازِ مغرب اور نمازِ ظہر کا وقت کیوں نہیں بتایا؟
- کیا ان دو اوقات کو بعد از نبی داخلِ نماز کیا گیا ہے؟
- کہیں آنحضورؐ صرف تین وقت تو نماز نہیں پڑھتے تھے؟
- اگر آنحضورؐ علیحدہ علیحدہ پانچ وقت ہی نماز پڑھتے تھے تو دو وقت بی بی کی نگاہوں سے اوجھل کیوں رہ گئے؟
- بی بی نے جن تین اوقات کا ذکر کیا ہے کیا یہ کافی ہے؟
- اگر کافی ہے تو برادرانِ اہلِ سنت نے پانچ وقت کیسے بناتے ہیں؟
- جن دیگر صحابہ نے ظہر اور مغرب کا وقت بتایا ہے کہ وہ حضرت عائشہ سے زیادہ قابلِ اعتماد تھے؟
- اگر وہ زیادہ قابلِ اعتماد تھے تو اس کی وجہ کیا ہے؟
- اگر زیادہ قابل نہ تھا تو پھر بی بی کے بتائے گئے اوقاتِ نماز سے دو اوقات کا

اضافہ کیوں کیا گیا؟

مواقیت الصلوٰۃ کی تمام احادیث پر سرسری نظر

حضرت عائشہ کی احادیث کا تفصیلی جائزہ لینے کے آیئے صحیح بخاری کی اس کتاب میں پیش کردہ دیگر احادیث کا سرسری جائزہ لیتے چلیں تا کہ دین کامل سے مختصر آشنائی ہو جائے۔

- حدیث ۵۰۰ میں عبداللہ ابن مسعود نے مغیرہ ابن شعبہ کو پانچ اوقات تفصیل عجیب مضحکہ خیز انداز میں بتائی ہے۔
- حدیث ۵۰۱ عبداللہ ابن عباس سے منقول ہے اس میں اَوقاتِ نماز سے متعلق ایک بات بھی مذکور ہیں۔
- حدیث ۵۰۲ جریر ابن عبداللہ کی روایت ہے یہ بھی اَوقاتِ نماز کے ذکر سے خالی ہے۔
- حدیث ۵۰۳ حذیفہ یمان سے منقول ہے، اس میں اوقاتِ نماز سے متعلق کوئی بات نہیں۔
- حدیث ۵۰۴ میں عبداللہ ابن مسعود نے صبح وشام نماز پڑھنے کی تاکید نقل کی ہے۔
- حدیث ۵۰۵ میں عبداللہ ابن مسعود نے عظمتِ نماز کا ذکر کیا ہے؟
- حدیث ۵۰۶ میں ابو ہریرہ سے فضیلتِ نماز منقول ہے۔
- حدیث ۵۰۷ حدیث نہیں ہے۔ انس ابن مالک کے آنسو ہیں۔ انس نے لوگوں میں اسلام دیکھ کر آنسو بہائے صرف ترجمہ ملاحظہ فرمالیجیے:

> ''انس نے کہا: میں تو آنحضرتؐ کے وقت کی اب کوئی بات نہیں دیکھتا۔ لوگوں نے کہا: نماز تو ہے؟ انھوں نے کہا: نماز میں بھی جو تم نے کر رکھا ہے وہ کر رکھا ہے''۔

یہ ترجمہ مولانا وحید الزمان کا ہے۔ حاشیہ میں مولانا نے صرف لکھا ہے کہ انس نے نماز کو دیر سے پڑھنے پر شکوہ کیا۔ لیکن انس کے اپنے جملے آپ کے سامنے ہیں۔ انس نے نماز کو دیر سے پڑھنے کی بات نہیں کی بلکہ انس نے کہا ہے: ''نماز میں بھی جو تم نے کر رکھا ہے'' __ یعنی نماز کی شکل ہی بگاڑ کر رکھ دی ہے۔ انس کہتا ہے کہ اب زمانہ رسالت کی ایک چیز بھی نظر نہیں یعنی زمانہ رسالت دین تھا، ایمان تھا، اسلام تھا، خلوص تھا، محبت تھی، پیار تھا، عزت تھی، احترام تھا، زمانہ رسول میں روزہ تھا، نماز تھی، حج تھا، زکوٰۃ تھی، امر بالمعروف تھا، نہی عن المنکر تھا، اب وہ بھی نہیں۔ زمانہ رسول میں صداقت تھی، امانت تھی، دیانت تھی، شرافت تھی، اب وہ بھی نہیں۔

لوگوں نے کہا: نماز تو موجود ہے۔ انس نے کہا: وہ بھی کہاں ہے۔ نماز کا تم نے حلیہ ہی بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔ اگر ایک لمحہ کے لیے تعصب سے ہٹ کر انس کی اس عربی عبارت کا جائزہ لیں اور اسی صحیح بخاری کی کتاب الاذان، حدیث ۵۱۷ اور ۵۳۷ سے ملا کر پڑھیں تو یقیناً آپ کی آنکھیں کھل جائیں گی اور آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ انس پر کیا منحصر ہے۔ ہر باضمیر انسان بعض اوقات بے ساختہ چیخ اُٹھتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔ زر و دینار کی چمک اور تلوار کے خوف کے باوجود بھی زبانیں کسی نہ کسی وقت غیر شعوری طور پر اپنے پوشیدہ جذبات کے اظہار میں تڑپ تڑپ اُٹھتی تھیں۔

لیکن کاش کوئی اس وقت انس ابن مالک سے پوچھ لیتا کہ حضور آج تو آپ اسلام اور نماز پر رو رہے ہیں۔ مگر اسلام اور نماز کو اس مقام تک پہنچانے میں کیا آپ کا ہاتھ نہیں ہے؟ کیا آپ اس میں شریک نہیں ہیں؟

ہاں تو عرض کر رہا تھا کہ کتاب الاذان، حدیث ۵۱۷ اور ۵۳۷ ملاحظہ فرمائیے۔ پھر انس کے آنسو کی حقیقت دیکھیے۔

● بخاری، ج ۱، کتاب الاذان، حدیث ۵۱۷

عن عمران ابن حصین صلی مع علی بالبصرۃ فقال ذکرنا ھذا الرجل صلٰوۃ کنا نصلیھا مع رسول اللّٰہ

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''عمران ابن حصین سے منقول ہے، اس نے بصرہ میں حضرت علیؑ کی اقتداء میں نماز پڑھی اور کہا: اس آدمی (حضرت علیؑ) نے ہمیں وہ نماز یاد دلائی جو آنحضرتؐ کے ساتھ پڑھا کرتے تھے''۔

● بخاری، ج ۱، کتاب الاذان، حدیث ۷۵۱

عن مطرف ابن عبداللّٰہ قال صلیت خلف علی ابن ابی طالب انا وعمران ابن حصین فکان اذا سجد کبرو اذا رفع رأسہ کبروا اذا نخفض من امرکعتین کبر فلما قضی الصلٰوۃ اخذ بیدی عمران ابن حصین فقال قد ذکرنی ھذا صلٰوۃ محمد

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''مطرف ابن عبداللہ سے مروی ہے کہ میں نے اور عمران ابن حصین نے حضرت ابی طالبؑ کے پیچھے نماز پڑھی تو وہ جب سجدہ میں جاتے اللہ اکبر کہتے اور جب سجدے سے سر اُٹھاتے اللہ اکبر کہتے اور جب دو رکعتیں پڑھ کر اُٹھتے تکبیر کہتے۔ جب نماز پڑھ چکے تو عمران ابن حصین نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہنے لگے: آج اس شخص نے (یعنی حضرت علیؑ نے) حضرت محمدؐ کی نماز مجھ کو یاد دلا دی''۔

حضرت علیؑ نے آنحضورؐ کے پچیس برس بعد جنگِ جمل سے فارغ ہوکر جامع بصرہ میں نماز پڑھائی تھی جس کا تذکرہ عمرانِ ابنِ حصین نے کیا ہے کہ نمازِ علیؑ ہی نمازِ

رسولؐ ہے۔ گویا عمران نے سابقہ پچیس برس کی اسلامی زندگی کی تصویر انتہائی مختصر مگر جامع الفاظ میں کھینچی ہے اور اُمت مسلمہ کو واشگاف الفاظ میں بتایا ہے کہ اب تک کیا ہوتا اور کیا کیا جاتا رہا۔

شاید حضرت علیؑ کو اقتدار کے آغاز ہی سے جنگوں میں اُلجھانے کا مقصد ہی یہ ہوگا کہ آنحضورؐ کی سیرت کا دوبارہ احیا نہ ہو سکے ورنہ حضرت علیؑ کی بیعت خلافت بھی تو انہی لوگوں نے کی تھی جنھوں نے حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان کی بیعت کی تھی لیکن ان اوقات میں کبھی ایسی کوئی بات نہیں کی گئی لیکن جونہی حضرت علیؑ برسرِ اقتدار آئے تو جیسے ایک آتش فشاں پھٹ پڑا۔ ابھی تک بیعت کا سلسلہ اپنے تکمیل کے ابتدائی مراحل ہی میں تھا کہ جنگِ جمل کے لیے بصرہ کا رُخ کرنا پڑا۔ ابھی تک جنگِ جمل کے زخم مندمل نہ ہوئے تھے کہ جنگِ صفین اور پھر جنگوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا جو حضرت علیؑ کی مسجد میں شہادت پر ختم ہوا۔

ان حقائق کی روشنی میں انس ابن مالک کا تجزیہ کیجیے اور پھر اسلام کی تلاش کیجیے:

- حدیث ۵۰۹ میں بھی انس نے اسلام اور احکامِ اسلام کی پامالی پر آنسو بہائے ہیں۔
- حدیث ۵۱۰ میں انس نے دورانِ نماز دائیں جانب تھوکنے سے روکا ہے۔
- حدیث ۵۱۲ میں انس نے سجدہ میں بازوؤں کو کتے کی طرح پھیلانے اور دائیں جانب تھوکنے سے روکا ہے۔
- حدیث ۵۱۲، ۵۱۳ میں عبداللہ ابن عمر، ابوہریرہ اور ابوذر نے موسمِ گرما میں نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھنے کا نقل کیا ہے۔
- حدیث ۵۱۴ میں ابوہریرہ نے جہنم کا سانس لینا بتایا ہے۔
- حدیث ۵۱۵، ۵۱۶ میں ابوسعید خدری اور ابوذر نے موسمِ گرما میں نماز کو ٹھنڈے وقت میں نماز کو پڑھنے کا حکم نقل کیا ہے۔

٭ حدیث ۵۱۷ انس ابن مالک سے مروی ہے۔ حدیث کو جس عنوان کے تحت ذکر کیا گیا ہے اس سے حدیث کا کوئی تعلق نہیں ہے البتہ حدیث میں ایک دلچسپ پہلو سے ہم سمجھتے ہیں کہ اس دلچسپی سے آپ محروم نہ رہیں۔ لہٰذا اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف مولانا وحید الزمان کا ترجمہ حدیث پیش کررہے ہیں:

> ''انس ابن مالک کہتا ہے کہ آنحضرتؐ سورج ڈھلے برآمد ہوئے اور ظہر کی نماز پڑھائی۔ پھر منبر پر کھڑے ہوئے اور قیامت کا ذکر فرمایا۔ اس میں بڑی بڑی باتیں ہوں گی۔ پھر فرمایا: جس کو کوئی بات پوچھنا ہو وہ پوچھ لے میں اس جگہ میں ہوں تم جو بات مجھ سے پوچھو گے میں بتلادوں گا۔ یہ سن کر لوگ (خوف کے مارے) بہت رونے لگے اور آپؐ بار بار یہی فرماتے جاتے تھے: پوچھو نا، پوچھو نا! تو عبداللہ ابن حذافہ سہمی کھڑا ہوا، کہنے لگا: میرا باپ کون ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تیرا باپ حذافہ تھا۔ پھر آپؐ بار بار یہی فرمانے لگے۔ پوچھو! پوچھو! آخر حضرت عمر دوزانو ہو بیٹھے اور عرض کرنے لگے: ہم اللہ جلالہٗ کے مالک ہونے سے اسلام کے دین ہونے سے اور حضرت محمدؐ کے پیغمبر ہونے سے راضی ہیں۔ اس وقت آپؐ چپ ہوئے''۔

یہ تھا حدیث کا وہ ترجمہ جو مولانا وحید الزمان نے کیا ہے، اب تجزیہ حدیث:

① آپؐ نے بار بار دعوائے سلونی کیا کہ جو چاہو سو پوچھو!

٭ کیا آنحضورؐ نے دعوائے سلونی اچانک کیا تھا؟
٭ کیا آنحضورؐ کے دعوائے سلونی کا پس منظر کوئی نہیں ہوگا؟
٭ اگر اچانک تھا تو اس کی کوئی وجہ کیا ہوسکتی ہے؟

* آنحضورؐ کو بیٹھے بٹھائے دعوائے سلونی کا خیال کیوں آ گیا؟
* کیا آپؐ یہ بتانا چاہتے ہیں کہ میں علمِ غیب بھی جانتا ہوں؟
* اگر آپ کا یہ دعویٰ درست ہے کہ میں علمِ غیب جانتا ہوں؟ ـــــ تو پھر کیا یہ علمِ غیب صرف اسی وقت عطا ہوا تھا جب آپؐ نے دعویٰ کیا یا پہلے بھی تھا اور بعد میں بھی رہا؟
* اگر صرف اس وقت علمِ غیب حاصل ہوا تو کیوں؟
* اگر پہلے بھی تھا اور بعد میں بھی رہا تو کیا یہ حدیث درست ہوگی؟
* اگر آپ کے اس دعویٰ کا کوئی پس منظر ہو تو کیا ہوگا؟
* کہیں صحابہ کا یہ پروپیگنڈہ تو نہ تھا کہ آنحضورؐ کو ہماری کسی بات کا علم نہیں ہوتا؟
* کہیں بعض دانش صحابہ نے یہ شوشہ چھوڑ کر اس بات کی تصدیق تو نہیں کرنا چاہی تھی کہ ہم جو کچھ کرتے پھرتے ہیں کیا ہماری اندرونی سرگرمیوں کا علم بھی آنحضورؐ کو ہوتا ہے یا نہیں؟

۲ آپ کا یہ دعوائے سلونی سن کر صحابہ خوف کے مارے رونے لگ گئے:

* صحابہ کیوں روئے؟
* کیا آنحضرتؐ کا دعوئے صحابہ کے لیے بارگراں تھا؟
* اگر بارگراں تھا تو کیوں؟
* اگر بارگراں نہیں تھا تو ڈر کس بات کا تھا؟
* کیا صحابہ کو اپنی خفیہ سرگرمیوں کے طشت ازبام ہو جانے کا ڈر تھا؟
* اگر اپنی خفیہ سرگرمیوں کا ڈر نہیں تھا تو کس بات کا ڈر تھا؟

۳ عبداللہ ابن حذافہ نے پوچھا کہ میرا باپ کون تھا؟

* عبداللہ ابن حذافہ نے اپنے باپ کا کس لیے پوچھا؟

* کیا عبداللہ ابن حذفہ کے پاس پوچھنے کو اور کوئی بات نہ تھی؟
* کیا عبداللہ ابن حذفہ کو اپنے باپ میں شک تھا؟
* اگر شک تھا تو کیوں؟
* کیا اور بھی ایسے صحابہ تھے جنھیں اپنے باپ کا شک تھا؟

④ حضرت عمر دوزانو ہو بیٹھے اور توحید، اسلام اور آپ کی نبوت کا اقرار کیا، حضرت عمر کو کس بات کا تھا؟

* حضرت عمر نے آپؐ کے دعوائے سلونی کے بعد توحید، اسلام اور آپ کی نبوت پر ایمان کی تجدید کس لیے کی؟
* عبداللہ ابن حذافہ نے اپنے باپ کا پوچھا اور حضرت عمر نے توحید، اسلام اور نبوت پر اسلام کے اقرار کی تجدید کی ان میں کیا رابطہ ہے؟
* کہیں حضرت عمر کو اپنے ایمان بالتوحید، ایمان بالاسلام اور ایمان بالرسالت پر اسی طرح شک تو نہیں تھا جس طرح عبداللہ ابن حذافہ کو اپنے باپ میں شک تھا؟
* کیا صحابہ کے لیے آنحضورؐ کا دعوائے سلونی باعثِ مسرت نہیں تھا؟
* کیا صحابہ کے لیے آنحضورؐ کا یہ دعویٰ خوشی کا سبب نہیں تھا؟
* حضرت عمر نے توحید، اسلام اور رسالت پر ایمان کا فوراً اعلان کر کے آپ کے دعوائے سلونی کا دروازہ کیوں بند کر دیا؟
* کیا حضرت عمر بعض منافقینِ صحابہ کے نام نہیں پوچھ سکتے تھے؟
* کیا حضرت عمر آنحضورؐ کے اس دعویٰ سے پہلے توحید، اسلام اور رسالت پر راضی نہ تھے؟
* اگر پہلے بھی مذکورہ چیزوں پر راضی تھے تو آپ کے پاس اس دعویٰ پر فوراً کیوں بول پڑے؟

* سابقاً حدیث ۴۶۹ میں جب آپ (نعوذ باللہ) نماز بھول گئے اور ذوالیدین نے جرأت سے آپ کو کہہ دیا کہ آپ نماز بھول گئے مگر حضرت ابوبکر وعمر خاموش رہے۔
مولانا وحید الزمان نے اس حدیث کے فٹ نوٹ میں حضرت ابوبکر وعمر کی خاموشی کی وجہ ان کا رعب نبوت سے ڈر بتایا تھا۔
مولانا وحید الزمان کی اس توجیہہ کے مطابق:
* کیا آپؑ کے دعوائے سلونی کے وقت حضرت عمر کو وہ ڈر نہیں تھا؟
* کہیں حضرت عمر کو یہ خطرہ تو نہ تھا کہ آج نبوت کا دریائے عالم موج میں ہے۔ اگر ہم نے آپ کو خاموش نہ کیا تو ممکن ہے آپؐ خود ہی ہمارے شجرہ ہائے نسب اور شب وروز کی مصروفیتوں سے آگاہ کرنے نہ لگ جائیں۔

ہم بہت دُور نکل گئے اب واپس اپنے موضوع کی طرف چلتے ہیں۔
* حدیث ۵۱۸ میں ابوہریرہ نے اوقاتِ نماز کی تفصیل بتائی ہے۔
* حدیث ۵۱۹ میں انس نے نمازِ ظہر کا وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۲۰ میں ابن عباس نے مدینہ میں بلاعذر ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کی نمازیں جمع کر کے پڑھانا نقل کیا ہے۔ کوئی اہلسنت ایسا بھی ہے جو اس سنت پر عمل کرتا ہو۔
* حدیث ۵۲۱ حضرت عائشہ کی روایت میں ہے۔
* حدیث ۵۲۲ حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* حدیث ۵۲۳ حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
* حدیث ۵۲۴ میں ابوذر نے اوقاتِ نماز نقل کیا ہے۔
* حدیث ۵۲۵ میں انس نے نمازِ عصر کا وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۲۶ (ایضاً)

* حدیث ۵۲۷ (ایضاً)
* حدیث ۵۲۸ میں انس نے نمازِ عصر کا وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۲۹ میں عبداللہ ابن عمر نے نمازِ عصر کی اہمیت بتائی ہے۔
* حدیث ۵۳۰ میں بریدہ نے نمازِ عصر کا وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۳۱ میں جریر نے روایت باری اور نماز صبح و نمازِ عصر کی اہمیت نقل کی ہے۔
* حدیث ۵۳۲ میں ابوہریرہ نے نمازِ صبح اور نمازِ مغرب کی عظمت بتائی ہے۔
* حدیث ۵۳۳ میں ابوہریرہ نمازِ صبح اور نمازِ عصر کا آخری امکانی وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۳۴ میں عبداللہ ابن عمر نے نمازوں میں وقفہ کی مثال آنحضورؐ کی زبانی نقل کی ہے۔
* حدیث ۵۳۵ میں ابوموسیٰ اشعری نے وقت کو نمازوں کے وقفہ سے تشبیہ نقل کی ہے۔
* حدیث ۵۳۶ میں رافع ابن خدیجہ نے نمازِ مغرب کا وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۳۷ میں جابر ابن عبداللہ نے نماز کے اوقات پنجگانہ نقل کیے ہیں۔
* حدیث ۵۳۸ میں مسلمہ ابن اکوع نے صرف نمازِ عصر کا وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۳۹ میں ابن عباس نے بلاعذر جمع بین الصلوتین نقل کی ہے۔
* حدیث ۵۴۰ میں عبداللہ مزنی نے صرف نمازِ مغرب کا وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۴۱ عبداللہ نے نمازِ عشاء کا ذکر کرنے کے ساتھ ساتھ آنحضورؐ کی ایک پیشگوئی نقل کی ہے۔
* حدیث ۵۴۲ میں جابر نے اوقاتِ نماز بتائے ہیں۔
* حدیث ۵۴۳ حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* حدیث ۵۴۴ ابوموسیٰ اشعری نے نمازِ عشاء کا وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۴۵ میں ابوبرزہ اسلمی نے عشاء سے پہلے سونے کو منع کیا گیا ہے۔

* حدیث ۵۴۶ حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* حدیث ۵۴۷ میں عبداللہ ابن عمر نے نمازِ عشاء کو تا بر سے پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* حدیث ۵۴۸ میں انس نے نمازِ عشاء کو نصف شب تک مؤخر کرنے کا ذکر کیا ہے۔
* حدیث ۵۴۹ میں جریر نے رویت رب بتانے کے علاوہ نمازِ عصر اور نمازِ صبح کی تاکید بتائی ہے۔
* حدیث ۵۵۰ ابوموسیٰ اشعری نے نمازِ صبح اور نمازِ عصر کی تاکید نقل کی ہے۔
* حدیث ۵۵۱ میں انس نے نمازِ صبح کا وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۵۲ (ایضاً)
* حدیث ۵۵۳ میں سہل ابن سعد نے نمازِ صبح کا وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۵۴ حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* حدیث ۵۵۵ میں ابوہریرہ نے نمازِ صبح اور نمازِ عصر کا آخری امکانی وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۵۶ میں ابوہریرہ نے نمازِ صبح اور نمازِ عصر کا آخری امکانی وقت بتایا ہے۔
* حدیث ۵۵۷ میں ابن عباس نے نمازِ صبح اور نمازِ عصر کے بعد کسی اور نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے۔
* حدیث ۵۵۸ میں ابن عباس نے نمازِ صبح اور نمازِ عصر کے بعد کسی اور نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے۔
* حدیث ۵۵۹ میں عبداللہ ابن عمر نے طلوع و آفتاب کے وقت نماز پڑھنے سے ممانعت نقل کی ہے۔
* حدیث ۵۶۰ ابوہریرہ نے عبداللہ ابن جیسی حدیث نقل کی ہے۔
* حدیث ۵۶۱ میں عبداللہ ابن عمر نے طلوع و غروب کے وقت نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔

- حدیث ۵۶۲ میں ابوسعید نے عبداللہ ابن عمر کی تائید بتائی ہے۔
- حدیث ۵۶۳ میں معاویہ ابن سفیان نے نمازِ عصر کے بعد نماز پڑھنے سے منع کیا ہے۔
- حدیث ۵۶۴ میں ابوہریرہ نے معاویہ کی تائید کی ہے۔
- حدیث ۵۶۵ میں عبداللہ ابن عمر نے معاویہ کی تائید نقل کی ہے۔
- حدیث ۵۶۶ حضرت عائشہ سے نقل کی ہے۔
- حدیث ۵۶۷ حضرت عائشہ کی روایت ہے
- حدیث ۵۶۸ حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
- حدیث ۵۶۹ حضرت عائشہ کی روایت ہے۔
- حدیث ۵۷۰ میں بریدہ نے نمازِ عصر کی تاکید نقل کی ہے۔
- حدیث ۵۷۱ میں ابوقتادہ نے آنحضورؐ کو صبح قضاء ہوجانے کا بتایا ہے۔
- حدیث ۵۷۲ میں جابر نے آنحضورؐ اور حضرت عمر کی نمازِ عصر قضا ہوجانے کا ذکر کیا ہے۔
- حدیث ۵۷۳ میں انس نے نماز قضا ہوجانے کے بعد ادا کرنے کا حکم نقل کیا ہے۔
- حدیث ۵۷۴ میں جابر ابن عبداللہ آنحضورؐ اور حضرت عمر کی نمازِ عصر قضا ہوجانے کا ذکر کرنے کے بعد حضرت عمر کا کفارِ قریش کو سبّ کرنا نقل کیا ہے۔
- حدیث ۵۷۵ میں ابوبرزہ نے نمازِ پنجگانہ کے اوقات بتاتے ہیں۔
- حدیث ۵۷۶ میں انس نے نمازِ عشاء کو نصف شب کے وقت پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
- حدیث ۵۷۷ میں عبداللہ ابن عمر نے آنحضورؐ کی نمازِ عشاء پڑھنے کے بعد ایک پیشگوئی کا ذکر کیا ہے۔
- حدیث ۵۷۸ میں عبدالرحمٰن ابن ابوبکر نے اصحابِ صفہ کے کھانے کے لیے آنحضورؐ کی سفارش نقل کی ہے۔

خلاصۃ الاحکام

کتاب مواقیت الصلوٰۃ کی جملہ احادیث کا سرسری مطالعہ کرنے کے بعد آیئے اب یہ بھی دیکھ لیں کہ ان اناسی احکام میں کُل کتنے احکام بتائے گئے ہیں۔ ہم نے اپنے طور پر ان اناسی احادیث کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

① ایسی احادیث جن میں اوقاتِ نماز سے متعلق کوئی بات نہیں، انھیں ہم نے چھوڑ دیا ہے۔

② ایسی احادیث جو حضرت عائشہ سے مروی ہیں انھیں اس جگہ نہیں لکھا کیونکہ حضرت عائشہ کی احادیث ہی زیرِنظر کتاب کا موضوع ہیں اور انھیں مع متن لکھ دیا گیا ہے۔

③ ایسی احادیث جن سے اوقاتِ نماز کے متعلق کچھ نہ کچھ بتایا گیا ہے، ان احادیث سے جو کچھ معلوم ہوتا ہے ہم نے اسے بیس عنوانات میں تقسیم کیا ہے، اُمید ہے آپ تعصب سے ہٹ کر ہماری محنت کی داد دیں گے کہ آپ کی خاطر ہم نے کتنی تکلیف برداشت کی ہے اور صحیح بخاری کا خلاصہ کس طرح آپ کے سامنے رکھ دیا ہے۔ لیجیے اب مواقیت صلوٰۃ سے اوقاتِ نماز ملاحظہ فرمایئے۔

فضیلتِ نماز

اس سلسلہ میں صرف احادیث موجود ہیں، نمبر ۵۰۵ اور ۵۰۶۔

اوقاتِ پنجگانہ

اگرچہ اوقات کی تعیین نہیں کی گئی۔ ہمارا تعیین اوقات سے مطلب یہ نہیں ہے کہ گھڑیوں کے مطابق وقت نہیں بتائے گئے کیونکہ اس وقت گھڑیاں نہیں تھیں اور وقت کو چوبیس گھنٹوں میں تقسیم نہیں کیا گیا تھا بلکہ تعیینِ وقت سے ہماری مراد سورج کے طلوع و غروب اور زوال وغیرہ ہے۔ آخر ظہر و عصر کی نماز کا وقت سایہ کے مطابق بتایا جاسکتا تھا۔

مغرب کا وقت غروب کے بعد ستاروں سے بتایا جاسکتا تھا اور صبح کا وقت بتانا بھی آسان تھا۔ لیکن جب آپ ان احادیث کا تفصیل سے مطالعہ کریں گے تو آپ ہماری تصدیق کریں گے کہ ہم نے کسی تعصب کے بغیر تجزیہ کر کے دعوتِ فکر دی ہے۔

نمازوں کے اوقاتِ پنجگانہ ان احادیث سے معلوم ہوتے ہیں: حدیث نمبر ۵۰۰، ۵۰۸، ۵۲۴، ۵۳۷، ۵۴۲، ۵۷۵

نمازِ صبح کا وقت

اس سلسلہ میں صرف تین احادیث ہیں۔ ان میں نمازِ صبح کا وقتِ آغاز نہیں بتایا گیا۔ البتہ جس وقت آنحضرتؐ نے نماز پڑھائی اس وقت کے متعلق بتایا گیا ہے کہ وہ کون سا وقت تھا، حدیث نمبر ۵۵۱، ۵۵۲، ۲۵۳۔

نمازِ ظہر کا وقت

نمازِ ظہر پر صحابہ نے بالکل توجہ نہیں دی صرف ایک حدیث ہے: ۵۱۹

نمازِ عصر

سات احادیث میں نمازِ عصر کی تاکید بھی کی گئی ہے اور نمازِ عصر کا وقت بھی بتایا گیا ہے: حدیث نمبر ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۷۰

نمازِ صبح و نمازِ عصر

چھے احادیث میں نمازِ صبح اور نمازِ عصر کی تاکید کے ساتھ ان دونوں نمازوں کا موسوم سا وقت بھی بتایا گیا ہے۔ حدیث نمبر: ۵۳۱، ۵۳۳، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۵، ۵۵۶

نمازِ صبح و مغرب

ایک حدیث میں نمازِ صبح اور نمازِ مغرب کا وقت بتایا گیا ہے۔ حدیث نمبر ۵۳۲

نمازِ مغرب

تین احادیث ۵۳۶، ۵۳۸، ۵۴۰ میں نمازِ مغرب کے متعلق بتایا گیا ہے۔

نمازِ عشاء

چھ احادیث میں نمازِ عشاء کا وقت بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے کس وقت نمازِ عشاء پڑھی: حدیث نمبر ۵۴۱، ۵۴۴، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۷۶، ۵۷۷

موسمِ گرما میں ٹھنڈے وقت میں نماز پڑھنا

چار احادیث میں یہ بتایا گیا ہے کہ موسمِ گرما میں نماز ٹھنڈے وقت میں پڑھنا، زیادہ بہتر ہے، لیکن نماز کا نام نہیں لیا گیا کہ کون سی نماز ظہر کی یا عصر کی ٹھنڈے وقت میں پڑھنا چاہیے۔ حدیث نمبر ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۵، ۵۱۶

نماز میں دائیں جانب تھوکنا

دو احادیث نمبر ۵۱۰، ۵۱۱ میں دورانِ نماز دائیں جانب تھوکنے سے منع کیا گیا ہے۔

سجدہ میں کتے کی طرح بازو پھیلانا

ایک حدیث ۵۱۱ میں دورانِ سجدہ کتے کی طرح بازو پھیلا کر سجدہ کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

صبح و شام نماز پڑھنے کی تاکید

ایک حدیث میں صبح و شام نماز پڑھنے کی تاکید کی گئی ہے، یہ ہے حدیث نمبر ۵۰۴

نمازوں میں وقفہ

دو احادیث نمبر ۵۳۴، ۵۳۵ میں نمازوں کے درمیان وقفہ کو وقت سے تشبیہہ دی گئی ہے۔

نمازِ عشاء سے پہلے سونا

ایک حدیث نمبر ۵۴۵ میں نمازِ عشاء سے پہلے سونے سے روکا گیا ہے۔

جمع بین الصلاتین

دو احادیث نمبر ۵۲۰ اور ۵۳۹ میں آنحضورؐ کا مدینہ میں بلا عذر ظہر وعصر اور مغرب وعشاء کا جمع کر کے پڑھنا نقل کیا گیا ہے۔

طلوع وغروبِ آفتاب کے وقت نوافل

پانچ احادیث ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲ اور ۵۶۳ میں طلوع وغروبِ آفتاب کے وقت نوافل یا نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے۔

قضائے نماز کے بعد حکم ادا

ایک حدیث ۵۷۳ میں نماز قضا ہو جانے کے بعد ادا کرنے کا حکم نقل کیا گیا ہے۔

آنحضورؐ کی نمازِ صبح قضا

حدیث ۵۷۱ میں آنحضورؐ کی نمازِ صبح قضا ہو جانے کا بتایا گیا ہے۔

آنحضورؐ اور حضرت عمر کی نمازِ عصر قضا

دو احادیث نمبر ۵۷۲ اور ۵۷۴ میں آنحضورؐ اور حضرت عمر کی عصر قضا ہو جانے کا بتایا گیا ہے: چند سوال:

* کیا واقعاً ایسا ہو سکتا ہے کہ آنحضورؐ کی نماز قضا ہو گئی ہو۔
* کہیں ایسا تو نہیں حضرت عمر کی نماز قضا ہوئی ہو اور اُن کے ساتھ آنحضورؐ کو بھی مل کر لیا گیا ہو تا کہ تنہا حضرت عمر پر کوئی الزام نہ آئے اور نظریہ کو مزید پختہ کرنے کی خاطر آنحضورؐ سے تنہا نمازِ صبح کی قضا کو بھی منسوب کر دیا گیا ہو؟

* کہیں اموی اور عباسی حکمرانوں کی قضا نمازوں پر پردہ ڈالنے کے لیے تو ایسا نہیں کیا گیا؟
* کہیں اس نظریہ کے پیچھے یہ مقصد تو کارفرما نہیں کہ نماز کوئی ایسی اہم شے نہیں کہ اگر اُمت کے کسی فرد سے قضا ہو جائے تو اس کا اسلام کہیں نہیں جاتا۔ جب آنحضورؐ کی نماز قضا ہو جائے تو رسالت و نبوت پر آنچ نہیں آتی۔ پھر کسی اُمتی کی نماز قضا ہو جانے سے اس کے اسلام اور ایمان میں کیا فرق پڑتا ہے۔ فاعتبروا یااولی الابصار۔

نمازِ عصر کے بعد نوافل نہ پڑھی جائیں

پانچ احادیث ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۶۳، ۵۶۴ اور ۵۶۵ میں یہ حکم روایت کیا گیا ہے کہ نمازِ عصر کے بعد نوافل نہ پڑھی جائیں۔ اگرچہ ہمیں سابقہ احکام سے بھی کاملاً اتفاق نہیں اور ہم نے خوفِ طوالت سے ان پر کسی قسم کا تبصرہ وغیرہ نہیں کیا لیکن زیرِ نظر موضوع ذرا زیادہ اہمت اور قابلِ غور ہے، کیونکہ:

سابقاً احادیث حضرت عائشہ میں آپ ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ بی بی نے انتہائی شدت اور سختی سے اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ نمازِ عصر کے بعد نوافل پڑھی جائیں اور آنحضرتؐ نے میرے گھر میں ان نوافل کو کبھی نہ چھوڑا تھا۔

حضرت عائشہ کی احادیث ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶ اور ۵۶۷ ہیں۔ ان میں سے بعض احادیث میں تو بی بی نے قسم کھا کر بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے عصر کے بعد نوافل کو کبھی ترک نہیں کیا لیکن زیرِ نظر سوال میں سختی سے روکا گیا ہے کہ نمازِ عصر کے بعد نوافل نہ پڑھی جائیں۔ یہ روکنے والے کون ہیں؟

* حدیث ۵۵۷ اور ۵۵۸ میں روکنے والا عبداللہ ابن عباس ہے۔
* ۵۶۳ میں روکنے والا خال المومنین معاویہ ہے۔

* ۵۶۴ میں روکنے والا ابوہریرہ ہے۔
* ۵۶۵ میں روکنے والا عبداللہ ابن عمر ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اُم المومنین جو صدیقہ کے لقب سے معروف ہے قسم کھا کر کہتی ہے کہ میں نے اپنے گھر میں آنحضرت کو نمازِ عصر کے بعد اپنی آنکھوں سے نوافل پڑھتے دیکھا ہے اور بی بی کے مقابلہ عبداللہ ابن عباس جو حبر الامت کے لقب سے مشہور ہے۔ معاویہ جو خال المومنین کے نام سے پہچانا جاتا ہے۔ عبداللہ ابن عمر جو خلیفہ ثانی کا فرزند ارجمند ہونے کے علاوہ زاہد الامت مشہور ہے اور ابوہریرہ جس کا اسلام میں واضح حصہ ہونے کے علاوہ مروان کے وقت حکومت میں مدینہ کا گورنر رہ چکا ہے۔

یہاں بی بی کا مقابلہ اہلِ بیت کے کسی فرد سے نہیں اور نہ ہی بی بی کے مقابلہ میں سبائی گروپ کا کوئی فرد ہے بلکہ عبداللہ ابن عباس کے سوا وہ افراد ہیں جنھیں بی بی کی پشت پناہی حاصل رہی ہے اور بی بی ہی کے گروپ کے چیدہ چیدہ افراد ہیں۔ خدا معلوم مدعیانِ اہلِ سنت ان میں سے کس کو ترجیح دیتے ہیں، کس کی بات مانتے ہیں اور کس کی بات سے انکار کرتے ہیں، معاملہ انتہائی نازک ہے۔

* اُم المومنین بمقابلہ خال المومنین کون سچا ہے؟
* اُم المومنین صدیقہ بمقام خال المومنین عبداللہ ابن عمر... کون سچا ہے؟
* اُم المومنین بمقابلہ حبر الامت عبداللہ ابن عباس۔ کون سچا ہے؟
* اُم المومنین بمقابلہ ابوہریرہ اور مروان کے دورِ حکومت میں امام المومنین۔ کون سچا ہے؟

معاملہ صرف نمازِ عصر کے بعد نوافل کا نہیں معاملہ صداقت کا ہے۔ نوافل تو نوافل ہیں اگر نہ پڑھی جائیں تو کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اصل معاملہ یہ ہے کہ ان میں سے سچا کون ہے؟ اور کون ہے؟

یہ فیصلہ آپ ہی کو کرنا ہے، ہمارے بس سے باہر ہے۔ ہم تو تعزیراتِ پاکستان کی نئی دفعہ ۲۹۵ الف سے ڈر کے مارے کچھ بھی نہیں کہتے۔ ہم نے فکر کے خطوط آپ کے سامنے رکھ دیئے ہیں، آپ جانیں اور وہ۔

کتابُ الاذان

٭ کُل احادیث:۲۰۱ ... ٭ کُل محدث:۳۸

محدثین کے اسمائے گرامی مع حدیث نمبر

٭ حضرت عائشہ، حدیث نمبر:۵۹۳، ۵۹۶، ۵۹۹، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۴۰، ۶۴۴، ۶۴۷، ۶۵۱، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۴، ۶۹۶، ۶۹۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۶۰

٭ نعمان ابن بشیر، حدیث نمبر:۶۸۵

٭ زید بن ثابت، حدیث نمبر:۶۹۸، ۶۳۱

٭ جبیر بن مطعم، حدیث نمبر:۷۳۲

٭ انس بن مالک، حدیث نمبر: ۵۷۷، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۴، ۵۹۸، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۲۵، ۶۳۰، ۶۳۹، ۶۴۱، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۷، ۶۶۲، ۶۶۴، ۶۷۴، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۸۷، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۴، ۶۹۹، ۷۰۰، ۶۰۹، ۷۱۰، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۲۱، ۷۶۵، ۷۶۹، ۷۷۵

٭ عبداللہ ابن عمر، حدیث نمبر: ۵۷۸، ۶۹۱، ۵۹۴، ۶۰۵، ۶۱۵، ۶۱۸، ۶۳۵، ۶۴۲، ۶۵۰، ۶۶۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۲۰

٭ ابوہریرہ، حدیث نمبر: ۵۸۲، ۵۸۹، ۶۰۹، ۶۱۳، ۶۱۷، ۶۲۰، ۶۲۴، ۶۲۶، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۱، ۶۶۰، ۶۶۳، ۶۷۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۹، ۷۰۸، ۷۱۱، ۷۲۴، ۷۳۳، ۷۳۵، ۷۳۹، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۴، ۷۵۶، ۷۵۹، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳،

۷۶۸، ۷۷۰، ۶۲۱، ۶۶۸، ۶۱۲، ۷۰۱

- ابوسعید خدری، حدیث نمبر: ۵۸۳، ۵۸۵، ۶۱۹، ۶۳۸، ۷۷۷
- عیسیٰ بن طلحہ، حدیث نمبر: ۵۸۶
- نامعلوم راوی، حدیث نمبر: ۵۸۷
- جابر ابن عبداللہ انصاری، حدیث نمبر: ۵۸۸، ۶۸۸، ۶۶۹، ۶۷۳، ۶۷۹، ۶۱۴
- عبداللہ ابن عباس، حدیث نمبر: ۶۹۰، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۹۳، ۷۱۵، ۷۳۰، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۶، ۶۳۷، ۶۹۵
- حضرت حفصہ، حدیث نمبر: ۵۹۲
- عبداللہ ابن مسعود، حدیث نمبر: ۵۹۵، ۷۴۲
- ابومسعود، حدیث نمبر: ۶۷۰، ۶۷۲
- عبداللہ ابن معقل، حدیث نمبر: ۵۹۷، ۶۰۰
- مالک ابن حویرث، حدیث نمبر: ۶۰۱، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۲۷، ۶۴۵، ۶۵۳، ۷۰۴
- ابوجحیفہ، حدیث نمبر: ۶۰۶، ۶۰۷
- ابواسحاق، حدیث نمبر: ۶۵۹
- ابوقتادہ، حدیث نمبر: ۶۰۸ ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۷۵، ۶۲۶، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۳
- ابودرداء، حدیث نمبر: ۶۲۲
- ابوموسیٰ اشعری، حدیث نمبر: ۶۲۳، ۶۴۶
- عتبان ابن مالک، حدیث نمبر: ۶۳۶، ۶۵۴
- عمرو ابن اُمیہ ضمری، حدیث نمبر: ۶۴۳
- سہل ابن سعد، حدیث نمبر: ۶۵۲، ۷۰۷
- براء ابن عازب، حدیث نمبر: ۶۵۸، ۷۳۴، ۷۳۶، ۷۵۸، ۷۶۶، ۷۷۵

- اسماء بنت ابوبکر، حدیث نمبر ۷۱۲
- خباب، حدیث نمبر: ۷۱۳، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۴۴
- جابر ابن سمرہ، حدیث نمبر: ۷۲۲، ۷۳۷
- ابوبرزہ اسلمی، حدیث نمبر: ۷۳۸
- ابوبکر، حدیث نمبر: ۷۵۰
- عمران ابن حصین، حدیث نمبر: ۷۵۱، ۷۵۳
- عکرمہ، حدیث نمبر: ۷۵۴، ۷۵۵
- مصعب ابن سعد، حدیث نمبر: ۷۵۷
- حذیفہ، حدیث نمبر: ۷۵۷، ۷۶۲
- رفاعہ ابن رافع، حدیث نمبر: ۷۶۴
- ابوقلابہ، حدیث نمبر: ۷۶۷
- عبداللہ ابن مالک، حدیث نمبر: ۷۷۱

خلفائے ثلاثہ اور کتاب الاذان

کتاب الاذان کی دوصد ایک حدیث کے اڑتیس صحابہ کرام کے اسمائے گرامی آپ کے سامنے ہیں۔ ان میں کسی جگہ خلفائے ثلاثہ میں سے کسی کا اسمِ مبارک موجود نہیں۔ عوام کو خلفائے ثلاثہ کے فضائل سنائے جاتے ہیں۔ ان میں حضرت عمر کے سر اس فضیلت کا سہرا بھی باندھا جاتا ہے کہ حضرت عمر نے اذان کا مشورہ دیا تھا اور حضرت عمر ہی کے مشورہ سے اذان ایجاد ہوئی ہے۔ لیکن حیرت اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ کتاب الاذان کی سیکڑوں پر مشتمل کتاب میں حضرت عمر نے کہیں بتایا کہ اذان میرے مشورہ سے شروع کی گئی تھی۔ نہ حضرت ابوبکر نے کہیں بتایا ہے کہ اذان کب شروع ہوئی اور کیسے شروع ہوئی اور نہ ہی حضرت عثمان نے ایک لفظ بتایا ہے کہ اذان کب شروع ہوئی

اور کیسے شروع ہوئی اور نہ ہی حضرت عثمان نے ایک لفظ بتایا ہے۔

ہم تو ٹھہرے شیعہ اور ہمیں دشمن صحابہ کے بطور پیش کر کے حقہ پانی بند کرنے کی تبلیغ کی جاتی ہے۔ آخر امام بخاری اور امام بخاری کے محدثین تو شیعہ دشمن صحابہ نہ تھے، یہ اسلام ہے آپ ٹھنڈے دل سے غور کریں اور ان مضمرات پر سوچیں کہ اگر کوئی غیر مسلم آپ سے دریافت کر لے کہ:

- ❊ کیا خلفائے ثلاثہ اس محفل میں موجود نہ تھے جب اذان کی بات ہو رہی تھی؟
- ❊ کیا خلفائے ثلاثہ نے اذان کبھی نہیں سنی تھی؟
- ❊ کیا خلفائے ثلاثہ کی موجودگی میں اذان کا مسئلہ کسی نے آنحضورؐ سے نہ پوچھا تھا۔
- ❊ کیا خلفائے ثلاثہ نے خود آنحضورؐ سے اذان کے متعلق کوئی بات نہ پوچھی تھی؟
- ❊ کیا خلفائے ثلاثہ سے اذان کے متعلق کبھی کوئی سوال نہ کیا گیا تھا؟
- ❊ کیا خلفائے ثلاثہ نے اذان کے سلسلہ میں اُمت کوئی بات نہ بتائی تھی؟
- ❊ کیا حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ کے علاوہ دیگر ازواج میں سے کسی زوجہ نے اذان کے متعلق نہ کوئی بات آنحضورؐ سے سنی تھی اور نہ اُمت کے کسی فرد کو بتائی تھی؟
- ❊ کیا امام بخاری کو حضرت حفصہ کی ایک حدیث کے علاوہ اذان کے سلسلہ میں اور کچھ نہ ملا؟
- ❊ تو آپ کے پاس کیا جواب ہوگا؟ آخر اسلام آفاقی مذہب ہے اور خلفائے اس آفاقی مذہب میں ایک فیصلہ کن اور اتھارٹی کی حیثیت رکھتے تھے؟

کتاب الاذان اور حضرت عائشہ

کُل احادیث: ۱۹

(۱) بخاری، ج ا، ص ۴۱۵، حدیث ۵۹۳، باب: صبح ہونے کے بعد اذان دینا:

عن عائشة كان النبي يصلي ركعتين خفيفتين بين النداء والاقامة من صلٰوة الصبح

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ صبح کی اذان اور تکبیر کے بیچ میں دو ہلکی پھلکی رکعتیں پڑھا کرتے تھے''۔

(۲) بخاری، ج ا، ص ۴۱۸، حدیث ۵۹۹، اذان سن کر تکبیر کا انتظار گھر میں کرتے رہنا

عائشة قالت كان رسول الله اذا سكت المؤذن بالاولٰى من صلٰوة الفجر قام فركع ركعتين خفيفتين قبل صلٰوة الفجر بعد ان سبتين الفجر ثم اضطجع على شقه الايمن حتّٰى ياتيه المؤذن الاقامة

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ جب مؤذن صبح کی دوسری اذان دے کر چپ ہو رہتا، اُٹھتے اور فرض سے پہلے دو رکعتیں ہلکی پھلکی ادا کرتے، صبح صادق روشن ہو جانے کے بعد پھر داہنی کروٹ لیٹ رہتے یہاں تک کہ مؤذن تکبیر کہنے کے لیے آپ کے پاس آتا''۔

جائزہ

① پہلی حدیث تو ہمارے خیال میں صرف تبرکاً یا بھرتی کے لیے لکھی گئی ہے ورنہ باب اور حدیث میں کوئی ربط ہے نہ جوڑ۔ باب کا عنوان ہے: صبح ہونے کے اذان دینا—— اور حدیث میں اذان واقامت کے درمیان دو رکعت نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔

② دوسری حدیث ہے تو عنوان کے مطابق لیکن افسوس یہ ہے کہ اذان کے نام کے علاوہ اس میں اذان کا کوئی مسئلہ نہیں ہے بلکہ مسئلہ اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت پڑھنے کا ذکر ہے۔ اگر اسی باب کو اقامت سے پہلے دو رکعت کے عنوان سے باندھ دیا جاتا تو بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔

③ دوسری حدیث میں ایک اور حیرت انگیز انکشاف ہے اور وہ ہے حدیث اور مولانا وحیدالزمان کے ترجمہ میں باہمی آویزش—— حدیث میں ہے: اذا سکت المؤذن بالاولٰی، جب مؤذن پہلی اذان کہہ کر خاموش ہوجائے لیکن مولانا وحیدالزمان نے ترجمہ کیا ہے: جب مؤذن صبح کی دوسری اذان دے کر چپ ہو رہتا۔ آپ نہ میرا ترجمہ مانئے اور مولانا وحیدالزمان۔ آپ کسی عربی دان سے لفظ اُولٰی کا معنی پوچھ لیجیے اگر وہ دوسری بتائے تو مولانا وحیدالزمان درست اور ہم غلط اور اگر وہ پہلی بتاتے تو پھر آپ مولانا وحیدالزمان سے صرف اتنا پوچھ لیں:

- حضور کیا آپ نے غلط ترجمہ کسی خاص مقصد کے لیے کیا ہے؟
- اگر کسی خاص مقصد کے لیے کیا ہے تو وہ کون سا ہے؟
- کہیں آپ کو اہلحدیث کی ہوا تو نہیں لگ رہی؟
- کہیں آپ اہلحدیث کی دوسری اذان تو ثابت نہیں کر رہے؟
- مان لیا اُولٰی کا معنی پہلی نہیں دوسری ہے۔ اس صورت میں دوسری اذان تو ہوئی نمازِ صبح کے لیے پہلی اذان کس لیے ہوئی؟

جائزہ

① پہلی حدیث تو ہمارے خیال میں صرف تبرکاً یا بھرتی کے لیے لکھی گئی ہے ورنہ باب اور حدیث میں کوئی ربط ہے نہ جوڑ۔ باب کا عنوان ہے: صبح ہونے کے اذان دینا۔۔۔۔ اور حدیث میں اذان واقامت کے درمیان دورکعت نماز پڑھنے کا ذکر ہے۔

② دوسری حدیث ہے تو عنوان کے مطابق لیکن افسوس یہ ہے کہ اذان کے نام کے علاوہ اس میں اذان کا کوئی مسئلہ نہیں ہے بلکہ مسئلہ اذان اور اقامت کے درمیان دورکعت پڑھنے کا ذکر ہے۔ اگر اسی باب کو اقامت سے پہلے دورکعت کے عنوان سے باندھ دیا جاتا تو بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔

③ دوسری حدیث میں ایک اور حیرت انگیز انکشاف ہے اور وہ ہے حدیث اور مولانا وحیدالزمان کے ترجمہ میں باہمی آویزش۔۔۔۔ حدیث میں ہے: اذا سکت المؤذن بالاولٰی، جب مؤذن پہلی اذان کہہ کر خاموش ہوجائے لیکن مولانا وحیدالزمان نے ترجمہ کیا ہے: جب مؤذن صبح کی دوسری اذان دے کر چپ ہو رہتا۔ آپ نہ میرا ترجمہ مانیے اور مولانا وحیدالزمان۔ آپ کسی عربی دان سے لفظ اُولٰی کا معنی پوچھ لیجیے اگر وہ دوسری بتائے تو مولانا وحیدالزمان درست اور ہم غلط اور اگر وہ پہلی بتاتے تو پھر آپ مولانا وحیدالزمان سے صرف اتنا پوچھ لیں:

* حضور کیا آپ نے غلط ترجمہ کسی خاص مقصد کے لیے کیا ہے؟
* اگر کسی خاص مقصد کے لیے کیا ہے تو وہ کون سا ہے؟
* کہیں آپ کو اہلحدیث کی ہوا تو نہیں لگ رہی؟
* کہیں آپ اہلحدیث کی دوسری اذان تو ثابت نہیں کر رہے؟
* مان لیا اُولٰی کا معنی پہلی نہیں دوسری ہے۔ اس صورت میں دوسری اذان تو ہوئی نمازِ صبح کے لیے پہلی اذان کس لیے ہوئی؟

* آئمہ اربعہ میں سے بھی کوئی امام ایسا ہے جو صبح سے پہلی والی اذان کا قائل اور عامل ہو؟
* اگر کوئی امام ایسا ہے تو ہمیں بھی مطلع فرمائیے کہ وہ کون ہے؟
* کیا جس باب میں حدیث بیان کی گئی ہے اس میں کہیں پہلی اور دوسری اذان کا ذکر ہے؟
* اگر ہے تو کہاں ہے؟
* اگر باب میں دوسری اذان کا ذکر نہیں تو آپ کہاں سے دوسری اذان لائیے؟
* کیا باب میں واضح الفاظ سے صبح ہونے کے بعد اذان دینا مذکور نہیں؟
* کیا اُولیٰ کا استادہ اذان کی طرف نہیں ہوسکتا اور تکبیر کے لیے جب مؤذن آتا تھا تو تکبیر کو اذان ثانیہ نہیں کہا جاسکتا؟

(۴) بخاری، ج۱، ص۴۱۷، حدیث ۵۹۶، باب: صبح سے پہلے اذان کہنا:

عن عائشةِ عن النبي انه قال ، ان بلالًا يؤذن بليل فكلوا واشربوا حتّٰى يؤذن ابن اُم كلثوم

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا: بلال رات رہے اذان دے دیتا ہے تم کھاتے پیتے رہو، جب تک اُم کلثوم کا بیٹا اذان دے''۔

جائزہ

* بلال قبل از وقت حکمِ رسولؐ سے اذان دیتا تھا یا اپنی مرضی سے؟
* اگر حکمِ رسولؐ سے نہیں دیتا تھا تو آپ نے بلال کو منع کیوں نہ فرمایا؟
* اتنے صحابہ سے کہنے کی بجائے صرف بلال کو کہہ دینا آسان نہیں تھا؟
* ابن اُم کلثوم کا زمانہ رسولؐ میں مؤذن ہونا کس تاریخ میں ہے؟

- کسی اور اُم المومنین نے بھی یہ واقعہ نقل کیا ہے؟
- جب آپؐ نے یہ اجازت دی تو اس کا تعلق صرف حضرت عائشہ سے تو نہ ہوگا۔ دیگر ازواج بھی تو روزے رکھتی ہوں گی کیا انھیں آنحضورؐ نے نہیں بتایا ہوگا؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ بعد از رسول حزبِ اقتدار سیاسی مصالح کی وجہ سے بلال کو نہ ہٹا سکے ہوں اور اپنا مؤذن علیحدہ مقرر کر دیا ہو؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ اذان بلال کو بے اثر کرنے کی خاطر ایسی باتیں کی گئی ہوں؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ ماہِ رمضان میں حزبِ اقتدار میں رہنے والے صحابہ روزہ رکھنے میں تکلیف محسوس کرتے اس لیے یہ تجویز کی گئی ہو کہ چلو جو وقت ملتا ہے اسے غنیمت سمجھو اور بلال کے بعد ابن اُم کلثوم کی اذان کو روزہ بند کرنے کی علامت بتایا گیا ہو؟
- یہ ابن اُم کلثوم نابینا تو نہیں تھا؟
- اگر نابینا تھا اور از روئے تاریخ یقیناً نابینا تھا تو آنکھوں والا وقت کو زیادہ سمجھ سکتا ہے یا نابینا؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ آنحضورؐ کے بعد مؤذن رسولؐ کو ناپسندیدہ قرار دے کر سرکاری افراد کی فہرست سے نکالا گیا ہو؟
- اگر مؤذن رسولؐ بلال ناپسندیدہ قرار نہیں دیا گیا تھا تو حزبِ اقتدار میں بلال کا کیا مقام تھا؟
- حزبِ اقتدار کی تاریخ میں بلال کا کہیں تذکرہ ملتا ہے؟
- اگر حزبِ اقتدار کی کسی تاریخ میں بلال کا ذکر ملتا ہے تو وہ کون سی تاریخ ہے؟
- حضرت ابوبکر نے اسی لیے تو صحیفۂ احادیث نبویؐ آپ کے بعد نہیں جلا ڈالا تھا؟
- حضرت عمر نے اسی لیے تو نقل حدیث پر پابندی عائد نہیں کر دی تھی؟

❁ کہیں یہ مقصد تو نہیں کہ صرف وہ محدثین احادیث روایت کریں جو سرکاری ہوں؟
❁ کہیں ان پابندیوں کا مقصد یہ تو نہ تھا کہ اسلام وہی پھیلے جو درباری محدثین چاہیں؟
(۴) بخاری، ج ۱، ص ۴۳۸-۴۳۹، حدیث ۶۳۳، باب: بیمار کو کس حد تک نماز میں آنا چاہیے؟

عائشة قالت لما مرض رسول اللّٰہ مرضه الذی مات فيه محضرت الصلوٰة فاذن فقال مروا ابابکر فليصل بالناس فقيل له ان ابابکر رجل اسيف اذا قام فی مقامك لم يستطع أن يصلی بالناس وأعاد فاعادوا له فاعاد الثالثة فقال انكن صواحب يوسف مروا ابابکر ، فصلی فوجد النبی من نفسه حقه فخرج يهادی بين رجلين كان انظر رجليه يحظان من الرجع فاراد ابوبکر ان يتأخر فاوقا اليه النبی ان مكانك ثم اتٰی به جلس الی خيه

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''کہ اب آنخضرتؐ کو وہ بیماری ہوئی جس میں آپ نے وفات فرمائی تو آپ نے حکم دیا: ابوبکر سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ آپ سے عرض کیا گیا کہ ابوبکر دل کے کچے ہیں وہ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہ پڑھا سکیں گے۔ آپ نے پھر وہی حکم دیا۔ پھر عرض کیا گیا: پھر آپ نے تیسری بار وہی حکم دیا اور اپنی بیبیوں سے فرمایا: تم تو یوسف کی ساتھ والیاں ہوں۔ ابوبکر کو کہو لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ آخر ابوبکر نماز پڑھانے کے لیے نکلے۔ اس کے بعد آنخضرتؐ

نے ذرا اپنا مزاج ہلکا پایا۔ آپ برآمد ہوئے، دو آدمیوں پر ٹیکا دیئے ہوئے۔۔۔۔ حضرت عائشہ نے کہا: گویا میں آپ کے دونوں پاؤں دیکھ رہی ہوں وہ بیماری سے زمین پر لکیر کرتے جاتے تھے۔ ابوبکر نے یہ دیکھ کر پیچھے ہٹنا چاہا۔ آنحضرتؐ نے ان کو اشارہ کیا اپنی جگہ پر رہو۔ پھر لوگ آنحضرتؐ کو لے کر آئے۔ آپ ابوبکر کے بازو میں بیٹھ گئے"۔

(۵) بخاری، ج ۱، ص ۲۴۰، حدیث ۶۴۴، باب ایضاً

قالت عائشة لما ثقل النبي واشتد وجعه استاذن ازواجه ان يمرض في بيتي فاذن له فخرج بين رجلين تخط رجلاه الارض وكان بين العباس ورجل اخر ـ قال عبيد الله فذكرت ذلك لابن عباس ما قالت عائشة فقال هل تدری من الرجل الذی لم تسم عائشة؟ قلت لا قال هو علي ابن ابی طالب

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: "حضرت عائشہ نے کہا: جب آپ بیمار ہوئے اور آپ کی بیماری سخت ہوگئی تو آپ نے اپنی بیبیوں سے اجازت لی کہ بیماری میں آپ میرے گھر رہیں۔ انہوں نے اجازت دی آپ دو آدمیوں پر ٹیکا دیئے ہوئے نکلے۔ آپ کے پاؤں زمین پر لکیر کر رہے تھے اور آپ عباس اور ایک اور آدمی کے بیچ میں تھے۔ عبیداللہ (راوی) نے کہا: میں نے یہ حدیث حضرت عائشہ کی عبداللہ ابن عباس سے بیان کی۔ انھوں نے کہا کیا تو جانتا ہے وہ دوسرا آدمی کون تھا جس کا نام حضرت عائشہ

نے نہیں لیا؟ میں نے کہا: نہیں۔ انھوں نے کہا: وہ دوسرے آدمی
حضرت علی ابن ابی طالبؑ تھے"۔

(۹) بخاری، ج۱، ص ۴۴۷، حدیث ۶۴۷، باب: سب سے زیادہ حق دار امامت وہ ہے جو علم اور فضیلت والا ہو۔

عن عائشة اُم المومنين انها قالت ان رسول الله قال في مرضه مروا ابابكر يصلي بالناس قالت عائشة قلت ان ابابكر اذا قام في مقامك لم يسمع الناس من البكاء فمر عمر فليصل بالناس فقالت عائشة فقلت لحفصة — قولي له ان ابابكر اذا قام في مقامك لم يسمع الناس عن البكاء فمر عمر فليصل بالناس ففعلت حفصه فقال رسول الله مه ، انكن لا نتلن صطحب يوسف مروا ابابكر فليصل بالناس فقالت لحفصه لعائشة —— ما كنت لاصيب منك خيرًا

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: "حضرت عائشہ نے کہا کہ آنحضرتؐ نے اپنی موت کی بیماری میں فرمایا: ابوبکر سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ کہتی ہیں: میں نے عرض کیا: ابوبکر جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو روتے روتے ان کی آواز بھی نہ نکل سکے گی وہ لوگوں کو قرأت نہ سنا سکیں گے۔ عمر کو حکم دیجیے وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ نے کہا: میں حفصہ سے بولی: تم بھی تو آنحضرتؐ سے کہو کہ ابوبکر جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو روتے روتے لوگوں کو قرآن نہ سنا سکیں

گے۔ اس لیے عمر کو حکم دیجیے وہ لوگوں کی امامت کریں۔ حفصہ نے یہی معروضہ کیا۔ آپ نے فرمایا: بس چپ رہ۔ (آپ خفا ہوئے ان کو ڈانٹا) تم یوسفؑ کی ساتھ والیاں ہو۔ ابوبکر کو کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ اس وقت حضرت حفصہ حضرت عائشہ سے کہہ اُٹھیں۔ بھلا مجھ کو کہیں تم سے بھلائی پہنچ سکتی ہے؟

اس ترجمہ کے بعد مولانا وحیدالزمان نے حاشیہ پر ایک جملہ لکھا ہے، وہ بھی پڑھ لیجیے کافی دلچسپ ہے۔

یعنی آخر تم سوکن ہو، کیسی ہی پاک نفس سہی تم نے ایسی صلاح دی کہ صلاح نہ شد بلا شد۔

(۴) بخاری، ج ۱، ص ۴۵۱، حدیث ۶۵۱، ایضاً

عن عائشة قالت امر رسول الله ابابكر ان يصلى بالناس في مرضه فكان يصلى بهم قال عروة ___ فوجد رسول الله في نفسه خفةً فخرج فاذا بوبكر يوم الناس فلما رأه ابوبكر استاخر فاستار اليه ان كما انت فجلس رسول الله حذاد ابى بكر الى جنبه فكان ابوبكر يصلى لصلوة رسول الله والناس يصلون لصلوة ابى بكر

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے، انھوں نے کہا: آنحضرتؐ نے اپنی بیماری میں ابوبکر یہ حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں تو وہ نماز پڑھاتے رہے۔ عروہ نے کہا: ایک دن آنحضرتؐ نے اپنے کو ذرا ہلکا پایا تو باہر برآمد ہوئے۔ حضرت

ابوبکر لوگوں کی امامت کر رہے تھے جب ابوبکر نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹے۔ آپ نے اشارے سے فرمایا: نہیں، اپنی جگہ رہو۔ پھر آنحضرتؐ ابوبکر کے بازو بیٹھ گئے ان کے برابر۔ تو ابوبکر تو آنحضورؐ کی نماز کی پیروی کر کے نماز پڑھتے تھے اور لوگ ابوبکر آپ کی نماز کی پیروی کرتے تھے"۔

(۸) بخاری، ج ۱، ص ۴۵۵، حدیث ۶۵۵، باب: امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ لوگ اس کی پیروی کریں۔

عبداللّٰہ ابن عتبہ قال دخلت علی عائشۃ فقلت ألا تحدثینی عن مرض رسول اللّٰہ قالت بلٰی ___ ثقل النبی فقال أصلی الناس؟ فقلنا لا یارسول اللّٰہ ولم ینتظرونك ، قال صنعوا لی ماءً فی المخضب قالت ففعلنا ، فاغتسل فذهب یسوء فاغمی علیہ ثم افاق فقال أصلی الناس؟ قلنا لا وهم ینتظرونك یارسول اللّٰہ، قال صنعوا الی ماءً فی المخضب قالت فقعد فاغتسل ثم ذهب لینوء فاغمی علیہ ثم افاق ، فقال أصلی الناس؟ قلنا لاوهم ینتظرونك یا رسول اللّٰہ فقال صنعوا لی ماءً فی المغضب فقد فاغتسل فذهب لینوا فاغمی علیہ ثم افاق فقال أصلی الناس؟ فقلنا لاوهم ینتظرونك یارسول اللّٰہ والناس عکوف فی المسجد ینتظرون النبی لصلوٰۃ العشاء الآخرۃ

فارسل النبی الیٰ ابی بکرؓ یصلی بالناس فاتاہ الرسول

فقال ان رسول اللّٰہ یامرك ان تصلی بالناس فقال ابوبکر وکان رجلا رفیقا ___ یاعمر! صلی بالناس فقال له عمر ___ انت احق بذلك ___ فصلی ابوبکر تلك الایام ، ثم ان النبی وجد من نفسه خفةً فخرج بین رجلین احدهما العباس لصلوٰۃ الظهر وابوبکر یصلی بالناس فلما رآہ ابوبکر ذهب یستأخر فاوقا الیه النبی بان لا یتأخر قال احلسبانی الی حنیه فاجلساہ الی حنیسه ابی بکر

قال فجعل ابوبکر یصلی وهو یأتم لصلوٰۃ النبی والناس یأتون لصلوٰۃ ابی بکر والنبی قاعدًا

قال عبیداللّٰہ فدخلت علی عبداللّٰہ ابن عباس فقلت له الاعراض علیك ما حدثتنی عائشة عن مرض النبی؟ قال هات! فعرضت علیه حدیثها فما انکر منه شیئًا غیر انه قال أسحت لك الرجل الذی کان مع العباس؟ قلت لا ، قال هو علیؓ ، قال عبیداللّٰہ فدخلت علی عبداللّٰہ ابن عباس فقلت لهٗ الا اعرض علیك ما حدثتنی عائشة عن مرض النبی قال هات فعرضت علیه حدیثها فما انکر منه شیئًا غیر انه قال أسمت لك الرجل الذی کان مع العباس؟ قلت لا ، قال هو علی

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: عبید اللہ ابن عتبہ ابن مسعود کا کہنا ہے کہ میں حضرت عائشہ کے پاس گیا اور کہا: کیا آپ مجھ سے

آنحضرتؐ کی بیماری کا حال بیان نہیں کرتیں؟ انھوں نے کہا: کیوں نہیں۔ میں بیان کرتی ہوں۔ آنحضرتؐ بیمار ہوئے تو فرمایا: کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟

ہم نے عرض کیا: جی نہیں، یارسولؐ اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اچھا تو لگن میں میرے لیے پانی رکھو۔ ہم نے پانی رکھ دیا۔ آپؐ نے غسل کیا۔ پھر اٹھنے لگے تو بے ہوش ہو گئے۔ پھر ہوش میں آئے تو پوچھا: کیا لوگ نماز پڑھ چکے؟

ہم نے عرض کیا: جی نہیں، یارسولؐ اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: اچھا ذرا پانی میرے نہانے کے لیے لگن میں رکھ دو۔

ہم نے رکھ دیا۔ آپ نے غسل کیا۔ پھر اٹھنا چاہا تو بے ہوش ہو گئے، پھر ہوش آیا تو پوچھا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟ ہم نے عرض کیا: جی نہیں، یارسولؐ اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: لگن میں میرے نہانے کے لیے پانی رکھ دو۔ پھر آپ بیٹھے اور غسل کیا۔ اٹھنا چاہا تو بے ہوش ہو گئے پھر ہوش آیا تو پوچھا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی؟

ہم نے عرض کیا: جی نہیں یارسولؐ اللہ! وہ آپ کا انتظار کر رہے ہیں؟ اور لوگوں کا یہی حال تھا۔ وہ مسجد میں اکٹھا تھے۔ عشاء کی نماز کے لیے آنحضرتؐ کا انتظار کر رہے تھے۔

تب آپؐ نے ابوبکر صدیق کو کہلا بھیجا تم لوگوں کو نماز پڑھا دو۔ آپ کا پیغام لے جانے والا ابوبکر کے پاس آیا اور اس نے کہا:

آنحضرتؐ کا حکم یہ ہے کہ تم لوگوں کو نماز پڑھاؤ۔ ابوبکر ذرا نرم دل آدمی تھے۔ انہوں نے حضرت عمر سے کہا: اے عمر! نماز پڑھاؤ۔ حضرت عمر نے کہا: تم اس کے زیادہ حقدار ہو، آخر ان دنوں ابوبکر ہی نماز پڑھاتے رہے۔ پھر آنحضرتؐ کو کچھ اپنا مزاج ہلکا معلوم ہوا۔ آپ دو مردوں پر ٹیکا دیئے ہوئے ظہر کی نماز کے لیے نکلے ان میں ایک عباس تھے اور ابوبکر نماز پڑھا رہے تھے۔ جب ابوبکر نے آپ کو دیکھا تو پیچھے ہٹنا چاہا لیکن آپ نے ان کو اشارے سے فرمایا: پیچھے نہ ہٹو! پھر آپ نے ان دونوں مردوں سے فرمایا: مجھے ابوبکر کے بازو بٹھا دو، انھوں نے بازو بٹھا دیا۔ تو ابوبکر تو نماز میں آنحضرتؐ کی پیروی کرتے تھے اور لوگ ابوبکر کی نماز کی پیروی کر رہے تھے اور آنحضرتؐ بیٹھے بیٹھے نماز پڑھ رہے تھے۔

عبیداللہ ابن عبداللہ نے کہا: میں یہ حدیث سن کر عبداللہ ابن عباس کے پاس گیا اور ان سے کہا: کیا میں تم سے وہ حدیث بیان نہ کروں جو حضرت عائشہ نے آنحضرتؐ کی بیماری کے حال میں مجھ سے بیان کی ہے۔

انھوں نے کہا: بیان کرو۔ میں نے حضرت عائشہ کی یہی حدیث بیان کی، انھوں نے اس میں سے کسی بات کا انکار نہیں کیا۔ صرف اتنا کہا کہ حضرت عائشہ نے اس دوسرے شخص کا نام بیان کیا جو عباس کے ساتھ تھے؟

میں نے کہا: نہیں۔ انھوں نے کہا: وہ حضرت علیؑ تھے"۔

(۹) بخاری، ج۱، ص۴۷۲، حدیث ۶۸۰، باب: امام کی تکبیر لوگوں کو سنانا:

عن عائشة قالت لما مرض النبی مرضه الذی مات فیه اتاه یوذنه بالصلٰوۃ فقال مروا ابابکر فلیصل قلت ان ابابکر رجل اسیف ان یقم مقامك یبکی فلا یقدر علی القرأۃ قال مروا ابابکر فلیصل فقلت مثله فقال فی الثالثة او الرابعة انکن صواحب یوسف ، مروا ابابکر فلیصل فصلی وخرج النبی یهادی بین رجلین کانی انظر الیه یخط برجلیه الارض فلما رأه ابوبکر ذهب یتأخر فاشار الیه ان صل فتاخر ابوبکر وقعد النبی الی جنبه وابوبکر یسمع الناس التکبیر

''حضرت عائشہ سے ہے کہ جب آنحضرت کو وہ بیماری ہوئی جس میں آپؐ نے وفات پائی تو بلال نماز کی خبر دینے کو آپؐ کے پاس آئے۔ آپؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو کہ وہ نماز پڑھائے۔ ابوبکر کچھ لے لیں وہ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے، رو دیں گے قرآن نہ پڑھ سکیں گے۔ آپؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو وہ نماز پڑھائیں۔ میں نے پھر وہی عرض کیا: آخر تیسری یا چوتھی بار آپؐ نے فرمایا: تم تو یوسف کے ساتھ والیاں ہو۔ ابوبکر سے کہو وہ نماز پڑھائیں۔

خیر انھوں نے نماز شروع کر دی اور آنحضرتؐ ذرا اپنا مزاج ہلکا پا کر دو آدمیوں پر ٹیکا دیئے نکلے جیسے میں آپ کو دیکھ رہی ہوں۔ آپؐ کے پاؤں زمین پر لکیر کر رہے تھے۔ ابوبکر نے آپ کو دیکھا

تو پیچھے سرکنا چاہا۔ آپ نے اشارے سے ان کو فرمایا: نماز پڑھاتے جاؤ۔ ابوبکر ذرا پیچھے سرک گئے اور آپؐ ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے۔ ابوبکر آپؐ کی تکبیر لوگوں کو سناتے تھے"۔

(۱۰) بخاری، ج۱، ص۳۷۳، حدیث ۶۸۱، باب: ایک شخص امام کی اقتداء کرے اور لوگ اس کی اقتداء کریں:

عن عائشة قالت لما ثقل رسول الله جاء بلال يؤذنه بالصلٰوة فقال مروا ابابكر يصلي بالناس فقلت يارسول الله ان ابابكر رجل اسيف فانه متى يقم مقامك لا يسمع الناس فلو امرت عمر فقال مروا ابابكر ان يصلي بالناس فقلت لحفصة قول له ان ابابكر رجل اسيف وانه متى يقم مقامك لم يسمع الناس فلو امرت عمر فقال انكن لانتن صواحب يوسف مروا ابابكر ان يصلي بالناس فلما دخل في الصلٰوة وجد رسول الله في نفسه خفةً فقام يهادى بين رجلين ورجلاه يخطان في الارض حتى دخل المسجد فلما سمع ابوبكر حسه ذهب ابوبكر يتاخر فاوقا اليه رسول الله فجأ رسول الله حتى جلس عن يسار ابي بكر يصلي قائمًا وكان رسول الله يصلي قاعدًا يقتدى ابوبكر بصلٰوة رسول الله يقتدرون بصلٰوة ابي بكر

"حضرت عائشہ سے ہے انھوں نے کہا: جب آنحضرتؐ بیمار ہوگئے تو بلال نماز کے لیے آپ کو بلانے کو آئے، آپؐ نے

فرمایا: ابوبکر سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ میں نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! ابوبکر نرم دل آدمی ہیں وہ جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو اپنی آواز لوگوں کو نہ سنا سکیں گے۔ بہتر ہو اگر آپ عمر کو نماز پڑھانے کا حکم دیں۔

آپؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو نماز پڑھائیں۔

میں نے حضرت حفصہ سے کہا: تم عرض کرو کہ ابوبکر نرم دل آدمی ہیں۔ وہ جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو اپنی آواز لوگوں کو نہ سنا سکیں گے۔ بہتر ہو اگر آپ عمر کو نماز پڑھانے کا حکم دیں۔

آپؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو نماز پڑھائیں۔

میں نے حضرت حفصہ سے کہا: تم عرض کرو کہ ابوبکر نرم دل آدمی ہیں۔ وہ جب آپؐ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو ان کی آواز نہ نکل سکے گی۔ کاش آپ عمر کو نماز پڑھانے کے لیے فرمائیں۔

آپؐ نے فرمایا: تم تو یوسف کے ساتھ والیاں ہو۔ ابوبکر سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ جب ابوبکر نماز پڑھانے لگے تو آنحضرتؐ نے ذرا اپنا مزاج ہلکا پایا۔ آپ دو آدمیوں پر ٹیکا دے کر کھڑے ہوئے اور آپ کے پیر زمین پر نشان کر رہے تھے۔ اسی طرح سے چل کر مسجد میں آئے۔ ابوبکر نے آپ کی آہٹ پائی تو لگے پیچھے سرکنے، آنحضرتؐ نے ان کو اشارہ کیا، اپنی جگہ رہو، پھر آپ تشریف لائے اور ابوبکر کے بائیں طرف بیٹھ گئے تو ابوبکر تو کھڑے کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور آنحضرتؐ بیٹھے بیٹھے ابوبکر آنحضرتؐ کی نماز کی پیروی کر رہے تھے اور لوگ ابوبکر

کی نماز کی۔

(۱) بخاری، ج۱، ص۲۷۶، حدیث۶۸۳، باب: امام نماز میں رُو دیئے

عن عائشة أم المومنين ان رسول الله قال فی مرضه مروا ابابکر یصلی بالناس قالت عائشة قلت ان ابابکر اذا قام فی مقامك لم یسمع الناس من البکاء فمر عمر یصلی بالناس فقال مروا ابابکر فلیصل للناس فقالت عائشة فقلت لحفصة قولی له ان ابابکر رجل اسیف اذا قام مقامك لم یسمع الناس من البکاء فمر عمر فلیصل للناس ففعلت حفصة فقال رسول الله مه انکن لانتن صواحب یوسف مروا ابابکر فلیصل للناس قالت حفصة لعائشة ما کنت لاصیب منك خیرًا

''حضرت عائشہ اُم المومنین سے ہے کہ آنحضرتؐ نے اپنی بیماری میں فرمایا: ابوبکر سے کہو وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ حضرت عائشہ نے عرض کیا: ابوبکر تو جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے تو روتے روتے اپنی آواز بھی لوگوں کو سنانا ان کو مشکل اس لیے عمر سے فرمائیے۔ وہ نماز پڑھائیں۔ آپؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو وہ نماز پڑھائیں۔

حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ سے کہا: تم بھی تو آنحضرتؐ سے عرض کرو کہ ابوبکر جب آپ کی جگہ کھڑے ہوں گے (تو آپ کو یاد کر کے) لوگوں کو قرآن نہ سنا سکیں گے اس لیے عمر کو حکم دیجیے وہ نماز پڑھائیں۔ حضرت حفصہ نے عرض کیا: آپ نے فرمایا:

بس چپ رہ! تم تو یوسف کی ساتھ والیاں ہو، ابوبکر سے کہو وہ نماز
پڑھائیں پھر حضرت حفصہ حضرت عائشہ سے کہہ اُٹھیں۔ بھلا مجھ
کو تم سے کہیں بھلائی ہونا ہے"۔

جائزہ

یوں تو وابستگان اقتدار میں سے اور افراد نے بھی امامت ابوبکر کی کہانی بیان کی ہے لیکن چونکہ سب سے زیادہ قابلِ اعتماد واقعہ وہی ہوسکتا ہے جو حضرت عائشہ کی زبانی بیان ہو کیونکہ بی بی کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ مناسب ہوگا کہ اولاً ان احادیث کا ہم اس انداز میں جائزہ لیں جو ہمارا مقصود ہے اور ثانیاً ان احادیث کی اسلامی حیثیت کو پیشِ نظر رکھ کر ان کا تجزیہ کریں گے یہ تو آپ کو معلوم ہو چکا ہے کہ کتاب الاذن میں حضرت عائشہ کی کل اُنیس عدد احادیث ہیں اور یہ بھی آپ دیکھ چکے ہیں کہ بحمداللہ ان انیس احادیث میں بی بی نے اذان کے سلسلہ میں ایک مسئلہ تک نہیں بتایا۔

- نہ تو بی بی نے یہ بتایا ہے کہ اذان کب شروع ہوئی؟
- نہ بی بی نے یہ بتایا ہے کہ اذان کیسے شروع کی گئی؟
- نہ بی بی نے یہ بتایا ہے کہ پہلی پہلی اذان اسلام میں کس نے دی؟
- نہ بی بی نے یہ بتایا ہے کہ اسلام میں پہلی پہلی اذان کس وقت کی نماز کے لیے دی گئی؟
- نہ بی بی نے یہ بتایا ہے کہ اذان کے کتنے کلمے ہوتے ہیں؟
- نہ بی بی نے یہ بتایا ہے کہ اذان صرف جماعت کے لیے ہوتی ہے یا انفرادی نماز کے لیے بھی اذان دینا فرض ہے یا سنت ہے؟
- نہ بی بی نے یہ بتایا ہے کہ دن میں اذانیں پانچ ہوتی تھیں یا تین یا چار؟
- نہ بی بی نے یہ بتایا ہے کہ اذان کے لیے وضو فرض ہے یا سنت؟

* نہ بی بی نے یہ بتایا ہے کہ بحالتِ جنابت انسان دے سکتا ہے یا نہیں؟
* نہ بی بی نے یہ بتایا ہے کہ اذان صرف پنجگانہ نمازوں کے لیے دی جاتی ہے یا نوافل اور دیگر آفات و مصائب کے لیے بھی اذان دی جاسکتی ہے؟

ان انیس احادیث میں سے اذان کے متعلق ایک مسئلہ بھی نہیں ملے گا البتہ ان انیس احادیث کا تعلق صرف آنحضورؐ کی زندگی کے آخری چند دنوں سے ہے اور باقی کی گیارہ احادیث بی بی نے آپ کی مدنی زندگی میں روایت کی ہیں؟ گویا زیادہ سے زیادہ ایک ہفتہ میں نقل شدہ احادیث ۸ اور کم از کم ۸ برس میں نقل شدہ احادیث گیارہ ہیں۔ یعنی بی بی نے جتنا زور آنحضور کے آخری ایام میں صرف کیا ہے اس کا نصف آپ کے ساتھ گزاری جانے والی پوری زندگی تک میں نہ کیا۔

امامت ابوبکر کی احادیث جو صرف بی بی سے منقول ہیں ان کی تعداد کافی ہے اور ان تمام احادیث کو ہم نے نظامِ مصطفیٰؐ بزبانِ باصفا کی جلد دوم میں یکجا کر کے لکھ دیا ہے۔ شائقین وہاں ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ اس جگہ تو صرف انہی احادیث میں غور کریں گے جو کتاب الاذان میں امام بخاری نے بیان فرماتی ہیں۔

* ان آٹھ احادیث میں بی بی نے کیا بیان کیا ہے؟
* یہ آٹھ احادیث مکررات ہیں یا ہر حدیث جداگانہ حدیث ہے؟
* اگر ہر حدیث جداگانہ اور مستقل حدیث ہے تو کیا ان آٹھ احادیث میں کوئی مشترک نکتہ بھی ہے یا نہیں؟

① حدیث ۶۳۳: اس حدیث کو جس باب کے ذیل میں لکھا گیا ہے وہ ہے بیمار کو کس حد تک جماعت میں آنا چاہیے۔ اس باب کے ذیل میں حدیث ۶۳۳ ہے۔ اس میں بی بی نے جو کچھ فرمایا ہے میں اپنے لفظوں میں پیش کر رہا ہوں۔

* مرض الموت میں آنحضورؐ نے حکم دیا کہ ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے؟

❊ کسی نے عرض کیا: ابوبکر دل کے کچے ہیں وہ آپ کی جگہ کھڑے ہوکر برداشت نہ کرسکیں گے انھیں رونا آجائے گا؟

❊ آنحضورؐ نے اپنا حکم دہرایا۔

❊ لوگوں نے اپنا جواب دہرایا۔

❊ آنحضورؐ نے تیسری بار اپنا حکم دہرایا۔

❊ آنحضورؐ نے اپنی بیبیوں سے فرمایا: تم تو یوسف کے گھر والیاں ہو، ابوبکر سے کہو وہ نماز پڑھائے۔

❊ ابوبکر نے نماز پڑھانا شروع کردیا۔

❊ آنحضرتؐ نے اپنے جسم میں تخفیف محسوس کی۔ آپؐ دو آدمیوں کا سہارا لے کر مسجد میں آئے۔

❊ بی بی کہتی ہے میں چشمِ تصور میں آج بھی آپ کے قدموں کو زمین پر گھسٹتا دیکھ رہی ہوں۔

❊ ابوبکر نے آپ کو آتے دیکھ لیا اور پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا۔

❊ آنحضورؐ نے ابوبکر کو اشارے سے منع فرمایا کہ پیچھے نہ ہٹو۔

❊ آنحضورؐ ابوبکر کے بازو میں بیٹھ گئے۔

④ حدیث ۶۴۴: اس حدیث کو بھی سابقہ باب میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس میں بی بی نے جو کچھ بیان فرمایا ہے ہمارے لفظوں میں یوں ہوگا:

❊ جب آپ کی بیماری شدت پکڑ گئی تو آپ نے دیگر ازواج سے رخصت مانگی کہ عیادت کے لیے مجھے حضرت عائشہ کے گھر رہنے کی اجازت دے دو اور باری کا سوال چھوڑ دو تمام بیبیوں نے اجازت دے دی۔

❊ آپ دو آدمیوں کا سہارا لے کر آئے۔ آپؐ کے قدم زمین پر گھسٹ رہے تھے۔

* ان دو آدمیوں میں سے ایک آپ کا چچا عباس تھا؟
* راوی عبیداللہ نے عبداللہ ابن عباس کو یہ واقعہ سنایا تو اس نے دوسرا آدمی جس کا نام حضرت عائشہ نے نہیں بتایا وہ حضرت علیؑ تھا۔

۳ حدیث ۶۴۶: جس باب میں حدیث لکھی گئی ہے وہ ہے: سب سے زیادہ حقدار امامت وہ ہے جو علم اور فضیلت والا ہو۔ اس میں بی بی نے جو کچھ بتایا ہے وہ یہ ہے:

* آنحضورؐ نے اپنے ایامِ مرض میں فرمایا: ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے۔
* حضرت عائشہ نے عرض کیا: ابوبکر بھولا ہے آپ عمر سے کہیں وہ نماز پڑھائے۔
* حضرت عائشہ نے آنحضورؐ کے جواب کا انتظار کیے بغیر حضرت حفصہ سے کہا: تو بھی یہی کہہ چنانچہ حفصہ نے بھی وہی کہا۔
* آنحضورؐ نے حضرت حفصہ کو ڈانٹ کر فرمایا: چپ رہ! تم تو یوسف کے ساتھ والیاں ہو، ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے۔
* حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے کہا: مجھے تیری طرف سے کبھی بھی اچھائی نہ مل سکی۔

پہلے تو ایک نظر میں حدیث اور امام بخاری کے دیئے گئے عنوان کا باہمی موازنہ کیجیے۔ پھر ان میں مقام مشترک تلاش کیجیے۔ پھر بتایئے کہ باب کے عنوان اور حضرت عائشہ کے بیان میں کون سی ہم آہنگی ہے۔

۴ حدیث ۶۵۱: باب وہی سابقہ ہے۔

* آنحضورؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائے اور حضرت ابوبکر آپ کے ایامِ مرض میں نماز پڑھاتے رہے۔
* حضرت عائشہ اتنا کہہ کر خاموش ہوئی اس کے بعد راوی عروہ نے اپنی طرف سے

پیوند لگایا۔

* آنحضورؐ نے اپنی طبیعت کو ہلکا محسوس کیا تو مسجد میں آئے۔
* اس وقت ابوبکر لوگوں کو نماز پڑھا رہا تھا۔
* ابوبکر نے آنحضورؐ کو آتے ہوئے دیکھ کر پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا۔
* آنحضورؐ نے ابوبکر کو اشارہ کیا کہ اپنی جگہ رہو۔
* آنحضورؐ ابوبکر کے ساتھ بیٹھ گئے۔
* ابوبکر آنحضورؐ کی اقتداء میں نماز پڑھتا رہا اور لوگ ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھتے رہے۔

⑤ حدیث ۶۵۵: باب اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ لوگ اس کی پیروی کریں۔

* عبداللہ ابن عتبہ حضرت عائشہ سے آنحضورؐ کے ایامِ مرض کی روداد سنانے کی درخواست کرتا ہے۔
* حضرت عائشہ کے مطابق جب آنحضورؐ بوجھل ہو گئے تو پوچھا: کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟
* ہم نے جواب دیا: نہیں آپؐ کے منتظر ہیں۔
* آپؐ نے غسل خانہ میں پانی رکھنے کا حکم دیا، ہم نے پانی رکھا۔ آپؐ نے غسل کیا۔ فراغت کے بعد اُٹھنے کا ارادہ کیا تو بے ہوش ہو گئے؟
* جب افاقہ ہوا تو پوچھا: کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟
* ہم نے کہا: آپ کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔
* آپ نے غسل خانہ میں پانی رکھنے کا حکم دیا، ہم نے پانی رکھا، آپ نے غسل کیا، جب فارغ ہو کر اٹھنے لگے تو بے ہوش ہو گئے۔
* افاقہ ہوا تو پوچھا کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟

❊ ہم نے کہا: نہیں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔
❊ آپؐ نے فرمایا: غسل خانہ میں پانی رکھ، ہم نے پانی رکھا، آپؐ نے غسل کیا، غسل سے فراغت کے بعد اٹھنے کا ارادہ کیا تو بے ہوش ہو گئے؟
❊ افاقہ ہوا تو پوچھا کہ کیا لوگ نماز پڑھ چکے ہیں؟
❊ ہم نے بتایا کہ آپؐ کے انتظار میں بیٹھے ہیں۔ یہ نماز عشاء کا وقت تھا۔
❊ آپؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے۔
❊ آنحضورؐ نے ابوبکر کے پاس آدمی بھیجا کہ نماز پڑھا دے۔
❊ ابوبکر کو پیغام ملا تو اس نے عمر سے کہا کہ تو نماز پڑھا دے۔
❊ عمر نے ابوبکر سے کہا: نہیں تو زیادہ حق دار ہے؟
❊ ابوبکر نے نماز پڑھانا شروع کیا۔
❊ آنحضورؐ نے اپنی طبیعت میں ہلکا پن محسوس کیا۔
❊ آپؐ جنابِ عباس اور ایک دوسرے شخص کا سہارا لے کر مسجد میں آئے۔
❊ آپؐ نے ان دونوں سے کہا: مجھے ابوبکر کے پہلو میں بٹھا دو۔
❊ ابوبکر نے پیچھے ہٹنا چاہا لیکن آنحضورؐ نے اشارہ کیا کہ پیچھے نہ ہٹو۔
❊ ابوبکر آنحضورؐ کی نماز کی اقتداء کرنے لگا اور لوگ ابوبکر کی نماز کی اقتداء کرتا رہا۔

⑥ حدیث ۶۸۰: باب امام کی تکبیر لوگوں کو سنانا:

❊ جب آپؐ بیمار ہوئے تو مؤذن نے آکر آپؐ کو نماز پڑھانے کا کہا۔
❊ آپؐ نے فرمایا ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے۔
❊ بی بی نے کہا: ابوبکر آپؐ کی جگہ کھڑا ہو کر اتنا روئے گا کہ اس کی آواز حلق میں گھٹ کر رہ جائے گی۔
❊ آپؐ نے پھر فرمایا: ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے۔

❊ میں نے پھر وہی دہرایا۔
❊ آپؐ نے میرے تیسری چوتھی مرتبہ کے اصرار پر مجھ سے کہا: تم تو یوسف کے ساتھ والیاں ہو۔ ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے
❊ آپؐ دو آدمیوں کا سہارا لے کر نکلے۔ آپ کے قدم زمین پر گھسٹ رہے تھے۔
❊ ابوبکر آپ کو دیکھ کر ہٹنے لگا، آپؐ نے اشارے سے منع کر دیا۔
❊ آپؐ ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے اور آپ کی صدائے تکبیر لوگوں کو سنانے لگے۔

۞ حدیث ۶۸۱: باب: ایک شخص امام کی اقتداء کرے اور لوگ اس کی اقتداء کریں۔

❊ جب آپؐ بیمار ہوئے تو بلال آپ کو نماز کے لیے بلانے آیا۔
❊ آپؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے:
❊ میں نے کہا: ابوبکر بھولا ہے آپ عمر کو نماز پڑھانے کا حکم دیں۔
❊ آپؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے۔
❊ میں نے حفصہ سے کہا: اب تو میرے والی بات کہہ۔
❊ آپؐ نے کہا: آپ یوسف کے ساتھ والیاں ہو، ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے۔
❊ ابوبکر نے نماز شروع کر دی۔
❊ آپؐ نے بیماری سے ذرا خفت محسوس کی، آپؐ دو آدمیوں کا سہارا لے کر باہر نکلے، آپ کی دونوں ٹانگیں گھسٹ رہی تھیں۔
❊ ابوبکر نے آپ کی آہٹ محسوس کی تو پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا۔
❊ آپؐ نے ابوبکر کو اشارہ کیا کہ نہ ہٹو۔
❊ آپؐ ابوبکر کے بائیں جانب بیٹھ گئے۔
❊ آپؐ بیٹھ کر نماز پڑھانے لگے اور ابوبکر آپ کی اقتداء کرنے لگا اور لوگ ابوبکر کی اقتداء کرنے لگے۔

⑧ حدیث ۶۸۴: باب: امام نماز میں رو دیئے:

* آنحضورؐ نے اپنے ایامِ مرض میں کہا: ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے۔
* حضرت عائشہ نے کہا کہ ابوبکر کچولا ہے رو دے گا۔ لوگ اس کی قرأت نہ سن سکیں گے، عمر سے نماز کا کہیں۔
* آپؐ نے فرمایا: ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے۔
* حضرت عائشہ نے حضرت حفصہ سے کہا: اب تو وہی بات کہہ، حضرت حفصہ نے کہا۔
* آپؐ نے حضرت حفصہ کو ڈانٹ دیا اور فرمایا: تم تو یوسف کی ساتھ والیاں ہو، ابوبکر سے کہو نماز پڑھائے۔
* حضرت حفصہ نے حضرت عائشہ سے کہا: مجھے تیری طرف سے کبھی کب اچھائی مل سکتی ہے، کیا یہ مکررات نہیں۔

ممکن ہے کوئی زیادہ دانش مند وکیل یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ یہ آٹھ احادیث نہیں بلکہ ایک ہی واقعہ کا تکرار ہے اور فی الواقع یہ ایک حدیث ہے۔ ایسے دانش مندوں کے تنقیہ دماغ کے لیے عرض ہے کہ وہ احادیث میں ایک مرتبہ پھر غور کریں اگر انھیں خود سمجھ نہ آئے تو ہمارے دیئے گئے ذیل کے تجزیہ کو بغور مطالعہ فرمائیں۔ انھیں نظر آ جائے کہ ہر حدیث جدا حدیث ہے اور آٹھ مکررات نہیں بلکہ آٹھ احادیث ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ زیرِنظر آٹھ احادیث ہیں لیکن ان مشترک نکات کو دیکھ کر تمام احادیث کو ایک کہہ دینا مختلف نکات کو پس پشت ڈال دینا علمِ حدیث اور فنِ حدیث کے منہ پر ایک طمانچہ ہوگا۔

مشترکہ نکات:

① حدیث ۶۳۳: مرض الموت میں آنحضورؐ نے ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا:

* ۶۳۴ میں یہ حکم نہیں ہے۔
* ۶۴۶ میں یہی حکم ہے۔
* ۶۵۱ میں یہی حکم ہے۔
* ۶۵۵ میں یہی حکم ہے۔
* ۶۸۰ میں یہی حکم ہے۔
* ۶۸۱ میں یہی حکم ہے۔
* ۶۸۴ میں یہی حکم ہے۔

(۲) حدیث ۶۳۳ میں بی بی نے کہا کہ ابوبکر کچولا ہے:

* ۶۳۴ میں بی بی کی کوئی ایسی بات نہیں۔
* ۶۴۶ میں بی بی نے وہی بات کی ہے۔
* ۶۵۱ میں ایسی کوئی بات نہیں۔
* ۶۵۵ میں ایسی کوئی بات نہیں۔
* ۶۸۰ میں بی بی نے وہی بات کی۔
* ۶۸۱ میں بی بی نے وہی بات کی۔
* ۶۸۴ میں بی بی نے وہی بات کی۔

(۳) ۶۳۳ میں آنحضورؐ کو کئی بار اپنا حکم دہرانا پڑا:

* ۶۳۴ میں ایسی کوئی بات نہیں۔
* ۶۴۶ میں آنحضورؐ نے صرف ایک مرتبہ کہا اور بی بی نے حضرت حفصہ کو درمیان میں ڈال دیا۔
* ۶۵۱ میں ایسی کوئی بات نہیں۔
* ۶۵۵ میں قصہ طویل ہے۔ آپ نے بار بار غسل کیا اور ہر بار غش کر گئے۔

* ۶۸۰ میں بی بی نے تین چار مرتبہ اپنی بات دہرائی ہے اس میں حفصہ کا ذکر نہیں۔
* ۶۸۱ میں بی بی نے صرف ایک مرتبہ تردید کر کے بی بی حفصہ کو درمیان میں ڈالا۔
* ۶۸۴ میں بی بی نے ایک مرتبہ دہرایا، پھر بی بی حفصہ کو درمیان میں ڈالا۔

④ حدیث ۶۳۳ میں ابوبکر کے رونے کا ذکر ہے:

* ۶۳۴ میں ایسی کوئی بات نہیں۔
* ۶۴۶ میں بی بی نے ابوبکر کے بجائے عمر کا نام تجویز کیا ہے۔
* ۶۵۱ میں ایسی کوئی بات نہیں۔
* ۶۵۵ میں نہ حضرت عائشہ کی تردید ہے اور نہ کسی دوسرے کی تجویز ہے۔
* ۶۸۰ میں صرف بی بی نے تردید کی ہے تجویز نہیں۔
* ۶۸۱ میں بی بی نے عمر کی تجویز کی ہے۔
* ۶۸۴ میں بھی بی بی نے عمر کو تجویز کیا ہے۔

⑤ حدیث ۶۳۳ میں آپؐ نے دو ازواج کو یوسف کی ساتھ والیاں کہا ہے:

* ۶۳۴ میں ایسی کوئی بات نہیں۔
* ۶۴۶ میں آپؐ نے انھی دو بیبیوں کو یوسف کی ساتھ والیاں کہا ہے۔
* ۶۵۱ میں ایسی کوئی بات نہیں۔
* ۶۵۵ میں ایسی کوئی بات نہیں۔
* ۶۸۰ میں آپؐ نے انھی دو بیبیوں کو یوسف کی ساتھ والیاں کہا ہے۔
* ۶۸۴ میں آپؐ نے انھی دو بیبیوں کو یوسف کی ساتھ والیاں کہا ہے۔

⑥ حدیث ۶۳۳ میں آپؐ سہارا لے کر مسجد میں آ گئے:

* ۶۳۴ میں آپؐ سہارا لے کر بی بی کے گھر آئے۔
* ۶۴۶ میں ایسی کوئی بات نہیں۔

* ۶۵۱ میں آپؐ سہارا لے کر مسجد میں آ گئے۔
* ۶۵۵ میں آپؐ سہارا لے کر مسجد میں آ گئے۔
* ۶۸۰ میں آپؐ سہارا لے کر مسجد میں آ گئے۔
* ۶۸۴ میں سہارا لے کر مسجد میں آ گئے۔

⑦ حدیث ۶۳۳ میں آپؐ نے جن کا سہارا لیا کسی کا نام نہیں:

* ۶۳۴ میں جن دو آدمیوں کا سہارا لیا ان میں سے بی بی نے عباس کا نام بتایا ہے۔
* ۶۴۶ میں کسی سہارے کا ذکر نہیں۔
* ۶۵۱ میں کسی سہارے کا ذکر نہیں۔
* ۶۵۵ میں سہارے دینے والوں میں سے عباس کا نام لیا ہے۔
* ۶۸۰ میں کسی سہارا دینے والے کا نام نہیں۔
* ۶۸۱ میں کسی سہارا دینے والے کا نام نہیں۔
* ۶۸۴ میں سہارے کا ذکر ہی نہیں۔

⑧ تمام ان احادیث میں آپؐ کے مسجد آنے کا ذکر ہے ان میں آپؐ کے قدم زمین پر گھسٹتے بتائے گئے ہیں۔

⑨ تمام احادیث میں یہ بات بھی مشترک ہے کہ آنحضورؐ نے ابوبکر کی امامت پر بھروسہ نہیں کیا اور خود بمشکل چل کر آئے اور بیٹھ کر نماز پڑھائی۔

⑩ بعض احادیث میں آپ کے ابوبکر کا مقتداء اور بعض میں ابوبکر کو آپ کا مکبّر بتایا گیا ہے۔ ان واضح اختلافات کے باوجود اگر کوئی کہے کہ یہ ایک ہی حدیث کا تکرار ہے، زبردستی یا کم فہمی کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

گویا آنحضورؐ نے دس مرتبہ مسلسل ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا، چونکہ امامت ابوبکر کے اس افسانہ پر نظامِ مصطفیؐ، جلد دوم میں سیر حاصل تبصرہ کر چکا ہوں اس لیے

قارئین کا مزید وقت نہیں لیتا۔ اس جگہ صرف دو امور کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں:

① حضرت عائشہ نے آنحضورؐ کو سہارا دینے والے دو مردوں میں سے جنابِ عباس کا نام تو لیا ہے لیکن حضرت علیؑ کو وہ رجل آخر کہہ کر آگے گزر گئیں جیسا کہ احادیث آپ کے سامنے ہیں۔ متعدد مقامات پر بی بی نے حضرت علیؑ کا نام نہیں لیا۔

* وجہ جو بھی ہو ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں البتہ بخاری شریف کی ان احادیث کی روشنی میں ایک بات جو صراحت کے ساتھ ہر قاری کے سامنے آتی ہے وہ یہ ہے کہ: حضرت عائشہ کی حضرت علیؑ سے نفرت تھی، بغض تھا، عداوت تھی کیونکہ انسان شدتِ عداوت کی وجہ سے اپنے دشمن کا نام نہیں لیتا۔ حضرت عائشہ کے اس عمل کو اگر صحیح بخاری، ج ۴، پ ۱۴ کتاب المناقب کے اس عنوان میں دیکھا جائے:

* ص ۵۳: قال النبیؐ لعلی انت منی وانا منک۔ آنحضرتؐ نے ان کے حق میں فرمایا: ”تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے ہوں“۔

* کیا بی بی کی حضرت علیؑ سے نفرت بلاواسطہ آنحضورؐ سے نہیں ہوگی؟

* صحیح بخاری، ج ۴، پ ۱۴، کتاب المناقب، ص ۵۵: عن سلمہ قال قال النبیؐ لاعطین الرأیۃ اولیأخذن الرأیۃ غدًا رجلا یحب اللّٰہ ورسولہ ”سلمہ ابن اکوع سے ہے، آنحضورؐ نے فرمایا: میں کل صبح سرداری کا جھنڈا ایسے شخص کو دوں گا یا سرداری کا جھنڈا کل ایسا شخص سنبھالے گا جس سے اللہ اور اس کا رسولؐ محبت کرتے ہیں“۔

* بخاری شریف کی اس حدیث صحیح کے مطابق کیا حضرت عائشہ کی حضرت علیؑ سے نفرت یا عداوت ایسے شخص سے نہ تھی جو محبوبِ خدا اور محبوبِ رسولؐ تھا؟ جو شخص محبوبِ خدا اور محبوبِ رسولؐ سے نفرت یا عداوت رکھے اس کا کتنا مقام ہے؟

* بخاری، ج ۴، پ ۱۴، کتاب المناقب، ص ۵۸: عن سعد قال قال النبیؐ لعلی اما ترضٰی ان تکون منی بمنزلہ ھارون من موسٰی۔
بخاری شریف کی اس حدیث کے مطابق حضرت عائشہ کی حضرت علیؑ سے عداوت کیا مثیلِ ہارون سے نہ ہوگی؟ ہارون وصی موسٰی تھا۔

* حضرت عائشہ کی حضرت علیؑ سے عداوت یا نفرت صحیح مسلم، ج ۷، ص ۱۲۰ کا کیا مقام ہوگا؟

عن ابی وقاص قال امر معاویۃ ابن ابی سفیان سعدًا فقال ما منعك ان تسب وبالتراب فقال اماما ذکرت ثلاثًا قالھن له رسول اللّٰه فلن السید لان تکون لی واحدۃ منھن احب الی من حمر النعم سمعت رسول اللّٰه یقول له خلفه فی بعض مغاریه فقال له علی یارسول اللّٰه خلفتنی مع النساء والصبیان فقال له رسول اللّٰه : اما ترضٰی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسٰی الا انه لانبوۃ بعدی

وسمعته بقول خیبر لاعطین الرأیۃ رجلًا یحب اللّٰه ورسوله ویحب اللّٰه ورسوله ... ولما نزلت ھذہ الایۃ فقل تعالوا مذع ابناء نا وابناء کم دعا رسول اللّٰه علیًا وفاطمۃ وحسنًا وحسینا فقال اللھم ھؤلاء اھلی!

سعد ابن وقاص سے ہے کہ معاویہ نے سعد سے کہا تو کیوں ابوتراب پر سبّ نہیں کرتا۔ سعد نے کہا: جب تک مجھے تین باتیں یاد ہیں جو آنحضورؐ نے حضرت علیؑ کے بارے میں کہی ہیں نہ صرف میں کبھی حضرت علیؑ کو سبّ نہیں کروں گا بلکہ ان میں سے ایک بات بھی نصیب ہوتی تو میں سرخ ناقاؤں کی دولت سے اسے اپنے

لیے قیمتی سمجھتا۔

میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے ایک مرتبہ ایک جنگ میں آنحضورؐ نے حضرت علیؑ کو مدینہ میں رہنے کا حکم دیا۔ حضرت علیؑ نے عرض کیا: یارسولؐ اللہ! آپ مجھے عورتوں اور بچوں میں چھوڑ کر جا رہے ہیں؟ آپؐ نے فرمایا: کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ تو میرے لیے ویسے ہے جیسے موسیٰؑ کے لیے ہارونؑ تھا۔

میں نے اپنے کانوں سے خیبر کے دن آنحضورؐ سے سنا ہے کہ آپؐ نے فرمایا: اب میں علَم اسے دوں گا جو محبوبِ خدا اور محبوبِ رسولؐ ہے اور جو اللہ اور رسولؐ سے محبت رکھتا ہے۔

جب آیہ مباہلہ نازل ہوئی تو آپؐ نے علیؑ، فاطمہؑ، حسنؑ اور حسینؑ کو بلایا اور فرمایا: اے اللہ! یہ میرے اہلِ بیتؑ ہیں۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی اس ۲/۳ حصہ مشترکہ حدیث جس میں حضرت علیؑ کے محبوبِ خدا اور محبوبِ رسولؐ ہونے پر نصِ رسولؐ ہے اور صحیح مسلم کی ۱/۳ حصہ منفرد حدیث صحیح کہ حضرت علیؑ اہلِ بیتؑ رسولؐ سے ہیں کہ مطابق:

- حضرت عائشہ محبوبِ خدا اور محبوبِ رسولؐ سے نفرت کر کے یا عداوت رکھ کے کیا تاثر دینا چاہتی ہے؟
- صحیح مسلم کی حدیث صحیح کے مطابق جب حضرت علیؑ اہلِ بیتؑ رسولؐ سے ہیں تو حضرت عائشہ حضرت علیؑ سے اظہارِ نفرت کر کے اُمت کو کس بات کا سبق دے رہی ہے؟
- کیا حضرت عائشہ کے لیے محبتِ علیؑ سنتِ رسولؐ نہ تھی؟
- کیا صرف آنحضورؐ کو حضرت عائشہ سے محبت تھی اور حضرت عائشہ کو آنحضورؐ سے بالکل پیار نہ تھا؟

* صحیح مسلم، ج ۷، ص ۱۲۲، باب: مناقب علی: عن زید ابن ارقم قال قام رسول الله خطیبًا بماءٍ یدعی خما بین مکة والمدینة فحمد الله واثنی علیه و وعظ وذکرثم قال امابعد الا ایها الناس فانما بشر یوشك ان یأتی رسول ربی فاجیب وانا تارك فیکم الثقلین اولهما کتاب الله فیه الهدیٰ والنور فخذوا بکتاب الله واستمسکو به فحث علی کتاب الله ورغب فیه ثم قال اهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی اذکرکم فی اهل بیتی اذکرکم الله فی اهل بیتی فقال له حصین وعن اهل بیته یازید الیس نساء ه من اهل بیته قال نساء ه من اهل بیته قال نساء ه من اهلبیته ولکن اهل بیته من حرم الصدقة بعده قال ومن هم قال هم آل علی وآل عقیل و آل جعفر وآل عباس قال هؤلاء حرم الصدقة قال نعم

"عمران ابن حصین نے زید ابن ارقم سے نقل کیا ہے، زید نے کہا: ایک مرتبہ آنحضورؐ مکہ اور مدینہ کے درمیان مقامِ خم پر خطبہ دینے کو کھڑے ہوئے، اللہ کی حمد وثنا کی، وعظ ونصیحت کرنے کے بعد کہا، پھر فرمایا: امابعد! اے لوگو! میں ایک بشر ہوں، ہوسکتا ہے عنقریب میرے اللہ کا قاصد میرے پاس آئے اور میں لبیک کہہ دوں۔ میں تم میں دو بھاری چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں۔ ان میں سے ایک کتابِ خدا ہے جس میں ہدایت بھی ہے اور نور بھی ہے۔ کتابِ خدا سے تمسک کرو! آپ نے کتابِ خدا سے تمسک پر بہت زیادہ آمادہ کیا اور ترغیب دی۔ پھر فرمایا: دوسرے میرے اہلِ بیتؑ ہیں، میں تمھیں اللہ کے نام پر اہلِ بیتؑ یاد دلاتا ہوں۔ تمہیں اللہ کے نام پر اپنے اہلِ بیتؑ یاد دلاتا ہوں، تمھیں اللہ کے نام پر

اپنے اہلِ بیتؑ یاد دلاتا ہوں۔
حصین نے پوچھا: زید آپ کے اہلِ بیت کون ہیں؟ کیا آپ کی بیبیاں اہلِ بیتؑ نہیں ہیں؟ زید نے کہا کہ آپ کی عورتیں بھی اہلِ بیتؑ ہیں لیکن آپؐ کے اہلِ بیتؑ وہ ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔
حصین نے پوچھا: وہ کون ہیں؟ زید نے کہا: وہ آلِ علیؑ، آلِ عقیل، آلِ جعفر اور آلِ عباس ہیں۔
صحیح بخاری میں بتائی گئی حضرت عائشہ کی حضرت علیؑ سے نفرت یا عداوت کو صحیح مسلم کی اس حدیث سے ملا کر پڑھا تو کیا یہ پوچھا جا سکتا ہے کہ:

- ❊ بی بی نے آنحضرتؐ کے ان واضح فرامین کو کس بناء پر پسِ پشت ڈالا؟
- ❊ کیا بی بی ان احادیث پر یقین نہیں رکھتی تھی؟
- ❊ اگر یقین رکھتی تھی تو کیا بی بی نے واضح اشاراتِ نبویؐ کی نافرمانی تو نہیں کی؟
- ❊ اگر نافرمانی نہیں کی تو اس عداوت کا جواز کیا ہے؟

حضرت عائشہ کی حضرت علیؑ سے اس عداوت یا نفرت کو اگر صحیح ترمذی کی ذیل کی احادیث میں دیکھا جائے تو خدا جانے کیا کیا سامنے آ جائے۔

- ❊ صحیح ترمذی، ج ۲، ص ۷۱۵، حدیث ۱۶۳۶: عن عمران ابن حصین قال قال رسول اللّٰہ..... ان علیا عن وانا منہ وھو ولی کل مومن من بعدی، ”عمران ابن حصین سے مروی ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا: علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے ہوں اور علیؑ میرے بعد ہر مومن کا ولی ہے“۔
- ❊ صحیح ترمذی، ج ۲، ص ۷۱۵، حدیث ۱۷۴۷: زید ابن ارقم عن النبی قال من کنت مولاہ فعلی مولاہ ”زید ابن ارقم سے ہے کہ آنحضورؐ نے فرمایا: جس کا میں مولا ہوں اس کا علیؑ مولا ہے“۔

* صحیح ترمذی، ج ۲، ص ۷۱۷، حدیث ۱۶۵۰: عن ابی سعید الخدری قال ان کنا لنعرف المنافقین نحن معشر الانصار ببغضهم علی ابن ابی طالب، "ابوسعید خدری فرماتے ہیں کہ ہم انصار منافقین کو بغض علیؑ سے پہچان لیتے تھے"۔
* صحیح ترمذی، ج ۲، ص ۷۱۷، حدیث ۱۶۵۱: عن اُم سلمة قالت کان رسول اللّٰہ یقول لا یحب علیا منافق ولا یبغضه مومن، "اُم سلمہ سے کہ آنحضورؐ فرمایا کرتے تھے کوئی منافق علیؑ سے محبت نہیں رکھے اور کوئی مومن علیؑ سے بغض نہیں رکھے گا۔

ان احادیث صحیحہ کے پیش نظر اور صحیح بخاری کی زیرِنظر احادیث کے پیش نظر جن میں حضرت عائشہ حضرت علیؑ کا نام لینا گوارا نہیں کرتی تھیں کے باہمی موازنہ اور مقابلہ سے کیا کہا جائے گا؟

پھر جنگِ جمل نے نفرت کو عداوت میں بدل دیا تھا۔ اسلام اور آنحضورؐ کے فرامین کے پیش نظر بی بی کے اس تمام عمل کا کیا جواز ہے؟

* احادیث امامت ابوبکر کا دوسرا پہلو وہ ہے: امامت ابوبکر کے دوران آنحضرتؐ بیٹھے رہے۔ حضرت ابوبکر آنحضورؐ کی اقتداء کرتے رہے اور دوسرے لوگ ابوبکر کی اقتداء میں نماز پڑھتے رہے۔ کیا ازروئے صحیح بخاری جائز ہے۔ ملاحظہ فرمایئے ہماری زیرِنظر احادیث میں سے ہے۔
* صحیح بخاری، ج ۱، ص ۴۵۷، حدیث ۶۵۶: باب: امام اس لیے مقرر کیا جاتا ہے کہ لوگ اس کی پیروی کریں۔

عن عائشة اُم المومنین انها قالت صلی رسول اللّٰہ فی بیته وهو شاك فصلی جالسًا وصلی وراءہ قوم قیامًا فاشار الیهم ان اجلسو

فلما انصرف قال انما جعل الامام ليؤتم به فاذا ركعوا فاركعوا واذا رفع فارفعوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا ولك الحمد واذا صلى جالسًا فصلوا جلوسًا

حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ نے بیماری میں اپنے گھر بیٹھے بیٹھے نماز پڑھی اور آپؐ کے پیچھے چند لوگوں نے کھڑے کھڑے پڑھی۔ آپؐ نے ان کو اشارہ کیا بیٹھ جاؤ۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

امام اس لیے مقرر کیا گیا ہے کہ لوگ اس کی پیروی کریں جب رکوع کرے تم بھی رکوع کرو اور جب وہ سر اُٹھائے تم بھی سر اُٹھاؤ اور جب وہ سمع اللہ لمن حمدہ کہے تو تم ربنا لک الحمد کہو اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم بھی سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔

یہ حدیث امامت ابوبکر کی احادیث ہی میں شامل ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ نمازیوں کو ہر صورت میں ہر طور میں پیش نماز کی اقتداء ضروری اور فرض ہے۔ اگر پیش نماز بیمار ہے اور نمازی تندرست ہیں۔ پیش نماز بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو تندرست نمازیوں کو بھی پیش نماز کی اقتداء میں بیٹھ کر نماز پڑھنا چاہیے۔

اب اس حدیث کے آئینہ میں امامت ابوبکر کی احادیث ملاحظہ فرمائیں:

* حضرت ابوبکر کھڑے ہوئے نماز پڑھا رہے تھے۔ آنحضورؐ آ کر ابوبکر کے پہلو میں بیٹھ گئے اور ابوبکر آنحضورؐ کی اقتداء کرتے رہے اور لوگ ابوبکر کی اقتداء کرتے رہے۔
* حدیث ۶۵۶ کے مطابق مقتدیوں کے لیے امام کی پیروی ضروری ہے۔
* آنحضورؐ ہو گئے ابوبکر کے امام اور ابوبکر ہو گئے لوگوں کے امام، آنحضورؐ بیٹھے ہوتے ہیں اور ابوبکر کھڑے ہوئے ہیں۔

* بقول حضرت عائشہ اگر امام بیٹھا ہو تو مقتدی بھی بیٹھ جائے۔
* جب آنحضورؐ نے بیٹھ کر نماز پڑھی ہے تو ثابت کیا جائے اور اگر ابوبکر نے نماز کھڑے ہو کر پڑھی ہے تو پھر اس پیوند کاری کو چھوڑ دیا جائے کہ ابوبکر آنحضورؐ کی اقتداء کرتے رہے۔ بلکہ حضرت عائشہ کے بقول ابوبکر نے آنحضورؐ کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے۔ آپ کا حکم تھا کہ اگر امام بیٹھا ہو تو مقتدی بھی بیٹھ جائے لیکن امامت ابوبکر کی آٹھ احادیث میں سے ایک حدیث میں بھی یہ نہیں بتایا گیا کہ ابوبکر بھی بیٹھ گئے تھے۔
* جب ابوبکر بیٹھ گئے تو پھر ابوبکر کے مقتدیوں کو بھی بیٹھ جانا چاہیے تھا حالانکہ نہ ابوبکر بیٹھا ہے اور نہ دوسرے مقتدی۔
* گویا آنحضورؐ تنہا نماز پڑھتے رہے اور ابوبکر آپ کی موجودگی میں تنہا نماز کی امامت کراتا رہا۔
* اگر امامت ابوبکر کا افسانہ درست ہے اور حقیقت ہے تو خود بی بی کے نقل کردہ احکام جماعت کی رُو سے ابوبکر کی نماز کو درست ثابت کیا جائے ورنہ کھلے دل سے تسلیم کرلیا جائے کہ امامت ابوبکر کی کہانی بعد کی تراشیدہ ہے اور اس کا اس وقت کوئی وجود نہ تھا۔ صرف عداوت اہلِ بیتؑ اور محبتِ اقتدار نے اس کہانی کو جنم دیا ہے۔

(۱۳) بخاری، ج ا، ص ۴۸۲، حدیث ۶۹۶، باب: اگر امام اور مقتدیوں کے درمیان ایک دیوار یا پردہ ہو:

عن عائشة قالت كان رسول الله يصلي من الليل في حجرته وجدار الحجرة قصيه فرأى الناس شخص النبي فقام ناس يصلون بصلوته فاصبحوا فتحدثوا

بذلك فقام ليلة الثانية فقال معه اناس يصلون بصلاته صنعوا ذٰلك ليلتين او ثلاثًا حتٰى اذا كان بعد ذٰلك جلس رسول الله فلم يخرج فلما اصبح ذكر ذٰلك الناس فقال انى خشيت ان تكتب عليكم صلٰوة الّيل

''حضرت عائشہ سے انہوں نے کہا کہ آنحضرتؐ رات کو اپنے حجرے میں نماز پڑھا کرتے اور حجرے کی دیوار پست تھی۔ لوگوں نے آنحضرتؐ کا جسمِ مبارک دیکھ لیا اور کچھ لوگ آپ کے پیچھے کھڑے ہوکر نماز پڑھتے رہے۔ جب صبح ہوئی تو اس کا چرچا کرنے لگے۔ پھر دوسری رات آپ کھڑے ہوئے تب بھی چند لوگ آپ کے ساتھ نماز پڑھتے رہے۔ دو یا تین راتوں تک ایسا ہی کرتے رہے۔ اس کے بعد آنحضرتؐ بیٹھ رہے اور نماز کے مقام پر تشریف لائے ہی نہیں جب صبح ہوئی تو لوگوں نے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا: میں ڈر گیا کہیں رات کی نماز فرض نہ ہوجائے''۔

(۱۴) بخاری، ج ۱، ص ۴۸۳، حدیث ۷۹۷، باب: رات کی نماز کا بیان:

عن عائشة ان النبى كان له حصير يبسطه بالنهار ولحجره بالليل فثاب اليه ناس فصلوا وراءه

''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ کے پاس ایک بوریا تھا جس کو آپ دن کو بچھایا کرتے اور رات کو اس کی اُوٹ کر لیتے۔ چند لوگ آپ کے پاس کھڑے ہوئے یا آپ کی طرف جھکے اور آپ کے پیچھے صف باندھی''۔

۱۵ بخاری، ج ۱، ص ۵۲۳، حدیث ۷۶۰، باب رکوع میں کیا دعا کرے:

عن عائشة قالت کان النبی یقول فی رکوعه وسجوده سبحٰنك اللّٰهم ربنا والحمدك اللّٰهم اغفرلی

''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرت رکوع اور سجدے میں یہ کہتے: سبحانك اللّٰهم ربنا والحمدك اللّٰهم اغفرلی''۔

۱۶ بخاری، ج ۱، ص ۴۴۴، حدیث ۶۴۰، باب: جب کھانا سامنے رکھا جائے:

عن عائشة عن النبی انه قال اذا وضع العشاء واقیمت الصلٰوة فابدء وبالعشاء

''حضرت عائشہ سے ہے آنحضرتؐ نے فرمایا: جب شام کا کھانا سامنے رکھا جائے ادھر نماز کی تکبیر ہو تو پہلے کھانا کھالو''۔

۱۷ بخاری، ج ۱، ص ۴۴۶، حدیث ۶۴۴، باب: اگر کوئی شخص گھر کا کام کاج کر رہا ہو اور نماز کی تکبیر ہو تو نماز کے لیے نکل کھڑا ہو۔

عن الاسود قالت سألت عائشة ما کان النبی یضیع فی بیته قالت کان یکون فی محضة اهل تعنی خدقه اهله فاذا حضرت الصلٰوة خرج الی الصلٰوة

''اسود کہتا ہے میں نے حضرت عائشہ سے پوچھا کہ آنحضرتؐ اپنے گھر میں کیا کرتے تھے۔ انہوں نے کہا: گھر کے کام اور کاج اور کیا، یعنی اپنے گھر والوں کی خدمت کیا کرتے۔ جب نماز تیار ہوتی تو کام چھوڑ کر نماز کے لیے نکلتے''۔

۱۸ بخاری، ص ۴۹۵، حدیث ۷۱۸، باب: نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا کیسا ہے؟

عن عائشة قالت سألت رسول اللّٰه عن الالتفات فی

الصلٰوۃ فقال ھو اختلاس یختلس الشیطان من صلٰوۃ العبد

''حضرت عائشہ سے ہے کہ میں نے آنحضورؐ سے پوچھا کہ نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا کیسا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: یہ شیطان کی جھپٹ ہے وہ آدمی کی نماز پر ایک جھپٹ مارتا ہے''۔

(۱۹) بخاری، ج۱، ص۴۹۶، حدیث ۷۱۹، باب ایضاً

عن عائشۃ ان النبی صلی فی خمیصۃ لھا اعلام فقال شغلنی اعلام ھذہ اذھبوا بھا الی ابی جھم واتونی بانجا بیتہ

''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ نے ایک کالی موتی میں نماز پڑھی، پھر فرمایا: اس کے بیل بوٹے نے مجھے غافل کر دیا۔ یہ ابوجہم کے پاس واپس لے جاؤ اور مجھ کی اس کی سادہ لوئی لا دو''۔

یہ ہیں کتاب الاذان کی انیس احادیث جو حضرت عائشہ سے بسلسلۂ اذان منقول ہیں۔ ان انیس احادیث سے اذان کے کتنے مسائل ہوئے ہیں؟ ان احادیث نے ہمیں اذان کے سلسلہ میں کیا بتایا ہے؟ یہ آپ ہی بی بی اور بی بی کے لٹھ بردار وکلاء سے پوچھئے:

* بی بی نے حدیث ۶۴۰ میں یہ بھی بتایا ہے کہ جب نماز اور کھانے کا مقابلہ ہو جائے تو نماز کو رہنے دو، پہلے کھانا کھالو، نماز تو قضا نہیں ہوتی لیکن کھانا قضا ہو جاتا ہے۔ نماز کا تعلق تو اس وقت سے ہے جب انسان کو پیٹ کی شکایت نہ ہو۔ گویا بی بی نے ذاتِ احدیت بمقابلہ شکم میں شکم کو ترجیح دی ہے اور ذاتِ احدیت کو پسِ پشت ڈال دیا ہے۔
* بی بی نے کتاب الاذان میں یہ بھی بتایا ہے کہ آنحضورؐ صرف نماز کے لیے باہر

تشریف لے جاتے تھے ورنہ سارا دن گھر کا کام کاج اور گھر والوں کی خدمت میں مصروف رہتے تھے۔ اب گھر والوں کی خدمت کیا ہے:

① حقوقِ زوجیت: ہمارے خیال میں یہ خدمت آنحضورؐ دن میں نہیں بلکہ رات کو انجام دیتے ہوں گے۔

② برتن دھونا، کپڑے دھونا، گھر میں جھاڑو دینا، بستر وغیرہ جھاڑنا اور پانی بھرنا وغیرہ، یہ ہیں گھر کے کام کاج، ظاہر ہے دن اتنا ہی ہوتا ہے۔ نو ازواج تھیں گویا آپ کو ہفتہ میں ایک دن بھی چھٹی کا نصیب نہیں ہوتا تھا۔ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر آئے۔ جس بی بی کی باری ہوتی تھی اس کے گھر میں پہلے جھاڑو پھیرتے ہوں گے۔ جھاڑو سے فارغ ہو کر بی بی کے لیے ناشتہ تیار کرتے ہوں گے، ناشتہ کھلا کر برتن صاف کرتے ہوں گے، برتن صاف کر کے گھڑے بھرتے ہوں گے، گھڑوں سے فراغت کے بعد کپڑے لتے دھوتے ہوں گے۔ کپڑوں سے فارغ ہو کر دن کے کھانے کے لیے بازار سے سبزی لاتے ہوں گے۔ پھر کھانا پکانے میں مصروف ہو جاتے ہوں گے۔ اتنے میں دوپہر ہو جاتی ہوگی۔ پھر باری والی زوجہ کی مٹھی چاپی کر کے بی بی کو سلاتے ہوں گے۔ بی بی کو سلام کر خود کچھ دیر کے لیے آرام فرماتے ہوں گے۔ اتنے میں بلال ظہر کی اذان کے لیے آجاتا ہوگا۔

* مگر ان تمام امور اور ان امور کی نشاندہی کرنے والی حدیث کا کتاب الاذان سے کیا تعلق یا واسطہ ہے؟

* حدیث ۷۱۸ میں بی بی نے بحالتِ نماز دائیں بائیں دیکھنے کا پوچھ لیا۔ اگرچہ اس حدیث کا تعلق کتاب الاذان سے نہیں لیکن سوادِ اعظم کے لیے لمحۂ فکریہ یہ ضرور ہے کہ نماز میں خواہ آغاز نماز ہو یا وسطِ نماز ہو یا اختتام نماز ہو۔ میں دائیں بائیں دیکھنے کو آنحضرتؐ نے شیطان کی جھپٹ سے تعبیر کیا ہے اور فرمایا ہے کہ شیطان

انسان کو نماز کو جھپٹ لیتا ہے۔

* اگر بی بی سچ فرما رہی ہیں تو سوادِ اعظم سوچیں کہ کہیں نماز کو آخر میں شیطان تو نہیں لے جاتا۔
* حدیث ۷۱۹ میں بی بی نے آنحضورؐ کی نماز کا کباڑا ہونا بھی بتایا ہے کہ چادر میں کچھ نقش و نگار بنے ہوتے تھے۔ آپؐ نے وہ چادر اوڑھ کر نماز پڑھ تو لی لیکن بعد میں فوراً وہ چادر واپس کر دی۔
* بی بی نے یہ نہیں بتایا کہ جو نماز آپ نے نقش و نگار میں کھو کر پڑھی وہ نماز دوبارہ بھی پڑھی یا اسے یونہی رہنے دیا۔
* اگر دوبارہ پڑھی تھی تو بی بی نے بتایا کیوں نہیں؟
* اگر دوبارہ نہیں پڑھی تھی تو پھر اس غفلت پر رونے کا کیا فائدہ؟
* جب ایک نماز بحالتِ غفلت ہو جاتی ہے تو بقیہ نمازوں کو کون سا روگ لگ جاتا ہے؟
* یہ نقش و نگار والی چادر آپ نے خود لی تھی یا تحفہ میں ملی تھی؟
* اگر خود لی تھی تو کیا آپ کو اس وقت یہ خیال نہیں آیا تھا کہ چادر بنے ہوئے نقش و نگار مجھے نماز سے غافل کر دیں گے۔

حق دار امامت

افسانہ امامت ابوبکر کی احادیث میں سے حدیث ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰ اور ۶۵۱ کو جس عنوان کے تحت لکھا گیا ہے وہ ہے: ''سب سے زیادہ امامت کا حقدار وہ ہے جو علم اور فضیلت والا ہو''۔

اِس باب کے ذیل میں چھ احادیث مذکور ہیں۔ ان چھ احادیث میں سے ۶۴۷ اور ۶۵۱ دو احادیث حضرت عائشہ سے روایت کی گئی ہیں۔ ۶۴۶ کا راوی ابوموسیٰ اشعری ہے۔ ۶۴۸، ۶۴۹ انس ابن مالک کی روایت کردہ ہیں اور ۶۵۰ کا راوی عبداللہ ابن عمر ہے۔ گویا اس باب میں بیان کردہ چھے احادیث کے چار راوی ہیں: حضرت عائشہ، ابوموسیٰ اشعری، انس ابن مالک اور عبداللہ ابن عمر۔

- ۶۴۶ میں ابوموسیٰ نے تقریباً حضرت عائشہ کا مقالہ دہرایا ہے۔
- ۶۴۸ میں انس نے سوموار کے دن یعنی آنحضورؐ نے یومِ وفات اپنے کمرہ کا پردہ اٹھایا۔ اُمت کو اقتدائے ابوبکر میں نماز پڑھتے دیکھا اور مسکرائے۔ ابوبکر نے سمجھا کہ آپ آنا چاہتے ہیں اس لیے پیچھے ہٹنے کا ارادہ کیا۔ آپ نے وہاں سے اشارہ کیا کہ نماز مکمل کرو، پھر پردہ گرا دیا اور واپس چلے گئے، بتایا ہے۔
- ۶۴۹ میں انس نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ تین دن تک جماعت کے لیے نہیں آئے ایک دن تکبیر کہی گئی۔ ابوبکر جماعت کے لیے آگے بڑھنے کو تھے کہ آنحضرتؐ نے پردہ اٹھا دیا، ہم آپ کا چہرہ دیکھنے لگے۔ ابوبکر نے سمجھا شاید آپ آنا چاہتے ہیں اس لیے پیچھے ہٹنے لگے۔ آپؐ نے ابوبکر کو آگے بڑھنے کا اشارہ کیا۔ پھر ہم نے

آپ کو نہ دیکھا۔

٭ جہاں تک حضرت عائشہ کی دو احادیث کا تعلق ہے تو وہ مع عربی متن آپ کے سامنے ہیں۔ آپ نے پڑھ لی ہیں۔ ابوموسیٰ اشعری اور عبداللہ ابن عمر دونوں نے حضرت عائشہ کا مقالہ دہرایا ہے۔ انس ابن مالک کی ہر دو احادیث کا خلاصہ ہم نے عرض کر دیا ہے۔ مزید تسلی کے لیے حدیث نمبر، باب اور کتاب کا حوالہ موجود ہے۔ آپ خود ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ انس کی ان دو احادیث سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ نہ آپ نے کسی کو بھیجا اور ابوبکر کو جماعت کرانے کا حکم دیا بلکہ ابوبکر مصلّی کو خالی دیکھ کر خود آگے بڑھے اور خود ہی نماز پڑھائی۔

ویسے حضرت عائشہ اور دیگر محدثین کی احادیث اگرچہ لفظاً اس احادیث انس سے قطعی مختلف ہیں لیکن ان میں جو بیان کیا گیا ہے اس سے انس ہی کی تصدیق ہوتی ہے کیونکہ اگر آپؐ نے خود ابوبکر کو امامت کرانے کا حکم دیا ہوتا تو پھر خود دو آدمیوں کا سہارا لے کر مسجد میں تشریف لانے کی زحمت گوارا نہ کرتے۔ آپ کا اتنی تکلیف برداشت کر کے مسجد میں آ جانا اسی بات کا غماز ہے کہ ابوبکر از خود مصلّی پر آ گئے تھے جسے آپؐ برداشت نہ کر سکے اور خود چل کر آ گئے۔

شاید اسی بات کو دیکھ کر ہی آپؐ نے فرمایا تھا کہ مجھے کاغذ اور قلم دوات دے دو تا کہ میں تمھیں وہ کچھ لکھ دوں جس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہو گے اور حضرت عمر نے بھی بھانپ لیا تھا کہ اگر قلم اور کاغذ اور دوات مل گئے تو پھر ہم گئے۔ اسی لیے یہ پروانہ کی کہ میرے منہ سے کیا نکل رہا ہے فوراً کہہ دیا:

ان الرجل یہجر حسبنا کتاب اللّٰہ

''یہ آدمی تو ہذیان بک رہا ہے ہمیں کتابِ خدا ہی کافی ہے''۔

خیر یہ بات تو انس کو دیکھ کر سامنے آ گئی ویسے میں اس طرف آنا نہیں چاہتا تھا جو

کچھ میں بتاتا چلا ہوں اور جس بات کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ امام بخاری نے حقدار امامت کے لیے علم وفضل کی شرط عائد کی ہے جیسا کہ آپ نے باب کا عنوان دیکھا ہے۔

اس عنوان کے پیش نظر امام بخاری یہ بتانا چاہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر اعلم الصحابہ اور افضل الصحابہ تھے۔ ہمیں مان لینے میں کوئی حرج نہیں۔ البتہ ایک کھٹک ہے اور ایک خلش ہے جس کا دُور ہونا ضروری ہے۔ امید ہے ابوبکر کے بے لوث وکلا ذیل کے چند سوالات کے جوابات مرحمت فرما کر ہماری خلش اور فرمادیں گے۔

❊ بخاری شریف جلد اول کی اس وقت تک آپ نے کم وبیش پونے آٹھ سو احادیث کے راوی ملاحظہ فرما لیے ہیں۔ ان پونے آٹھ سو احادیث میں سے ایک حدیث بھی حضرت ابوبکر سے منقول نہیں ہے کیا وجہ ہے؟

❊ اگر نقل حدیث کا نام علم نہیں تو ہمیں علم کی تعریف بتائی جائے اور پھر ابوبکر کے علمی کارنامے دکھائے جائیں کہ وہ کیا تھے؟

❊ حضرت ابوبکر نے نماز، اذان، مواقیت الصلوٰۃ، ایمان اور وحی جیسے اہم موضوعات پر آنحضورؐ سے کچھ نہیں پوچھا؟

❊ اگر حضرت ابوبکر نے کچھ پوچھا ہے تو پھر اسے بیان کیوں نہیں کیا؟

❊ اگر کچھ بیان کیا ہے تو امام بخاری نے نقل کیوں نہیں کیا؟

❊ کیا صرف مصلائے نبی پر خود آ جانے سے کوئی عالم بن جاتا ہے؟

❊ اگر مصلائے نبیؐ پر آ جانا علم کی دلیل ہے تو اس مصلّی پر آج تک کتنے افراد آئے؟ سب عالم ہوں گے؟

❊ صرف ابوبکر ہی نہیں خلفائے ثلاثہ میں سے کسی نے بھی نماز جیسی اہم عبادت کے سلسلہ میں اُمت کو کیا دیا ہے؟

- کیا ان لوگوں کی نظروں میں نماز اہم نہیں تھی؟
- کیا ان لوگوں پر دوسرے صحابہ کو اعتماد نہ تھا؟
- کیا خلفائے ثلاثہ دوسرے کسی کو نماز کے سلسلہ میں کچھ بتاتے نہ تھے؟
- کیا دوسرے صحابہ نماز کے بارہ میں کچھ پوچھتے نہ تھے؟
- کیا ان سے پوچھنے والے اس قابل نہ تھے کہ امام بخاری ان کے اقوال کو اپنی صحیح میں جگہ دیتے؟
- کیا ان سے پوچھنے والے صحیح مسلمان نہ تھے؟
- خلفائے ثلاثہ نے نماز کے سلسلہ میں اُمت کو کیوں کچھ نہیں دیا؟

کتاب الاذان کا حدیث وار تجزیہ

سابقہ کتب کی طرح مناسب ہوگا اگر کتاب الاذان کا بھی حدیث وار تجزیہ کر دیا جائے اور یہ تب دیا جائے کہ کتاب الاذان کی دوسو ایک حدیث میں محدث صحابہ نے اذان کے کتنے احکام بتائے ہیں اور اذان کی کیا حقیقت بتائی ہے تا کہ متلاشیانِ حق کے لیے پوری صحیح بخاری کا جائزہ لینا باعث رنج و تکلیف نہ ہو۔ ہماری خواہش ہے کہ جو تکلیف اور جدوجہد ہمارے مقدر میں لکھی ہے ہم ہی اسے نبھائیں اور اس طرح نبھائیں کہ پھر کسی کو اتنی محنت نہ کرنا پڑے بلکہ نظامِ مصطفیٰ ہاتھ میں لے۔ بخاری سامنے رکھے جو حدیث دیکھنا چاہے حدیث نمبر اور باب دیکھ کر بخاری شریف سے بآسانی دیکھ لے۔

مواقیت الصلوٰۃ کا تجزیہ کرنے کے بعد اب کتاب الاذان دیکھیں:

- بخاری، ج ۱، ص ۴۰۶، حدیث ۵۷۷: انس نے آغاز اذان کا تذکرہ کیا ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۰۶، حدیث ۵۷۸: عبداللہ ابن عمر سے مروی ہے جس میں حضرت عمر کا مشورہ ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۰۷، حدیث ۵۷۹: انس نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے بلال کو

اذان کہنے کا حکم دیا۔

- بخاری، ج ۱، ص ۴۰۷، حدیث ۵۸۰: انس نے مختلف مشوروں کے بعد بلال کو اذان کہنے کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۰۸، حدیث ۵۸۱: انس سے منقول ہے جس میں اذان میں دو بار اور اقامت میں ایک بار کہنے کا تذکرہ ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۰۸، حدیث ۵۸۲: ابوہریرہ نے اذان کی فضیلت بیان کی ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۰۹، حدیث ۵۸۳: ابوسعید خدری نے اذان کی فضیلت بیان کی ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۱۰، حدیث ۵۸۴: انس نے جنگ خیبر میں جنگ سے پہلے وہاں جانے کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۱۱، حدیث ۵۸۶: عیسیٰ ابن طلحہ نے معاویہ کا اذان دہرانا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۱۲، حدیث ۵۸۷: نامعلوم راوی نے حی علی الصلٰوۃ کے وقت لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۱۲، حدیث ۵۸۸: جابر نے اذان کے بعد دعا تعلیم کی ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۱۲، حدیث ۵۸۹: ابوہریرہ نے اذان کہنے اور جماعت میں صفِ اول کی فضیلت بیان کی ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۱۳، حدیث ۵۹۰: ابن عباس نے حی علی الصلوٰۃ کے بعد الصلٰوۃ فی الرجال کہنے کا حکم دیا ہے اور حوالہ بزرگوں کا دیا ہے کہ انھوں نے ایسا کیا تھا۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۱۴، حدیث ۵۹۱: عبداللہ ابن عمر نے قبل از وقت اذان کہنے کا ذکر کیا ہے۔

- بخاری، ج ۱، ص ۴۱۴، حدیث ۵۹۲: حضرت حفصہ نے اذانِ صبح کے بعد آنحضورؐ کا دو رکعتیں پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۱۵، حدیث ۵۹۳: حضرت عائشہ نے اذان اور اقامت کے درمیان دو رکعت نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۱۵، حدیث ۵۹۴: عبداللہ ابن عمر نے اذان بلال قبل از صبح کہنے کا ذکر ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۱۶، حدیث ۵۹۵: عبداللہ ابن مغفل نے اذان اور اقامت کے درمیان نوافل پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۱۷، حدیث ۵۹۸: انس ابن مالک نے اذانِ مغرب کے بعد نمازِ مغرب سے پہلے صحابہ کی دو رکعت نمازِ نوافل کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۱۷، حدیث ؟؟؟: حضرت عائشہ نے بتایا ہے کہ اذان کے بعد آنحضورؐ دو رکعت نوافل پڑھ کر دائیں کروٹ پر سو رہتے پھر مؤذن اقامت کی اجازت مانگنے آتا۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۱۸، حدیث ۶۰۰: عبداللہ ابن مغفل نے اذان اور اقامت کے درمیان نوافل پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۱۹، حدیث ۶۰۱: مالک ابن حویرث کہتا ہے کہ ہمیں آپ نے فرمایا کہ اذان کہا کرو اور اپنے سن رسیدہ کی اقتداء میں نماز پڑھ لیا کرو۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۲۰، حدیث ۶۰۲: ابوذر سے روایت ہے جس میں ظہر کے لیے دیر سے اذان دینے کا حکم ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۲۰، حدیث ۶۰۳: مالک ابن حویرث نے ۶۰۱ سے مختلف بیان دیا ہے۔

- بخاری، ج ۱، ص ۴۲۱، حدیث ۶۰۴: مالک ابن حویرث نے ۶۰۱ کی تائید نقل کی ہے۔ ساتھ ہی آنحضورؐ کا یہ حکم کہ صلوا کما رأیتمونی اصلی ـــــ بتایا ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۲۲، حدیث ۶۰۵: عبداللہ ابن عمر سے روایت ہے جس میں حی علی الصلٰوۃ کی جگہ صلوا فی الرجال کہا گیا ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۲۲، حدیث ۶۰۶: ابوجحیفہ نے آنحضورؐ کے نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۲۳، حدیث ۶۰۷: اذان میں منہ دائیں اور بائیں پھیرنے کا ذکر ہے۔ ابوجحیفہ سے منقول ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۲۳، حدیث ۶۰۸: ابوقتادہ نے نماز باجماعت کے سلسلہ میں حدیث نقل کی ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۲۴، حدیث ۶۰۹: ابوہریرہ سے مروی ہے نماز جماعت میں آنے کا ادب مذکور ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۲۵، حدیث ۶۱۰: ابوقتادہ سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا: جب تک میں نہ نکلوں امامت ہوجانے کے باوجود بیٹھے رہو۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۲۵، حدیث ۶۱۱: ابوقتادہ نے سابقہ حدیث کی تائید میں نقل کیا ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۲۶، حدیث ۶۱۲: ابوہریرہ نے آنحضورؐ کے مصلّٰی پر آجانے کے بعد غسلِ جنابت کے لیے جانا اور واپس آکر نماز پڑھانا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۲۶، حدیث ۶۱۳: ابوہریرہ نے سابقہ حدیث کی مؤید بیان کی ہے۔
- بخاری، ج ۱، ص ۴۲۷، حدیث ۶۱۴: جابر نے آنحضورؐ اور حضرت عمر کی نماز جنگِ خندق میں قضا ہونے کا ذکر کیا ہے۔

✿ بخاری، ج ۱، ص ۴۲۸، حدیث ۶۱۵: عبداللہ ابن عمر اور انس ابن مالک دونوں راوی ہیں کہ نماز کے لیے اقامت کہہ دی گئی لیکن آنحضورؐ مسجد میں ایک آدمی سے سرگوشی کر رہے تھے۔ آپ نے اقامت کی طرف کوئی توجہ نہ دی۔ مصروف سرگوشی رہے حتیٰ کہ لوگ سو گئے۔ اگرچہ ہمارے موضوع سے حدیث کا تعلق نہیں۔ ذرا دلچسپ ہے اس لیے اگر کچھ سوالات کرلیں تو بارِ خاطر نہ ہوگا۔

- عبداللہ ابن عمر اور انس ابن مالک دونوں راوی ہیں۔
- نہ تو ان دونوں نے یہ بتایا ہے کہ یہ نماز کس وقت کی تھی؟
- نہ ان دونوں نے یہ بتایا ہے کہ اقامت آنحضورؐ کی اجازت سے کی گئی تھی۔
- ان دونوں نے اس شخص کا نام بھی نہیں بتایا جس سے آپ مصروفِ سرگوشی تھے۔
- بخاری شریف کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ اور ازواج دو قسم کے فراد کے نام بتانے سے گریز کرتے ہیں: ایک حضرت علیؑ اور دوسرے منافقین۔

حضرتِ علیؑ کے سلسلہ میں تو آپ نظامِ مصطفیؐ بزبانِ زوجہ باصفا، ج ۲، میں آنحضورؐ کی وفات اور امامت ابوبکر کی احادیث ملاحظہ فرمائیں کہ حضرت عائشہ نے کبھی آنحضرتؐ کا نام نہیں لیا بلکہ ہمیشہ ــــ ایک آدمی ــــ کہہ کر ذکر کیا اور منافقین کے سلسلہ میں آپ مذکورہ کتاب کا واقعۂ افک ملاحظہ فرمائیں جس میں حضرت عائشہ نے منافقین کی فہرست صیغۂ راز میں رکھنے کی ہر ممکن کوشش کی ہے۔

جس سے آنحضورؐ سرگوشی کر رہے تھے یا حضرت علیؑ ہوسکتا ہے اس لیے عبداللہ ابن عمر اور انس ابن مالک نے حضرت عائشہ کی اقتداء میں حضرت علیؑ کا نام نہیں لیا اور یا وہ شخص منافق ہوسکتا ہے جہاں تک کسی منافق سے سرگوشی کا تعلق ہے تو عقل، تاریخ اور اسلامی روایات کے قطعی منافی ہے کہ آنحضورؐ کسی منافق کے ساتھ مسجد میں اتنی طویل سرگوشی کریں کہ نماز کا بھی خیال نہ رہے۔

اب ایک ہی صورت رہ جاتی ہے کہ جس شخص سے آپ سرگوشی کر رہے تھے وہ یقیناً حضرت علیؑ ہی ہوں گے یہ معلوم ہو جانے کے بعد اب مقامِ فکر یہ ہے کہ:

- عبداللہ ابن عمر اور انس نے اس نماز کا وقت کیوں نہیں بتایا جس میں یہ واقعہ پیش آیا؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ اقامت کہنے والے نے آنحضورؐ سے اجازت لیے بغیر اقامت کہہ دی ہو؟
- کہیں ایسا تو نہیں کہ ابھی تک نماز میں وقت باقی ہو اور بعض افراد کو حضرت علیؑ سے آنحضورؐ کا سرگوشی کرنا اچھا نہ لگا ہو اور انھوں نے آنحضورؐ کو حضرت علیؑ سے جدا کرنے کی یہ چال چلی ہو اور اقامت کہلوا دی؟

※ بخاری، ج۱، ص ۴۲۸، حدیث ۶۱۶: انس نے اقامت کے بعد کافی تاخیر سے نماز شروع کرنے کا ذکر ہے۔

※ بخاری، ج۱، ص ۴۲۸، حدیث ۶۱۷: ابوہریرہ نے آنحضورؐ کی زبانی نمازِ جماعت کے لیے نہ آنے والوں کی سخت ترین تنبیہ کا ذکر کیا ہے؟

※ بخاری، ج۱، ص ۴۲۹، حدیث ۶۱۸: عبداللہ ابن نے نمازِ جماعت کی فضیلت بتائی ہے۔

※ بخاری، ج۱، ص ۴۲۹، حدیث ۶۱۹: ابوسعید خدری نے جماعت کی فضیلت بتائی ہے۔

※ بخاری، ج۱، ص ۴۳۰، حدیث ۶۲۰: ابوہریرہ نے نمازِ جماعت کی فضیلت بتائی ہے۔

※ بخاری، ج۱، ص ۴۳۰، حدیث ۶۲۱: ابوہریرہ سے نماز جماعت کی فضیلت منقول ہے۔

※ بخاری، ج۱، ص ۴۳۱، حدیث ۶۲۲: ابودرداء صحابی نے تباہی دین پر غم و غصہ کا اظہار کیا ہے، حدیث نہیں ہے۔

* بخاری، ج ا، ص ۴۳۲، حدیث ۶۲۳: ابوموسیٰ نے جماعت کی فضیلت نقل کی ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۳۲، حدیث ۶۲۴: ابو ہریرہ نے شہداء کی فہرست دی ہے اور اذان اور جماعت کی فضیلت بیان کی ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۳۳، حدیث ۶۲۵: انس نے جماعت کی فضیلت نقل کی ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۳۴، حدیث ۶۲۶: ابو ہریرہ نے نمازِ صبح اور نمازِ عشاء کو باجماعت پڑھنے کی فضیلت بتائی ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۳۴، حدیث ۶۲۷: ملک ابن حویرث نے اذان و اقامت کا کہنا نقل کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۳۵، حدیث ۶۲۸: ابو ہریرہ نے جائے نماز پر دیر سے بیٹھنے کی فضیلت بیان کی ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۳۵، حدیث ۶۲۹: ابو ہریرہ نے اسے افراد کی فہرست بتائی ہے جن سے اللہ راضی ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۳۶، حدیث ۶۳۰: انس نے آنحضورؐ کے انگوٹھی پہننے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۳۶، حدیث ۶۳۱: ابو ہریرہ نے نماز جماعت کی فضیلت بیان کی ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۳۷، حدیث ۶۳۲: مالک ابن بحسینہ سے صبح کی نوافل منقول ہیں۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۳۸، حدیث ۶۳۳: حضرت عائشہ نے ابوبکر کو حکمِ نماز دینے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۳۹، حدیث ۶۳۴: حضرت عائشہ نے سابقہ حدیث دہرائی ہے۔

* بخاری، ج ا، ص ۴۴۰، حدیث ۶۳۵: عبداللہ ابن عمر نے اذان کے بعد الا صلوا فی الرجال نقل کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۴۰، حدیث ۶۳۶: عتبان ابن مالک نے اپنے گھر میں آنحضورؐ کو نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۴۱، حدیث ۶۳۷: ابن عباس نے حی علی الصلٰوۃ کے بعد الصلٰوۃ فی الرجال کہلوایا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۴۲، حدیث ۶۳۸: ابوسعید خدری نے کیچڑ میں سجدہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۴۳، حدیث ۶۳۹: "انس نے آنحضورؐ کے نماز چاشت پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۴۴، حدیث ۶۴۰: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۴۴، حدیث ۶۴۱: انس نے پہلے کھانا پھر نماز کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۴۴، حدیث ۶۴۲: عبداللہ ابن عمر نے پہلے کھانا پھر نماز کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۴۵، حدیث ۶۴۳: عمرو ابن اُمیہ نے آنحضورؐ کا کھانا چھوڑ کر نماز پڑھنا بتایا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۴۶، حدیث ۶۴۴: حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۴۶، حدیث ۶۴۵: مالک ابن حویرث نے نمازِ رسولؐ پڑھ کر دکھائی۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۴۷، حدیث ۶۴۶: ابوموسیٰ نے آنحضورؐ کے ابوبکر کو برائے نماز کا حکم ذکر کیا ہے۔

* بخاری، ج ا، ص ۴۴۸، حدیث ۶۴۷: حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۴۸، حدیث ۶۴۸: انس نے مصلائے نبیؐ پر ابوبکر کو برائے نماز کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۴۹، حدیث ۶۴۹: انس نے ابوبکر کا ازخود مصلائے نبیؐ پر پڑھنا بتایا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۵۰، حدیث ۶۵۰: عبداللہ ابن عمر نے نماز ابوبکر بر مصلائے نبیؐ کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۵۱، حدیث ۶۵۱: حضرت عائشہ نے جماعت ابوبکر کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۵۲، حدیث ۶۵۲: سہل نے ابوبکر کا ازخود مصلائے رسولؐ پر جانے کا بتایا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۵۳، حدیث ۶۵۳: مالک ابن حویرث نے اذان اور نمازِ جماعت نقل کیے ہیں۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۵۴، حدیث ۶۵۴: عتبان ابن مالک نے اپنے گھر میں آنحضورؐ کے نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۵۵، حدیث ۶۵۵: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۵۷، حدیث ۶۵۶: حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۵۸، حدیث ۶۵۷: انس نے آنحضورؐ کے گھوڑے سے گرنے کے بعد آپؐ کے بیٹھ کر اور صحابہ کے کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی صورت میں آنحضورؐ کو صحابہ کو یہ حکم دینا بتایا ہے کہ اگر امام بیٹھا ہو تو مقتدیوں کو بھی بیٹھ کر نماز پڑھنا چاہیے۔
* بخاری، ج ا، ص ۴۵۹، حدیث ۶۵۸: براء نے صحابہ کا آنحضورؐ سے رکوع کے سر

اُٹھانے سے بعد سر اُٹھانے کا ذکر کیا ہے۔

* بخاری، ج۱، ص۴۵۹، حدیث ۶۵۹: ابواسحاق نے براء کے سابقہ بیان کی تصدیق کی ہے۔
* بخاری، ج۱، ص۴۶۰، حدیث ۶۶۰: ابوہریرہ نے آنحضورؐ کا ان صحابہ کی سرزنش کرنا ذکر کیا ہے جو آنحضورؐ سے پہلے سجدہ سے سر اُٹھا لیتے تھے۔
* بخاری، ج۱، ص۴۶۰، حدیث ۶۶۰: ابن عمر نے سالم کے نماز باجماعت پڑھانے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۶۱، حدیث ۶۶۲: انس نے آنحضورؐ سے اطاعتِ حکمران کا فرمان نقل کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص۴۶۲، حدیث ۶۶۳: ابوہریرہ نے آنحضورؐ سے آئمہ کی بے راہ رویوں سے روپوشی کا حکم نقل کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص۴۶۳، حدیث۶۶۴: انس ابن مالک نے آنحضورؐ کا ابوذر کو ہر قسم نیک و بد حکمران کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص۴۶۳، حدیث ۶۶۵: ابن عباس نے آنحضورؐ کا بوقت شب سونے کے بعد جاگ کر بلاوضو نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص۴۶۴، حدیث ۶۶۶: ابن عباس نے سابقہ بیان کو دہرایا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص۴۶۵، حدیث ۶۶۷: ابن عباس نے سابقہ بات دہرائی ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۶۵، حدیث ۶۶۸: جابر نے معاذ ابن جبل کے آنحضورؐ کی اقتداء میں نماز پڑھ چکنے کے بعد اپنی قوم کو نماز پڑھانے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص۴۶۶، حدیث ۶۶۹: جابر نے سابقہ بیان کو دہرایا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص۴۶۶، حدیث ۶۷۰: ابومسعود نے آنحضرتؐ کی صحابہ پر ناراضگی کا

ذکر کیا ہے۔

* بخاری، ج ۱، ص ۴۶۷، حدیث ۶۷۱: ابوہریرہ نے آنحضورؐ کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ پیش نماز کو نماز جلدی پڑھنا چاہیے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۶۸، حدیث ۶۷۲: ابومسعود نے آنحضورؐ کی صحابہ پر ناراضگی کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۶۸، حدیث ۶۷۳: جابر نے آنحضورؐ سے معاذ ابن کو سرزنش نقل کی ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۶۹، حدیث ۶۷۴: انس نے آنحضورؐ کے مختصر نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۷۰، حدیث ۶۷۵: ابوقتادہ نے آنحضورؐ کے مختصر نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۷۰، حدیث ۶۷۶: انس نے آنحضورؐ کے مختصر نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۷۱، حدیث ۶۷۷: انس نے آنحضورؐ کی مختصر نماز بتائی ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۷۱، حدیث ۶۷۸: انس نے آنحضورؐ کو مختصر نماز پڑھانے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۷۱، حدیث ۶۷۹: جابر نے معاذ کی دوہری نماز کا بتایا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۷۲، حدیث ۶۸۰: حضرت عائشہ سے نقل ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۷۳، حدیث ۶۸۱: حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۴۷۴، حدیث ۶۸۲: ابوہریرہ نے آنحضورؐ کے نسیان فی الصلوٰۃ کا ذکر کیا ہے۔

* بخاری، ج۱، ص ۴۷۵، حدیث ۶۸۳: ابوہریرہ نے آنحضورؐ کے نسیان بھول جانے کا بتایا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۷۶، حدیث ۶۸۴: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۷۶، حدیث ۶۸۵: نعمان ابن بشیر نے صفوں میں مساوات کا حکمِ نبوی نقل کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۷۷، حدیث ۶۸۷: انس نے آنحضورؐ کا آگے اور پیچھے برابر دیکھنا نقل کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۷۸، حدیث ۶۸۸: ابوہریرہ نے اقسامِ شہادت اور نمازِ عشاء اور صبح کی فضیلت بیان کی ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۷۸، حدیث ۶۸۹: ابوہریرہ نے ہر لحاظ سے اتباعِ امام کا وجوب نقل کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۷۸، حدیث ۶۹۰: انس نے صفوں میں مساوات نقل کی ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۷۹، حدیث ۶۹۱: انس نے صفوں میں عدمِ مساوات کا شکوہ کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۸۰، حدیث ۶۹۲: انس نے آنحضورؐ آگے پیچھے برابر دیکھنا بتایا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۸۱، حدیث ۶۹۳: ابن عباس نے آنحضرتؐ کا سونے کے بعد جاگ کر بلا وضو نماز پڑھانے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۸۱، حدیث ۶۹۴: انس نے اپنے گھر میں آنحضورؐ کا نماز باجماعت پڑھانے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۸۲، حدیث ۶۹۵: ابن عباس نے آنحضورؐ کا سونے کے بعد جاگ کر بلا وضو نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۴۸۲، حدیث ۶۹۶: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔

- بخاری، ج۱، ص۴۹۲، حدیث ۷۹۷: حضرت عائشہ سے منقول ہے۔
- بخاری، ج۱، ص۴۸۳، حدیث ۶۹۸: زید ابن ثابت نے آنحضورؐ کا صحابہ کو مسجد سے نکل جانے کا حکم دینا نقل کیا ہے۔
- بخاری، ج۱، ص۴۸۴، حدیث ۶۹۹: انس نے آنحضورؐ سے اتباعِ امام کا حکم نقل کیا ہے۔
- بخاری، ج۱، ص۴۸۵، حدیث ۷۰۰: انس نے اتباعِ امام کا حکم نقل کیا ہے۔
- بخاری، ج۱، ص۴۸۵، حدیث ۷۰۱: ابوہریرہ نے اتباعِ امام کا حکم نقل کیا ہے۔
- بخاری، ج۱، ص۴۸۶، حدیث ۷۰۲: عبداللہ ابن عمر نے آنحضورؐ کا رفعِ یدین نقل کیا ہے۔
- بخاری، ج۱، ص۴۸۷، حدیث ۷۰۳: عبداللہ ابن عمر نے رفعِ یدین نقل کیا ہے۔
- بخاری، ج۱، ص۴۸۷، حدیث ۷۰۴: مالک ابن حویرث کا اتباعِ رسولؐ میں رفعِ یدین نقل کیا ہے۔
- بخاری، ج۱، ص۴۸۸، حدیث ۷۰۵: عبداللہ ابن عمر نے رفعِ یدین نقل کیا ہے۔
- بخاری، ج۱، ص۴۸۹، حدیث ۷۰۶: عبداللہ ابن عمر نے رفعِ یدین نقل کیا ہے۔
- بخاری، ج۱، ص۴۸۹، حدیث ۷۰۷: سہل ابن سعد۔ حدثنا عبداللّٰہ ابن مسلمۃ قعبنی عن مالك عن ابی حازم عن سھل ابن سعد قال کان الناس یؤمرون ان یضع الرجل یدہ الیمنٰی علی ذراعه الیسری فی الصلٰوۃ قال ابوحازم لا اعلمه ینمی ذٰلك الی النبی وقال اسماعیل یُنمی ذٰلك ولم یقل ینمی "ہم سے عبداللہ ابن مسلمہ قعبنی نے بیان کیا، انھوں نے امام مالک سے، انھوں نے ابوحازم ابن دینا سے، انھوں نے سہل ابن سعد سے، انہوں نے کہا کہ لوگوں کو یہ حکم دیا جاتا تھا کہ نماز

میں ہر آدمی اپنا داہنا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھے اور ابوحازم نے کہا: میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ سہل اس بات کو آنحضرت تک پہنچاتے تھے۔ اسماعیل ابن ابی اویس نے کہا: یہ بات آنحضرت تک پہنچائی جاتی تھی۔ یوں نہیں پہنچاتے تھے۔

محترم قارئین! یہ حدیث ہمارے موضوع کتاب سے متعلق نہیں لیکن چونکہ انتہائی اہم ہے اس لیے اسے نقل بھی کر دیا ہے اور اس پر امکان بھر کچھ لکھنے کو بھی جی چاہتا ہے۔ کیونکہ پوری بخاری شریف میں یہ اکلوتی حدیث ہے جو وکلائے صحابہ کا کُل ترکہ ہے اور اسی حدیث کو بنیاد بنا کر نماز کا حلیہ بگاڑا جاتا ہے۔ اسی حدیث کی بنیاد پر کہا جاتا ہے کہ شیعہ منکرِ صحابہ ہیں۔ یہی واحد اور اکلوتی حدیث نماز ہاتھ باندھ کر پڑھنے کا کُل ترکہ ہے۔

اس مفروضہ کے بعد کہ بخاری میں جو کچھ ہے وہ صحیح ہے امام بخاری نے چھ لاکھ احادیث سے صحیح احادیث کا انتخاب بذریعہ استخارہ کیا ہے۔ ہر حدیث لکھنے سے قبل دو رکعت نمازِ استخارہ پڑھی ہے۔

یہ تو لاریب بات ہے کہ عربی کے یہ جملے جنھیں امام بخاری نے بطور حدیث درج کیا ہے درست ہیں اور ان میں کسی قسم کا شک نہیں۔ آیئے ان جملوں سے کیفیت نماز کا تعین کریں۔ پہلے تو ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ زیرِ نظر حدیث واقعا حدیث ہے یا نہیں؟

حدیث کیا ہے؟

علمائے حدیث نے حدیث کی جو تعریف کی ہے اس کے مطابق ہر وہ قول جو آنحضورؐ نے فرمایا ہو حدیث ہے۔ ہر وہ عمل جو خود آنحضورؐ نے کیا ہو بھی حدیث کے زمرے میں آتا ہے اور ہر وہ عمل جو آنحضورؐ کے سامنے کیا گیا ہو اور آپؐ نے اس سے منع نہ کیا ہو بھی تقریر کے نام سے حدیث میں شمار کیا جاتا ہے۔ علاوہ ازیں حدیث کی نہ تو کوئی تعریف ہے اور نہ کوئی قسم۔

بخاری، ج ۱، ص ۴۸۹، حدیث ۷۰۷۔ حدیث کی مذکورہ بالا اقسام میں سے کسی قسم کے ذیل میں نہیں آتی بلکہ سہل ابن سعد نے صرف اتنا بتایا ہے کہ:

* لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ وہ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھیں۔
* سہل نے یہ نہیں بتایا کہ ہاتھ باندھنے کا حکم کس نے دیا تھا؟
* اگر ہاتھ باندھنے کا حکم آنحضورؐ نے دیا تھا تو کس مصلحت کی بناء پر سہل نے آنحضورؐ کا نام لینا مناسب نہیں سمجھا؟
* آنحضورؐ کا نام لینے میں سہل کو کون سی رکاوٹ تھی؟
* سہل کے اس جملہ سے آنحضورؐ کے علاوہ ہر ایک حکمران کا احتمال ہونا ناگزیر ہے؟
* کیا حضرت ابوبکر کے زمانہ حکومت میں باندھنے کا حکم دیا جاتا تھا؟
* کیا حضرت عمر کے دورِ حکومت میں ہاتھ باندھنے کا حکم دیا جاتا تھا؟
* کیا حضرت عثمان کے ایامِ حکومت میں ہاتھ باندھنے کا حکم دیا جاتا تھا؟
* کیا حضرت علیؑ کے وقت میں ہاتھ باندھنے کا حکم دیا جاتا تھا؟
* کیا معاویہ کے زمانہ اقتدار میں ہاتھ باندھنے کا حکم دیا جاتا تھا؟
* کیا یزید کے زمانہ خلافت میں ہاتھ باندھنے کا حکم دیا جاتا تھا؟
* سہل نے وضاحت کیوں نہیں کی؟
* کہیں سیاسی اسباب تو حائل نہیں تھے؟
* کہیں سہل کو یہ ڈر تو نہ تھا کہ آنحضورؐ کی طرف ہاتھ باندھنے کے حکم کو منسوب نہیں کیا جاسکتا کیونکہ جھوٹ ہوگا اور جس نے ہاتھ باندھنے کا حکم دیا ہے اگر اس کا نام لیا تو جیل کی ہوا کھانا پڑے گی کیونکہ یہ کہا جائے گا کہ اس حکم کو رسولؐ سے نسبت کیوں نہیں دی؟

- ابوحازم ناقل حدیث کی سنئے اور مولانا وحید الزمان کے دیانت دارانہ ترجمہ کو

ملاحظہ فرمایئے:

- ابوحازم کہتا ہے: لااعلمه الا ینمی ذٰلك الی النبی ــــ مجھے تو کچھ معلوم نہیں، بس اتنا جانتا ہوں کہ اس حکم کی نسبت آنحضورؐ کی طرف دی جاتی ہے۔
- مولانا وحیدالزمان فرماتے ہیں: میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ سہل اس بات کو آنحضرتؐ تک پہنچاتے تھے۔

آپ میرے ترجمہ کو نہ مانئے۔ آیئے لغت کی معروف کتاب "المنجد" کے دونوں نسخے عربی اور اُردو ترجمہ رکھے ہیں ان میں ینمی کا معنی دیکھ لیجیے۔ پھر کسی بھی دیانتدار مولوی سے اس جملہ کا معنی پوچھ لیجیے۔ اسے اس حدیث کا حوالہ نہ دیجیے بلکہ الی النبی کی جگہ کوئی فرضی نام رکھ کر باقی جملہ وہی دہرایئے اور عربی دان مولوی صاحب سے معنی پوچھئے۔ اگر وہ ترجمہ کی تصدیق کردے تو مولانا وحیدالزمان کو ترجمہ میں ہیرا پھیری کرنے کی مبارک باد دیجیے۔

"المنجد" مترجم ص ۱۰۵۲: نمٰی ینمی نَمیًا – نمی الحدیث الی فلان کسی کی جانب نسبت کرنا ــــ یعنی فلاں کی طرف بات کو منسوب کیا۔ ینمی الحدیث الی الفلان کا معنی ہوگا، فلاں کی طرف بات کی نسبت دیتا ہے۔ لغت کے اسی جملہ میں حدیث ۷۰۷ کا جملہ رکھ کر معنی کرلیجیے، انتہائی آسان بات ہے۔ لغت میں ہے: نمی الحدیث الی فلان ــــ فلاں کی طرف بات کو نسبت دی۔ ینمی فلان الحدیث الی فلان: رفعه الیه وعزاه، فلاں شخص بات کو فلاں آدمی سے نسبت دیتا ہے۔

گویا ابوحازم نے اپنے علم کی نفی کر کے واضح کردیا ہے کہ ہاتھ باندھنے کے حکم کو منسوب تو آنحضورؐ سے کیا جاتا ہے۔ لیکن مجھے قطعاً یقین نہیں۔ شاید یہی وجہ ہے کہ ابوحازم سے نقل کرنے والے امام مالک کو اُس نسبت کا یقین نہ تھا اور اس واقعہ کے علاوہ امام مالک کے پاس بھی کچھ نہ تھا۔ اس لیے انھوں نے اپنے ماننے والوں کو ہاتھ کھول کر

پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

علاوہ ازیں نقل اور نسبت میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ نقل میں ناقل کو انتہائی ذمہ داری سے واقعہ نقل کرنا ہوتا ہے، ورنہ اسے یقین ہوتا ہے کہ اگر میری غلطی پکڑی گئی تو میں مقام اعتماد کھو بیٹھوں گا اور پھر کوئی بھی میری کسی بات پر اعتماد نہیں کرے گا جبکہ نسبت دینے کے وقت بعض اوقات سچا آدمی بھی کسی مصلحت کے پیشِ نظر عمداً غلط نسبت دے دیتا ہے۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ:

① امام بخاری کی حدیث ۷۰۷ حدیث نہیں۔

② سہل ابن سعد نے ہاتھ باندھنے کا حکم دینے والے کا نام گول کر دیا ہے۔

③ ابوحازم کو بھی یہ یقین نہیں کہ ہاتھ باندھنے کا حکم کس نے دیا ہے؟

④ ابوحازم نے اپنے اندازے سے یہ کہا ہے کہ سہل ہاتھ باندھنے کے حکم کو آنحضورؐ سے نسبت دیتا تھا۔

⑤ حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی امام مالک ایک مسلک کا امام ہے اور اس نے اپنے پیروکاروں کو ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

⑥ اگر امام مالک کو اس حدیث کی صداقت پر یقین ہوتا تو ہرگز اس کی مخالفت نہ کرتے۔

ان واضح مسلمات کے بعد ہاتھ باندھنے کا حکم ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ لہٰذا آنحضورؐ کے متعلق کہ آپؐ ہاتھ باندھ کر نماز پڑھتے تھے آپؐ پر بہت بڑی تہمت ہے اور اسلام واحکامِ اسلام کو کھوکھلا کرنے اور من مانی کرنے کے مترادف ہے۔

اگر ان حقائق کو سامنے رکھ کر سابقاً حدیث ۵۰۸ میں انس بن مالک کا حالتِ نماز کو دیکھ کر رونا روتا ہے کو ایک مرتبہ پھر ملاحظہ فرمایئے اور پھر ۵۰۸ کے ساتھ کتاب الاذان

میں آنے والی حدیث ۷۵۱ اور ۷۵۳ بھی ملاحظہ فرمائیے جو عمران ابن حصین نے نقل کی ہیں تو کسی حد تک نماز کی تصویر سامنے آجاتی ہے، اور ایک بابصیرت انسان اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ آنحضورؐ کے بعد نماز کو بدل دیا گیا۔ اسی لیے دردمند صحابہ بعض اوقات گھٹن کے باوجود اپنے احساسات اور جذبات کا اظہار کرتے رہے۔

سب سے بڑھ کر قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ امام مالک جو زیرِ نظر حدیث کے راویوں میں سے شمار کیے گئے ہیں وہ خود بھی اس حدیث یا عربی جملہ کو صحیح اور درست نہیں سمجھتے اگر ان کے نزدیک سہل کی یہ نسبت درست ہوتی تو قطعاً اپنے مقدلین کو ہاتھ کھول کر نماز پڑھنے کا حکم نہ دیتے۔ آج مالکی فرقہ موجود ہے، ان کا عمل سامنے ہے۔ کیا امام مالک جو اس سہل کے اس عربی جملہ کے راویوں میں سے ایک ہیں، کا عمل اس بات کا شاہد نہیں کہ سہل ابن سعد کا یہ عربی جملہ قطعاً قابلِ اعتماد ہے؟

جب کوئی آیت اور کوئی قابلِ اعتنا ایسی حدیث نہ ملے جس سے ہاتھ باندھنا ثابت ہو تو کھلے ہاتھوں نماز پڑھنا ہی اسلام اور حکمِ اسلام ہوگا۔

- ❊ بخاری، ج۱، ص ۴۹۰، حدیث ۷۸۰: ابوہریرہ ؓ نے آنحضورؐ کا دائیں بائیں اور آگے اور پیچھے دیکھنا روایت کیا ہے؟
- ❊ بخاری، ص ۴۹۰، حدیث ۷۰۹: انس ابن مالک سابقہ حدیث جیسی نقل کی ہے۔
- ❊ بخاری، ج ۱، ص ۴۹۰، حدیث ۷۱۰: انس نے اپنی طرف سے خبر دی ہے نہ حکم حضور ہے اور ارشاد نبویؐ ہے بلکہ انس نے صرف یہ بتایا ہے کہ آنحضورؐ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نماز کی ابتداء سورۂ فاتحہ سے کرتے تھے۔

اس حدیث کے ذیل میں مولانا وحید الزمان نے جو حاشیہ لکھا ہے آپ بھی ملاحظہ فرمالیں، یعنی قرأت سورۂ فاتحہ سے شروع کرتے تھے تو یہ منافی نہ ہوگی، اس حدیث کے جو آگے آتی ہے جس میں تکبیر تحریر کے بعد دعائے افتتاح پڑھنا منقول ہے

اور الحمدللّٰہ رب العالمین سے سورۂ فاتحہ مراد ہے۔ اس میں اس کی نفی نہیں ہے کہ اس میں بسم اللہ نہیں پڑھتے تھے کیونکہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جزو ہے تو مقصود یہ ہے کہ بسم اللہ پکار کر نہیں پڑھتے تھے۔ جیسے نسائی اور ابن حبان کی روایت میں ہے کہ بسم اللہ کو پکار کر نہیں پڑھتے تھے۔ روضہ میں ہے کہ بسم اللہ سورۂ فاتحہ کے ساتھ پڑھنا چاہیے۔ جہری نمازوں میں پکار کر اور سرّی نمازوں میں آہستہ آہستہ۔

اور جن لوگوں نے بسم اللہ کا سننا نقل کیا ہے وہ آنحضرتؐ کے زمانہ میں کمسن تھے جیسے انس اور عبداللہ ابن مغفل اور یہ آخری صف میں رہتے ہوں گے تو شاید ان کو آواز نہ پہنچی ہوگی اور بسم اللہ کے جہر میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔

اس حدیث اور مولانا وحیدالزمان کی تشریح سے حسبِ ذیل نکات معلوم ہوتے ہیں:

① آنحضورؐ، حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نماز کی ابتداء سورۂ فاتحہ سے کرتے تھے۔
② بسم اللہ سورۂ فاتحہ کا جزو ہے۔
③ جہری نمازوں میں بسم اللہ بالجہر اور سرّی نمازوں میں بسم اللّٰہ بالسّر پڑھنا چاہیے۔
④ جو لوگ آنحضورؐ سے بسم اللہ نہ سن سکے وہ آپ کے زمانہ میں کم سن تھے اور آخری صف میں رہتے ہیں۔
⑤ گویا حضرت عمر کے زمانہ کے بعد بسم اللہ اور سورۂ فاتحہ کو نماز سے غائب کیا گیا ہے۔
⑥ اسلامی نماز وہی ہے جو حضرت ابوبکر اور حضرت عمر نے پڑھی۔
⑦ ان کے علاوہ اگر کسی نے کمی بیشی کی ہے تو وہ قطعاً غیر اسلامی ہے۔

※ بخاری، ج ۱، ص ۴۹۱، حدیث ۷۱۱: ابوہریرہ نے تکبیرۃ الاحرام کے بعد اور قرأت

سے پہلے آنحضورؐ کا ایک پڑھنا نقل ہے۔

* بخاری، ج ۱، ص ۴۹۲، حدیث ۷۱۲: اسماء بنت ابوبکر نے نمازِ کسوف کا طریقہ بتایا ہے۔

* بخاری، ج ۱، ص ۴۹۳، حدیث ۷۱۳: جناب نے ظہر و عصر میں آنحضورؐ کا قرأت کرنا بتایا ہے اور قرأت کی معرفت کا طریقہ ہے، ملاحظہ فرمائیے:

ہم نے جناب ابن ارت صحابی سے پوچھا: کیا آنحضرتؐ ظہر اور عصر کی نماز میں فاتحہ کے سوا اور کچھ قرآن پڑھتے تھے۔ انہوں نے کہا: ہاں۔ ہم نے پوچھا: تم کو کیسے معلوم ہوا؟ انہوں نے کہا: آپ کی داڑھی مبارک ملنے سے۔

یہ ہے مولانا وحید الزمان کا ترجمۂ حدیث، اب سوال یہ ہے کہ:

① ظہر و عصر کی نماز جب سرّی ہوتی ہے تو صحابہ نے آنحضورؐ سے پوچھ کیوں نہ لیا؟

② پوچھنے سے کون سی چیز مانع تھی؟

③ کہیں صحابہ کے دل میں فرضیت نماز اور اہمیت نماز برائے نام تو نہ تھی؟

④ کہیں صحابہ بطور رہے گا تو وقت نماز نہیں گزارتے تھے؟

⑤ کیا آنحضورؐ قبلہ رُخ نہیں ہوتے؟

⑥ اگر صحابہ بھی قبلہ رُخ ہوتے تھے اور آنحضورؐ بھی قبلہ رخ ہوتے تھے تو پھر اصابر ہے کہ صحابہ کی طرف آنحضورؐ کی پشت مبارک ہوتی ہوگی۔

⑦ ایسی صورت میں ایسا شخص جس کی پشت ہو اور نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا ممنوع ہو، کی داڑھی پیچھے والوں کو کیسے نظر آجاتی تھی؟

⑧ آنحضورؐ سے متصل پچھلی صف میں صرف تین چار آدمی ایسے ہوتے ہوں گے تو سامنے دیکھتے ہوں گے تو انھیں آنحضورؐ نظر آتے ہوں گے۔ ان چار پانچ آدمیوں کو آپ کی داڑھی ہلتی ہوتی کیسے نظر آجاتی تھی؟

⑨ باقی صف کے دائیں لوگ آپ داڑھی کو ہلتا اس وقت دیکھ سکتے تھے جب وہ قبلہ سے روگردانی کرکے بائیں جانب دیکھئے اور صف کے بائیں طرف والے لوگ انحرافِ قبلہ کرکے دائیں جانب تو پیش نظر آتا ہے کیا ایسا کرنا نماز میں جائز ہے؟

❋ بخاری، ج۱، ص۴۹۳، حدیث ۷۱۴: براء نے صحابہ کا عمل بتایا کہ وہ جماعت میں سجدہ پر کس وقت جاتے تھے؟

❋ بخاری، ج۱، ص۴۹۴، حدیث ۷۱۵: عبداللہ ابن عباس نے آنحضورؐ کی نمازِ کسوف کا ذکر کیا ہے؟

❋ بخاری، ج۱، ص۴۹۴، حدیث ۷۱۶: انس ابن مالک نے آنحضورؐ کا بحالتِ نماز جنت وجہنم دیکھنا بتایا ہے؟

❋ بخاری، ج۱، ص۴۹۵، حدیث ۷۱۷: انس نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے ایسے افراد کو سرزنش کی ہے جو بحالتِ نماز سوئے آسمان دیکھتے تھے۔

❋ بخاری، ج۱، ص۴۹۵، حدیث ۷۱۸: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔

❋ بخاری، ج۱، ص۴۹۶، حدیث ۷۱۹: حضرت عائشہ سے منقول ہے۔

❋ بخاری، ج۱، ص ۴۹۶، حدیث ۷۲۰: عبداللہ ابن عمر نے آنحضورؐ کا بحالتِ نماز اپنے سامنے والی دیوار مسجد سے کھرچنے کا ذکر کیا ہے۔

❋ بخاری، ج۱، ص ۴۹۷، حدیث ۷۲۱: انس نے آنحضورؐ کے اور آخر ابوبکر کو نماز پڑھاتے ہوئے دیکھا۔

❋ بخاری، ج۱، ص ۴۹۸، حدیث ۷۲۲: حدیث نہیں ہے کیونکہ جابر ابن سمرہ نے حضرت عمر، سعد ابن ابی وقاص اور عمار یاسر کا ذکر کیا ہے۔

❋ بخاری، ج۱، ص ۵۰۰، حدیث ۷۲۴: ابوہریرہ نے آنحضرتؐ سے طریقۂ نماز کی تعلیم نقل کی ہے۔

* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۱، حدیث ۷۲۵: حدیث نہیں ہے کیونکہ جابر ابن سمرہ نے حضرت عمر اور سعد کی باہمی گفتگو نقل کی ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۱، حدیث ۷۲۶: ابوقتادہ نے نمازِ ظہر، نمازِ عصر کی پہلی دو رکعتوں اور نمازِ صبح کی قرأت کا معمول نبوی بتایا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۲، حدیث ۷۲۷: جناب نے قرأت کا اندازہ آنحضورؐ کی داڑھی ہلنا بتایا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۲، حدیث ۷۲۸: جناب نے ۷۲۷ کا سا بیان دیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۲، حدیث ۷۲۹: ابوقتادہ نے ۷۲۶ کا سا بیان دیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۳، حدیث ۷۳۰: ابن عباس نے اُم الفضل سے آنحضورؐ کا والمرسلات پڑھنا نقل کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۳، حدیث ۷۳۱: زید بن ثابت نے مروان ابن حکم کو مغرب میں مختصر پڑھنے پر ڈانٹا ہے اور بتایا ہے کہ میں نے آپ کو طویل سورتیں پڑھتے سنا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۴، حدیث ۷۳۲: جبیر ابن نے بتایا ہے کہ میں نے آنحضورؐ سے مغرب میں سورۂ طور کی قرأت سنی ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۴، حدیث ۷۳۳: ابوہریرہ نے نماز میں سورۂ سجدہ پڑھ کر سجدہ کیا اور بتایا کہ میں نے آنحضورؐ کو ایسا کرتے دیکھا تھا۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۴، حدیث ۷۳۴: براء نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے ایک سفر کے دوران نمازِ عشاء میں ایک رکعت سورہ والتین والزیتون پڑھی۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۴، حدیث ۷۳۵: ابوہریرہ نے نمازِ عشاء میں سورۂ سجدہ پڑھی اور سجدہ کیا۔ ابورافع نے پوچھا: یہ کیا؟ تو ابوہریرہ نے کہا: میں نے آنحضورؐ کو ایسا کرتے دیکھا ہے۔

* بخاری، ج ا، ص ۵۰۵، حدیث ۷۳۶: براء نے بتایا ہے کہ میں نے آنحضورؐ کو والتین والزیتون نماز میں پڑھتے ہوئے سنا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۵۰۵، حدیث ۷۳۷: جابر ابن سمر نے حضرت عمر اور سعد ابن ابی وقاص کی گفتگو نقل کی ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۵۰۶، حدیث ۷۳۸: ابو برزہ اسلمی نے نمازِ پنجگانہ کے اوقات بتائے ہیں۔
* بخاری، ج ا، ص ۵۰۶، حدیث ۷۳۹: ابو ہریرہ نے جہری اور سری نماز کے متعلق بتایا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۵۰۷، حدیث ۷۴۰: ابن عباس نے سورۃ جن کا شان نزول بیان کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۵۰۸، حدیث ۷۴۱: ابن عباس نے لوگوں کو تنبیہہ کی ہے کہ آنحضورؐ نے وہی کیا جو آپ کو حکم ملا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۵۱۱، حدیث ۷۴۲: ابن مسعود نے بتایا ہے کہ بیس سورتیں ایسی ہیں جنھیں آپ ملا کر پڑھتے تھے۔
* بخاری، ج ا، ص ۵۱۱، حدیث ۷۴۳: ابوقتادہ نے ظہر اور عصر میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد طویل اور مختصر سورتیں پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۵۱۲، حدیث ۷۴۴: جناب نے قرأت کا انداز آنحضورؐ کی داڑھی ہلنے سے لگانا بیان کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۵۱۳، حدیث ۷۴۵: ابوقتادہ نے ظہر اور عصر میں اور مختصر سورتیں پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ا، ص ۵۱۳، حدیث ۷۴۶: ابوقتادہ نے ۷۴۵ جیسا بیان کر دیا ہے۔

* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۵، حدیث ۷۳۶: براء نے بتایا ہے کہ میں نے آنحضورؐ کو والتین والزیتون نماز میں پڑھتے ہوئے سنا۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۵، حدیث ۷۳۷: جابر ابن سمر نے حضرت عمر اور سعد ابن ابی وقاص کی گفتگو نقل کی ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۶، حدیث ۷۳۸: ابو برزہ اسلمی نے نمازِ پنجگانہ کے اوقات بتائے ہیں۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۶، حدیث ۷۳۹: ابو ہریرہ نے جہری اور سری نماز کے متعلق بتایا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۷، حدیث ۷۴۰: ابن عباس نے سورۃ جن کا شان نزول بیان کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۰۸، حدیث ۷۴۱: ابن عباس نے لوگوں کو تنبیہ کی ہے کہ آنحضورؐ نے وہی کیا جو آپ کو حکم ملا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۱۱، حدیث ۷۴۲: ابن مسعود نے بتایا ہے کہ بیس سورتیں ایسی ہیں جنھیں آپ ملا کر پڑھتے تھے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۱۱، حدیث ۷۴۳: ابوقتادہ نے ظہر اور عصر میں سورۂ فاتحہ پڑھنے کے بعد طویل اور مختصر سورتیں پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۱۲، حدیث ۷۴۴: جناب نے قرأت کا انداز آنحضورؐ کی داڑھی ہلنے سے لگانا بیان کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۱۳، حدیث ۷۴۵: ابوقتادہ نے ظہر اور عصر میں اور مختصر سورتیں پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۱۳، حدیث ۷۴۶: ابوقتادہ نے ۷۴۵ جیسا بیان کردیا ہے۔

- بخاری، ج۱، ص ۵۱۵، حدیث ۷۴۷: ابو ہریرہ نے آمین کہنے کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج۱، ص ۵۱۵، حدیث ۷۴۸: (ایضاً)
- بخاری، ج۱، ص ۵۱۵، حدیث ۷۴۹: (ایضاً)
- بخاری، ج۱، ص ۵۱۵، حدیث ۷۵۰: ابو بکرہ نے صف تک پہنچنے سے قبل شمولیت جماعت کی خاطر رکوع کیا۔ پھر آپ کو بتایا آپ نے اس جماعت کو قرار دے کر آیندہ کے لیے ایسا کرنے سے منع کر دیا۔
- بخاری، ج۱، ص ۵۱۶، حدیث ۷۵۱: عمران ابن حصین نے حضرت علیؑ کی نماز کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج۱، ص ۵۱۶، حدیث ۷۵۲: ابو ہریرہ نے نماز رسولؐ پڑھ کر دکھائی۔
- بخاری، ج۱، ص ۵۱۷، حدیث ۷۵۳: عمران ابن حصین نے حضرت علیؑ کی نماز کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج۱، ص ۵۱۷، حدیث ۷۵۴: عکرمہ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے دیکھا۔ ابن عباس سے پوچھا: انہوں نے تصدیق کی کہ یہی نمازِ رسولؐ ہے۔
- بخاری، ج۱، ص ۵۱۸، حدیث ۷۵۵: عکرمہ نے ایک شخص کی نماز دیکھی جس نے ایک نماز میں بائیس تکبیریں کہیں۔ ابن عباس سے پوچھا۔ انہوں نے کہا: یہی نمازِ رسولؐ ہے۔
- بخاری، ج۱، ص ۵۱۸، حدیث ۷۵۶: ابو ہریرہ نے نماز میں تکبیروں کی تفصیل بتائی ہے۔
- بخاری، ج۱، ص ۵۱۹، حدیث ۷۵۷: مصعب ابن سعد ابن وقاص نے دورانِ رکوع دونوں ہاتھوں کو گھٹنوں کے درمیان دینے کا ذکر کیا ہے۔
- بخاری، ج۱، ص ۵۲۰، حدیث ۷۵۷: حذیفہ نے ایک شخص کو ڈانٹا ہے، حدیث

نہیں ہے۔

* بخاری، ج۱، ص ۵۲۱، حدیث ۷۵۸: براء نے رکوع و سجود اور دیگر احکام میں آنحضورؐ کے وقت کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۵۲۱، حدیث ۷۵۹: ابوہریرہ نے آنحضورؐ کا ایک شخص کو نماز پڑھانے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص۵۲۲، حدیث۷۶۰: حضرت عائشہ سے مروی ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۵۲۳، حدیث ۷۶۱: ابوہریرہ نے بتایا ہے کہ آپ سمع اللّٰہ لمن حمدہ کے بعد ربنا لك الحمد کے فضائل بیان کیے ہیں۔
* بخاری، ج۱، ص۵۲۴، حدیث ۷۶۲: ابوہریرہ نے سمع اللّٰہ لمن حمدہ اور ربنا لك الحمد کے فضائل بیان کیے ہیں۔
* بخاری، ج۱، ص۵۲۴، حدیث۷۶۳: ابوہریرہ نے قنوت پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۵۲۵، حدیث۷۶۴: رفاعہ ابن رافع نے ایک بہت ہی عمدہ بات بتائی ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۵۲۶، حدیث ۷۶۵: حدیث نہیں ہے، انس کا بیان ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۵۲۶، حدیث ۷۶۶: براء نے اعمالِ نماز کے وقت کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۵۲۶، حدیث ۷۶۷: ابوقلابہ نے مالک ابن حویرث کے نمازِ رسولؐ رکھانے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۵۲۷، حدیث ۷۶۸: ابوہریرہ کی نماز کا ذکر ہے اور قنوت میں نام لے کر آپ کا لعنت کرنا مذکور ہے۔ ابوبکر اور ابوسلمہ نے بھی ابوہریرہ کے حوالہ سے آنحضورؐ کی نماز کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج۱، ص ۵۲۹، حدیث ۷۶۹: انس نے آنحضورؐ کا گھوڑے سے گرنے کا

بعد بیٹھ کر نماز پڑھانا اور صحابہ کو بھی بیٹھنے کا حکم دینا بتایا ہے۔

* بخاری، ج ۱، ص ۵۳۰، حدیث ۷۷۰: ابوہریرہ نے رویت رب کا انتہائی دلچسپ واقعہ بتایا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۳۴، حدیث ۷۷۱: عبداللہ ابن مالک نے سجدہ میں آنحضورؐ کے ہاتھوں کا باقی جسم سے فاصلہ بتایا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۳۴، حدیث ۷۷۱: عبداللہ ابن مالک نے سجدہ میں آنحضورؐ کے ہاتھوں کا باقی جسم سے فاصلہ بتایا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۳۵، حدیث ۷۷۲: حذیفہ نے ایک شخص کو ڈانٹا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۳۵، حدیث ۷۷۳: ابن عباس نے سات اعضاء پر سجدے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۳۵، حدیث ۷۷۴: ابن عباس نے اعضائے سبعہ پر سجدہ کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۳۶، حدیث ۷۷۵: براء نے صحابہ کا رکوع کے بعد سجدہ پر جانے کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۳۶، حدیث ۷۷۶: ابن عباس نے اعضائے سبعہ پر سجدہ کا ذکر کیا ہے۔
* بخاری، ج ۱، ص ۵۳۷، حدیث ۷۷۷: ابوسعید نے آنحضورؐ کی زبانی بتایا ہے کہ شب قدر بھول گئے۔

خلاصۃ الاحکام

کتاب الاذان سے معلوم ہونے والے مسائل کا خلاصہ کچھ اس طرح بنتا ہے۔
اٹھانے کو تو میں یہ بیڑا اٹھا بیٹھا کہ خلاصہ احکام ذکر کردوں لیکن جب یہ کتاب الاذان

میں دی گئی دو احادیث کے جنگل میں ہاتھ مارنے لگا تو کانٹوں میں اُلجھ کر رہ گیا۔ میرا خیال تھا کہ چونکہ کتاب الاذان ہے اس میں صرف اذان ہی کے احکام ہوں گے۔ اس لیے تمام احادیث زیادہ سے زیادہ آٹھ دس عنوانوں میں جمع کرلوں گا لیکن امام بخاری شاہد ہے ایسی بات نہیں تھی بلکہ یہاں تو اذان کے نام پر خدا معلوم کیا کیا بتایا گیا۔ ابھی آپ ملاحظہ فرمائیں گے تو میری تصدیق کریں گے۔ مجھے داد دینا پڑتی ہے۔ امام بکاری کو جنہوں نے بڑی جدوجہد سے ان احادیث کے عنوان بنائے اور بہت بڑے گردے سے اذان کے نام پر جو چاہا کتاب الاذان میں لکھ دیا۔ لیجیے ملاحظہ فرمایئے:

آغازِ اذان

صرف دو احادیث میں آغازِ اذان کی کہانی بتائی گئی ہے اور وہ ہیں: حدیث نمبر ۵۷۷، ۵۷۸۔

مؤذن کا تقرر

حدیث ۵۷۹، ۵۸۰ میں مؤذن کے تقرر کی داستان بتائی گئی ہے۔

فضیلتِ اذان

چار احادیث نمبر ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۹ اور ۶۰۱ میں اذان کی فضیلت کا ذکر کیا گیا ہے۔

کلماتِ اذان

حدیث نمبر ۵۸۰ اور ۶۲۷ میں کلماتِ اذان کا ذکر کیا گیا ہے لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ یہ کلمات اللہ کی طرف سے بتائے گئے تھے یا آنحضورؐ نے تجویز کیے یا حضرت عمر یا کسی اور صحابی نے بتائے ہیں۔

اذان سننے والوں کے آداب

حدیث نمبر ۵۸۵ اور ۵۸۶ میں اذان سننے والوں کے آداب بتائے گئے ہیں کہ انہیں اذان سن کر کیا کرنا چاہیے۔

حی علی الصلوٰۃ کے وقت کیا پڑھنا ہے؟

ایک حدیث ۵۸۷ میں بتایا گیا ہے کہ جب مؤذن حی علی الصلوٰۃ پڑھے تو لاحول ولا قوۃ الا باللّٰہ بھی پڑھنا چاہیے۔

اذان کے بعد دُعا

ایک حدیث ۵۸۸ میں بتایا گیا ہے کہ اذان کے بعد دعا پڑھی جائے لیکن وہ کون سی دعا ہے؟ اس کا کوئی علم نہیں۔ کون بتائے گا یہ بھی معلوم نہیں۔

ضرورت کے وقت اذان میں تبدیلی

بوقتِ ضرورت اذان میں تبدیلی کی گنجائش بھی رکھی گئی ہے مثلاً اگر پیش نماز چاہتا ہے کہ نماز گھر میں پڑھ لیں یا کسی اور جگہ نماز ادا کرلیں اور مسجد میں نہ آئیں تو اس وقت صحابہ حی علی الصلوٰۃ کی جگہ الا صَلُّوا فِی الرِّجال کہنے کا حکم دے دیا تھا۔ گویا اگر پیش نماز چاہتا ہے کہ لوگ گھر میں نماز پڑھ لیں تو وہ مؤذن کو بتا دے کہ آج حی علی الصلوٰۃ نہ کہنا بلکہ آج کہہ دینا، الاصَلُّوا فِی البُیُوت ـــــ یعنی نماز پر آؤ نہیں بلکہ گھروں میں پڑھ لو۔

ہم نے یہ ایک مثال عرض کی ہے۔ ایسے حسب ضرورت آپ لوگوں کو بتا سکتے ہیں۔ یہ حکم بخاری شریف میں چار مقامات پر موجود ہے۔ ملاحظہ ہو: حدیث نمبر ۵۹۰، ۶۰۵، ۶۳۵، ۶۳۷۔

قبل از وقت اذان

اسلام نے یہ بھی گنجائش رکھی ہے کہ آپ وقت سے پہلے اذان بھی دے سکتے ہیں یعنی اذان کا تعلق صرف نماز سے نہیں بلکہ لوگوں کو بلانے سے ہے۔ آپ جب چاہیں جہاں چاہیں جیسے چاہیں اذان دے کر بلالیں۔ ملاحظہ ہو حدیث نمبر ۵۹۱، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶۔

اذان کے بعد دو رکعت

چھ احادیث میں اذان کے بعد آنحضورؐ کے دو رکعت نماز پڑھنے کا ذکر کیا گیا ہے: حدیث نمبر ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰۔

دیر سے اذان

ایک حدیث ۶۰۲ میں اذان دیر سے دینے کے متعلق بتایا گیا ہے کہ یہ نہ سمجھیں کہ دیر سے اذان کہنے کی مذمت کی گئی ہے بلکہ دیر سے اذان دینے کا حکم دیا گیا ہے۔

ہر ایک اذان نہ کہے

دو احادیث نمبر ۶۰۳ اور ۶۰۴ میں ہر ایک شخص کو مؤذن بننے سے روکا گیا ہے، امید ہے اب قارئین کے ذہن میں میری بات آ گئی ہوگی کہ ایک منصوبے کے مطابق حزبِ اقتدار نے اسلام اور احکامِ اسلام کو زیرِ نگیں رکھنے کی کوشش کی تاکہ ہماری مرضی کے خلاف ایک پتہ بھی نہ ہل سکے ورنہ اذان دینے میں کیا نقصان تھا، ثواب کا کام ہے۔ اب جو اتنی اذانیں آتی رہتی ہیں۔ ان سے اسلام کو کتنا نقصان پہنچا ہے۔

دورانِ اذان دائیں بائیں دیکھنا

حدیث نمبر ۶۰۷ میں یہ بتایا گیا ہے کہ دورانِ اذان مؤذن کو دائیں بائیں دیکھنا

چاہیے تاکہ صرف سامنے والے اذان نہ سنیں بلکہ مؤذن کے دائیں بائیں والے بھی اذان سن کر نماز کے لیے آسکیں۔

محترم قارئین! کتاب الاذان کی دو سو ایک حدیث میں سے مذکورہ بتیس احادیث کا تعلق کتاب الاذان سے ہے۔ آپ نے احادیث کا سرسری جائزہ بھی لے لیا ہے اور ان میں بتائے گئے احکام بھی ملاحظہ فرما لیے ہیں۔ ان بتیس احادیث میں آپ کو کہیں نہیں ملے گا کہ آنحضورؐ نے یہ بتایا ہو کہ چار دفعہ اللہ اکبر کہو، دو دفعہ اشھد ان لا الٰہ الا اللّٰہ کہو۔ دو دفعہ اشھد ان محمدًا رسول اللّٰہ کہو، دو دفعہ حی علی الصلٰوۃ کہو، دو دفعہ حی علی الفلاح کہو، دو دفعہ اللہ اکبر کہو، ایک دفعہ لا الٰہ الا اللّٰہ اور اذان صبح میں حی علی الفلاح کے بعد دو دفعہ الصلٰوۃ خیر من النوم کہو۔

ممکن ہے حدیث کی دیگر کتب میں یہ کلمات مذکور ہیں لیکن اگر وہ احادیث صحیح اور قابلِ اعتماد ہوتیں تو امام بخاری یقیناً انہیں درج بخاری کرتے۔ امام بخاری کا تفصیل احادیث کو درج صحیح نہ کرنا اس بات کی واضح شہادت ہے کہ وہ احادیث قابلِ وثوق نہ تھیں ـــــ بنابریں سوال یہ ہے کہ:

- موجودہ اذان کس صحابی نے بتائی ہے؟
- موجودہ اذان کہاں سے لی گئی ہے؟
- حضرت عائشہ نے اذان کی تفصیل کیوں نہیں بتائی؟
- کیا بی بی نے کبھی اذان نہیں سنی تھی؟
- کیا بی بی سے کسی نے اذان کے متعلق کبھی نہیں پوچھا تھا؟
- خلفائے ثلاثہ نے اذان کی تفصیل کیوں نہیں بتائی؟
- کیا انہوں نے کبھی اذان نہیں سنی تھیں؟
- کیا خلفائے ثلاثہ سے رعیت کے کسی فرد نے اذان کے بارے میں نہیں پوچھا تھا؟

حضرت عمر کا مشورہ اذان

حدیث ۵۷۷، ۵۷۹، ۵۸۰ اور ۵۸۱ میں انس ابن مالک نے صرف اتنا بتایا ہے کہ جب اُمت مسلمہ کو نماز جماعت کے لیے جمع ہونے کی ضرورت محسوس ہوتی تو وہاں یہودیوں کی بات چلی کہ وہ جمع ہونے کی خاطر آگ روشن کرتے ہیں اور عیسائی ناقوس بجاتے ہیں لہٰذا ہمارا بھی کوئی اس قسم کا سلسلہ ہونا چاہیے تو بلال کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان دے دیا کرے۔ انس نے اس سے زیادہ کچھ نہیں بتایا، حتیٰ کہ انس نے یہ بھی نہیں بتایا کہ بلال کو کس نے حکم دیا، نہ ہی انس نے آنحضورؐ کا نام لیا ہے اور نہ کسی دوسرے کا۔

البتہ عبداللہ ابن عمر سے حدیث ۵۷۸ میں حضرت عمر کا مشورہ مذکور ہے اور اسی حدیث کا سہرا ابنا کر سجایا جاتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ:

* کیا کسی نے آنحضورؐ سے بھی پوچھا کہ ہمیں نماز کے لیے جمع ہونے کی، کیا کرنا چاہیے؟
* ان پانچ احادیث میں سے کسی حدیث میں یہ نہیں ملتا کہ کسی نے آنحضورؐ سے بھی پوچھا ہو، کیوں؟
* کیا اذانِ اسلام سے متعلق نہیں؟ کیا اسلام کے دیگر احکام بھی صحابہ کے باہمی مشورہ سے طے پاتے تھے؟ اگر کوئی اور اسلامی حکم بھی صحابہ کے مشورہ سے نافذ کیا گیا ہو تو اس کی مثال؟
* اذان خالص اسلامی عبادات میں سے ایک عبادت سے مربوط ہے اور جملہ عبادات کے احکام آنحضورؐ کے توسط سے ذاتِ احدیت کی طرف سے موصول ہوتے تھے تو پھر اذان کے سلسلہ میں خالق کیوں خاموش رہا؟
* کیا ہجرت کے بعد اسلام صحابہ کے سپرد کر دیا گیا تھا کہ اب جو چاہو تم خود احکام بناتے رہو؟

* کہیں ایسا تو نہیں کہ حضرت عمر کو مشیر اذان بنا کر احکامِ الٰہیہ میں ترمیم و تنسیخ کا دروازہ کھولا گیا ہو؟
* اور کسی صحابی نے حضرت عمر کے مشورہ کا ذکر کیوں نہیں کیا؟ صرف عبداللہ ابن عمر ہی اس واقعہ کے تنہا راوی کیوں ہیں؟

نماز باجماعت

حدیث ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۷۱۷، ۷۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۶ اور ۶۳۰ میں جماعت میں آنے کے آداب اور جماعت کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ان احادیث کا کتاب الاذان سے کوئی تعلق نہیں۔

مصلّٰی پر آنے کے بعد واپس جا کر غسلِ جنابت کرنا

حدیث نمبر ۶۱۲ اور ۶۱۳ ابوہریرہ سے مروی ہیں۔ ان دونوں احادیث میں ابوہریرہ نے جو سیرتِ نبویؐ پیش کی ہے، اُمت مسلمہ کے لیے چلّو بھر پانی میں ڈوب مرنے کا مقام ہے کہ ایسے شخص کی روایات بھی قبول کر لی جاتی ہیں اور اہلِ بیتؑ میں آنحضورؐ کی ذاتِ گرامی صفات پر ایسے شرمناک الزامات بھی برداشت کر لیے جاتے ہیں۔ خوفِ طوالت کی وجہ سے مولانا وحیدالزمان کا ترجمہ احادیث ہی پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ ترجمہ پڑھیے اور ان احادیث کے آئینہ میں فخرِ موجودات کی سیرتِ طیبہ کا ایک پہلو دیکھ کر فکر کیجیے کہ ہمیں کہاں لا کر کھڑا کر دیا گیا۔

بخاری، ج ۱، ص ۴۲۶، حدیث ۶۰۲ ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ابوہریرہ سے ہے کہ آنحضرت حجرے سے باہر برآمد ہوئے نماز پڑھانے کو اور نماز کی تکبیر ہو گئی تھی۔ صفیں برابر ہو چکی تھیں۔ جب آپ اپنی نماز کی جگہ کھڑے ہوئے ہم انتظار کر رہے تھے کہ اب تکبیر کہتے ہیں تو آپ لوٹے اور فرمایا: تم اسی جگہ ٹھیرے رہو۔ ہم اسی حال پر ٹھیرے

رہے یہاں تک کہ آپ نکلے آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔

مولانا وحید الزمان نے ترجمہ کے بعد فٹ نوٹ لکھا ہے وہ بھی ملاحظہ فرمالیں:

ف :معلوم ہوا کہ آپ کو جنابت ہوئی تھی اور خیال نہ رہا۔ بے غسل کیے نماز کے لیے نکل آئے۔ جب نماز شروع کرنے ہی کو تھے اس وقت یاد آیا۔

بخاری، ج۱، ص ۴۲۶، حدیث ۶۱۳، ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ابو ہریرہ سے ہے انہوں نے کہا: نماز کی تکبیر ہوئی لوگوں نے صفیں برابر کرلیں۔ آنحضرتؐ حجرہ سے باہر نکلے۔ امامت کے لیے آگے بڑھ گئے اور آپؐ جنب تھے لیکن خیال نہ رہا۔ پھر یاد آیا تو فرمایا: نہیں ٹھیرے رہو ـــــ اور لوٹ گئے، پھر باہر نکلے اور سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ لوگوں کو نماز پڑھائی۔

یہ ہے سیرتِ طیبہ نبویہ کا وہ پہلو جو ابو ہریرہ نے بیان کیا ہے۔ امام بخاری اور مولانا وحید الزمان نے تو ان احادیث سے جو مسائل نکالے سو نکالے لیکن سوال یہ ہے کہ:

* اگر ان دو مقامات پر آنحضرتؐ کو یاد آ گیا کہ میں نے غسلِ جنابت نہیں کیا تو لوٹ گئے اور غسل کر کے واپس آ گئے۔ کیا کسی ایسے وقت کی ضمانت دی جاسکتی ہے جب آنحضرتؐ بحالتِ جنابت مصلّی پر کھڑے ہوگئے ہوں اور غسلِ جنابت یاد نہ آیا ہو، پھر نماز پڑھادی ہو۔ اس کی گارنٹی کون دے گا؟
* اس بات کی کیا گارنٹی ہے کہ حضورؐ نے زندگی میں اور نمازیں یقیناً بحالتِ طہارت پڑھائی ہوں گی؟
* آپ کو جنابت بحالتِ خواب ہوئی تھی یا بحالتِ بیداری؟
* اگر بحالتِ خواب ہوئی تھی تو کیا اذان اوّل کے بعد آنحضورؐ کو پتہ نہ چلا تھا؟ اگر پتہ چل گیا تھا تو پھر کیا سوتے رہے تھے یا اُٹھ بیٹھے تھے اور اذان بحالتِ جنابت سنی تھی؟

* سابقاً احادیث حضرت عائشہ میں دیکھئے وہاں بتایا گیا ہے کہ آنحضرتؐ اذان اوّل کے بعد دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ کیا آپؐ نے وہ دو رکعت نماز بھی بحالتِ جنابت پڑھی تھی؟
* اگر بیداری میں جنابت ہوئی تھی تو کس بی بی کی باری تھی؟
* جنابت رات کے پہلے حصہ میں ہوئی تھی یا آخری حصہ میں؟
* اس رات آپؐ نے تہجد بھی پڑھی تھی یا نہیں؟
* کیا بحالتِ جنابت سو جانا جائز تھا؟
* یہ جو اللہ فرماتا: قم اللّیل الا قلیلا کے (رات کی عبادت کم کرو) صحیح ہے یا غلط؟
* کیا ابوہریرہ کو انہی احادیث کے انعام میں مدینہ کی گورنری ملی تھی؟
* کیا یہ توہینِ نبویؐ نہیں؟
* کیا ان جیسی احادیث سے اسلام مسخ تو نہیں جاتا؟
* کیا ان احادیث نے اسلام اور بانیٔ اسلام کے پلّے کچھ چھوڑا ہے؟
* کیا کوئی کاہل سے کاہل مولوی بھی ایسی غفلت کرتا ہے؟
* آپؐ نے غسل کتنی دیر میں کیا تھا؟
* ہمارے خیال میں نہ تو امام بخاری کو شرم آئی ہوگی اور نہ مولانا وحید الزمان کو ترجمہ کرنے میں خجالت محسوس ہوئی ہوگی۔ کتنی ڈھٹائی سے ترجمہ کے بعد فٹ نوٹ بھی لکھ دیا ہے۔
* انہی احادیث کو پڑھ کر غیر مسلم دائرۂ اسلام میں داخل ہوں گے۔

آنحضورؐ کی نمازِ قضاء

حدیث نمبر ۶۱۳ میں ابوہریرہ نے بتایا ہے کہ جنگِ خندق میں آنحضورؐ کی نماز قضا

ہوگئی۔ قبل حدیث نمبر ۵۷۰ اور ۵۷۲ میں جابر ابن عبداللہ سے یہی روایت منسوب کی گئی ہے۔

حدیث نمبر ۵۷۰ میں جابر نے آنحضورؐ کے ساتھ حضرت عمر کو بھی شامل کیا ہے۔
ایک دو مناسب جملے تو ہم نے وہاں بھی لکھ دیئے تھے یہاں صرف ایک دو سوالات ہیں:

* کیا ان احادیث کو آنحضورؐ سے منسوب کرنے کا مقصد یہ تو نہیں، آپ اسلام کے لیے جنگ نہیں لڑتے تھے بلکہ صرف اور صرف کشور کشائی آپ کا مقصود تھا؟
* اگر مقصد جنگ اسلام اور احکامِ اسلام کی نشر واشاعت تھی تو پھر آپ کی نماز کیسے قضا ہوئی؟
* کیا آپ مصروف پیکار تھے کہ آپ نماز ہی نہ پڑھ سکے؟
* اگر اتنے ہی مصروف جنگ تھے تو آپ کی مصروفیات کون سی تھیں؟

اقامت یا تکبیر کے بعد باتیں

حدیث نمبر ۶۱۵ اور ۶۱۶ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اقامت ہوجانے کے بعد بھی باتیں کی جاسکتی ہیں۔

دین کی ویرانی پر آنسو

حدیث نمبر ۶۲۲ میں ابودرداء نے بربادی پر آنسو بہاتے ہیں۔ قبل ازیں حدیث نمبر ۵۰۷ اور ۵۰۸ میں آپ انس ابن مالک کے ویرانی اسلام پر آنسو دیکھ چکے ہیں اور انہی احادیث کے ذیل میں حدیث ۷۵۱ اور ۷۵۳ میں عمران ابن حصینؓ کا حضرت علیؑ کی اقتداء میں نماز پڑھ کر یہ کہنا بھی ہم بتا چکے ہیں کہ ذکرنی ھذا الرجل صلوٰۃ رسول اللہ، اس آدمی نے مجھے نمازِ رسولؐ کی یاد تازہ کردی۔

* یہ انس ابن مالک اور ابودرداء کس پامالی پر آنسو بہا رہے ہیں؟

ہوگئی۔ قبل حدیث نمبر ۵۷۰ اور ۵۷۲ میں جابر ابن عبداللہ سے یہی روایت منسوب کی گئی ہے۔

حدیث نمبر ۵۷۰ میں جابر نے آنحضورؐ کے ساتھ حضرت عمر کو بھی شامل کیا ہے۔
ایک دو مناسب جملے تو ہم نے وہاں بھی لکھ دیئے تھے یہاں صرف ایک دو سوالات ہیں:

* کیا ان احادیث کو آنحضورؐ سے منسوب کرنے کا مقصد یہ تو نہیں، آپ اسلام کے لیے جنگ نہیں لڑتے تھے بلکہ صرف اور صرف کشور کشائی آپ کا مقصود تھا؟
* اگر مقصد جنگ اسلام اور احکامِ اسلام کی نشرواشاعت تھی تو پھر آپ کی نماز کیسے قضا ہوئی؟
* کیا آپ مصروفِ پیکار تھے کہ آپ نماز ہی نہ پڑھ سکے؟
* اگر اتنے ہی مصروفِ جنگ تھے تو آپ کی مصروفیات کون سی تھیں؟

اقامت یا تکبیر کے بعد باتیں

حدیث نمبر ۶۱۵ اور ۶۱۶ میں یہ بتایا گیا ہے کہ اقامت ہوجانے کے بعد بھی باتیں کی جاسکتی ہیں۔

دین کی ویرانی پر آنسو

حدیث نمبر ۶۲۲ میں ابودرداء نے بربادی پر آنسو بہاتے ہیں۔ قبل ازیں حدیث نمبر ۵۰۷ اور ۵۰۸ میں آپ انس ابن مالک کے ویرانی اسلام پر آنسو دیکھ چکے ہیں اور انہی احادیث کے ذیل میں حدیث ۷۵۱ اور ۷۵۳ میں عمران ابن حصین کا حضرت علیؑ کی اقتداء میں نماز پڑھ کر یہ کہنا بھی ہم بتا چکے ہیں کہ ذکرنی ھذا الرجل صلوٰۃ رسول اللہ، اس آدمی نے مجھے نمازِ رسولؐ کی یاد تازہ کردی۔

* یہ انس ابنِ مالک اور ابودرداء کس پامالی پر آنسو بہا رہے ہیں؟

* ابودرداء نے تو وضاحت سے کہہ دیا ہے کہ اکٹھے ہوکر نماز پڑھنے کے علاوہ مجھے کہیں بھی دین نظر نہیں آتا۔
* عمران ابن حصین نمازِ حضرت علیؑ کو دیکھ کر کیوں نمازِ رسولؐ یاد کر رہا ہے؟
* یہ کیسی تبدیلیاں تھیں اور کس قسم کی تبدیلیاں تھیں؟

انتظارِ جماعت کی فضیلت

حدیث نمبر ۶۲۸، ۶۳۰ میں نماز باجماعت کی فضیلت بتائی گئی ہے۔

رضی اللہ عنہم کی فہرست

حدیث نمبر ۶۲۹ میں ابوہریرہ نے خدا معلوم کس سے ناراض ہوکر بغیر نام لیے سات آدمیوں کے اوصاف نقل کیے ہیں کہ یہ لوگ سایۂ عرش میں ہوں گے۔

نوافلِ صبح

حدیث نمبر ۶۳۲ میں نوافل صبح بتائے گئے ہیں۔

عتبان کے گھر نماز

حدیث ۶۳۶ اور ۶۵۴ میں عتبان ابن مالک نے آنحضورؐ کا عتبان کے گھر آکر نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔

کیچڑ میں سجدہ

حدیث نمبر ۶۳۸ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے کیچڑ میں سجدہ کیا۔

امام کی اقتداء

حدیث نمبر ۶۵۷، ۶۵۹، ۶۶۰ اور ۶۹۷ میں اقتدائے نماز کا حکم دیا گیا ہے۔ اب ان چار احادیث کا امامتِ ابوبکر کی احادیث سے موازنہ کریں اور ان میں یہ بات

بالخصوص دیکھیں کہ حضرت ابوبکر آنحضورؐ کی اقتداء کر رہے تھے اور لوگ حضرت ابوبکر کی اقتداء میں پڑھ رہے تھے۔ ان دونوں کے احکام کا موازنہ کریں پھر دیکھیں کہ کون سی بات سچی ہے؟

اطاعتِ حکمران

حدیث نمبر ۶۳۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۸۹، ۶۹۹، ۷۰۰ اور ۷۰۱ میں انس ابن مالک ابوہریرہ اور ابوذر نے اطاعتِ حکمران کے احکام نقل کیے ہیں۔ شاید انھی احادیث کی وجہ سے ابوہریرہ کو گورنری مدینہ کی منصب ملا۔ مغیرہ ابن شعبہ جیسے افراد بحالتِ شراب نماز پڑھاتے رہے اور منبرِ رسولؐ پر بیٹھ کر یزید یہ کہتا رہا۔

ما قال ربك ويل للذى شربوا

بل قال ربك ويل للمصلين

''تیرے اللہ نے یہ تو نہیں کہا کہ شرابیوں کے لیے لعنت ہے بلکہ تیرے اللہ نے تو نمازیوں پر ہلاکت کہی ہے''۔

اور اُمت خوابِ خرگوش میں پڑی سوئی رہی۔

بلا وضو نمازِ رسولؐ

حدیث نمبر ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۲، ۶۹۳ اور ۶۹۵ میں یہ بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ سو کر اُٹھے اور نماز میں شروع ہوئے۔ وضو نہیں کیا گویا نیند سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

دوہری نماز

حدیث نمبر ۶۶۸، ۶۶۹ اور ۶۷۹ میں بتایا گیا ہے کہ ایک مرتبہ ایک نماز پڑھ کر پھر وہی نماز دوسری مرتبہ پڑھائی جاسکتی ہے۔

نمازِ چاشت

حدیث نمبر ۶۳۹ میں آنحضورؐ کی صرف ایک دن نمازِ چاشت پڑھنے کا ذکر بتایا گیا ہے۔

پہلے کھانا پھر نماز

حدیث نمبر ۶۴۱ میں انس نے اور ۶۴۲ میں عبداللہ ابن عمر نے بتایا ہے کہ اگر اقامت ہوجاتے اور کھانا بھی لگ جائے تو پہلے کھانا کھالو پھر نماز پڑھو۔ نماز کوئی اتنی اہم نہیں ہے کھانا زیادہ اہم ہے۔ نماز تو روز پانچ مرتبہ پڑھنا ہوتی ہے اور کھانا دن میں دو مرتبہ ملتا ہے۔ عبداللہ ابن عمر تو عظمت نماز کا جو نقشہ پیش کیا ہے وہ گو اور بھی عجیب ہے ادھر اقامت ہوتی ادھر کھانا آجاتا۔ عبداللہ ابن عمر آرام سے بیٹھ کر کھانا بھی کھاتے رہتے۔ امام جماعت کی قرأت بھی سنتے رہتے جب تک کھانا ختم نہ ہوجاتا اس وقت نماز کو نہ جاتے۔ انس اور عبداللہ ابن عمر نے اُمت مسلمہ پر یہ عنایت کی ہے کہ انہوں نے اس عمل کو آنحضورؐ سے منسوب نہیں کیا اور بھلا ہو ان کا ان دونوں نے یہ نہیں کہا کہ آنحضورؐ خود ایسا کرتے تھے ورنہ انہیں کون روک سکتا تھا۔ اگر چاہتے تو دیگر اعمال کی طرح یہ بھی کہہ دیتے۔ ویسے تو بات رموزِ مملکت خویش خسرواں دانند والی بات ہے۔ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے البتہ ممکن ہے جو سوال ہمارے ذہن میں آرہا ہے ان دونوں کی وجہ بھی وہی ہو اور وہ یہ ہے:

کہیں ایسا تو نہیں کہ ان احادیث کی ضرورت اس وقت پیش آئی جب مسجد میں ناپسندیدہ افراد آنے لگے ہوں۔ صبح اور ظہرین کی نماز میں غیر حاضری کی معذرت تو بڑی آسانی سے کی جاسکتی ہوگی لیکن مغربین کی نماز کا معاملہ ذرا پیچیدہ تھا۔ اس قسم کی احادیث سے نمازِ مغربین سے بھی غیر حاضری کی گنجائش نکل آتی اور یوں یہ مسئلہ بھی حل ہوگیا ہو؟

پہلے نماز پھر نماز

حدیث نمبر ۶۴۳ میں عمرو ابن امیہ نے اپنا ایک چشم دید واقعہ بتایا ہے کہ آنحضورؐ چھری لے کر بکری کا بھنا ہوا بازو تناول فرما رہے تھے۔ نماز کی صدا ہوئی آپ ہاتھ میں لیے گوشت اور چھری کو وہیں چھوڑ کر اُٹھ کھڑے ہوئے اور نماز کو چلے گئے۔

خدا معلوم اب ہمارے بھائی ان دونوں واقعات میں سے کس کو ترجیح دیں گے۔ ایک طرف انس اور عبداللہ ابن عمرو، دو ہیں اور ایک طرف عمرو ابن امیہ ایک ہے دیکھیں ان میں سے کس کو سچا بتایا اور مانا جاتا ہے۔

نمازِ رسولؐ

حدیث ۶۴۴، ۶۵۳، ۶۷۲، ۷۵۴ اور ۷۶۷ میں آنحضورؐ کی نماز پڑھ کر دکھائی گئی ہے اور اس نماز میں رفع یدین اور تکبیروں کی تعداد تک بتائی گئی ہے۔ لیکن خدا معلوم ہمارے برادرانِ اہلِ سنت کے اربابِ فتویٰ ان احادیث کو کیوں درخور اعتنا نہیں سمجھتے۔

● کہیں اس کی وجہ صرف شیعوں سے ضد تو نہیں؟

صحابہ پر ناراضگی

حدیث نمبر ۶۷۰ اور ۶۷۳ میں آنحضورؐ نے معاذ ابن جبل پر ناراضگی کا اظہار کیا۔ ۶۷۲ میں ابی ابن کعب پر غضبناک ہوئے اور ۷۱۷ میں شاملِ جماعت کچھ صحابہ پر ناراض ہوئے۔

اسبابِ ناراضگی

معاذ اور ابن ابی کعب پر ناراضگی کی وجہ ان لوگوں کا نماز کو طول دینا تھا۔ یعنی یہ لوگ اپنی اپنی قوم کو جماعت کراتے تھے اور نماز میں طویل سورتیں پڑھا کرتے تھے۔ آپؐ نے ان کو تنبیہہ نہیں فرمائی بلکہ انتہائی غصہ کی حالت میں فرمایا ہے کہ کچھ لوگ،

دوسروں کو متنفر کرنا چاہتے ہیں۔ آنحضورؐ کا یہ جملہ انتہائی قابلِ توجہ ہے۔ صرف وقتی جوش نہیں ہے اس سلسلہ میں دو نام تو ہمیں معلوم ہو گئے ہیں۔ ایک ہے معاذ ابن جبل اور دوسرا ابی بن کعب۔ ایک اور بات بھی قابلِ توجہ ہے:

● آپ نے معاذ کے متعلق فرمایا کہ یہ فتنہ پرداز ہے اور ابی کے سلسلہ میں فرمایا کہ یہ لوگوں کو متنفر کرنے والوں میں سے ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر بقول نبیؐ معاذ فتنہ پرداز ہے تو کیا اُمت کو معاذ سے بچنا نہیں چاہیے جس کا صحابی ہے اور جس صحابیت کی وجہ سے ہم احترام کرتے ہیں وہی خود فرما رہا ہے کہ معاذ فتنہ پرداز ہے۔ کیا آنحضورؐ کے اس ارشادِ گرامی کے بعد معاذ لائقِ احترام رہ جاتا ہے؟

ابی کعب کے متعلق آپؐ نے وسعت سے کام لے کر فرمایا ہے کہ کچھ لوگ متنفر کرنا چاہتے ہیں اگرچہ آپؐ نے نام نہیں لیا کہ کس بات سے متنفر کرنا چاہتے ہیں لیکن چونکہ بات نماز باجماعت کی چل رہی تھی اس لیے یہ بھی ممکن ہے آپؐ نے صرف نماز باجماعت کے متعلق فرمایا اور یہ بھی ممکن ہے کہ آپؐ نے اسلام سے متنفر کرنے کی بات کی ہو۔ ایک بات تو طے ہے کہ نماز یا اسلام سے متنفر کرنے والا صرف ابی نہیں تھا بلکہ ابی کے ساتھ اور افراد بھی تھے۔ یہ بھی طے ہے کہ یہ تمام افراد صحابہ تھے، صحابہ میں شامل تھے اور صحابہ میں رہتے تھے کیا اب اُمت مسلمہ کا یہ فرض نہیں بنتا کہ ایسے صحابہ کی فہرست تلاش کرے اور ایسے صحابہ سے بچے تاکہ ان کی نفرت انگیزیوں سے محفوظ رہا جا سکے؟

حدیث نمبر ۱۷ میں آپ نے کچھ ایسے صحابہ پر اظہارِ ناراضگی کیا ہے جو بحالتِ نماز سجدہ گاہ کے بجائے سوئے آسمان دیکھتے رہتے تھے۔ آپؐ نے ان لوگوں کو خبردار کیا ہے کہ ایسا نہ کیا کریں۔ کیا یہ لوگ معاذ اور ابی کے ساتھ نہیں ہوں گے؟

کیا یہ لوگ نماز کا مذاق نہیں اڑاتے تھے؟ کیا ایسے افراد کی تلاش ضروری نہیں

ہے تا کہ ان کے احکام اسلام پر سوچ سمجھ کر عمل کیا جائے؟ کیا ایسے لوگ بھی قابلِ احترام ہیں؟

جماعتِ جلدی جلدی

حدیث نمبر ۶۷۱ میں آنحضورؐ نے حکم دیا ہے کہ امامت جماعت کے لیے ضروری ہے کہ جماعت میں زیادہ تاخیر نہ کرے اور نماز جلدی پڑھا لے تا کہ بیمار و ناتواں اور کمزور افراد بھی شامل رہ سکیں۔

آنحضورؐ کی مختصر نماز

حدیث نمبر ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷ اور ۶۷۸ میں آنحضورؐ کی مختصر نماز کا ذکر کیا گیا ہے۔

نسیانِ رسولؐ

سابقاً حدیث ۳۹۵، ۳۹۸ اور ۴۶۹ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نماز میں بھول گئے۔ اس سلسلہ کی یہ حدیث ۶۸۳، چوتھی حدیث ہے جس میں ابو ہریرہ نے آنحضورؐ کا نماز میں بھول جانا بتایا ہے فعلاً ہم ان احادیث پر کسی قسم کا تبصرہ نہیں کرتے، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ صرف چار احادیث نہیں ہیں بلکہ اس ضمن میں اور احادیث بھی ہوں گی۔ تمام احادیث میں جمع ہو جائیں پھر کچھ عرض کریں گے۔

آدابِ جماعت

حدیث نمبر ۶۸۵، ۶۹۰، ۶۹۱ میں آدابِ جماعت بتائے گئے ہیں۔

میں تمھیں پشت پیچھے سے بھی دیکھتا ہوں

حدیث نمبر ۶۸۷، ۶۹۲، ۷۰۸ اور ۷۰۹ میں آنحضورؐ کی زبانی نقل کیا گیا ہے کہ

میں تمہیں جس طرح سامنے دیکھتا ہوں اس طرح پشت پیچھے سے بھی دیکھ سکتا ہوں قبل ازیں ان جیسی احادیث سابقاً حدیث نمبر ۴۱۰ اور ۴۱۱ میں بھی یہی بتایا گیا ہے۔

شہادت، نمازِ صبح اور نمازِ عشاء کی فضیلت

حدیث نمبر ۶۸۸ میں شہادت، نمازِ صبح اور نمازِ عشاء کی فضیلت نقل کی گئی ہے۔

انس کے گھر میں نماز

حدیث نمبر ۶۹۴ میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انس کے گھر جا کر نماز پڑھنا بتایا گیا ہے۔

صحابہ کو مسجد سے نکل جانے کا حکم

حدیث نمبر ۶۹۸ میں آپؐ نے صحابہ کو فریضہ کے علاوہ دوسری نمازوں کے لیے مسجد کے بجائے گھر میں جا کر نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔

رفع یدین

حدیث نمبر ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵ اور ۷۰۶ میں نماز میں ہر تکبیر پر رفع یدین نقل کیا گیا ہے۔

ہاتھ باندھنا

حدیث نمبر ۷۰۷ میں ہاتھ باندھنے کا ذکر ہے۔ حدیث نہیں ہے سہل ابن سعد نے بتایا ہے کہ ہاتھ باندھنے کا حکم دیا جاتا تھا اس پر ہم نے تبصرہ کر دیا ہے، ملاحظہ فرما لیا جائے۔

سورۂ فاتحہ سے آغاز

حدیث نمبر ۷۱۰ میں یہ بتایا گیا ہے کہ آغازِ نماز سورۂ فاتحہ سے کیا جائے۔

قرأت سے پہلے دعا

حدیث نمبر ۷۱۱ میں بتایا گیا ہے کہ قرأت سے پہلے دعا پڑھی جائے۔

نمازِ کسوف

حدیث نمبر ۷۱۲ اور ۷۱۵ میں نمازِ کسوف پڑھنا بتایا گیا ہے۔

قرأت اور طریقۂ قرأت

حدیث نمبر ۷۱۳، ۷۲۶ اور ۷۲۹ میں قرأت اور طریقۂ قرأت بتایا گیا ہے۔

سجدہ پر جانے کا وقت

حدیث نمبر ۷۱۴ اور ۷۷۵ میں رکوع کے بعد سجدہ میں جانے کا وقت بتایا گیا ہے۔

دورانِ نماز جنت وجہنم کا معائنہ

حدیث نمبر ۷۱۶ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے دورانِ نماز جنت وجہنم کا معائنہ کیا۔

دورانِ نماز دیوار صاف کرنا

حدیث نمبر ۷۲۰ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے دورانِ نماز دیوار مسجد پر لگا ہوا بلغم کھرچ کر صاف کیا۔

طریقۂ نماز

حدیث نمبر ۷۲۴ میں طریقۂ نماز کی تعلیم نقل کی گئی ہے۔

اندازِ قرأت

حدیث نمبر ۷۲۷، ۷۲۸ اور ۷۴۴ میں اندازِ قرأت بتایا گیا ہے۔

والمرسلات پڑھنا

حدیث نمبر ۷۳۰ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے نماز والمرسلات کی تلاوت کی۔

نمازِ مغرب میں طویل سورت

حدیث نمبر ۷۳۱ اور ۷۳۲ میں بتایا گیا ہے کہ آپؐ نے نمازِ مغرب میں طویل سورت پڑھی۔

نماز میں سورۂ سجدہ

حدیث نمبر ۷۳۳ اور ۷۳۵ میں ابوہریرہ نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ نے نماز میں سورۂ سجدہ پڑھی جب آیت سجدہ آئی تو سجدہ کیا۔

ایک رکعت میں دو سورتیں

حدیث ۷۳۴، ۷۳۶ اور ۷۴۲ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے دو سورتوں کو وصل کے ساتھ پڑھا۔

جہری اور سری نماز

حدیث ۷۳۹ میں باآواز بلند قرأت اور آہستہ قرأت والی نمازیں بتائی گئی ہیں۔

نمازِ پنجگانہ کے اوقات

حدیث نمبر ۷۳۸ میں نماز ہائے پنجگانہ کے اوقات بتائے گئے ہیں۔

سورۂ جن کا شانِ نزول

حدیث نمبر ۷۴۰ میں سورۂ جن کا شانِ نزول بتایا گیا ہے۔

حکمِ رسولؐ حکمِ خدا

حدیث نمبر ۷۴۱ میں یہ بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے اپنی طرف سے کوئی حکم نہیں دیا بلکہ جو حکمِ ذاتِ احدیت سے ملتا تھا وہی حکم دیتے تھے۔

طویل اور مختصر سورتیں

حدیث نمبر ۷۴۳، ۷۴۵ اور ۷۴۶ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے طویل سورتیں بھی پڑھیں اور مختصر سورتیں بھی پڑھیں۔

آمین کہنا

حدیث نمبر ۷۴۷، ۷۴۸ اور ۷۴۹ میں سورۂ فاتحہ کے اختتام پر آمین کہنا نقل کیا گیا ہے۔

نمازِ علیؑ نمازِ رسولؐ

حدیث نمبر ۷۵۱ اور ۷۵۳ میں بتایا گیا ہے کہ حضرت علیؑ کی نماز وہی نماز تھی جو نماز آنحضورؐ پڑھا کرتے تھے۔

نماز میں بائیس تکبیریں

حدیث ۷۵۵ اور ۷۵۶ میں نماز میں تکبیروں کی تعداد بتائی گئی ہے۔

رکوع میں ہاتھ گھٹنوں کے درمیان

حدیث نمبر ۷۵۷ میں بتایا گیا ہے کہ دورانِ رکوع ہاتھ گھٹنوں کے اُوپر رکھنے کی بجائے دونوں ہاتھوں کو جوڑ کر گھٹنوں کے درمیان بھی رکھا جا سکتا ہے۔

رکوع اور سجود وغیرہ میں وقت

حدیث نمبر ۷۵۸ اور ۷۶۷ میں بتایا گیا ہے اور رکوع، سجود اور دیگر احکام کا وقت کیا ہے۔

سمع اللہ کے بعد

حدیث نمبر ۷۶۱ اور ۷۶۲ میں بتایا گیا ہے کہ سمع اللّٰہ لمن حمدہ پڑھنے کے بعد ربنا لک الحمد پڑھنا چاہیے۔

دعائے قنوت

حدیث ۷۶۳ اور ۷۶۸ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ صبح کی نماز میں دعائے قنوت پڑھتے تھے اور اس میں کفارِ قریش کے نام لے کر ان پر لعنت کرتے تھے۔

ایک عمدہ سی بات

حدیث نمبر ۷۶۴ میں ایک نہایت عمدہ بات بتائی گئی ہے بہتر ہوگا۔ آپ خود بخاری شریف کا مطالعہ کر کے پڑھ لیں۔

رؤیت رب

حدیث ۷۷۰ میں رؤیت باری کے متعلق بتایا گیا ہے کہ اللہ مسکرائے گا اور ہاتھ بھی ملائے گا۔

وقت سجدہ ہاتھوں کا دوسرے جسم سے فاصلہ

حدیث نمبر ۷۷۱ میں بوقت سجدہ ہاتھوں کا دوسرے جسم سے فاصلہ بتایا گیا ہے۔

سات اعضاء پر سجدہ

حدیث نمبر ۷۷۳، ۷۷۴ اور ۷۷۶ میں بتایا گیا ہے کہ سجدہ کے وقت سات

اعضاء کا زمین پر لگنا ضروری ہے۔

شب قدر بھول گئی

حدیث نمبر ۷۷۷ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ شب قدر بھول گئے اور پھر تاحیاتِ تلاش بسیار کے باوجود نہ ڈھونڈ سکے۔

یہ ہیں دو سو حدیث سے معلوم ہونے والے بہتر احکامِ نماز اور اذان کے کتنے مسائل معلوم ہوئے ہیں اور کتنے بنیادی اور اہم مسائل کا علم نہیں ہوا۔ یہ کتاب الصلوٰۃ کے آخر میں عرض کریں گے، ان شاء اللہ!

کتابُ الصلوٰۃ

٭ کُل احادیث: ۵۵ ٭ کُل محدثین: ۲۴

محدثین کے اسمائے گرامی مع حدیث نمبر

نوٹ: میں خود اس بات پر حیران ہوں کہ امام بخاری نے کتابُ الصلوٰۃ کو کس طرح تقسیم کیا ہے اور میری طرح آپ بھی حیران ہوں گے۔ پہلے کتابُ الصلوٰۃ، اسے ختم کر کے پھر کتاب مواقیت الصلوٰۃ اس کے بعد پھر کتاب الاذان اور پھر کتاب الصلوٰۃ۔

حالانکہ اگر کتاب مواقیت الصلوٰۃ اور کتاب الاذان کو کتاب الصلوٰۃ کے ابواب بنا دیا جاتا تو نہ صرف یہ کہ اس میں کوئی قباحت نہ تھی بلکہ احسن ترین صورت یہ ہوتی۔ بہرصورت جیسا انہوں نے مناسب سمجھا لکھا۔ میں نے تو صرف اپنے سے اس اعتراض کو دُور کرنے کی خاطر لکھا ہے کہ کہیں یہ کہہ دیا جائے کہ اثیر جاڑوی نے کتاب الصلوٰۃ کو تتر بتر کر دیا ہے۔ ورنہ ہمیں کیا جو چاہیں کریں اور جیسا چاہیں کریں۔ وہ اپنی مرضی کے مالک ہیں کسی کی مجال ہے جو ان پر انگشت نمائی کر سکے۔

٭ عبداللہ ابن عباس، حدیث نمبر: ۷۷۹، ۷۸۰، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۶، ۸۱۸، ۸۲۰، ۸۲۲

٭ سہل ابن سعد، حدیث نمبر: ۷۷۸

٭ مالک ابن حویرث، حدیث نمبر: ۷۸۲، ۷۸۶، ۷۸۷

- ❊ براء ابن عازب، حدیث نمبر: ۷۸۳
- ❊ عقبہ ابن حارث، حدیث نمبر: ۸۱۰
- ❊ ثابت، حدیث نمبر: ۷۸۴
- ❊ جابر ابن عبداللہ، حدیث نمبر ۸۱۳، ۸۱۴
- ❊ سعید ابن حارث، حدیث نمبر: ۷۸۸
- ❊ ابوقتادہ، حدیث نمبر ۸۲۷
- ❊ جریر ابن مطرف، حدیث نمبر ۷۸۹
- ❊ ابوحمید ساعدی، حدیث نمبر ۷۹۱
- ❊ حضرت ابوبکر، حدیث نمبر: ۷۹۶
- ❊ ابوسعید خدری، حدیث نمبر ۷۹۸
- ❊ ابوہریرہ، حدیث نمبر: ۸۰۴
- ❊ مغیرہ ابن شعبہ، حدیث نمبر: ۸۰۵
- ❊ سمرہ ابن جندب، حدیث نمبر: ۸۰۶
- ❊ زید ابن خالد، حدیث نمبر: ۸۰۷
- ❊ عبداللہ ابن بحینہ، حدیث نمبر ۷۹۲، ۷۹۳
- ❊ عبداللہ ابن عمر، حدیث نمبر: ۷۹۰، ۸۱۲، ۸۲۴، ۸۳۲
- ❊ عتبان ابن مالک، حدیث نمبر: ۸۰۰، ۸۰۱
- ❊ عبداللہ ابن مسعود، حدیث نمبر: ۷۹۴، ۷۹۷، ۸۱۱
- ❊ حضرت اُم سلمہ، حدیث نمبر: ۷۹۹، ۸۰۹، ۸۲۵، ۸۲۹
- ❊ انس ابن مالک، حدیث نمبر: ۷۸۵، ۸۰۸، ۸۱۵، ۸۱۷، ۸۱۹، ۸۳۰
- ❊ حضرت عائشہ، حدیث نمبر: ۷۸۱، ۷۹۵، ۸۲۱، ۸۲۳، ۸۲۶، ۸۲۸، ۸۳۱

دیگر ازواج اور کتاب الصلوٰۃ

کتاب الصلوٰۃ میں سے جلد اول کی بقایا پچپیں احادیث مع محدثین کی فہرست آپ نے ملاحظہ فرمالی ہے۔ ان پچپن احادیث میں سے سات احادیث حضرت عائشہ سے منقول ہیں۔ دیگر ازواج میں سے صرف حضرت اُم سلمہ کو چار احادیث کی جگہ مل سکی ہے۔ دیگر ازواج کا آپ کو کسی مقام پر نام نہیں ملے گا۔

جہاں تک دیگر ازواج سے کچھ بھی منقول نہ ہونے کا تعلق ہے اس کے چند اسباب ہوسکتے ہیں:

① کیا دیگر ازواج کو زوجیت کے علاوہ کسی اور کام حتیٰ کہ اسلام سے کوئی دلچسپی نہ تھی۔

② کیا دیگر ازواج سے کوئی حدیث نہ لینا ان کی توہین نہیں۔

③ کہیں یہ تاثر پیدا کرنا تو مقصود نہیں کہ دیگر کا اسلام سے واجبی سا لگاؤ تھا؟

④ کہیں دیگر ازواج کے متعلق یہ مقصد تو پنہاں نہیں کہ ان سے روایات نقل کرنے میں اسلام کو نقصان پہنچنے کا خطرہ تھا؟

⑤ دیگر ازواج سے احادیث نہ لے کر اُمت کو یہ بتانا تو مقصود نہیں کہ دیگر ازواج کا کردار درست اور اسلام درست نہیں تھا؟

⑥ دیگر ازواج سے احادیث نہ لے کر اُمت میں اس تاثر کا پیدا کرنا تو مقصود نہیں کہ دیگر ازواجِ نبیؐ کے ہاں نگاہِ اسلام میں ناپسندیدہ افراد کی آمد و رفت تھی؟

⑦ کہیں ایسا تو نہیں کہ دیگر ازواج کے پاس جانے پر حزبِ اقتدار نے پابندی عائد کر دی تھی؟

⑧ کہیں ایسا تو نہیں کہ دیگر ازواج اہلِ بیتؑ کے متعلق ان کے نظریات کی روادار نہ تھیں جن نظریات کی حامل حضرت عائشہ تھیں؟

⑨ کہیں دیگر ازواج کا قصور جانب داریٔ اہلِ بیتؑ تو نہ تھا؟

⑩ کہیں دیگر ازواج کا قصور حضرت عائشہ کے بتائے گئے احکامِ اسلام کی مخالفت تو نہ تھی؟

خلفائے ثلاثہ اور کتاب الصلوٰۃ

حضرت عائشہ کے علاوہ دیگر ازواج سے احادیث کے منقول نہ ہونے کے بعد اب دیکھئے کہ خلفائے ثلاثہ سے کتنے احکام منقول ہیں۔

محدث صحابہ کی فہرست آپ کے سامنے ہے اس پوری فہرست میں ایک حدیث کے علاوہ اور کسی حدیث کا محدث خلفائے ثلاثہ میں کوئی بھی نہیں ہے۔ ایک حدیث ۷۹۶ حضرت ابوبکر سے منقول ہے جس میں حضرت ابوبکر نے صرف ایک دعا نقل کی ہے۔ احکامِ اسلام، احکامِ ایمان، احکامِ غسل، احکامِ حیض، احکامِ اوقاتِ نماز اور احکامِ اذان وغیرہ سے متعلق نہیں ہے۔

جہاں تک حضرت عمر اور حضرت عثمان کا تعلق ہے تو ان کا تو ان پچپن احادیث میں نام تک نہیں ہے۔

① کیا خلفائے ثلاثہ کو احکامِ اسلام کے نشر کرنے میں کوئی دلچسپی نہ تھی؟

② کیا خلفائے ثلاثہ نے اپنی پوری زندگی صرف اس تگ و تاز میں گزار دی کہ اگر اقتدار مل گیا تو کیسے نبھائیں گے؟

③ کیا خلفائے ثلاثہ کی اسلامی زندگی کا مقصد صرف یہی تھا؟

④ وہ کون سا اسلام ہے جس کی تبلیغ و ترویج خلفائے ثلاثہ نے کی ہے؟

⑤ خلفائے ثلاثہ کا غسل، نماز، اذان، طہارت اور نماز وغیرہ ہم کہاں سے لیں، اور کیسے لیں؟

⑥ ہمیں کیسے یقین آئے کہ جو دین آج صحابہ سے منسوب کیا جا رہا ہے یہی دین

صحابہ سے منقول ہے۔

۵ ہمیں کیسے پتہ چلے کہ خلفائے ثلاثہ نے آنحضورؐ سے جو اسلام لے کر اطراف عالم میں پھیلایا یہی وہ اسلام ہے جو آج ہمیں بتایا جاتا ہے؟

حضرت عائشہ اور کتاب الصلوٰۃ

① بخاری، ج۱، ص ۵۴۰، حدیث ۷۸۱، باب: سجدے میں تسبیح اور دعا کا بیان

عن عائشة قالت كان النبي يكثر ان يقول في ركوعه وسجوده سبحانك اللهم وبحمدك اللّٰهم اغفرلي

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ آنحضورؐ رکوع اور سجود میں بکثرت پڑھا کرتے تھے: سبحانك اللّٰهم وبحمدك اللّٰهم اغفرلي۔

جائزہ

اس حدیث میں حضرت عائشہ نے دورانِ رکوع اور دورانِ سجود آنحضورؐ کی ایک مختصر دعا کا ذکر فرمایا ہے۔ آپؐ اکثر سجدہ اور رکوع میں یہ دعا پڑھا کرتے تھے۔

- بی بی نے یہ نہیں بتایا کہ یہی دعا ذکر رکوع و سجود ہے یا ذکر رکوع و سجود کے علاوہ یہ دعا ہے؟
- اگر یہی دعا ذکر رکوع و سجود ہے تو کیا آج کی اہلِ سنت برادری یہ دعا رکوع و سجود میں پڑھتی ہے؟
- اگر یہ دعا ذکر رکوع و سجود کے علاوہ ہے تو آپ رکوع و سجود میں کیا پڑھتے تھے؟
- بی بی نے کبھی رکوع اور سجود میں آپؐ سے کچھ پڑھتے نہیں سنا تھا؟
- اگر کچھ پڑھتے نہیں سنا تھا تو کیا کچھ پوچھا بھی نہ تھا؟

❁ اگر کچھ نہ پوچھا، تو کیا پوچھنا ضروری نہیں؟
❁ اگر پوچھنا ضروری نہیں تھا تو کیا رکوع وسجود میں کچھ پڑھنا ضروری ہوگا؟
❁ اگر بی بی نے آنحضورؐ کو کچھ پڑھتے سنا تھا تو وہ کیا تھا؟
❁ اگر بی بی نے سنا نہیں تھا مگر پوچھا تھا وہ کہاں مذکور ہے؟
❁ اگر بی بی نے نہ کچھ پوچھا ہو اور نہ سنا ہو تو بی بی خود کیا پڑھتی تھی؟
❁ جب بی بی نے ذکر رکوع وسجود نہیں بتایا تو کسی اور پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے کہ جو کچھ وہ بتا رہا ہے وہ سچ ہے؟

(۴) بخاری، ج ۱، ص ۵۴۹، حدیث ۷۹۵، باب: تشہد کے بعد سلام سے پہلے کیا دعا پڑھے:

عن عائشة زوج النبي ان رسول الله كان يدعو في الصلوة اللّٰهم انى اعوذبك من عذاب القبر واعوذبك من فتنة المسيح الدجال واعوذ بك من فتنة المحيا وفتنة الممات اللّٰهم انى اعوذبك من المآثم والمغرم فقال له قائل ما اكثر ما تستعيذ من المغرم فقال ان الرجل اذا غرم حدث فكذب ووعد فاخلف

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: "حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے: یااللہ! تیری پناہ قبر کے عذاب سے، اور تیری پناہ کانے دجال کے بہکانے سے اور تیری پناہ زندگی اور موت کے فتنے سے، یااللہ! تیری پناہ گناہ سے اور قرض سے۔ ایک شخص (حضرت عائشہ) نے آپ سے عرض کی: سبب کیا ہے جو آپ قرض داری سے بہت پناہ مانگتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: آدمی جب قرض دار ہوتا ہے تو اس کی بات جھوٹ ہو جاتی ہے

- اگر کچھ نہ پوچھا، تو کیا پوچھنا ضروری نہیں؟
- اگر پوچھنا ضروری نہیں تھا تو کیا رکوع و سجود میں کچھ پڑھنا ضروری ہوگا؟
- اگر بی بی نے آنحضورؐ کو کچھ پڑھتے سنا تھا تو وہ کیا تھا؟
- اگر بی بی نے سنا نہیں تھا مگر پوچھا تھا وہ کہاں مذکور ہے؟
- اگر بی بی نے نہ کچھ پوچھا ہو اور نہ سنا ہو تو بی بی خود کیا پڑھتی تھی؟
- جب بی بی نے ذکر رکوع و سجود نہیں بتایا تو کسی اور پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے کہ جو کچھ وہ بتا رہا ہے وہ سچ ہے؟

(۴) بخاری، ج۱، ص۵۴۹، حدیث۷۹۵، باب: تشہد کے بعد سلام سے پہلے کیا دعا پڑھے:

عن عائشة زوج النبی ان رسول الله کان یدعو فی الصلٰوة اللّٰھم انی اعوذبك من عذاب القبر واعوذبك من فتنة المسیح الدجال واعوذ بك من فتنة المحیا وفتنة الممات اللّٰھم انی اعوذبك من المآثم والمغرم فقال له قائل ما اکثر ما تستعیذ من المغرم فقال ان الرجل اذا غرم حدث فکذب ووعد فاخلف

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ نماز میں یہ دعا پڑھتے تھے: یا اللہ! تیری پناہ قبر کے عذاب سے، اور تیری پناہ کانے دجال کے بہکانے سے اور تیری پناہ زندگی اور موت کے فتنے سے، یا اللہ! تیری پناہ گناہ سے اور قرض سے۔ ایک شخص (حضرت عائشہ) نے آپ سے عرض کی: سبب کیا ہے جو آپ قرض داری سے بہت پناہ مانگتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: آدمی جب قرض دار ہوتا ہے تو اس کی بات جھوٹ ہو جاتی ہے

اور وعدہ خلاف ہوجاتا ہے“۔

جائزہ

ہمارے خیال کے مطابق حضرت عائشہ نے اس دعا کے ضمن میں اُمت کو ایک بہت بڑا درس دیا ہے اور وہ درس تین اہم ترین عقائد بیان کرنا ہے:

① اعوذبك من فتنة المسيح الدجال ”تیری پناہ کانے دجال کے بہکانے سے“۔

② اعوذبك من فتنة المحيا ”تیری پناہ زندگی کے فتنے سے“۔

③ دفتنة الممات ”تیری پناہ موت کے فتنے سے“۔

مسیح کے ساتھ دجال کے جوڑ پر ذرا غور فرمائیں اور پھر مولانا وحیدالزمان کے ترجمہ کو پیش نظر رکھیں۔ مولانا نے یا مسیح کا معنی سرے سے گول کردیا ہے اور مسیح کانا کیا ہے۔ اُمت مسلمہ میں مسیح حضرت عیسٰیؑ کا وہ معروف لقب ہے جو آپ کی نبوت کے بنیادی ستونوں میں سے ہے اور مسیح کا معنی بھی ڈھکا چھپا نہیں ہے بلکہ اتنا معروف اور مشہور ہے کہ آپ اُردو ادب میں بھی ہر ماہر اور حاذق حکیم اور معالج کے فخریہ القاب سے دیکھیں گے۔ مسیح الزماں فلاح صاحب، مسیح وقت فلاں صاحب وغیرہ۔

* مسیح کو دجال کے ساتھ پیوند کرنے سے بی بی کا کیا مقصد ہوسکتا ہے؟
* مسیح ایک اولوالعزم نبی کا لقب معروف ہے اور دجال ایک دشمنِ اسلام اور دشمنِ خدا کا نام ہے ان کا آپس میں جوڑ کیسے ہوگا؟
* اس پیوندکاری سے بی بی حضرت عیسٰیؑ کی توہین کرنا چاہتی ہے یا دجال کی تعریف؟
* اگر مقصد توہینِ حضرت عیسٰیؑ ہو تو اس کا جواز کیا ہوگا؟
* اگر مقصد دجال کی تعریف ہو تو اس کی وجہ کیا ہوسکتی ہے؟

④ زندگی کے فتنہ سے پناہ:

حضرت عائشہ کی حدیث مبارک کے مطابق سرورِ کونینؐ ذاتِ احدیت سے عرض کر رہے ہیں: میرے اللہ! میں فتنۂ حیات سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ گویا آنحضورؐ کی نگاہ میں زندگی ایک فتنہ تھی۔ اب یہ معلوم نہیں کہ:

* آپؐ نے اپنی پوری زندگی کو فتنہ بتایا ہے یا نبوت کی زندگی کو فتنہ بتایا ہے یا نبوت سے پہلے کی زندگی کو فتنہ سے تعبیر کیا ہے؟
* اللہ فرماتا ہے: وما ارسلناك الا رحمة للعالَمِین ''میں نے کائنات کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے'' اور خود رحمت کہتی ہے کہ میری زندگی ایک فتنہ ہے۔ کہیں اس دعا سے اس آیت کی تکذیب تو نہ ہوگی؟
* اللہ فرماتا ہے: للعالمین نذیرا ''تو عالمین کا نبیؐ ہے''۔ رسولؐ کہتا ہے میری زندگی فتنہ ہے، گویا کائنات کی نبوت، نبوت نہیں فتنہ ہے۔
* یہ تو ہم نے صرف بطورِ مثال دو آیات پیش کی ہیں۔ آپ قرآن کریم کی ایک ایک وہ آیت لیتے جائیں جس میں آنحضورؐ کا تذکرہ ہے اور اس آیت کا۔ فتنۂ حیات سے موازنہ کرتے ہیں اور پھر خود ہی سوچیں کہ بی بی آنحضورؐ کے متعلق کیا تاثر دینا چاہتی ہے؟

یہی صورت فتنۂ موت کے متعلق ہوگی، فتنۂ حیات رسالت کی نفی کرتا ہے اور فتنۂ موت قیامت کی تکذیب کرتا ہے۔ گویا نگاہ رسالت میں زندگی اور موت دونوں اللہ کے پیدا کردہ فتنے تھے۔ اب ذرا ایمان و اسلام نبوت بھی وزن کر لیجیے پھر اپنا اسلام اور ایمان بھی دیکھ لیجیے۔ پھر حضرت عائشہ کو بھی مبارک باد دیجیے کہ آپ نے احکامِ اسلام کی تبلیغ کا حق ادا کر دیا ہے۔

رسالت اور قیامت کا جو تصور جس انداز میں بیان کرنا ضروری تھا۔ آپ نے

بالکل اسی انداز میں مناسب الفاظ کے ساتھ بیان کرتا ہے اور آخر میں امام بخاری کے لیے بھی ایک فاتحہ پڑھ دیجیے کہ آپ نے بھی آنحضورؐ کے ایمان واسلام کو اپنی صحیح بخاری میں درج کر کے اپنے اسلام وایمان کی تصدیق کردی۔

بھلا جس اُمت کے نبیؐ کا عقیدہ حیات وممات پر ہو جو اس دعا میں مذکور ہے کیا وہ اس قابل ہے کہ اس کا کلمہ پڑھا جائے اور اسے نبی مانا جائے؟

اب بی بی کی نقل کردہ دعا میں آنحضورؐ کے عقیدۂ توحید عقیدۂ رسالت اور عقیدۂ قیامت کو ملاحظہ فرما کر قریش کے مشرکانہ عقائد کو سامنے رکھیے اور ان کا آپس میں موازنہ کر کے بتائیے کہ:

آنحضورؐ کے اسلام اور قریشِ مکہ کے کفر میں کتنے سم کا فاصلہ ہے اور کیا فرق ہے؟

(۳) بخاری، ج۱، ص۵۶۲، حدیث ۷۲۱، باب: لڑکوں کے وضو کرنے کا بیان:

عن عائشة قالت اعتم رسول الله في العشاء حتى نادىٰ عمر قد نام النساء والصبيان فخرج رسول الله فقال انه ليس احد من اهل الارض يصلي هذه الصلوٰة غيركم ولم يكن احد يومئذ يصلي غير اهل المدينة

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضورؐ نے ایک دن نمازِ عشاء میں اتنی تاخیر کی کہ حضرت عمر نے بآواز بلند پکار کر کہا: عورتیں اور بچے تو سو گئے۔ آپ باہر نکلے اور فرمایا: روئے ارض پر اس وقت تمہارے سوا کوئی اور نماز پڑھنے والا نہیں ہے۔ اس وقت مدینہ کے سوا اور کہیں بھی کوئی نماز پڑھنے والا نہیں تھا''۔

جائزہ

وہ عنوان ملاحظہ فرمائیے جس کے ذیل میں حدیث لکھی گئی ہے، پھر امام بخاری کو داد دیجیے کہ انہوں نے کس بنیاد پر اس حدیث کو اس باب میں لکھا۔ باب میں لڑکوں کے وضو کرنے کا بیان ہے لیکن حدیث میں لڑکوں کے وضو سے متعلق ایک بات بھی نہیں، حدیث میں لڑکوں کے سو جانے کا ذکر ہے، نہ تو مولانا وحید الزمان نے اور نہ ہی امام بخاری نے بتایا ہے کہ اس حدیث کے درج کرنے کا مقصد کیا ہے؟

- اگر لڑکوں کا وضو کرنا ثابت ہو کہ لڑکوں کے وضو کیا ہوا تھا اور نیند سے ان کا وضو ٹوٹ گیا اور آنحضرتؐ نے آ کر لڑکوں کو حکم دیا کہ تم وضو دوبارہ کرلو یا تمہیں وضو کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہی پہلا وضو جو نیند سے پہلے کیا تھا کافی تو بات معقول تھی لیکن حدیث میں نہ حضرت عائشہ نے، نہ آنحضورؐ نے لڑکوں کے وضو سے متعلق کوئی بات کی ہے۔ پھر خدا جانے امام بخاری کو کیا نظر آ گیا کہ انہوں نے لڑکوں کے وضو کا بیان، عنوان دے کر ایسی حدیث جڑ دی جس میں وضو سے متعلق ایک بات بھی نہیں۔

(۴) بخاری، ج ۱، ص ۵۶۷، حدیث ۸۲۳، باب: عورتوں کا رات اور اندھیرے میں مسجدِ رسولؐ کو جانا

عن عائشة قالت اعتم رسول الله بالعتمة حتى ناداه عمر النساء والصبيان فخرج النبي فقال ينتظرها احد غيركم ولا يصلي يومئذ الا بما لمدينة وكانوا يصلون العتمة فيما بين ان يغيب الشفق الى ثلث الليل

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ حضورؐ نے عشاء میں تاخیر کی حتیٰ کہ حضرت عمر نے بآواز بلند پکار کر کہا:

عورتیں اور بچے تو سو گئے۔ آپؐ باہر تشریف لائے اور فرمایا: روئے ارض کے باسیوں میں سے اس نماز کا تمہارے سوا کوئی بھی انتظار نہیں کر رہا۔ اس وقت مدینہ کے سوا کہیں بھی نماز نہیں پڑھی جاتی تھی اور ان دنوں نمازِ عشاء مغربی سرخی کے غائب ہو جانے سے لے کر تہائی رات تک پڑھی جاتی تھی۔

جائزہ

سابقاً حدیث نمبر ۵۴۱ اور ۵۴۴ ایک مرتبہ پھر دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے کہ امام بخاری بیچارہ کتنا مجبور تھا کہ وہ صرف حضرت عائشہؓ ہی سے احادیث نقل کرے۔ ایک محدث کی احادیث کو بار بار مختلف الفاظ کے ساتھ مختلف عنوانوں کے تحت درج کرتا ہے لیکن مجال ہے جو کسی اور بی بی سے ایک حدیث لے لے، تکرار نہیں ہے۔

یہ نہ سمجھیں کہ یہ تکرار ہے کیونکہ الفاظ بدل جانے سے حدیث بدل جاتی ہے۔ ان چار احادیث کے آپ الفاظ میں توجہ فرمائیں، آپ میری تصدیق کریں گے کہ یہ ایک حدیث نہیں ہے بلکہ چار علیحدہ احادیث ہیں۔

- نمازِ عشاء کی فضیلت بیان کرتے ہوئے حدیث نمبر ۵۴۱۔
- نمازِ عشاء سے پہلے سونے کی ممانعت نقل کرنا ہو تو حدیث نمبر ۵۴۴۔
- لڑکوں کا وضو بتانا ہو تو حدیث نمبر ۸۲۱۔
- اور عورتوں کے مسجد میں آنے کا جواز تلاش کرنا ہو تو حدیث نمبر ۸۵۹ موجود ہیں۔

چاروں احادیث کے الفاظ ایک دوسرے سے قطعی جدا ہیں البتہ دو یا تین مشترک ہیں اور شاید انہی دو باتوں کو سامنے رکھنے کی خاطر امام بخاری نے ہر مرتبہ اسی حدیث کو منتخب فرمایا۔

- پہلی بات یہ ہے کہ حدیث کسی اور زوجۂ نبیؐ نے بیان نہیں کی بلکہ صرف حضرت

عائشہ کی نقل کردہ ہے۔

* اور دوسری بات یہ ہے کہ اس میں حضرت عمر کے بآواز بلند پکار کر آنحضورؐ کو گھر بلانے کا درس تہذیب وشرافت اور اخلاق وآداب حضرت عمر کا تذکرہ ہے۔

۵ بخاری، ج ۱، ص ۵۶۹، حدیث ۸۲۶، باب: لوگوں کا عالم امام کے کھڑے ہونے کا انتظار کرنا:

عن عائشة قالت كان رسول الله ليصلي الصبح فتبصرف النساء متلفقات بروطهن ما يعرفن من الغلس

ترجمہ: مولانا وحیدالزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ صبح کی نماز پڑھ لیتے پھر عورتیں چادر لپیٹے لوٹتیں، اندھیرے سے ان کی پہچان نہ ہوسکتی''۔

جائزہ

حضرت عائشہ نے منہ اندھیرے صبح کی نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے لیکن جو عنوان دیا گیا ہے اس کے ساتھ حدیث کا ربط نظر نہیں آتا۔ عنوان ہے لوگوں کا عالم امام کے کھڑے ہونے کا انتظار کرنا۔

اگر آپ کو کہیں عنوان اور حدیث میں کوئی ربط نظر آئے تو ہمیں بھی مطلع فرما دینا ہے، حدیث میں نہ امام کی بات ہے، نہ اوصاف امام کا تذکرہ ہے اور نہ ہی انتظار کی کوئی بات ہے۔ حدیث میں سیدھے سادے الفاظ میں نمازِ صبح کا جماعت کا وقت بتایا گیا ہے۔ قبل ازیں اسی مضمون کی حدیث نمبر ۳۶۸ بھی گزر چکی ہے۔ وہاں ہم نے مناسب تبصرہ بھی عرض کر دیا ہے۔

۶ بخاری، ج ۱، ص ۵۷۰، حدیث ۸۲۸، باب: ایضاً

عن عائشة قالت لو ادرك النبي ما احدث النساء

لمنعهن كما مغت نساء بني اسرائيل قلت لعمرة او
مغن قالت نعم

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ”حضرت عائشہ سے ہے کہ اگر آنحضرتؐ ان عورتوں کے کرتوتوں کو دیکھتے جو انہوں نے بعد کو نکالے تو ضرور ان کو مسجد جانے سے منع کر دیتے۔ جیسے بنی اسرائیل کی عورتیں منع کی گئی تھیں۔ یحییٰ نے کہا: میں نے عمرہ سے پوچھا: کیا بنی اسرائیل کی عورتیں منع کی گئی تھیں؟ انہوں نے کہا: ہاں۔

جائزہ

باب تو آپ کو یاد ہی ہے بلکہ آپ کے سامنے ہے۔ ذرا دوبارہ ملاحظہ فرمایئے: باب ہے لوگوں کا عالم امام کے کھڑے ہونے کا انتظار کرنا، اور حدیث میں عورتوں کے کرتوتوں کا ذکر ہے نہ تو حدیث میں امامت کا ذکر ہے، نہ علمِ امام کی بات ہے اور نہ انتظار کا قصہ ہے۔ خدا جانے امام بخاری کن خیالات میں مگن تھے کہ ان احادیث کو اس باب کے ذیل میں درج کر دیا۔

ممکن ہے امام بخاری اپنے ہم مسلک افراد کو کچھ حقائق سے آگاہ کرنا چاہتے ہوں اور انھیں اس حدیث کے لیے اور کوئی مناسب مقام نظر نہ آ رہا ہو اس لیے انھوں نے لکھ دیا ہو کیونکہ بی بی نے صحابہ اور صحابیات کے متعلق کچھ نہ بتانے کے باوجود بہت کچھ بتا دیا ہے لیکن پھر بھی سوال یہ ہے کہ:

- ❊ وہ کون سے کرتوت تھے جن پر بی بی نالاں ہیں؟
- ❊ ان کرتوتوں کی ذمہ دار تنہا صحابیات تھیں یا ان کے ہم نوا صحابہ بھی شامل تھے؟
- ❊ آخر آنحضورؐ کی تربیت یافتہ صحابیات کے لیے بی بی نے استنے سخت الفاظ کیوں استعمال کیے؟

* کہیں صحابیات نے جماعت کو بہانہ بنا کر اپنی خواہشات کا ذریعہ تکمیل تو نہیں بنالیا تھا؟
* مسجد میں آنے والی تمام صحابیات تو ایسی نہ ہوں گی۔ بعض صحابیات کے ہی کرتوت تو اس قابل ہوں گے کہ انہیں مسجد میں آنے سے روکا جائے۔ بی بی نے ان بعض کے نام کیوں نہ بتائے؟
* کہیں ان صحابیات کا تعلق حزبِ اقتدار سے تو نہ تھا؟
* امام بخاری نے بی بی کے اس ارمان کو احادیث کی فہرست میں کیوں لکھا ہے؟
* حدیث کی اقسام میں سے بی بی کی یہ حسرت کون سی قسم ہوگی؟
* کیا بی بی کا یہ فرض نہ تھا کہ ایسے کردار کی صحابیات اور صحابہ کے نام بتا دیتیں تاکہ تاریخ مزید معلومات حاصل کر کے ان کی احادیث اور ان کے بتائے گئے احکام سے بچا جاتا؟

(۴) بخاری، ج۱، ص۵۷۱، حدیث ۸۳۱، باب: صبح کی نماز پڑھ کر عورتوں کا جلدی چلے جانا اور مسجد میں ٹھہرنا

عن عائشة ان رسول الله ما يصلي الصبح بغلس فينصرن من النساء المومنين لا يعرفن من الغلس اولا يعرف بعضهن بعضها

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھا کرتے پھر مسلمانوں کی عورتیں لوٹ کر گھر کو جائیں، اندھیرے سے ان کی پہچان نہ ہوتی یا وہ ایک دوسری کو پہچان نہ سکتیں''۔

جائزہ

حدیث نمبر ۸۲۶ اور سابقاً حدیث ۳۶۸ جیسی حدیث ہے، عنوان کے مطابق

* کہیں صحابیات نے جماعت کو بہانہ بنا کر اپنی خواہشات کا ذریعہ تکمیل تو نہیں بنا لیا تھا؟
* مسجد میں آنے والی تمام صحابیات تو ایسی نہ ہوں گی۔ بعض صحابیات کے ہی کرتوت تو اس قابل ہوں گے کہ انہیں مسجد میں آنے سے روکا جائے۔ بی بی نے ان بعض کے نام کیوں نہ بتائے؟
* کہیں ان صحابیات کا تعلق حزبِ اقتدار سے تو نہ تھا؟
* امام بخاری نے بی بی کے اس ارمان کو احادیث کی فہرست میں کیوں لکھا ہے؟
* حدیث کی اقسام میں سے بی بی کی یہ حسرت کون سی قسم ہوگی؟
* کیا بی بی کا یہ فرض نہ تھا کہ ایسے کردار کی صحابیات اور صحابہ کے نام بتا دیتیں تا کہ تاریخ مزید معلومات حاصل کر کے ان کی احادیث اور ان کے بتائے گئے احکام سے بچا جاتا؟

(۷) بخاری، ج۱، ص ۵۷۱، حدیث ۸۳۱، باب: صبح کی نماز پڑھ کر عورتوں کا جلدی چلے جانا اور مسجد میں ٹھیرنا

عن عائشة ان رسول الله ما يصلى الصبح بغلس فينصر من النساء المومنين لا يعرفن من الغلس اولا يعرف بعضهن بعضها

ترجمہ: مولانا وحید الزمان: ''حضرت عائشہ سے ہے کہ آنحضرتؐ صبح کی نماز اندھیرے میں پڑھا کرتے پھر مسلمانوں کی عورتیں لوٹ کر گھر کو جائیں، اندھیرے سے ان کی پہچان نہ ہوتی یا وہ ایک دوسری کو پہچان نہ سکتیں''۔

جائزہ

حدیث نمبر ۸۲۶ اور سابقاً حدیث ۳۶۸ جیسی حدیث ہے، عنوان کے مطابق

ہے اور مناسب تبصرہ حدیث نمبر ۳۶۸ میں گزر چکا ہے۔

احادیث کا سرسری جائزہ

جلد اول کی بقیہ کتاب الصلوٰۃ کی پچپن احادیث کا سرسری جائزہ لیتے چلیں۔ یہ حضرت عائشہ سے منقول احادیث نہیں لکھی جائیں گی:

- حدیث ۷۷۸ میں سہل ابن سعد نے بتایا ہے کہ صحابہ کے تہبند کوتاہ ہوتے تھے۔
- حدیث ۷۷۹ میں ابن عباس نے سات اعضاء پر سجدہ نقل کیا ہے۔
- حدیث ۷۸۰ میں بھی ابن عباس نے اعضائے سبعہ پر سجدہ نقل کیا ہے۔
- حدیث ۷۸۲: مالک ابن حویرث نے نمازِ رسولؐ پڑھ کر دکھائی۔
- حدیث ۷۸۳: براء نے رکوع، سجود اور سجدوں کے درمیان کا وقت برابر بتایا ہے۔
- حدیث ۷۸۴: انس نے نمازِ رسولؐ پڑھ کر دکھائی اور ثابت نے دوسرے لوگوں سے کہا جو کچھ انس کرتا ہے تم وہ نہیں کرتے۔
- حدیث ۷۸۵: انس نے دورانِ سجدہ ہاتھوں کو پھیلانے سے منع کیا ہے۔
- حدیث ۷۸۶ میں مالک ابن حویرث نے طاق رکعت میں سجدہ کے بعد آنحضورؐ کے اٹھنے کا طریقہ بتایا ہے۔
- حدیث ۷۸۷: مالک ابن حویرث نے نمازِ رسول پڑھ کر دکھائی۔
- حدیث ۷۹۸: ابوسعید خدری نے نمازِ رسولؐ پڑھ کر دکھائی۔
- حدیث ۷۸۹: جریر ابن مطرف نے نمازِ علیؑ کی تصدیق کی کہ یہ نمازِ رسولؐ ہے۔
- حدیث ۷۹۰: عبداللہ ابن عمر نے تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ بتایا ہے۔
- حدیث ۷۹۱: ابوحمید ساعدی نے نمازِ رسولؐ پڑھ کر دکھائی۔
- حدیث ۷۹۲: عبداللہ ابن بحینہ نے آنحضورؐ کے سجدہ سہو کا ذکر کیا ہے۔
- حدیث ۷۹۳: عبداللہ ابن بحینہ نے آنحضورؐ کے سجدہ سہو کا ذکر کیا ہے۔

- حدیث ۷۹۴: عبداللہ ابن مسعود نے تشہد بتایا ہے۔
- حدیث ۷۹۶ میں حضرت ابوبکر نے آنحضورؐ سے نماز کے لیے ایک دعا نقل کی ہے۔
- حدیث ۷۹۷: عبداللہ ابن مسعود نے ہمیں سلام بتایا ہے۔
- حدیث ۷۹۸ میں ابوسعید خدری نے کیچڑ میں سجدہ نقل کیا ہے۔
- حدیث ۷۹۹ میں حضرت اُم سلمہ نے سلام کے بعد عورتوں کا مسجد سے نکل جانا نقل کیا ہے۔
- حدیث ۸۰۰: عتبان ابن مالک نے آنحضورؐ کی اقتداء میں پڑھنا نقل کیا ہے۔
- حدیث ۸۰۱: عتبان ابن مالک نے آنحضورؐ کو اپنے گھر لے جا کر نماز پڑھنا نقل کیا ہے۔
- حدیث ۸۰۲: ابن عباس نے نماز کے بعد ذکر نقل کیا ہے۔
- حدیث ۸۰۳: ابن عباس نے بعد از نماز تکبیر نقل کی ہے۔
- حدیث ۸۰۴: ابوہریرہ نے ہر نماز کے بعد تسبیح نقل کی ہے۔
- حدیث ۸۰۵: مغیرہ ابن شعبہ معاویہ کو بعد از نماز کی دعائے رسولؐ لکھ کر بھیجی ہے۔
- حدیث ۸۰۶: سمرہ ابن جندب نے بتایا ہے کہ آنحضورؐ سلام کے بعد ہماری طرف منہ کر لیتے تھے۔
- حدیث ۸۰۷: زید ابن خالد جہنی نے مومن اور کافر کی علامت بتائی ہے۔
- حدیث ۸۰۸: انس نے نماز عشاء کو تاخیر سے نقل کیا ہے۔
- حدیث ۸۰۹: حضرت اُم سلمہ نے سلام کے بعد عورتوں کا فوراً مسجد سے نکل جانا نقل کیا ہے۔
- حدیث ۸۱۰: عقبہ ابن حارث نے آنحضورؐ کا نماز کے بعد صدقات کی رقم کو فوراً تقسیم کرنا نقل کیا ہے۔

- حدیث ۸۱۱: اسود نے نماز کے بعد بائیں جانب لڑنے کو عملِ شیطان فرمانا نقل کیا ہے۔
- حدیث ۸۱۲: عبداللہ ابن عمر نے تھوم کی مذمت نقل کی ہے۔
- حدیث ۸۱۳: جابر ابن عبداللہ نے پیاز، لہسن، ہر دو کی مذمت نقل کی ہے۔
- حدیث ۸۱۵: انس نے تھوم کی مذمت نقل کی ہے۔
- حدیث ۸۱۶: ابن عباس نے قبر پر نمازِ جنازہ پڑھنا نقل کیا ہے۔
- حدیث ۸۱۷: ابوسعید نے یومِ جمعہ کے غسل کا وجوب نقل کیا ہے۔
- حدیث ۸۱۸: ابن عباس نے آنحضورؐ کا بلاوضو نماز پڑھنا نقل کیا ہے۔
- حدیث ۸۱۹: انس نے ملیکہ کے گھر میں آنحضورؐ کا نماز پڑھنا نقل کیا ہے۔
- حدیث ۸۲۰: ابن عباس نے گدھی پر سوار ہو کر دورانِ نماز آنحضورؐ کے سامنے گزرنے کا ذکر کیا ہے۔
- حدیث ۸۲۲: ابن عباس نے آنحضورؐ کا عورتوں کو وعظ و نصیحت کرنا نقل کیا ہے۔
- حدیث ۸۲۴: عبداللہ ابن عمر نے عورتوں کو نمازِ عشاء کے لیے مسجد میں اجازت کا ذکر کیا ہے۔
- حدیث ۸۲۵: حضرت اُم سلمہؓ نے نماز کے بعد عورتوں کا مسجد سے فوراً نکلنا بتایا ہے۔
- حدیث ۸۲۷: ابوقتادہ نے نمازِ جماعت کو اختصار سے ختم کرنے کا ذکر کیا ہے۔
- حدیث ۸۲۹: حضرت اُم سلمہؓ نے نماز کے فوراً بعد عورتوں کے مسجد سے نکلنے کا ذکر کیا ہے۔
- حدیث ۸۳۰: انس نے آنحضورؐ کا اُم سلیم کے گھر نماز پڑھنے کا ذکر کیا ہے۔
- حدیث ۸۳۲: عبداللہ ابن عمر نے عورت کو مسجد میں جانے کی اجازت دینا ذکر کیا ہے۔

خلاصۃ الاحکام

ان احادیث سے جو احکام معلوم ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

کوتاہ تہبند میں نماز پڑھنا جائز ہے

حدیث نمبر ۷۷۸ میں یہ بتایا گیا ہے کہ کوتاہ تہبند میں نماز پڑھنا جائز ہے قبل ازیں یہی حکم حدیث نمبر ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۶۱ اور ۳۶۶ میں مختلف عنوانات کے تحت بھی گزر چکا ہے۔

اعضائے سبعہ پر سجدہ

حدیث نمبر ۷۷۹ اور ۷۸۰ میں بتایا گیا ہے کہ سجدہ کے وقت سات اعضاء کو جائے نماز سے مس ہونا چاہیے۔

نمازِ رسولؐ

حدیث نمبر ۷۸۲، ۷۸۶، ۷۸۸، ۷۹۱ میں مختلف صحابہ نے نمازِ رسولؐ پڑھ کر دکھائی ہے لیکن ان احادیث میں تکبیر اور رفع یدین کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ قبل ازیں حدیث ۶۴۴، ۶۵۳، ۶۷۲، ۵۷۴ اور ۷۶۷ بھی اسی قسم کی احادیث گزر چکی ہیں۔ مناسب ہوگا اگر ان کو ساتھ رکھ کر ان احادیث کا مطالعہ فرمائیں۔

نمازِ حضرت علیؑ نمازِ رسولؐ

حدیث نمبر ۷۸۹ میں جریر ابن مطرف اور عمران ابن حصین نے تصدیق کی ہے کہ نمازِ علیؑ ہی نمازِ رسولؐ ہے۔ قبل ازیں حدیث ۷۵۱ اور ۷۵۳ میں بھی یہ بات بتائی گئی تھی ویسے حدیث نمبر ۷۰۷ میں ہم نے مناسب تبصرہ کر دیا ہے۔

خلاصۃ الاحکام

ان احادیث سے جو احکام معلوم ہوتے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

کوتاہ تہبند میں نماز پڑھنا جائز ہے

حدیث نمبر ۷۷۸ میں یہ بتایا گیا ہے کہ کوتاہ تہبند میں نماز پڑھنا جائز ہے قبل ازیں یہی حکم حدیث نمبر ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۶۱ اور ۳۶۶ میں مختلف عنوانات کے تحت بھی گزر چکا ہے۔

اعضائے سبعہ پر سجدہ

حدیث نمبر ۷۷۹ اور ۷۸۰ میں بتایا گیا ہے کہ سجدہ کے وقت سات اعضاء کو جائے نماز سے مس ہونا چاہیے۔

نمازِ رسولؐ

حدیث نمبر ۷۸۲، ۷۸۶، ۷۸۸، ۷۹۱ میں مختلف صحابہ نے نمازِ رسولؐ پڑھ کر دکھائی ہے لیکن ان احادیث میں تکبیر اور رفع یدین کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ قبل ازیں حدیث ۶۴۴، ۶۵۳، ۵۷۲، ۵۷۴ اور ۷۶۷ بھی اسی قسم کی احادیث گزر چکی ہیں۔ مناسب ہوگا اگر ان کو ساتھ رکھ کر ان احادیث کا مطالعہ فرمائیں۔

نمازِ حضرت علیؑ نمازِ رسولؐ

حدیث نمبر ۷۸۹ میں جریر ابن مطرف اور عمران ابن حصین نے تصدیق کی ہے کہ نمازِ علیؑ ہی نمازِ رسولؐ ہے۔ قبل ازیں حدیث ۷۵۱ اور ۷۵۳ میں بھی یہ بات بتائی گئی تھی ویسے حدیث نمبر ۷۰۷ میں ہم نے مناسب تبصرہ کر دیا ہے۔

اعمالِ نماز میں وقفہ

حدیث نمبر۷۸۳اور۷۸۵ میں رکوع، رکوع کے بعد اٹھنے، رکوع سے اٹھنے کے بعد سجدہ پر جانے، پہلے سجدہ سے اٹھنے، سجدہ سے اٹھنے، سجدہ سے اُٹھ کر دوسرے سجدہ کے جانے سے پہلے اور دوسرے سجدہ سے اٹھ کر دوسری یا چوتھی رکعت کے لیے اٹھنے کا وقفہ بتایا گیا ہے۔

تشہد میں بیٹھنے کا طریقہ

حدیث نمبر۷۹۰ میں بحالتِ تشہد بیٹھنے کا طریقہ بتایا گیا ہے۔

طریقۂ اسلام

حدیث نمبر۷۹۴اور۷۹۷ میں تشہد کے بعد سلام پڑھنے کا طریقہ اور اسلام کی عبادت بتائی گئی ہے۔

سجدۂ سہو

حدیث نمبر۷۹۲اور۷۹۳ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ تشہد بھول گئے تھے اور اسلام سے پہلے سجدۂ سہو ادا کیا۔ قبل ازیں حدیث نمبر۳۹۵، ۳۹۸، ۴۶۹ اور۴۸۳ بھی ملاحظہ فرمالیجیے۔ جن میں آنحضورؐ کے نماز میں رکعتیں بھول جانے کا ذکر کیا گیا ہے۔

بعد از نماز دعا

حدیث نمبر۷۹۶اور۸۰۵ میں دو دعاؤں کا ذکر ہے۔ ایک حدیث حضرت ابوبکر نے آنحضورؐ سے نقل کی ہے اور ایک دعا مغیرہ ابن شعبہ نے معاویہ کی درخواست پر اسے لکھی کہ آنحضورؐ نماز کے بعد یہ دعا پڑھتے تھے۔ اگرچہ دونوں دعائیں ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن ممکن ہے۔ یہ دونوں دعائیں درست ہوں لیکن سوال یہ ہے کہ

امیر معاویہ کے متعلق یہ ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ وہ کاتب وحی تھا۔ کیا اس کاتب وحی نے اپنی وحی کی کتابت کے عرصہ میں کوئی دعا نہ سنی تھی اور کوئی دعا یاد نہ کی تھی۔ آخر کاتب وحی جیسے فرد کو مغیرہ ابن شعبہ سے پوچھنے کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی؟

کیچڑ میں سجدہ

حدیث نمبر ۷۹۸ میں بتایا گیا ہے کہ کیچڑ میں سجدہ جائزہ ہے۔ اسی موضوع کی حدیث قبل ازیں حدیث ۶۳۸ میں بھی گزر چکی ہے۔

نماز کے بعد عورتوں کا مسجد سے فوراً نکلنا

حدیث ۷۹۹، ۸۰۹، ۸۲۵ اور ۸۲۹ میں بتایا گیا ہے کہ نماز کے بعد فوراً مسجد سے نکل جاتی تھیں اور ان کے بعد صحابہ مسجد سے باہر آتے تھے۔

عتبان کے گھر نماز

حدیث نمبر ۸۰۰ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے عتبان ابن مالک کے گھر نماز ادا کی۔ قبل ازیں حدیث ۴۱۶، ۴۱۷، ۶۳۶ اور ۶۵۴ میں یہی بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے عتبان کے گھر نماز ادا کی۔

آنحضورؐ کی اقتداء میں نماز

حدیث نمبر ۸۰۱ میں عتبان نے بتایا ہے کہ میں نے آنحضورؐ کی اقتداء میں نماز پڑھی۔

بعد از نماز ذکر اور تکبیر

حدیث نمبر ۸۰۲ اور ۸۰۳ میں نماز کے بعد ذکر اور تکبیر باآواز بلند پڑھنا بتایا گیا ہے۔ گویا نماز کے بعد مسجد میں ایسا کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ سنت رسولؐ ہے۔

تسبیح

حدیث نمبر ۸۰۴ میں بتایا گیا ہے کہ نماز کے بعد اللہ اکبر، الحمد للہ اور سبحان اللہ پڑھنا سنتِ رسولؐ بتایا گیا ہے۔

بعد از نماز مقتدیوں کی طرف منہ

حدیث نمبر ۸۰۶ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ کا معمول تھا کہ نماز سے فارغ ہو کر اپنا رُخ صحابہ کی طرف کر لیتے تھے۔

مومن اور کافر

حدیث نمبر ۸۰۷ میں مومن اور کافر کی ایک علامت کا تذکرہ کیا گیا ہے۔

نمازِ عشاء

حدیث نمبر ۸۰۸ میں نمازِ عشاء کو تاخیر سے پڑھنا کا ذکر کیا گیا ہے، اس موضوع کی زیادہ تر احادیث حضرت عائشہؓ کی احادیث ملاحظہ فرمائی جا سکتی ہے۔

عملِ شیطان

حدیث نمبر ۸۱۱ میں بتایا گیا ہے کہ نماز کے بعد آنحضورؐ نے بائیں طرف مڑنے کو عملِ شیطان سے تعبیر کیا ہے۔

نماز کے بعد صدقات کی تقسیم

حدیث نمبر ۸۱۰ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے ایک مرتبہ نماز کے فوراً بعد صدقات کی کچھ بچی ہوئی رقم تقسیم کی۔

لہسن اور پیاز کی مذمت

حدیث نمبر ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴ اور ۸۱۵ میں لہسن اور پیاز کھا کر مسجد میں آنے کی

سخت مذمت کی گئی ہے۔

قبر پر جنازہ

حدیث نمبر ۸۱۶ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے ایک قبر پر نمازِ جنازہ پڑھی۔

غسلِ جمعہ

حدیث نمبر ۸۱۷ میں بتایا گیا ہے کہ ہر بالغ شخص پر جمعہ کا غسل کرنا واجب ہے۔

بلا وضو نمازِ رسولؐ

حدیث نمبر ۸۱۸ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے نیند سے جاگنے کے بعد بلا وضو نماز پڑھ لی یہی حکم قبل ازیں حدیث نمبر ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۹۳ اور ۶۹۵ میں بھی بتایا گیا ہے۔

نافلہ با جماعت

حدیث نمبر ۸۱۹ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے نافلہ با جماعت پڑھائی۔

نماز کے سامنے سے گزرنا

حدیث نمبر ۸۲۰ میں بتایا گیا ہے کہ گدھی پر سوار ہو کر میں اس وقت آنحضورؐ کے سامنے سے گزرا۔ جب آپ نماز پڑھ رہے تھے۔ قبل ازیں یہی حکم حدیث نمبر ۲۱۷ میں بھی بتایا گیا ہے۔

عورتوں کا نمازِ عید پر جانا

حدیث نمبر ۸۲۲ میں بتایا گیا ہے کہ عورتیں نمازِ عید میں جا کر شامل نماز ہو سکتی ہیں۔

عورتوں کو نمازِ عشاء کی اجازت

حدیث نمبر ۸۲۴ اور ۸۳۲ میں عورتوں کو نمازِ عشاء پر جانے کی اجازت دینے کی سفارش کی گئی ہے۔

نمازِ باجماعت مختصر

حدیث ۸۲۷ میں بتایا گیا ہے کہ آنحضورؐ نے حکم دیا ہے کہ نماز پڑھانے والے کو جماعت میں اختصار کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

اُم سلیم کے گھر میں نماز

حدیث نمبر ۸۳۰ میں بتایا گیا ہے کہ آپؐ نے اُم سلیم کے گھر نماز پڑھی۔

* * *